

مہرِ منیر

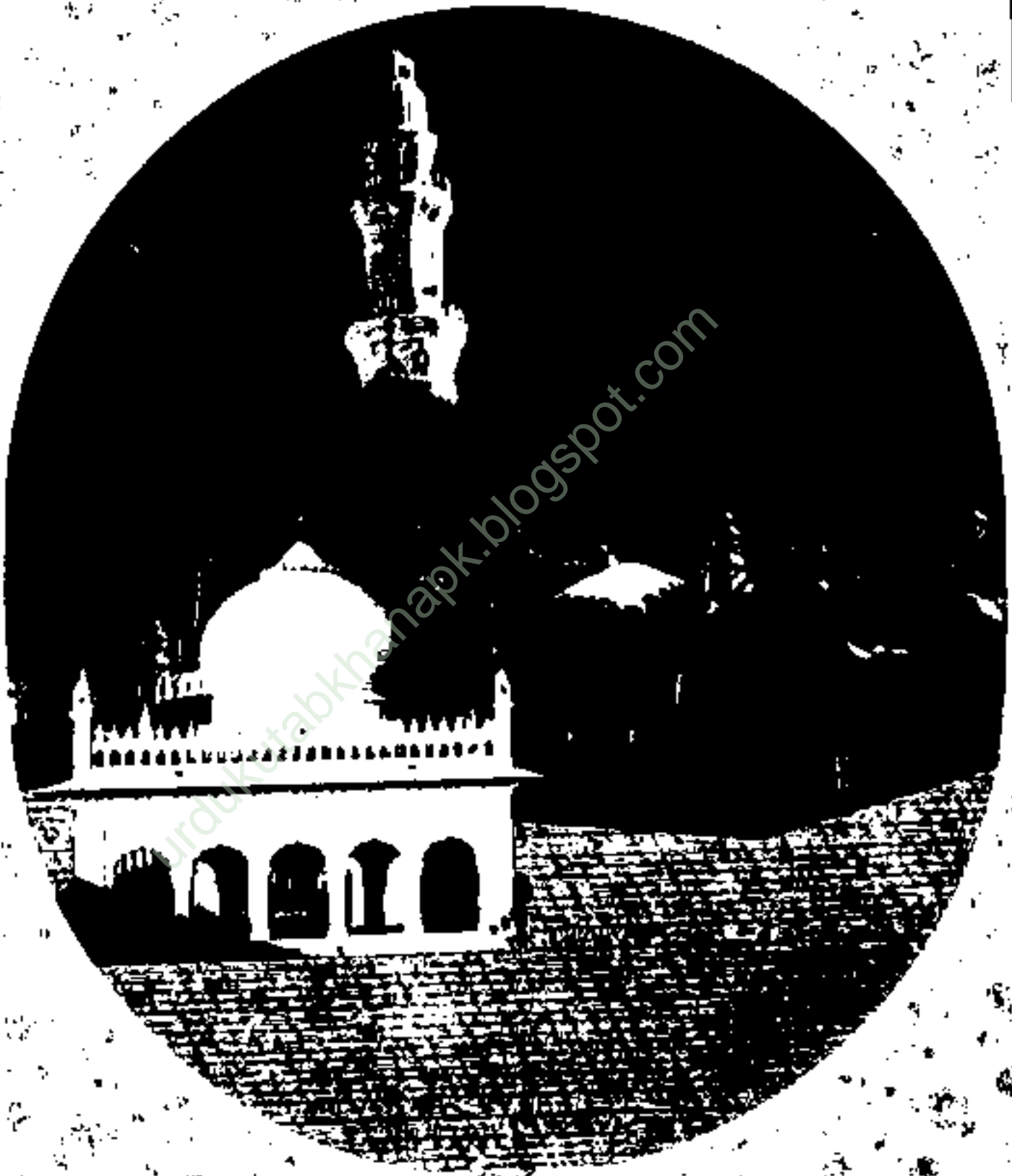
urdukutabkhanapk.blogspot

سوانحِ حیات

ماہرِ مہرِ منیر علی شاہ گیلانی  
الحضرت سید پیر علی شاہ گیلانی



کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا گستاخ اکھیں کتھے جاڑیاں



سوانح حیات

ماہور من الرسول، مجتہد دین و ملت، فاتح قادیانیت، امام المسلمین  
الحضرت سید پیر مہر علی شاہ گیلانیؒ

غرض ادائے نیاز است ورنہ حاجت نیست کمال شمت محمود را ہجر ایاز

# مہرِ منیر

سوانحِ حیات

مامور من الرسول، مجتہد دین و ملت، فاتحِ قادیانیت، امام المسلمین

## الحضرت سید پیر مہر علی شاہ گیلانیؒ

باجازت

حضرت پیر سید غلام محی الدین گیلانی بابو جیؒ

باہتمام

حضرت پیر سید غلام معین الدین گیلانیؒ

حضرت پیر سید شاہ عبدالحق گیلانی مدظلہ العالی

سجادہ نشین درگاہ عالیہ کولہہ شریف

تالیف

علامہ فیض احمد فیضؒ



## مجلہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

○

بار چہار دہم

مقام اشاعت \_\_\_\_\_ گولڑہ شریف، ضلع اسلام آباد  
تاریخ اشاعت \_\_\_\_\_ شوال ۱۴۳۲ھ بمطابق ستمبر ۲۰۱۱ء  
تعداد \_\_\_\_\_ چھ ہزار (۶۰۰۰)  
خطاطی \_\_\_\_\_ خوشی محمد ناصر قادری خوشنویس خوش رقم جالندھری  
تلمیذ پڑیں رقم ۳۰۰ ایس ۱۵۰ ایک کالونی سمن آباد لاہور  
مطبوعہ \_\_\_\_\_ پرنٹنگ پروفیشنلز، لاہور  
\_\_\_\_\_ 500/- روپے

\_\_\_\_\_ ملنے کے پتے \_\_\_\_\_

- ① — کتب خانہ درگاہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف اسلام آباد
- ② — فرید بک سٹال، ۳۸ اردو بازار، لاہور۔
- ③ — ضیاء القرآن پبلی کیشنز

۱۴ انفال سنٹر اردو بازار کراچی  
2210212-2212011  
2630411

۹ الکرم مارکیٹ اردو بازار لاہور  
7225085-7247350

گنج بخش روڈ لاہور  
7221953-7220479  
7238010 فیکس



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## عرض مؤلف

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی آل پاک پر درود و سلام کے بعد عرض ہے کہ حضرت قبلہ عالم گولڑوی پیر سید مہر علی شاہ قدس سرہ العزیز کے حالات زندگی کے متعلق ایک جامع تذکرہ گوشتش بسیار کے باوجود ایک طویل مدت تک عالم وجود میں نہ آنے کے کئی وجوہات تھے۔

اول تو یہ کہ اللہ جل شانہ نے علم و فقر میں حضرت قبلہ عالم کو جو مرتبہ و مقام عطا فرمایا تھا، اُس کا صحیح ادراک و بیان ہر کس و ناکس کا کام نہ تھا۔ کیفیات قلبی اور مشاہدات باطنی کا استفہام اور پھر اُن کا الفاظ میں اظہار صرف دُستوار ہی نہیں بلکہ قریباً محال تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اُستاد العلماء مولانا محمد غازی جیسے بقیعہ عالم نے بھی جن کے علم کے متعلق خود حضرت قبلہ عالم کا بل اعتماد کا اظہار فرمایا کرتے تھے، تقریباً پچاس سال کی طویل صحبت و استفادہ کے باوجود بالآخر متاسفانہ انداز میں یہی کہا کہ افسوس ہم حضرت کو پہچان نہ سکے۔ چنانچہ آفتاب آمد دلیل آفتاب پر اکتفا کرتے ہوئے اس میدان میں قدم بڑھانے کی جرأت کسی کو نہ ہوتی تھی۔

دوم یہ کہ اپنی حین حیات ہی میں بعض مخلصین کی جانب سے قلبندی حالات کی استدعا پر حضرت قبلہ عالم نے منع فرمادیا تھا کہ میرے متعلق کوئی کچھ نہ لکھتے۔ لہذا ایک تو اس کام کافی ذاتیہ مشکل ہونا، دوسرے آنجناب کا حکم امتناعی اسے سے حوصلے بھی پست ہونے کا باعث ہوا۔ اور تیسری سلسلہ یعنی آپ کے وصال تک کسی کو اس طرف توجہ کرنے کی جسارت نہ ہوئی۔

سوم یہ کہ آنجناب کے بعد آپ کے خلف الصدق پیر سید غلام محی الدین شاہ المعروف حضرت قبلہ بابو جی مدظلہ العالی نے بھی ”من چنپ سینم و پدرم چنناں“ کے دعوئے سے یکسر مُبرا اور تواضع و انکسار کا مجسم پکیر ہونے کے باعث حضرت قبلہ عالم کے ارشاد کے خلاف کسی کی حوصلہ افزائی نہ فرمائی۔ البتہ حالات زمانہ، ضرورت وقتی، جذبہ اخلاص و نیاز اور استفاضہ خلق کے پیش نظر بعض حضرات نے از خود خفیہ طور پر کچھ نہ کچھ یادداشتیں مرتب کرنا شروع کر دیں۔

سب سے پہلے حضرت کے نیاز مند اور جامعہ عباسیہ بہاول پور کے شیخ الجامعہ مولانا غلام محمد نے اس سلسلہ میں قدم اٹھایا اور حضرت قبلہ عالم سے خود سنئے ہوئے یادگیری معتبر ذرائع سے معلوم کردہ واقعات کو جمع کرنا شروع کر دیا۔ مگر وقت معین آجانے کے باعث اس سعی جمیلہ کو تشنہ تکمیل ہی چھوڑ کر ۱۳۶۷ھ یعنی ۱۹۴۸ء میں راہی ملک بقا ہو گئے۔

ایک اور نیاز مند ملک سلطان محمود ڈوانہ نے، جو حضرت قبلہ عالم کے زمانہ میں اور کافی عرصہ بعد بھی آستانہ عالیہ



کے شعبہ خط و کتابت پر مامور رہے تھے، اس ضمن میں کوشش شروع کی۔ انہوں نے مولانا محبوب عالم سے، جو کافی عرصہ تک حضرت قبلہ عالم کے سفر و حضر میں مصاحب رہے تھے، حضرت کے متعلق ان کے چشم دید یا دیگر ذرائع سے معلوم شدہ حالات کو فراہم کرنا شروع کیا۔ مگر افسوس کہ یہ دونوں حضرات بھی جلد ہی داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ یعنی مولانا محبوب عالم کا ۱۹۵۲ء میں اور ملک سلطان محمود کا ۱۹۵۶ء میں انتقال ہو گیا اور مسودہ پھر نامکمل رہ گیا۔

اس کے بعد حضرت قبلہ بابو جی مدظلہ کے ایک عقیدت مند راز دانی رام پوری نے اس ضمن میں بہت اصرار کے بعد قبلہ بابو جی سے مشروط اجازت حاصل کی قبلہ بابو جی نے فرمایا: لکھیے، مگر خیال رہے کہ آپ کے قلم سے میں اپنا ذکر نہیں چاہتا۔ ایسا نہ ہو کہ آپ بات سے بات نکال کر میرا ذکر چھڑ دیں اور آپ کی عقیدت کتاب کو افسانہ ہی بنائے۔ گویا حضرت بابو جی مدظلہ نے وضاحت فرمائی کہ حضرت قبلہ عالم کا منع فرمانے سے مطلب یہ تھا کہ لوگ بعید از حقیقت باتیں لکھ کر پیراں نمی پرند مریاں بھی پرانند کا مصداق بنتے ہیں۔ راز صاحب کے مسودہ کے مآخذ زیادہ تر مولانا شیخ الجامعہ اور نواب زادہ واجد علی اشک رام پوری کی تحریریں و روایات تھیں۔ اشک رام پوری والیان رام پور کے خاندان میں سے تھے۔ یورپ میں اعلیٰ تعلیم پائی تھی۔ دینیات سے واقفیت اور شاعری سے شغف تھا۔ خوب شعر کہتے تھے۔ عمر کا آخری حصہ درویشانہ رنگ میں آستانہ عالیہ گولڑہ شریف پر بسر کیا۔ انہیں حضرت کے اکثر دیرینہ ارادت مندوں سے ملنے کے مواقع میسر آئے۔ ۱۹۵۸ء میں یہیں فوت ہو کر گولڑہ شریف میں ہی مدفون ہوئے۔

متذکرہ بالا تینوں مسودات جو زیادہ تر حضرت قبلہ عالم کے متفرق حالات پر مشتمل تھے۔ مگر آپ کی تعلیمات کا ان میں بہت کم ذکر تھا، ۱۹۵۸ء تک جوں کے توں دھرے رہے اور ان کی تکمیل و اشاعت کا کام نہ ہو سکا۔ تاہم بعض عقیدت مند اور دیگر اہل قلم حضرات وقتاً فوقتاً اپنے طور پر حضرت قبلہ عالم کے متعلق اپنے مضامین مختلف اخبارات و رسائل میں شائع کرتے رہے۔ جن میں بعض حالات صحیح اور بعض خلاف حقائق بھی ہوتے تھے۔ چند قادیانی اور غیر مقلد مقلدین نے بھی حضرت سے اختلاف کے باعث واقعات کو توڑ موڑ کر شائع کرنا شروع کر دیا، جس کی وجہ سے سخت ضرورت محسوس ہوئی کہ حضرت قبلہ عالم کے صحیح اور مستند حالات مع تعلیمات منظر عام پر لائے جائیں تاکہ وہ مشن جو آپ نے اپنی حیات طیبہ میں جاری فرمایا تھا، بطریق احسن جاری رہے۔ چنانچہ ۱۹۶۶ء میں جب کہ راقم الحروف آستانہ عالیہ پر اقامت کی سعادت سے مشرف ہوا تو حضرت کے ارادت مندوں میں یہ احساس شدت اختیار کر چکا تھا۔

اتفاقاً ان ہی ایام میں جناب سید غلام مصطفیٰ شاہ خالد گیلانی مقیم راولپنڈی نے قبلہ بابو جی مدظلہ العالی کی خدمت میں عرض کیا کہ میں افکار راولپنڈی کے نام سے ایک کتاب شائع کر رہا ہوں جس میں مشاہیر حضرات کا بھی ذکر ہو گا، اس لیے حضرت قبلہ عالم کے حالات قلم بند کرنے کی اجازت بخشی جاوے۔ شاہ صاحب کے اصرار پر قبلہ بابو جی نے راقم الحروف کو مستذکرہ بالا مسودات میں سے کچھ مختصر واقعات تحریر کر دینے کا ارشاد فرمایا۔ جو شاہ صاحب نے لے کر بعینہ کتاب مذکور میں شائع کرادیے۔ یہ سب سے پہلا موقع تھا کہ جناب بابو جی کی اجازت سے حضرت قبلہ عالم کے کچھ حالات باضابطہ طور پر کتابی صورت میں ظہور پذیر ہوئے۔

بالآخر قبلہ بابو جی نے متوسلین کی گزارشات پیہم اور ضرورت وقت کے خیال سے مجھے ارشاد فرمایا کہ گو حضرت قبلہ عالم کا ارشاد گرامی اب بھی میرے پیش نظر ہے، مگر بعض لوگوں کی افراط و تفریط کے مد نظر مناسب یہی معلوم ہوتا ہے



کہ حضرتؑ کی سوانح حیات تحریر کی جائے، لیکن کوشش اس امر کی ہو کہ حالات مستند ہونے کے ساتھ ساتھ یہ آپ کے مسلک اور تعلیمات کے بیان، آپ کی تصانیف، مکتوبات، ملفوظات اور فتاویٰ وغیرہ پر مبنی ہو۔ غیر ضروری حالات کرامات کے ذکر سے حتیٰ الوسع اجتناب کیا جائے، کیونکہ حضرتؑ کی شان محتاج بیان نہیں اور نہ اظہار کمال میرے مشائخ کرام کا مسلک ہے۔

پہلے تو اس عظیم ذمہ داری کی برداشت سے خود کو عاجز و کمزور محسوس کیا، پھر یہ خیال پیدا ہوا کہ معذرت کر دوں، مگر پھر اللہ تعالیٰ کی تائید اور حضرات مشائخ کرام علیہم الرضوان کی نظر کرم پر تکیہ کرتے ہوئے، خدا کا نام لے کر سلسلہ تالیف شروع کر دیا، حال یہ ذرہ نوازی حضرت قبلہ عالم کی محض اس نگہ کرم کا صدقہ ہے، جو اس مجددان کو انتخاب کے وصال سے فقط تین چار روز قبل حاضری کے وقت نصیب ہوئی۔ ورنہ من آنم کہ من دامن۔ کہاں حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کی سوانح مبارکہ کی ترتیب تدوین اور کہاں یہ غلوں و جہول بے بصاغت۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک؟

اس کتاب کی تالیف میں مذکورہ بالا مسودات کے علاوہ حضرت قبلہ عالم کی تصانیف، مکتوبات، ملفوظات اور بعض قلبی تحریروں کو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے۔ ساتھ ہی انتخاب کے صحبت یافتہ اور دیرینہ متوسلین سے بالمشافہ اور بذریعہ خط و کتابت بھی معلومات حاصل کی گئی ہیں۔ حضرتؑ کے مشائخ کرام و آباؤ اجداد کے حالات اور بعض ضمنی مباحث کے سلسلہ میں متعدد معتبر کتابوں سے بھی مدد لی گئی ہے، جن کا ذکر اپنے اپنے موقع پر کر دیا گیا ہے۔

اکثر امور میں حضرت قبلہ بابو جی مدظلہ سے رہنمائی حاصل کر کے حضرت قبلہ عالم کی تعلیمات اور مسلک کی تشریح کی گئی ہے۔ اس لیے ان مقامات پر جناب بابو جی کا ذکر بھی ناگزیر ہو گیا ہے۔

حضرت قبلہ عالم کی کرامات، اولادِ امجاد، متوسلین و معاصرین کا ذکر فقط اس حد تک کیا گیا ہے، جو اس سوانح کی تکمیل کے لیے ضروری تھا اور نہ تفصیل زاد دفتر سے بیکار باید۔ بعض اہم مسائل میں علمائے ہم مسلک کے ساتھ بھی تبادلہ خیالات کر لیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آج کئی برسوں کی سیم اور عاجزانہ مساعی کا ثمرہ کتاب مہرِ منیر کی صورت میں پیش خدمت ہے۔

عقب قبول افتد زہے عز و شرف۔

یہ کتاب گیارہ ابواب پر مشتمل ہے :-

باب اول میں خاندان و آباء کرام کا ذکر ہے۔

باب دوم میں زمانہ طفولیت اور کسبِ علم کے حالات ہیں۔

باب سوم زمانہ درس و تدریس سے تعلق رکھتا ہے۔

باب چہارم جذب و سیاحت کے حالات پر مبنی ہے۔

باب پنجم میں سندِ ارشاد کے کوائف ہیں۔

باب ششم حضرتؑ کے وصال، اولاد و متوسلین کے اذکار پر مشتمل ہے۔

باب ہفتم حضرتؑ کے معاصرین کے ذکر میں ہے۔

باب ہشتم میں انتخاب کے بعض مناظرات و مذاکرات ہیں۔

باب نهم میں آپ کے ارشادات یعنی ملفوظات، مکتوبات و کلام منظوم مندرج ہیں۔



باب ہسم تصانیف اور بعض فتاویٰ سے متعلق ہے۔

باب یازدہم بعض کرامات کے ذکر میں ہے۔

مضامین کی فہرست کتاب کے آغاز میں دے دی گئی ہے۔

خاتمہ کلام پر میں جناب ملک محمد خدابخش ٹوانہ، ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ پولیس، اپنے برادر عزیز مولوی مشتاق احمد فاضل مجاہد غوثیہ گولڑہ شریف دایم۔ اے جامعہ اسلامیہ بہاولپور اور خان محمد اقبال خان مرحوم ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے اس تالیف و تدوین میں بے حد محنت و انہماک سے میرا ہاتھ بٹایا۔ افسوس کہ مؤخر الذکر اس کتاب کی اشاعت سے پہلے ہی اپنے مالک حقیقی سے جا ملے اور آستانہ عالیہ میں مدفون ہوئے۔ اُن کی وفات کے بعد اُن کے دونوں بھائیوں محمد حیات خان اور محمد فاضل خان نے اُسی جذبہ اور اخلاص سے کتاب کی طباعت و تکمیل میں نمایاں حصہ لیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے اُن محنت بول بندوں کے طفیل جن کے ذکر خیر پر یہ کتاب مشتمل ہے، اس بندہ پر تقصیر اور اس کا رنج و غم میں حصہ لینے والے تمام حضرات کی مسامحہ جمیلہ کو قبول فرما کر فوز و فلاح دالین اور جملہ قارئین کرام کے لیے سعادت و دالین کا موجب بنائیں۔ آمین! ثم آمین!! فتم آمین!!!

نیازمند بارگاہ مہرینہ

فیض احمد فیض عفی عنہ

متوطن بستی بخت اور، تحصیل بھکر

حال مقیم آستانہ عالیہ گولڑہ شریف، ضلع راولپنڈی

آستانہ عالیہ گولڑہ شریف

تاریخ عرس حضرت قبلہ عالم:

۲۹ صفر المظفر ۱۳۸۹ھ مطابق

۱۷۔ مئی ۱۹۶۹ء

قطعة تاریخ طباعت مہر مہرینہ

مطبوع گشت تذکرہ عارف الہ

عالی جناب مہر علی شاہ بادشاہ

درس طبعتش آمدہ از غیب این ندا

مہر مہرینہ آمدہ اندر ظہور واہ

فیض



# فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۹	فضائل اہل بیت پر بعض اکابرین کے ارشادات	۳	باب اول خاندان و آبائے کرام پہلی فصل خاندان
۲۲	حدیث حشم غدیر	۳	شجرہ نسب
۲۳	مقام ولایت کے مرکز اعلیٰ علیؑ	۴	حسینؑ پاک اور ان کی ذریت فرزندانِ رسولؐ ہیں
۲۴	نسبت اویسیؑ	۵	حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کی تحریر اپنے نسب کے متعلق مع سند بغداد شریف
۲۴	مہر بے ساری علیؑ دی	۸	نسب بحیثیت عمومی کا شرف
	تیسری فصل آبائے کرام	۱۰	آلِ نبیؐ کے نسب طاہر کا شرف
۲۶	مولائے کائنات جناب علیؑ	۱۳	حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کے نسب کے متعلق کراماتی ثبوت
۲۶	حسین کریمین	۱۳	یہ یونفاطمہ کی ٹوپی ہے
۲۶	حسین کریمین کی اولادِ امجاد	۱۴	تائید و تصدیق غوثیہؑ
۲۶	غوث الثقلینؑ	۱۵	کرامت جاریہ
۲۸	پیدائش کے وقت عالم اسلام کی حالت	۱۵	وادی حمر کا رویہ صادقہ
۳۱	غوث الاعظمؑ کی تشریف آوری بغداد	۱۶	ایک جن کی شہادت
۳۱	آپؑ کے روحانی تصرفات		دوسری فصل
۳۲	آمار یوں کا قبول اسلام		فضائل اہل بیت کرامؑ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
۳۳	پاساں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے		فضائل اہل بیتؑ پر اکابرین امت کی کتب
۳۵	غوث الاعظمؑ کے کوائف زندگی		
۳۶	عشق فارغ کرد از دنیا و مافیہا مرا		
۳۸	محمی الدینؑ		
۳۹	آپؑ کی مجالس و عطا		
۴۰	موازہ عقل و عشق		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
	<b>باب دوم</b>		
	<b>زمانہ طفولیت و کسبِ علم</b>		
۴۱	ولادت	۴۰	اقلیم ولایت کی شہنشاہی
۴۱	شانِ مجددیت کی غمازِ انجمنِ ولادت و وصال	۴۱	خواجہ غریب نواز چشتی کا سر جھکانا
۴۳	چودھویں صدی کا مجددِ بسم اللہ کا ہم عدد	۴۱	شیخ صنعان کا انکار و توبہ
۴۴	آمد آمد کی نوید	۴۱	اس مہمان کا مفہوم
۴۴	اسے معلوم نہیں یہ کیا ہونے والا ہے	۴۲	تصرفات بعد از وصال
۴۴	بچپن میں عشقِ الہی کی سرگرمیاں	۴۳	حضرت غوث الاعظمؒ و اکابرینِ اُمت
	سات برس کی عمر میں بحالتِ خواب ابلیس سے		رسالہ انوارِ قادریہ پر حضرت قبلہ عالم
۴۵	قوت آزمائی	۴۵	قدس سرہ کی تفسیرِ ربط
۴۵	ابتدائے تعلیم		چوتھی فصل
۴۵	قرآنِ ناظرہ پڑھ کر حفظ ہو گیا	۴۹	حضرت قبلہ عالمؒ کے دیگر اجدادِ کرام
۴۵	مادرِ زاد ولایت پر کرم خوردہ کتاب کی شہادت	۴۹	سیدنا جلال الدین عبدالرزاق و سید جمال الدین حیات المیر
۴۶	موضع بھوئی کے درس میں داخلہ	۴۹	سید ابوصلاح طابہ نصر و سید علی بغدادی
۴۶	بھوئی کا ایک طالب علمانہ مناظرہ	۵۰	سیدنا جلال الدین محمود و سید ابی الیاس
۴۷	عید گاہ مانغریساں کوئے تو	۵۰	حضرت میراں شاہ قادر فیض
۴۸	درس انگہ میں شمولیت	۵۱	حضرت شاہ محمد فاضل قلندر
۴۸	ہم درس کا احساسِ کمتری		حضرت پیر سید روشن دین شاہ و
۴۸	موروثی جود و ایشار کا مظاہرہ	۵۱	پیر سید رسول شاہ
۴۸	تم قصیدہ پڑھو میں قصیدہ دلے کو بلاتا ہوں	۵۲	گولڑہ
۴۹	ایک آسیب زدہ مسجد کو دارالوظائف قرار دینا	۵۲	سائیں علی محمد عرف مسکین شاہ پانی پتی
۴۹	جرات و رحم دلی کا مظاہرہ	۵۳	حضرت پیر سید میراں شاہ و حضرت پیر
۴۹	خلوت میں جلوت		سید فضل دین شاہ
۵۰	ایک عابدہ مانی کی پیشین گوئی	۵۴	حضرت پیر سید نذر دین عرف حضرت
۵۰	تعلیم و تعلم میں انہماک	۵۵	اجی صاحب
۵۰	بلانے والے کو سلیقہ ہو تو اہل برزخ جواب دیتے ہیں	۵۶	زندہ جلانے کی کوشش ناکام
			ایک مجذوب کی کارکردگی



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۸۲	حدیث قَوْمُوا إِلَى سَيِّدِكُمْ پر بحث	۷۱	ایک قادری فقیر کے محبت بھرے جملہ کا اثر
۸۳	آمین بالجہر پر مناظرہ	۷۱	استاد محترم کی معیت میں سیال شریف
۸۳	ایک مجذوبہ کی دالہانہ صدا	۷۱	کی حاضری
۸۴	اثنائے درس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایات	۷۱	برہند و ستاں داد خواہم لگام
۸۴	میلے تاشوں سے نفرت	۷۲	مولانا احمد حسن محدث کانپوری سے ملاقات
۸۴	تحصیل علوم کے بعد مراجعت وطن	۷۳	ہندوستان کے دینی علوم کے مراکز
	<b>باب سوم</b>	۷۳	استاد الکمل مولانا لطیف اللہ علیگڑھی
	<b>زمانہ درس و تدریس</b>	۷۵	علی گڑھ کے درس میں تحصیل علم
	مراجعہ وطن، اجرائے درس و شادی	۷۵	یورپی ممتحن کا اعتراف کمال
۸۷	خانہ آبادی	۷۶	ایک مجذوب کا اظہار حیرت
۸۷	تدریس و تعلیم میں خصوصی شان		طالب علمی میں جو دو کرم اور ریاضت و مجاہدہ
۸۸	مسجد ضرار کے مسئلہ پر حضرت کا موقف	۷۶	کی شان
	معقول کی مشہور کتاب قاضی مبارک کی تدریس		مولانا عبد اللہ ٹوٹکی سے ایک طالب علمانہ
۸۹	پر حکماء کا اظہار حیرت	۷۶	بحث
۸۹	ایک نواحی گاؤں میں شیعوں سے مناظرہ	۷۷	طالب علمی میں رشک انگیز تدریس
۹۱	دوران مناظرہ اپنے جد امجد کی روحانی توجہ	۷۸	ذہنی اور روحانی قوی کے ساتھ جہانی طاقت
۹۱	ریاست سوات کا سفر	۷۸	مولانا لطیف اللہ کی ملاقات کیلئے دوبارہ سفر ہند
۹۲	خلیفہ صاحب کا عجیب واقعہ اور حضرت کی یقین	۷۹	مولانا لطیف اللہ کی طرف سے عطیہ سندات
۹۳	اعلیٰ حضرت سیالوی سے بیعت	۷۹	۱۔ اجازت نامہ کتب حدیث صحاح ستہ وغیرہ
	شیخ کے حضور میں مسالک وحدت الوجود و شہود	۸۰	۲۔ اجازت نامہ مشکوٰۃ شریف
۹۳	پرفتہ	۸۰	۳۔ اجازت نامہ قرآن مجید ترجمہ و تفسیر
۹۳	اپنے شیخ کی توجہ کے متعلق آپ کے تاثرات	۸۰	۴۔ اجازت نامہ حدیث ضیافت الاسودین
	سیال شریف میں وحدت الوجود پر ایک عالم	۸۱	۵۔ حدیث شریف مسلسل بالاولیٰ
۹۴	سے گفتگو	۸۱	۶۔ سند سالہ حدیث مولانا محمد سعید سنبل
۹۵	خلافت ارشاد اور تربیت میں امتیازی سلوک	۸۱	۷۔ سند حدیث مصافحہ
۹۶	حضرت ثانی سیالوی کی خاص عنایات	۸۱	شموعیت درس حدیث بمقام سہارنپور

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۱۸	استاذ العلماء مولانا محمد غازی کی حضرت سے پہلی ملاقات	۹۷	حضرت اعلیٰ سیالوی کے فیوض و برکات و بعض مشہور خلفاء کا ذکر خیر
۱۱۹	مولانا حاجی رحمت اللہ سے ملاقات	۹۷	اقتباس از کتاب "انوار شمس"
۱۱۹	دجال کے طوائف کعبہ کی توجیہ		<b>باب چہارم</b>
۱۲۰	مولانا رحمت اللہ کے حضرت کے متعلق تاثرات		زمانہ جذب و سیاحت
۱۲۰	قاری عبد اللہ مکی کی حضرت سے ارادت	۱۰۱	حضرت کی اپنے شیخ سے عقیدت
۱۲۱	قاری عبد اللہ کا مکتوب	۱۰۱	طلب مزید کیلئے بیابانوں میں خلوت کا راز
۱۲۳	قاری احمد کا مکتوب	۱۰۲	وصال شیخ کے بعد آپ کی حالت
۱۲۵	قاری احمد کے حق میں حضرت کی سند علوم	۱۰۳	مجاہدات کنار راوی
	قاری عبد الرحمن الہ آبادی و قاری عبد الرحمن جونپوری	۱۰۴	خان بہادر مولوی شیر محمد اسٹنٹ پولیس کل انجینئر گلگت
۱۲۶	حضرت سے ارادت و عقیدت	۱۰۵	فتوحات مکیہ کا بالاستیعاب مطالعہ
	حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی کے درس میں حضرت کی تقریر و حاجی صاحب کا عطائے سلسلہ صابریہ	۱۰۵	انجمن نعمانیہ میں تدریس کی پیش کش
۱۲۸	حضرت حاجی صاحب کی ان عنایات پر ان کے بعض متوسلین کا رد عمل	۱۰۶	شاہی مسجد لاہور کے حجروں میں قیام
۱۲۹	حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی اور آپ کا مسلک	۱۰۷	آپ کا ایک عاشق المشہور فقیر سواتی
۱۳۰	فتوحات مکیہ کے حصول میں تائید فیضی	۱۰۸	ایک اور عاشق دیوانہ
	حضرت کے رئیس الحاج ہونے کے متعلق ایک بزرگ کا کشفی مشاہدہ	۱۰۹	سفر مالیر کوٹلہ
۱۳۰	وادی حمر کے واقعہ کے متعلق حضرت قبلہ عالم کی قلمی تحریر	۱۰۹	سفر ملتان
۱۳۱	اس کشف سفر میں شان استغنی و اشار و کرم	۱۱۰	سفید مرغ نے مدفونہ دولت کی نشاندہی کی
۱۳۲	عرب شریف سے واپسی پر آپ کا استقرار	۱۱۲	حضرت موسیٰ پاک شہید کے مزار پاک کی کشش
۱۳۲	ریاست بھوپال کا سفر	۱۱۲	ذیرہ غازیخاں کا ایک ناگافیر
		۱۱۳	فقیر صاحب نوٹن کے دعویٰ کا جواب
		۱۱۵	مجاہدات مظفر گڑھ
		۱۱۶	حضرت خواجہ غریب نواز کے آستانہ پر اشارہ فیضی
		۱۱۶	مجاہدات حسن ابدال
		۱۱۶	سفر حجاز
		۱۱۷	دُرود مستغاث پر گفتگو



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
	باب پنجم مسند ارشاد پہلی فصل مجددانہ شواہد		باب پنجم مسند اکابرین
۱۴۶	دوسری فصل تعمیر مرکز اور طب البین حق کا اجتماع	۱۴۹	تردید مرزائیت
	بعض سابقون الاولون	۱۴۰	انسداد چکر الوتیت
	بعض مشہور خطیب اور ادیب پر شتہ اخلاص	۱۴۰	رد پنجرت
۱۴۷	میں مسلک	۱۴۰	انگریزی تعلیم پر حضرت کا مسلک اور دینی مدارس
۱۴۷	حضرت کی ابتدائی نشست گاہ		میں دہسپی
۱۴۸	مراقبہ ذکر و فکر کی کیفیت	۱۴۰	مغربی علوم کی نسبت صاحبزادہ سر عبد القیوم کے
۱۴۸	شان تربیت	۱۴۱	ایک فقرے کا جواب اور پیشین گوئی
۱۴۹	فقیر محمد امیر کوٹ اٹل		بریلوی اور دیوبندی
۱۵۰	بابا غلام فرید ٹالوی	۱۴۲	وَمَا أَهْلَ بِهِ لَغَيْرِ اللَّهِ کی صحیح تفسیر
۱۵۱	فقر حقیقی کی بے نفسی و بے غرضی	۱۴۲	غیر متلدین
۱۵۲	اگر خدا سے ملنا ہے تو گولڑہ جاؤ	۱۴۲	علم الکلام کے اختلافی مسائل میں آپ کا مسلک
۱۵۲	چالیس روز کی بجائے دو یوم ہی میں تکمیل کار	۱۴۳	وحدت الوجود اور وحدت الشہود
۱۵۳	سفر حج کے مکاشفات		مسئلہ خلافت و فضیلت
۱۵۳	شیخ کی غیرت	۱۴۳	لعن زیند
۱۵۴	حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت	۱۴۳	تشدیدیں رفع سبابہ کی سنت کا احیاء
۱۵۴	قاضی فیض علم		اوقات سنو نہ نماز کی پابندی اور وظائف کی
	تیسری فصل	۱۴۳	صحیح و ترتیب
	سماع اور غنا پر حضرت کا مسلک اور	۱۴۴	تحریک خلافت
	آپ کی زندگی کے چہرہ واقعات		شاہی دربار دہلی میں شمولیت سے انکار
۱۵۵	سماع اور غنا کا مطلب اور باب حال کا مسلک	۱۴۴	سیاست سے پرہیز
۱۵۵	حضرات چشتیہ کا مسلک	۱۴۴	قبول عام کی خلعت
۱۵۶	حضرت کا مسلک		
۱۵۶	اینگلو انڈین ریوے گارڈ پر سماع کا اثر		
۱۵۷	اجمیر شریف کے قوال کا واقعہ		
۱۵۷	ہندو جوگی کا قبول اسلام		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۸۸	روح انسانی	۱۵۷	آپ کی وجدانی کیفیات کے بعض واقعات
۱۸۸	قیامت	۱۶۰	جناب دیوان غیاث الدین اجمیری کا واقعہ
۱۸۸	جہاد بالسیف	۱۶۱	علمائے سرحد کے ساتھ سماع کے موضوع پر مناظرہ
۱۸۹	معراج جسمانی	۱۶۱	کفر و ایمان کی بحث
۱۸۹	احترام انبیاء	۱۶۲	علماء کا سکوت اور دیوان صفا کی رقت اور بیعت
۱۹۱	آل نبی کا احترام		چوتھی فصل
	نبی کریم اور خلفائے راشدین کے متعلق قادیانیوں	۱۶۳	قادیانیت پر ایک مختصر تبصرہ
۱۹۳	کی زبان درازی	۱۶۵	بانی قادیانیت اور ان کی ابتدائی زندگی
۱۹۳	تمام اُمت محمدیہ پر کفر کا فتوے	۱۶۶	مرزا صاحب کے ابتدائی عقائد
۱۹۴	قادیانیت کے پس پردہ کار فرما قوتیں	۱۶۷	اُس دور کے مسلمانوں کی ذہنی کیفیت
۱۹۵	برطانیہ کی اطاعت نصف الاسلام	۱۶۷	مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ
۱۹۵	قادیانیوں سے ہندوؤں کی توقعات	۱۶۸	مثیل مسیح سے مسیح موعود
۱۹۷	مرزا صاحب کے عادی کا اُمت مسلمہ پر رد عمل	۱۶۹	مشابہت مسیح کے دلائل
۱۹۸	قادیانی اور لاہوری پارٹی	۱۶۹	احادیث نزول مسیح کی تاویل
۲۰۰	اعتبار	۱۷۱	مسیح موعود سے نبوت تک
	پانچویں فصل	۱۷۲	ختم نبوت کے خلاف انوکھے استدلال
	حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کا قادیانیت کے	۱۷۳	ظلی نبی
	خلاف معرکہ	۱۷۳	ظلی نبی سے مستقل اور صاحب شریعت نبی
۲۰۳	باطنی ارشادات	۱۷۶	مرزا صاحب کی وحی
۲۰۳	ایک کشف کے متعلق حضرت کی قلمی تحریر	۱۷۷	مرزا صاحب کے الہامات
	مولوی محمد حسین ثالوی اور خواجہ غلام فرید چاچرہاں	۱۷۸	مرزا صاحب کے الہامات اور عرفان الہی کے نمونے
۲۰۴	کی ابتدائی خوش فہمیاں	۱۸۰	مرزا صاحب کی پیشین گوئیاں
۲۰۵	شیخ الجامعہ کا بیان	۱۸۲	الہامات کے متعلق حضرت قبلہ عالم کا فرمان
۲۰۵	مشائخ کے ساتھ فرضی بیانات منسوب کرنا	۱۸۵	مرزا صاحب اور قرآن و حدیث
	قادیانی دعوت نامہ اور حضرت قبلہ عالم قدس سرہ	۱۸۶	مسلمانوں سے اسلام کے ہر اصول پر اختلاف
۲۰۷	کاجواب	۱۸۶	نزول ملائکہ



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۳۲	قادیانی جماعت میں انتشار	۲۰۶	مشائخ طریقت کو چیلنج
۲۳۳	کرامات اور معجزات میں مقابلہ کی پیش کش	۲۰۶	شمس الہدایت کا طلوع
۲۳۳	لاہور میں قادیانی واعظین کے جلسے ہانے	۲۰۷	قادیان میں تہلکہ
۲۳۴	تحریری مناظرہ کے سلسلہ میں حضرت قبلہ عالم قدس	۲۰۷	مولوی عبد الجبار غزنوی کا خط
۲۳۴	کی ایک مشہور عام بات	۲۰۸	حکیم نور الدین صاحب کے بارہ سوالات
۲۳۴	قادیانی چیلنج کے جواب میں فخر غنیو کار جرنل	۲۰۸	حضرت کے جوابات
۲۳۵	شاہی مسجد میں مسلمانوں کا جلسہ	۲۰۸	حکیم نور الدین پر صرف ایک سوال جو تشہ جواب
۲۳۷	نتیجہ یا فیصلہ جلسہ ہذا	۲۰۹	ہی رہا
۲۳۸	علماء و مشائخ ناصرین کی فہرست	۲۱۰	مرزا صاحب کی طرف سے تحریری مناظرہ
۲۴۱	حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کی لاہور سے واپسی	۲۱۵	نقل ضمیمہ اشتہار دعوت
۲۴۲	پر مرزا صاحب کا اشتہار	۲۱۸	چھپاسی علماء کے اسماء کی فہرست
۲۴۲	مرزا صاحب کے عذرات	۲۱۹	نقل اشتہار جواب دعوت
۲۴۲	ان عذرات کا جواب	۲۲۲	نقل ضمیمہ اشتہار جواب دعوت
۲۴۳	مسلمان دانشوروں اور عوام پر مرزا صاحب کے	۲۲۸	جماعت علماء کی طرف سے جواب دعوت کا اشتہار
۲۴۳	اشہارات اور دلائل کار و عمل اور ان کے	۲۲۸	حضرت کی طرف سے تقریری بحث
۲۴۳	عواقب	۲۲۸	کی دعوت کار و عمل
۲۴۳	گھڑیٹھے تفسیر نویسی کے مقابلہ کی دعوت	۲۲۸	فریقین کی توقعات کا جائزہ
۲۴۳	حضرت کی ذات گرامی پر اس نئی مبارزہ طلبی	۲۲۹	قادیانی پارٹی کی طرف سے تقریری بحث کی
۲۴۵	کار و عمل	۲۲۹	نامنظوری کے خط پر اس شرط کی واپسی
۲۴۵	سیف چشتیائی	۲۳۰	مباحثہ کے ضمن میں مسلمانوں کا عظیم اجتماع
۲۴۶	اعجاز المیسح	۲۳۰	مسلمانوں کے تمام فرقوں کا حضرت قبلہ عالم
۲۴۹	شمس بازغہ	۲۳۰	قدس سترہ کو اس محاذ پر اپنا قائد منتخب کرنا
۲۵۱	حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کی اس ضمن میں	۲۳۱	لاہور میں حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کی تشریف آوری
۲۵۱	ایک پیش گوئی	۲۳۲	مرزا صاحب کی آمد کا انتظار
۲۵۲	سیف چشتیائی پر بہتان سرقہ کی حقیقت	۲۳۲	قادیانیوں کی دوڑ و دوپ
۲۵۲	مرزا صاحب نے سرقہ مضامین کا الزام واپس لے لیا		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
	ساتویں فصل		گورداسپو کے مقامات میں حضرت کو بطور گواہ طلب
	حضرت قبلہ عالم قدس سرہ اور تحریک خلافت	۲۵۴	کرنے کی قادیانیوں کی طرف سے کوشش ناکام —
۲۶۷	حضرت قبلہ عالم قدس سرہ اور ملکی سیاست —	۲۵۵	مولوی محمد حسن فضنی
۲۶۸	تحریک خلافت کے اسباب —		مخالفین کا حضرت کی تصانیف کو غیروں سے منسوب
	اسلامی خلافت کے متعلق علمائے اربعین	۲۵۶	کرنے کا رجحان —
۲۶۸	کامسک —	۲۵۷	البحیثہ بالبحیثہ
	اپنے مسک کے باوجود حضرت نے مخلصین کو		معرکہ قادیانیت کے متعلق حضرت قبلہ عالم قدس سرہ
۲۶۸	تحریک خلافت میں حصہ لینے سے منع نہیں فرمایا۔	۲۵۷	کا ایک اہم بیان —
	تحریک خلافت میں ہندو کانگریس کے ساتھ		بچتی فصل
۲۷۰	تعاون کا مسئلہ —		تحریک ہابیت کا مقابلہ
۲۷۰	ہندوؤں کے ساتھ تعاون —	۲۵۹	حدیث شذ رحال —
۲۷۲	مولینا محمد علی مونگیری اور مسٹر گاندھی کا مکالمہ —	۲۶۰	زیارت روضہ رسول کی تاکیدی احادیث —
۲۷۵	انگریز حکومت کی طرف سے جاگیر کی پیش کش —	۲۶۱	زیارت قبور —
۲۷۶	کانگریس کے تعاون سے مولینا عبدالباری کا رجوع —	۲۶۱	غیر متقلدین کے ساتھ مناظرات —
۲۷۶	مولوی محمد اسحق مانسہروی کا چیلنج —		علمائے مکہ کی طرف ابن عبد الوہاب نجدی
۲۷۷	مولوی ظفر علی خان کی حاضری —	۲۶۲	کا رسالہ دعوت —
۲۷۷	اسلامیان ہند کی آزادی کے لیے دُعا —		محمد بن عبد الوہاب نجدی کی عہدگی عقائد کے متعلق
	علی بصیرۃ انا و من اتبعہ فی میں بصیرت	۲۶۳	مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کا فتویٰ —
۲۷۷	کے معرکہ اور نگرہ ہونے کا سوال —	۲۶۳	بعض اہل طریقت "رجعت" کی زد میں —
	ظفر علی خان کے خلاف شہادت	۲۶۴	حضرت کے فتویٰ کے خلاف مخالفین کا اشتہار —
۲۷۸	سے انکار —	۲۶۴	"الفتوحات الصمدیہ" —
۲۷۸	مولوی ظفر علی خان کا مسٹر گاندھی سے بگاڑ —	۲۶۵	عجالت برد رسالہ —
۲۷۹	تحریک ہجرت میں رائے عامہ کا طوفان —		حضرت شیخ اکبر کی تائید میں انعامی دعوت مناظرہ
	حکیم شمس الدین وزیر آبادی حضرت کے ایک	۲۶۵	اور علمائے اہل حدیث کا سکوت —
۲۷۹	سرگرم خلافتی مُرید —	۲۶۶	حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کی تصنیف "اعلاء کلمۃ اللہ"
۲۸۰	حکیم صاحب سے خلافت کے متعلق خط و کتابت —		



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۹۷	نواب سر عمر حیات خان و سر خضر حیات خان لڑانہ۔	۲۸۲	حکیم صاحب کے اشکِ ندامت۔
۲۹۸	نواب میاں محمد حیات قریشی۔	۲۸۲	پشاور کے خلافتی کارکنوں کا وفد۔
۲۹۸	سرکنڈ حیات خان، خان بہادر میاں مشتاق احمد خان۔	۲۸۳	انہویں فصل
۲۹۸	گورمانی و نواب عبداللہ خان آف خان گڑھ۔	۲۸۳	حضرت قبلہ عالم قدس سرہ اور حکومتِ بنگالہ۔
۲۹۸	حاجی میاں کریم بخش، میاں عبدالرحیم۔	۲۸۴	انگریز شہنشاہ کے دربار میں شمولیت سے انکار۔
۲۹۸	میاں عبدالکریم سیٹھی پشاور و میاں۔	۲۸۴	اس انکار پر حکومتِ برطانیہ کا ردِ عمل۔
۲۹۹	امام بخش سوداگر ملتان۔	۲۸۴	ڈاکو کا جنازہ پڑھنے پر ڈپٹی کمشنر کی رو بکار کا جواب۔
۲۹۹	بعض نو عمر امیر زادے۔	۲۸۶	حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی بارگاہِ عالی میں استفادہ۔
	گیارہویں فصل	۲۸۶	انگریز پرنسپل ڈنٹ پولیس سے مفروضوں کے متعلق گفتگو۔
	آزمائش کی چپند گھڑیاں	۲۸۷	ایک انگریز ڈپٹی کمشنر کی حاضری اور عقیدت۔
۳۰۱	حضرت کی ذات پر بعض حاسدین کے ناکام حملے۔		دسویں فصل
۳۰۱	تواریخ برہنہ۔		حضرت دیوان صاحب پاکستان شریف کی عقیدت
۳۰۱	سالن میں زہر۔	۲۹۱	پہلی ملاقات پر دیوان صاحب کا تاثر۔
۳۰۲	جاڈو کا دار۔		لباس اور سواری کے متعلق ایک انگریز کا اعتراض
۳۰۲	چاہ کن راجہ درپیش۔	۲۹۱	اور اس کا جواب۔
۳۰۲	قرابت داروں سے حضرت کا سلوک۔	۲۹۲	حضرت دیوان صاحب کے لیے نرینہ اولاد کی دعا۔
۳۰۳	بعض معاصرانہ چشمکیں۔	۲۹۲	جناب خواجہ حسن نظامی دہلوی۔
	شمس الہدایت پر مولوی محمد ذاکر گبوی کا اعتراض		بظاہر مطالعہ و شغل تبیح اور باطن حضرت باواصفا
۳۰۴	اور رجوع۔	۲۹۳	سے گفتگو۔
	جناب مولوی عبداللہ صاحب گڑھی افغاناں کا		دسویں فصل
۳۰۴	اعتراض و اصرار۔		ولیان ملک اور رسائے عظام کا آپ سے توسل
۳۰۴	حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی کی ملاقات کے لیے سفر۔	۲۹۵	امیر حبیب اللہ خان والی افغانستان۔
۳۰۵	ملاقات۔	۲۹۶	نواب صاحب بہاولپور۔
	بارہویں فصل	۲۹۶	نواب ولی الدولہ حیدر آباد دکن۔
	حضرت کے بعض ہنگامی اور مقررہ سفر	۲۹۶	نواب صاحب انب در بند۔
۳۰۷	پاک تین شریف کے سفر میں مقامات قیام۔	۲۹۷	سردار محمد علی خان گھیبہ۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۱۸	ایک مخلص کے دلی خطرہ کا از خود جواب	۳۰۸	سفر سیال شریف کے دوران مقامات قیام
۳۱۸	حصوری نام گھوڑے کا اظہارِ ادب	۳۰۸	میاں بندی مجذوب کا آپ کے نام خط
۳۱۸	پاک پتن شریف میں ایک گھوڑے کی سرکشی		حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ اور ایک صاحب
۳۱۹	ڈھیری شاہاں کی بارات کا واقعہ	۳۰۸	مزار کی خط و کتابت
۳۱۹	معنوی جمالیات کے علاوہ صوری محاسن پر نظر	۳۰۹	بعض بنگامی سفر
	<b>باب ششم</b>	۳۰۹	اسلامیہ کلج پشاور میں تعمیر مسجد کا اشارہ
	وصال، اولاد و احفاد اور متوسلین		پشاور میں حضرت اخوند درازندہ صاحب کے
	پہلی فصل	۳۰۹	مزار پر
	بیماری اور ضعف		<b>تیسرے حصے کی فصل</b>
۳۲۳	خواب و خور سے بے نیازی		تنظیم اوقات اور شمائل و خصائل
۳۲۳	ارادت مندوں کے دکھ درد کا احساس	۳۱۱	شیخ انجم صاحب کی قلمی یادداشت سے اقتباس
۳۲۳	منظر رحمتِ عالم	۳۱۱	اشغال
۳۲۲	انس و فی مشاہدہ	۳۱۱	ارشاد و تلقین
۳۲۲	بشارات	۳۱۲	رمضان شریف کے اوقات
۳۲۲	ایک شکوہ آمیز گزارش	۳۱۳	متعلقین سے وفاداری کا معاملہ
۳۲۵	بطنی مشوروں پر ہوا خوری کا التزام	۳۱۴	معاندین سے حسن سلوک
۳۲۵	کار کا حادثہ	۳۱۴	دنیا سے بے توجہی
۳۲۵	لنگرِ خوشی کا بدل و سخا	۳۱۴	دوستی اور دشمنی کے متعلق نظریہ
۳۲۶	تصفیہ مابین سنی و شیعہ کی تالیف	۳۱۵	حضرت مائی صاحبہ کی برکات کے خصوصی اثرات
۳۲۶	علامہ اقبال کا عریضہ	۳۱۵	حضرت کی خوراک
	<b>دوسری فصل</b>	۳۱۶	استاذِ اذوں کا احترام
	<b>عالمِ استغراق</b>	۳۱۶	حضرت کا حلیہ مبارک
۳۲۸	دریائے ناپید کنار توحید	۳۱۶	حضرت کا لباس
۳۲۸	استغراق میں محذّر نماز کا استغناء	۳۱۷	آواز و گفتار
	وَأَنْتُمْ سُكَّارِي أَوْ رَهْمٌ فِي صَلَواتِهِمْ	۳۱۷	چال اور رفتار
۳۲۹	دائِمُون کا باطنی مدلول	۳۱۷	حضرت کی اسپ سواری



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۲۰	۴۔ روزنامہ "وحدت" دہلی ۱۸ مئی ۱۹۳۷ء	۳۲۹	عرض و معروض کی کیفیات
۳۲۱	۵۔ روزنامہ "وحدت" دہلی ۲۶ مئی ۱۹۳۷ء	۳۳۰	مجاذیب اور اہل سکر کی کثرت حاضری
۳۲۱	۶۔ ترجمان سرحد "پشاور" ۲۰ مئی ۱۹۳۷ء	۳۳۰	گمشدگی سایہ کی اطلاع
۳۲۱	۷۔ روزنامہ سیاست "لاہور" ۲۱ مئی ۱۹۳۷ء		تیسری فصل
۳۲۱	۸۔ روزنامہ پیسہ اخبار "لاہور"		کوائف وصال
	پانچویں فصل	۳۳۱	عالم استغراق میں ایک دعا کی تلقین
	شعر اور ادب کا اظہار عقیدت	۳۳۲	سورہ یوسف کی تلاوت میں چار رقت انگیز مقامات
	مرثیے اور قطعہ ہائے تاریخ وصال	۳۳۲	آئندہ عرس پر صحو کی طرف رجوع کا وعدہ
۳۲۳	۱۔ مرثیہ عربیہ از حضرت شیخ محمد علی مدنی	۳۳۲	بہار ڈسے جیویں پھلاں تھیں حق تیویں سنسار کنوں
	۲۔ از قلم ابوالفضل مولانا مولوی کرم الدین صاحب مرحوم دبیر	۳۳۳	ہمار نہیں جیت ہے
۳۲۴	سکنہ بھین ضلع جہلم	۳۳۳	اچھا یار! میں وعدہ کرناں
۳۲۵	۳۔ از جناب مآمل صدیقی پشاور	۳۳۴	صاحبزادی کون؟ صاحبزادہ کون؟ آپ کون؟
	۴۔ نتیجہ فکر جناب شمس الحق صاحب علوی شیخوپورہ	۳۳۴	تجدید بیعت و ارشاد
۳۲۶	معلم مشن سکول پشاور	۳۳۴	ایک مدنی شیخ کی پیشین گوئی
۳۲۷	۵۔ از سید ضیا جعفری قادری صدر دائرہ ادب پشاور	۳۳۵	کیفیت وصال کا واقعہ
۳۲۸	۶۔ از نیاز مند درگاہ مہر فیض احمد عفی عنہ (مؤلف)	۳۳۵	آہ یوم بے شنبہ ۲۹ صفر
۳۲۸	۷۔ از جناب شیخ ڈاکٹر اللہ ناصح صاحب نقشبندی گجہاٹی	۳۳۵	مسرت، حیا، نیاز
۳۲۹	۸۔ از مولانا مولوی سلام اللہ خان حقاریس چک عمر	۳۳۶	اسم ذات کی برق انگیز، طویل اور عمیق گونج
۳۵۰	تاریخ ہائے وفات اعلیٰ حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب		مستورات کے وادیا پر جبین مہربان رک پر
	رحمۃ اللہ علیہ	۳۳۷	انقباض
	چھٹی فصل	۳۳۷	آخری زیارت، جنازہ اور تدفین
	بعض کوائف بعد از وصال		چوتھی فصل
۳۵۲	حجاب برزخ کی کیفیت		ملکی اخبارات و رسائل کے تاثرات
۳۵۲	ایک مجبور ارادت مند کا خواب	۳۳۹	۱۔ اخبار "مبین" اجمیر شریف ۱۲ مئی ۱۹۳۷ء
۳۵۳	مولوی عبد الرحیم صاحب (تفتیشی) کا غش	۳۴۰	۲۔ روزنامہ زمیندار "لاہور" ۱۲ مئی ۱۹۳۷ء
۳۵۳	حضرت بابو جی کی داستان نسیم	۳۴۰	۳۔ پیغام "سرگرمی" پورنہرہ ۱۷ مئی ۱۹۳۷ء

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۶۹	حضرت مدنی صاحب کی بیعت	۳۵۴	ساتویں فصل
۳۶۹	کیفیت ذمہ داری کا ایک اور واقعہ	۳۵۴	روضہ شریف کی تعمیر
۳۷۰	حضرت قبلہ بابو جی کی شادی	۳۵۴	ثبوت شریف کی برآمدگی
۳۷۱	تواضع اور انکسار	۳۵۴	بخدا کہ شکم آید بد چشم روشن خود
۳۷۱	اخلاق فاضلہ	۳۵۵	روضہ مبارک پر کندہ آیات، احادیث اور اقوال
۳۷۲	جود و سخا	۳۵۹	لا اسراف فی الخیر
۳۷۳	حضرت مدنی صاحب کا مکتوب		آٹھویں فصل
۳۷۵	اخفائے حال		اولاد و احفاد
۳۷۵	محبت فی اللہ	۳۶۰	درستیم حضرت قبلہ بابو جی مدظلہ العالی
۳۷۶	عفو و درگزر	۳۶۱	بیٹے کے خلیفہ اعظم ہونے کی روایات
۳۷۷	وفا اور آتشنا پروری	۳۶۱	اللہ اللہ کرنے والی روح
۳۷۸	ہم ہیں غلام اُن کے جو ہیں آشنا پرست	۳۶۱	تعلیم و تربیت
۳۷۸	دینی و ملی خدمات	۳۶۱	آپ کے اتالیق
	نویں فصل	۳۶۱	فیضانِ نظر
	قبلہ بابو جی مدظلہ العالی کی اولاد و امجاد	۳۶۲	آپ کی طرف حضرت اعلیٰ کے خطوط کے اقتباسات
۳۸۱	صاحبزادوں کی تعلیم و تربیت	۳۶۲	نوعمری سے توجہ الی الحق
	مثنوی بتر توحید، نمونہ کلام حضرت اللہ جی	۳۶۲	میری راہ اختیار کرنی ہے تو تین باتوں پر کاربند رہنا
۳۸۱	مدظلہ العالی	۳۶۲	حضرت اعلیٰ کی نظر میں حضرت بابو جی کا مقام
۳۸۲	حضرت بابو جی کا مکتوب شریف	۳۶۵	صاحبزادگی کی فضا کا تدارک
۳۸۲	نمونہ کلام صاحبزادہ غلام نصیر الدین شاہ صاحب	۳۶۵	بے خون جگر چشیدن نتوان
۳۸۵	نمونہ کلام صاحبزادہ غلام معین الحق شاہ صاحب	۳۶۶	فکر و نظر کی بندی
	دسویں فصل	۳۶۶	بچپن میں ریو سے انجن سے شغف
	متوسلین	۳۶۷	مرشد راہ کے لیے انجن کی چار خصوصیات کا سبق
۳۸۹	متوسلین کا خاص رنگ	۳۶۷	کس کا کرب ایک اہم مسئلہ کے حل کا باعث ہوا
۳۸۹	حضرت کے بعض ممتاز مشرکین	۳۶۸	اجازت بیعت و ارشاد
۳۹۰	حضرت کے متوسلین کی امتیازی شان	۳۶۸	ذمہ داری کی کیفیت کا ظہور
۳۹۰	مدعیانِ مشنیت		



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
	<b>باب ہفتم</b>		<b>باب ہفتم</b>
	<b>معاصرین کرام</b>		<b>معاصرین کرام</b>
۳۰۸	حضرات پیر جماعت علی شاہ صاحب و حافظ جماعت علی شاہ صاحب علی پوری	۳۹۳	حضرت دیوان غیاث الدین صاحب اجمیر شریف
۳۰۹	حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری	۳۹۳	حضرت دیوان سید محمد صاحب پاک پتن شریف
۳۱۰	حضرت خواجہ عبدالعزیز صاحب ڈفرہ	۳۹۳	حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب دہلی
۳۱۰	حضرت حافظ عبدالکریم صاحب راولپنڈی	۳۹۳	حضرت خواجہ اللہ بخش صاحب تونسہ شریف
۳۱۱	حضرت مخدوم صدر الدین شاہ صاحب گیلانی ملتان	۳۹۳	حضرت خواجہ محمود صاحب تونسہ شریف
۳۱۱	حضرت مخدوم اللہ بخش صاحب گیلانی ملتان	۳۹۵	حضرت خواجہ محمد دین صاحب سیال شریف
	حضرت سید غلام عباس شاہ صاحب سجاولہ نشین مکہ شریف	۳۹۵	حضرت خواجہ فضل الدین صاحب سیالوی
۳۱۱		۳۹۷	حضرت خواجہ شعاع الدین صاحب سیالوی
۳۱۳	حضرت پیر قلب شاہ صاحب سندھوی	۳۹۸	حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین صاحب سجاولہ نشین سیال شریف
۳۱۳	حضرت خواجہ عبدالرحیم صاحب باغ درہ	۳۹۸	حضرت صاحبزادہ محمد عبداللہ صاحب سیالوی
۳۱۳	حضرت خواجہ عبدالرحمن صاحب چھوہر شریف	۳۹۹	حضرت صاحبزادہ محمد امین صاحب سیالوی
۳۱۶	حضرت مولانا وصی احمد صاحب محدث سیلی بھیت	۳۹۹	حضرت صاحبزادہ محمد سعد اللہ صاحب سیالوی
۳۱۶	حضرت سید لعل شاہ صاحب شاہ بلاول		حضرت پیر حمید شاہ صاحب جلال پور شریف، خواجہ محمد امین صاحب چکوڑی شریف، خواجہ معظم الدین صاحب مروہ شریف و خواجہ فضل دین صاحب چاچڑاں شریف
۳۱۶	حضرت شاہ سلیمان صاحب پھلواروی	۳۹۹	حضرت خواجہ عبدالخالق صاحب جہان خیلان
۳۱۷	حضرت سید سید علی شاہ صاحب سہاؤہ		حضرت خواجہ عبدالقادر صاحب باجہ خیلان
۳۱۷	حضرت مولانا عبد الباقی صاحب قرنگی محل		حضرت حاجی رحمت اللہ صاحب مہاجر مکی
	<b>باب ہشتم</b>		حضرت باوا افضل دین صاحب کلیامی
	<b>بعض مذاکرات و مناظرات</b>		حضرت خواجہ احمد صاحب میروی
۳۲۱	مناظرانہ کمال اور علمی فضیلت	۳۹۹	حضرت مولوی اکبر علی صاحب میانوالی
۳۲۲	اللہ تعالیٰ کا اور اس کے حبیب کا علم	۴۰۰	حضرت خواجہ امیر احمد صاحب بساوی
۳۲۲	تصدیق النبی لنفسہ	۴۰۲	حضرت سلطان نور احمد صاحب دار حضرت سلطان اعافین بانوہ
۳۲۲	دُعائے بکری و بحر مت اولیاء اللہ		
۳۲۲	نص میں سید کی تعظیم کا ثبوت		
۳۲۳	حیات النبی پر سوال		
۳۲۳	جمعہ فی القرنی پر سوال		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۳۳	بیعت طریقت پر اعتراض کا جواب	۲۳۳	یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیخاً للہ پر اعتراض
۲۳۳	حضرت شمس تبریزیؒ کے ایک شعر کا حل	۲۳۳	کا جواب
۲۳۴	خلاف اللہ تاج کی ترکیب	۲۳۳	انسان کامل کے مقامات کی وسعت
۲۳۴	لہا ما کسبت وعلیہا ما اکتسبت	۲۳۴	ایک آیت کی غلط تاویل کا جواب
۲۳۴	میں کسب اور اکتساب کا فرق	۲۳۴	قصیدہ غوثیہ میں وافعل مائتہ کا جواز
۲۳۵	قصہ خضر و یونسؑ میں الفاظ آیت کی تشریح	۲۳۵	حدیث مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پر
۲۳۵	حرمت ذبح فوق العقدہ کی تشریح	۲۳۵	ایک اعتراض
۲۳۶	کلیئر شریف کا مناظرہ اور اس کے متعلق	۲۳۵	قصور میں حضرات نقشبندیہؒ وحدت وجود و
۲۳۶	ایک مکتوب	۲۳۵	شہود پر گفتگو
۲۳۹	مولوی حسین علی صاحب دس بھجراں کے ساتھ مناظرہ	۲۳۶	جناب شہیدہ کے مطالبہ فدک کی ایک
۲۴۲	تاویل قرآن پر اعتراض کا جواب	۲۳۶	حسین توجیہ
	باب		خلفائے راشدین کی خلافت کی ترتیب کا
	ارشادات (ملفوظات و مکتوبات)	۲۳۶	لطیف استخراج
۲۴۵	ملفوظات ہریہ و مہرپشتیہ	۲۳۶	خلفائے راشدین کی خلافت کا نص قرآنی
	پہلی فصل	۲۳۷	سے ثبوت
	مکتوبات عالیہ	۲۳۷	علمائے اہلسنت کو شنائے اہل بیت کرام
۲۴۷	ایک مخلص کی بیماری پر دوا نامہ	۲۳۷	کی تلقین
۲۴۷	ایک طالب وظائف کو تلقین	۲۳۷	امر بن پادری کے اس اعتراض کا جواب کہ
۲۴۸	طریقہ وقوف زمانی و عددی	۲۳۷	قرآن مجید میں ہر شے کا ذکر نہیں ہے
۲۴۸	ایک عارفانہ رباعی کی تشریح اور تفسیر	۲۳۹	ایک ہندو سادھو سے مسئلہ توحید پر گفتگو
	تحریک خلافت اور بیعت امامت کے متعلق	۲۳۹	ایک نجومی برہمن سے مکالمہ
	مولانا عبد الباری صاحب فرنگی محلی کا خط اور	۲۴۰	علم الحروف کے خواص
۲۵۱	اس کا جواب		اذا دخل السین فی السین ظہر
	حضرت کا مکتوب شریف بجواب سجادہ نشین	۲۴۱	قبر مہی الدین
۲۵۳	صاحب سیالوی	۲۴۱	بعض طنزیہ اشعار کی تقلیب
۲۵۵	دو اشعار کی عارفانہ تشریح	۲۴۲	بہشتی دروازہ پر اعتراضات کے جواب



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۷۳	شیخ اکبر کا کشف	۴۵۵	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر لفظ بشر کا اطلاق اور آپ کے حاضر ناظر ہونے کے متعلق استفسار کا جواب۔
۴۷۴	حضرت شیخ اکبر کا ایک مُرید کو تجلی دائمی بدی کا عطیہ	۴۵۷	حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر مساجد کی افضلیت کے غلط اعتقاد کی تردید
۴۷۴	فیض اقدس	۴۵۸	سجدۂ تعظیم کی ممانعت
۴۷۵	فیض مقدس	۴۵۸	ایک آیت کریمہ کے متعلق تفسیر صبر الرحمن کی تشریح
۴۷۵	آدم کے وجود میں علوم الہیہ کا ظہور	۴۵۹	موت کے بعد روح کی منزل اور حالات اور ایصالِ ثواب بہ موتی
۴۷۵	انسانی وجود میں عالم علوی و سفلی کے حقائق و نظم	۴۶۱	احترامِ سادات کے متعلق حضرت کی ایک قلبی تحریر
۴۷۷	فیض اقدس کا ایک اور سبق	۴۶۳	ایمانِ ثابۃ اصطلاحِ صوفیاء میں ولی کی تعریف اور اسلام میں صوفیاء کی حیثیت پر سوالات کے جواب
۴۷۷	ایک صاحب کشف فقیر جو بوجہ لغزش گمراہ ہو گیا۔ عبادت سے ملائکہ کی تولید	۴۶۴	آیہ تطہیر کے مصداق کون ہیں؟
۴۷۷	ترکِ اشغال معنی عدمِ تخت نشینی	۴۶۴	لعنِ یزید پر آپ کا مسلک
۴۷۷	مولویت کے لیے چار کتابوں کا مطالبہ	۴۶۶	دوسری فصل
۴۷۸	ضروری ہے	۴۶۶	ملفوظاتِ طیبات
۴۷۸	ایک مجذوب جو اپنے تئیں تلاش کرتا تھا اور نہیں پاتا تھا	۴۷۰	تقریر جلسۂ انجمنِ سمانیہ لاہور
۴۷۸	سخن در فضیلتِ اہل بیتِ کرامؑ	۴۷۱	شیخ اکبر کی تعلیمات پر ایک اعتراض کا جواب
۴۷۸	حسنینؑ کے ابناءئے رسولؐ ہونے کا قرآنی ثبوت۔ دنیا مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے۔	۴۷۲	توحید و جود کی متعلق انھیں الخواص کے عقیدہ کا بیان
۴۷۹	حضرت مولانا علیؒ کا انبیائے کرام سے تعلق	۴۷۳	رویتِ الہی کے بارے میں حضرت شیخ اکبر کے مسلک کی تشریح
۴۷۹	ابدال اور نقباء کی منازل اور کیفیات کا بیان۔ دیوانِ حافظ کے دو اشعار کی تشریح	۴۷۳	ایک شبہ کا ازالہ
۴۸۰	درویشوں کی چار قسمیں	۴۷۳	حضرت شیخ الشیوخ سُہروردیؒ اور شیخ اکبرؒ
۴۸۱	الولع ذکر	۴۷۳	شیخ اکبرؒ ایک مخالف کے جنانے پر

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۸۷	سلسلہ شریف چشتیہ نظامیہ	۲۸۱	صحابہ کرام کا حضورِ دوام
۲۸۹	سلسلہ شریف قادریہ امامیہ	۲۸۲	تصویر شیخ اور رابطہ فی الصلوٰۃ
	تیسری فصل	۲۸۲	مسائل معجزات و کرامات
	کلام منظوم	۲۸۲	بامی اخلاص اور آشنائپرستی
۲۹۱	کلام منظوم	۲۸۳	جلال کعبۃ اللہ
۲۹۲	فارسی غزل "منے توحید از خمخانہ غیب"	۲۸۳	پیران کلیر جلال کی کیفیت
۲۹۲	فارسی غزل "سینہ مالامال در دست و بگید ہر دے"		ایک درویش کی سرکار بغداد کے ارشاد
۲۹۳	ملک سلطان محمود کے خط کا منظوم جواب	۲۸۳	پرستیت
۲۹۳	فارسی غزل "آشتیہ ماہ روئے پر ناز و ستم گارم"	۲۸۳	آپ سے ایک کسان مرید کی گفتگو
۲۹۴	فارسی غزل "گو نامہ سیاہ کرم از بسکہ گناہ گارم"	۲۸۴	سورۃ یسین کے وظیفہ کی ترکیب
۲۹۴	فارسی مناجات "گرچہ غرق بحر حصیا نیم ما"	۲۸۴	ایک پیر زادہ کو نصیحت
۲۹۵	فارسی نعت "صبا ز طرۃ شبرنگ ہوش طنار"		سورۃ یسین و منزل اور چہل کاف کے وظائف
۲۹۵	فارسی اشعار راوی از ہجران شکایت می کند"	۲۸۴	کی ترتیب
۲۹۶	مثنوی بوڑا بزبان فارسی		اوراد اور دم برائے شفائے بحن ارممنہ
۲۹۷	اردو غزل دلاکس کی لگن میں پھر تلبے جوشی بون بن ہیں"	۲۸۵	وجع مفاصل - کرم دماغ وغیرہ
۲۹۸	فارسی اشعار در مدح خواجہ شمس الدین حسنا سیالوی"	۲۸۵	تعوذ برائے مجملہ حاجات
۲۹۹	پنجابی اشعار بطرز یوسف زلیخا"	۲۸۵	وظیفہ برائے فراغت معاش
۲۹۹	ہندی خیال "جب سے لاگے توڑے سنگین پیاس"	۲۸۵	دروستغات شریف کا ورد
۵۰۰	مناجات پنجابی "اے بی ادہ پیاس و سداں"	۲۸۶	وظیفہ برائے حفظ و امان
۵۰۰	نعت پنجابی "دل لکڑا بے پرواہاں نال"	۲۸۶	ورد خاص
۵۰۲	نعت پنجابی "آج بسک ہتران می دھیری اے"	۲۸۶	محبت الہی کے لیے وظیفہ
۵۰۳	مرثیہ پنجابی "ایہ ہندی فاطمہ سین دی اے"		کلام اللہ کے وظائف حصول ثواب اور رضائے
۵۰۴	ہندی کبت	۲۸۶	حق کی نیت سے پڑھنے چاہئیں
۵۰۵	مثنوی گومگو	۲۸۶	مرگی کی مرض کے لیے دم
		۲۸۷	مجموعہ وظائف و اوراد
		۲۸۷	حضرت قبلہ عالم کے سلاسل فقر



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۳۸	تفسیر اور تاویل کی تحقیق		باب دہم
۵۳۸	اہلال کے معنی		تصانیف
۵۳۹	ذبح کے شرائط اور اقسام		پہلی فصل
۵۳۹	استفسار متعلق نذر و استدوار و ارج اولیاً	۵۱۵	"تحقیق الحق فی کلمۃ الحق"
۵۴۰	نذر اولیاء اللہ کے متعلق فتاویٰ عزیز می کا حوالہ	۵۱۷	حضرت کا اپنا بیان دروجہ تالیف
۵۴۱	نذر کردہ چیز کی تخصیص کا بیان	۵۱۸	مؤلف کلمۃ الحق کی توجہات
	چند سوالات دربارہ استعانت و امداد	۵۱۸	لفظ الہ پر دقیق علمی بحث
۵۴۲	ارواح کا طین	۵۲۱	لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے وجوہ بلاغت
۵۴۳	ان سوالات کے جوابات	۵۲۱	حالم برزخ کا بیان
	حنور سرور کائنات کے بعض خاص اشادات	۵۲۲	سجدۂ تعظیم کی مانعت
۵۴۶	حسب المراتب ہوتے تھے		دوسری فصل
	حضرت سلطان الزاہدین گنج شکر کے		شمس الہدایت فی اثبات حیات المسیح
۵۴۶	سہارے اور توکل کا ایک واقعہ	۵۲۳	وجہ تالیف
	ہر شخص کی مہربان فیاض سے ایک	۵۲۷	رفع و نزول و حیات مسیح پر دلائل
۵۴۶	خاص خصوصیت		تیسری فصل
۵۴۷	بدگامش بیا و ہرچہ می خواہی متناکُن		"سیفِ چشتیانی"
۵۴۸	عقیدہ شفاعت	۵۳۱	وجہ تالیف
۵۴۹	سماع موتی	۵۳۲	اقتباسات از سیفِ چشتیانی
۵۵۰	قبور پر دُعائے مغفرت	۵۳۳	معراج نبوی کے جسمی ہونے کا ثبوت
	پانچویں فصل	۵۳۵	تعارض عقل و نقل کا مسئلہ
	"الفتوحات الصمدیہ"	۵۳۶	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئیاں
۵۵۱	وجہ تالیف	۵۳۶	طعام اہل ارض و اہل سما
۵۵۱	غیر مقلدین کے سوالات		چوتھی فصل
۵۵۲	سوالِ پنجم		"اعلام کلمۃ اللہ فی بیان ما اُھل بہ"
۵۵۳	سوالِ ششم کے جواب کا خلاصہ		لِغَيْرِ اللَّهِ
۵۵۳	غیر مقلدین پر حضرت کے بارہ سوالات	۵۳۸	وجہ تالیف

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۷۵	شرعیات کا غیر متزلزل ضابطہ		چھٹی فصل
۵۷۶	قضا و قدر کا نادر شاہکار مرد حق		تصفیہ مابین سنی و شیعہ
۵۷۷	جمال ظاہری کی کرامت اولین	۵۵۶	تقریب تالیف
۵۷۷	اس کرامت پر جان کی قسم کھانے والے	۵۵۷	اثبات خلافت راشدہ بہ آیات قرآنیہ
۵۷۹	علوم لدنیہ کی کرامت عظیمہ	۵۶۱	بعض مطاعن اور ان کا جواب مسئلہ قسطاس
۵۷۹	شرف نسب کی سرمدی کرامت	۵۶۲	حدیث خم غدیر
۵۷۹	صلہ اُمت کی بشارت	۵۶۲	قضیہ باغ فدک
۵۸۰	قادیانیت کا مقابلہ	۵۶۳	آیہ مباہلہ کی تشریح اور تفسیر
۵۸۰	گاندھی ازم کا سد باب	۵۶۳	آیت تطہیر
۵۸۱	استقرار پاکستان میں حضرت کے فادات اور برکات کا حصہ	۵۶۵	آیت مودت
۵۸۱	پاکستان کے لیے دُعا	۵۶۵	حدیث ثقتین
۵۸۱	پاکستان کی پیش گوئی	۵۶۵	حدیث اَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلَى بَابِهَا
۱۹۶۵ء میں جنگ ہندوستان کے متعلق خواب		۵۶۶	لفظ مولیٰ کی تشریح
۵۸۱	میں قبل از وقت فتح پاکستان کی بشارت	۵۶۷	ایک ضروری تنبیہ
	حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زمانہ کی ولی سے خدمت		ساتویں فصل
۵۸۲	لے کر اُمت کی کار سازی فرماتے ہیں		فتاویٰ مہیہ
۵۸۲	مہر عالم کے جلووں کا عکس	۵۶۸	طلاق ثلاثہ کے متعلق حضرت کا ایک فتوے
۵۸۲	اس ولایت کبریٰ کی وسعت	۵۷۰	اُردو میں فتویٰ کا مختصر مطلب
۵۸۳	حضرت سید لعل شاہ صاحب کے مکاشفات	۵۷۱	فتویٰ متعلقہ نماز جمعہ
۵۸۳	حضرت سید عباس علی شاہ صاحب بخاری کا خواب		بنی ہاشم پر حرمت صدقات فرضیہ کے متعلق
۵۸۳	انقلاب افغانستان میں شہر کابل کی نگہداشت	۵۷۱	فتوے
۵۸۳	ملا صاحب ہڈہ کی غزائیں نظر آنا	۵۷۲	درود مستغاث پر غیر تقلدین کے امتداع کا جواب
۵۸۳	عمل مشکلات کے لیے مدینہ منورہ سے ایک تار		باب یازدہم
	ایران میں اُدھکتے ہوئے مرید کو اشارہ کر کے لا رہی	۵۷۵	کرامات
۵۸۵	کے حادثہ سے بچا لیا	۵۷۵	کرامت کی تعریف
۵۸۵	مرید کو اشارہ کر کے گود بننے والے جہاز سے اُتر وایا	۵۷۵	کرامت حسہ
		۵۷۵	کرامت معنویہ



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۸۵	خواب میں اشارہ فرما کر قتل ہونے سے بچا لیا	۵۸۵	خواب میں اشارہ کر کے چوری برآمد کروادی
۵۸۵	سفر سے روک کر ریل کے حادثہ سے بچا لیا	۵۸۶	اجابتِ دعا اور متوسلین کی دستگیری
۵۸۶	ابتلا کے دور ہونے کی بشارت	۵۸۶	نابینا کو بصارت مل گئی
۵۸۶	ایک دیرینہ اپانج کی فوری شفا یابی	۵۸۷	دُعائے مغفرت کا اثر
۵۸۷	دور و دنیاں کا عجیب دم	۵۸۸	ایک ارادت مند کی تین گذارشات
۵۸۸	نواب عبداللہ خان رئیس خان گڑھ	۵۸۸	راقم الحروف کے والد کی دستگیری
۵۸۸	زینہ اولاد کے زندہ رہنے کی دعا	۵۸۹	ایک ارادت مند کی زینہ اولاد کی پیش گوئی
۵۸۹	ایک بے اولاد ارادت مند کے منہ زندہ کا پیشگی نام بھی رکھوا دیا	۵۸۹	ایک سادہ دل بچان کے اخلاص کی برومندی
۵۸۹	ملک پنڈیا خان کی بے تکلفی	۵۹۰	ایک مخلص کی ترقی درجات کے لیے خاص تصرف
۵۹۰	ایک نیاز مند کو ترقی درجات کی بشارت	۵۹۱	حل مشکلات اور دفع بلیات
۵۹۱	ایک مسموم مرید کو خواب میں فرمایا کہ فوراً گولڑے چلے آؤ	۵۹۱	ریل گاڑی کے سامنے سے اٹھا کر بچا لیا
۵۹۱	صاحبزادی صاحبہ کے کنوئیں میں گرنے کا واقعہ	۵۹۲	شعاعت کے مسئلہ کا حل
۵۹۲	مخلصین کو حضرت غوث پاک کی زیارت کروادی	۵۹۲	مخلصین کو حضرت غوث پاک کی زیارت کروادی
۵۹۳	لاہور کے کریم سٹھی صاحب کو آپ کی خدمت میں	۵۹۳	جنات نظر آئے
۵۹۳	کڑوا کنواں میٹھا ہو گیا	۵۹۳	ایک مرید کو آٹھارہ بیس سال پہلے نبی کی بشارت
۵۹۳	ایک زبان بند لڑکے کی فوری گویائی	۵۹۳	تالیفِ قلوب کا وظیفہ
۵۹۳	ٹوٹے ہوئے رشتے جوڑ دینا	۵۹۳	ایک زائر کی حکمت
۵۹۵	اپنا بچا ہوا پانی پلا کر نمازی بنا دیا	۵۹۵	نجیب القزین سیادت کا امتحان
۵۹۶	مائیوس اور جاں بلب مریضوں کا احیار	۵۹۶	خان بہادر مولوی شیر محمد صاحب کا واقعہ
۵۹۶	حافظ نور محمد صاحب قوال کو نئی زندگی ملنے کا واقعہ	۵۹۶	پشاور میں مریضہ کو گولڑہ شریف سے دم شفا
۵۹۷	جاں بلب مریض کا شفا پانا	۵۹۷	نزع کے عالم میں احیار کا ایک کتابی واقعہ
۵۹۸	اس کتابی واقعہ کے مطالعہ سے درد گردہ کے	۵۹۸	ایک مریض کی فوری شفا یابی
۵۹۹	اولیاء اللہ کی کرامات کا سلسلہ موت سے منقطع نہیں ہوتا بلکہ بڑھ جاتا ہے	۵۹۹	موت کے وقت مریدوں کی دستگیری
۵۹۹	حضرت بابو جی مدظلہ العالی کی علالت اور شفا یابی	۵۹۹	اطلاع برغیب اور اس قبیل کے بعض واقعات
۶۰۰	مقبولانِ خدا کے آثار کی تعظیم مگر اولاد سے تغافل	۶۰۰	ارادت مند کے ضمیر پر مطلع ہو کر اس کی پسند کے

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۶۰۳	حضرت جس قدر غریب نواز تھے اُسی قدر	۶۰۱	سلسلہ طریقت میں بیعت فرمایا
۶۰۳	غیور بھی تھے	۶۰۱	قطب الوقت کے اوصاف کا بیان اور اس کا مشاہدہ
	تمتہ		راقم الحروف کی بیعت اور اُس کے متعلق ایک
		۶۰۲	مجدوب کی اطلاع بر غیب

urdukutabkhanapk.blogspot.com



باب اول  
خاندان و آبائے کرام

## پہلی فصل

## خاندان

## شجرہ نسب

تیری نسل پاک میں بنے پختہ بیچہ نور کا تو ہے عین نور، تیرا سب گھرانہ نور کا  
 حضرت قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ جیلانی، رزاقی، قادری، چشتی (نظامی و صابری)، حنفی قدس سرہ کے  
 نسب پاک کا سلسلہ تجلی و اسطوں سے حضرت غوث الاعظم اور چھتیل و اسطوں سے حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔ اس کی تفصیل بحوالہ خاندان القب "مختصر میر عبدالحی ابن میر سیف الدین قادری خاندانی شجرہ جات قلمیہ" ج ذیل ہے۔  
 سید مہر علی شاہ ابن سید نذر دین شاہ ابن سید غلام شاہ ابن سید روشن دین شاہ ابن سید عبد الرحمن  
 نوری ابن سید عنایت اللہ ابن سید غیاث علی ابن سید فتح اللہ ابن سید اسد اللہ ابن سید فخر الدین ابن سید  
 احسان ابن سید درگاہی ابن سید جمال علی ابن سید محمد جمال ابن سید ابی محمد ابن سید میراں محمد کلاں ابن سید  
 میراں شاہ قادر قنص ساڈھوردی ابن سید ابی الحیات ابن سید تاج الدین ابن سید بہاؤ الدین ابن سید جلال الدین  
 ابن سید داؤد ابن سید علی ابن سید ابی صالح نصر ابن سید تاج الدین ابو بکر عبد الرزاق ابن سید ناغوث الاعظم  
 میراں محی الدین ابی محمد عبد العزیز درجیلانی ابن سید ابو صالح ابن سید عبد اللہ جلی ابن سید یحییٰ زاہد ابن سید  
 شمس الدین زکریا ابن سید ابو بکر داؤد ابن سید موسیٰ ثانی ابن سید عبد اللہ صالح ابن سید موسیٰ الجون ابن سید عبد اللہ  
 محض ابن سید حسن مثنیٰ ابن سیدنا امام حسن المجتبیٰ ابن سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم (رضی اللہ عنہم اجمعین)

حضرت قبلہ عالم کی والدہ ماجدہ بھی اسی خاندان پاک گیلانیہ رزاقیہ میں سے تھیں، جن کا شجرہ شریف مندرجہ ذیل ہے :-

حضرت محصورہ موصوفہ بنت پیر سید بہادر شاہ ابن سید شیر شاہ ابن سید چراغ شاہ ابن سید امیر شاہ  
 ابن سید عبد اللہ شاہ ابن سید مبارک شاہ ابن سید حسین شاہ ابن سید امیر شاہ ابن سید محمد مقیم شاہ  
 ابن سید عبد المعالی ابن سید نور شاہ ابن حضرت سید لعل بہاؤ الدین المعروف بہاول شیر قادری سکندہ شجرہ شاہ مقیم ضلع  
 ساہی وال ابن سید محمود ابن سید علاؤ الدین ابن سید میسر الدین ابن سید صدر الدین ابن سید ظہیر الدین ابن سید  
 شمس العارفین قادری ابن سید مومن ابن سید مشتاق ابن سید علی ابن سید ابی صالح نصر ابن سید تاج الدین ابو بکر  
 عبد الرزاق ابن سید ناغوث الاعظم محی الدین ابی محمد عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

آجنگاہ کا رشتہ ازدواج بھی اسی خاندان عالیہ میں یعنی آپ کی والدہ ماجدہ کے عم زاد بھائی سید پیر چراغ علی شاہ کی صاحبزادی  
 سے ہوا۔ یہ خاندان شجرہ شاہ مقیم سے نقل مکانی کر کے حسن ابدال ضلع کیسل پور میں آباد ہو چکا تھا۔



آنحضرت سے قرب و قرابت کا جو شرف اہل بیت کرام میں سے حضرت سیدۃ النساء فاطمہ الزہراء، سرکارِ ولایت سیدنا علی اور حسین شریفین علیہم السلام کو ہے، اس میں کوئی بھی اُن کی برابری نہیں کر سکتا۔ اس کے لیے آیہ مبارکہ :-  
فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَابْنَاتَنَا كَهْوِ نِسَاءِنَا  
وَنِسَاءَ كَهْوِ أَنْفُسِنَا وَأَنْفُسَكُمْ (آل عمران، آیت ۶۰)  
تو کہہ دے، آؤ، ہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں  
اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں بلائیں۔

اور اس پر آپ حضور کا حسین پاک کو بطور اپنے بیٹوں کے ہمراہ لینے کا عمل ہی کافی ثبوت ہیں۔ چنانچہ علامہ سلیمان حنفی نے یہاں پر مودۃ میں علامہ زرقانی المالکی نے شرح مواہب اللدنیہ میں، علامہ سمودی الشافعی نے جواہر العقیدین میں اور شیخ عبدالحق محدث حنفی دہلوی نے مدارج النبوة میں اس مسئلہ کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ فرزند ان رسولؐ کہلانے کا شرف صرف حسینؑ پاک اور ان کی ذریت کو حاصل ہے۔

ان کی ذریت لو حاصل ہے۔ علامہ زمان شیخ محمد بن علی صبان مصری اپنی کتاب "اسحات الراغبین فی سیرۃ المصطفیٰ و اہل بیتہ الطاہرین" میں فرماتے ہیں۔

علامہ زمان یح مدین کی سبب سے دوسری چیز یہ ہے کہ جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد آنحضورؐ کی اولاد و فرزند کہلاتے ہیں اور اہل بیتؑ کے فضائل میں سے ہے کہ جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد آنحضورؐ کی اولاد و فرزند کہلاتے ہیں اور آنجناب کے ساتھ صحیح نسبت سے منسوب ہیں۔ امام غزالیؒ نے آنحضورؐ کی حدیث نقل کی ہے کہ اُن حضورؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر نبیؐ کی ذریت کو اُس کی اپنی پشت میں رکھا، مگر میری ذریت علی بن ابی طالب کی پشت میں رکھی: طبرانی وغیرہ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: ہر ماں کی اولاد اپنے آبائی خاندان کی طرف منسوب ہوتی ہے، ہجر اولاد فاطمہؑ کے جن کا دلی اور عصبہ میں ہوں: ایک اور صحیح روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: ہر عورت کی اولاد کا عصبہ اُن کے باپ کی طرف سے ہوتا ہے ماسوائے اولاد فاطمہؑ کے، کیونکہ اُن کا باپ اور عصبہ میں ہوں: یہ خصوصیت صرف اولاد فاطمہؑ کے لیے ہے۔ آنحضورؐ کی دوسری صاحبزادیوں کی اولاد اس میں شریک نہیں۔ اُن کے لیے حضورؐ کو باپ نہیں کہا جائے گا۔ البتہ آپؐ کی ذریت و نسل کہہ سکتے ہیں۔“

یہ حضورؐ کو باپ نہیں کہا جائے گا۔ البتہ آپؐ کی دریت و نسب یہ ہے۔

حضرت قبلہؒ عالم کی اپنے نسب کے متعلق اپنی ایک تحریر آپؐ کے قلمی شجرہ نسب میں سے نقل کی جاتی ہے، کیونکہ بعض لوگ مشاہیر سادات کے متعلق اعتراض کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے سید ہونے کے متعلق خود دعویٰ کیوں نہیں فرمایا۔ اسی لیے جناب غوث الاعظمؒ نے قصیدہ غوثیہ میں فرمایا ہے :-

اَنَا الْحَسَنِيُّ وَالْمَخْدَعُ مَعَاہِیْ وَأَقْدَارِہِیْ عَلٰی عُنُقِ الرِّجَالِ  
(میں سید حسنی ہوں اور میرا مقام عالم باطن میں "مخدع" ہے۔ اور میرا قدم مروان خدا کی گردنوں پر ہے،  
ایک اور قصیدہ میں فرماتے ہیں :-

۱۷۰ "عَنْ عَلِيٍّ" عالم ستر اور غیب الغیب میں ایک بہت ہی بلند مقام ہے جہاں نہایت ہی بلند پرواز و اعلیٰ ترین اولیاء کرام کو رسائی حاصل ہے اور اس کی حقیقت ہے بے خبری کے باعث بہت سے اولیاء کرام اس مقام والی شخصیت کے متعلق دھوکا کھا گئے جیسے حضرت غوثؒ کے وقت میں ایک ہم عصر بزرگ شیخ عبد الرحمن مفسوٰی نے "کا واقعہ نفاث الانس" میں تحریر ہے۔



وَمَنْ فِي رَجَالِ اللَّهِ نَالَ مَكَانَتِي وَجَدِي رَسُولُ اللَّهِ فِي الْأَصْلِ رَبَّانِي  
(اور مردانِ خدا میں کون ہے جس نے میرا مرتبہ پایا؛ کیونکہ میری تربیت میرے جدِ امجد رسول اللہ نے خود فرمائی ہے)  
وَوَالِدَتِي الزَّهْرَاءُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ أَبُو هَارِ سُلُوكِ الْخَلْقِ عَزَبَهُمْ شَانِي  
(اور میری والدہ جنابِ زہرا بنتِ محمد علیہ السلام ہیں جن کے والد تمام خلق کے رسول ہیں اور ان کی لہجہ سے میری شانِ نبیہ)

## حضرت قبلہ عالم کی تحریر اپنے نسب کے متعلق مع سند بغداد شریف

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ - الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ  
عَلَى خَاتَمِ النَّبِيِّينَ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ - أَمَّا بَعْدُ فَيَقُولُ الْعَبْدُ الْمُعْتَصِمُ  
بِحَبْلِ اللَّهِ الْمُعْرُوفُ بِبَهْرٍ عَلَى شَاهِدٍ عَنِ رَبِّهِ إِنَّ مَا بِهِ يَنَالُ نَوْعُ الْإِنْسَانِ  
الشَّرَفَ وَالْعُلَى وَالْعُرْوَةَ الْوُثْقَى عِنْدَ رَبِّهِ الْأَعْلَى كَلِمَةُ التَّقْوَى بِشَهَادَةِ  
أَمَامٍ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَى فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَى  
وَبَدَلَالَةٍ -

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ - وَإِنَّ الْمَنَاطَ لِهَذَا الْمَقْصِدِ الْأَعْلَى حُصُولُ  
الْإِنْتِسَابِ وَالْإِرْتِبَاطِ بِمَنْ قَامَ مَقَامَ قَابِ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى - عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ  
الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مِنَ اللَّهِ الْأَعْلَى وَمِنْ سِوَاهُ -

أَمَّا عَلَى وَجْهِ الْكَمَالِ أَغْنَى حَسْبًا وَنَسْبًا أَوْلَا أَغْنَى حَسْبًا فَقَطْ، بِمُقْتَضَى  
إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا - وَيَفْخُورُ  
يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِنَ النِّسَاءِ - وَبِمَنْطُوقٍ: مَنْ أَحْبَبَهُمْ فَبِحَبْلِ أَحَبَّهُمْ  
وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِغَضِي أَبْغَضَهُمْ - وَبِمَذْكَورٍ: أَهْلُ بَيْتِي كَسَفِينَةٍ نَوْحٍ مَنْ  
رَكِبَهَا نَجَّى -

وَمَا زِلْتُ أَتَرَدَّدُ فِي سَيَادَةِ أَهْلِ هَذِهِ الدَّارِ أَغْنَى دَارِ الْهِنْدِ حَتَّى فِي  
شَانِي نَظَرًا إِلَى حَسْبِي وَإِنْ كَانَ الْكُتُبُ الْمُعْتَبَرَةُ فِي هَذَا الْفَنِّ فِي هَذِهِ التَّاحِيَةِ  
مَوْجُودَةً عِنْدَ جَدِّي وَمُرْشِدِي فِي الطَّرِيقَةِ الْقَادِرِيَّةِ سَيِّدِ السَّادَاتِ پِير  
فَضْلِ دِينِ قُدْسِ سِرَّةٍ وَقَدْ كَانَ يُقَرِّرُ بِشَفَقَتِهِ الْعَظِيمَةِ الْجَبَلِيَّةِ الْجَبَلِيَّةِ فِي هَذَا  
الْأَمْرِ حَتَّى أَعْرِفَنِي عِنْدَ سُدَّةِ الظَّنِّ وَأَرَانِي مَنْصَةَ الْيَقِينِ بِرِوَايَتِهِ عَنْ سَيِّدِي  
وَشَيْخِي الْمُتَمَسِّكِ بِشَرِيعَةِ الْمُصْطَفَى حَضْرَتِ مُسْكِينِ شَاهِ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ عَمِّي  
شَيْخَ الْمَشَائِخِ حَضْرَتِ پِيرِ رُوشَنِ دِينِ وَوَالِدِي سَيِّدِ السَّادَاتِ سَيِّدِ رَسُولِ  
قَدْ حَصَلَ لَهَا السَّنَدُ فِي بَغْدَادِ الْمُنِيفِ عَنْ صَاحِبِ السَّجَادَةِ السَّيِّدِ حَبِيبِ  
مُصْطَفَى ابْنِ السَّيِّدِ قَاسِمِ الْقَادِرِي فِي الْإِنْتِسَابِ إِلَى غَوْثِ الثَّقَلَيْنِ قُدْسِ سِرَّةٍ -



ترجمہ: سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو سب جہانوں کا پالنے والا ہے اور صلوة و سلام جناب خاتم النبیین  
 پر اور آپ کی جملہ آل و اصحاب پر۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے سلسلہ کو پکڑنے والا بندہ المعروف بہ مہر علی شاہ  
 اللہ تعالیٰ اُسے معاف فرمائے، عرض گزار ہے کہ نوع انسانی میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو چیز شرف کا  
 باعث اور عروہ و ترقی ہو سکتی ہے وہ کلمۃ التقویٰ یعنی پرہیزگاری ہے۔ اس کی شہادت اللہ کا فرمان  
 اَقَامَنَّ خَافَ مَقَامَ رَبِّہِ (یعنی جو شخص اپنے پروردگار کے حضور میں جواب دہی سے ڈرا اور اپنے  
 نفس کو حرص و ہوا سے بچاتا رہا اُس کا ٹھکانا جنت ہے) دے رہا ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد اِنَّ  
 اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (یعنی بے شک تم میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا  
 وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے) دلالت کر رہا ہے۔

اور بلاشبہ اس مقصدِ عظیم کا دار و مدار اُس ذات کے ساتھ نسبت اور تعلق کا حصول ہے جو مقام  
 قَابِ قَوْسَیْنِ اَوْ اَذْنٰی کا صاحب ہے۔ اُن پر اور اُن کی آل پاک پر اللہ تعالیٰ کا درود و سلام ہو۔  
 یہ نسبت اور تعلق خواہ کامل ہو یعنی حسب و نسب دونوں لحاظ سے ہو یا فقط حسب کے لحاظ سے آیہ تطہیر  
 اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰہُ لِیُذْہِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ  
 اَہْلَ الْبَیْتِ وَ یُطْہِرَکُمْ تَطْہِیْرًا۔ (الاحزاب: ۳۳)  
 اور فرمان الہی:

اے نبی کی بی بیو! تم عام عورتوں کی مانند  
 یَا نِسَاءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ  
 النِّسَاءِ۔ (الاحزاب: ۳۲)

اور احادیث پاک:

مَنْ اَحَبَّهُمْ فِیْ حَبِیِّیْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ  
 اَبْغَضَهُمْ فِیْ بَعْضِیْ اَبْغَضَهُمْ۔  
 جس نے اُن کے ساتھ یعنی میرے اہل بیت کے ساتھ  
 محبت رکھی میری ہی محبت کے باعث رکھی اور جس  
 نے اُن کے ساتھ بغض رکھا، میرے ہی ساتھ بغض  
 کی وجہ سے رکھا۔

اَہْلُ بَیْتِیْ کَسَفِیْنَةِ نُوحٍ مِّنْ رَّکِبِہَا  
 نَجٰی۔  
 میرے اہل بیت کشتی نوح کی مانند ہیں جو اس  
 میں سوار ہوا، نجات پا گیا۔

اس کو ثابت کر رہے ہیں۔

میں اس ملک یعنی ہندوستان کے سادات کی سیادت کے معاملے میں ہمیشہ متذکر رہتا تھا۔ حتیٰ کہ مجھے  
 اپنے حسبِ یعنی کمالاتِ کسبیہ کے پیش نظر اپنے متعلق بھی ایسے ہی خیالات آتے رہتے تھے حالانکہ علم نسب  
 کی وہ تمام کتب جو اس نواح میں معتبر شمار کی جاتی ہیں، میرے جدِ بزرگوار اور مرشدِ طریقت قادریہ سید السادات  
 پیر فضل دین قدس سرہ کے پاس بطور سند موجود تھیں۔ اور انجناب اپنی شفقتِ عمیمہ، فطری، جیلانی کے باعث

لے یہ طریق تحریر بہ اندازِ کسبِ نفسی ہے۔



مجھے اس ضمن میں مطمئن کرنے کی کوشش فرمایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے سیدی و شعی، پابند شریعت مصطفویٰ، حضرت مسکین شاہ سے یہ روایت بیان فرما کر مجھے ظن غالب اور مدیقین تک پہنچا دیا تھا کہ آنجناب کے عم بزرگ شیخ الشیوخ حضرت پیر سید روشن دین اور آنجناب کے والد بزرگوار سید السادات حضرت پیر سید رسول شاہ کو بغداد شریف میں حضرت تید حبیب مصطفیٰ ابن سید قاسم قادری سجادہ نشین بارگاہ غوثیہ نے اس امر کی سند عطا فرمائی تھی کہ ان کا نسب تعلق حضرت سیدنا نوٹ الاعظم قدس سرہ کی ذات گرامی سے صحیح اور درست ہے۔ اس تہید کے بعد حضرت قبلہ عالم نے اُس طویل سند کی نقل درج فرمائی ہے جو آپ کے اصل شجرہ نسب کے ساتھ دربار گورہ شریف میں محفوظ ہے۔ اس سند کا سن تحریر ۱۲۱۱ھ ہے اور اس میں جناب سجادہ نشین صاحب بغداد شریف تحریر فرماتے ہیں کہ:-

یہ دونوں حضرات پیر سید روشن دین صاحب اور پیر سید رسول شاہ صاحب حسب و نسب کے لحاظ سے حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد ہیں اور فیض و برکت میں آنجناب کے صحیح وارث ہیں اور میرے لیے بمنزلہ اپنی اولاد کے ہیں سلسلہ عالیہ قادریہ کے متوسلین کو چاہیے کہ ان کے ہاتھ کو میرا ہاتھ اور ان کی زبان کو میری زبان سمجھیں۔

حضرت قبلہ عالم کی مندرجہ بالا تحریر سے امور ذیل واضح ہوتے ہیں:-

اول یہ کہ انسان کے شرف، بزرگی اور عزت کا دار و مدار تقویٰ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحیح اور قوی تعلق پر ہے۔

دوم یہ کہ تقویٰ و تعلق باللہ کا حصول جناب سرور کائنات کی ذات الاصفات کے ساتھ وابستگی اور آنجناب کی پیروی پر ہے۔

سوم یہ کہ جناب سرکار کو نبی کے ساتھ نسبت اور تعلق شرعی لحاظ سے صرف دو صورتوں میں معتبر شمار کیا جاتا ہے۔

پہلی صورت کامل ترین تعلق کی ہے، جو حسب و نسب ہر دو لحاظ سے ہو۔ (حسب ذاتی کمالات کسبیتہ اور نسب باپ کی طرف سے جدی غوثی تعلق کو کہتے ہیں)

دوسری صورت فقط حسب یعنی کمالات کسبیتہ کے لحاظ کی ہے۔

اس ضمن میں ایک تیسری صورت بھی ہے یعنی محض نسب کے لحاظ سے جو حسب یعنی دولت ایمان اور اعمال صالحہ سے، حضرت نوح کے بیٹے کی طرح معتبر ہے شرعی طور پر اس تیسری قسم کے تعلق کی کوئی اہمیت نہیں ہے، اس لیے حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز نے اس کا ذکر بھی نہیں فرمایا۔ ویسے یہ صورت جیسے کہ آئندہ اوراق میں واضح کیا جائے گا، اس حضور کی اولاد کرام میں مقصور بھی نہیں اور خارج از بحث ہے۔

گویا تمام بزرگی و کمال کا انحصار محض تقویٰ و پرہیزگاری پر ہے۔ اور تقویٰ و پرہیزگاری اُسی قدر زیادہ ہوگی، جتنا حضور سے تعلق قوی ہوگا۔ اور ان حضور کا تعلق جیسے کہ اوپر ذکر آچکا ہے جسی نبی دونوں لحاظ سے اہل بیت کرام کو ہی حاصل ہے اور فقط جسی لحاظ سے کامل طور پر حضرات صحابہ کرام کو حاصل ہے جس کے اعلیٰ ترین منظر حضرات خلفائے ثلاثہ علیہم الرضوان ہیں۔

پہلی قسم کے اولین مصداق سیدنا علی، حسین شریفین اور جناب فاطمہ ہیں۔ ان کی اولاد سے ہر دور میں اس قدر علماء و عرفاء پیدا ہوتے رہے ہیں کہ ان کے اسماء گرامی کی فہرست تیار کرنا ممکن نہیں۔ بہر حال علم و فضل، تجود و سخا، شجاعت و جلالت، شریعت و طریقت یعنی مجملہ فضائل و کمالات میں ان کی اولاد ہمیشہ سرآمد و زگار رہی اور بفضلہ تعالیٰ رہے گی۔ اور اسی شجرہ شریفہ کی آخری شاخ سید السادات حضرت امام مہدی ہوں گے۔ اہل بیت کرام کے انساب پاک اور فضائل پر معالم البقرۃ النبویہ



اور کتاب الانساب از علامہ سمنانی اور دیگر علمائے اہل سنت کی تصانیف موجود ہیں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی مقدمہ اخبار الانبیاء میں فرماتے ہیں :-

ظاہر از اہل بیت نور بنی ہجو در ماہ نور خورشید است  
از ازل تا ابد بود ظاہر  
یعنی اہل بیت کرام سے آل حضور کا نور یوں ظاہر ہو رہا ہے جیسے سورج کا نور چاند سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور یہ نور تا ابد اسی طرح ظاہر ہوتا رہے گا، کیونکہ یہ ابدی اور سرمدی ہے۔

دوسری قسم یعنی صحابہ کرام خصوصاً خلفائے ثلاثہ علیہم السلام کی اولاد کے متعلق کتب سیر، اسماء الرجال والنساب کے مطالعہ سے اظہر من الشمس ہے کہ اہل بیت کرام کے بعد جس قدر ارباب کمال ان کی اولاد سے ہوئے ہیں، دوسرے خاندانوں میں ان کا عشر عشر بھی نہیں پایا جاتا۔ مثلاً ائمہ سے حضرت صدیق اکبر کی اولاد سے تابعین میں حضرت قاسم اپنے وقت کی ایک نہایت ہی ممتاز شخصیت تھے، جنہیں امام بخاری نے اپنے زمانے کے فاضل ترین حضرات میں شمار کیا ہے۔ قرون وسطیٰ میں حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی اور حضرت مولانا جلال الدین رومی اور متاخرین میں مجدد و طریقت حضرت کلیم اللہ جہان آبادی، حضرت خواجہ نظام الدین اورنگ آبادی، حضرت شیخ عبد اللہ شطاری سلسلہ شطاریہ بہت بڑے بزرگان میں سے ہوئے ہیں۔

حضرت فاروق اعظم کی اولاد سے قرون اولیٰ میں حضرت سلطان ابراہیم ادھم بلخی، جمتی، سلسلوں کے پیشوا تھے۔ اور قرون وسطیٰ میں اور متاخرین میں حضرت شیخ کبیر فرید الدین مسعود گنج شکر، حضرت صوفی حمید الدین ناگوری، حضرت شیخ نجم الدین گبرائی، حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی، قطب العالم حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی، امام ربانی حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی، حضرت شیخ سلیم چشتی اور ہندوستان کا مشہور عالم خاندان ولی اللہی اور علمائے خیر آبادی ہوئے ہیں۔ حضرت عثمان غنی کی اولاد سے پانی پت میں مشہور زمانہ ولی حضرت شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء اور مشہور محقق جناب قاضی ثناء اللہ پانی پتی گزرے ہیں مزید تفصیل کے لیے نغمات الانس مولانا جامی، اخبار الانبیاء شیخ عبدالحق محدث دہلوی، طبقات گبرائی از امام شعرانی اور تذکرہ علمائے ہند وغیرہ کتب دیکھی جاسکتی ہیں۔

## نسب بحیثیت عمومی کا شرف

بعض لوگ فقط حسب یعنی ذاتی کمالات کو ہی شرف و کمال کا موجب سمجھتے ہیں اور نسب یعنی خاندانی شرافت کی فضیلت کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ حالانکہ نسب کا شرف دیگر مذاہب میں بالعموم اور اسلام میں بالخصوص قابل احترام ہے۔ نسب سے ہی نکاح میں کفو کا اعتبار ہے۔ خلافت و امامت کے لیے اسلام میں قریشی ہونے کی تخصیص بھی شرف نسب کے باعث ہے۔ اسلاف و آباء کی شرافت اولاد کے لیے دنیا و آخرت ہر دو میں مسئلہ طور پر عزت کا باعث ہے اور اقوام عالم میں نسب کا احترام ایک امر مسلم ہے۔ خود قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے اس کی تائید و تصدیق ہوتی ہے۔ مثلاً :-

۱۔ سورہ کہف کی ۸۲ ویں آیت میں دو یتیم بچوں کی دیوار کا جس کے نیچے ان کا مال مدفون تھا، اللہ تعالیٰ کا حضرات موسیٰ و خضر علیہما السلام کے ذریعے، بلا اجرت تعمیر کرانے کا ذکر ہے، اس کا رخیہ میں اللہ تعالیٰ کی جو عنایت اور رحمت کا فرما



تھی، اُس کا باعث قرآن مجید نے وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا (اور اُن کا باپ نیک آدمی تھا) بیان فرمایا ہے۔ علامہ آلوسیؒ نے تفسیر روح المعانی میں اُس صالح شخص کو اُن بچوں کی ساتویں یا دسویں پشت کا ایک جدِ بزرگ تحریر فرمایا ہے۔ گویا باپ دادا کے نیک اور شریف ہونے کا فائدہ اولاد کو پہنچا اور اسی شرافت نسب کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے بچوں کا لحاظ و احترام فرمایا۔

امام ابن ابی شیبہؒ اور امام احمدؒ اور ابن ابی حاتمؒ نے حضرت خیرؒ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ خوش خبری اور مبارک ہو مومن کی اولاد کے لیے کہ وہ اس کی برکت سے اُس کے بعد محفوظ و مأمون رہیں گے۔ پھر حضرت خیرؒ نے اس کی تائید میں سورۃ کہف کی مندرجہ بالا آیت پڑھی۔

اسی طرح روح المعانی میں امام عبد بن حمیدؒ اور ابن المنذرؒ کے ذریعے حضرت وہبؒ سے نقل ہے کہ حضرت امام حسنؒ نے ایک خارجی سے دریافت فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے، سورۃ کہف کے تمیموں کا مال اللہ تعالیٰ نے کیوں محفوظ رکھا؟ اُس نے کہا کہ باپ کی صالحیت اور نیکی کے باعث۔ آپ نے فرمایا: بخدا، میرے باپؒ اور جدِ اکرمؒ کی صالحیت اُن کے باپ کی صالحیت سے بدرجہا بہتر تھی۔

۲۔ سورۃ طور آیت ۲۱ میں تحریر ہے:-

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ  
اور جو لوگ ایمان لائے اور اُن کی اولاد نے بھی ایمان لائے میں اُن کی پیروی کی تو ہم (آخرت میں اُن کی اولاد کو اُن ہی کے ساتھ ملا دیں گے اور اُن کے اپنے اعمال صالحہ کے انعامات میں سے بھی کوئی کمی نہ کریں گے۔

اس آیت کی تفسیر کے تحت بھی علامہ آلوسیؒ نے کئی محدثین اور مفتخرین کے حوالوں سے حضرت ابن عباسؒ کی زبانی تحریر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن کی اولاد کو بہشت میں اُس کے ہمراہ اُسی درجہ و مقام میں رکھیں گے تاکہ اُس مومن کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں۔

گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ شرف نسب ہی کا احترام اور لحاظ ہے۔

۳۔ اسی مضمون کی تائید میں حضرت قبلہ عالم قدسؒ بترہ العزیز نے قرآن مجید کا جو حوالہ پیش فرمایا تھا، عدیم المثال ہے بلقان کی ایک مجلس میں کسی نے آپؒ سے سوال کیا: کیا سید بنی فاطمہؑ کی تعظیم کے لیے نص میں کوئی ثبوت موجود ہے؟ تو آپؒ نے جواب دیا کہ نسب کا شرف قرآن کریم سے ثابت ہے اور یہ آیت تلاوت فرمائی:-

قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمَنِ وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَابِدِينَ۔ (سورۃ الزخرف آیہ ۸۱)  
یا رسول اللہ (ان جسیایوں سے) کہہ دیجئے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا کوئی بیٹا ہوتا تو سب سے پہلے میں اُس کی عبادت کرتا۔

گویا اللہ تعالیٰ کے فرزند کی عبادت اُس کے نسب کی وجہ سے ہوتی۔

یہاں یہ عرض کرنا نامناسب نہ ہوگا کہ جو لوگ نسب کے شرف کو تسلیم نہیں کرتے، وہ بالعموم اس آیت سے استدلال کرتے ہیں:-



إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ۔ بلاشبہ اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت والا وہی ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے۔

صاحب روح المعانی اس آیت کی تفسیر میں علامہ مناویؒ و علامہ ابن حجرؒ کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں کہ نہ تو یہ آیت شرف نسب کے خلاف ہے اور نہ وہ احادیث ہی اس مضمون کے منافی ہیں، جن میں نسب پر فخر کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ البتہ بنو دویود کی طرح نسب کی وجہ سے لوگوں پر تکبر کرنا اور کسی کو اپنے برابر نہ سمجھتے ہوئے ذلیل و حقیر خیال کرنا صحیح نہیں بلکہ یہ تحدیثِ نعمت نسب ذاتی کے شرف کا اظہار خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی فرمایا ہے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولادِ اسمعیلؑ سے کنانہ کو منتخب فرمایا۔ پھر قریش کو کنانہ سے اور بنی ہاشم کو قریش سے اور مجھے بنی ہاشم سے چُن لیا۔ علامہ آلوسیؒ نے تمام مخالف اقوال کا جواب دے کر آخر میں فیصلہ فرمایا ہے: وَبِالْجُمْلَةِ شَرَفُ النَّسَبِ مِمَّا اغْتَبِرَ جَاهِلِيَّةً وَاسْلَامًا۔ یعنی خلاصہ بحث یہ ہے کہ نسب کا شرف جاہلیت اور اسلام دونوں میں معتبر تسلیم کیا گیا ہے۔

## ان نبی کے نسب طاہر کا شرف

اب تک تو مطلق نسب کا ذکر تھا۔ اب آنحضرتؐ کے نسب پاک پر کتاب و سنت اور علمائے اُمت کے ارشادات ملاحظہ فرمائیے:-

۱۔ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي رَوْضَاتِ الْجَنَّاتِ لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذَلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ذَلِكَ الَّذِي يُبَشِّرُ اللَّهُ عِبَادَهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى۔

(سورۃ شوری: ۲۲-۲۳)

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے، وہ جنت کے باغوں میں ہوں گے۔ اُن کے لیے اُن کے پروردگار کے یہاں وہ سب کچھ ہے، جس کی وہ خواہش کریں گے۔ یہ بڑے فضل و بزرگی کی بات ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس کی اللہ تعالیٰ اپنے اُن بندوں کو خوشخبری دیتا ہے جنہوں نے ایمان لا کر نیک کام کیے۔ کہہ دیجئے، میں تم سے اس چیز کا کوئی اجر نہیں مانگتا، بجز اہل قرابت کی دوستی کے۔

علامہ صادقیؒ نے حاشیہ جلالین میں تحریر فرمایا ہے کہ یہاں استثناء منقطع ہے یعنی میں تم سے تبلیغ کے صلے میں کوئی اجر نہیں مانگتا۔ ہاں، اس قدر چاہتا ہوں کہ تم میرے اہل قرابت سے محبت رکھو۔ صاحب روح المعانی نے بھی ابن جریر، بصریؒ اور عمر بن شعیبؒ جیسے اکابر تابعین سے اس آیت کی یہی تفسیر نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس سے اہل بیت رسولؐ کی محبت کا واجب ہونا مراد ہے۔ علامہ سیوطیؒ نے بھی ”در منشور“ میں کئی محدثین کے حوالے سے حضرت ابن عباسؓ کی روایت نقل کی ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے پر صحابہ کرامؓ نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ کے وہ کون اہل قرابت ہیں جن کی محبت واجب کی گئی ہے؟ تو اُن حضورؐ نے ان چار حضرات یعنی حضرت علیؓ، سیدہ فاطمہ الزہراءؓ، حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کا ذکر فرمایا (چونکہ اُس وقت حضرت امام حسنؓ و امام حسینؓ کے اولاد



نہیں تھی، اس لیے آل حضورؐ نے صرف ان چار ناموں کے ذکر پر ہی اکتفا فرمایا، ورنہ جیسے کہ دیگر دلائل سے ثابت ہے اجتماع کے اس ارشاد میں اُن کی اولاد بھی شامل ہے۔ تفسیر بالا کی تائید میں صاحب روح المعانیؒ نے ائمہ اہل بیت کرامؑ سے کئی روایات نقل کی ہیں کہ اس آیت کی رُو سے تمام اُمت پر اہل بیت کرامؑ کی محبت لازم کی گئی ہے۔ نیز مُسلم، ترمذی، نسائی، طبرانی، حاکم، بیہقی، ابن حبّان وغیرہ محدثین سے کئی احادیث نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس مضمون کی تائید میں اس قدر احادیث ہیں کہ اُن کا شمار مشکل ہے۔ پھر اس اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے کہ آیا اس آیت کا تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مومن قرابت داروں سے ہے یا عام اہل قرابت کے ساتھ۔ لکھتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ اُن حضرات کے اقربا کی محبت محض اس حیثیت سے واجب ہے کہ وہ آپ کے اقربا ہیں۔ اور یہ شعر بھی تحریر کیا ہے :-

دَارَيْتُ قَوْمًا فِي هَوَاكَ وَهَمُّ عَدَايَ وَلَا جِلَّ عَيْنِ الْفَتَى تَكْرَمُ

(اے دوست! تیری محبت میں ایسی قوم کی بھی میں نے تواضع کی ہے جو دشمن تھے۔ کیوں نہ ہو، ایک آنکھ کی حمایت سے ہزار آنکھ کی عزت کی جاتی ہے)

اس کے بعد مفسر موصوف لکھتے ہیں کہ جس قدر آل حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرابت زیادہ اور قوی ہوگی، وہ اُسی قدر زیادہ محبت کی متقاضی ہوگی۔ لہذا اگر آں جناب کی قرابت سے مراد عام اولاد عبد المطلب لی جائے تو بنو فاطمہؑ زیادہ قوی ہونے کے باعث زیادہ محبت و احترام کے مستحق ہوں گے۔ عام لوگوں نے اس ضمن میں بہت بے توقہی سے کام لیا ہے۔ حتیٰ کہ موجودہ دور میں جو شخص اہل بیت رسولؐ کے ساتھ محبت کا اظہار کرے، اُس پر رافضی یعنی شیعہ ہونے کا گمان کیا جاتا ہے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل قرابت کے مومن یا غیر مومن ہونے کی بحث جس کا حوالہ مفسر موصوف نے دیا ہے۔ جناب سیدۃ النساءؑ کی اولاد و کرام سے تعلق نہیں رکھتی، کیونکہ اکثر علمائے محققین نے جیسے علامہ زرقانیؒ نے شرح مواہبؒ اور شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے مدارج النبوة میں اکثر احادیث سے ثابت کیا ہے کہ جناب سیدہؑ کی اولاد کفر سے مأمون و محفوظ ہے۔ کیونکہ آخرت میں کافر کی مغفرت شرعاً ناممکن ہے اور آیہ تطہیر، الاخراب ۳۳ کی رُو سے اولاد رسولؐ کو پاکیزگی اور مغفور الحشر ہونے کا مفاد پہنچتا ہے اور یہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل و عطا کی وجہ سے ہے۔ لیکن جو لوگ اس امر کے قابل ہیں کہ بنو فاطمہؑ سے کفر کا صدور ہو سکتا ہے، وہ بھی قرابت رسولؐ کے باعث اُن کی محبت اور احترام کو لازم قرار دیتے ہیں۔

(۲) آیہ تطہیر کے متعلق حضرت شیخ اکبر محمدی الدینؒ ابن عربیؒ کی فتوحات مکتیہ کے باب ۲۹ میں مندرجہ تشریح و تفسیر کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت قبلہ عالم قدس سترۃ العزیز نے اپنے ایک فتویٰ میں حسب ذیل نتائج اخذ فرمائے ہیں :-

اول یہ کہ آل عبا یعنی حضرت سیدۃ النساءؑ اور حضرات علی و حسین علیہم السلام اور تمام بنو فاطمہؑ اس آیت کی بشارت میں شامل ہیں۔

دوم یہ کہ الفاظ اذہاب، رجس اور تطہیر کے معنی مغفرت اور غفو کے ہیں نہ کہ احکام و ہدایات شرعیہ سے آزادی کے۔ سوم یہ کہ اس تطہیر کا اثر حشر کے روز ظاہر ہوگا جب کہ بنو فاطمہؑ خواہ کیسے ہی گنہگار ہوں، پاک اور مغفورا ٹھائے جائیں گے اور یہ محض آل حضرتؐ کے شرف کے باعث اللہ تعالیٰ کا فضل اور عنایت ہے، کسی عمل کا نتیجہ نہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں



کہ ان سے دُنیا میں کوئی خطا سرزد نہ ہوگی یا یہ کہ کسی شرعی حد یعنی سزا سے مستثنیٰ ہوں گے۔ بلکہ دُنیا میں احکام شرعیہ کے یہ بھی اُسی طرح پابند ہوں گے جیسے عام لوگ۔ چوری، زنا، شراب خوری وغیرہ میں باوجود ذالک فضل اللہ یؤتیه مَنْ یَشَاءُ ہونے کے بھی حاکم سے اُسی طرح شرعی سزا کے حق دار ہوں گے جس طرح دوسرے لوگ، مگر ان کا حشر مغفرت پر ہوگا۔

(۳) اَلَّذِیْ اَوَّلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَازْوَاجُهُ اُمَّهَاتُهُمْ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ کِتَابِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُهَاجِرِیْنَ۔ (احزاب)

(۴) لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلٰی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِنْ اَنْفُسِهِمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْہُمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ ج (ال عمران ۱۶۴)

(۵) وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْ بَعْدِ وَهَاجَرُوْا وَجَآہِدْ وَاَمَعُکُمْ فَاُولٰٓئِکَ مِنْکُمْ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ کِتَابِ اللّٰهِ۔ (انفال ۷۵)

(۶) اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَاءِ ذِی الْقُرْبٰی۔ (النحل ۹۰)

یُحْکَمُ اَنْ حَضَرَ صَلَّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بھی ویسا ہی ہے جیسا عام افراد اُمت کے لیے۔ آں حضورؐ نے اپنے قرابت داروں کو مالی میراث نہیں دی بلکہ اِیْتَاءِ ذِی الْقُرْبٰی کے حکم عام کی تعمیل میں امامت، ولایت اور اُمت کی ہدایت اور اُمت کی طرف سے دائمی احترام کی باطنی میراث تفویض فرمائی ہے۔

(۷) وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیَّتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا۔ (الفرقان ۷۴)

یہ دُعا سب سے پہلے اُن حضرت صَلَّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک پر جاری ہوئی اور ہمیشہ تلاوت قرآن پاک کے دوران بعد میں بھی آپؐ پڑھتے رہے۔ آپؐ امام المتقین ہیں اور سادات بنی فاطمہؑ آپؐ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔

(۸) حاکم سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: وَعَدَنِي رَبِّي فِي أَهْلِ بَيْتِي مَنْ أَتَرَ

میرے پروردگار نے میرے اہل بیت کے معاملے



مِنْهُمْ بِالْتَّوْحِيدِ وَلِيَّ بِالْبَلَاغِ اَنْ  
لَا يُعَذِّبَهُمْ۔  
میں مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ اُن میں سے جو کوئی اُس  
کی توحید اور میری رسالت کا اقرار کرے گا، اُسے  
عذاب نہیں فرمائے گا۔

(۹) طبرانی، حاکم اور ابویعلیٰ کی طرف سے روایت ہے کہ اُن حضرت نے سیدہ فاطمہؓ کا نام لے کر فرمایا کہ میری بیٹی فاطمہؓ عقیقہ ہے۔  
فَحَرَّمَهَا اللّٰهُ وَذُرِّيَّتَهَا عَلَى النَّارِ۔  
اللہ تعالیٰ نے اُسے اور اُس کی اولاد کو آگ پر حرام  
کر دیا ہے۔

## حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کے نسب کے متعلق کراماتی ثبوت

حضرت قبلہ عالم کی تحریر سے، جو ابتدائے باب میں درج ہو چکی ہے، واضح ہوتا ہے کہ آپؑ نے مکمل تحقیق کے بعد اپنے آپ کو اس نسل پاک سے منسوب فرمایا ہے اور اپنے حسبِ یعنی کمالاتِ کسبیہ کا ذکر بہ اندازِ کسرِ نفسی فرمایا ہے۔ ائمہ صفات کے مطالعہ سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ جائے گا کہ اُن جنابؑ کی ذات گرامی حقیقتاً صفاتِ بنی فاطمہؓ کی حامل تھی اور اس شعر کا صحیح مصداق تھی۔

سید کے بُود کہ ہویدا شود از د  
خلق محمدی، کرم مرتضیٰ علیؑ

جب عنایتِ الہی سے حضرت قبلہ عالمؑ کے دادا بزرگوار کے والدِ محترم حضرت پیر سید روشن دینؑ اور اُن کے چھوٹے بھائی پیر سید رسول شاہؑ کو اس نواح کی باطنی ولایت عطا ہوئی اور وہ اپنے وطن ساڈھورہ شریفِ حال ضلع انبالہ (بھارت) سے نقل مکانی کر کے گولڑہ شریف میں آباد ہوئے تو اپنے ذاتی کمالاتِ جذب و سلوک کے باعث خاصِ عام میں مقبول ہو کر مرجعِ خلافت بن گئے اور ہر کس و ناکس حصولِ فیض کی خاطر کشاں کشاں آکر اپنا مقصد حاصل کرنے لگا۔ یہ صورتِ حال نواحی بستیوں کے سادات کو، جو اکثر دہلی شیعہ تھے، پسند نہ آئی اور اُنہوں نے اس نوار و خاندان کی وقت لوگوں کی نظروں میں کم کرنے کی خاطر ان کے نسب پر اعتراضات شروع کر دیئے۔ اس دوران میں حسن ابدال کے گیلانی سادات کو، جو حجرہ شاہِ مہتمم ضلع ساہی وال سے آکر وہاں آباد ہوئے تھے۔ یہ ثابت ہو چکا تھا کہ یہ حضرات اُن ہی کے خاندان سے ہیں۔ نیز چونکہ ہر مقام پر جنابِ غوث الاعظمؑ کے تصرفِ باطنی نے بھی دستگیری فرمائی۔ اس لیے حامدین کو سوائے شرمندگی کے اور کچھ حاصل نہ ہوا۔

## یہ بنو فاطمہؓ کی ٹوپی ہے

ایک نواحی گاؤں، جس کا نام ضبطِ تحریر میں لانا مناسب نہیں، کے سادات نے حضرت پیر سید روشن دینؑ کو اُن کے ایک نیازمند گولڑہ رئیس کے ذریعے بہت اصرار سے اپنے ہاں کسی تقریب پر دعوت دی اور برعکس نامناسب انداز میں آپؑ کے شجرہ نسب کے متعلق بحث چھیڑ دی۔ آپؑ نے فرمایا، اس موقع پر ایسا تذکرہ آدابِ مہمان نوازی کے خلاف ہے البتہ کسی روز میرے یہاں تشریف لا کر آپ صاحبانِ شجرے اور سندات دیکھ کر اطمینان کر سکتے ہیں۔ مگر وہ لوگ چونکہ آپؑ کے خلاف ناموافق فضا پیدا کرنے پر تلے ہوئے تھے، اس لیے نہ مانے اور کہنے لگے کہ یہاں کسی نوار کو اُس وقت



تک سید کھلانے کا حق نہیں پہنچتا جب تک وہ مصدقہ شہروں کے ذریعے مقامی سادات میں اپنی سیادت تسلیم نہ کرائے۔ آپ نے اپنے ہمراہی گولڑہ رئیس کے ذریعے بھی انہیں سمجھانے کی کوشش کی، مگر وہ خاموش نہ ہوئے بلکہ ان میں سے کسی زبان دراز نے یہاں تک کہہ دیا کہ کاٹھ دی کتنی نہیں تے سید سنی نہیں۔ یعنی لکڑی کی بنڈیا نہیں ہو سکتی اور سید اہل سنت والجماعت نہیں ہو سکتا۔ یہ سن کر آپ کا چہرہ مبارک قدرے متغیر ہوا اور آپ نے ایک جلالی کیفیت میں اپنے سر مبارک سے ٹوپی اتار کر مجلس کے فرش پر رکھ دی اور تمام مدعیان سیادت کو جو نامناسب باتیں کر رہے تھے، مخاطب کر کے فرمایا کہ فقیر کا شجرہ سیادت اس ٹوپی میں ہے، جس کسی کو نجیب الطرفین سید ہونے کا دعویٰ ہو، وہ اس ٹوپی کو اٹھا کر اوپر ہن کر دکھائے۔ یہ الفاظ سن کر دوسرے فریق کا ایک سرکردہ بزرگ بڑے طمراق سے اٹھا اور ٹوپی کو اٹھانے کی کوشش کی۔ مگر لاکھ جتن کے باوجود اسے ہلا تک نہ سکا۔ حضرت نے باوازا بلند فرمایا۔ یہ بنی فاطمہ کی ٹوپی ہے اور خودہ طبق پر بھاری ہے۔ آپ کے الفاظ اور فریق مخالف کی عاجزی دیکھ کر حاضرین مجلس سناٹے میں آگئے اور دوسرے فریق کے چہروں پر ہوا سیاں اڑنے لگیں۔ بالآخر ان لوگوں نے عاجزی اور معذرت کی تو آپ نے فرمایا اچھا، اٹھا لو۔ اس پر ان حضرت نے بعد احترام کلاہ مبارک کو اٹھایا اور بوسہ دے کر آپ کے پیش کیا۔ بھری مجلس میں یہ کرامت دیکھ کر لوگ اُدھر سے منقطع ہو کر اس طرف پلٹ پڑے۔ آج کل ان صاحبان کا پیری مریدی کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے اور فقط کاشت کاری اور ملازمت پر دار و مدار ہے۔ ان کے خاندان کی ایک شاخ حضرت قبلہ عالم کے حلقہ ارادت میں شامل ہے۔

## تائید و تصدیق غوثیہ رضی

دوسرا واقعہ حضرت قبلہ عالم کے والد بزرگوار حضرت پیر سید نذر دین شاہ کو پیش آیا تھا۔ ایک مرتبہ آپ موضع سالگراں علاقہ کہوڑ ضلع راولپنڈی میں، جو ایک پہاڑی علاقہ ہے، اپنے ایک ارادت مند چودھری فتح محمد گوجر کے یہاں رونق افروز تھے کہ اس گاؤں کے رہنے والے ایک اور عقیدت مند نے بہت سے حاضرین کی موجودگی میں عرض کی کہ فلاں شخص ہم سے بحث کرتا رہا ہے کہ تمہارے پیر سید نہیں ہیں۔ حضرت نے فرمایا کیا کہتا ہے، میں سید نہیں؟ اور آپ کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا۔ پھر سامنے دیکھ کر فرمایا: سنو، میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا۔ بلکہ وہ سامنے حضرت غوث الاعظم اپنے تخت پر جلوہ فگن فرما رہے ہیں کہ وہ دو، میرے سید ہونے کی دلیل یہ ہے کہ میرے ارادت مند چودھری فتح محمد کو جو اس وقت تک صاحب اولاد نہیں ہے، اسی سال اللہ تعالیٰ ایک فرزند عطا فرمائیں گے، جو شکم مادر سے شش ماہ کا پیدا ہو گا۔ چنانچہ جس طرح آپ نے فرمایا تھا، اُسی طرح ظہور پذیر ہوا۔ چودھری فتح محمد گوجر کی عمر اس وقت پچاس سال کے لگ بھگ تھی اور وہ اولاد سے قریباً مایوس ہو چکا تھا۔ اُس کا یہ فرزند چودھری محمد بخش حضرت پیر سید نذر دین شاہ کی زندہ کرامت کے طور پر عظمیٰ کو پہنچا اور حضرت قبلہ عالم کے حلقہ ارادت میں شامل ہوا۔ اُس کا فرزند چودھری غلام حسن گوجر حضرت قبلہ عالم کے خلف الصدق اور سجادہ نشین سیدنا غلام محمد الدین المعروف جناب بابو جی مدظلہ کا ارادت مند ہے۔ اور اس واقعہ کی تصدیق کرتا ہے۔



## کرامتِ جاریہ

حضرت قبلہ عالم کی سیادتِ نبوی کی تصدیق و تائید میں مندرجہ بالا دونوں واقعات کرامتِ فقر کی قسم سے ہیں ایک دوسرے واقعے کا تعلق کرامتِ علم سے ہے۔ اور چونکہ اس نے ایک کتابی مسئلے اور دائمی علمی معیار کی صورت اختیار کر لی ہے اس لیے اسے ایک کرامتِ جاریہ کہا جاسکتا ہے۔

جن لوگوں نے حضرت قبلہ عالم کی تصنیف "سیفِ چشتیائی" کا مطالعہ کیا ہے، وہ جانتے ہیں کہ اس میں شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی پر تنقید کی گئی ہے۔ اس سے اہل حدیث کے ایک گروہ نے ناراض ہو کر مناظرانہ مباحث کی ہنڈی ڈالی اور ۱۳۲۵ھ یعنی ۱۹۰۸ء میں راولپنڈی کے ایک مولوی عبدالاحد خانپوری کو سامنے لا کر حضرت قبلہ عالم پر دس علمی سوالات شائع کیے اور اعلان کیا کہ جوابات کی صورت میں حضرت قبلہ عالم کو بھی اُن کی جماعت پر سوالات کرنے کا حق ہوگا۔ چنانچہ حضرت نے اپنی تصنیف "الفتوحات الصمدیہ" میں اُن دس سوالوں کے جواب باصواب دے کر اپنی طرف سے اُن پر بارہ سوالات شائع کر کے پیش گوئی بھی فرمادی کہ وہ لوگ ان کے جوابات نہیں دے سکیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آج نصف صدی ہونے کو آئی، مگر اُس جماعت کی طرف سے کسی ایک سوال کا بھی جواب نہیں دیا جاسکا۔

اس واقعہ سے حضرت کے سیادتِ نسب کا پہلو اس طرح نکلتا ہے کہ آپ نے ان بارہ سوالات کے وقت اپنے احباب حضرت مولانا محمد غازی اور مفتی غلام مرتضیٰ وغیرہ سے فرمادیا تھا کہ ان سوالات کا تعلق بنی فاطمہ کے صدری علوم سے ہے اور ان کے جواب دینے کے لیے جواب دینے والے کا علومِ رسمیت پر مکمل عبور رکھنے کے ساتھ ساتھ سید بنی فاطمہ ہونا بھی اشد ضروری ہے۔ ان سوالات کی تفصیل اس کتاب کے باب تصانیف میں دی گئی ہے۔ بعد میں حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کے اپنے مخطوطات میں ان سوالات کے بعض دقیق نکات کی کہیں کہیں عقدہ کشائی ہوتی رہی ہے۔

## وادیِ حمر کا رُویائے صادقہ

مغربیہ شریف کے دوران ایک مرتبہ آپ کا قافلہ وادیِ حمر میں شبِ باش ہوا۔ بدوؤں کے حملے اور قافلے والوں کے خوف و ہراس اور اضطراب کے باعث حضرت قبلہ عالم نمازِ عشاء کی ایستدائی سُنّتیں ادا نہ کر سکے تو خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی حضور نے ارشاد فرمایا کہ آلِ رسول کو سُنّت ترک نہیں کرنا چاہیے۔ گویا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں آپ کے آلِ رسول ہونے کی تصدیق فرمائی اور جس خواب میں آنجناب کی زیارت ہو، وہ حسبِ فرمانِ نبوی مَنْ رَأَى فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ بَالِغَ حَقِّهِ اور صحیح ہوتا ہے۔ چنانچہ بعد میں ایک موقع پر جب حضرت سید ابراہیم گیلانی بغداد شریف سے راولپنڈی تشریف لائے تو کسی مجلس نے حضرت قبلہ عالم سے اپنے شجراتِ نسب اُن سے تصدیق کرا لینے کے لیے عرض کی تو آپ نے فرمایا کہ شجر سے وغیرہ تو پہلے ہی تصدیق شدہ موجود ہیں، مگر ان شجروں کے علاوہ میرے پاس ایک ایسی قوی دلیل ہے جس کے بعد اطمینان کے لیے کسی مزید ثبوت کی حاجت نہیں اور اس سے آپ کا اشارہ مندرجہ بالا رُویائے صادقہ کی طرف تھا۔ اس ضمن میں آپ کی مفصل تحریر باب چہارم میں درج کی گئی ہے۔



## ایک جن کی شہادت

حسب آیات قرآنیہ :-

يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ أَلْهِيَ أَتُكْمَلُونَ

(سورة الانعام ۱۳۱)

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِعِبَادُونَ

(سورة الذاریت ۵۶)

اے جنوں اور انسانوں کی جماعت! کیا تمہارے پاس  
تم میں ہی سے رسول نہیں آئے تھے؟  
اور میں نے جنوں اور انسانوں کو جو بنایا ہے تو صرف  
اپنی بندگی کے لیے۔

جنات و انسان کا علیحدہ علیحدہ مخلوق ہونا ثابت ہے۔ جنات کی عمریں بھی طویل ہوتی ہیں۔ جناب بابو جی مدظلہ فرماتے ہیں کہ ضلع کیمبل پور کے مولوی شاہ ولی کی اہلیہ کو آسیب کی شکایت تھی جب کسی اور جگہ علاج وغیرہ سے افادہ نہ ہوا تو اسے حضرت قبلہ عالم کی خدمت میں گولڑہ شریف لے آئے۔ آپ مریضہ کی طرف متوجہ ہوئے تو جن حاضر ہو کر بولنے لگا اور کہا کہ وہ دربار خوشیہ بغداد شریف کا خادم ہے اور ایک مرتبہ جناب غوث الاعظم کی معیت میں گولڑہ شریف بھی آچکا ہے۔ حضرت قبلہ عالم نے اس کا ثبوت مانگا تو کہنے لگا کہ ایک دفعہ آپ بعارضہ پیش پیش بیمار تھے اور علاج سے افادہ نہیں ہو رہا تھا۔ خدام پریشان تھے اور آپ کی چارپائی حضرت اجی صاحب کے مزار شریف کے قریب درخت سرس کے نیچے تھی۔ محمد خان خادم آپ کے پاؤں دبا رہا تھا کہ جناب غوث پاک شریف لائے اور چارپائی کے سرہانے کھڑے ہو کر فرمایا کہ علاج کراؤ، انشاء اللہ صحت ہوگی۔ میں اُس وقت حاضر تھا۔ جناب غوث پاک نے مجھے فرمایا ہوا ہے کہ یہاں میری اولاد رہتی ہے اور جب کبھی ادھر سے گزروں تو یہاں سے ہو جایا کروں۔ حضرت قبلہ عالم نے اس واقعہ کی تصدیق فرمائی۔

اے اُجی ٹھواری زبان میں باپ کو کہتے ہیں۔ حضرت قبلہ عالم کے والد ماجد مراد ہیں۔

## دوسری فصل

## فضائل اہل بیت کرام نبی ﷺ

## فضائل اہل بیت پر اکابرین امت کی کتب

حضرات اہل بیت کرام کی شان میں اکابرین امت محمدیہ نے ضخیم کتب تحریر کی ہیں اور اس قسم کی تحریرات کا سلسلہ بفضلہ تعالیٰ قیامت تک جاری رہے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد کی تعریف و تحقیق اس جانب ہی کی منقبت و تعریف ہے اور اس حضرت کے ذکر خیر کو اللہ تعالیٰ نے حسب ارشاد قرآنی وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ط وہ رفعت عطا فرمائی ہے، جس کا احاطہ علم انسانی اور زور قلم انسانی سے باہر ہے۔ لہذا یہ سلسلہ توصیف و تعریف کبھی ختم ہونے کا نہیں اور انشاء اللہ ہمیشہ ہمیشہ جاری رہے گا اور بالخصوص اس لیے بھی کہ تمام قرآن پاک اس جانب کی تعریف و توصیف سے بھرپور ہے اور بمصدق :-

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ  
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا  
(الاحزاب ۵۶)

اللہ تعالیٰ خود اور اس کے فرشتے بھی نبی کریم پر درود بھیجتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو بھی آنحضرت پر درود سلام بھیجنے کا تاکید فرماتے ہیں۔

مولوی عبید اللہ امرتسری نے اپنی کتاب ارنج المطالب کے آغاز میں اُن مشہور علمائے امت کی ایک طویل فہرست دی ہے، جنہوں نے اہل بیت نبی کے فضائل پر مستقل کتب تحریر کی ہیں۔ اُن میں سے بعض مشاہیر کے اسماء گرامی مع اُن کی تصانیف کے درج ذیل کیے جاتے ہیں :-

کتب

مصنفین

المناقب

حضرت امام احمد بن حنبلؒ

الخصائص

حضرت امام نسائیؒ

منقبۃ المطہرین

حضرت حافظ الحدیث ابو نعیم اصفہانیؒ

جواہر المستدین

حضرت امام ابی الحسن علی بن عبد اللہ سمهودیؒ

ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ

علامہ محب طبریؒ

الفصول المہمۃ فی معرفۃ الائمۃ

علامہ نور الدین ابن صباغ مالکیؒ

مؤدۃ العشرہ

عالم ربانی سید علی ہمدانیؒ



علامہ سلیمان حنفی بلخی  
 علامہ محمد بن علی صبان مصری  
 علامہ یوسف سبط ابن جوزی  
 حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی  
 امام حاکم صاحب مستدرک  
 امام ابی اسحق اسفرائینی  
 امام جلال الدین سیوطی  
 حضرت مولانا عبد الرحمن جامی  
 علامہ رشید الدین خان دہلوی  
 علامہ تمبین سہلوی  
 علامہ مومن مصری  
 حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی  
 حافظ الحدیث محمد ابن احمد ذہبی  
 سید عبد الرحمن اجوری شافعی  
 علامہ عبد الرؤوف مناوی  
 علامہ ابن انصر  
 علامہ ابن حبیب دمشقی  
 ینایع المودۃ  
 اسعاف الراغبین فی سیر المصطفیٰ و اہل بیتہ الطاہرین  
 تذکرۃ خواص الائمۃ فی احوال الائمۃ  
 مناقب ائمۃ اثنا عشر  
 فضائل فاطمۃ الزہرا علیہا السلام  
 نور العین فی مشہد الحسین  
 احیاء المیت بفضل اہل بیت  
 شواہد النبوت  
 انفع البین فی فضائل اہل بیت سید المرسلین  
 وسیلۃ النجات فی فضائل الحضرت  
 نور الابصار فی مناقب النبی وآلہ المختار علیہم السلام  
 سر الشہادین  
 فتح المطالب  
 رسالہ فضائل اہل بیت  
 کتاب الصفۃ بمناقب اہل بیت النبوت  
 معالم العشرۃ النبویہ  
 صواعق محرقہ

ان علی خزان کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اہل بیت رسول کس شان کے مالک ہیں۔ نیز تاریخ اسلام اور بزرگان دین کے احوال سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ کمالات محمدیہ کا جو خصوصی ظہور آپ کی پاک و طیب اولاد کے بعض کاہلین سے ہوا ہے، اُس کی مثال دیگر اکابرین امت میں کہیں نظر نہیں آتی، کیونکہ ان حضرات کو کمالات کسبیتہ کے علاوہ جو فضائل بطور ورثہ وہی طور پر عطا ہوئے ہیں، ان میں یہ اپنی مثال آپ ہیں۔ اور یہ فضائل درحقیقت وہی فضائل و کمالات محمدیہ ہیں، جو اس پاک خاندان میں نسلی طور پر اور بطریق وراثت جلوہ گر ہوتے چلے آ رہے ہیں۔ کیونکہ جیسے کہ پہلے عرض ہو چکا ہے، انبیاء علیہم السلام کی وراثت یہی جوہر فضل و کمال ہے نہ کہ مال و منال دنیوی۔

اسی وجہ سے حضرت قبلہ عالم نے اپنے ملفوظات و تحریرات میں وضاحت فرمائی ہے کہ چونکہ فضائل اہل بیت کرام موعوبی ہیں، اس لیے کوئی شخص ریاضات و مجاہدات سے، خون نبوی کی تاثیر و فیوض و برکات کو نہیں پہنچ سکتا، کیونکہ جو کچھ بھی حضرات اہل بیت کرام کو اس طور پر عطا ہوا وہ ان کی کوشش کا نہیں بلکہ محض عنایت الہی کا نتیجہ ہے۔ جیسا کہ آیہ تطہیر سے ثابت ہے۔ اور طالب جب تک اس مقام پر نہ پہنچے، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کے ذوق و شوق سے روشناس نہیں ہو سکتا۔ ان حضرات کی رفعت شان کے متعلق کچھ ارباب بصیرت و کشف و شہود اور قلندر ان اویسیہ ہی بتلا سکتے ہیں۔

## فضائل اہل بیت پر بعض اکابرین کے ارشادات

”بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ فرمایا کرتے تھے۔ اُذْ قُبُوا مُحَمَّدًا فِيْ اَهْلِ بَيْتِهِ رَأْسَ مُسْلِمَانِ! نبی کریم کے اہل بیت کے معاملے میں آن حضرت کا لحاظ و احترام ملحوظ رکھو، نیز فرمایا کہ مجھے اپنی قرابت سے آن حضرت کی قرابت زیادہ عزیز ہے۔“

”شفاء“ مصنفہ قاضی عیاضؒ میں ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ حضرات حسینؓ کو محبت و احترام سے اپنے کندھوں پر اٹھایا کرتے تھے۔

”ابن عساکر“ میں اور تاریخ اسلام مؤلفہ شاہ معین الدین احمد ندوی میں تحریر ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ جنس اب رسالت مآب کے تمام متعلقین کا پاس و محاط اپنی اولاد سے زیادہ کرتے تھے۔ جب وظائف مقرر کرنا چاہے تو اکابر صحابہ کی رائے حتیٰ کہ بیعت امیر المؤمنین آپؐ مقدم رکھتے جائیں۔ لیکن حضرت عمرؓ نے انکار کیا اور آنحضرتؐ کے ساتھ قرب و بعد کے لحاظ سے وظائف مقرر کیے۔ چنانچہ سب سے پہلے بنی ہاشم اور اُن میں سے حضرت عثمانؓ و حضرت عباسؓ کو معتمد رکھا۔ سب سے زیادہ تنخواہیں بدری صحابہ کی تھیں۔ اور اگرچہ حسینؓ علیہما السلام اُن میں سے نہ تھے مگر آنحضرتؐ کی ذریت کے تعلق سے اُن کی تنخواہیں بھی بدری صحابہ کے برابر مقرر کیں۔ آنحضرتؐ کے غلام حضرت زیدؓ کے صاحبزادے اُسامہؓ کی تنخواہ اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ سے جو ذی قدر صحابی تھے، زیادہ مقرر کی۔ ان ہر دو معاملات میں حضرت عبداللہؓ نے عذر کیا تو فرمایا کہ حسینؓ شریفینؓ کی والدہ ماجدہ جیسی والدہ، اُن کے باپ جیسا باپ اور اُن کے نانا جیسا نانا لاؤ اور پھر مہسری کا دعویٰ کرو۔ حضرت اُسامہؓ کے معاملے میں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُسامہؓ کو تجھ سے اور اُسامہؓ کے باپ کو تیرے باپ سے زیادہ محبوب رکھتے تھے۔

”نور الابصار“ میں تحریر ہے کہ حضرت امام حسنؓ کے پوتے حضرت عبداللہؓ کسی کام سے خلیفہ وقت حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے پاس گئے تو خلیفہ نے عرض کیا کہ اگر آپ حضرات کو کوئی کام ہو تو مجھے رقعہ لکھ بھیجا کیجئے۔ مجھے خدا و رسولؐ سے شرم آتی ہے کہ آپ میرے پاس کوئی حاجت لے کر آئیں۔

”مدارج“ میں تحریر ہے کہ حضرت امام مالکؓ بن انسؓ کو جب عباسی خلیفہ کے حکم سے کوڑے لگائے گئے تو انہوں نے ہوش میں آتے ہی فرمایا، ”لوگو! گواہ رہنا کہ میں نے اس ظلم کو معاف کیا۔ مجھے شرم آتی ہے کہ روزِ حشر میری وجہ سے آنحضرتؐ کے چچا کی اولاد کا کوئی فرد مستوجبِ باز پرس ہو۔“

”تاریخ الخلفاء“ اور ”سیرۃ النعمان“ میں لکھا ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کو خلیفہ منصور عباسی نے بدیں وجہ قید میں ڈال کر زہر دلوایا تھا کہ انہوں نے حضرت سید محمد نفس زکیہؒ حسنیؒ کے حق میں عباسیوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا تھا۔ اور چار ہزار دینار بطور امداد روانہ فرما کے جرعیہ تحریر کیا تھا کہ اگر کچھ لوگوں کی امانتیں میرے پاس قابل واپسی نہ ہوتیں، تو ضعیف العمر ہونے کے باوجود بامید شہادت خود جہاد میں شریک ہوتا۔ اُس وقت آپؒ کی عمر تقریباً اسی برس کی تھی۔

سید سلیمان ندوی نے ”حیات مالکؓ“ میں لکھا ہے کہ حضرت امام مالکؓ نے بھی ایسا ہی فتویٰ دیا تھا۔ حضرت امام شافعیؒ کی حُب اہل بیتؓ کے واقعات ضرب المثل بن چکے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض مخالفین نے



آپ پر رخص یعنی شیعہ ہونے تک کی تمت لگائی۔ رُوح المعانی اور تھمہ اشعار عشریہ وغیرہ کتب میں آپ کے یہ اشعار تحریر ہیں:-

يَا رَاكِبًا قَفَّ بِالْمُحَصَّبِ مِنْ مَنِي  
سَحَرًا إِذَا فَاضَ الْحَجِينُ إِلَى مَنِي  
وَاهْتَفَ بِسَاكِنٍ خَيْفَهَا وَالشَّاهِضِ  
فَيْضًا كَمُلْتَ طَيْرَ الْفُرَاتِ الْفَائِضِ  
إِنْ كَانَ رِفْضًا حُبُّ إِيَّاهُ مُحْتَمِدٌ  
فَلَيْسَ هَذَا الثَّقَلَانِ إِيَّاهُ رَافِضِ

ترجمہ:- اے شتر سوار! محصب میں کہ حد و دہن میں سے ہے، ٹھہر جا اور اُس وادی میں بنے والوں اور وہاں سے اُٹھ کر جانے والوں سے پکار کر کہہ دے اور اُن حاجیوں سے بھی کہہ دے، جو علی الصباح دریائے فرات کی طرح موج در موج دہن میں وارد ہوتے ہیں کہ اگر آل محمد کی محبت کا نام رخص ہے تو جن و انس گواہ رہیں کہ میں یقیناً رافضی ہوں۔

صاحب رُوح المعانی لکھتے ہیں کہ اس کے ساتھ ہی جو کچھ اہل سنت والجماعت کا اصحاب کرام کے متعلق مسکات ہے میں اُس سے تجاویز کو بھی دین نہیں سمجھتا اور اُن کے احترام کو بھی حسب ارشاد نبوی ضروری سمجھتا ہوں۔ اکثر لوگ صحابہ اہل بیت کرام کے معاملے میں افراط و تفریط میں پڑ گئے ہیں، مگر حق ہر دو کے بین ہیں۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے المناقب میں اہل بیتؑ کی فضیلت میں بہت سی احادیث بیان کی ہیں۔ تاریخ الخلفاء میں اُن کا یہ قول تحریر ہے کہ جس قدر احادیث حضرت علیؑ کی شان میں ہیں، کسی اور صحابی کی شان میں نہیں۔ صواعق مخرقہ میں ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ کسی سید زادے کو دیکھ پاتے تو فوراً تعظیم اُٹھ کر رہ جاتے تھے۔

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ فتوحات مکیہ میں آیت تطہیر کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ تمام سادات بنو فاطمہؑ اور حضرت سلمان فارسیؒ کی طرح اور لوگ بھی جو اہل بیتؑ میں شمار کیے گئے ہیں، سب بغیر محکم مغفرت اس آیت میں داخل ہیں۔ وہ طاہر و مطہر ہیں۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی اُس عنایت خصوصی کا نتیجہ ہے جو آل حضرتؑ کے حال پر ہے کسی مسلمان کو زیبا نہیں کہ اُن حضرات کی مذمت کرے جن کی پاکیزگی کی اور بُرائی سے تحفظ کی خود اللہ تعالیٰ نے شہادت دی ہے فیصل و کرم اُن کے کسی عمل خیر کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ محض عنایت ربانی ہے اور اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے، اپنا فضل کرتا ہے۔

امام عبد الوہابؒ شرعی لطائف المنن میں حضرت شیخ اکبرؒ کے مندرجہ بالا ارشاد کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ شیخؒ نے فضائل اہل بیتؑ کرام میں یہ دو اشعار خوب کہے ہیں:-

فَلَا تَعْدِلْ بِأَهْلِ الْبَيْتِ خَلْفًا  
فَأَهْلُ الْبَيْتِ هُمْ أَهْلُ السِّيَادَةِ  
فَبُغْضُهُمْ مِنَ الْإِنْسَانِ خُسْرٌ  
حَقِيقٌ وَحُبُّهُمْ عِبَادَةٌ

ترجمہ:- اہل بیت نبیؑ کے برابر کسی کو مت سمجھو، کیونکہ وہ اہل سیادت ہیں۔ اُن کا بغض انسان کے لیے حقیقی خسارہ ہے اور اُن کی محبت عبادت ہے۔

پھر لکھتے ہیں کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ میں اولادِ رسولؐ کی تعظیم و تکریم کو لازم سمجھتا ہوں۔ خواہ اُن کے اعمال کیسے ہی ہوں۔ کیونکہ بُرے اعمال کی وجہ سے شرفِ نسب میں کمی نہیں ہوتی۔

حضرت شاہ شرف الدین بوطی قلندر پانی پتیؒ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ ایک بوہ سیدہ کی شکایت پر انہوں نے



مندرجہ ذیل رباعی سلطان علاؤ الدین خلجی کو لکھ کر بھیجی تھی :-

سادات افضل اندو بود وصفِ شاہِ جلی      اولادِ مُرضی و جگر گوشہٴ نبی  
بر فعلِ شاہِ نظرِ ممکنِ اے حسنہٴ جمال      الصّالحونِ لِلّٰہِ وَالطّٰلِحونِ رَحْمٰی

امام فخر الدین رازی صاحب تفسیر کبیر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بیت نبی کو درود و سلام، طہارت و پاکیزگی، حرمتِ صدقہ اور وجوبِ محبت میں آں جناب کے ساتھ شامل فرمایا ہے اور یہ صرف اُن ہی کی خصوصیت ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی "اخبار الاخیار" کے دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں :-

"جب خاتمِ نبوت کی خلافت حضرت علیؑ کی ذاتِ گرامی تک پہنچی، تو اس شجرِ علم و ولایت سے درختِ طوبیٰ کی مانند بے شمار شاخیں پھوٹیں، جن کے کمالات ہر جانب سایہ فگن ہوئے اور ساری دُنیا حضرت علیؑ کے نورِ جمال ولایت سے روشن ہو گئی۔ بالخصوص رسول اللہ کی اولادِ عالیٰ نژاد نے بحکمِ وراثتِ حقیقی اور مناسبتِ ذاتی ولایت کا پورا پورا حصہ اور فیض حاصل کیا اور اپنی عصمتِ ذاتی کی بنا پر ولایتِ معنوی کا علم بلند کرتے ہوئے ظاہری حکومت دوسروں کے لیے چھوڑ دی۔ خاندانِ نبوت سے نورِ ولایت نہ تو کبھی منقطع ہوا نہ ہوگا اور آسمانِ ولایت نے بغیر ان اقطاب کے کبھی قرار نہیں پکڑا۔ ان ہی میں سے اللہ تعالیٰ نے جسے چاہا، قطبِ الاقطابِ عالم، غوثِ بنی آدم اور مرجعِ جن و انس بنا کر مشرق و مغرب میں مشہور و معروف کر دیا اور حضرت سید عبد القادر جیلانی کو دینِ اسلام کا دوبارہ زندہ کرنے والا بنایا۔ اگرچہ جمالِ محمدی تمام آل میں تابان و درخشاں ہے، مگر محمدی الدین سید عبد القادر جیلانی میں اس کا کچھ اور ہی رنگ ہے جو حقیقتاً جمالِ احمدی اور کمالِ محمدی کا مظہرِ اتم ہے۔"

حضرت عبید اللہ ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوبات شریف و فتر سوم مکتوب ۱۲۳ میں تحریر فرمایا ہے جس کا خلاصہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے واصل ہونے کے دو راستے ہیں۔ پہلا راستہ قربِ نبوت سے تعلق رکھتا ہے اور یہی اصل الاصل ہے اور اس راستے کے واصلانِ انبیاء علیہم السلام ہیں اور اُن کے اصحاب اور تمام اُمتوں میں سے جن کو بھی وہ اس ذریعہٴ دولت سے نوازا جائے اُن میں شامل ہیں۔ دوسرا راستہ قربِ ولایت کا ہے جس کے ذریعے اقطاب، اوتاد، ابدال، بُجبا و عام اولیا واصل باللہ ہوتے ہیں۔ راہِ سلوک اسی کو کہتے ہیں۔ اس راستے کے واصلین کے پیشوا اور اُن کے فیض کا منبع حضرت علی المرتضیٰ ہیں اور حضرت سیدہ فاطمہ و حضراتِ حسنین رضی اللہ عنہم اس مقام میں اُن کے ساتھ شامل ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ حضرت سرکارِ علیؑ قبل از ظهور وجودِ محضری بھی اس مقام پر فائز تھے اور اس راہ کے واصلین آپ ہی کی روحانیت کے توسط سے منزلِ مقصود تک پہنچتے رہے۔ آپ کے بعد یہ منصب عالی علی الترتیب حسنین کریمین کو تفویض ہوا اور پھر یکے بعد دیگرے ائمہ اہل بیتِ کرام اس مقام پر فائز ہوئے۔ ان سے ماسوا جن کو بھی مذکورہ تعامات عطا ہوئے ان ہی حضراتِ علیہم السلام کے واسطے سے ہوئے۔ حتیٰ کہ حضرت غوثِ الاعظم کا دور آنے پر یہ منصب عظیم یعنی قُلبیتِ کبریٰ آپ کی ذات سے منحصر کر دیا گیا۔ اب جس کسی کو بھی اس راستے سے فیض و برکات حاصل ہوتی ہیں، انتخابِ اُمت کے توسط سے ہی ہوتی ہیں۔

اس کے بعد حضرت مجددِ الف ثانیؒ نے اپنے متعلق لکھا ہے کہ مجھے بھی حضرت غوثِ اعظم کی نیابت کے طور پر یہ مقام حاصل ہوا ہے۔

علامہ آکوسی بغدادی نے تفسیر روح المعانی میں آیہ تطہیر کی تشریح کے ضمن میں لکھا ہے کہ اسی تطہیر الہی کا نتیجہ ہے



کہ اخلاق، اعمال اور فضائل کے لحاظ سے اہل بیت کرام ہر دور میں دوسروں سے پیش نظر آتے ہیں۔ اُس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ ان کے اعمال مقبول ہیں اور ان پر آثارِ جمیلہ کا مترتب ہونا یقینی امر ہے۔ یہ ان کی ایسی خصوصیت ہے جس میں ان کا کوئی شریک نہیں۔ اسی لیے ارباب کشف نے تصریح فرمائی ہے کہ ہر دور میں قطب اسی خاندان سے ہوتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بھی لمعات "المعالم الوضیہ" وغیرہ میں تحریر فرمایا ہے کہ مقام جذب و ولایت کے فاتح اول سیدنا علی کرم اللہ وجہہ ہیں اور سیدۃ النساء حضرت حشیں کریمیں اس مقام میں آپ کے ساتھ شامل ہیں بقیۃ ائمہ اہل بیت بھی اسی نسبت کے اقطاب ہیں اور سیدنا غوث الاعظمؒ کی اس مقام میں ایک خصوصی شان ہے۔ علامہ اقبالؒ نے جناب سیدۃ النساءؑ کی شان میں کیا خوب کہا ہے :-

مریم از یک نسبت صلیٰ عزیز      با سہ نسبت حضرت زہرا عزیز  
نور چشم رحمتہ للعالمین      آلِ امامِ اولین و آخرین  
بانوئے آلِ تاجدارِ ہل آتی      مرثضے، مشکل کشا، شیر خدا

مادرِ آن فت فلہ سالارِ عشق  
مادرِ آن مرکز پرکارِ عشق

## حدیثِ ختمِ غدیر

مست ذکرہ بالا اقوال کی تائید حدیثِ ختمِ غدیر میں کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیُّ مَوْلَاہُ۔ اَللّٰهُمَّ وَاٰلَہٗ وَعَاْدِہٖمْنَ عَاْدَاہُ۔ (جس کا میں محبوب ہوں، یہ علیؑ بھی اُس کا محبوب ہے۔ الہی! جو اُس کے ساتھ محبت رکھے، تو بھی اُس کے ساتھ محبت رکھ اور جو اُس کے ساتھ عداوت رکھے، تو بھی اُس کے ساتھ عداوت رکھے) اور حدیث شریفہ اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیُّ بَابُہَا۔ (میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اُس کا دروازہ ہے) سے ہوتی ہے۔ ان احادیث میں آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو کائنات کا مولا اور اپنے علومِ مقدسہ کے شہر کا دروازہ قرار دیا ہے۔ علامہ سنن ابی شریح جامع صغیر میں لفظ مولا کی تشریح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مولا اُسے کہتے ہیں جو لازمِ ولایت اور اُس پر ہمیشہ قائم رہنے والا ہو۔ دیگر احادیث سے بھی یہی ثابت ہے۔ "نسائی" اور مسند احمد میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں اور میرے بعد وہ ہر مومن کا ولی ہے۔ تمام سلاسلِ صوفیائے کرام اور متقیین علمائے عظام کا اتفاق ہے کہ یہاں ولایت سے مراد ولایتِ باطنیہ ہے جس کا بلا فصل یعنی مسلسل ہونا لازمی امر ہے۔ بعض حضرات ان احادیث کو ضعیف شمار کرتے ہیں، مگر وہ غلطی پر ہیں، کیونکہ ثقہ محدثین نے ان کی توثیق کی ہے۔ اسی طرح وہ صاحبانِ بھی غلطی پر ہیں جو ان کو خلافت ظاہر کے تسلسل اور بلا فصل ہونے کی دلیل تصور کرتے ہیں۔ اس مسئلے کی تفصیل "ازالۃ الغطاء" مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور رسالہ "فخر الحسن" مصنفہ حضرت مولانا فخر الدین چشتی نظامیؒ کی شرح "القول المستحسن" میں موجود ہے۔ یہ شرح مولانا احسن الزمان محدث حیدر آبادی خلیفہ حضرت خواجہ محمد علی چشتی سلیمانی خیر آبادیؒ نے تحریر کی ہے۔ اور اس میں سلسلہ چشتیہ کے سرگروہ حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے حضرت سیدنا علیؑ سے براہِ راست نسبت و استفاضہ کو قوی دلیل سے ثابت کیا گیا ہے جس سے خلافتِ باطنیہ جناب رسول کریمؐ کے بعد حضرت علیؑ اور ان کے بعد ان کے توطے دیگر حضرات تک اکثر سلاسل میں ثابت ہے۔



اس رسالہ کے اقباسات حاشیہ "نبراس" بحث خلافت میں بھی موجود ہیں۔

## مقام ولایت کے مرکز اعلیٰ علیؑ

مذکورہ بالا حوالہ جات سے واضح ہے کہ جس طرح مقام نبوت کے مرکز اعلیٰ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، اسی طرح مقام ولایت کے مرکز اعلیٰ سیدنا علیؑ ہیں۔ آیہ کریمہ :-

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ تَوَجَّاهُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ (ال عمران - ۸۱)

اور جب اللہ نے نبیوں سے عہد لیا کہ جو کچھ میں تمہیں کتاب اور علم سے دوں پھر تمہارے پاس پیغمبر آئے، جو اس چیز کی تصدیق کرنے والا ہو، جو تمہارے پاس ہے تو اس پر ایمان لے آنا اور اس کی مدد کرنا۔

اور حدیث شریف :-

كُنْتُ نَبِيًّا وَأَدْمَرَيْنِ الرُّوحَ وَالْجَسَدَ -

میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم ابھی رُوح اور جسم کے درمیان تھے۔

آیت مذکورہ کی تفسیر اور حدیث مذکورہ کے متعلق علمی تحقیق اور دیگر شواہد کے ساتھ علامہ سیوطی نے خلاصہ کبریٰ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کا اول مخلوق ہونا ثابت کیا ہے۔ اور حضرت اعلیٰ گورڈی کے ملفوظات میں ہے کہ حضرت شیخ اکبرؒ کے نزدیک حقیقت کلیہ اور تجلی اقل میں قبول فیض کے لحاظ سے تمام حقائق سے قریب تر حقیقت محمدیہ ہے اور اس کے بعد سیدنا علیؑ کی حقیقت ہے لیکن یاد رہے کہ مسئلہ فضیلت میں حضرت شیخ اکبرؒ بھی اکابر اہل سنت کے ہم نوا ہیں جیسا کہ فتوحات مکیہ میں فضیلت حضرت صدیق اکبرؒ کو واضح انداز میں ذکر کیا گیا ہے ایسا ہی حضرت اعلیٰ گورڈیؒ نے تصفیہ مابین بنی و شیعہ میں ذکر فرمایا ہے۔

حضرت غوث الاعظمؒ نے غنیۃ الطالبین میں حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت فرمایا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا، جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام میں رُوح پھونکی، تو انہیں عرش معلیٰ کی داہنی جانب پانچ انوار رکوع و سجود میں مصروف نظر آئے۔ آپ کے استفسار پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ تیری اولاد کے پانچ افراد ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتے، تو میں جنت، دوزخ، عرش، کرسی، آسمان، زمین، فرشتے، انسان، جن وغیرہ کو پیدا نہ کرتا۔ جب تمہیں کوئی حاجت پیش آئے، تو ان کے وسیلے سے سوال کرنا۔

اس حدیث کو امام ابوالقاسم رافعیؒ وغیرہ نے بھی نقل کیا ہے۔ صاحب "أربع المطالب" نے بھی امام احمد بن حنبلؒ اور ان کے فرزند عبد اللہؒ اور علامہ ابن عساکرؒ اور محبت طبریؒ وغیرہ علمائے کرام کی کتب کے حوالے سے اس مضمون کی اور بھی کئی احادیث کو نقل کیا ہے جن میں آنحضرت نے فرمایا ہے کہ میں اور علیؑ ایک ہی نور سے پیدا کیے گئے ہیں۔

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ نے بھی اپنی تفسیر عزیزیؒ میں اُن کلمات کی تفسیر لکھتے ہوئے جن کے توکل سے حضرت آدمؑ کی توبہ قبول ہوئی، اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ توکل ثابت فرمایا ہے لیکن یہ خیال رہے کہ جیسے تشریح العقائد "نبراس" میں تحریر ہے، حضرت علیؑ کے یہ فضائل مسئلہ فضیلت شیخینؒ کے منافی نہیں ہیں۔ ان سے حضرات شیخینؒ کی فضیلت میں کسی طرح کی کوئی کمی واقع نہیں ہوتی ہے۔



## نسبتِ اویسیؑ

مندرجہ بالا حقائق سے حضرت قبلہ عالم گولڑی قدس سرہ العزیز کے سابقہ طفولہ گرامی کی تصدیق ہوتی ہے اور اویسی قلندروں سے اہل بیتؑ کی شان دریافت کرنے کے متعلق جو آپؑ نے فرمایا ہے، اُس میں الفاظ "اویسی قلندروں" میں اپنے متعلق بھی اشارہ فرمایا ہے۔ کیونکہ اصطلاح صوفیہ میں اویسی اُن حضرات کو کہتے ہیں جو باطنی طور پر آل حضرتؑ یا دیگر ارواح کا طبع سے براہ راست تربیت پائیں۔ اور یہ امر ثابت شدہ ہے کہ حضرت قبلہ عالم کو علاوہ اُس فیض کے جو ظاہری طور پر مشائخ طریقت کی توجہات عالیہ سے حاصل ہوا، براہ راست امام الاولیا سرکار علیؑ اور سیدنا غوث الاعظمؑ کی توجہات گرامی سے بھی کمالات خصوصی عطا ہوئے، جن کا اظہار آپؑ نے متعدد مقامات پر فرمایا ہے۔ اسی ضمن میں ایک فارسی غزل میں آپؑ کا یہ شعر قابل ملاحظہ ہے۔

تایافتہ ام خبرے از باب علوم دل دلدادہ بہ سر آں شہ حیدر کرام

## مہر ہے ساری علیؑ دی

ایک اور پنجابی نعت میں ارشاد فرمایا ہے :-

مہر ہے ساری علیؑ دی، شک نہ رہا اک ذرہ  
تائیں اوہ پتیاں دس دیاں سائوں ماہی والیاں ٹاہلیاں  
دوسرے مہرے کی تشریح آپؑ نے ایک مقام پر نفس الرحمنؑ اور حضرات الاسماءؑ کے ساتھ فرمائی ہے اسی نعت میں حضرت سیدنا غوث الاعظمؑ کے فیوض و برکات کا ان الفاظ میں اظہار فرمایا ہے۔

ہے جو تنزیہ میں تشبیہ جمع حق مشہود ہے  
کرم کیستا غوث اعظمؑ اپنے سر دیاں الیاں  
فی الحقیقت تربیت اور استفادہ کے معاملے میں حضرت قبلہ عالم کی ذات گرامی میں تمام تر وہی نقشہ نظر آتا ہے جو آپؑ کے جد امجد، سرکار بغدادؑ کے متعلق کتب سیر میں مرقوم ہے حضرت غوث الاعظمؑ نے بھی اپنے ارشاد :-

وَجَدْنِي رَسُولُ اللَّهِ فِي الْأَصْلِ رَبَّائِي  
کے مطابق باوجود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے براہ راست مستفیض ہونے کے حسب قاعدہ طریقت، اپنے وقت کے متعدد اہل باطن حضرات سے فرقہ خلافت حاصل فرمایا تھا۔ لہذا حضرت قبلہ عالم کا بمصدق الولد سِرِّ لَابِيہ اپنے جد بزرگوار کے نقش قدم پر ہونا ثابت ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ مہماتؒ میں ضمن نسبتِ اویسیہؑ فرماتے ہیں :-

مزید برآں قلبِ مصطفویہ میں بالعموم اور اس زمانے میں بالخصوص ان دو بزرگان یعنی سیدنا علیؑ و سیدنا عبد القادر جیلانیؒ سے بڑھ کر اور کوئی بزرگ خرق عادات و کرامات کے ضمن میں مشہور نہیں ہے اور یہ امر اس بات کا مقتضی ہے کہ سالک جب عالم غیب کی طرف توجہ کرے تو اسے ان ہر دو بزرگان میں سے کسی نہ کسی صورت میں متشکل دیکھے۔

اب اس مبارک موضوع کو اپنے مندرجہ ذیل اشعار پر بدیں اُمید ختم کرتا ہوں کہ شاید اللہ تعالیٰ ان پاک مہستیوں کے ذکرِ خیر کی برکت سے میرا بھی اہلِ نبیتِ کرام کے ثنا خوانوں میں حشر کرے :-

رضائے حق ہے رضائے نبی و آلِ نبی	ولائے حق ہے ولائے نبی و آلِ نبی
وَعَارِ مَیْنَتِ کو پڑھ کر یہ رازِ فاش ہوا	بقائے حق ہے بقائے نبی و آلِ نبی
نہیں نماز وہ منظورِ بارگاہِ حُسنِ ا	کہ جس میں ہونہ ثنائے نبی و آلِ نبی
انہیں کے گھر میں ہی نازل ہوا کلامِ اللہ	انہیں کے گھر سے ہدایتِ ملی جسے بھی ملی
نجاتِ انہیں سے ہے البتہ بحرِ ظلمت میں	بغیر ان کے نہ کشتی کوئی بھی پار ہوئی
صداقت اور عدالت انہیں پہ ہے نازاں	امامت اور ولایت کے ہیں مدارِ یہی
گواہ ان کی طہارت پہ آئیے تطہیر	نشانِ ان کی شہادت سے کر بلا کی گلی
سیادتِ ان کی مُسلم ہے دونوں عالم میں	غلامِ ان کے ہیں شاہِ دگدا، فقیر و غنی
شجاعتِ ان کی ہے ضربِ المثل زمانے میں	لقبِ انہیں کا ہے شیرِ خُدا سے لم یزلی
سخاوتِ ان کی، خُدا کی قسم، کہ کیا کہنا	نہیں تو ان کی زباں سے نہیں کسی نے سُنی
ہیں علمِ ظاہر و باطن کے بحرِ بے پایاں	خُدا نے ان کو سمجھائے ہیں اذہائے خفی

نہیں جو ان سے تعلق تو فیضِ کچھ بھی نہیں  
کہ دینِ ان کے سوا ہے تمامِ بولہبی



## تیسری فصل آپائے کرام<sup>رض</sup>

### مولائے کائنات جناب علیؑ

اس خاندانِ ذی شان کے اسلافِ کرامؑ نے ہر دور میں باطل کے خلاف نبردِ آزارہ کر اسلام کی سرِ بُندی کے لیے بیش بہا خدمات انجام دی ہیں۔ سب سے پہلے سیدنا علیؑ مرقضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمات کا تاریخی جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ نے آلِ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم رکاب تقریباً تمام غزوات میں شریک رہ کر ایسے کارنامے نمایاں انجام دیئے جو تاریخِ اسلام میں ہمیشہ ہمیشہ سُہری حُرُوف میں لکھے جاتے ہیں گے۔ صرف غزوہ تبوک میں آلِ حضرت نے آپؑ کو مدینہ میں اپنا نائب بنا کر چھوڑا تو آپؑ معنوم ہوئے۔ اس پر آلِ حضرت نے فرمایا۔ اَمَّا تَرْضٰی اَنْ تَكُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی (کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تمہیں میرے ساتھ وہ نسبت ہو جو حضرت ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ کے ساتھ تھی؟)

جنگِ بدر میں کفار کے ستر مقتولین میں سے اکیس (۲۱)، صرف آپؑ کی تلوار کا شکار ہوئے۔ اُس وقت آپؑ کی عمر شریف صرف سترہ برس کی تھی۔ جنگِ احد کے بائیس (۲۲) مقتولوں میں سے ساٹھ (۱۶) آپؑ کے ہاتھ سے مارے گئے۔ جنگِ احزاب میں، جب عمرو ابن عبدودؓ جو عرب میں ایک ہزار پہلوانوں کا مقابل سمجھا جاتا تھا، آپؑ کے ہاتھ سے کفرِ کردار کو پہنچا تو آلِ حضرت نے فرمایا: علیؑ کی یہ ضرب اُس کے مشامِ دوسرے اعمال پر سبقت لے گئی ہے۔ اُس زمانے کے دستور کے خلاف آپؑ مقتول کے اسلحہ و پارچات پر تصرف نہیں فرماتے تھے۔ اس پر عمرو کی بہن نے ایک مرثیہ میں کہا کہ بھائی! میں تیری لاش پر ابر بہار کی طرح روتی، مگر یہ دیکھ کر میرے آنسو خشک ہو گئے کہ تو ایک مردِ شجاع کے ہاتھوں قتل ہوا ہے۔

میدانِ جنگ میں جو شخص بھی اس شیرِ خدا کے مقابل ہوا، قتل ہوا۔ کسی فارسی شاعر نے کہا ہے ۛ

نہ شد نصیبے روزگار از اش زبیر ایل و ضرب دُوالفقار

صرف دو مقابل بچ بچے تھے۔ ایک اپنی پشت برہنہ کر کے بھاگا تھا اور آپؑ نے مسکرا کر منہ پھیر لیا اور دوسرے نے آپؑ کے چہرہ مبارک پر ہتھوک دیا، جس سے آپؑ نے تلوارِ نیام میں کر لی کہ مبادا اہلِ نبیل اللہ میں اس ذاتی رنج و غصہ کی جیسے غل آجائے۔ جہادِ بالسیف کے علاوہ اشاعتِ علومِ نبویہ تبلیغِ دین اور ہدایتِ خلق کے معاملہ میں مسامحی کا جو ظہور آلِ جنابؑ کی ذاتِ گرامی سے ہوا، اُس پر خود صحابہ کرامؓ، ائمہ تابعینؓ اور تمام سلاسل کے اولیائے عظامؓ کے اقوال شاہد ہیں۔ مسندِ امام احمدؒ میں ہے کہ حضرت عمرؓ با ایں جلالتِ شان فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ایسی شکل سے پناہ دیں، جس کے حل کے لیے

ابوالحسن یعنی حضرت علیؑ نہ ہوں۔

## حسینؑ کریمین

مولائے مشکل کشا کے بعد آپ کے دونوں فرزند ابی ارحمہ حسینؑ کریمین کی دینی خدمات اور اشاعتِ طریقہ نبویہ پر تمام اُمت کا اتفاق ہے۔ سیدنا امام حسنؑ کا ظاہری خلافت سے دستبردار ہو کر، حسبِ پیشگوئی آن حضرت، اُمتِ مسلمہ کو خانہ جنگی سے بچالینا ایک عظیم کارنامہ ہے اور جناب امام حسینؑ کا یزید شقی کے خلاف آوازِ حق بلند کر کے حدودِ شرعیہ کے تحفظ کے لیے سب کچھ قربان کر دینا اپنی مثال آپ ہے۔

غریبِ سادہ و رنگیں ہے استانِ حرم نہایت اس کی حسینؑ، ابتدا ہے اسمعیلؑ (اقبال)

## حسینؑ کریمین کی اولادِ امجاد

حسینؑ کریمین کی اولادِ گرامی بھی اشاعتِ حق اور ازالہِ باطل میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی رہی۔ سیدنا امام حسینؑ کے پوتے جناب زید شہیدؑ نے بھی مردانیوں کی غیر شرعی حکومت کے خلاف جہاد کرتے ہوئے میدانِ کربلا کا نقشہ از سر نو پیش کیا۔ حضرت امام حسنؑ کے فرزند جناب حسنؑ مثنیٰ جو میدانِ کربلا میں زخمی ہوئے تھے اور جنہیں اسما بنت حکیم سندازئی نے سفارش کر کے ابن زیاد طعون سے چھڑایا تھا، کے پوتے سید محمد نفس الزکیہ، سید ابراہیمؑ اور سید یحییٰ زائد نے منصور عباسی وغیرہ کے دورِ حکومت میں آوازِ حق بلند کی اور شجاعت کے وہ جوہر دکھائے کہ علوئی شان کی یاد تازہ ہو گئی۔

علیؑ کا گھر بھی کیا گھر ہے کہ جس گھر کا ہر اک بچہ جہاں پیدا ہوا شیر خد معلوم ہوتا ہے

یہ مسئلہ امر ہے کہ عالمِ اسلام کی دینی، دنیوی، اخلاقی، معاشرتی، ذہنی اور روحانی استعداد اپنے قیام و بقا میں اسی گھرانے کی مرہونِ منت ہیں۔ اہل سنت و الجماعت کے چاروں فقیہ ائمہ، اہل بیتِ کرام کے شاگرد اور خوشہ چین ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ حضرت امام جعفر صادقؑ کے اور امام شافعیؒ امام موسیٰ کاظمؑ کے تربیت یافتہ ہیں۔ اسی طرح امام احمد بن حنبلؒ نے امام شافعیؒ کا شاگرد ہو کر بالواسطہ اسی خاندانِ پاک کا شرفِ تلمذ حاصل کیا۔ حدیث، فقہ، تفسیر، سیرت، تعبیر، ہندسہ، بلاغت و طب وغیرہ علوم کے اکابر علماء اسی گھرانے کے ارادت مند اور فیض یافتہ تھے جیسا کہ معتزلہ بھی بیخِ البلاغہ کے ثبوت پر اصحابِ علیؑ ہونے کے دعوے دار تھے۔ الغرض رُوحانیت کے سارے سلسلے اور طریقے اسی دریا کی نرس ہیں۔ نقشبندیہ سلسلہ حضرت امام جعفر صادقؑ کے واسطے سے اُن کے جدِ مادری حضرت صدیق اکبرؑ سے منسلک ہے اور دیگر سلاسلِ قادریہ، چشتیہ، شہروردیہ، اویسیہ، رفاعیہ، مولویہ، شاذلیہ، شطاریہ اور بندگیہ وغیرہ سب کے سب براہِ راست امیر المومنین سیدنا علیؑ ابن ابی طالب سے متعلق ہیں۔

## غوث الثقلینؑ

حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ کی اولاد میں سے جناب غوثِ پاک، پیرانِ پیر، دستگیر، سیدنا علیؑ الدین ابی محمد عبد العزیز



جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسیائے دین کے سلسلے میں وہ جلیل جلیل اور رہبر عظیم ہیں، جن کے دستِ برکت نے دینِ اسلام کو ایک مثالی شکل میں مریضِ پاکِ حیات نو بخشی اور چار دانگِ عالم میں عی الدین کے لقب سے مشہور ہوئے۔ علماء، محدثین اور اکابرِ سلف کی ایک کثیر تعداد نے آپ کے فضائل اور مناقب میں ضخیم کتب تحریر کی ہیں۔ ان میں سے مستدرجہ ذیل یہاں عربی زبان میں دستیاب ہو سکتی ہیں اور بعض کے اردو اور فارسی ترجمے بھی شائع ہو چکے ہیں:-

۱۔ نور الناظر فی اخبار شیخ عبد القادر، از علامہ ابوبکر عبد اللہ قسیمی عراقی

۲۔ بہجۃ الاسرار، از علامہ نور الدین ابوالحسن علی بن یوسف شنفونی

۳۔ راس المفاخر فی مناقب ایشیخ عبد العتاد، از امام عبد اللہ ابن السعد الیافعی الشافعی

۴۔ دُرُ الجواہر فی مناقب ایشیخ عبد القادر، از علامہ سراج الدین ابوصف عسمر ابن علی

۵۔ روضۃ الناظر فی مناقب ایشیخ عبد العتاد، از علامہ مجد الدین فیروز آبادی مصنف قاموس اللغات

۶۔ الروض الزاہر فی مناقب ایشیخ عبد العتاد، از علامہ ابوالعباس احمد قسطلانی صاحب مواہب اللدنیہ

۷۔ نزہۃ الخاطر الفاتر فی مناقب ایشیخ عبد القادر، از علامہ علی بن سلطان محمد قاری حنفی صاحب مرقاہ شرح مشکوٰۃ

حضرت غوث الاعظم دُنیا کے تمام اولیاء اللہ کے سردار اور نبوت کے بعد ولایت کے اُس مقام اقصیٰ پر فائز ہیں،

جہاں اور کسی کو رسائی نصیب نہیں ہوتی۔ آں جناب کی ولادت ۷۸۵ھ میں ہوئی۔ اکانوے برس کی عمر پائی اور ۸۵۲ھ میں

وصال ہوا۔ ولادت کی تاریخ لفظ عاشق سے اور عمر شریف لفظ کمال سے نکلتی ہے۔ اسی طرح سن وصال کے الفاظ بحساب

ابجد معشوق الہی ہیں۔ لہذا کیا ثوب کہا ہے

سینش کابل و عاشق تولد و صاش داں ز معشوق الہی

## پیدائش کے وقت عالمِ اسلام کی حالت

تاریخ کے مطالعہ سے پایا جاتا ہے کہ جناب غوث الاعظم کی پیدائش سے قبل دُنیا سے اسلام پر زوال و انحطاط عمومی

کا دور شروع ہو چکا تھا۔ اگرچہ بظاہر اسلامی سلطنتوں کے اقتدار کا سلسلہ اُنڈس سے لے کر ہندوستان تک پھیلا ہوا تھا مگر

اندرونی طور پر حالات نہایت خراب و ناگفتہ بہ تھے۔ دُنیا بے اسلام کی مرکزی طاقت یعنی خلافت بغداد بہت کمزور ہو چکی

تھی۔ اور باقی ہر طرف طوائف الملوک کا دور دورہ تھا۔ سیاسی و معاشرتی لحاظ سے ہر جگہ انتشار تھا۔ علامہ شبلی نعمانی ہر سید سلیمان

ندوی نے اپنی تاریخی کتابوں اور علامہ ابن جوزی نے المنظم میں اُس وقت کے اسلامی ممالک کے جو حالات تحریر کیے ہیں اُن

سے معلوم ہوتا ہے کہ بدکاری، فسق و فجور، سیاسی اُتاری اور اخلاقی انحطاط انتہا کو پہنچ چکے تھے۔

اُنڈس میں امیر عبدالرحمن اموی کی قائم کردہ حکومت کی مرکزی حیثیت ختم ہو چکی تھی۔ یورپ کی عیسائی حکومتیں موقع کی

تاک میں تھیں کہ مسلمانوں کو ختم کر کے اپنی حکومت قائم کریں۔

مصر میں سلطنت باطنیہ صلیبیہ جسے علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں دولتِ جیشہ کے نام سے پکارا ہے اُس کا

اور بے دینی کے نظریات پھیلا رہی تھی۔ اُس کے ارباب اختیار نے جس قدر اسلامی اقدار کو نقصان پہنچایا، اُس کی تفصیل

کی یہاں گنجائش نہیں۔



نبیت المقدس پر عیسائیوں کا قبضہ ہو جانے کے بعد وہ لوگ عراق و حجاز پر حملے کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ گویا مسیحی دنیا کی متحدہ قوت اسلام کو مٹانے پر تلی ہوئی تھی۔

مشرق وسطیٰ میں دولت عباسیہ کا وجود برائے نام ہوتا جا رہا تھا اور سلجوقی و دیگر ماتحت سلاطین خانہ جنگیوں میں مبتلا تھے جس سلطان کی طاقت بڑھ جاتی، بغداد میں اُسی کا خطبہ شروع ہو جاتا۔

افغانستان و ہندوستان کے شمال مغربی علاقے میں سلطان محمود غزنوی کے جانشینوں کا زوال شروع ہو چکا تھا اور ہندو راجے اپنی سابقہ شکستوں اور ذلتوں کا انتقام لینے کے لیے صلاح مشورے کر رہے تھے۔

اس کے علاوہ مسلمانوں کی اخلاقی حالت بھی گر چکی تھی طبقہ اُمراء عیش و عشرت میں مبتلا تھا۔ مشرق وسطیٰ کے ایک اوسط درجے کے رئیس ابن مروان کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ اُس کی حرم سرائے میں صرف گانے بجانے والی لونڈیوں کی تعداد پانچ صد کے قریب تھی اور بقول امام یافعی قرطبہ کے ایک امیر محمد نامی کے ہاں ایسی آٹھ صد عورتیں تھیں ہسپانیہ کے نقاب پوش سلاطین کے دور میں اسلامی پردہ بھی ختم ہو چکا تھا۔ مردوں نے نقاب پہننا شروع کر دیا تھا اور عورتیں کھلے منہ پھرتی تھیں۔ بدکاری و شراب نوشی عام تھی عوام کا تو ذکر ہی کیا، اُمراء، سلاطین اور علماء تک وجاہت پرستی اور دنیوی عیش کا شکار تھے۔

مذہبی اور روحانی صورت حال اس سے بھی بدتر تھی۔ قرامطہ اور باطنیہ نیز اہل رفض و اعتزال و علمائے سور کے فتنوں اور لاتعداد پسیدہ ہو جانے والے دیگر فرقوں نے اسلام کے مرکزی شہر بغداد تک میں اُدھم مچا رکھا تھا۔ ہر روز بے شمار مشائخ، علماء، اُمراء اور دیگر سرکردہ مسلمان فرقہ باطنیہ کی سازشوں اور خبیثہ خون آشام کار شکار ہو رہے تھے۔ مشہور زمانہ سلجوقی وزیر نizam al-Mulk طوسی اور اُس کے بعد ۳۸۵ھ میں سلجوق فرماں روا ملک شاہ بھی ان خدائاترس قاتلین کے ہاتھوں جام شہادت نوش کر چکے تھے۔ یونانی فلسفہ الگ اسلامی عقائد و نظریات کی جڑیں کھوکھلی کر رہا تھا اور علمائے اسلام اس سے متاثر ہو کر دین سے بتدریج دور ہوتے جا رہے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مشرکین و دیگر یورپین موزخوں نے اس زمانے کو دنیائے اسلام کا ایک تاریک دور شمار کیا ہے۔

امام غزالیؒ "احیاء العلوم" میں اس زمانے کے علماء کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ ہر وقت شہیہ، سُستی، جھلی اور اشہری مناظرات میں مصروف رہتے تھے۔ گالی گلوچ اور کشت و خون تک نوبت پہنچا ایک معمولی بات تھی۔ اور کچھ نہ ہو تو صد نشینی پر ہی جھگڑا کھڑا ہو جاتا تھا۔ معاشرے کا یہی وہ سیاسی اور روحانی اِدبار تھا، جسے آں حضرتؒ نے مسلمانوں کے لیے سب سے زیادہ خطرناک قرار دیا تھا۔ صحاح "ستہ میں بالفاظ مختلفہ یہ حدیث شریف تحریر ہے: "خدا کی قسم، غربت و افلاس کا تہاڑے متعلق مجھے کوئی خوف نہیں، بلکہ مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ تم پر دنیا کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور پھر جیسے تم سے پہلی امتوں میں متقابلے کا بازار گرم ہوا، اُسی حالت میں تم بھی مبتلا ہو جاؤ گے۔ یعنی اس حالت میں اغیار نہیں بلکہ خود مسلمان ہی مسلمانوں کو ختم کرنے کے ذریعے ہو جائیں گے۔"

اسی روحانی اِدبار کے متعلق فیض الباریؒ "تعلیقات بخاری" میں بھی علامہ انور شاہ کشمیری نے ایک روایت نقل کی ہے کہ آں حضرتؒ نے فرمایا: پانچویں صدی کے قریب میری امت پر آفت کی ایک چکی چلے گی۔ اگر اس سے یہ بچ نکلے تو پھر کچھ مدت کے لیے اسے استقامت حاصل ہو جائے گی۔

چنانچہ ان حالات میں ایک ایسی ہی روحانی قوت کی ضرورت تھی، جو تمام طاغوتی طاقتوں کو مغلوب کر کے اپنے



عالم گیر اثر کے باعث بنی نوع انسان کو از سر نو دین اسلام پر قائم کرے اور دین کی تقویت و غلبہ کا موجب ہو۔ جس کی نظر میں تمام کائنات رانی کے ایک دانے کے برابر ہو جس کا علم علوم الہیہ کا اور جس کی طاقت قادرِ حقیقی کی قدرت کا منظر ہو جو سلطان الوقت اور موجبِ تصریحات اکابرین دین متصرف علی الاطلاق ہو، جو نوع انسانی کو مادیت کی ذلتوں، نفس پرستیوں اور اخلاقی پستیوں سے نکال کر روحانی بلندیوں اور اخلاقی استواریوں سے روشناس کرائے۔ ان کمالات و تصرفات روحانی کا حامل اُمتِ مرحومہ کا یہی بطلِ جلیل اور مردِ عظیم تھا، جسے قیامت تک دنیا پیران پیر، غوثِ الاعظمؒ اور محمدی الدینؐ کے مبارک ناموں سے پکارتی رہے گی۔

بے شک کلیدِ قبل درِ مدع ہو تمؐ  
اولادِ حق صیبطِ رسولِ محمدا ہو تمؐ

یہ اسی مبارک و کریم النفس انسانِ کامل کی برکت تھی کہ نہ صرف دین اسلام سنبھل گیا اور مسلمانوں کے اندرونی و بیرونی حالات اصلاح پذیر ہونا شروع ہو گئے بلکہ اُن میں اُس فتنہ عظیم سے نبرد آزما ہو کر ایمان سلامت لے نکلنے کی صلاحیت و حوصلہ بھی پیدا ہو گیا جو کہ آں جنابؐ کے وصال کے تقریباً نصف صدی بعد تاری طوفان و غارت گری کی صورت میں قیامتِ صغریٰ بن کر نمودار ہوا اور دنیا سے اسلام پر ٹوٹا۔

حضرت غوثِ الاعظمؒ نے اپنے ان خداداد کمالات کا بطورِ تحدیثِ نعمت قصیدہ غوثیہ میں ذکر فرمایا ہے حضرت شاہ ولی اللہؒ بھی ہمعات میں اس کے متعلق فرماتے ہیں :-

”اصل نسبتِ حضرت غوثِ الاعظمؒ نسبتِ اولیہ است بامرِ جے از برکاتِ نسبتِ سبکینہ بایں معنی کہ  
ایں کس مراد و محبوبِ نقطہ کہ با ذار ذاتِ الہیہ است در شخصِ اکبر، در ضمنِ حُبِ نفوسِ فلکیہ ملازِ اعلیٰ و اروحِ مکمل  
گردو۔ و از راہِ ایں حُبِ سیلانِ کند بروئے تجلی از تجلیاتِ الہیہ کہ جامع است میانِ ابداع و خلق و تدبیر و تدلی۔ و  
ظاہر شود اُنسے و برکتے کہ انتہا ندارد۔ دریں صورتِ قصداً ایں کمال و توجہ بدار کردہ باشد یا نہ۔ گویا امرے  
منظم بغیر ارادہ و سے ظہور می کند۔ ازینجا است کہ حضرت غوثِ الاعظمؒ نہ تغافل و کلماتِ کبریا سے متکلم شدہ اند و  
تسخیرِ عالم از ایشان ظاہر می شد۔“ (مجموعہ ۱۶)

ترجمہ :- حضرت غوثِ الاعظمؒ کی اصل نسبتِ نسبتِ اولیہ ہے، جس میں نسبتِ سبکینہ کی برکات بایں معنی شامل ہیں کہ یہ شخص ذاتِ الہیہ کی ذال کے نقطے کی طرح شخصِ اکبر میں اروحِ کاملہ و ملازِ اعلیٰ کے نفوسِ فلکیہ کی محبت میں محبوب و مراد بن جاتا ہے اور اس مقامِ محبوبیت کے ذریعے اُس کے ارادہ و توجہ کے بغیر تجلیاتِ الہی میں سے وہ تجلی جو ابداع، خلق، تدبیر و تدلی کی جامع ہے، اُس پر ظہور کرتی ہے، جس کے باعث ایسے اُنس و برکات کا ظہور ہوتا ہے، جن کی انتہا نہیں۔ گویا انتظامی امور کائنات خود بخود ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں اسی وجہ سے حضرت غوثِ الاعظمؒ نے کلماتِ فخریہ فرمائے ہیں اور اُن سے تسخیرِ عالم کا ظہور ہوا ہے۔“

اس کی تائید بخاری شریف کی حدیثِ قدسی سے ہوتی ہے جو مشکوٰۃ شریف باب ذکر اللہ و التقرب الیہ میں مذکور ہے جس کا ترجمہ یہ ہے :- اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، جو شخص میرے ولی سے عداوت رکھتا ہے بلاشبہ میں اُس سے لڑائی کا اعلان ہوں۔ اور میرے تقرب کے لیے فرائض سے بڑھ کر کوئی چیز بندہ کے لیے نہیں۔ اور ہمیشہ میرا بندہ فرائض کے علاوہ



نوافل عبادات سے میرا تقرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اُس سے محبت کرتا ہوں۔ اور جب وہ میرا محبوب ہو جاتا ہے تو میں اُس کی سع ہو جاتا ہوں جس سے وہ سُنتا ہے۔ اور میں اُس کی بصر ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اور میں اُس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اور اُس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو ضرور دیتا ہوں۔ اگر میری پناہ چاہے تو ضرور اُسے پناہ دیتا ہوں۔“

## غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی تشریف آوری بغداد

حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ ۷۸۹ھ میں بغداد تشریف لائے اور آپ کے درود بغداد کے ساتھ ہی روحانیت کا کچھ ایسا معنوی دور چلا کہ عراق میں بڑے بڑے وجاہت پسند علماء اور اُمراء میں روحانی الفتلاب نمودار ہونا شروع ہو گیا۔ لوگ دین کی طرف زیادہ راغب ہو گئے۔ علماء جو وجاہت ذاتی کے لیے باہم دست و گریبان رہتے تھے، عبادات و ریاضات میں ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے کی کوششوں میں لگ گئے۔ امام غزالی جن کا ظاہری طور پر تو حضرت غوث الاعظم سے استفادہ ثابت نہیں، آپ کی تشریف آوری بغداد کے وقت صدارت نظامیہ پر متمکن تھے اور علمی شان و شوکت کے ساتھ ریشمی چٹنے اور عبا ئیں زیب تن کر کے نظامیہ بغداد کی صدارت پر جلوہ گر ہو کر تے تھے۔ حضرت غوث الاعظم کی محض تشریف آوری کے روحانی اثر سے ظاہری وجاہت ترک کر کے طریقت و سلوک کی طرف متوجہ ہو گئے اور بقیہ عمر مرجعہ ہریت کے خلاف جہاد میں بسر کی۔

شیعہ بستی اور حبلی، اشعری تنازعات ختم ہو گئے۔ سبوقیوں کی خانہ جنگی بھی، جس میں مسلمانوں کا بے شمار اٹلاف جان ہوا تھا، بتدریج بند ہو گئی۔

حضرت غوث الاعظم کے مسند ارشاد پر تشریف فرما ہوتے ہی آپ کے خلفاء و شاگرد مشرق و مغرب میں پھیل گئے۔ اور آپ کی تعلیم کے مطابق تبلیغ و احیائے دین کے مبارک مشن کو اس خوش اسلوبی سے سرانجام دیا کہ ہر ملک میں عوام و خواص اللہ کے رنگ میں رنگے جانے لگے اور آپ کی ذات گرامی کا پیران پیر و غوث الاعظم کے اُفتاب گرامی سے چاندانگ عالم میں شہرہ ہو گیا۔

## آپ کے روحانی تصرفات

آپ کے مُبَسَّارک دور میں عراق و عرب کی متذکرہ بالا اصلاحی صورت میں آپ کے ساتھ آپ کے خلیفہ حضرت عبد القادر اور ان کے بعد ان کے بھتیجے شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین شہروردی اور ان کے خلیفہ حضرت شیخ سعدی شیرازی کی مساجد جمیدہ کو بھی دخل تھا۔

اندلس میں حضرت عماد بن یاسر اندلسی جو حضرت عبد القادر متذکرہ صدر کے خلیفہ تھے اور حضرت ابو مدین مغربی و حضرت شیخ محمد الدین ابن عربی کے ارشاد و تبلیغ اور کشف و کرامات کے باعث موحّدین کی سلطنت معرض وجود میں آئی جس کی وجہ سے اُس نواح میں آئندہ کئی صدیوں کے لیے اسلام کو استحکام نصیب ہو گیا۔ حضرت عماد بن یاسر کے خلیفہ حضرت نجم الدین گبرائی تھے جن کے سلسلہ ابراہات سے حضرت شمس الدین تبریزی، شیخ بہاؤ الدین (والد حضرت مولانا رومؒ) اور مولانا فخر الدین ازیٰ جیسے سرآمد روزگار ظاہر ہوئے۔

(حضرت قلیہ عالم گولڑی قدس سرہ العزیز کے سلسلہ ہائے طریقت میں سے ایک قادری سلسلہ تو حضرت شیخ عبد القادر کے



واسطے اور دوسرا قادیہ جزیہ سلسلہ آپ کے جد امجد حضرت میراں شاہ قادر قیس و جناب غوث پاک کے منجھلے صاحبزادے حضرت شیخ عبد الرزاق کے واسطے سے جو حضرت قبلہ عالم کے جد اعلیٰ بھی ہیں، حضرت غوث الاعظم سے جاملتا ہے۔ گویا حضرت قبلہ عالم جسمانی و روحانی ہر دو طور پر حضرت سرکار بغداد کی اولاد ہیں (

مصر کی حکومت باطنیہ بھی آپ ہی کے وقت میں زوال پذیر ہو کر بالآخر ۱۸۵۶ء میں، یعنی آپ کے وصال کے بعد پانچ سال کے اندر اندر صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹ گئی اور اس کی جگہ سلطان نور الدین زنگی اور پھر سلطان صلاح الدین ایوبی بساط حکومت پر نمودار ہوئے جنہوں نے مرکزی خلافت سے تعلق جوڑ کر اپنی سلطنتوں کو وحدت اسلامی میں منسلک کرتے ہوئے عباسی خلیفہ کا نام ٹھپے میں پڑھوانا شروع کیا اور پھر اپنے اپنے وقت میں یورپ کی متحدہ صلیبی طاقت کو کئی لڑائیوں میں کمر توڑ شکستیں دے کر بیت المقدس کو آزاد کرایا۔ امام یافعی اور ابن اثیر نے اپنی کتب تاریخ میں ابن دینار حکمرانوں کی تعریف میں نہایت شرح و بسط سے تحریر کیا ہے۔

ان ہی ایام میں غزنویوں کی تباہ شدہ سلطنت کی جگہ غوری خاندان نے ہندوستان میں ایک نئی اور وسیع تر اسلامی حکومت کی داغ بیل ڈالی جس میں حضرت غوث الاعظم کے قریبی عزیز و فیض یافتہ حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین اجمیری کا بھی ہاتھ تھا۔ بعد میں آپ کے خلفاء و شاگردوں اور مشائخ چشت اہل بہشت اور مشائخ شہروردیہ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا، شاہ صدر الدین عارف، ابوالفتح شاہ رکن عالم ملتان، سید جلال الدین بخاری اوجی، مخدوم حبیب نیاں جہاں گشت اوجی و جناب لعل شہار قلندر سندھی وغیرہ بزرگان نے اس برصغیر میں دور و نزدیک اپنی ان تھک مساعی سے لوگوں کو دولت اسلام سے سرفراز فرمایا۔

گویا حضرت غوث الاعظم اور آپ کے بلا واسطہ و بالواسطہ فیض یافتگان کی کوششوں سے نہ صرف دین اسلام میں نئی زندگی نمودار ہوئی بلکہ جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے اس کی روحانی قوت و دفاع اس حد تک بیدار و استوار ہو گئی کہ جب ساتویں صدی کے آغاز میں یعنی ۶۱۵ء میں تاتاریوں کی قیامت خیز یلغار سے نصف صدی یعنی ۶۵۶ء تک اسلامی سلطنتوں کی اینٹ سے اینٹ بچ گئی تو ظاہری حالات کے تقاضوں اور عام توقعات کے برعکس، اسلام کا چراغ گل ہونے کی بجائے نہ صرف روشن رہا، بلکہ صرف پچیس سال کے اندر اندر یعنی ۶۸۰ء تک خود ان غارت گردوں کو اپنا حلقہ بگوش بنانے میں کامیاب ہو گیا۔ سچ ہے۔

چراغے را کہ ایزد برفروزد کے کو ثقت زندیش بسوزد

اور یہ معرکہ کسی شاہی لشکر یا دنیوی طاقت سے سر نہیں ہوا، بلکہ اسی سلطان الوجود، قلب الوقت، خلیفۃ اللہ فی الارض و ارض کتاب و نائب رسول، المتصرف فی الوجود علی التعمیق، مظہر اسمائے الہی، غوث الاعظم و شہید کے روحانی تصرف کا اعجاز تھا کہ دشمنان اسلام نے اسلام قبول کر کے اس کی وہ خدمات انجام دیں کہ باید و شاید۔

## تاتاریوں کا قبول اسلام

تاتاریوں کے قبول اسلام کا واقعہ بھی دلچسپی سے خالی نہیں۔ کتب تاریخ میں لکھا ہے کہ تاتاریوں کے غلبے کے بعد سلسلہ عالیہ قادیہ کے ایک خراسانی بزرگ اشارہ فیسی کے تحت ہلاکو خان کے بیٹے تگودار خان کے پاس پہنچے۔



وہ شکار سے واپس آ رہا تھا اور اپنے محل کے دروازے پر اس درویش کو دیکھ کر بانداز متحیر و حیرت کھنکھانے لگا کہ اے درویش! تمہاری داڑھی کے بال اچھے ہیں یا میرے کتے کی دم؟ آپ نے جو ابا فرمایا کہ میں بھی اپنے مالک کا کتا ہوں۔ اگر میں اپنی جاں نثاری و وفاداری سے اُسے خوش کر پاؤں تو میری داڑھی کے بال اچھے ہیں، ورنہ آپ کے کتے کی دم اچھی ہے جو آپ کی فرمان برداری کرتا ہے اور آپ کے لیے شکار کی خدمت انجام دیتا ہے۔ تگودار خان پر اس انداز گفتگو کا بہت اثر ہوا اور اُس نے آپ کو اپنا مہمان رکھ کر آپ کی تعلیم و تبلیغ کے زیر اثر درپردہ اسلام قبول کر لیا، مگر اُسے اس خیال سے ظاہر نہ کیا کہ ناسازگاری حالات کے پیش نظر کہیں اپنی قوم کی مخالفت کا سامنا نہ کرنا پڑے بعد ازاں اُن کو یہ کہہ کر رخصت کر دیا کہ کچھ عرصہ بعد تشریف لائیے گا تاکہ میں اس دوران اپنی قوم کو ذہنی طور پر یہ نیا مذہب قبول کرنے کے لیے تیار کر سکوں۔ وہ درویش واپس وطن تشریف لے گئے، مگر چونکہ وقت پورا ہو گیا تھا اس لیے بعض اہل داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ بمصدق ہرچہ پدر توانست، پسر مت مگند کچھ عرصے بعد اُن کے صاحب زادے باپ کی جگہ حسب وصیت تگودار خان کے پاس پہنچے تو اُس نے کہا کہ باقی سرداران قوم تو قریباً باطل ہو گئے ہیں، مگر ایک سردار جس کے پیچھے کافی جمعیت ہے، آمادہ نہیں ہو رہا ہے۔ حضرت نے تگودار خان کے مشورے سے اُسے بلوایا اور تبلیغ فرمائی، مگر اُس نے کہا، میں ایک سپاہی ہوں جس کی ساری عمر جنگ میں گزری ہے۔ میں صرف طاقت میں ایمان رکھتا ہوں اگر آپ میرے پہلوان کو کشتی میں بچھاڑ دیں تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ یہ بات سن کر آپ نے تگودار خان کے منع کرنے کے باوجود اُس سردار کا چیلنج منظور کر لیا اور مقابلے کے لیے تاریخ و وقت کا تعین کر کے اجتماع ناظرین کے خیال سے اعلان عام کر دیا۔ تگودار خان نے بہتیرا کہا کہ ایک تاتاری نوجوان پہلوان سے ایک بن رسیدہ و کمزور جسم درویش کا مقابلہ نا انصافی اور قبل عدل کے مترادف ہے، مگر مخالفت سردار نے کہا کہ یہ مقابلہ ہو کر رہے گا۔ اول تو اس لیے کہ اس درویش کے قتل سے اس قوم کے دوسرے دخل درمشتولات کرنے والوں کو عبرت ہوگی اور دوم اس لیے کہ خان اعظم یعنی تگودار خان آئندہ اس قوم کے چلتے پھرتے لوگوں کی باتوں کو درخور اعتناء نہ سمجھا کریں گے۔

## پاساں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

چنانچہ مقررہ دن ہزار ہا مخلوق کی موجودگی میں مقابلہ ہوا۔ حضرت نے جاتے ہی ایک طمانچہ اس زور کا اُس تاتاری پہلوان کے منہ پر رسید کیا کہ اُس کی کھوپڑی ٹوٹ گئی اور لوگوں میں شور مچ گیا۔ سب لوگ حیران تھے کہ یہ کیا ہو گیا ہے! انہیں کیا معلوم کہ یہ منہ ہی قوم کا درویش کس کا پہلوان تھا۔

تری خاک میں ہے اگر شر تو خیال فخر و غنہ نہ کر

کہ جہاں میں نابن شعیر پر ہے مدارِ قوتِ حیدریؑ

چنانچہ اُس کا یہ اثر ہوا کہ نہ صرف اُس سردار نے حسب وعدہ میدان میں نکل کر آپ کے ہاتھ کو بوسہ دے کر اپنے قبول اسلام کا اعلان کیا، بلکہ اکثر حاضرین بھی اسلام لے آئے اور تگودار خان نے بھی اپنے اسلام کا اظہار کر کے اپنا نام احمد رکھا۔ تاریخ میں اُس کا یہی نام (۱۲۸۱ء تا ۱۲۸۴ء) تحریر ہے۔ اپنے دورِ اقتدار میں اُس نے سلاطین مصر سے بھی تعلقات استوار کرنے کی کوشش کی لیکن تاتاری جرنیلوں نے بالعموم اُس کے اسلام لانے کو پسند نہ کیا اور بغاوت کی احمد



باوجود مقابلہ کے کامیاب نہ ہو سکا اور شہید ہوا۔ مورخین نے اس واقعہ کو قدرت کی ایک عجیب ستم ظریفی قرار دیا ہے کہ باپ یعنی ہلاکو خان تو اسلام اور عرب تہذیب کو تباہ کرے اور بیٹا، یعنی احمد (تگودار خان) اُسی تہذیب اور اسلام کے تحفظ کے لیے اپنی جان قربان کر دے۔

اگرچہ اس واقعہ سے تاتاریوں میں اشاعتِ اسلام کی رفتار قدرے سست پڑ گئی، مگر چونکہ دوسری طرف ہلاکو خان کا ایک چچا زاد بھائی "برک" (۱۲۵۶ء تا ۱۲۶۶ء) بھی حضرت شیخ شمس الدین بانہوریؒ کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کر چکا تھا اور پھر احمد یعنی تگودار خان کے بھتیجے کے بیٹے غزن محمد (۱۲۹۵ء تا ۱۳۰۲ء) نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ اس لیے وسط ایشیا کی تاتاری حکومت، تاتاری اسلامی حکومت میں بدل گئی۔ اس غزن محمد کے خلاف بھی اُس کے جرنیلوں نے تبدیل مذہب کے باعث بغاوت کی، مگر وہ سب کو شکست دے کر غالب آنے میں کامیاب ہو گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تقریباً تمام تاتاری قبائل اسلام لے آئے۔

ہر بنائے کُمنہ کا باداں کُمنہ  
اول آں بنیاد را ویراں کُمنہ

ایک وہ وقت تھا کہ تاتاری کفار کے ابتدائی حملے کے وقت سلطان علاؤ الدین محمد خوارزم شاہ نے بقول مشہور یہ کہہ کر اپنا گھوڑا لوٹا لیا تھا کہ اُسے ملائکہ اور اولیاء اللہ کی ارواح چنگیزی لشکر کے سردوں پر سایہ فلکس یہ کہتی نظر آتی ہیں: **آيَتُهَا الْكُفْرَةُ اُقْتُلُوا الْفَجْرَةَ** (اُسے کافرو! ان فاجروں کو قتل کرو) جس کے نتیجے میں لاکھوں اور کروڑوں مسلمانوں کا خون بہا۔ اور ایک وقت یہ آیا کہ ایک تنہا درویش نے اپنی قوتِ یلٰہی کا مظاہرہ کر کے لاتعداد تاتاریوں کو حلقہ گروشِ اسلام کیا۔ گویا ہر دو صورتوں میں مشیتِ ایزدی، حسبِ تقاضائے وقت و احوال اُسی تجبلی کی شانِ تدبیر کا فرما تھی۔ سچ ہے ع: ازماست کہ برماست۔ آیات ذیل:-

بے شک اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا

جب تک وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلے۔

اور تیرا رب ہرگز ایسا نہیں ہے جو بستیوں کو زبردستی

ہلاک کر دے اور وہاں کے لوگ نیک ہوں۔

کیا اُن لوگوں پر جو زمین کے وارث ہوئے ہیں،

وہاں کے لوگوں کے ہلاک ہونے کے بعد یہ ظاہر

نہیں ہوا کہ اگر ہم چاہیں، تو انہیں اُن کے گناہوں

کے سبب سے پکڑ لیں۔

اور تیرے رب کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے جب

وہ ظالم بستیوں کو پکڑتا ہے اور اُس کی پکڑ سخت

تخلیف دہ ہے۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا

(رعد: ۱۱)

مَا بِأَنْفُسِهِمْ

وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ

(هود: ۱۱۴)

وَأَهْلِهَا مُصْلِحُونَ

أَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِينَ يَرِثُونَ الْأَرْضَ مِنْ

بَعْدِ أَهْلِهَا أَنْ لَوْ نَشَاءُ أَصْبَنَهُمْ

بِذُنُوبِهِمْ

(الاعراف: ۱۰۰)

وَكَذَٰلِكَ أَخَذَ رَبُّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَىٰ

وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخَذًا أَلِيمٌ

(هود: ۱۰۲)

شَدِيدٌ

اسی کو ثابت کرتی ہیں کہ جب کوئی قوم اپنی بد اعمالیوں کے باعث صراطِ مستقیم سے ہٹ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے ہلاک کر کے اُس کی جگہ کوئی دوسری قوم دین کی خدمت کے لیے لاکھڑا کرتے ہیں۔



جب احیائے دین کے ظہور کامل کا وقت آتا ہے تو غلاموں سے سلاطین تک پاکیزہ زندگی کے نمونے بن جاتے ہیں۔ سلطان قطب الدین ایبک ارکان دین کی پابندی کے ساتھ ساتھ غریب پروری و مسکین نوازی کے سبب لکھ وانا مشہور ہوتا ہے۔ سلطان شمس الدین التمش جناب قطب الدین بختیار کاکی کے حسب وصیت اُن کی نماز جنازہ پڑھا کر عصر کی سنتوں اور تہجد کے نوافل کا ہمیشہ ادا کرنے والا اور جنسی پاکیزگی کا مرقع ثابت ہوتا ہے اور سلطان ناصر الدین محمود سرکاری خزانے کو پاک کی امانت سمجھتے ہوئے کتابت قرآن کو اپنا اور اپنے اہل خانہ کا ذریعہ معاش بناتا ہے۔ اُمراء و سلاطین تبلیغ اسلام میں خواجہ بہاؤ الدین نقشبند، خواجہ غریب نواز، حضرت گنج شکر اور غوث بہاؤ الحق کے احکام کی خدام خانہ زاد کی طرح تعمیل کرتے ہیں اور ان خدمات کے صلے میں ہند و چین جیسے کفرستانوں کے تخت و تاج سات سات اور آٹھ آٹھ سو سال کے لیے اپنے خاندانوں کے لیے وقف کر لیتے ہیں۔

## غوث الاعظم رحمہ اللہ کے کوائف زندگی

صاحب بہجت الاسرار حضرت غوث الاعظم کی ولادت باسعادت رمضان ششم حج کی چاند رات بمقام قصبہ جیل علاقہ جیل ہونا تحریر کرتے ہیں جیل طبرستان سے کچھ آگے بحیرہ اخضر کے قریب کے علاقے کا نام ہے۔ آپ والد کی طرف سے حسنیٰ اور والدہ کی طرف سے حسینیٰ یعنی نجیب الطرفین سید ہیں۔ آپ کے والد ماجد حضرت سید ابوصالح ولی کامل تھے۔ اور جنگ و جہاد سے بہت انس رکھنے کی وجہ سے جنگی دوست مشہور تھے۔ حضرت غوث الاعظم کے نانا بزرگوار سید عبد اللہ صومسی بھی جیلان کے مشہور مشائخ و رؤساء میں سے تھے۔

کہتے ہیں کہ غوثان شباب میں سید ابوصالح بہ سلسلہ ریاضات ایک دریا کے کنارے جا رہے تھے۔ اور کئی روز سے کچھ نہیں کھایا تھا۔ دریا کے کنارے پر ایک سیب پڑا ہوا دیکھا تو بسم اللہ کہہ کر کھالیا۔ کھانے کے بعد خیال پیدا ہوا کہ یہ نہیں کس کا سیب تھا جو میں نے بلا اجازت کھالیا ہے۔ اس لیے پریشانی کے عالم میں دریا کے ساتھ ساتھ سیب کے مالک کی تلاش میں چل پڑے تاکہ اُس سے اجازت حاصل کریں چند فرلانگ کی مسافت کے بعد دریا کے کنارے سیبوں کا ایک باغ نظر آیا جس کے درختوں سے پکے ہوئے سیب پانی پر لٹکے ہوئے تھے۔ سید ابوصالح سمجھ گئے کہ وہ سیب ان ہی درختوں کا تھا۔ دریافت پر معلوم ہوا کہ یہ باغ سید عبد اللہ صومسی کا ہے۔ لہذا اُن کی خدمت میں حاضر ہو کر بصد ادب بلا اجازت سیب کھالینے کے لیے معافی کے خواستگار ہوئے۔ سید عبد اللہ چونکہ خود خاصانِ خدا میں سے تھے، سمجھ گئے کہ نیک و ہونہار نوجوان ہے۔ چنانچہ کچھ عرصے کے لیے باغ کی رکھوالی کی شرط پیش کر کے کہا کہ اتنا عرصہ یہ خدمت انجام دو۔ اس کے بعد معافی کے متعلق غور کیا جائے گا۔ آپ نے رضائے الہی کی خاطر یہ خدمت منظور کر کے نہایت دیانتداری سے وقت معین تک اسے انجام دیا اور پھر حاضر خدمت ہو کر معافی کے طلب گار ہوئے۔ سید عبد اللہ نے فرمایا، ایک شرط اور باقی ہے، وہ یہ کہ میری ایک لڑکی آنکھوں سے اندھی، کانوں سے بہری، ہاتھوں سے بُخی اور پاؤں سے لنگڑی ہے۔ اُسے نکاح میں قبول کرو تو بلا اجازت سیب کھانے کی معافی دے دی جائے گی۔ حضرت ابوصالح نے قبول کیا۔ اور بعد نکاح جب اپنی بیوی کو اُن تمام ظاہری عیوب سے مُبرا ہونے کے ساتھ ساتھ حُسن ظاہری سے بھی مُتصف پایا تو خیال گزرا کہ یہ کوئی اور لڑکی ہے اور غلطی کے خیال سے بحال پریشان گھر سے باہر نکل آئے۔ حضرت عبد اللہ نے فراستِ باطنی سے



پریشانی خاطر کا سبب معلوم کر کے کہا کہ اے بیٹے! یہی تمہاری بیوی ہے اور میں نے اس کی جہات تم سے بیان کی تھیں وہ سب صحیح تھیں۔ یہ اندھی ہے کہ آج تک کسی غیر محرم پر اس کی نظر نہیں پڑی۔ یہ بہری ہے کہ کبھی خلاف حق بات نہیں سنی۔ نیز کبھی خلاف شرع کام نہ کرنے اور گھر سے باہر قدم نہ رکھنے کی وجہ سے نجی اور لنگڑی بھی ہے۔ حضرت ابو صالح بہت خوش ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ حضرت غوث الاعظمؒ ان دو پاکباز ہستیوں کی اولاد تھے۔ آپ کی پیدائش کے وقت آپ کی والدہ ماجدہ اُم الخیر سیدہ فاطمہؓ کی عمر شریف ساٹھ سال بیان کی جاتی ہے۔ آپ کی مادر زاد ولی کابل تھے۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ مجھے اپنے ولی ہونے کا علم اُس وقت سے ہو گیا تھا، جب کم سنی میں مکتب کو جاتے ہوئے اپنے آگے پیچھے فرشتوں کو دیکھتا تھا۔ جو میرے ساتھ چلتے، میری حفاظت کرتے اور مکتب پہنچنے پر لڑکوں کو کہتے کہ اللہ کے ولی کو بیٹھنے کے لیے جگہ دو۔

آپ کے والد دانا بزرگوار کا انتقال آپ کی کم سنی میں ہی ہو گیا تھا، اس لیے آپ کی سرپرستی اور تعلیم و تربیت کا اہتمام سربراہ آپ کی والدہ ماجدہ کے ذمے رہا۔ آیام طفولیت میں کبھی بچوں کے ساتھ کھیلنے کے خیال سے باہر نکلتے تو آواز آتی "إِلٰی یَا مُبَارَکُ" اے برکت والے! میری طرف آ۔ آپ سہم کر والدہ محترمہ کی گود میں جا بیٹھتے اور کھیل کا خیال ترک کر دیتے۔

جوان ہوئے تو ایک مرتبہ بیل لے کر بل چلانے کے ارادے سے اپنی زمین کی طرف جا رہے تھے کہ بیل نے مڑ کر دیکھا اور بزبانِ انسان کہا "قَالِیْہِذَا خُلِقْتُ لَا لِہِذَا اُمِرْتُ" یعنی اے عبد العاد! آپ کو اس لیے نہیں پیدا کیا گیا ہے اور نہ اس کا حکم دیا گیا ہے۔ آپ گھبرا کر واپس آ گئے۔ مکان کی چھت پر چڑھے تو دیکھا کہ حاجیوں کا ایک قافلہ بیت اللہ شریف کو جا رہا ہے۔ اتر کر والدہ ماجدہ کی خدمت میں عرض کی کہ اگر اجازت ہو تو تحصیل علوم اور زیارت بزرگان سے فیضیاب ہونے کے لیے بغداد چلا جاؤں۔ آپ کی عمر اُس وقت اٹھارہ سال کے قریب تھی اور والدہ ماجدہ کی اٹھتر سال۔ وہ باچشمِ پرہیزگاری دینار، جو جناب غوث الاعظمؒ کے والد بزرگوار نے ترکے میں چھوڑے تھے، نکال لائیں، چالیس دینار غوث الاعظمؒ کے پیراہن میں سی دیئے اور چالیس اُن کے چھوٹے بھائی کے لیے رکھ لیے۔ پھر اُن سے ہمیشہ سچ بولنے کا عہد لے کر انہیں خدا کے سپرد کیا اور کہا کہ اب قیامت کے روز ملاقات ہوگی۔

اتنا راہ جب قافلہ ہمدان سے آگے نکلا تو ڈاکوؤں کے گردہ نے اُسے ٹوٹ لیا۔ ایک ڈاکو نے حضرت غوث الاعظمؒ سے پوچھا کہ لڑکے! تیرے پاس بھی کچھ ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، چالیس دینار ہیں۔ ڈاکو کو یقین نہ آیا اور مذاق سمجھ کر چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک دوسرے ڈاکو نے بھی آکر یہی سوال کیا اور وہی جواب سُن کر اپنے سردار سے سرسری طور پر اس کا ذکر کیا۔ سردار نے آپ کو بلوا کر پوچھا تو آپ نے اُسے بھی سچ بتا دیا اور پیراہن چاک کرنے پر چالیس دینار برآمد ہو گئے۔ اس پر ڈاکوؤں کا سردار احمد بدوی سخت متعجب ہو کر بولا کہ لڑکے! تمہیں معلوم ہے، ہم رہزن ہیں جو مسافروں کا مال لوٹتے ہیں۔ پھر تم نے ہم پر ان دیناروں کا بھید کیوں ظاہر کر دیا جسے تم نہایت آسانی سے خفیہ رکھ سکتے تھے۔ غوث الاعظمؒ نے فرمایا، "میں نے وقتِ رخصت اپنی ضعیف والدہ سے سچ بولنے کا اہتمام کیا تھا، اس لیے چالیس دیناروں کی خاطر خلاف عہد کیوں کرتا۔" سردار پر رقت طاری ہو گئی اور وہ بہت رو دیا اور کہنے لگا۔ اے بچے! تجھے اپنی ماں کے ساتھ عہد کا اتنا پاس ہے اور حیف ہے



مجھ پر جو اتنے سالوں سے اپنے خالق کے ساتھ کیے ہوئے عہد کو پس پشت ڈالے ہوئے ہوں۔ یہ کہہ کر وہ اٹھا اور آپ کے ہاتھ پر توبہ کی۔ اُس کے رُفتار نے بھی اُس کی موافقت کی کہ راہزنی میں تو ہمارا بسر دار تھا تو توبہ میں بھی تو ہی ہمارا ستارہ رہا۔ اور تمام لوٹا ہوا مال قافلہ والوں کو واپس کر دیا۔ بہتہ الاسرار میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس تائب گروہ کو واصیلین باللہ میں سے کیا۔

بغداد پہنچ کر مشیتِ ایزدی کے تحت فقر و فاقہ، مجاہدات و ریاضاتِ شاقہ اور تحصیلِ علم میں جس قدر مشقت آپ نے برداشت کی، اُس کی مثال نہیں ملتی۔ وہ چالیس سال اشرفیاں تو چند روز میں ہم درس طلبہ و مساکین کی ضروریات پر خرچ ہو گئی تھیں۔ عرصہ دراز تک یہ حالت رہی کہ قوتِ لایوت کے لیے دجلہ کے کنارے نکل جاتے اور گری پڑی سبزی ترکاری اٹھا کر شکم پُر ہی کرتے۔ ایک مرتبہ بین روز تک کچھ نہ مل سکا تو کسریٰ کے محلات کے کھنڈروں کی طرف نکل گئے تاکہ کوئی مباح چیز مل سکے۔ وہاں دیکھا کہ ستر ادا لیا اللہ اسی طلب میں پھرتے تھے۔ اُن کے لیے رکاوٹ بننے کے خیال سے واپس آگئے تو ایک آشنا جو آپ ہی کی تلاش میں تھا، بلا اور سونے کا ایک ٹکڑا دیا کہ والدہ محترمہ نے آپ کے لیے بھیجا ہے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، اور اُس سے ایوانِ کسریٰ کے کھنڈروں میں واپس جا کر اُن مردانِ خدا اور دیگر فقراء کی بھی خدمت کی اور شام تک سب کاسب راہِ خدا میں خرچ کر دیا۔

بعد ازاں کے قریب ایک ویرانے میں پُرانا بُرج تھا۔ اس بُرج میں آپ نے گیارہ برس تک شب و روز عبادت و ریاضت کی، جس کی وجہ سے اُس بُرج کا نام بُرجِ عجمی پڑ گیا۔ آپ فرماتے ہیں، ایک مرتبہ میں نے اپنے پروردگار سے عہد کیا کہ میں اُس وقت تک کچھ نہ کھاؤں پوؤں گا جب تک کوئی دوسرا مجھے میرے مُنہ میں نغمہ دے کر نہ بھلائے گا۔ متواتر چالیس روز بغیر کھائے پئے گزر گئے۔ چالیس دن کے بعد ایک شخص آیا اور کھانا میرے سامنے رکھ کر چلا گیا۔ بھوک کی شدت کی وجہ سے میرے نفس نے چاہا کہ کھانا کھا لے، لیکن میں نے اُس کی طرف مطلق توجہ نہ کی اور نفسِ الْجُوع! الْجُوع! یعنی ہائے بھوک! ہائے بھوک! پکارتا رہا۔ اسی اثناء میں حضرت شیخ ابوسعید خدریؒ اُدھر سے گزرے اور فراموش باطنی سے اُس شور پر آگاہ ہو کر قریب تشریف لائے اور مجھ سے پوچھا اے عبد اللہ! اور یہ شور کیسا ہے؟ میں نے کہا، یہ اضطرابِ نفس ہے، مگر رُوحِ یادِ الہی میں مطمئن ہے۔ انہوں نے فرمایا: میرے غریب خانے پر چلو! اور یہ کہہ کر چلے گئے۔ میں نے دل میں کہا، جب تک یہاں سے کوئی خود نہ لے جائے گا، اُس وقت تک نہ جاؤں گا۔ ابھی اسی خیال میں تھا کہ حضرت علیہ السلام تشریف لائے اور مجھے حضرت ابوسعیدؒ کے مکان پر لے گئے۔ جہاں دروازے میں شیخ ابوسعیدؒ کھڑے انتظار کر رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر فرمایا، حضرت! امت اور کیا میرا کھانا کافی نہ تھا کہ حضرت علیہ السلام کے کہنے کی ضرورت پڑی؟ یہ کہہ کر مجھے گھر میں لے گئے اور اپنے ہاتھ سے میرے مُنہ میں نغمے ڈال کر کھانا بھلایا۔

عشقِ فارغ کردار دنیا و مافیہا مرا

اس دورانِ دنیوی اور شیطانی طاقتیں بھی غافل نہیں رہی تھیں ایک ات متذکرہ بالا کھنڈروں میں دنیا اپنی مثالی



صورت میں آراستہ و پیراستہ ہو کر اپنی تمام تر دلکشیوں اور دلربائیوں کے ساتھ آپ کے سامنے آئی اور یادِ الہی سے غافل کرنا چاہا، مگر آپ نے اپنے جدِ اعلیٰ مولائے کائنات سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی سنت کی پیروی میں فرمایا، مجھ سے دُور رہ کہ میں تجھے تین طلاق دے چکا ہوں۔ جب تابعداری سے وہ بے نیل مرام واپس لوٹ گئی تو آپ نے بطورِ تحدیثِ نعمت فرمایا۔

عشقِ فارغ کرد از دنیا و مافیہا مرا      کے تواند بُرد از رہِ عشوہ دُنیا مرا  
ایک دفعہ ابلیس آپ کے پاس آیا اور کہا کہ آپ نے مجھے اور میرے اتباع کو بہت تکلیف دی ہے اس لیے میں آیا ہوں کہ آپ کی خدمت اور تابعداری میں رہوں ابھی وہ بات کر ہی رہا تھا کہ ایک ہاتھ غیب سے نمودار ہوا اور اُسے زمین میں دھنسا دیا۔

مُدعی آنے لگا راز کی اس محفل میں      غیب کے ہاتھ نے جھٹ سینے میں اس کے مارا  
ایک دوسرے موقع پر وہ نیزہ آتشیں سے مسلح ہو کر آیا تو غیب سے ایک شمشیر برہنہ آپ کے ہاتھ میں آگئی، جسے دیکھتے ہی وہ بھاگ گیا۔

اسی طرح ایک رات جب کہ آپ عراق کے ایک بے آب و گیاہ صحرا میں مصروفِ عبادت تھے آپ کو ایک روشنی نظر آئی، جس نے تمام آسمان کو منور کر دیا اور اُس میں سے آواز آئی "اے عبدِ العتاد! میں تیرا پروردگار ہوں اور تیری عبادت سے راضی ہو کر تجھے اپنی عبادت کی تکلیف سے آزاد کرتا ہوں۔" حضرت غوث الاعظم فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ظاہری و باطنی علوم میں نگاہ کی تو کہیں اس صورت کا جواز نظر نہ آیا اور میں نے خیال کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجود اس علو مرتبت کے عمر بھر عبادت کے مُکلف و پابند رہے۔ اُن کو عبادت کی تکلیف سے مُعافی نہ ملی تو اور کوئی کیونکر اس سے آزاد ہو سکتا ہے۔ اس لیے میں نے لاشوں پڑھا تو شیطان اصلی صورت میں سامنے آکر کہنے لگا، "میں نے اس مقام پر بہتیرے عبادت گزاروں کو گمراہ کیا، مگر اُسے عبدِ العتاد آپ اپنے علم کے زور سے بچ لکے۔" میں نے پھر لاخول پڑھا اور کہا، دُور ہو مروود! میں اپنے علم کی وجہ سے نہیں، بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی تائید اور فضل و کرم سے محفوظ رہا ہوں۔ اس پر وہ سر پٹنے لگا کہ آج میں آپ سے قطعاً مایوس ہوا۔ آئندہ آپ پر وقت ضائع کرنا بے سود ہے۔ میں نے کہا، میں تمہاری کسی بات کا اعتبار نہیں کرتا اور ہمیشہ تمہارے مکر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا رہوں گا۔

## مُحی الدینؒ

سیدنا غوث الاعظمؒ ۷۸۹ھ میں خلیفہ مستنصر باللہ عباسی کے عہد میں بغداد تشریف لائے۔ اور تین سال کی مدت میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کئی دہائی زمانہ تبلیغ کا عرصہ ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کی ظاہری و باطنی ہر طرح کی تکمیل فرما کر "مُحی الدین" کے لقب سے طقب فرما کر مسندِ ارشاد عنایت فرمائی۔ یہجستہ الاسرار میں تحریر ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ اپنے مشہور خلائق لقب "مُحی الدین" کے متعلق یہ وضاحت فرمائی کہ سالہا میں ایک مجھ کے روز میں سفر سے پاب رہنے بغداد کی طرف واپس آ رہا تھا



کہ ایک نہایت ہی لائق اور نجیف بیمار پر میرا گزر ہوا۔ اُس نے کہا "السلام علیک یا عبدُ العزت درائیں نے سلام کا جواب دیا۔ کہنے لگا، "مجھے اٹھاؤ۔" میں نے اٹھا کر بٹھلا دیا تو اچانک اُس کا چہرہ بارونق اور جسم مونا تازہ ہو گیا۔ میں حیران ہوا تو کہنے لگا، "تعجب کی بات نہیں۔ میں آپ کے جدِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین ہوں، جو مُردہ ہو رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے مجھے نئی زندگی عطا فرمائی ہے۔ آپ مُنحی الدین ہیں۔" پُچھا پوچھا جب میں جامع مسجد کی حدود میں داخل ہوا تو ایک شخص نے اپنا جوتا اتار کر مجھے پہننے کو دیا، اور "یاسیدی مُنحی الدین" کے الفاظ سے مخاطب کیا۔ نماز جمعہ تمام ہوئی تو لوگ دوڑتے ہوئے میری طرف آئے اور "یا مُنحی الدین" یا "یا مُنحی الدین" پکارتے ہوئے میرے ہاتھوں کو بوسے دینے لگے۔ حالاں کہ اس سے پہلے کبھی کسی نے مجھے اس نام سے نہیں پکارا تھا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی، شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں کہ "اسلام ظاہری اعمال کا نام ہے، ایمان باطنی اعتقاد کا۔ اور دین ان ہر دو کے مجموعے کو کہتے ہیں۔ گویا "دین" وہ جامع نظام ہے جو بنی نوع انسان کے عقائد و اعمال، ظاہر و باطن، صورت و معنی، روحانیت و جسمانیت پر مشتمل ہے۔ ایسے نظام کا احیاء نبی مرسِل یا اُس کے کابل ترین نائب کے بغیر ممکن نہیں۔ اگرچہ آل حضرت نے ہر صدی کے سرے پر ایسی ہستیوں کی نشان دہی فرمائی ہے، جن سے تجدیدِ دین کا فریضہ انجام پذیر ہوتا ہے، مگر تجدید اور احیاء میں ایک نمایاں فرق ہے۔ مجددین کی فرست میں ابتداء سے لے کر اس وقت تک بہت سے حضرات کے اسمائے گرامی پائے جاتے ہیں، مگر مُنحی الدین کا لقب کسی اور کو عطا نہیں ہوا۔ تاریخ اسلام کے مطالعہ سے یہ امر پائے ثبوت کو پہنچ جاتا ہے کہ احیائے دین کا اہم ترین فریضہ حقیقتہً جنابِ غوث الاعظم کی ذاتِ گرامی قدر ہی سے پائے تکمیل کو پہنچا اور یہ عظیم الشان لقب صرف آپ ہی کے وجودِ مسعود پر صادق آتا ہے۔"

## آپ کی مجالس و عطا

سیدنا غوث الاعظم ہفتے میں قریباً تین بار مجالس و عطا منعقد فرماتے تھے۔ عطا کیا ہوتا تھا، علم و حکمت کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہوتا تھا، لوگوں پر وجدانی کیفیات طاری ہو جاتی تھیں۔ بعض اپنے گریبان چاک کر لیتے اور کپڑے پھاڑ لیتے تھے اور بعض بیہوش ہو جاتے تھے۔ کئی مرتبہ لوگ بحالتِ بے ہوشی داخل بھی ہو جاتے۔ آپ کی مجالس میں علاوہ رجال الغیب، جنات، ملائکہ اور ارواحِ طیبہ کے، عام سامعین کی تعداد ستر ستر ہزار تک پہنچ جاتی تھی۔ اور آپ کی آواز دُور و نزدیک نیٹھے ہوئے سب لوگ یکساں سُنتے۔ اُس دور کے اکثر نامور مشائخ بالالتزام ان مجالس میں حاضری دیتے تھے آپ سے بکثرت خوارق و کرامات کا ظہور ہوتا تھا۔ آپ کی مجالس کا انعقاد بغداد میں ہوتا، مگر آپ کے ہم عصر اولیاء اللہ یعنی حضرت شیخ عبد الرحمن طفصوخی اور شیخ حدی بن مسافر وغیرہم اپنے اپنے شہروں میں اُسی وقت پر اپنے اپنے ارادت مندوں اور شاگردوں کے ہمراہ دائرے بنا کر بیٹھ جاتے اور نہ صرف حضرت غوث الاعظم کے مواعظ سُنا کرتے بلکہ انہیں قلبند بھی کرتے۔ پھر جب کبھی بغداد آنے کا موقع ملتا، اور آپ کی مجلس میں قلبند شدہ تجربات کے ساتھ موازنہ کرتے تو سرِ موفرق نہ پایا جاتا۔



ایک مرتبہ آپ وعظ فرما رہے تھے کہ بحالتِ کیف آپ کی دستارِ مبارک کا ایک پیچ کھل گیا۔ یہ دیکھ کر تمام حاضرین مجلس نے بہ پاسِ ادب اپنے سروں سے عمامے اُتار کر آپ کے منبر کے نیچے پھینک دیئے۔ جب وعظ ختم ہونے پر آپ کے محکم سے سب لوگوں نے اپنی اپنی دستائیں اٹھالیں تو ایک زمانہ سربند پڑا رہ گیا۔ لوگوں کو حیران دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ اصرہ نہان میں ہماری ایک عارفہ بہن رہتی ہیں، جنہوں نے جوشِ عقیدت میں اپنا سربند اُتار کر پھینک دیا ہے۔ آپ نے وہ سربند اپنے دو شاہِ مبارک پر رکھا۔ جہاں سے وہ فوراً غائب ہو گیا۔

## موازنہ عقل و عشق

آج راڈار اور ٹیلی ویژن کے زمانے میں ان حقائق سے کچھ دُہی لوگ انکار کر سکتے ہیں جو روحانیت سے سرسبز نا آشنا ہوں۔ دُورِ حاضر کا سب سے بڑا سائنسدان آئن سٹائن کہہ گیا ہے کہ میں نے ریڈیو دوربین کے ذریعے ایک ایسا کہکشاں تو دیکھ لیا ہے جو زمین سے دو کروڑ نواری سال کے فاصلے پر ہے، یعنی روشنی جو فی سیکنڈ ایک لاکھ چھیالیس ہزار میل طے کر جاتی ہے، وہاں دو کروڑ سال میں پہنچے گی، لیکن جہاں تک کائنات کی سرحدیں معلوم کرنے کا تعلق ہے۔ اگر میری عمر ایک بلین یعنی دس لاکھ سال بھی ہو جائے، تو بھی نہیں کر سکتا۔ اس کے برعکس اس نو بادل سے منور سراجِ مبینہ حضرت غوث الاعظمؒ اس کائنات کے متعلق قصیدہ غوثیہ میں فرماتے ہیں:-

نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللّٰهِ جَمْعًا كَخَزْدَلَةٍ عَلٰی حُكْرِ اتِّصَالِ

(اللہ تعالیٰ کے تمام بلادِ میری نظریں اس طرح ہیں جیسے تھیلی پر ایک راتی کا دانہ)

اس سے مادیت اور روحانیت کا اور عقل و عین کا مگر فرق معلوم ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ غریب نواز فرماتے ہیں:-

حسابِ عمر صد عاتل بمشربِ زرد یک دم حسابِ یک دم عاشق بعد عشر منی گنجد  
یعنی حشر کے دن سو سنس دانوں کی عمروں کا حساب طرفہ العین میں ختم ہو جائے گا، مگر عاشق کی زندگی کے ایک لمحے کا حساب سو حشر بھی بپا ہوں تو ختم نہیں ہو سکے گا۔

## ایقلم ولایت کی شہنشاہی

حضرت غوث الاعظمؒ کی کرامات کی کثرت پر تمام مؤرخین کا اتفاق ہے، مگر آپ کی سب سے بڑی کرامت جس کی بدولت آپ دُنیا سے ولایت کے شہنشاہ مانے گئے، یہ ہے کہ ایک مرتبہ محلہ طلبہ میں اپنے مہمان خانے میں وعظ فرماتے ہوئے آپ پر حالتِ کشفی طاری ہوئی اور آپ نے فرمایا:-

قَدْ بِيْ هٰذِهِ عَلٰی رَقَبَةٍ كُلِّ ذٰلِيْ اللّٰهِ

(میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔)

اس مجلس میں عراق کے سب اکابر مشائخ موجود تھے۔ سب نے یہ ارشادِ گرامی سُن کر اپنی گردنیں خم

کر دیں۔ اور تمام کڑۃ ارض پر جہاں جہاں کوئی قطب، ابدال یا ولی تھا، ہر ایک نے آپ کے یہ الفاظ سن کر گردن جھکا دی اور عارفِ کامل شیخ علی بن ابونصر الہیسی نے جو مجلس میں حاضر تھے، اٹھ کر آپ کا قدم مبارک اپنی گردن پر رکھ لیا۔ بعد میں انہوں نے اپنے ارادت مندوں کے استفسار پر بتلایا کہ سید عبدالعتا در نے یہ بات ان خود نہیں کہی بلکہ اسے کہنے کا انہیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا۔

## خواجہ غریب نواز چشتی کا سر جھکانا

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری اُن دنوں خراسان کے پہاڑوں میں مجاہدات و ریاضات میں مشغول تھے۔ آپ نے بھی روحانی طور پر جناب غوث الاعظم کا مندرجہ بالا ارشاد گرامی سن کر اپنی گردن اس قدر خم کی کہ پیشانی زمین کو چھونے لگ گئی، اور عرض کی: "قَدْ مَالَ عَلَى رَأْسِي وَعَيْنِي (آپ کے دونوں قدم میرے سر اور آنکھوں پر ہوں)" حضرت غوث الاعظم نے اس اظہارِ نیاز سے متاثر ہو کر مجلس میں فرمایا کہ سید غیاث الدین کے صاحبزادے نے گردن جھکانے میں سبقت کی ہے جس کے باعث عنقریب ولایت ہند سے سرفراز کیے جائیں گے۔

## شیخ صنعان کا انکارِ توبہ

اصفہان کے ایک ولی اللہ شیخ صنعان جناب غوث الاعظم کے ہم عصر تھے۔ دریائے حلیم و عرفان کے زبردست شادور تھے اور کرامات و خوارق اُن سے بکثرت سرزد ہوتے تھے۔ غوث الاعظم کا مذکورہ بالا فرمان روحانی طور پر انہوں نے بھی سنا، مگر آں جناب کا مرتبہ کمال پہچاننے میں ٹھوکر کھا جانے کے باعث گردن خم کرنے میں متامل ہوئے، جس پر اُسی وقت اُن کی ولایت و بصیرت سلب ہو گئی اور تہی دامن ہو جانے کی وجہ سے ایمان بھی خطرے میں پڑ گیا، بالآخر اُن کے ایک ارادت مند کی عاجزی و خدمت گزاری کے باعث جناب غوث الاعظم نے متوجہ ہو کر انہیں کفر سے بچا لیا۔ اور توبہ کرنے پر منصب بحال ہوا۔

## اس فرمان کا مفہوم

جناب غوث الاعظم کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے ان الفاظ کے متعلق یہ تو سمجھ لیتے ہیں کہ وہ بحکم الہی کے کہے گئے تھے، مگر وسعتِ فرمان کے معاملہ میں موجودہ دور کے بعض حضرات نے اختلاف کیا ہے، اُن کا خیال ہے کہ آپ کا یہ فرمان صرف اولیائے وقت کے ساتھ مخصوص تھا، کیونکہ اولیائے متقدمین میں حضراتِ صحابہ کرامؓ، تابعینؓ، تبع تابعینؓ اور اولیائے مستأخرینؓ میں حضرت امام مہدیؑ بھی شامل ہیں۔ لیکن اکثریت اور اکابرین کی رائے یہ ہے کہ اس قول کے تحت آپ کے زمانہ کے اولیائے حاضر و غائب کے علاوہ، تمام اولیائے متقدمین و متأخرین بھی آتے ہیں۔ اور اولیاء سے مراد وہ ولی اللہ ہیں جو اصحاب و ائمہ اہل بیت وغیرہ کے مختص ناموں سے منسوب نہیں۔



## تصرفات بعد از وصال

آپ کے فیوض و برکات کا سلسلہ آپ کے وصال کے بعد بھی بدستور جاری ہے اور بفضلہ تعالیٰ ہمیشہ جاری رہے گا جیسا کہ فضائل اہل بیت کرام کے ضمن میں پہلے ذکر ہو چکا ہے، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو مقام جذب و ولایت کا فاتح اول قرار دیتے ہوئے جناب سیدۃ النساء، حسین شریفین و بقیۃ امتہ اہل بیت کرام کو اسی نسبت کے اقطاب بیان فرما کر سیدنا غوث الاعظم کی اس مقام میں ایک خصوصی شان تحریر کی ہے۔ نیز اپنی کتاب ہمعات کے ہمہ الامیں لکھا ہے :-

”و در اولیائے اُمت و اصحاب طُرُقِ اقصیٰ، کیسکہ بعد تمام راہ جذب باگد و جُود، بہ اصلِ ایں نسبت (اولیئہ) میل کردہ است و در آں جا بوجہ اتم قدم زدہ است، حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی اندو لہذا کُفّۃ اند کہ ایشان در قبر خود مثل احیاء تصرف می کنند۔“

”اور اُمت کے اولیائے عظام میں سے راہ جذب کی تکمیل کے بعد جس شخص نے کامل و مکمل طور پر اس نسبت اولیئہ کی اصل کی طرف رجوع کر کے وہاں کامل استقامت سے قدم رکھا ہے وہ حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی ہیں۔ اور اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ آں جناب اپنی قبر شریف میں زندوں کی طرح تصرف فرماتے ہیں۔“

حضرت شاہ ولی اللہ ایک اور جگہ فرماتے ہیں: حق تعالیٰ نے آں جناب کو وہ قوت عطا فرمائی ہے کہ دور و نزدیک ہر جگہ کیاں تصرف فرماتے ہیں آپ اپنے ہم عصر اور بعد میں آنے والے تمام اولیائے کرام کے لیے حصول ولایت اور وصول فیض کا وسیلہ کبریٰ اور واسطہ عظمیٰ ہیں۔

شیخ عبدالحق بلخی نے اپنی کتاب خوارق الاجاب فی معرفۃ الاقطاب میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت غوث الاعظم نے ایک مجلس میں ارشاد فرمایا کہ ڈیڑھ سو سال بعد بخارا میں ایک درویش بہاؤ الدین نامی پیدا ہوگا، جو ہم سے ایک خاص نعمت کا مستحق ہوگا۔ چنانچہ جب حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند نے میدان سلوک میں قدم رکھا تو حضرت خضر کے اشارے پر حضرت غوث الاعظم کی روحانیت کی طرف متوجہ ہو کر ”الغیاث، الغیاث، یا محبوب سبحانی“ پکارتے ہوئے سو گئے اور خواب میں آں جناب کے فیوض و برکات سے سرفراز ہوئے۔

اسی طرح فضائل اہل بیت کرام کے ضمن میں حضرت مجدد الف ثانی کے ایک مکتوب کا حوالہ بھی آچکا ہے جس میں وہ امیر اہل بیت کرام کے بعد منصب قطبیت کبریٰ کا حضرت غوث الاعظم کی ذات گرامی سے مختص ہونا بیان کر کے تحریر فرماتے ہیں کہ :-

”وصول فیوض و برکات دریں راہ بہر کہ باشد از اقطاب و نجباء توسط شریف اود مفہوم می شود، چہ

ایں مرکز غیر اُورائستہ شدہ۔ انیں جاست کہ فرمودہ

أَفَلَتِ شُمُوسُ الْأَوَّلِينَ وَ شَمْسُنَا أَبَدًا عَلَى أَفْقِ الْعُلَى لَا تَعْرُبُ

”اس راہ میں برکات و فیوض کا حصول، اقطاب و نجباء کو جو بھی ہوں، آپ ہی کے توسل سے

ہوتا ہے، کیونکہ یہ مرکزی حیثیت آپؐ کے بغیر کسی دوسرے کو میسر نہیں ہوتی۔ اسی وجہ سے آپؐ نے اس شعر میں فرمایا ہے کہ

”انگوں کے آفتاب غروب ہو گئے، مگر ہمارا آفتاب بلندی کے اُفق پر ہمیشہ چمکتا رہے گا، اور کبھی غروب نہ ہوگا، یعنی مجھ سے پہلے حضرات کے لیے دائرۂ ولایت کامرکز ہونے کا شرف وقتِ معین کے لیے تھا، مگر میرے لیے یہ مقام ابدی و سرمدی ہے۔“

”روح المعانی“ میں حضرت مجددؑ سے نقل ہے کہ قطبیت کبریٰ کا مقام حضرت امام مہدیؑ تک جنابِ غوث الاعظمؑ کی ذاتِ بابرکت کے ساتھ مختص ہے۔

حضرت شیخ محمد اکرم چشتی صابری، قدوسی، اقباس الانوارؒ میں آں جنابؑ کے متعلق لکھتے ہیں کہ:-  
”جس کسی کو ظاہری باطنی فیض حاصل ہوا، سیدنا غوث الاعظمؑ کی وساطت سے ہی ہوا۔ خواہ اُسے معلوم ہو یا نہ ہو۔ کوئی دلی آپؑ کی مہر کے بغیر منظور اور معتبر نہیں ہو سکتا۔ حق تعالیٰ نے آپؑ کو وہ مقام عطا فرمایا ہے کہ تمام تہذبات کی باگ ڈور آپؑ کے ہاتھ میں دے دی ہے، جسے چاہیں، کسی منصبِ ولایت پر مقرر فرمادیں، جسے چاہیں، ایک آن میں معزول فرمادیں۔“

نیز تحریر فرماتے ہیں کہ اس فقیر کو متعدد ثقہ روایات سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ اجمیریؒ پیشوائے سلسلہ چشتیہ حسبِ ایشادِ نبویؐ، سیدنا غوث الاعظمؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ عرصہ فیض حاصل کرتے رہے اور آپؑ نے ”شغلِ سہ گوشہ“ اور ”حرزِ سیفی“ بھی آنجنابؑ سے حاصل کیا۔ ان ہر دو حضراتؑ کی ملاقات اور خواجہ غریب نواز اجمیریؒ کے غوث الاعظمؑ سے استفادہ کے ثبوت پر کتاب ”فوز الطالب“ مصنفہ مولیٰ سنا برہان الدین خان، بھی قابلِ دید ہے۔

## حضرت غوث الاعظمؑ و اکابرینِ اُمت

حضرت خواجہ غریب نواز اجمیریؒ نے حضرت غوث الاعظمؑ کی شان میں مندرجہ ذیل اشعار کہے ہیں: آپؑ حسبِ تصریح ”تختہ الابراء“ از مرزا آفتاب بیگ چشتی سلیمانی جناب غوث الاعظمؑ کے رشتے میں خالہ زاد بھائی ہیں:-

یا غوثِ معظم، نورِ ہدٰی، مُختارِ خدٰی، مُختارِ نبیؐ،  
سُلطانِ دو عالم، قُلبِ علیؑ، حیراںِ زجالاتِ ارض و سما  
در صدقِ ہمہ صدیق و بشی، در عدلِ عدالتِ چو عمریؐ  
اُسے کانِ حیا عثمانؑ نَشی، ما بندِ علیؑ با جود و سخا  
در بزمِ نبیؐ، عالی شانی، ستارِ عیوبِ مُردانی  
در ملکِ ولایتِ سُلطانی، اُسے فیجِ فضل و جود و سخا



چوں پائے نبی شد تاج سرت تاج ہمہ عالم شد قدمت  
 قطاب جہاں در پیش دُرت افتادہ چو پیش شاہ گدا  
 گرد ادیسح بہ مُردہ رواں، دادی تُو بدین مُستد جاں  
 ہمہ عالم محی الدین گویاں، بر حسن و جمالت گشتہ فدا  
 حضرت قطب القطاب خواجہ قطب الدین بختیار اُوشی کا کی مُندرجہ ذیل میں حضرت غوث الاعظم کو مخاطب کرتے ہیں :-  
 قبلہ اہل صف، حضرت غوث اُشتلینؒ

دستگیر ہمہ جا، حضرت غوث اُشتلینؒ  
 خاک پائے تُو بُود روشنی اہل نظر

ویدہ را بخش ضیاء، حضرت غوث الثقلینؒ

بے نواختہ دلم، نیست کسے آنکہ دھند

حستہ را جز تُو دوا، حضرت غوث الثقلینؒ

حضرت کعبہ حاجات ہمہ خلقان است

حاجتم ساز روا، حضرت غوث الثقلینؒ

مُردہ دل گشتہ ام و نام تُو محی الدین است

مُردہ را زنج نما، حضرت غوث اُشتلینؒ

اسی طرح کتب معتبرہ سے حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سُہروردیؒ، حضرت سید احمد رفاعیؒ، خواجہ  
 ابو یوسف ہمدانی نقشبندیؒ اور کئی دیگر پیشوایان سلسلہ ہائے طریقت کا انتخاب سے استفاضہ ثابت ہے۔

حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سُہروردیؒ آپؒ کی شان میں فرماتے ہیں :-

”شیخ عبد القادر بادشاہ طریق اور تمام عالم وجود میں صاحب تصرف تھے۔ کرامات و

خوارقِ عادت میں اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو ایک دوامی یدِ طولی عطا فرمایا تھا“ (ترجمہ)

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں :-

غوث اعظمؒ دلیلِ راہِ یقین

بہ یقین رہبرِ اکابرِ دین

اوست در جملہ اولیاء ممتاز

چوں سمیہ در انبیاء ممتاز

نیز اخبار الاخبار میں رقمطراز ہیں :-

”اللہ تعالیٰ نے غوث الاعظمؒ کو قطبیتِ کبریٰ اور ولایتِ عظمیٰ کا مرتبہ عطا فرمایا۔ فرشتوں سے لے

کر زمینی مخلوق تک آپؒ کے کمال، جلال اور جمال کا شہرہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے بخشش کے خزانوں کی کُنیاں

اور جہانی تصرفات کے لوازم و اسباب آپؒ کے اختیار و اقتدار میں دے دیئے تھے اور تمام اولیاء اللہ

کو آپؒ کا مطیع و فرمانبردار بنادیا تھا۔ غرضیکہ تمام اولیائے وقت، حاضر و غائب، قریب و بعید، ظاہر و باطن

سب کے سب آپؒ کے فرمانبردار و اطاعت گزار تھے اور آپؒ تمام اولیاء کے سردار و سالار تھے۔ کیونکہ





## بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمین و الصلوٰۃ والسلام علی خاتم النبیین و رحمۃ اللعالمین و اہل بیتہ و منزلہ العارین  
 و اصحابہ الکرام و الذین استوفی حسان الیوم الدین اما بعد سار الوار قادریہ سرور خاندان  
 برکت یقین متقدین سیدہ قادریہ کرامہ و خواجہ ادریس اہل سلم کو عوام و خواجہ شرف شہان ذکر سادت  
 مقام رضوان اللہ علیہم اجمعین معید و موجب خیر و برکت ثابت و ثابت دایم۔ جزئی العقیقہ شریفہ فیما  
 کین نہ موجب کہ سرخی اویار فی الافق و اسرار عینیہ سیدنا عبد القادر الجیلانی رحمہ اللہ و خواجہ شرف  
 کاندہ خیرہا اسیر مذبح ہر جگہ عائبان میں خاتم الاولیۃ المحمدیہ شیخ ابوبکر صدیق کرامہ و خواجہ شرف  
 باب ۳۰۰ پر لکھتے ہیں ( دہنم رخی اللہ عنہم رجل واحد وقد کون اراۃ فی کل زمان آیتہ (روح القادر  
 فوق جادہ۔ ہر استقامت علی کل شئ سوی اللہ مستہم متجمیع مقدم کثیر الدعوی بحق یقول حق  
 و حکم عدلہ کان صاحب نہ المقام شیننا عبد القادر الجیلانی بعد اد کانت فی العلم و الاستقامت لکن  
 علی الخلق کان کثیر الشان ) ~~یہ لکھتے ہیں کہ سیدنا عبد القادر رضی اللہ عنہ~~  
 بغیر حق سمانہ دنیا کو ہر شئی پر غالب و معروف تھے گویا ہر شئی آیتہ (روح القادر فوق جادہ)  
 بعد اس کے اس باب میں لکھتے ہیں کہ محمد ادان الودف بابن قائم سیدہ افراد ~~خیرہ~~  
 (سیدنا) عبد القادر علیہ السلام کا اصحاب میں سے تھا جس کے شان میں عیالیناب فرماتے تھے کہ محمد بن قائم ادان لدن ~~مقام~~  
 اویار افراد سے ہر دروازہ قلب کے خیر کے مانند خارج تھیں جسکی نظر ہر جگہ رہا بعد از گردین  
 حسین فی جلال اللہ جن جگو بغیر حق سمانہ دنیا کو ہر شئی کا علم فرما نہ اپنا اور نہ عر کا  
 جب عیالیناب سیدنا عبد القادر رضی اللہ عنہ سے کہ بعض خدام خواجہ علیہ السلام کے مانند تھے و رفت  
 کہ دائرہ خارج میں تو پہر آپ کے دیتے کو کورہ ہوا کہ ہر جگہ ہر جگہ ~~سیدنا عبد القادر رضی اللہ عنہ~~  
 آپ کا حق کیا ہوگا و اللہ علیہ السلام جادہ و ہر جگہ کا علم دینا اسوۃ و جوبہ لایعنی ذرا یعنی امام  
 و اللہ اولاد و آقا خیرہ ~~اللہ علیہ السلام~~  
 کہنے تک ہر وقت کا ہونہ  
 علی کاتب  
 شاہ جید و راجعہ کا حلقہ بگوشت  
 رزگرا لاہور ۱۳۰۳ھ

۱۲۰۱ھ  
 ۱۲۰۲ھ

آپ قطب الوقت، سلطان الوجود، امام القديسين، محبت العارفين، روح معرفت، قطب الحقیقت، خلیفۃ اللہ فی الارض وارت کتاب اللہ، نائب رسول اللہ، الوجود البعث، النور الصرف، سلطان الطریق اور تصرف فی الوجود علی التحقیق ہیں۔  
حضرت امام عبد اللہ یافعی فرماتے ہیں کہ جناب غوث الاعظم کی کرامات درجہ تو اتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔  
حضرت مخدوم علاؤ الدین علی احمد صاحب کلیری عرض گزار ہیں۔

من آدم به پیش تو سلطان عاشقان      ذات تو هست قبلہ ایمان عاشقان  
در ہر دو کون جز تو کے نیست دستگیر      دستم بگمید از کرم اے جان عاشقان  
حضرت شاہ ابوالعالی کا ارشاد ہے۔

گر کے واللہ بعبالم از می عرفانی است      از طفیل شاہ عبد العت در گیلانی است  
حضرت مولانا الحاج محمد ایداد اللہ مہاجر مکی کا ارشاد ہے۔

حند و نداد! بحق شاہ جیلانی      محی الدین و غوث و قطب دہراں  
بکن خالی مرا از ہر خیالے      ولیکن آں کہ زو پیدا است حالے

## رسالۃ انوار قادریہ پر حضرت قبلہ عالم کی تقریظ

اسی ضمن میں حضرت قبلہ عالم گولڑوی نے کتاب انوار قادریہ کو پڑھ کر اپنے تاثرات قلمبند فرمائے ہیں، جو مکتوبات شریف موسومہ ”مہرِ چشتیہ“ اور فتاویٰ مہریتہ سے یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔

”الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ اَوْلَا دَاخِرًا وَ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ مِنْهُ بِاطْنًا عَلَيْهِ وَ ظَاهِرًا وَ عَلَى اَهْلِ بَيْتِهِ وَ عِتْرَتِهِ الطَّاهِرِينَ وَ اصْحَابِهِ طُرَا وَ الدِّينِ اتَّبَعُوهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلَى يَوْمِ الدِّينِ۔“

آقا بعد رسالۃ انوار قادریہ میرے ملاحظہ سے گزرا علاوہ حسن مضامین کے بوجہ ذکر سادات کرام، علیہم الرضوان، طرز بیان و عبارت عام فہم کی رو سے بھی ناظرین اہل اسلام کے لیے عموماً و معتقدین و شائقین سلسلۃ قادریہ کے لیے خصوصاً میری ناقص رائے میں مفید عام و موجب خیر و برکت ثابت ہوا ہے جزئی المصنّف ربّہ عن ظاہرِ نہا۔ چونکہ رسالہ ہذا بوجہ اشمال بر ذکر آں محود شہود ذات و منبغ بصغات صفات، آں قائل قد می ہذا علی رقبۃ کل ولی اللہ۔ آں مبرا از التفات باسوی اللہ، آں غوث ہالیاں ارض و سما، آں وارث علوم جدیہ فاؤحی الی عبیدہ ماؤحی۔ آں مرکز و نقطۃ جہتیہ دائرہ وجود، محبوب ربانی، امام الثقلین، محی الدین سیدنا عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اس قابل نہیں کہ بعض دیگر مسائل اور مصنفات کی مانند صرف معمولی تقریظ پر اکتفا کیا جائے۔ لہذا تینا و تبرکاً فوائد و قلائد در بر غرر ذیل سے معلنی و موشح کرنا اس کا غیر مناسب معلوم نہیں ہوتا۔

فائدہ: آپ کا سچا اور پاک فرمان ذیل کہ یہ قدم میرا ہر ولی کی گردن پر ہے۔ از قبیل شعلیات نہیں بیسا کہ کم ظرف لوگ کم وصلگی کی وجہ سے ایسے دعاوی کیا کرتے ہیں بلکہ بوجہ تمام صحو و استقامت و تمکین میں



مأمور ہونے کے ایسا فرمایا گیا ہے۔ بوجہ متعدد :-

(۱) اگر یہ فرمان امر خداوندی کی تعمیل نہ ہوتا بلکہ معاذ اللہ حکم موصی کے باعث صادر ہوتا، جیسا کہ بعض متصوفین موجودہ زمانہ کا خیال ہے تو پھر آں کاسر اصنام غیر و غیرت، آں ناصب خیام وحدت واحدیت آں مرکز دائرہ پر کار وجود، آں مہبط تجلیات و انوار شہود، آں گونے از ہبہ بردہ در حق پرستی، آں قطب الوحدت خواجہ خواجگان معین الحق والدین چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بروقت صدور فرمان عالی سب سے پہلے تسلیم خم نہ فرماتے۔

(ب) بوجہ کمال اتباع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم مثل قول علیہ السلام: اَنَا سَيِّدُ دُنْيَا آدَمَ وَبَيْدِي لَوَاعِ الْحَمْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وغیرہ یہ فرمان صادر ہوا۔

(ج) آپ ایسے اقوال کے صدور کا منشاء قول ذیل سے بیان کرتے ہیں: وَمَا قُلْتُ قَوْلِي هَذَا إِلَّا وَقَدْ قِيلَ لِي يَعْنِي مِّنْ أَزْوَاجٍ أَيْسَىٰ بَاتٍ نِّسَىٰ كَمَا هُنَّ، بَلْكَ مُنَاجِبُ اللَّهِ ارْتَادُ هُوَ مَا هِيَ كَمَا يَسْأَلُونَ۔

(د) رئیس المکاشفین شیخ اکبر قدس سرہ فتوحات کے باب ۳۷ میں بعد ذکر اقسام اولیاء اللہ فرماتے ہیں:-  
”وَمِنْهُمْ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ رَجُلٌ وَاحِدٌ وَقَدْ تَكُونُ امْرُؤَةً فِي كُلِّ زَمَانٍ أَيْتُهُ  
رَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ لَهُ الْإِسْطِطَالَةُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ سِوَاللَّهِ شُهُمٌ، شَجَاعٌ، مُّقْدَامٌ، كَثِيرُ  
الدَّعْوَى بِحَقِّ يَقُولُ حَقًّا وَيَحْكُمُ مَعْدَلًا كَانَ صَاحِبُ هَذَا الْمَقَامِ شَيْخًا عَبْدًا الْقَادِرِ  
الْجِيلِي بِبَعْدِ أَذْكَانَتْ لَهُ الصَّوْلَةُ وَالْإِسْطِطَالَةُ بِحَقِّ عَلَى الْخَلْقِ كَانَ كَبِيرَ الشَّانِ۔“

یعنی اولیاء میں سے ایک ولی ایسا ہوتا ہے کہ سوائے حق سبحانہ تعالیٰ کے ہر چیز پر غالب اور متصرف رہتا ہے اور پر زور دعاوی کرتا ہے، مگر اُس کا دعویٰ اور لول بالا سچا ہی ہوتا ہے۔ ایسا ہی حکم اُس کا عدل انصاف سے ہوتا ہے۔ اس مقام کے صاحب بغداد میں عالی جناب ہمارے شیخ عبد القادر جیلی گویا آیت وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ کے منظر تھے۔

اسی باب ۳۷ میں لکھتے ہیں کہ محمد اَوَّانِ المعروف بِابْنِ قَابِدِ افراد میں سے تھے اولیائے افراد وہ ہوتے ہیں جو خضر علیہ السلام کی طرح دائرہ قلب سے خارج ہوں۔ علی جناب غوث پاک قدس سرہ محمد اَوَّانِ مذکور کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ یہ اولیائے افراد سے ہے اور یہ محمد اَوَّانِ غوث پاک کے اصحابِ خدام میں سے تھے۔

حضرت شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصریح ہذا سے نتائج ذیل ثابت ہوئے :-

۱۔ عالی جناب نہ صرف مقام غوثیت کے مالک تھے، بلکہ اس سے بالاتر تھے۔

۲۔ آپ ہر شے پر سوائے خدائے عزوجل کے غالب و متصرف تھے۔

۳۔ ایسا شخص لاف زن و کم ظرف نہیں ہوتا بلکہ سچا اور صاحب تمکین ہوتا ہے۔

۴۔ ہر زمانے میں ایسا ولی ہونا چاہیے۔ وہ عبارت جس سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے، اسی باب میں ہے، مگر

خوف طوالت کی وجہ سے نقل نہیں کی گئی ہے۔

۵۔ حضرت شیخ کے زمانے میں اس تصرف کا مالک حسب تصریح شیخ رضی اللہ عنہ ایک ولی تھا مگر اسی

باب میں لکھتے ہیں کہ گو یہ ولی مقام وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ میں ہے، لیکن شیخ عبد القادر رضی اللہ



عہ میں علاوہ مقام ہذا کے اور وجوہ فضیلت بھی موجود تھے۔

چنانچہ سیدنا عبد القادر و سیدنا خواجہ نظام الدین ہر دو مقام محبوبیت میں شریک ہیں مگر حسب تصریح حضرت خواجہ نظام الدین اور نگ آبادی، حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الہی و ملوئی سیدنا عبد القادر سے مستفیض ہیں (ملاحظہ ہو نظام القلوب)۔ نیز محبوبیت قادریہ عالمگیر ہے اور محبوبیت نظامیہ کئی قطعات ارض تک نہیں پہنچی۔ رہا لفظ سُبْحَانِی وَاللّٰہِ سو مقام جذب و محبوبیت سے جیسا تناسب کہ لفظ سُبْحَانِ کو ہے لفظ اِلٰہ کو نہیں۔ کما قال اللہ تعالیٰ سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ کَیْلًا۔ اور نہ لفظ اِلٰہ ذات بحت پر دال ہے بلکہ سُبْحَانِ کہ رتبہ ذات کا نام ہے۔ (ملاحظہ ہوں فتوحات و شروح فصوص)

حضرت مجدد الف ثانی دوسری جلد کے آخری مکتوب میں حضور غوث اعظمؒ کے بارے میں فرماتے ہیں:-  
”دُفُولِ فِیوض و برکات دریں راہ بہر کہ باشد از اقطاب و نجابت توسط شریف او مفہوم می شود، چہ اس مرکز غیر اور ایست نہ شد الخ“

اس موقع پر برائے فائدہ مندرجہ ذیل سوالات و جوابات بھی درج کیے جاتے ہیں:-

سوال۔ لفظ ولی اللہ اصحاب کرام پر بھی بدیل قولہ تعالیٰ اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا و سائر آیات قرآنیہ بولا جاسکتا ہے، تو حسب قول مذکور چاہیے کہ آپ کا قدم اصحاب کرام کی گردن پر بھی ہو۔ حالانکہ یہ امر مسلم ہے کہ کوئی ولی خواہ کیسا ہی کامل ہو، صحابہ کے رتبے کو نہیں پہنچ سکتا۔

جواب۔ متاخرین کے عرف و محاورے میں ولی اللہ اسوائے صحابی پر بولا جاتا ہے۔

سوال۔ عبارت فتوحات ”مَسْطُورَہ بِالْاِیْمَنِ لَہٗ الْاِسْتِطَالَةُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ سِوَاللّٰہِ“ سے پایا جاتا ہے کہ اس ولی کا تصرف انبیاء علیہم السلام پر بھی ہوتا ہے۔

جواب۔ عالیجناب رضی اللہ عنہ کا زمانہ انبیاء کا زمانہ نہ تھا۔

سوال۔ لفظ ”فِی کُلِّ زَمَانٍ“ مندرجہ عبارت فتوحات ”مَسْطُورَہ بِالْاِیْمَنِ“ سے پایا جاتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے زمانے میں بھی ایسے ولی کا ہونا واقعی امر ہے اور نیز اسی باب میں قبل از عبارت مذکور حضرت شیخ تصریح فرماتے ہیں کہ بعد آنحضرت چار انبیاء بہ اجسام زہدہ ہیں۔

جواب۔ مفضل کا تصرف فاضل پر مثل تصرف جبرائیلؑ برآں حضرت واقعی اور مسلم شدہ امر ہے۔ کیونکہ بوجہ تخالف فیما بین وجوہ فضیلت، استبعاد مندرجہ سوال بخوبی مندرج ہو سکتا ہے۔ وہی آخری مکتوب شریف ملاحظہ ہو۔ چنانچہ عالیجناب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خُصُّنَا بَعَثْنَا لَعَلَّہُمْ عَلٰی سَاحِلِہِ الْاَنْبِیَاءِ۔ یعنی ہم ایسے دریا میں ڈوبے ہیں، جس کے کنارے پر انبیاء علیہم السلام کو کھڑا ہونا نصیب نہیں ہوا۔ بحر و دریا سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، یعنی ہم کو بوجہ کمال اتباع ظاہری و باطنی، شریعت و طریقت ذات پاک محمدی میں کامل فناء حاصل ہے۔ بخلاف سائر انبیاء علیہم السلام کہ وہ اپنی اپنی شرائع میں رنگین ہونے کے باعث اس فناء کامل سے ماری ہیں۔

سوال۔ عیسیٰ ابن مریم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام حسب احادیث صحیحہ بعد التزول شرع محمدی کے پابند



ہوں گے۔ لہذا کابل فنا کے مستحق ہوئے اور عالی جناب کے فرمان مذکور لَحْرِیقُفْ عَلٰی سَاحِلِہِ الْاَنْبِیَاء سے سمجھا جاتا ہے کہ کسی پیغمبر کو ذات محمدی میں فنا ظاہری و باطنی نہ ہوگی۔

جواب۔ فرمان مذکور کا مطلب یہ ہے کہ میرے قول ہذا سے پہلے کسی نبی کو بحر ذات محمدی میں فنا کابل و اتباع شرع محمدی حاصل نہیں ہوا۔ کیونکہ لَحْرِیقُفْ میں کلمہ لَحْرِیقُفْ پر ماضی منفی کا معنی دیتا ہے بتائیں اگر بعد اس فرمان کے قُرب قیامت میں عیسیٰ علیہ السلام کو اتباع شرع محمدی میں اتباع کابل حاصل ہو تو مخالفتِ قول مذکور نہ ہوگا۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ اَدَلًا وَاٰخِرًا وَاَلْصَلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْہِ ظَہِرًا وَاٰخِرًا۔ الْعَدَمُ  
محبت کا بندہ، علی کا نام لیوا، شاہ جیلان کا حلقہ گوش از گولڑہ بقلم خود۔ ۱۸ صفر ۱۳۳۱ھ

القصۃ حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے جناب غوث الاعظم کی شان میں کیا خوب عرض کیا ہے :-  
گویم ز کمال تو چہ غوثُ الثَّقَلینَا  
محبوبِ خدا، ابنِ حسن، آلِ حسینا  
سردر قد مت مجلہ نہادند و بگفتند  
تَاللّٰہِ لَقَدْ اَشْرَکَ اللّٰہُ عَلَیْنَا  
ما عاجز و حیران باندیم بگرداب  
لَا فُخْلَصَ اِلَّا بِکَ بِاللّٰہِ لَدَیْنَا

ماتشہد چو ماہی ہمہ در دشت فتادیم  
اے ابر کرم بار تو بشتاب الینا

۱۔ ارباب علم و بصیرت سے مخفی نہیں کہ حضور غوث اعظم سیدنا شیخ محی الدین ابی محمد عبد القادر جیلانی قدس سرہ کے فضائل و کمالات، حسب نسب تصرفات و کرامات مشہور و متواتر ہیں آپ کا ارشاد گرامی میرا قدم تمام اولیاء کی گردن پر ہے۔ حضور کے معاصرین سے لے کر ہر زمانہ کے مشائخ عظام اور اُن کے متوسلین علمائے کرام و عوام اہل اسلام کے نزدیک ایک مسلم حقیقت ہے اور آج تک کسی سلسلہ کے بزرگان دین سے اس کا انکار ثابت نہیں۔ جیسا کہ خاتم المفسرین حضرت السید علامہ محمود اکوسی بغدادی مصنف روح المعانی نے اپنی کتاب الطراز المذہب میں اور حضرت السید علامہ محمد کی میسغ الجامعة الریونہ (تیونس) نے اپنی کتاب السیف الربانی میں اور حضرت السید مولانا ابو ظہر ظہیر الدین قادری بغدادی نے اپنی کتاب فتح البین میں تفصیل فرمائی ہے۔ آپ کی سیرت پر مستند کتاب بیعت الاسرائیل منبہل کے ساتھ ان مشائخ کرام کے اقوال منقول ہیں جنہوں نے اس ارشاد گرامی سے پہلے پیشین گوئی فرمائی تھی کہ آپ تکلم الہی یہ ارشاد فرمائیں گے۔ اس کے علاوہ مجلس میں حاضر مشائخ اور دیگر بہت سے معاصرین اولیائے کرام کے اقوال بھی درج ہیں جنہوں نے اپنے اپنے مقام پر کشف و الہام کے ذریعے اس ارشاد گرامی سے مطلع ہو کر گردنیں جھکا دیں۔ کتاب مذکور کے مصنف امام نور الدین ابوالحسن علی بن یوسف (متوفی ۱۳۱۵ھ) جامعہ ازہر کے شیخ القرائت مشہور محدث اور نقاد مورخ امام ذہبی جو مصنف کے ہم عصر تھے اور اسی طرح محدث مشہور امام جزیری اور امام جلال الدین سیوطی، امام عبد اللہ یاضی اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی سب نے مصنف کے علمی فضل و کمال کی تعریف کی ہے۔ جیسا کہ الدولۃ المکیۃ مصنف مولانا احمد رضا خان بریلوی میں تفصیل مذکور ہے۔ اس کتاب کے علاوہ ہر دور کے علماء و مشائخ کی بے شمار تصانیف میں حضور کے اس ارشاد گرامی کے متعلق تفصیل موجود ہے حضرت کی تصنیف فتاویٰ مرثیہ میں بھی تفصیل درج ہے۔

## پوہتی فصل

# حضرت قبلہ عالم کے دیگر اجداد کرام

## سید تاج الدین عبد الرزاق و سید جمال اللہ حیات المیر

حضرت قبلہ عالم گوروی قدس سرہ العزیز، جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے، جناب غوث الاعظم کے منجھلے بیٹے سید تاج الدین عبد الرزاق قدس سرہ العزیز کی اولاد پاک میں سے ہیں۔ جن کا سلسلہ طریقت قادریہ، رزاقیہ شرق و غرب میں پھیلا ہوا ہے۔ سید عبد الرزاق اپنے وقت کے مشائخ کبار میں سے ہوئے ہیں۔ آپ مفتی عراق کے لقب سے مشہور تھے۔ منجھلے صاحبزادے ہونے کے باوجود آستانہ عالیہ غوثیہ بغداد شریف کی سجادگی و تولیت کا شرف زیادہ تر آپ ہی کی اولاد کو حاصل ہا ہے آپ کے ایک فرزند سید جمال اللہ المعروف پیر حیات المیر زندہ پیر کو اپنے جسد بزرگوار حضرت غوث الاعظم کی دعا سے حیات جاوید حاصل ہوئی۔ وہ آنجناب یعنی غوث الاعظم کے وصال کے کچھ عرصہ بعد ہی عام لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو گئے تھے۔ جناب غوث الاعظم اپنے اس پوتے کے حال پر بے حد شفقت فرماتے تھے کتب غزنیہ الاصفیاء تحفہ القادریہ اور اقتباس النوار وغیرہ میں مذکور ہے کہ حضرت غوث الاعظم ان کو گود میں لے کر پیار فرماتے اور کہتے، بیٹا! جب امام آخر الزمان، حضرت مہدی سے ملاقات ہو تو میرا سلام کہنا۔ اصل عبارت ذیل ہے :-

”از سید جمال اللہ مدت عمرش پُرسیدند، فرمود کہ جدم رضی اللہ عنہ غوث الاعظم وقت جوش شوق الہی مرا

در بر کردہ می فرمودے کہ برادر مہدی و حضرت عیسیٰ علیہما السلام را از من سلام برسانی۔ او ہنوز زندہ است و در

نواح بسطام وغیرہ ممالک سیر می نماید“

کتاب تحفہ الابراہیم انیس القادریہ وغیرہ کتب کے حوالہ سے تحریر ہے کہ سید جمال اللہ شکل و صورت میں حضرت غوث الاعظم سے بہت مشابہ تھے اور آپ کی دعا سے زندہ جاوید ہیں۔ سید تقیم شاہ سکنہ حجرہ شاہ مقیم ضلع شاہی وال اور سلطان تری بطیعت، نور پور شاہاں ضلع راولپنڈی اور بہت سے دیگر اولیاء کرام کا آپ سے فیض حاصل کرنا بیان کیا جاتا ہے۔

## سید ابوصالح طاہر نصر و سید علی بغدادی

سید ابوصالح حضرت سید عبد الرزاق کے دوسرے فرزند تھے۔ آپ مفتی عراق کے منصب جلیل پر فائز تھے۔ حضرت قبلہ عالم آپ کے صاحبزادے سید علی بغدادی کی اولاد سے ہیں۔ تحفہ الابراہیم میں تذکرۃ العابدین کے



حوالے سے تحریر ہے کہ آپ کی تصانیف میں سے "اسرار النقطہ"، "شرح قصص الحکم"، "شرح قصیدہ نمریہ و فارضیتہ" و "اورادِ فحیہ" برائے کثرتِ شاہزادوں و باطنِ اکسیرِ اعظم کا حکم رکھتی ہیں۔

## سید تاج الدین محمود و سید ابی الحیات

حضرت سید علی قادریؒ کی چوتھی پشت میں حضرت سید تاج الدین محمودؒ دستِ ادری رزاقیؒ نویں صدی ہجری میں سب سے پہلے سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ کا انعام الہی لے کر بنگال پہنچے۔ اُن دنوں سلاطین بنگالہ کا پایہ تخت گور تھا۔ سلطانِ وقت فیروز شاہ نے آپ کی خانقاہ کے لیے جاگیر مقرر کی اور آپ کا فی عرصہ تبلیغ فرمانے کے بعد اپنے صاحبزادے سید ابی الحیاتؒ کو اپنی جگہ مسندِ ارشاد پر چھوڑ کر واپس بغداد شریف چلے گئے۔ اُن ایام میں سید شریف علیؒ کو بنگال کے ایک حصے کی حکمرانی حاصل ہوئی۔ چنانچہ وہ بھی اپنی پرہیزگاری اور خدمتِ دین کے باعث اس سلسلہ شریف کی ترویج میں مجدد و معاون ثابت ہوئے۔

## حضرت میراں شاہ قادرِ قیص

حضرت سید ابی الحیاتؒ ہمایوں ابنِ بابر بادشاہ کے دور تک زندہ رہے۔ اُن کی وفات پر اُن کے صاحبزادے میراں شاہ قادرِ قیصؒ نے اُن کا جانشین ہو کر نہ صرف بنگال میں بلکہ تمام برصغیر ہند میں عظیم شہرت حاصل کی جب تک اُنوں بادشاہ اور شیر شاہ سُوری کی جنگوں کی وجہ سے ملک میں بد امنی پھیلی تو آپ ارضِ مقدس بغداد شریف لے گئے۔ اور کئی سال بعد امن بحال ہونے پر واپس گنگوہ پہنچے۔ اس وقت یہاں حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ اور اُن کے خلفائے عظام کا کافی شہرہ تھا۔ لطائفِ قدوسیؒ میں لکھا ہے کہ قطبِ العالم شیخ عبدالقدوسؒ نے بایں جلالت شان و کھولتِ عمری شہر سے باہر نکل کر حضرت مخدوم قیصؒ کا استقبال کیا اور کچھ عرصہ اپنے پاس مہمان رکھ کر سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ کے اوراد و وظائف مرحمت فرمائے۔

حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ کے مشائخِ عظام میں سے تھے جو شہرت و عظمت اس سلسلہ شریف میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی، وہ صاحبِ سلسلہ حضرت سید علاؤ الدین علی احمد صابرؒ کے علاوہ شاید ہی کسی کو نصیب ہوئی ہو۔ حضرت گنگوہیؒ کے خلفائے عظام میں شیخ جلال الدین تھانیسریؒ، شیخ عبدالغفور اعظم پوریؒ اور شیخ عبدالاحد سرہندیؒ (حضرت مجدد الف ثانیؒ کے والدِ بزرگوار) وغیرہ مشائخ کے اسمائے گرامی آتے ہیں آپ نے ہندوستان کے مختلف سیاسی انقلابات دیکھے اور خاندانِ لودھی سے مغلیہ دور تک رونق افروز عالم رہ کر ۹۴۵ھ میں ترانوے سال کی عمر میں رحلت فرمائی۔

حضرت مخدوم قادرِ قیصؒ گنگوہ سے بنگال گئے۔ مگر وہاں حالات کو سازگار نہ پا کر موجودہ اضلاع اُنبالہ اور سہارنپور (بھارت) کے قصبہ شاہ ڈھورائیں جو اب ساڈھورا کے نام سے مشہور ہے، سکونت اختیار فرمائی۔ ۹۸۳ھ میں جب مغل بادشاہ اکبر نے بہار کو فتح کیا تو حضرت مخدوم کو بنگالہ کے سلطانِ بایزیدؒ کے پاس سفیر بنا کے بھیجا۔ اُسی زمانے میں بہار کا ایک ہندو راجہ اور اُس کی رانی آپ کی روحانیت سے متاثر ہو کر حلقہِ مہوشِ اسلام ہوئے۔ شاہانِ مغلیہ نے آپ کی خانقاہ کے لیے چھ گاون



نذر کیے ہوئے تھے جو انگریزی دور تک رہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اخبار الاخیار میں لکھتے ہیں:-

”شاہ قادر قمیص ابن سید ابی الحیات، حضرت شاہ عبدالرزاق بن حضرت غوث الاعظم کی اولاد سے ہیں۔ آپ پہلے بنگال میں ارشاد و تبلیغ فرماتے رہے، جہاں سے فقر و تجرد کے ساتھ آکر قصبہ سالورہ خضر آباد میں مقیم ہوئے۔ وہاں سید نصر اللہ نے جو عالم دین باعمل، صاحب حال و متبع سنت بزرگان میں سے تھے، اپنی صاحبزادی کا عقد آپ سے کر دیا۔ جس وجہ سے آپ نے سالورہ میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ اس علاقے کے آس پاس کے اکثر و بیشتر لوگ اور درویشوں کی ایک جماعت آپ کے عقیدت مند و ارادت مند ہوئے ہیں۔ شیخ عبدالرزاق المعروف شیخ بہلول آپ ہی کے خلیفہ تھے جو علم شریعت و طریقت میں کامل بزرگ ہوئے ہیں۔ شاہ قمیص نے بنگال میں وفات پائی، جہاں بادشاہ وقت نے ان کو کسی کام کے سلسلے میں روانہ کیا تھا۔ ۳۔ ذیقعدہ ۹۹۲ھ کو آپ کا جسد پاک بنگال سے لا کر سالورہ میں سپرد خاک کیا گیا۔ جہاں ہر سال ۲ تا ۱۱ ربیع الثانی اجتماع خلافت ہوتا ہے۔“

## حضرت شاہ محمد فاضل قلندر

حضرت مخدوم قادر قمیص کے بعد آپ کے پوتے حضرت شاہ محمد فاضل قلندر بہت بڑی شہرت کے مالک اور سلسلہ عالیہ قادریہ قیسیہ کے فروغ کا باعث ہوئے۔ ۹۔ رمضان المبارک ۱۰۴۲ھ کو انتقال فرما کر قلعہ ساڈھورہ کے قریب دفن ہوئے۔ یہ جگہ پہلے ”شاہ محمد فاضل کی گھاٹی“ اور بعد میں ”فاضل پور“ کے نام سے مشہور ہوئی۔

حضرت شاہ قادر قمیص کی اولاد میں سے ایک اور بزرگ سید صادق علی شاہ، حضرت مولانا فخر الدین غنی جہاں دہلوی چشتی نظامی کے خلیفہ مجاز ہو کر دہلی سے بہار اور بنگالہ کی سیاحت فرماتے ہوئے لنکار (سیلون) تشریف لے گئے اور تبلیغ دین فرماتے رہے۔ اسی جگہ انتقال فرمایا اور بمقام پولو ہانگ مدفون ہوئے۔ ان کے خلیفہ حضرت شاہ قیام الدین اصدق کا دفن موضع مجمعہ اوان المعروف پیر بگیہ ضلع پٹنہ میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

ان چند حضرات کا ذکر خیر یہاں تبرکاً کر دیا گیا ہے۔ ورنہ سلسلہ عالیہ قادریہ قیسیہ کے مشائخ کا تذکرہ بہت طویل ہے۔ زمانہ قریب میں حضرت شاہ قادر قمیص کی اولاد میں سے حضرت قبلہ عالم گولڑوی اور حضرت شاہ سلیمان چلواری (صوبہ بہار) ایسی مایہ ناز ہستیاں گزری ہیں سلسلہ عالیہ قادریہ قیسیہ کے شلخ کی تفصیل تذکرۃ الابرار مصنفہ تقی حیدر قلندر کا گوروی میں دیکھی جاسکتی ہے۔

## حضرات پیر سید روشن دین شاہ و پیر سید رسول شاہ

مخدوم میراں شاہ قادر قمیص کی بارہویں پشت میں سے ایک صاحب حضرت سید عبدالرحمن نوری حج کے لیے گئے۔ واپسی پر بمقام بصرہ بقضائے الہی انتقال فرما گئے۔ اور آپ کی وصیت کے مطابق آپ کے اراد و وظائف کی کتابیں آپ کے ساتھ ہی دفن کر دی گئیں۔ آپ کے صاحبزادگان پیر سید روشن دین و سید رسول شاہ کو جب ساڈھورہ میں اس کی اطلاع ہوئی تو وہ پیدل روانہ ہو کر بصرہ پہنچے اور چھ ماہ تک اپنے والد ماجد کے مزار شریف پر مقیم رہے۔



”مخازن النسب“ میں لکھا ہے کہ ایک روز اوراد و وظائف کی کتابیں خود بخود قبر شریف سے باہر آگئیں، جنہیں لے کر یہ دونوں بھائی فریضہ حج ادا کرنے چلے گئے۔ واپسی پر بغداد شریف و بصرہ سے ہوتے ہوئے کابل پہنچے۔ جہاں امیر کابل نے ایک علمی مناظرے میں بڑے صاحبزادے پیر سید روشن دین شاہ کے کمال سے متاثر ہو کر منصب قضا پیش کیا، مگر آپ نے قبول نہ کیا اور کابل سے وطن واپس ہوتے ہوئے سرزمین گولڑہ میں سکونت پذیر ہو گئے۔ یہ غالباً بارہویں صدی ہجری کے آخر کی بات ہے، جب کہ تختِ دہلی پر مغل بادشاہ شاہ عالم ثانی متمکن تھا اور بنگال پر انگریزوں کا قبضہ ہو چکا تھا۔ ہر طرف طوائف الملوک کا دور دورہ تھا۔ پنجاب پر سکھ قابض ہو رہے تھے اور مرہٹے اور انگریز دہلی پر نظریں لگائے بیٹھے تھے۔ ۱۷۶۰ء میں احمد شاہ ابدالی اور مرہٹوں کے درمیان پانی پت کی تیسری لڑائی کی وجہ سے اُس نواح میں بد امنی پھیلی ہوئی تھی۔ اس لیے ان ہردو حضرات نے پنجاب کے اِس شمال مغربی گوشے کو جلتے امن اور اپنے مقاصد تبلیغ و ارشاد کے لیے موزوں خیال کرتے ہوئے ساڈھورہ سے اہل و عیال و خدام کو اسی جگہ بلوایا۔ حضرت پیر سید روشن دین، قبلہ عالم گولڑوی کے دادا حضرت پیر سید غلام شاہ کے والد بزرگوار تھے۔

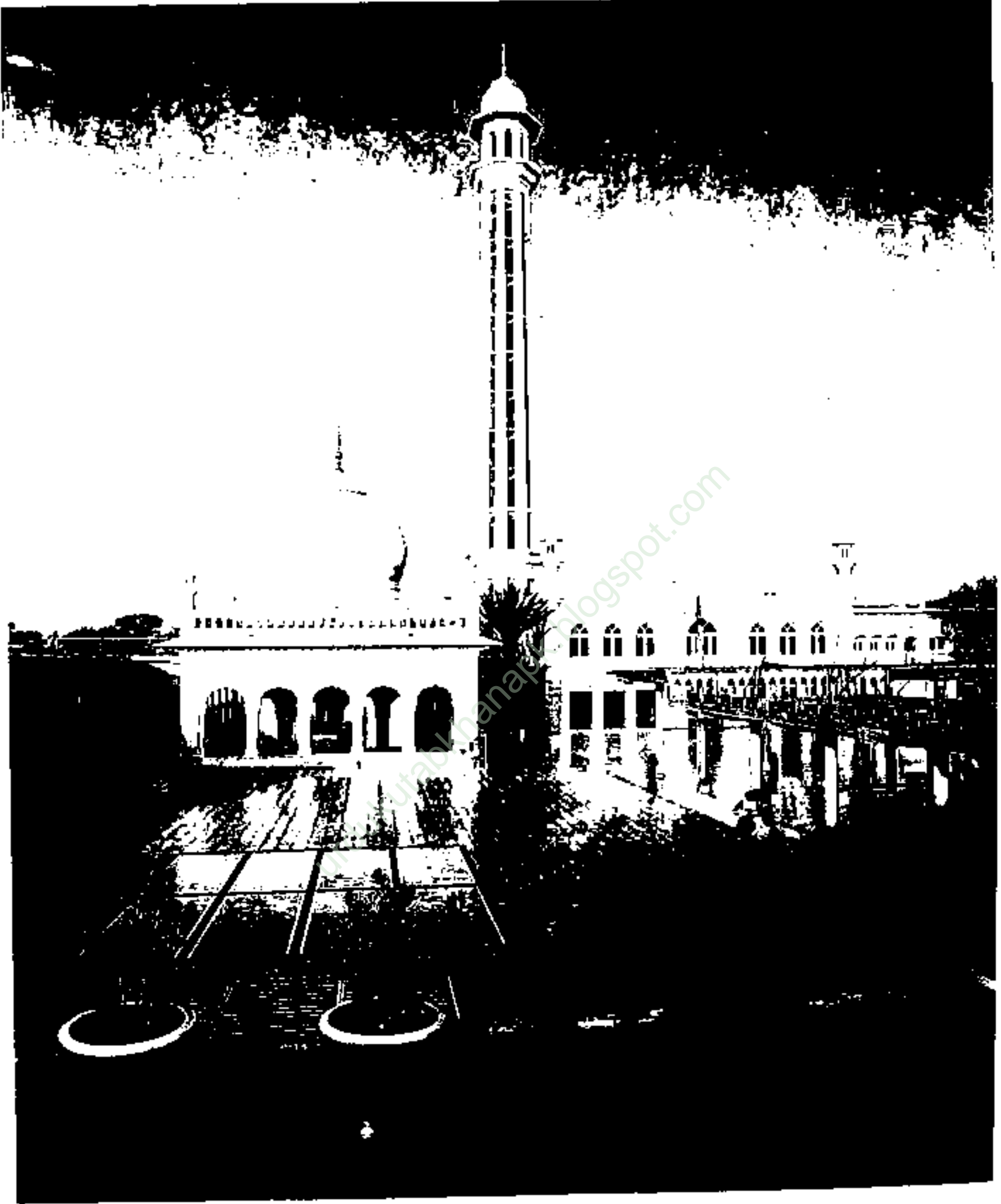
## گولڑہ

راولپنڈی سے گیارہ میل کے فاصلے پر کوہ مارگلا کے دامن میں ایک قصبے کا نام گولڑہ ہے، جو غالباً وہاں کے قدیمی باشندوں گولڑہ قوم کے باعث اِس نام سے موسوم ہے۔ سلطنتِ خداداد پاکستان کا دار الخلافہ اسلام آباد اِس قصبے کی شرقی حدود کے ساتھ واقع ہے۔ اُن دنوں یہ جگہ سکھوں کی عملداری میں سکھ قلعدار کا صدر مقام تھی۔ سکھوں کی تحصیل و قلعہ کے کھنڈرات و آثار اب تک موجود ہیں۔ آج کل یہاں ریلوے سٹیشن، تھانہ پولیس، ہسپتال، ڈاک خانہ، تارگھر، ٹیلیفون آفس وغیرہ بن چکے ہیں اور راولپنڈی و اسلام آباد سے ٹیختہ سڑکوں کے ذریعے ملا ہوا ہے۔ جن پر سرکاری موٹر بسیں، مسافروں اور زائرین کی آمد و رفت کا ذریعہ ہیں۔ یہ عروج اِس قصبے کو اللہ تعالیٰ نے دربارِ عالیہ غوثیہ مہرئیہ کی وجہ سے بخشا ہے، جو منبع برکات ہونے کے باعث مرجع خلافتی ہے۔

پہلے اِس علاقہ پر افغانوں کا قبضہ تھا۔ اٹھارہویں صدی عیسوی کے آخر میں احمد شاہ ابدالی کے انتقال پر رنجیت سنگھ نے، جو افغانوں کی طرف سے پنجاب کا صوبیدار تھا، خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ اور پنجاب کے ساتھ اِس علاقہ کو بھی اپنی عملداری میں شامل کر لیا۔ حضرت پیر سید روشن دین شاہ و پیر سید رسول شاہ کے مزارات آستانہ عالیہ کے شمال کی طرف ایک چار دیواری میں زیارت گاہِ خلق ہیں۔

## سائیں علی محمد عرف مسکین شاہ پانی پتی

حضرت سائیں علی محمد عرف حضرت مسکین شاہ، پیر سید روشن دین شاہ و پیر سید رسول شاہ کے حنفیہ ام میں سے تھے، جو ہردو حضرات کے اہل و عیال کے ہمراہ ساڈھورہ سے نقل مکانی کر کے گولڑہ شریف آئے اور اسی جگہ اُن کی خدمت میں عمر گزار دی۔ حضرت پیر سید رسول شاہ سے خلافت پانی پتی اور اُن کے وصال کے بعد اُن کے کم سن فرزند و جانشین حضرت پیر فضل دین کی تربیت فرما کر اُن کے والد شریف کی روحانی امانت اُن کو پہنچائی۔ سائیں

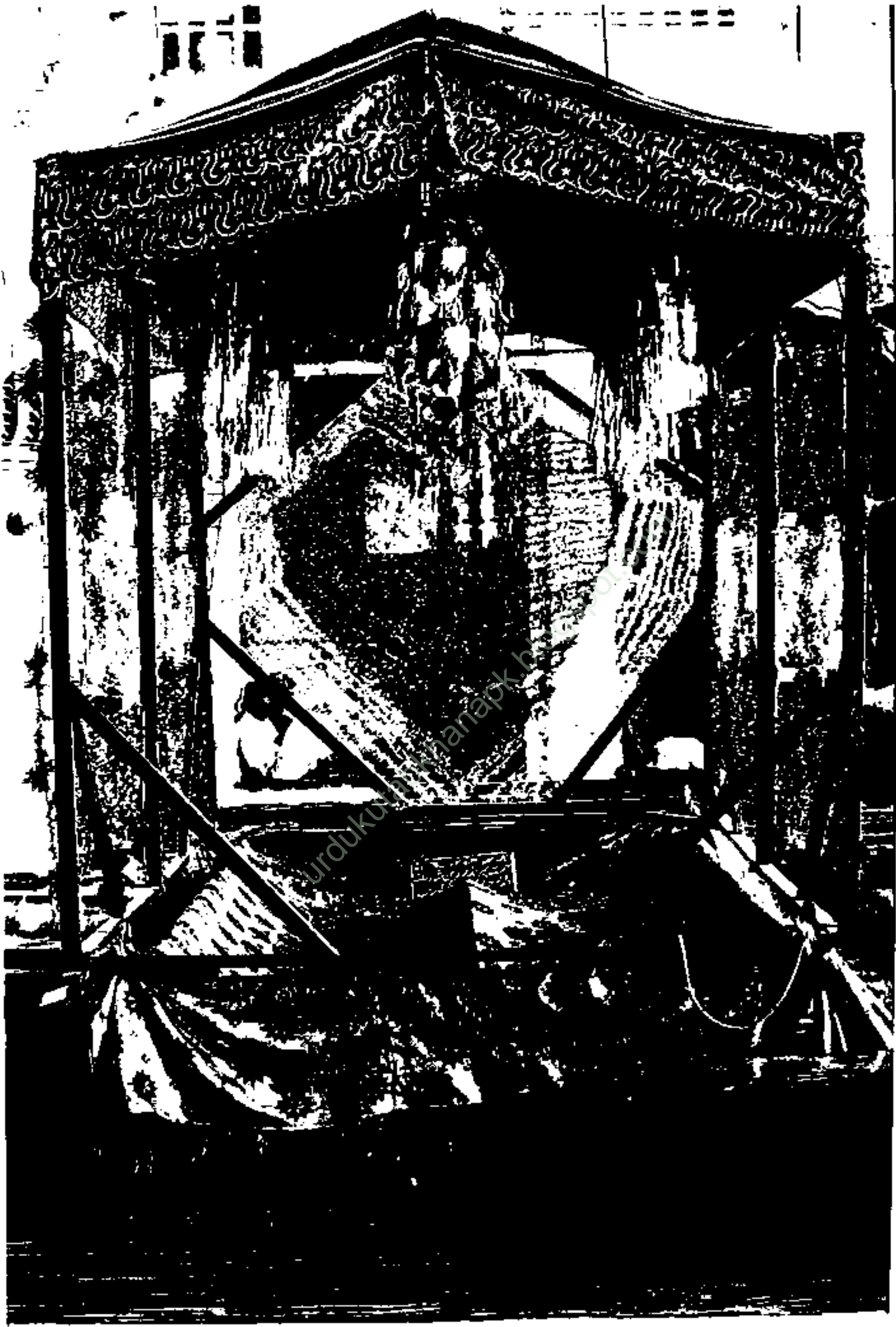


درگاہ عالیہ گوڑہ شریف کا منظر



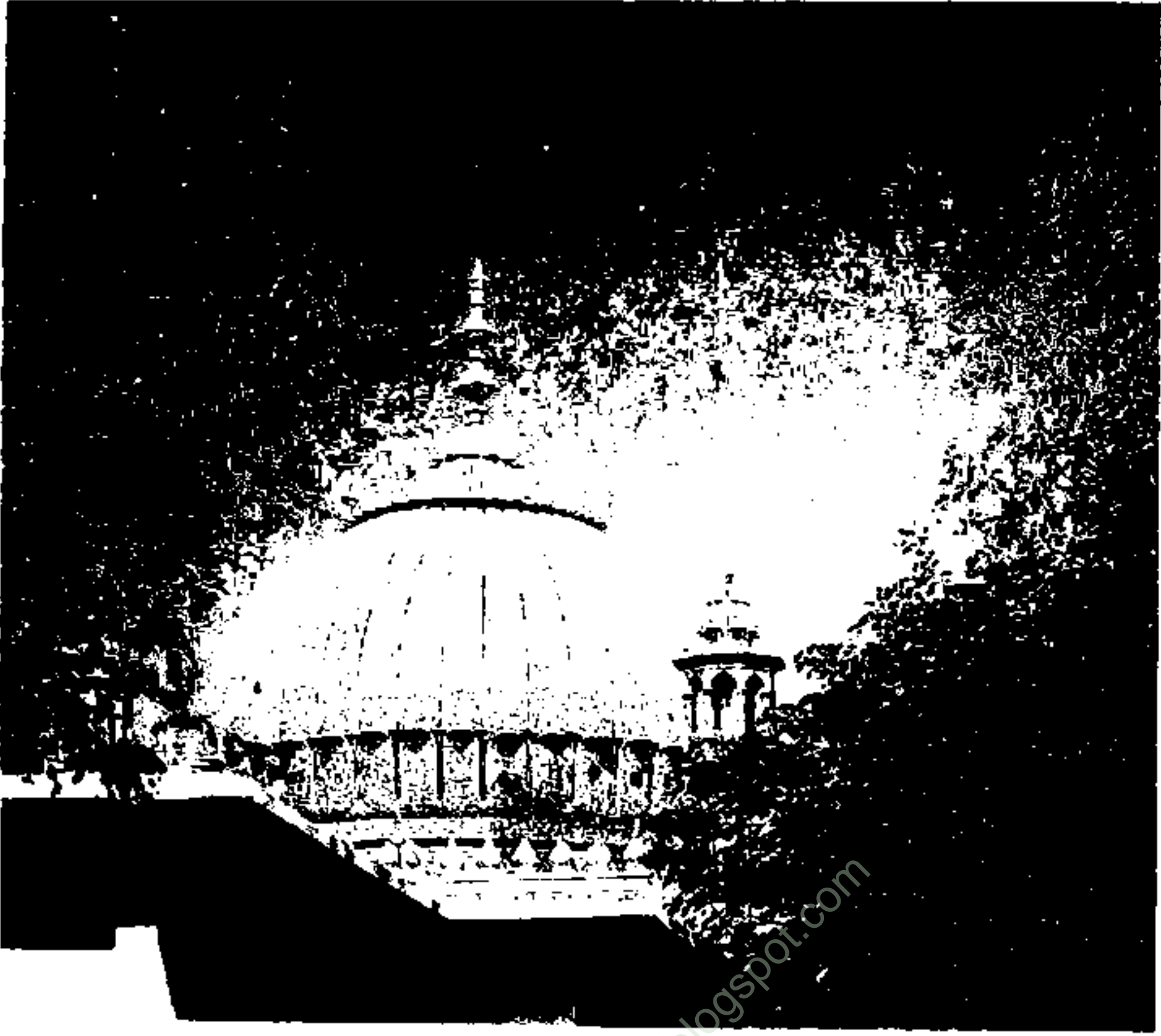


مزار مبارک حضرت سید روشن شاہ صاحبؒ و سید رسول شاہ صاحبؒ



مرقد مبارک حضرت پیرزادین شاہ صاحب المعروف اجی صاحب (اندرونی منظر)

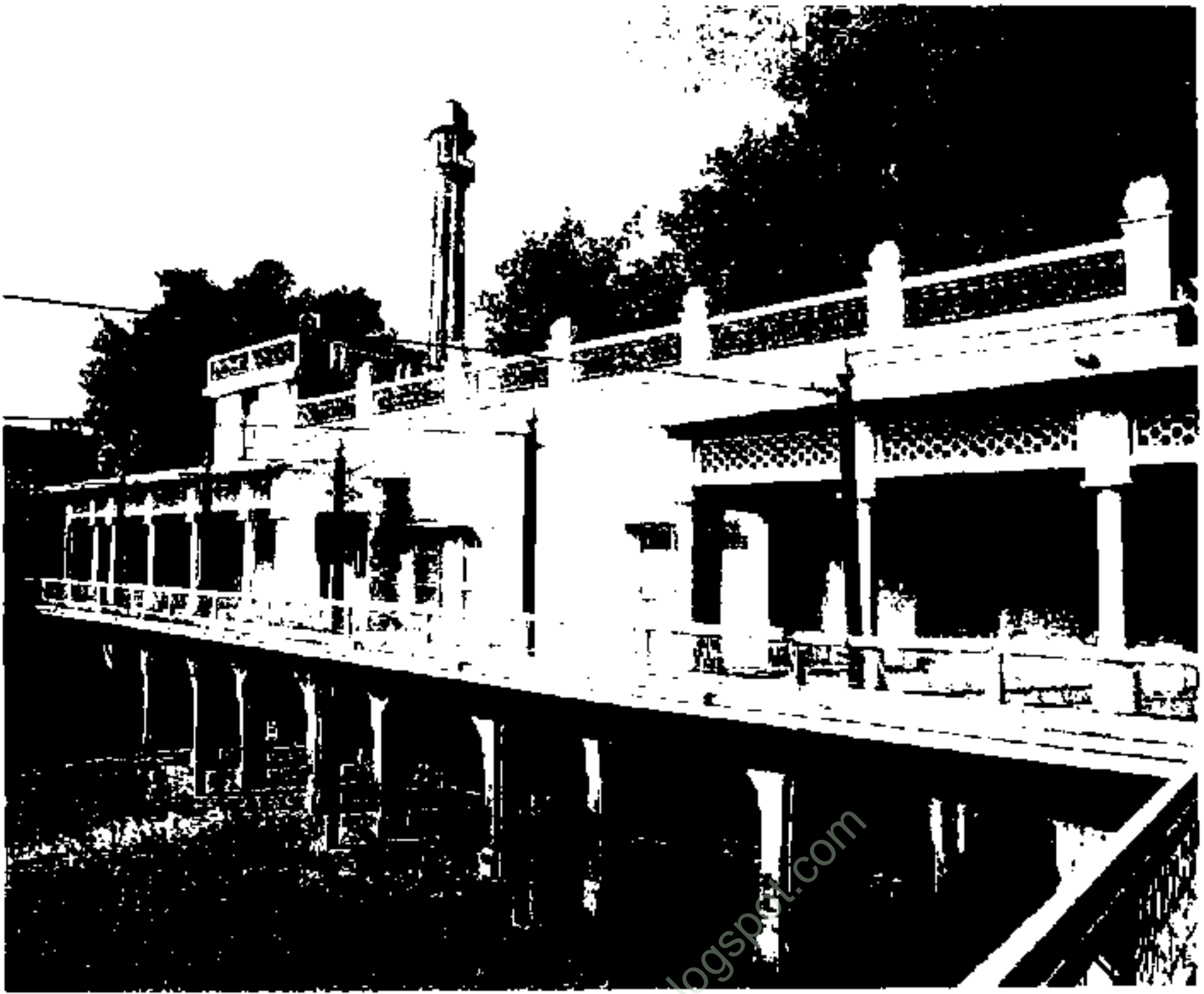




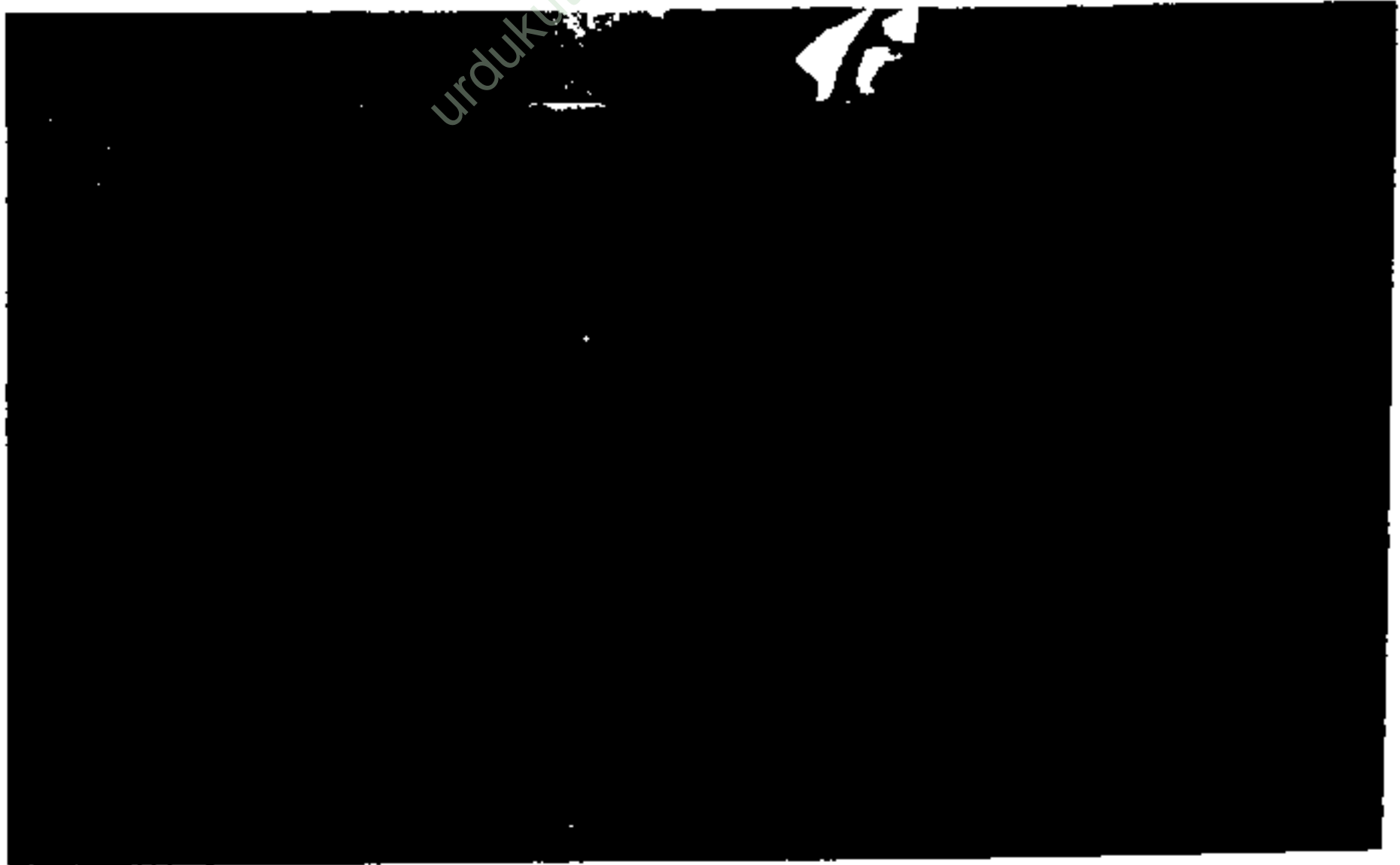
مزار مبارک حضرت پیر سید فضل دین شاہ صاحب (بیرونی منظر)



مزار مبارک حضرت پیر سید فضل دین شاہ صاحب (اندرونی منظر)

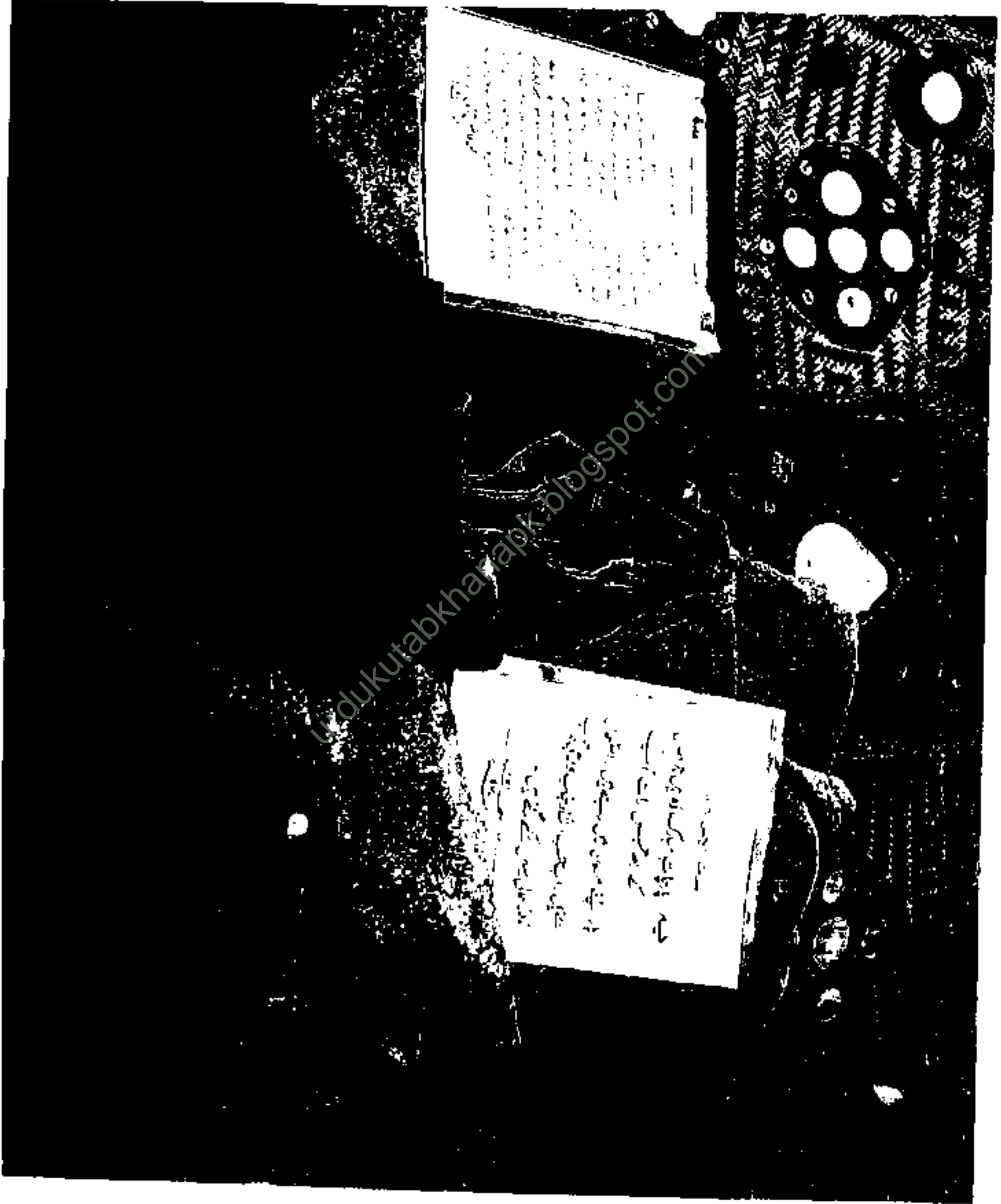


حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ صاحبؒ کی رہائش گاہ ”عشق آباد“



پتھر کی بل جاتے نماز کی شکل میں۔ جس پر حضرتؒ نے بیشتر راتیں عبادت میں گزاریں  
جو حضرت کی رہائش گاہ ”عشق آباد“ کے سامنے موجود ہے۔





تبرکات : حضرت کی قمیصیں اور واسکٹ وغیرہ

مسکین شاہ کی دو کرامتیں زباں زدِ خاص و عام ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ اس قدر غوثِ اہمان قاری تھے کہ بل چلانے والوں کے بل اور گڈریوں کے جانور نماز فجر کے وقت اُن کی قرأت سن کر رُک جاتے تھے اور جب تک قرأت ختم نہ ہو جاتی ہانکنے پر بھی نہ چلتے تھے۔ چنانچہ جب وہ اس طرح کھڑے ہو جاتے تو لوگ اختتامِ قرأت تک اُن کو ہانکنے کی کوشش ہی نہ کرتے۔ دوسری یہ کہ سائیں صاحب کو حضرت غوث الاعظمؒ سے نیاز و نسبت میں اس قدر استغراق تھا کہ قیام کی حالت میں اُن کے پیچھے کھڑے ہونے والے شخص کو اکثر حضرت غوث الاعظمؒ کا روضہ پاک نظر آ جاتا۔

## حضرت پیر سید میراں شاہ و حضرت پیر سید فضل دین شاہ

حضرت پیر سید روشن دین شاہ پہلے وصال فرما گئے تھے، حضرت پیر سید رسول شاہ کا بعد میں انتقال ہوا اور اُن کے دو خور و مال صاحبزادے پیر سید میراں شاہ اور پیر سید فضل دین شاہ رہ گئے، جن کی پرورش و تربیت جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے، سائیں علی محمد عرف مسکین شاہ کے ذریعہ عمل میں آئی۔ سید میراں شاہ اگرچہ پابندِ شریعت تھے، مگر بوجہ غلبہ سکر و کیف قلندرانہ وضع رکھتے تھے۔ "ملفوظاتِ طبقات" حضرت قبلہ عالم میں بروایت آپ کے والد ماجد حضرت پیر سید نذر دین المعروف اجی صاحب تحریر ہے کہ ایک مرتبہ بچپن میں حضرت اجی صاحب پیر سید میراں شاہ صاحب کی انگلی پکڑے جا رہے تھے۔ جب اُس جگہ سے گزرے، جہاں اب حضرت قبلہ عالم کی عرم سرائے ہے اور اُس زمانے میں قوم سہام کے مکانات تھے تو ایک سہام نے، جسے اپنی قوم کے سکھوں کی عملداری میں صاحبِ قلم و قانون ہونے کا ناز تھا، اپنے مکان کی مڑمت کے سلسلے میں پیر صاحب سے کوئی ناگوار سی بات کی تو جواباً آپ نے فرمایا کہ خاطر جمع رکھو، اس جگہ پر ہم میں سے ہی کسی کے مکانات نہیں گئے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ان کی ایک اور کرامت کے متعلق حضرت قبلہ عالم فرماتے تھے کہ ایک رات اُن کی گھوڑی رستی ٹڑوا کر ایک زمیندار کے کھیت میں جا بٹکی، جس نے اُسے پکڑ کر درخت کے ساتھ اس طرح باندھ دیا کہ اُس کا منہ اوپر کو اٹھا رہے اور وہ کچھ کھاپی نہ سکے۔ اگلے روز تلاش کے دوران پیر سید میراں شاہ کے ایک خادم نے گھوڑی کو اس تکلیف دہ حالت میں پا کر اُس زمیندار سے کہا کہ اگر غلطی سے گھوڑی تمہارے کھیت میں جا بٹکی تھی تو زیادہ سے زیادہ اُسے آوارہ قرار دے کر سرکاری پھانک میں داخل کرادیا ہوتا۔ ہم جرمانہ ادا کر کے چھڑوا لاتے۔ اس طرح اس بے زبان جانور کو تکلیف میں ڈالنا مناسب نہیں تھا، لیکن اُس نادان شخص نے لا پرواہی سے سُنی اُن سُنی کر دی۔ خادم نے واپس آ کر یہ ماجرا پیر صاحب سے بیان کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اُسے جا کر کہہ دو، تم نے ہماری گھوڑی کا منہ باندھا ہے ہم نے تمہاری گھوڑی کی بچہ دانی باندھ دی ہے۔ لہذا یہ شخص بے اولاد ہی فوت ہوا۔

پیر سید میراں شاہ کو حضرت قبلہ عالم سے کمال درجہ محبت تھی۔ اکثر اپنے پاس بٹھلائے رکھتے۔ "ملفوظاتِ میریہ" میں حضرت قبلہ عالم کی زبانی تحریر ہے کہ جس شام پیر سید میراں شاہ کا وصال ہوا اُس روز صبح کے وقت مجھے فرمایا کہ اپنے چھوٹے مائوں صاحب (حضرت پیر فضل دین) سے جا کر کہہ دینا کہ آج ہم ایک لمبے سفر پر جانے والے ہیں۔ میں کم عمر تھا، اس لیے پیغام دینا یاد نہ رہا۔ جب شام کو بغیر کسی ظاہر تکلیف کے فوت ہو گئے تب معلوم ہوا کہ "لمبے سفر" سے



مراد سفر آخرت تھا۔

حضرت پیر سید فضل دینؒ ایک بلند مقام، صاحب کشف و کرامات اور مرجع خلائق بزرگ تھے۔ آپؒ کی دُعا، دم اور تعویذات تیر بہدف تھے۔ حل مشکلات اور افادۂ ظاہری و باطنی کے لیے دُور و نزدیک سے آنے والی خلق حُشا کا آپؒ کی خانقاہ میں ہر وقت ہجوم رہتا تھا۔ جس میں بلا امتیاز مذہب و ملت ہر قسم اور ہر طبقے کے لوگ شامل ہوتے تھے۔ آپؒ کا شغل پاسِ انفاس تھا اور زیادہ تر اسی وظیفے کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔

مولانا غلام محمد شیخ الجامعہ بہاول پور اپنے مسودات میں لکھتے ہیں کہ میں نے حضرت قبلہ عالم کو فرماتے سنا ہے کہ حضرت پیر فضل دینؒ کے دادا بزرگوار نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے بیٹے سید رسول شاہؒ کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دینا۔ چنانچہ جب پیر سید فضل دینؒ کچھ بڑے ہوئے تو اُس جگہ جا کر بیٹھ گئے جہاں اب اُن کا مزار ہے اور وہیں عمر گزار دی۔ جناب امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے خواب میں عرض کی کہ مجھے وہی کلمہ پڑھا دیجیے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپؐ کو پڑھایا تھا تو آپؐ نے فرمایا، کَوْلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ

بقول شیخ الجامعہ حضرت قبلہ عالم یہ بھی فرماتے تھے کہ سائیں علی محمد عرف مسکین شاہؒ نے پیر سید فضل دینؒ سے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نگر کے لیے سو سو روپے یومیۃ مقرر فرمائے ہیں۔ اگر اس سے زیادہ ہو گیا تو تمہاری قسمت۔ اس سے کم نہ ہوگا۔ چنانچہ اس نواح میں آپؒ کا نگر مشہور تھا۔

ایک روز حضرت قبلہ عالم نے آپؒ کے تصرفات و صفاتی باطن کے ضمن میں فرمایا کہ میں جب سفر حج سے واپس آیا تو حضرت پیر سید فضل دینؒ نے میرے ایام سفر کی کسی ایک باتوں کا خود مجھ سے ذکر فرمایا اور کہا کہ ایک روز میں نے دیکھا تو تم جہاز میں قبلہ رو بیٹھے فلاں وظیفہ پڑھ رہے تھے۔

حضرت پیر سید فضل دینؒ نے مجرد و مرقاض زندگی بسر فرمائی۔ آپؒ کا وصال ایک سو آٹھ برس کی عمر میں ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ یعنی ۱۸۹۲ء میں ہوا۔ آپؒ کا مزار شریف حضرت قبلہ عالم کی خانقاہ کے شمال مغرب میں مرکز زیارت و احترام ہے۔ سلسلہ طریقت قادریہ جدیہ میں حضرت قبلہ عالم کو آپؒ سے بیعت و خلافت حاصل ہے اور حضرت قبلہ عالم آپؒ کے وصال سے گیارہ برس قبل مسند ارشاد پر متمکن ہو چکے تھے۔ اُس زمانہ میں آپؒ کی وجہ سے حضرت پیر فضل دین صاحب کو لوگ بڑے پیر صاحب کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

## حضرت پیر سید نذر دینؒ عرف حضرت اجی صاحبؒ

حضرت پیر سید روشن دین شاہؒ کے صاحبزادے پیر سید غلام شاہؒ کی شادی اپنے چچا پیر سید رسول شاہؒ کی صاحبزادی اور پیر سید فضل دین شاہؒ کی ہم شیرہ سے ہوئی تھی۔ اس رشتے سے پیر سید نذر دین شاہؒ تولد ہوئے جو حضرت قبلہ عالم کے والد بزرگوار تھے۔ چونکہ پوٹھواری زبان میں والد کو اجی کہتے ہیں، اس لیے قبلہ عالم کے والد بزرگوار ہونے کی نسبت سے آپؒ حضرت اجی صاحبؒ کے نام نامی سے مشہور خلائق ہوئے۔ آپؒ کی ولادت ۱۲۳۴ھ یعنی ۱۸۱۵ء میں مقام گولڑہ شریف ہوئی۔ آپؒ مادر زاد ولی تھے۔ اور آپؒ کے عین عالم شباب میں جب کہ ہنوز سکھوں کی عملداری تھی۔ ایک ایسا واقعہ رونما ہوا، جس سے گیلانی سادات کے اس گھرانے کو خاص



شہرت نصیب ہوئی۔

حضرت قبلہ عالم فرماتے ہیں کہ اوائل عمر میں حضرت اجی صاحب شب و روز عبادت الہی اور مطالعہ کتب کے سلسلے میں اپنی آبائی مسجد میں مصروف رہا کرتے تھے۔ اس مسجد کے قریب ہی سکھوں کا محلہ تھا، جہاں سکھ قلعہ دار کی ایک بستہ دار لڑکی بد چلنی کے الزام میں حاطہ پائی گئی۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک مقامی مخالف نے جو قلعہ دار کا محمد تھا اور اس نوار د شریف خاندان کی عظمت اور روز افزوں اثر و رسوخ کی وجہ سے حسد کرتا تھا حضرت اجی صاحب کو شتم کیا۔ جس پر قلعہ دار نے کسی اور ثبوت کے بغیر آپ کو گرفتار کر کے زندہ جلا دینے کا حکم دے دیا۔ اس الزام و سزا کے حکم کے خلاف قرب و جوار کے مسلمانوں کے وفد سکھ سردار کے پیش ہوئے تو اُس نے کہا کہ سجادہ نشین صاحب خود آکر یقین دلائیں کہ لڑکا بے گناہ ہے۔ سجادگی پر اُس وقت حضرت اجی صاحب کے ماتوں حضرت پیر سید فضل دین رونق افروز تھے۔ آپ نے جانے سے انکار کیا اور فرمایا کہ اُسے کہہ دو، اسے جلا ڈالے۔ اگر یہ گنہگار ہے تو ہمارے لیے اس کا جل جانا ہی بہتر ہے۔

تاریخ سزا سے ایک دن پہلے مواضعات میرا باد یہ و میرا کو وغیرہ کے مسلمانوں نے اجتماع کر کے مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ مگر بڑے پیر صاحب نے اطراف و جوانب میں پیغام بھجو کر اطلاع کرا دی کہ جو کوئی ایسا قدم اٹھائے گا، اُس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہ ہوگا۔ چنانچہ لوگ رُک گئے۔

سزا والے دن علی الصباح ہی ہزاروں کی تعداد میں مرد و زن قلعے کے باہر جمع ہو گئے۔ اس قلعے کے کھنڈرات شہر سے مغرب کی جانب کچھ دور ندی کے کنارے اب تک موجود ہیں۔ عورتوں نے آہ و بکا کرتے ہوئے اپنے زیورات کا ڈھیر لگا دیا کہ ہمارے پیر زادے کو ان کے ساتھ تول کر جبرمانہ وصول کر لو اور انہیں رہا کر دو، مگر کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ اُس زمانے کے دستور کے مطابق جبرت عامہ کے لیے سزائے موت شارع عام پر دی جاتی تھی۔ اس لیے ایک کھلی جگہ لکڑیاں چُن کر چتیا کی گئی اور فوج نے اُسے گھیرے میں لے لیا۔

## زندہ جلائے کی کوشش ناکام

یہ بدھ یعنی چہار شنبہ کا دن تھا۔ اُس رات اجی صاحب کو حضرت غوث الاعظم کی زیارت نصیب ہوئی، جنہوں نے فرمایا کہ چتا پر جانے سے پہلے غسل کر کے، گھر میں جو نیا لباس موجود ہے، پہن کر دو نفل سزا ادا کر لینا۔ چنانچہ سکھ سپاہیوں نے آخری خواہش کی تکمیل میں غسل کے لیے پانی بھی دیا اور گھر سے لباس بھی منگوادیا، جو آپ نے پہن کر نماز دو گنا ادا فرمائی اور چتا پر جا کر بیٹھ گئے۔ لکڑیوں پر تیل ڈال کر آگ لگانے کی کوشش کی گئی، مگر لاکھ جتن کے باوجود آگ نہ لگی۔ یہ دیکھ کر الزام لگانے والے شخص نے کہا کہ سپاہی پیروں سے بل گئے ہیں۔ اس لیے دانستہ ہیرا پھیری کر رہے ہیں۔ میں دیکھتا ہوں، آگ کیسے نہیں لگتی۔ یہ کہہ کر اُس نے حضرت کے کپڑوں اور لمبے لمبے گھونگھریلے بالوں پر کافی تیل ڈالا اور ایک برتن میں خشک بنولے ڈال کر جلائے اور جب شعلے بلند ہونے لگے، تو اُس برتن کو آپ کے تیل میں ترتر بالوں کے نیچے رکھ دیا۔ مگر شعلے پکٹتے رہے اور اُن کی حرکت سے حضرت کے بال ہراتے رہے، لیکن انہوں نے آگ کا کوئی اثر قبول نہ کیا۔ آخر اُس نے جلتے ہوئے بنولوں کو آپ کے تیل میں شرابور کپڑوں پر



اُلٹ دیا۔ لیکن وہ بغیر کسی قسم کا اثر کیے ہوئے لکڑیوں پر جا گرے اور ٹھج گئے۔

یہ دیکھ کر لوگوں میں آپ کی بے گناہی کا غوغا اٹھا اور قلعہ دار نے حکم دیا کہ مخبر کو گرفتار کر کے اسی چار پہلا دیا جائے۔ اور خود گلے میں کپڑا ڈال کر دست بستہ حضرت سے معافی کا خواستگار ہوا کہ آپ واقعی بے گناہ ہیں۔ میں نے اس بُرے آدمی کے کہنے میں آکر آپ پر ناحق ظلم کیا۔

قبلہ عالم فرماتے تھے کہ اُس روز حضرت پیر سید فضل دین صبح سے ہی اپنے حجرے میں بغداد شریف کی طرف مُنہ کر کے کھڑے تھے اور بار بار آدمی بھیج کر اجی صاحب کی خبر منگواتے تھے۔ جب آپ نے سنا کہ مخبر کو گرفتار کر لیا گیا ہے تو آدمی دوڑا یا کہ نذر دین شاہ سے کہو، اس شخص کو مُعاف کرادے۔ لیکن اُس شخص کے پہنچنے سے پہلے ہی حضرت اجی صاحب نے سکتھ سردار سے کہہ دیا تھا کہ میں اُس وقت تک چتا سے نہیں اُتروں گا جب تک اس شخص یعنی میرے خلاف الزام لگانے والے کو معافی نہ دے دی جائے گی۔

آناں کہ بجائے مادی ہا کر دند گردست رسد مجبذ نکونی نکم  
حضرت اجی صاحب کے اُن تیل سے بھیگے ہوئے کپڑوں کے ساتھ لوگوں نے خلاف کعبہ کا سسٹوک کیا اور عالم شوق و وارفتگی میں تبرکات اُن کے پیٹھ پر کر کے ہمراہ لے گئے۔ خدا کی شان کہ اس واقعہ کے جلد ہی بعد یعنی ۱۸۴۸ء میں سکھوں کی عملداری کا تختہ بھی اُلٹ گیا اور پنجاب پر انگریزوں کی حکومت ہو گئی۔ اس واقعہ کے بعد تمام عمر حضرت اجی صاحب کا بڑھکی رات کو تہجد کے وقت غسل کا معمول رہا اور آپ اسی کو بطور وظیفہ حل مشکلات بتلایا کرتے تھے۔

## ایک مجذوب کی کارکردگی

سائیں محبتی نام ایک مجذوب، جو اس خاندان کے دامن گرفتہ تھے، اس واقعہ کے دوسرے روز پہاڑ سے اتر کر حضرت پیر فضل دین کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے۔ سب لوگ آپ کو مبارک باد دے رہے ہیں لیکن مجھے کوئی شاباش نہیں کہتا اور نہ میرے ہاتھوں کو ہندی لگاتا ہے، حالاں کہ یہ دیکھیے، صاحبزادے کی آگ بجھاتے بجھاتے میرے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں۔

حضرت بابو جی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ وہ شخص ایک صاحب کشف و کرامت بزرگ تھا۔ موضع خان پور میں راجہ جہاں داد کے والد کے ہاں اولاد نہیں ہوتی تھی اور وہ اس مجذوب کی خدمت کیا کرتا تھا۔ ایک روز لوگوں نے دیکھا کہ سائیں محبتی کنوئیں کے بہتے ہوئے پانی کو ہاتھوں سے اُچھال اُچھال کر کھیت میں ڈال رہا ہے۔ انہوں نے پوچھا، سائیں کیا کر رہے ہو، تو جواب دیا، فلاں راجہ کے گھر لو ڈال گا رہا ہوں، اس کے کچھ عرصے بعد راجہ جہاں اُدیپا ہوا۔ بعد ازاں راجہ صاحب کابل کے سفیر بن کر گئے تھے۔ اُن کی تقرری سے کچھ عرصہ پہلے سائیں نے کہنا شروع کر دیا تھا کہ دیکھو میرا گھوڑا کتنا تیز ہے، کابل کی دیواریں پھاند رہا ہے۔ جب پنجاب پر انگریزوں کا تسلط ہو گیا، تو ایک روز یہ سائیں، حضرت پیر سید فضل دین کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے پیر جی! اب ٹوپ والے آگئے ہیں، ہم یہاں سے چلے۔ اس کے بعد وہ غائب ہو گئے اور انہیں پھر کسی نے نہ دیکھا۔

حضرت اجی صاحب نے اپنے بلند اقبال اور قطب مدار نور نظر یعنی حضرت قبلہ عالم کے عروج کا زمانہ اپنی آنکھوں



سے دیکھا۔ آپؐ اذرہ انکسار اس آگ والے واقعہ کا ذکر کر کے فرمایا کرتے تھے کہ یہ سب تمہارے پر (یعنی قبلہ عالم) کی کرامت تھی، جو اُس وقت میری صُلب میں تھا۔ اُس کی وجہ سے مجھ میں عشقِ الہی کی ایک آگ بھڑکتی رہتی تھی، اتوں کو نوافل پڑھ پڑھ کر جب تھک جاتا تو کنوؤں سے پانی نکال کر قصبے کی تمام مساجد کے سقاؤں سے بھر آتا۔ مگر نیند پاس نہ پہنچتی تھی اور نہ کسی کل قرار آتا تھا۔ جب تمہارے پیر کا نور اپنی والدہ کے بطن میں منتقل ہوا تو یہی کیفیت اُن کی والدہ کی ہو گئی۔ ساری ساری رات جائے نماز پر بیٹھ کر اللہ اللہ کرتی رہتیں۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے، حضرت ابھی صاحبؒ کی شادی حسن ابدال کے گیلانی سادات کے خاندان میں ہوئی تھی جو مجرہ شاہ مقیم ضلع ساہی وال کے مشہور بزرگ حضرت بہاؤ الدین عرف بہاول شیر قلندر گیلانی کی اولاد سے ہیں۔ حضرت بہاول شیر سیدنا غوث الاعظمؒ کے صاحبزادے سید عبد الرزاقؒ کی اولاد میں سے ہیں اور نویں صدی ہجری کے قریب بغداد شریف سے ہندوستان تشریف لائے تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت قبلہ عالم والد اور والدہ دونوں طرف سے بنحیبِ اظرفین گیلانی سید ہیں۔ آپؐ کی والدہ ماجدہ پیر بہادر شاہ گیلانی کی دختر نیک اختر تھیں شجرہ ہائے نسب آقا زباب میں دیئے جا چکے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت ابھی صاحبؒ سلسلہ طریقت قادریہ جدیہ میں اپنے مائوں حضرت پیر سید فضل دینؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت تھے اور سلسلہ چشتیہ نظامیہ میں اپنے نورِ نظر فرزند (حضرت قبلہ عالمؒ) سے وظائف حاصل کیے تھے۔ آپؐ کے اپنے ارادت مندوں کا حلقہ بھی بہت وسیع تھا جن کی اولاد آج تک حصولِ قربِ الہی و حل مشکلات کے لیے آپؐ کے مزار شریف پر حاضری دیتی ہے۔ آپؐ کا مزار شریف مسجد کے متصل مدرسے کی وسیع عمارت کے اندر واقع ہے۔ آپؐ کی وصیت تھی کہ میری قبر پر روضہ نہ بنانا اور مجھے مسجد کے قریب دفن کرنا کہ اذان کی آواز آتی رہے۔ حضرت قبلہ عالمؒ کا ارشاد ہے کہ اُن کو حضرت ابھی صاحبؒ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اپنے اکلوتے فرزند حضرت سید قلام محی الدین المعروف بابو جی ادا م اللہ برکاتہ کی شادی خانہ آبادی کے موقع پر دعوتِ ولیمہ وسیع پیمانے پر دینا۔ چنانچہ حضرت قبلہ عالمؒ نے اس کی پوری طرح تعمیل کی۔ حضرت ابھی صاحبؒ نے نوے سال کی عمر میں ۲۴ رجب ۱۳۲۲ھ یعنی سنہ ۱۹۰۵ء میں داعیِ اجل کو لبیک کہا۔ اُس وقت حضرت قبلہ عالمؒ کے علاوہ دو صاحبزادے پیر سید محمود شاہ اور پیر سید ولایت شاہ اور ایک صاحبزادی تھیں۔ اور حضرت قبلہ عالمؒ کی عمر شریف پچاس برس کے قریب تھی۔

حضرت ابھی صاحبؒ بلند اوصاف اور لطیف وارداتِ حال کے مالک تھے۔ آپؐ کی طبیعت میں غریب نوازی اور مظلوموں کی حمایت کا مادہ بدرجہ اتم موجود تھا، کسی جاہل شخص کی زیادتی کی شکایت پہنچتی تو فوراً اُس کے حَسَنات کمزور شخص کے حق میں صفتِ آراء ہو جاتے۔ آخری عمر تک سخاوت، شجاعت اور سپہ گری کے اوصاف آپؐ کی ذاتِ شریف میں نمایاں رہے۔ آپؐ گھوڑے کی سواری کے بہت شائق تھے۔ اور ہمیشہ اچھے گھوڑے آپؐ کے زیرِ سواری رہے۔



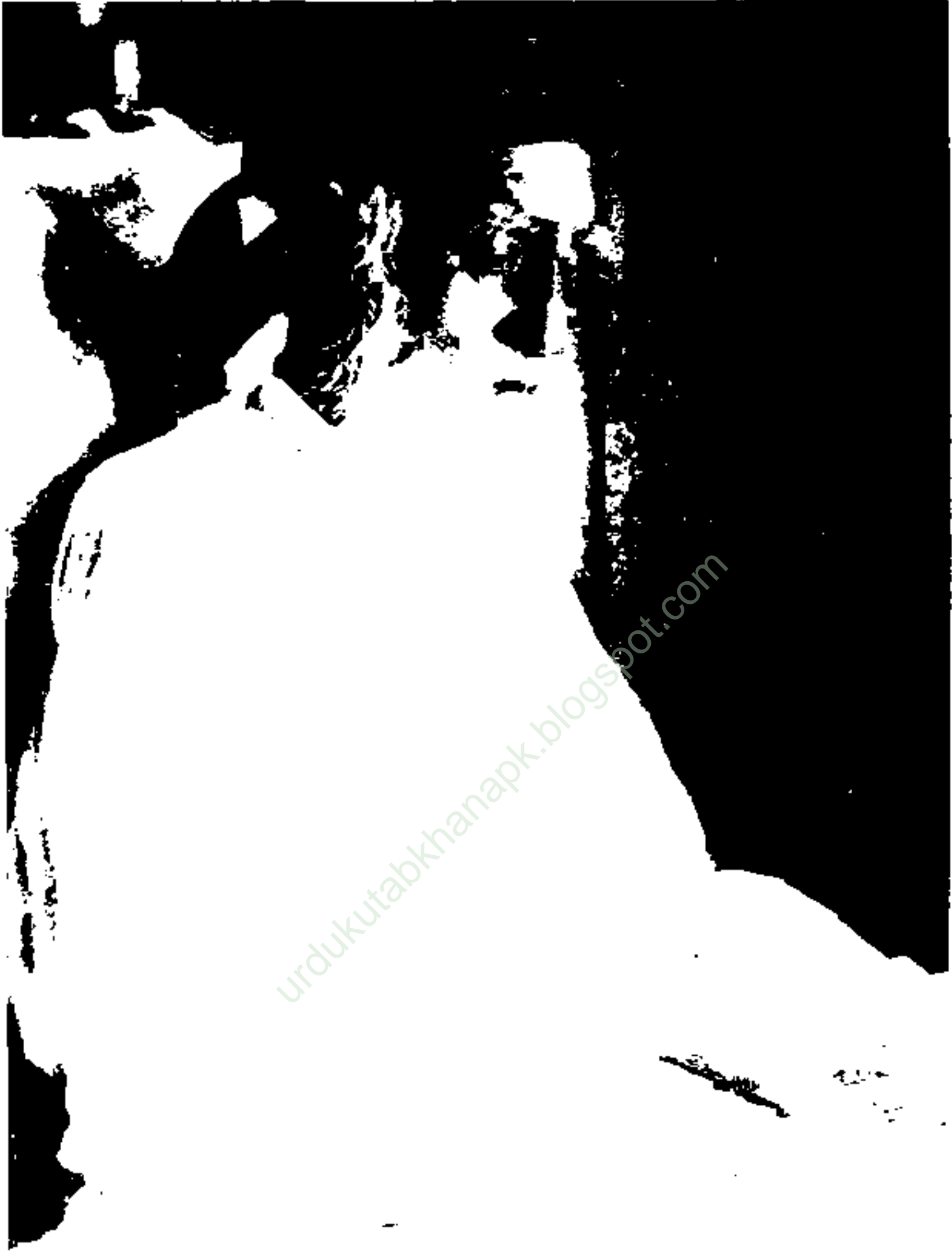
باب دوم

زمانہ طفولیت و کسبِ علم



حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ صاحبؒ





محجد العصر فاتح قادیانیت حضرت سید پیر مہر علی شاہ صاحب بحالت استغراق

## زمانہ طفولیت و کسبِ علم

### ولادت

حضرت قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ قدس سرہ قلم رمضان المبارک ۱۲۷۵ھ (۱۸۵۹ء) بروز سوموار پیدا ہوئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ہندوستان اپنی پہلی جنگ آزادی کے غمیں دور سے، جسے انگریز مورخین نے غدرِ دہلی کا نام دیا ہے، گذر کر مکمل طور پر انگریزوں کے پنجہ استبداد میں آچکا تھا۔ سلطنتِ مغلیہ ہمیشہ کے لیے دم توڑ چکی تھی۔ اور دینِ اسلام کی ہدایت و علم کے روشن چراغ انقلابِ زمانہ کے ہاتھوں یا تو گل ہو چکے تھے یا قید و بند کی صعوبتوں میں ایامِ حیات گزار رہے تھے، یا ترکِ وطن کر کے برصغیر سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو چکے تھے۔

حسب فرمانِ قرآنی فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ (پس بے شک ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے بے شک ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے) ہر ملک اور زمانہ میں ہماری شامت اعمال کے باعث تباہیوں اور بربادیوں کے تاریک دور کے بعد تجدید و احیاء دین کے لیے اللہ تعالیٰ ہمیشہ ایسی ہستیاں پیدا فرمادیتے رہے ہیں جن کی خدمات قومی سے سلف صالحین کی یادیں تازہ ہو جاتی رہی ہیں۔ چنانچہ جس وقت ایک غیر مسلم مغربی مادہ پرست قوم کے علم و اقتدار و نظریات کا حضرت مسلمانانِ ہند پر سوار ہو رہا تھا اور اس خطہ میں اسلامی شریعت و طریقت اور روحانیت کے لیے گوناگوں مشکلات پیدا ہو گئی تھیں۔ اور اسلامی اقدار یکسر مٹی نظر آتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ ۚ وَاِنَّا لَآلِهَٰلِ حَافِظُوْنَ (ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی یقیناً اس کی محافظت کرنے والے ہیں) کے مطابق ایسی پاک ہستیوں کو عالم وجود میں لانا پسند فرمایا جن کی علمی اور روحانی قوت سے نہ صرف اسلام مادہ پرستی کے مسموم اثرات سے محفوظ رہا۔ بلکہ مسلمانوں میں حیاتِ نو کے آثار پیدا ہونے شروع ہو گئے جو بالآخر اس برصغیر میں مسلمانوں کی ایک آزاد حکومت کے منقہ شہود پر آنے کا باعث ہوئے۔

### شانِ مجددیت کی غمازِ تاریخِ ہائے ولادت و وصال

حضرت قبلہ عالم کی تاریخِ ہائے ولادت و وصال علمِ الاعداد کی رو سے مندرجہ ذیل الفاظ و جملوں سے اخذ ہوتی ہیں جو قطعات کی صورت میں درج ذیل ہیں۔

محمد دقرن الرابع عشر

۵ ۴ ۲ ۱ ۰



۱۲۷۵  
مہرِ عالم چو گشت با رونق زو متور شدند مجملہ سبق  
چوں تولد نمود ہاتھ گفت ہست این منظرِ حبیب حق

۱۲۷۵  
چوں مہرِ علی آلِ غوثِ جلی شد پیدا آمد زود صدا  
این منظرِ اسد اللہ باشد این منظرِ محی الدینِ بادا

۱۲۷۵  
خواجہ مہرِ علی عالی جناب جابعِ علم و عمل شرع و کتاب  
مولدِ او مخزنِ عشق حق است سنِ رحلتِ شمسِ فضلِ بالحباب

۱۲۷۵  
امامِ حاکم، بیہقی و ابوداؤد نے روایت کی ہے اور علامہ جلال الدین سیوطی نے بھی مرقات الصعود حاشیہ  
ابوداؤد میں ذکر کیا ہے کہ اتفق الحفظ علی تصحیحہ یعنی حفاظِ حدیث اس حدیث کی صحت پر متفق ہیں اور وہ  
حدیث یہ ہے :-

عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ  
عَلَى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ  
لَهَا دِينَهَا  
حضرت ابی ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امت کے لیے ہر صدی  
کے سرے پر ایسا شخص مبعوث فرمائیں گے جو اس کے  
دین کی تجدید کرے گا۔

علامہ عبدالحی لکھنوی اپنے فتاویٰ جسدِ دوئم میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں راسِ مائۃ سنۃ سے  
مراد محدثین کے اتفاق سے صدی کا آخری حصہ ہے یعنی ایسی شخصیت کی ولادت صدی کے آخری حصہ میں ہونی چاہیے۔  
اور اس کی علامات یہ ہیں کہ وہ شخص علومِ ظاہرہ و باطنہ کا عالم ہو اور اس کے درس و تدریس، تصنیف و تالیف، وعظ و  
تبلیغ سے لوگوں کو نفعِ کثیر پہنچے سنت کے زندہ کرنے میں اور بدعتوں کے ختم کرنے میں سرگرم ہو اور ایک صدی کے  
اختتام اور دوسری کے آغاز میں اس کے علم کی شہرت اور اس سے لوگوں کو فائدہ معلوم و مشہور ہو۔ لہذا اگر اس شخص  
نے صدی کے آخر کو نہیں پایا اور اس سے اس زمانہ میں احیائے شریعت نہیں ہوا تو اس کا نام مجددین کی فہرست  
میں نہیں آئے گا۔

راسِ مائۃ سنۃ (صدی کے سرے پر) کی تشریح کے لیے حضرت قبلہ عالم کے زمانہ کو اُمتِ مسلمہ کی اُن دو  
عظیم اور معروف ترین شخصیتوں کے سن پیدائش و وصال کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے جن کے مجدد ہونے کو تمام عالمِ اسلام  
تسلیم کرتا ہے۔

حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی — ولادت ۱۱۷۱ھ ، وصال ۵۶۲ھ  
حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی — ولادت ۹۷۱ھ ، وصال ۱۰۳۲ھ  
حضرت قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ گڑوی — ولادت ۱۲۷۵ھ ، وصال ۱۳۵۶ھ

اس سے لائیں مائتہ سَنَہ (صدی کے سرے پر) کی شرط کی وضاحت تو ہو جاتی ہے۔ علم و عرفان۔ تصنیف و تالیف۔ احیائے شریعت اور بدعت و الحاد کے خاتمہ کی تفصیل آئندہ صفحات سے واضح ہو جائے گی۔ صدی کے آغاز یعنی ۱۳۰۰ھ کے شروع میں آپ علوم ظاہرہ و باطنہ، شریعت، طریقت اور روحانیت کے اُس مقام پر پہنچ چکے تھے جو اظہر من الشمس ہے۔ آپ کو اسی سال اپنے شیخ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی سے خلافت عطا ہوئی۔ علمی شہرت کی یہ کیفیت تھی کہ اسلامی مدارس و مذاکرات میں کسی مقولہ کے ساتھ یہ کہہ دینا قاتل علامہ گو لڑوی "یعنی علامہ گو لڑوی نے فرمایا اُس کے مُستند ہونے کا ثبوت سمجھا جاتا تھا۔ آنجناب کی ذات سے قادیانیت، نچریت، چکڑالویت اور متشدد وہابیت کے ساتھ ساتھ آلِ انڈیا کانگریس کی ہندوانہ اور کافرانہ سیاست کے خلاف اسلامیان ہند کی جو رہنمائی ہوئی وہ اب تاریخ کا جزو بن چکی ہے۔ سب جانتے ہیں کہ قادیانیت کے مقابلہ میں صرف آپ ہی کی ذات گرامی تھی جسے ہندوستان کے تمام اسلامی فرقوں نے بلا اختلاف اپنا قائد تسلیم کیا تھا۔ اس کے متعلق حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی نے بھی کئی سال قبل ازراہ کشف آپ کو مطلع فرمایا تھا کہ ہند و پنجاب کی سرزمین میں ایک زبردست فتنہ ظاہر ہو گا جس کا انسداد آپ کی ذات کے ساتھ مقدر ہے۔ اپنی کتاب "سیفِ چشتیانی" کے ابتدائی خطبہ میں حضرت قبلہ عالم نے ان الفاظ میں خود بھی ایک لطیف اشارہ فرمایا ہے کہ قادیانیت کے خلاف تبلیغی جہاد ایک مجددانہ کارنامہ ہے۔ وہ الفاظ ذیل ہیں :-

اور میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور حضرت محمد اُس کے بندے اور رسول، حبیب، خلیل اور خاتم النبیین ہیں۔ آپ اور آپ کی آل پر اللہ تعالیٰ کے علم کے برابر بلند ترین صلوٰۃ اور اُس کے حکم کے برابر پاکیزہ ترین تسلیمات ہوں اور آپ کے اصحاب پر بھی جنہوں نے آپ کو جگہ دی اور آپ کی نصرت کی نیز قیامت صلوٰۃ و تسلیمات ہوں اُن سب حضرات پر جنہوں نے اخلاص کے ساتھ اُن کی پیروی کی بالخصوص آنجناب کے دینِ متین کے مجددین پر جو تنہی قادیان کو ہزیمت دینے والے اور اُس کے مذہب کی شرر کاٹنے والے ہیں۔

وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ إِلَهُ الْعَالَمِينَ وَأَشْهَدُ  
أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَحَبِيبُهُ وَخَلِيلُهُ  
خَاتَمُ النَّبِيِّينَ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ مِنَ الصَّلَاةِ  
وَالسَّلَامِ وَأَعَدَّ عَلَيْهِ مِنَ التَّسْلِيمَاتِ أَنْكُحَا  
عَلَاءَ حَلِيمِهِ وَعَلَى صَحْبِهِ الَّذِينَ أَوْوَدَّ وَنَصَرُوهُ  
وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ  
سَيَا مَجْدٍ دِينِي دِينِهِ الْمَتِينِ الْهَارِ مِثْنِ  
الْمُتَنَبِّئِ الْقَادِيَانِي فَأَلْقَا طِعِينَ عَنْ قَلْبِهِ  
الْمُتَنَبِّئِ

## پندرہویں صدی کا مجدد بسم اللہ کا ہم عدد

ابجد کی رو سے سیدنا مہر علی شاہ کے اعداد ۸۶۶ نکلتے ہیں جو بسم اللہ الرحمن الرحیم کے اعداد بھی ہیں۔ نیز کتاب کے تذکرہ بالا اجم گرامی سے اگر بطریق جز، حروف ی۔ الف اور ہ کو جو مکرر آتے ہیں حذف کر دیا جائے تو ۷۰۷ (سات سو ستر) اعداد رہ جاتے ہیں۔ جو مجدد قرنِ رابع عشر (چودھویں صدی کا مجدد) کے حروف مکرر ہ د۔ ر۔ ع حذف کرنے کے بعد کے حروف کے اعداد ہیں۔



## امداد کی نوید

حضرت قبلہ عالم کی ولادت باسعادت کے متعلق آپ کے خاندان میں پہلے سے ہی بشارتیں چلی آتی تھیں۔ بعض روایات سے پایا جاتا ہے کہ آپ کے والدین شریفین اور حضرت پیر سید فضل دین جو حضرت قبلہ عالم کے والد ماجد کے مانوں اور حضرت کے شیخ طریقت بھی تھے اور اُس وقت اس خاندان شریف قادریہ کی مسند ارشاد پر بھی جلوہ فگن تھے۔ اس امر پر مطلع تھے کہ اس گھر میں ایک نورانی چراغ روشن ہونے والا ہے۔ نیز آپ کی ولادت سے چند روز پیشتر ایک عمر رسیدہ مجذوب خانقاہ میں آکر مقیم ہو گئے تھے اور عنقریب پیدا ہونے والے مقبول خدا کی زیارت کا ذکر کرتے تھے چنانچہ جب حضرت تولد ہوئے تو یہ مجذوب حرم سرائے کی ڈیوڑھی میں پہنچے اور آپ کو باہر مگوا کر ہاتھ پاؤں چوئے اور رخصت ہو گئے۔ سچ ہے مقبولان خدا بتے نہیں بنائے جاتے ہیں۔

## اسے معلوم نہیں یہ کیا ہونے والا ہے

حضرت قبلہ عالم ابھی چار سال کی عمر کو نہ پہنچے تھے اور عربی کا پہلا قاعدہ پڑھتے تھے کہ ایک روز گرمی کے موسم میں بڑے پیر صاحب یعنی حضرت پیر سید فضل دین نماز ظہر کی تیاری کے سلسلہ میں باہر تشریف لے گئے تو آپ کو خانقاہ سے باہر والی جھاڑیوں میں قاعدہ لیے سوتے پایا۔ جگہ سایہ دار نہ تھی اور زمین تمازت آفتاب سے تپ رہی تھی۔ بڑے پیر صاحب نے اُسی وقت اپنے چھاتے سے ان پر سایہ کیا اور اٹھوا کر گھر بھجوانے کے لیے خادم کو بلا بھیجا۔ جب تک حنا دم نہ آیا آپ سایہ کیے کھڑے رہے اور فائدہ پایا بھی معلوم ہے اسے معلوم نہیں کہ ایک روز یہ کیا ہونے والا ہے۔

## بچپن میں عشق الہی کی سرگرمیاں

حضرت قبلہ عالم فرمایا کرتے تھے کہ بچپن میں مجھے آبادی سے ایک گز نہ دشت اور ویرانوں میں جی لگنے کا احساس ہوتا تھا میں ابھی اتنا چھوٹا تھا کہ گھر کے دروازوں کی اندروالی درمیانی زنجیر تک میرا ہاتھ نہ پہنچتا تھا اور میں بغیر کسی چیز پر کھڑے ہونے اُسے کھول نہ سکتا تھا۔ اس لیے شام کے وقت ایک چٹو کو دھکیل کر دروازہ کے قریب رکھ دیتا اور رات کو جب الدین سو جاتے تو اُس چٹو پر چڑھ کر زنجیر کھول کر باہر نکل جاتا اور رات کا بیشتر حصہ سامنے والے پہاڑی نالہ کے کھڈوں اور جھاڑیوں میں گزارتا۔ کبھی ساتھ والے جنگل میں پھرتا رہتا۔ جب ذرا بڑا ہوا تو اس دشت کے ساتھ ساتھ طبیعت میں گرمی اور جدت اس قدر زیادہ ہو جاتی کہ سخت سردی کے ایام میں بھی بعض اوقات نالے کے ٹھنڈے پانی میں غسل کرتا اور سب سے بڑے پانی کے ٹکڑوں کو جسم پر علا کرتا۔ کبھی کافی رات گئے مطالعہ سے فارغ ہو کر کمرہ سے باہر نکلتا تو موسم سرما کی سرد پہاڑی ہوا کے جھونکوں سے ایسی تسکین ہوتی جیسے گرمیوں میں کسی تشنہ کام کو آب ٹھنک سے ہوتی ہے۔

## سات برس کی عمر میں بحالت خواب ابلیس سے قوت آزمائی

”سیفِ چشتیائی“ اور ”مفوّحاتِ طبّیات“ میں درج ہے کہ سات برس کی عمر میں آپ کی خواب میں شیطان سے قوت آزمائی ہوئی۔ آپ فرماتے ہیں کہ خواب میں شیطان نے مجھے کہا کہ آدمیرے ساتھ کشتی لڑو جب میں اُسے گرانے کے قریب ہوتا تو دل میں خوشی پیدا ہوتی کہ میں غالب آ رہا ہوں مگر اچانک رُخ بدل جاتا اور جب وہ مجھے گرا لینے کے قریب ہوتا تو تائیدِ الہی سے میری زبان پر لاَحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ جاری ہو جاتا اور وہ مغلوب ہونے لگتا۔ تین چار مرتبہ اسی طرح ہوا اور بالآخر اللہ تعالیٰ کی مدد سے میں اُسے گرانے میں کامیاب ہو گیا۔

## ابتداءِ تعلیم

آپ کو مشہدِ آن کریم پڑھنے کے لیے خانقاہ کے درس میں اور اردو فارسی کے لیے مدرسہ میں داخل کیا گیا۔ عمر اتنی کم تھی کہ غلام اٹھا کر آپ کو لے جاتا اور واپس لاتا۔ مدرسہ کے طبّار نے راولپنڈی جا کر امتحان دیا۔ آپ کو مجمعہ چوکیدار اپنے کندھوں پر اٹھا کر لے گیا۔ ممتحن انگریز تھا۔ اُس نے سب سے پہلے آپ پر ہی سوال کیا کہ بایں کا مصدر کیا ہے آپ نے صحیح جواب دیا۔ ممتحن نے ساری جماعت کو یہ کہہ کر پاس کر دیا کہ جب اس قدر کم سن بچہ ایسا صحیح جواب دے رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اُس استاد کی تعلیم اچھی ہے اور پوری جماعت لائق ہے۔

## میران ناظرہ پڑھ کر حفظ ہو گیا

حافظ کی یہ حالت تھی کہ قرآن مجید کا روزانہ سبق آپ زبانی یاد کر کے یعنی حفظ کر کے سُنا دیا کرتے تھے جب قرآن مجید پڑھ کر کیا تو اُس وقت سارا قرآن آپ کو بلا ارادہ حفظ ہو چکا تھا۔ عربی، فارسی اور صرف و نحو کی تعلیم کے لیے بڑے پیر صاحب نے علاقہ پچھلی (ہزارہ) کے مولوی غلام محی الدین کو مقرر فرمایا تھا جنہوں نے آپ کو کافیہ تک تعلیم دی۔ آپ فرماتے تھے کہ ایک روز اُستاد صاحب نے پوچھا کہ مطالعہ کر کے آتے ہو یا نہیں؟ مجھے اُس وقت تک لفظ مطالعہ کا صحیح مطلب معلوم نہیں تھا۔ میں سمجھا مطالعہ زبانی یاد کرنے کو کہتے ہیں اس لیے اگلے روز تمام سبق زبانی سُنا دیا تو اُستاد صاحب کی حیرانی کی انتہا نہ رہی۔

## میرزا دولایت پر کرم خورہ کتاب کی شہادت

ایک مرتبہ مولوی غلام محی الدین صاحب نے زیر سبق کتاب ”قطر النداء“ کے ایک ایسے حصہ کی عبارت یاد کرنے کی شہادت کی جو کرم خورہ ہونے کی وجہ سے پڑھی نہیں جاسکتی تھی۔ جب آپ نے عذر کیا کہ جو مضمون کتاب میں موجود ہی نہیں ہے اسے یاد کیا جاسکتا ہے تو مولوی صاحب نے غالباً آپ کے ماورزا دولی ہونے کی شہرت کی تصدیق کی غرض سے کہا کہ میں آپ کو بتاؤں گا۔ اگر کل یہ عبارت یاد نہ ہوئی تو سزا بیٹے کی حضرت فرماتے تھے کہ میں آبادی سے باہر ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر



مطالعہ وغیرہ کیا کرتا تھا۔ میں نے وہاں بیٹھ کر کتاب کے کرم خوردہ حصہ کو سمجھنے کی کوشش کی مگر کچھ پتہ نہ چلا۔ آخر سر اٹھا کر کہا: یا اللہ، تجھے تو معلوم ہے کہ یہ عبارت کیا ہے۔ اگر تو مجھے بتا دے تو میں اُستاد کی سزا سے بچ جاؤں گا۔ یہ کہنا تھا کہ اچانک درخت کے پتوں میں ایک سبزی مائل عبارت نمودار ہوئی جسے میں نے حفظ کر لیا۔ تو وہ غائب ہو گئی۔ میں نے اُسی وقت جا کر وہ عبارت اُستاد صاحب کو سُنادی۔ اُنہوں نے کچھ شبہ کا اظہار کیا تو میں نے کچھ اُتار کے بغیر کہا کہ مجھے اُس کے صحیح ہونے میں اِس قدر یقین ہے کہ اگر اِس کتاب کا مصنف بھی قبر سے نکل کر آجائے اور کہے کہ یہ غلط ہے تو میں مانوں گا۔ چنانچہ اُستاد صاحب اِس کی صحت کے لیے اُسی روز راولپنڈی گئے اور ایک مکمل نسخہ سے میری بتلائی ہوئی عبارت کو صحیح پا کر واپس آکر بصحیرانی اُس کی صحت کا اعتراف کیا۔

## موضع بھوئی کے رُس میں داخلہ

اِس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد مولوی غلام محی الدین نے بڑے پیر صاحب اور حضرت اجی صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے صاحبزادہ کو ایسا ذہن رسا اور اعلیٰ دماغ عطا فرمایا ہے کہ ہر سبق حفظ سُنادینے کے علاوہ بعض اوقات ایسے دقیق سوالات کرتا ہے کہ اُن کا جواب دینے سے اپنے آپ کو عاجز پاتا ہوں اور مجھے محسوس ہوتا ہے کہ میں اب اِس کی تعلیم کا صحیح حق ادا نہیں کر سکتا۔ اسے کسی بڑے فاضل اُستاد کے پاس ہونا چاہیے۔ ان ہر دو حضرات کا خیال تھا کہ آپ کو صاحبزادگی کے لمحوں سے دُور رہ کر تعلیم پانا چاہیے۔ خود آپ کو بھی باہر جا کر ایک عام طالب علم کی طرح حصول تعلیم کا شوق تھا۔ لہذا گورنر شریف میں نو پڑھ کر اُسی کم سنی کی حالت میں موضع بھوئی علاقہ حسن ابدال جا کر فاضل اہل جناب مولانا محمد شفیع قریشی کے رُس میں داخل ہو گئے۔ اِس عمر میں بھی طبیعت کا رنگ یہ تھا کہ فرماتے ہیں اُس نواح میں تین مشہور درس جاری تھے۔ جب میں ان میں سے کسی ایک درس کو پسند کرنے کے خیال سے اُدھر جا رہا تھا تو راستہ میں ایک ٹیلہ کے پاس سے تینوں طرف راستے پھوٹتے تھے۔ میں نے اُس ٹیلہ پر چڑھ کر دیکھا تو ہر سہ جانب عورتوں نے کپڑے دھو کر دھوپ میں ڈالے ہوئے تھے۔ دو جانب کے کپڑوں کے رنگ مختلف تھے مگر بھوئی کی سمت والے کپڑے تمام کے تمام سفید تھے۔ جس سے میں نے یہ تاثر لیا کہ اُدھر اُجلا پن اور نورانیت زیادہ ہے۔ چنانچہ بھوئی کے درس میں آپ نے دو اڑھائی سال میں رسائل منطق قطبی، تنک اور نحو اور اصول کے درمیانہ اسباق کی تعلیم حاصل کی۔

## بھوئی کا ایک طالب علمانہ مناظرہ

بھوئی میں آپ کا ایک طالب علمانہ مناظرہ بہت مشہور ہے۔ جس کی وجہ سے اِس کم عمری میں بھی آپ کو اُس نواح میں بہت شہرت حاصل ہوئی۔ بھوئی کے قریبی گاؤں بجاڑ میں ایک شخص فوت ہو گیا۔ اُس وقت کے دستور کے مطابق وراثت نے ارد گرد کے معززین، عوام اور دینی مدارس کے اساتذہ اور طلباء کو ختم قرآن و ایصالِ ثواب کے سلسلہ میں مدعو کیا۔ اِس دوران میں بھوئی اور گڑھی افغاناں کے طالب علموں میں کسی علمی مسئلہ پر بحث چھڑ گئی۔ لوگ حلقہ باندھ کر سوال و جواب سُنانے لگ گئے۔ حضرت باہر تھے۔ جب وہاں پہنچے تو بوجہ کم سنی جمع کے اندر جانے کا راستہ نہ ملا۔ ایک شخص سے کہا مجھے اٹھا کر لوگوں کے دائرہ کے اندر پہنچا دو۔ اُس نے کہا وہاں ڈاڑھیوں والے طلباء بحث کر رہے ہیں۔ تم بچے ہو کیا کر لو گے۔ آپ نے اصرار کیا

تو اُس نے اٹھا کر آپ کو مجمع کے اندر حلقہ مناسدہ میں کھڑا کر دیا۔ اُس وقت گڑھی افغاناں کے درس کے دو فارغ التحصیل طلبہ جو ہندوستان میں اعلیٰ دینی تعلیم کے لیے گئے ہوئے تھے اور اُن دنوں تعطیلات پر آئے ہوئے تھے بھوئی کے طلبہ سے سوال و جواب کر رہے تھے اور اپنی فضیلت کے باعث اُن پر چھائے ہوئے تھے۔ حضرت نے پہنچتے ہی تلافیہ کی عبارت — قال الخلیل الاشیاء افعال وقال الفراء لفعار — پڑھی اور سوال کیا کہ حسب قاعدہ قال کا مقولہ جملہ ہوا کرتا ہے یہاں قال الفراء لفعار میں قال کا مقولہ مفرد ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ مگر اُن میں سے کوئی اس کا جواب نہ دے سکا۔

اس کے بعد آپ نے اُن سے منطق کا سوال کیا کہ تصدیق مرکب ہے یا بسیط؟ انہوں نے جواب دیا کہ امام رازی کے مذہب میں مرکب ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر بقول امام رازی تصدیق مرکب ہے تو مقولات قبائینہ سے ترکیب کا اشکال وارد ہوتا ہے جن سے مرکب چیز محض اعتباری ہوتی ہے واقعی نہیں ہوتی۔ انہوں نے کہا کہ یہ جائز ہے۔ آپ نے کہا سند پیش کرو۔ انہوں نے قاضی مبارک کی عبارتیں نوک زبان پڑھا شروع کر دیں۔ جب وہ ایک عبارت ختم کرتے تو آپ کہتے اس سے رفع اشکال کیسے ہوا۔ اس کا وہ کوئی جواب نہ دے سکتے اور کوئی دوسری عبارت پڑھ دیتے۔ آپ پھر وہی سوال دہراتے جب دو تین مرتبہ ایسا ہوا تو اساتذہ نے فیصلہ صادر کیا کہ آپ جیت گئے اور لوگوں نے تائیاں بجانا شروع کر دیں۔ اس شکست پر گڑھی افغاناں کے لوگوں نے اپنے طالب علموں کو بہت شرمسار کیا جس پر وہ اس قدر طیش میں آئے کہ بھوئی میں افواہ پھیل گئی کہ گڑھی افغاناں کے طلبہ نے اس بچے کو رات کے وقت اٹھا لے جانے کی سازش کی ہے۔ چنانچہ کئی روز تک بھوئی والے آپ کی حفاظت کے لیے راتوں کو بھرہ دیتے رہے۔

## عید گاہ مانگیریاں کوئے تو

آپ بھوئی کے درس سے فارغ التحصیل ہو کر گھر پہنچے تو عید الفطر کا موقع تھا۔ حضرت اجی صاحب کو سواری کا بہت شوق تھا۔ اور اکثر شاہسوار ایسے موقعوں پر نیزہ بازی کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ نماز کے بعد جب لوگ اکٹھے ہونا شروع ہوئے تو آپ فرماتے تھے کہ میں نے اپنے دل سے پوچھا کہ عید کی خوشیوں کا منظر دیکھنا چاہتے ہو یا دوست سے وفات کی تدبیر کا خیال ہے۔ دل نے جواب دیا۔ دوست سے ملنے کی خواہش ہے۔ لہذا موضع انگہ علاقہ نوشہرا ضلع شاہ پور کے مشہور و معروف درس میں داخلہ کے خیال سے گھر سے نکل پڑا۔ وہاں میرا ایک بھوئی کا ہم مکتب فقیر نادر دین پہلے ہی داخل ہو چکا تھا۔ عید کی شادی میں نے میکی ڈھوک کی مسجد میں بسر کی۔ صبح اُس مسجد کے امام مولوی محمد حسن اپنے صاحبزادے کو مسجد میں شرح جامی پڑھاتے رہے اور مجھے بھی شریک سبق ہونے کو کہا۔ مگر میں نے کہا کہ میرا ارادہ انگہ جانے کا ہے۔ لہذا رخصت ہوا۔

یہ جواب یہ ہے کہ اولیٰ یہاں قال یعنی قطعہ آیا ہے اور جہاں قال یعنی تلفظ آئے وہاں مقولہ مفرد ہوتا ہے (بحوالہ حواشی شرح جامی) ثانیاً یہاں مبتداء الاشیاء مفذوف ہے بقریۃ سابق۔ (مؤلف)



## درس انگہ میں شمولیت

موضع انگہ علاقہ سون ضلع شاہ پور سرگودھا میں گولڑہ شریف سے تقریباً ایک سو میل کے فاصلہ پر ہے۔ آپ وہاں پہنچ کر فقیر نادر دین کے ذریعہ اُستاد صاحب مولوی سلطان محمود سے متعارف ہوئے۔ فقیر نادر دین حضرت سے عمر میں بڑا تھا۔ اور جب آپ ابتدائی کتب یعنی قطبی وغیرہ پڑھ چکے تھے تو فقیر نادر دین نے محفل کی تمام کتابیں ختم کر لی ہوئی تھیں۔ مولوی سلطان محمود نے پوچھا کہ آپ کیا پڑھیں گے۔ تو فقیر نادر دین نے اُن کی کم عمری اور بھوئی کے ایام تعلیم کے خیال سے کہا کہ انہیں محفل کا کوئی چھوٹا سا رسالہ شروع کرا دیجئے۔ حضرت نے فقیر نادر دین سے پوچھا کہ آپ کیا پڑھ رہے ہیں۔ وہ اُس وقت صدر "یعنی شرح ہدایت الحکمت" مصنفہ صدر الدین شیرازی پڑھ رہا تھا اس لیے تعجب یا شائد طنز کے انداز میں بولا کہ کیا میرے ساتھ ہم سبق ہونے کا خیال ہے، میں تو صدر پڑھ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا میں بھی صدر پڑھوں گا۔ حضرت اُستاد کو تعجب تو ہوا مگر اس سبق کی شرکت کے دوسرے تیسرے روز ہی اُن پر اچھی طرح واضح ہو گیا کہ اس کتاب کو پڑھنے کی استعداد آپ میں فقیر نادر دین سے کہیں زیادہ ہے۔

## ہم درس کا احساس کتری

فقیر نادر دین پر آپ کی ذہانت اور قابلیت کے کمال کا احساس کچھ اس شدت سے غالب ہوا کہ احساس کتری کا شکار ہو کر ڈارمی منڈوالی اور انگہ چھوڑ کر چلا گیا۔ بعد میں اُس نے رام پور کے مدرسہ عالیہ کے پرنسپل مولانا عبدالحق ابن مولانا فضل حق خیر آبادی سے محفل کی کتابوں کی تکمیل کی اور وہیں مدرسہ رام پور میں ملازمت اختیار کر لی۔ پھر مدرسہ نظامیہ حیدر آباد کن میں ملازم ہو کر اعلیٰ عہدہ پر پہنچا اور وہیں انتقال کیا اُس نے اپنی یادگار اردو کا ایک رسالہ چھوڑا ہے جو اثبات ہیولی اور اثبات جبل بیط پر لکھا تھا۔ حضرات خیر آبادی کی جو تقریریں ان مشکل مباحث پر ہوتی رہی تھیں، یہ رسالہ اُن ہی مضامین کا مجموعہ معلوم ہوتا ہے۔

## موروثی جود و ایثار کا مظاہرہ

انگہ میں حضرت کو جو خرچ گھر سے ماہوار پہنچتا تھا آپ اُسے نادار طلباء میں تقسیم فرما دیتے اور خود عموماً روزہ یا فاقہ سے رہتے۔ شدید اشتہا کی صورت میں طلباء کے جمع کردہ ٹکڑوں میں سے کچھ تن اول فرما لیتے۔ آپ کے اس جود و سخا و ایثار اور ریاضت و مجاہدہ کو دیکھ کر وہاں کے لوگ اور طلباء آپ کے عقیدت مند ہو گئے۔ حضرت نے اس کم عمری کی حالت میں ہی ریاضات و مجاہدات کو اپنا معمول بنالیا تھا جس کے متعلق بہت سی روایات مشہور ہیں۔

## تم قصیدہ پڑھو میں قصیدہ والے کو بلاتا ہوں

اس نواح میں قصیدہ غوثیہ شریف کے ایک عامل نے لوگوں میں اپنا اثر و رسوخ اور وجاہت قائم کر رکھی تھی۔ یہاں تک کہ لوگ اسے دیکھتے ہی تعظیماً کھڑے ہو جاتے اور دست بوسی کرتے تھے ایک روز وہ شخص انگہ کی مسجد میں آیا۔ سب لوگ تعظیماً کھڑے ہو گئے۔ مگر حضرت بیٹھے رہے۔ اُس نے چپیں بھجی ہو کر کہا۔ "اولڑ کے، کیا تو مجھے نہیں جانتا، پڑھوں قصیدہ؟ آپ

نے فرمایا تم قصیدہ پڑھو اور میں قصیدہ والے کو بلاتا ہوں۔ ان الفاظ سے عامل صاحب پر ایک خاص کیفیت طاری ہو گئی۔ اور اُس نے معذرت کناں آپ کے پاؤں کو چھوا۔

## ایک سیب زدہ مسجد کو دارالوظائف قرار دینا

انگہ کی آبادی سے کچھ فاصلہ پر ایک یران مسجد آسیب زدہ اور جنات کے مسکن کے طور پر مشہور تھی۔ اور کوئی شخص بھی شام کے بعد اُدھر کا رخ نہ کرتا تھا۔ لیکن آپ ہمیشہ عشاء کی نماز کے بعد وہیں جا کر وظائف میں مصروف ہو جاتے۔ بعد ازاں واپس آکر مطالعہ اسباق و کتب میں منہمک رہتے۔ فرماتے تھے اُس مسجد میں جانے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ میں بعض وظائف باواز بند پڑھا کرتا تھا اور چاہتا تھا کہ لوگ بے آرام نہ ہوں۔

## جُرات و رحم دلی کا مظاہرہ

ایک دفعہ آپ کے استاد محترم کے صاحبزادے کے پاؤں میں ورم آگیا۔ جس پر باندھنے کے لیے ارنڈ کے پتوں کی ضرورت تھی۔ آپ انگہ سے کچھ فاصلہ پر پہاڑیوں میں سے ارنڈ کے پتے اکٹھے کر کے ایک رومال میں باندھ کر لا رہے تھے کہ راستہ میں دو بھیڑیوں نے ایک گدھی کو گھیر کر گرایا۔ اُس کا بچہ بے حسنی سے بجائے جان بچا کر بھاگ جانے کے اپنی ماں کے ارد گرد بھاگنے اور چکر کاٹنے لگ گیا۔ آپ نے دیکھا تو بے اختیار دوڑ کر وہاں جا پہنچے اور رومال میں بندھے ہوئے پتے بھیڑیوں کے منہ پر گدھی کو چھڑانے کے لیے مارنے لگ گئے۔ چند کسان کچھ فاصلہ پر بل چلا رہے تھے۔ انہوں نے چلا کر آپ کو روکنا چاہا اور جلد ہی بھاگ کر وہاں پہنچ بھی گئے مگر اس نشانہ میں بھیڑیے گدھی کو معمولی زخمی کر کے بھاگ گئے تھے۔ کسانوں نے آپ کو کہا کہ جب درندہ شکار پر ہو تو اُس کے اور اُس کے شکار میں مداخلت کرنے کی کبھی غلطی نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ اس سے وہ انسان پر بھی حملہ کرنے سے نہیں چوکتا اور پھر آپ تو ابھی بالکل بچے ہیں۔ آپ نے کہا مجھ سے گدھی کے بچے کی حالت نہیں دیکھی گئی جو ماں کی محبت میں اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر بے قراری سے اُس کے ارد گرد ہی بھاگتا رہا۔ اس کے بعد آپ گدھی اور اُس کے بچے کو ہانک کر بخاہت گاؤں میں لے آئے۔ اگلے روز جمعہ تھا اور مولانا سلطان نمود نے وعظ کے دوران اپنے کم عمر شاگرد کی خدا ترسی، رسم، ایثار و جرات کا تذکرہ کیا جو کافی عرصہ زبان زد عام و خاص رہا۔

## خلوت میں جلوت

حضرت کی طبع مبارک پر ابتداء سے ہی عشق الہی کا رنگ غالب تھا۔ سماع آگ پر تیل کا کام کرتا تھا۔ آپ خود بھی نہایت خوش آواز تھے اور خوش آوازی سے اثر پذیر بھی بے حد ہوتے تھے۔ آپ کی عام گفتگو بھی اس قدر شیریں اور درو انگیز ہوا کرتی تھی کہ سننے والوں کے دلوں میں کیفیت کے طوفان اُٹھ اُٹھتے تھے۔ اُن ایام میں آپ اکثر جنگل اور دیرانوں کو نکل جاتے اور باواز بند عشقیہ اور درو انگیز اشعار پڑھا کرتے۔ آپ کے ہم درس طلباء اور گاؤں کے باقی لوگ بھی بالخصوص انگہ کے مہر دار میاں علی اکبر آپ کی لاطلی میں ایسے مواقع سے لطف اندوز ہونے کے ہمیشہ مشتاق و منتظر رہتے۔



## ایک عابدہ مائی کی پیشین گوئی

ایک دفعہ جمعہ کی رات کو ایک کمرہ میں خفیہ طور پر قوالی کا اہتمام کیا گیا اور آپ نے بھی اس میں حصہ لیا۔ اگلے روز استاد صاحب کے پاس شکایت ہو گئی۔ جنہوں نے باقی طلباء کو تو ذرا سختی سے زبرد تو بیج کی مگر حضرت کو نرم انداز میں سمجھایا۔ مسجد کے قریب ہی ایک عابدہ مائی رہتی تھیں جو حضرت سلطان باہو کی حضوری سے مشرف تھیں انہوں نے سن کر کہا کہ آج تو حافظ سلطان اس سید زادے کو ٹوک رہے ہیں، کل جب ان کے مقام اور مرتبے سے آگاہ ہوں گے تو اس کے پاؤں چومیں گے یہ نہایت ہی صاحب کمال بچہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا بہت بڑا مرتبہ ہے۔ اور ہر لمحہ اس کے مراتب بلند سے بلند تر ہو رہے ہیں۔ خدا کی شان اس پیش گوئی کا ظہور اس طرح ہوا کہ جب آپ ہندوستان سے فارغ التحصیل ہو کر حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی سے مجاز ہوئے تو ایک مرتبہ عرس سیال شریف کے موقع پر مولینا سلطان محمود نے آپ کو انگوٹھ چلنے کی دعوت دی۔ چنانچہ عرس کے بعد آپ گھوڑے پر سوار استاد صاحب کے ہمراہ انگرہ روانہ ہوئے۔ راستہ میں ایک معتمد پر استاد صاحب اپنے گھوڑے سے اترے، اور پیادہ پا ہو کر حضرت کے گھوڑے کے آگے دوڑنے لگے اور آپ کو تاکید اسوار رہنے کا حکم دیا کہ اگر اس کے خلاف کیا تو جحش گردی کے خلاف تصور کروں گا۔ حضرت فرماتے تھے کہ میں سخت شرمندہ تھا۔ مگر قہر و رویش بر جان درویش تعمیل حکم کی۔ آخر کچھ فاصلہ اسی طرح طے کرنے کے بعد حضرت کے استاد گھوڑے پر سوار ہو گئے اور فرمایا کہ ایک دفعہ اثنائے سفر سیال شریف اس مقام پر ہی مسافت آپ نے میرے گھوڑے کے آگے دوڑ کر طے کی تھی جس کا میرے دل پر سخت بوجھ تھا اور میں اسے بے ادبی محسوس کرتا رہا۔ الحمد للہ کہ آج اس کی تلافی ہو گئی۔

پھر انگوٹھ پہنچ کر استاد صاحب نے احادیث صحاح ستہ کی تمام کتب کے جدیدہ چھپے سنار حضرت سے اجازت حدیث حاصل کی اور آپ کے حسب ارشاد تازیت حدیث شریف ہی پڑھتے رہے اور منطق و محقول کی تدریس ترک کر دی۔

## تعلیم و تعلم میں انہماک

حضرت کو تعلیم و تعلم میں اس قدر انہماک تھا کہ اپنی تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ چھوٹے درجہ کے طلباء کو تعلیم بھی دیا کرتے تھے۔ اور بسا اوقات ایسا ہوتا کہ موسم سرما کی طویل راتیں عشا کی نماز کے بعد مطالعہ میں ہی گذرتیں حتیٰ کہ اُسی حالت میں صبح کی اذان ہو جاتی۔ رفتہ رفتہ آپ کے پاس پڑھنے والے طلباء کی اتنی کثرت ہو گئی کہ آپ نے انکو کا قیام ترک کر کے شکر کوٹ میں رہائش اختیار فرمائی۔ دن کے وقت انگوٹھ میں اپنی تعلیم حاصل کرتے اور شام کو شکر کوٹ جا کر طلباء کو درس دیتے۔

## بلانے والے کو سلیقہ ہو تو اہل برنخ جواب دیتے ہیں

حافظ غلام احمد سکھ پنچہ تحصیل خوشاب ضلع سرگودھا سے روایت ہے کہ ایک دفعہ آپ چک نمبر ۷ ضلع سرگودھا میں رونق افروز تھے کہ مسئلہ سماع موتی پر ذکر چھڑ گیا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر بلانے والے کو بلانے کا سلیقہ ہو تو اہل برنخ ضرور سنتے ہیں۔ انگوٹھ کے ایام طالب علمی میں میں "یا شیخ عبد القادر جیلانی" پکارتا تھا تو تیسری پکار پر جواب آتا تھا کہ میں نے سن لیا ہے تم اپنا کام شروع کرو۔ حضرت کی ایک تحریر سے اس لفظ سلیقہ کا مفہوم یہ معلوم ہوتا ہے کہ پکارنے والے کو اہل برنخ سے خصوصی

نسبت ہونا چاہیے۔

## ایک فادری فقیر کے محبت بھرے جملہ کا حضرت پر اثر

حضرت نے اپنی تصنیف لطیف اعلا کلمۃ اللہ میں تحریر فرمایا ہے کہ جن دنوں میں بطور طالب علم انگہ میں مقیم تھا۔ ایک عمر سیدہ اور مسافر بزرگ شکر کوٹ میں رہا کرتے تھے۔ آپ کا نام بابا نور مای مشہور تھا۔ قادریہ سلسلہ میں حضرت شیخ محمود چکی والے کے دست حق پرست پران کی بیعت تھی۔ ہر مہینہ کی گیارہویں کو ایک بکرا یا دُنبہ خود پال کر جناب غوث الاعظم کے ختم شریف کے لیے ذبح کیا کرتے تھے اور ساتھ ہی حلوہ و روٹیاں پکا کر فقراء میں تقسیم کرتے۔ اس نیاز مند خادم الاولیاء کو خاص اصرار اور اہتمام کے ساتھ شریک دعوت فرماتے اور میرے حال پر حد سے زیادہ مہربانی کی نظر رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ بغیر میری استدعا کے مجھے شغل پاس انفاس کی اجازت فرمائی۔ ایک روز میں شکر کوٹ سے انگہ جا رہا تھا کہ راستہ میں دُور سے میں نے انہیں اُس دُنبے کو چراتے اور اُس کے ساتھ کھیلنے دیکھا جسے وہ گیارہویں شریف کے ختم کے لیے پال رہے تھے۔ باوجود سفید ریش بزرگ ہونے کے اندر وہ محبت و فرط شوق کبھی اُسے کندھے پر اٹھاتے اور کبھی زمین پر کھڑا کر دیتے۔ میں نے قریب جا کر سنا تو کہہ رہے تھے، اُمیے محبوب یا لیلیا۔ اس جملہ میں محبت و شوق کا ایک ایسا طوفان تھا کہ دل بے حد متاثر ہوا اور خیال آیا کہ تحصیل علم سے فارغ ہو کر گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر کتابوں کے مطالعہ میں وقت بسر کروں گا اور تدریس وغیرہ نہ کروں گا جب ذرا آگے ہو کر اُن سے ملنے کے لیے بڑھا تو مجھے دیکھ کر فرمانے لگے۔ پیر صاحب، جو شخص علم پڑھ کر تعلیم نہیں دیتا وہ ایسا ہے جیسے درخت بے ثمر۔ یہ بات کر کے پھر اُس دُنبے کے ساتھ مشغول ہو گئے۔ اُن کو حضرت غوث الاعظم کے ساتھ قوی رابطہ تھا۔

## استاد محترم کی معیت میں سیال شریف کی حاضری

حضرت کے استاد مولانا سلطان محمود انگوی کی بیعت حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی چشتی، نظامی، فخری، سلیمانی قدس سے تھی۔ وہ سال میں کئی بار سیال شریف ضلع سرگودھا، اپنے پیر و مرشد کی زیارت کے لیے جایا کرتے تھے۔ سیال شریف انگہ سے بائیس کوس کے فاصلہ پر دریائے جلم کے شرعی کنارے پر واقع ہے۔ راستہ میں کئی مقامات پر قیام کرتے اور درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری رہتا۔ حضرت قبلہ عالم ہمیشہ استاد صاحب کے ساتھ جاتے تھے اور حضرت اعلیٰ سیالوی بھی آپ پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ آخر حضرت نے سلسلہ چشتیہ میں ان ہی سے بیعت کی، جس کا مفصل ذکر اپنے موقع پر آئندہ ابواب میں آئے گا۔

## بہندوستان و ادنوا ہم لگام

تقریباً اڑھائی سال انگہ میں تسلیم حاصل کرنے کے بعد جب آپ واپس لوٹے تو درس نظامی سے صرف سلسلہ معقول، ریاضی اور فقہ کی آخری کتب اور حدیث شریف میں صحاح ستہ اور تفسیر میں بیضاوی وغیرہ باقی رہ گئی تھیں۔ ان کتابوں کی تعلیم کے لیے اُن دنوں عام طور پر طلباء بہندوستان کے مدارس کا رخ کرتے تھے۔ آپ نے آئندہ تسلیم کے سلسلہ میں ایک روز سکندر نامہ سے فال لی تو یہ شعر نکلا۔



بہ ملک ایران مراشد متام بہ ہندوستان داد خواہم لگام  
چنانچہ غالباً ۱۲۹۰ھ کے قریب یعنی فقط پندرہ سال کی عمر میں آپ ہندوستان روانہ ہو گئے۔

## مولینا احمد حسن محدث کانپوری سے ملاقات

سب سے پہلے آپ کانپور میں مولینا احمد حسن محدث کے پاس پہنچے وہ سفر حج کے لیے تیار بیٹھے تھے، فرمایا، میاں صلحہ زاد  
میں آج سے آٹھویں روز حج پر روانہ ہو رہا ہوں، اس عرصہ میں دو چار سبق اگر پڑھ بھی لو گے تو اس سے کیا ہوگا۔ چنانچہ آپ  
وہاں سے لوٹ کر علی گڑھ مولینا موصوف کے استاد حضرت مولینا لطف اللہ کے درس میں داخل ہو گئے۔

کافی عرصہ بعد جب قبلہ عالم کے علمی و روحانی کمالات کی شہرت ہوئی تو مولینا احمد حسن بہت متاثر ہوئے کہ کاش آپ  
کو ایک آدھ سبق ہی پڑھا دیا جوتا۔ آپ کی تصانیف ملاحظہ کر کے، بالخصوص قادیانی معرکہ کے بعد جب حضرت کے علم و کمال کا  
چار دانگ شہرہ ہوا تو مولینا نے اس حسرت کی تلافی اس طرح کی کہ پیرانہ سالی میں محض آپ کی زیارت کے لیے پاک پتن شریف  
کا سفر اختیار کیا۔ حضرت کی خدمت میں رہنے والے دو علمائے کرام جناب مولینا محمد غازی و جناب قاری عبد الرحمن جو پوری  
حضرت مولینا احمد حسن کے شاگرد تھے۔ چنانچہ ان حضرات کے ساتھ خط و کتابت کے ذریعہ مولینا نے حضرت سے ملاقات کی تقریب  
پیدا کی اور ایک سال جب آپ عرس حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر قدس سرہ العزیز پر پاک پتن شریف میں تھے مولینا احمد حسن  
بھی وہاں پہنچ گئے۔ اور جس وقت حضرت قبلہ عالم مزار شریف کی زیارت کے بعد غافت و معنی کے شمالی دروازہ کی سیڑھیاں  
چڑھ کر کھلی جگہ پہنچے تو مولینا حضرت کے سامنے آکر اچانک اُن کے قدموں کی طرف جھک پڑے۔ حضرت دیوان سید محمد صاحب  
سجادہ نشین پاک پتن شریف اور علماء و فقہاء کا ایک حجم بغیر حضرت کی محبت میں تھا۔ علاوہ ازیں عوام کا اُردھام حضرت کے پیچھے  
پیچھے تھا۔ کسی نے حضرت کے کان میں کہہ دیا کہ یہ مولینا احمد حسن کانپوری ہیں۔ آپ نے فوراً مولینا کو اٹھایا اور بغل گیر ہوئے۔ پھر  
ساتھ لے جا کر اپنی جائے قیام موتی محل کے نزدیک اُن کی رہائش کا انتظام فرمایا۔ مولینا ہر روز صبح آپ کے پاس آتے اور  
مذہبانہ دروازہ کے باہر بیٹھ جاتے۔ حضرت فوراً اُٹھ کر انہیں اندر لے آتے اور اپنے برابر مصطفیٰ پر بٹھانا چاہتے۔ مگر مولینا  
پر پاسبانِ ادب معذرت کرتے تو آپ خود بھی مصطفیٰ بٹھا کر اُن کے برابر بیٹھ جاتے۔ دیر تک علمی اور روحانی گفتگو کا سلسلہ رہتا۔  
ایک روز مولینا نے کہا: قبلہ، میری تصنیف کی عادت نہیں، جہاں دل مانتا ہے، وہیں سر جھکا تا ہوں، میں تو آپ کی دید کو عبادت  
سمجھ کر حاضر ہوا ہوں۔ مجھے حسرت ہے کہ کاش میں آپ کو ایک سبق ہی پڑھا دیتا۔ اس لیے نہیں کہ آپ کے اساتذہ میں شمار  
ہوتا بلکہ اس لیے کہ آپ کی دعاؤں میں شمولیت سے مشرت ہو جاتا۔ لیکن افسوس مجھے کیا خبر تھی کہ آپ ایک روز کیا ہونے  
والے ہیں۔“

حضرت بابو جی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ میں نے کسی معمر بزرگ کو ایسی نورانی اور جاذب نظر شکل و شبابت کا نہیں  
دیکھا جیسے حضرت مولینا احمد حسن کانپوری تھے۔ شفاف گندمی رنگ، کشیدہ قامت، سفید ریش اور اعلیٰ درجہ کی نفاست پسندی  
گفتگو کے وقت گویا منہ سے پھول جھڑتے تھے۔ اس شانِ علم پر اخلاص و انکسارِ سجدہ۔ آپ کے نیاز کا ذکر فرماتے ہوئے جناب  
بابو جی کی طبیعت پر رقت طاری ہو گئی اور فرمایا کہ مولینا نے مکہ معظمہ میں اپنے شیخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی کے مزار پر  
چھ ماہ قیام کیا اور ہر روز اپنی ریش مبارک سے مزار کو صاف کیا کرتے تھے۔ سبحان اللہ، اپنے وقت کے استادِ اکل کی



اپنے شیخ کے ساتھ یہ نسبت، نیاز اور عقیدت، آج کل کے علماء و زعماء کے لیے مقام عبرت و نصیحت ہے۔  
 ۱۰ ریکیا سپدا کن از منشت لگے بوسہ زن بر آستان کا مے اقبال

## ہندوستان کے دینی علوم کے مراکز

حضرت قبلہ عالم جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے ۱۲۹۰ھ میں ہندوستان تشریف لے گئے تھے۔ اُن دنوں وہاں لکھنؤ، دیوبند، رام پور، کانپور، علی گڑھ، دہلی اور سہارن پور میں بڑے بڑے علمی مراکز قائم تھے۔  
 لکھنؤ میں مولینا عبدالحق متوفی ۱۳۰۴ھ مرجع خلافت تھے جن کی ذات محتاج تعارف نہیں دیوبند میں مدرسہ کا افتتاح ۱۲۸۳ھ میں ہو چکا تھا اور مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کی زیر سرپرستی یہ مدرسہ کافی ترقی کر رہا تھا ان ایام میں وہاں مولوی محمد یعقوب صاحب نانوتوی خلیفہ مولوی ملک علی صاحب مدرس اعلیٰ تھے جو اجمیر شریف میں بھی مدرس رکھ چکے تھے۔ مولوی ملک علی مونسوی، مولوی رشید احمد صاحب گنگوٹی، مولوی ذوالفقار علی صاحب اور مولوی محمد قاسم نانوتوی وغیرہ علمائے دیوبند کے اُستاد تھے۔  
 رام پور میں مولینا فضل حق خیر آبادی کے فرزند مولینا عبدالحق مدرسہ عالیہ نواب صاحب کے پرنسپل تھے۔ ان کے حواشی یعنی نوٹ، کتب ہائے معقول قاضی وغیرہ پر قابل دید ہیں۔

کانپور میں مولینا احمد حسن مسند آرائے تدریس تھے جو کہ اُستاد اکل مولینا لطف اللہ علی گڑھی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ معقول کی مشہور کتاب حمد اللہ اور مشنوی مولینا روم کے حواشی سے آپ کے تبحر علمی کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ حضرت حاجی ابداد اللہ فہاجر مکی کے مرید خاص تھے اور اگرچہ علمائے دیوبند کو بھی حضرت حاجی صاحب سے شرف بیعت حاصل تھا اور اس لحاظ سے مولینا احمد حسن کے پیر بھائی تھے لیکن بعض مسائل میں مولینا کو ان سے اختلاف رہا جس پر حاجی صاحب نے مکہ شریف سے ایک رسالہ بفت مسئلہ بطور محاکمہ تحریر فرما کر بھیجا جو مسائل اختلافیہ ہیں قول فیصل کا حکم رکھتا ہے اور علمائے کرام کے لیے نجات ہے مسئلہ امکان نظیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں مولینا فضل حق خیر آبادی اور مولینا احمد حسن نے سائل لکھے ہیں، جن میں مولوی اسماعیل صاحب دہلوی کی پوزور تردید کی ہے علمائے خیر آبادیہ و اسماعیلیہ کے اس اختلاف پر حضرت قبلہ عالم کا تبصرہ باب تصنیفات میں آئے گا۔

## اُستاد اکل مولینا لطف اللہ علی گڑھی المتوفی ۱۳۳۲ھ

علی گڑھ میں مولینا لطف اللہ کی ذات گرامی شہرہ آفاق تھی۔ آپ مفتی عنایت احمد کے شاگرد رشید تھے جو مولینا بزرگ علی علی گڑھی متوفی ۱۲۶۲ھ اور مولینا شاہ محمد اسحاق دہلوی متوفی ۱۲۶۲ھ کے مشہور شاگرد تھے مولینا شاہ محمد اسحاق حضرت مولینا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے نواسے اور جانشین تھے۔ مفتی صاحب کافی عرصہ علی گڑھ میں اپنے اُستاد مولینا بزرگ علی کے مدرسہ میں تعلیم دیتے رہے۔ اور اسی زمانہ میں مولینا لطف اللہ آپ کے حلقہ درس میں شامل ہوئے مفتی صاحب بعد میں حکومت کی طرف سے بعدہ منصف مقرر ہو گئے تھے اور آپ نے مولینا لطف اللہ کو اپنا سررشتہ دار مقرر فرمایا۔ اس دوران میں تحریک آزادی ہند شروع ہوئی اور مفتی صاحب نے انگریز حکومت کے خلاف خان بہادر خان بروہیکھنڈی کا ساتھ دے کر جہاد میں جھٹ لیا اور انگریزوں کے خلاف فتویٰ دیا۔ اس پر انگریزوں نے ۱۸۵۷ء میں ندر کے



دیگر مجاہدین کے ساتھ آپ کو بھی بطور سزا جزا انڈیا میں عمر قید کے لیے ملک بدر کر دیا۔ جہاں آپ نے بغیر مطالعہ و حوالہ جاتا کتب محض یادداشت سے چھ کتابیں تصنیف فرمائیں جو یہ تفصیل ذیل ہیں :-

(۱) علم الصیغہ - (۲) خطبہ کرمیہ - (۳) نجمتہ بہار - (۴) احادیث الحبیب المتبرکہ - (۵) ترجمہ تقویم البلدان، اور (۶) تواریح حبیب اللہ۔ جن میں سے ترجمہ تقویم البلدان ایک انگریز افسر کو بہت پسند آیا اور یہی بات بظاہر آپ کی رہائی کا سبب ہوئی۔ آپ کی ہندوستان میں مراجعت پر آپ کے شاگرد مولانا لطف اللہ نے یہ تاریخی رُباعی لکھ کر پیش خدمت کی ہے

چوں بفضل حقایق ارض و سما      استادم شد ز قید عنم رہا  
بہر تاریخ خلاص آل جناب      بر نوشتہم اِن اُسْتَاذِی نَجَا

۱۲۷۷ھ

ہندوستان آکر آپ نے کانپور میں مدرسہ فیض عام قائم کیا۔ ۱۲۷۹ھ میں بارادہ حج روانہ ہوئے۔ جدہ کے قریب جہاز ایک پہاڑی سے ٹکرا کر غرق ہو گیا جس میں یہ علم کا آفتاب بھی غروب ہو گیا۔ آپ ایک اعلیٰ پیمانہ کے مصنف و مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ بہت بڑے مدبر اور مجاہد بھی تھے۔ حج پر روانہ ہونے کے وقت اپنے شاگرد مولانا لطف اللہ کو اپنا جانشین مقرر فرما گئے جنہوں نے ابتداء کانپور اور پھر علی گڑھ میں علوم دینیہ کی اشاعت کے سلسلہ میں وہ کار ہائے نمایاں انجام دیے کہ ہندوستان کی علمی دنیا نے اُن کا اُساذ العلماء کے خطاب سے اعتراف کیا۔ اُس دور کے نامور علمائے دین میں سے شاید ہی کوئی ایسا ہوگا جس نے اُساذ العلماء کے گلشن علم سے فیض حاصل نہ کیا ہو۔ اُس وقت مولانا کی شاگردی فضل و کمال کی سب سے اعلیٰ اور بلند ترین سند شمار ہوتی تھی۔ مولوی عبدالحق دہلوی مصنف تفسیر حاشی، مولانا عبدالحق کانپوری، مولانا شاہ محمد علی رحمانی مونگیری، مولانا احمد حسن کانپوری اور حضرت قبلہ عالم پیر سید نور علی شاہ گولڑوی جیسی برگزیدہ بستیاں آپ کے شاگردان میں سے ہیں۔ حیات شیخ الہند مصنف سید اصغر حسین شاہ دیوبندی میں تحریر ہے کہ ایک مرتبہ جامع العلوم کانپور کے جلسہ دستار بندی کے موقع پر علمائے دیوبند کے مشہور پیشوا مولانا محمود الحسن دیوبندی تقریر کر رہے تھے کہ مولانا لطف اللہ علیگڑھی جلسہ میں تشریف لائے۔ مولانا محمود الحسن نے آپ کو دیکھتے ہی ہنساؤدب و احترام تقریر ختم کر دی۔ اسی طرح علمائے بریلوی کے مشہور پیشوا مولانا احمد رضا خاں صاحب بھی آپ کا بید احترام فرماتے تھے۔ مولانا سید محمود شاہ خاں راولپنڈی جو مدت تک مولانا لطف اللہ کے مدرسہ علیگڑھ میں مدرس رہ چکے ہیں فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی فتویٰ کے سلسلہ میں مولانا احمد رضا خاں اور مولانا لطف اللہ کے درمیان قدرے شکر رنجی پیدا ہو گئی تھی مگر بعد میں صلح و صفائی ہو گئی اور دوستانہ مراسم قائم رہے۔ مولانا لطف اللہ کے اکثر فارغ التحصیل شاگرد مولانا احمد رضا خاں کے کہنے پر اُن کے مدرسہ میں بطور مدرس بھی ملازم ہوتے رہے جیسا کہ حیات اعلیٰ حضرت بریلوی میں تحریر ہے۔

بہر حال ہندوستان کے مدارس علمیہ میں سے علیگڑھ کا انتخاب حضرت قبلہ عالم کے مسلک اعتدال کا مظہر ہے۔ حضرت مولانا لطف اللہ علمائے ربانیتین کا نمونہ اور زہد و تقویٰ اور خدا پرستی کا مجسمہ تھے۔ طبیعت بے حد منجاں مرنج پائی تھی۔ علمائے ہم عصر کے ساتھ بعض فروعی مسائل میں اختلاف ہونے کے باوجود اُن کے خلاف تعصب اور تشدد کا کبھی اظہار نہ فرمایا۔ آپ کی مقبولیت کے لیے یہی سند کافی ہے کہ بریلوی اور دیوبند کے علمائے بڑے بڑے آپ کا بے حد



احترام تھا۔ آپ کی سادگی اور پرہیزگاری کا ایک واقعہ حضرت قبلہ بابو جی مدظلہ العالی بیان فرمایا کرتے ہیں کہ ایک موقع پر کسی شادی کی تقریب میں آپ مستورات کے ہمراہ ہلی میں سوار ہو کر سفر فرما رہے تھے کہ راستہ میں راہزنوں نے گھیر لیا۔ آپ نے پوچھا، بھئی جان چاہیے یا مال؟ انہوں نے جواب دیا، مال۔ آپ نے کہا اچھا مستورات کے پردہ کا لحاظ کرتے ہوئے الگ کھڑے رہو۔ میں خود ہی سب زیورات اُترا کر تمہارے حوالے کر دیتا ہوں۔ چنانچہ جب ڈاکو سب کچھ لے کر چل دیے تو ایک بچی نے ماں سے کہا، اماں، دیکھو، میں نے یہ زیور بچا لیا ہے۔ جو نہی مولینا کے کان میں یہ آواز پہنچی، فرمایا، افسوس، تم نے مجھے اپنے وعدہ میں جھوٹا کر دیا۔ اور اُسی وقت وہ زیور لے کر ڈاکوؤں کے پیچھے دوڑے اور پکارتے جاتے تھے کہ ٹھہرو۔ ٹھہرو۔ وہ ڈرے کہ شاید انہیں کوئی مدد پہنچ گئی ہو اس لیے اور تیز تیز چلنے لگے لیکن مولینا کو اکیلا دیکھ کر بالآخر ٹھہر گئے۔ مولینا نے پہنچ کر ہانپتے ہوئے لڑکی کا زیور پیش کر کے معذرت کی کہ بھئی میری لاعلمی میں یہ زیور رہ گیا تھا۔ اور اس طرح وعدہ خلافی ہو گئی ہے۔ ڈاکوؤں پر اس سادگی اور راست بازی کا کچھ ایسا اثر ہوا کہ تمام لوٹا ہوا مال اُن کو واپس کر دیا۔

ان ہی پاک فطرت بزرگانِ دین کے انعامِ قدسیہ کی برکت تھی کہ ایسے نازک دور میں جب کہ حکومتِ برطانیہ اور اُس کے ہواخواہ ہندوستان میں علومِ اسلامیہ کو ختم کرنے کی ٹھان چکے تھے، مدارسِ اسلامیہ کا وجود باقی رہا اور علومِ دین کے سرچشمے جاری رہے۔ حضرت مولینا اور آپ کے اساتذہ کرام کے حالات پر کتابِ اُستاد العلماء مؤلفہ نواب حبیب الرحمن خان شروانی اور تذکرہ مشاہیر کاوری مؤلفہ مولوی محمد علی حیدر قابلِ دید ہیں۔

## علی گڑھ کے رس میں تحصیلِ علم

علی گڑھ میں حضرت نے قریباً اڑھائی برس تعلیم حاصل کی اور اپنی قابلیت، بلند اخلاقی اور مثالی کردار کے باعث مولینا لطف اللہ اور دیگر اساتذہ کرام و ہم محبتوں میں جو مقبولیت و توقیر آپ کو حاصل ہوئی اُس کے چند ایک واقعات درج ذیل ہیں۔

## یورپی امتحان کا اعترافِ کمال

جناب مولینا غلام محمد شیخ الجامعہ عباسیہ بہاول پور نے اپنے مسودات میں تحریر کیا ہے کہ میں نے حضرت قبلہ عالم کی زبانی سنا تھا کہ اُس زمانہ میں سرسید احمد خاں نے خیال کیا کہ مدارسِ عربیہ کی اصلاح کی جائے اور جس مدرسہ کی تعلیم ناقص ہو اسے بند کر کے اُس کا چندہ آمدنی علی گڑھ کالج کے مصروف میں لائی جائے۔ چنانچہ انہوں نے مولینا لطف اللہ سے کہا کہ آپ اپنے مدرسہ کا سالانہ امتحان دلوایا کریں۔ تاکہ ایک تو سال بھر کی تعلیم کا اندازہ ہو سکے، دوسرا امتحان کے خیال سے طلباء کو زیادہ محنت کرنے کی رغبت ہو۔ چونکہ اکثر طلباء پنجابی اور پٹھان تھے جو اچھی طرح لکھائی نہ جانتے تھے، اس لیے مولینا اس بارہ میں قدسے متاثر ہوئے۔ حضرت قبلہ عالم نے کہا آپ فکر نہ کریں ہم تقریری یا تحریری ہر قسم کے امتحان کے لیے تیار ہیں حضرت خوش نویس تھے اور مشہور خوش نویس فشی غلام احمد سکھسکی سے باقاعدہ مشق کی ہوئی تھی۔ فشی غلام احمد تمام مروجہ خطوط سے واقف تھے اور ان پر عبور رکھتے تھے۔ یہ اپنی آخر عمر میں مجذوب ہو گئے تھے۔ حضرت نے ان کی گذراوقات کے لیے وظیفہ مقرر فرما رکھا تھا اور آخر وقت تک ان کی خبر گیری فرماتے رہے تھے۔ حضرت کے اس فرمانے پر مولینا لطف اللہ بہت خوش ہوئے اور طلباء کا امتحان دلوانا منظور فرمایا۔ سرسید نے اپنے طور پر ایک یورپ کے رہنے والے عالم و فاضل کو امتحان لینے



کے لیے بلوایا تھا۔ مولینا نے امتحان سے ایک روز قبل آزمائشی طور پر خود طلباء کا امتحان لیا اور حل کے لیے اقلیدس کا پرچہ دیا۔ حضرت فرماتے تھے کہ میں نے اقلیدس کی شکل مسئلہ کا پہلے وہ جواب تحریر کیا جو اقلیدس میں دیا ہوا ہے۔ پھر اُس پر اپنی طرف سے اشکالات و اعتراضات کیے اور شکل مسئلہ پر اپنا حل تحریر کیا۔ مولینا نے میرے جوابات کو بے حد پسند فرمایا اور انہیں ایک لفاظ میں بند کر کے ممتحن صاحب کے پاس بھیج دیا۔ اگلی صبح تمام طلباء اُچلے پڑے پہنے، کاغذ قلم و دوات لیے صف بنا کر ممتحن صاحب کے انتظار میں بیٹھے رہے مگر وہ تشریف نہ لائے۔ جب بہت دیر ہو گئی تو سرسید کو اطلاع دی گئی۔ انہوں نے کہلا بھیجا کہ ممتحن صاحب رات کو بغیر بتائے چلے گئے ہیں اور پیغام چھوڑ گئے ہیں کہ جو طلباء اقلیدس پر اعتراض کر سکتے ہیں مجھ میں اُن کا امتحان لینے کی اہلیت نہیں بلکہ اپنی سبکی کا اندیشہ ہے۔ حضرت فرماتے تھے کہ مولینا یہ سُن کر بہت خوش ہوئے اور مجھے بہت دعائیں دیں کہ تم نے ہمارے مدرسہ کو بچا لیا ورنہ سرسید اسے ختم کر دیتے۔

## ایک مجذوب کا اظہارِ حیرت

حضرت فرماتے تھے کہ ایک روز میں اپنی باری پر ہدایہ تشریف کا سبق لینے مولینا کے کمرہ کی جانب جا رہا تھا چونکہ مطالعہ کا موقع نہ ملا تھا اس لیے جاتے ہوئے سر پر گڑھی بھی لپیٹا جاتا تھا اور کتاب کھول کر مطالعہ بھی کرتا جاتا تھا۔ مسجد میں بعض کے کنارے ایک مجذوب پڑا رہتا تھا۔ اُس نے باواز بلند پکار کر کہا پیر جی، مرغینانی نے اس کتاب کو اٹھارہ سال میں لکھا ہے اور آپ چلتے چلتے اس کا مطالعہ کرتے ہیں۔ (مرغینانی سے اُن کی مراد مصنف ہدایہ علامہ برہان الدین مرغینانی تھا)

## طالب علمی میں جود و کرم اور ریاضت و مجاہدہ کی شان

علیگڑھ آنے پر بڑے پیر صاحب نے حضرت قبلہ عالمؒ کے لیے ساٹھ روپے ماہوار وظیفہ مقرر فرمایا تھا جو ماہ بسا وقت معینہ پر پہنچا رہتا۔ مگر حضرت اس قسم کو طلباء میں تقسیم فرما دیا کرتے اور خود اکثر روزہ یا فاقہ سے رہتے۔ آپ کے ہم جماعتوں میں سے کئی طلباء شہر کی مساجد میں امامت کے فرائض بھی انجام دیتے تھے اور جمعرات کو بہت سا کھانا لاکر آپ کی خدمت میں پیش کرتے۔ آپ اپنے نفس سے مخاطب ہو کر کہتے کہ لے کھا لے۔ مگر ہفتہ بھر کا فاقہ زدہ کھاتا تو کیا کھاتا۔ چند نفقے تبادل فرما کر سب کچھ واپس کر دیتے۔

## مولینا عبد اللہ ٹونکی سے ایک طالب علمانہ بحث

مولانا شیخ الجامعہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت کے قیام علیگڑھ میں ایک خاص واقعہ پیش آیا جو میں نے خود آپ کی زبانی سنا۔ حافظ عبد القدوسؒ سکنہ مکھڑ ضلع کیمبل پور، صرف و نحو کے بڑے ماہر تھے اور تمام درسی کتابیں اُن کو یاد تھیں۔ اہستہ الٰہی تعلیم پنجاب میں اور باقی تمام علوم کی تحصیل مولینا لطف اللہ علیگڑھ سے کی تھی۔ وہ سال دو سال کے بعد ہمیشہ حضرت مولینا کی زیارت کو علی گڑھ آتے اور کئی کئی ماہ وہاں قیام فرماتے۔ اتفاقاً حافظ صاحب کی موجودگی میں مولینا عبد اللہ ٹونکی بھی جو مولینا کے شاگرد تھے اور مدرسہ فقہی دہلی کے اول مدرس تھے، حضرت مولینا کی زیارت کو آئے۔ مولینا عبد اللہ کے حافظ عبد القدوس سے بھی تعلقات تھے۔ حافظ صاحب نے حضرت قبلہ عالمؒ سے کہا پیر جی، یہ مولوی عبد اللہ اپنے علم پر بہت نازاں ہیں۔ ان سے کچھ



علمی گفتگو جو جائے تو خوب رہے گی۔ چنانچہ ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ مولینا لطف اللہ سے جماعت کو سبق پڑھانے کے دوران جب کہ مولینا ٹوئنگی بھی حاضر تھے کسی لڑکے نے کوئی سوال پوچھا۔ مولینا عبد اللہ نے اپنے استاد محترم کی اجازت کے بغیر پیش دستی کر کے اُسے جواب دیا۔ حضرت قبلہ عالم کو استادِ عالی پر اُن کی یہ سبقت ناگوار گذری۔ آپ نے استاد محترم کی طرف دیکھا اور اُن کے چہرے سے اشارہ پا کر، علمِ نحو کی زیرِ سبق کتاب کا فیہ کی ابتدائی عبارت اَلْعِلْمَةُ لَفْظٌ وَضِعَ لِمَعْنٰی مُفْرَدٍ کے متعلق مولینا عبد اللہ ٹوئنگی سے سوال کیا کہ مفرد کو مجرور پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ مولوی عبد اللہ صاحب نے جواب دیا۔ جائز ہے۔ حضرت نے اعتراض کیا کہ جس وقت کسی فعل کا تعلق کسی اسمِ موصوف سے ہو تو اوصاف حالتِ تعلق کے وقت ہوتا ہے۔ یہاں لِمَعْنٰی کا تعلق وَضِعَ سے ہے اور بتقدیر جرمعنی موصوف ہوگا۔ پس لازم آئے گا کہ معنی کا افراد بحالتِ وَضِع ہو حالانکہ وَضِعَ افراد و ترکیب کا سبب ہے اور مستبب سبب کے بعد ہوتا ہے۔

مولینا عبد اللہ نے فرمایا کہ آپ نے اعتراض میں غلطی کی ہے، آپ کو کہنا چاہیے تھا کہ اوصاف تعلق سے قبل ہوتا ہے نہ کہ حالتِ تعلق میں۔ حضرت نے فرمایا کہ جَاءَ فِي الرَّجُلِ التَّرَاكِبُ میں رُكُوبٌ مجی سے پہلے نہیں ہوگا بلکہ مجی اور رُكُوب کی مقارنت ہے۔ مولینا عبد اللہ نے کہا کہ تشریح جامی میں تو قبل الوضع کا لفظ موجود ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ مولوی عبد الحکیم سیالکوٹی نے حاشیہ عبدالغفور میں لکھا ہے کہ قبل الوضع کا لفظ سہو من الناسخ ہے اور صحیح نسخہ میں مع الوضع ہے۔

یہاں مولوی عبد اللہ صاحب خوش ہو گئے۔ یہ دیکھ کر جناب مولینا لطف اللہ نے کتاب بند کر کے سبق ختم کر دیا اور حضرت کی تقریر سے بہت خوش ہوئے۔ حافظ عبدالقدوس نے اپنی خوشی کا اظہار عجیب عجیب طریقوں سے کیا۔ جس کا علم ہونے پر مولوی عبد اللہ صاحب بہت طیش میں آئے اور اگلے روز مدرسہ میں آکر حضرت کے ساتھ مناظرہ کا چیلنج دینے لگے۔ مگر حافظ عبدالقدوس کے سمجھانے سے مرعوب ہو کر لوٹ گئے۔

پھر ایک زمانہ آیا کہ یہی مولینا عبد اللہ ٹوئنگی حضرت کی تصانیف پڑھ کر عیش عیش کرتے تھے۔ اور جب لاہور میں قادیانی معرکہ کے وقت حضرت نے علمائے اہل سنت و اہل حدیث کے سامنے قادیانی مسلک کی جانب سے اُن پر امتحانِ سوالات کر کے اُن کے جوابات بھی دیئے تو مولوی عبد الباقر غزنوی اور مولینا عبد اللہ ٹوئنگی نے بیک زبان دیگر علماء کے ہمراہ اعلان کیا کہ قادیانی مذہب کا آپ کے دلائل و جوابات سے بہتر جواب ممکن ہی نہیں۔ جناب بابو جی قبلہ مدظلہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مولوی عبد اللہ ٹوئنگی نے انگریز حکومت میں بنکوں کے سود کے بعض حالات میں جائز ہونے پر ایک رسالہ لکھا تھا۔ جسے لاہور کے سفر کے دوران حضرت قبلہ عالم کی خدمت میں پیش کر کے رائے تحریر فرمانے کی عرض کی تھی۔ حضرت نے انہیں تخلیہ میں سمجھایا کہ میری رائے اس موقف کے خلاف ہے۔ چنانچہ مولوی صاحب نے اپنی رائے تبدیل کر کے رسالہ واپس لے لیا اور آئندہ حضرت کے موقف کے مطابق رہے۔

## طالب علمی میں رشک انگیز تدریس

مدرسہ علی گڑھ میں حضرت کا بہت شہرہ ہو گیا تھا۔ استاد صاحبان اور طلباء سب ہی آپ کی ذہانت اور نکتہ رسی کے قائل اور معترف تھے۔ طلباء کا رجوع آپ کی طرف اس قدر ہوا کہ یہاں بھی آپ کو اپنا ایک علیحدہ درس قائم کرنا پڑا۔ ایک پٹھان طالب علم عمود نامی بھی اپنی قابلیت کی وجہ سے مشہور تھا۔ اور کچھ طالب علموں کو درس دیا کرتا تھا۔ لیکن حضرت



کے کمال کے پیش نظر اکثر طلباء یکے بعد دیگرے محمود صاحب کو چھوڑ کر آپ کے درس میں آنے لگے۔ حتیٰ کہ محمود صاحب کے پاس صرف ایک طالب علم رہ گیا جسے اُس نے کہا کہ اگر تم نے بھی مجھے چھوڑ کر پیر کے پاس سبق شروع کر دیا تو میں تمہیں قتل کر دوں گا۔

ایک روز یہ طالب علم حضرت کے پاس آکر کہنے لگا کہ میں آپ کے پاس پڑھنا چاہتا ہوں۔ آپ مجھے اپنے درس میں آنے کی اجازت بھی دیں۔ اور محمود صاحب سے میری حفاظت بھی کریں۔ آپ نے فرمایا۔ بے شک آجاؤ، میں پڑھاؤں گا بھی اور انشاء اللہ تمہاری حفاظت بھی کروں گا۔ چنانچہ وہ آگیا۔ ایک رات محمود نے مسجد کے اندر سے گنڈی لگالی اور اُس طالب علم کے سینہ پر چڑھ کر اپنی دھمکی کو عملی جامہ پہنانا چاہا تو طالب علم نے شور مچا کر حضرت کو مدد کے لئے پکارا۔ آپ نے بڑی شکل سے گنڈی کھٹوائی اور اُس پٹھان کو نیچے مٹھ کر، اُس کے سینہ پر سوار ہو کر اُس سے عہد لیا کہ آئندہ ایسی حرکت نہیں کرے گا۔

## ذہنی اور روحانی قوتی کے ساتھ جسمانی طاقت

اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ ذہنی اور روحانی قوتوں کے ساتھ ساتھ حضرت کو جسمانی قوتوں سے بھی نوازا تھا۔ گو آپ کا بیشتر وقت تحصیل علم اور عبادت الہی میں بسر ہوتا تھا۔ اور شاید گھوڑے کی سواری کے علاوہ عمر بھر کسی دوسری ورزش کا اہتمام نہ ہو سکا لیکن آپ کی صحت اور اعصاب باقاعدہ ورزش کرنے والوں سے کسی طرح کم نہ تھے۔ حتیٰ کہ ساٹھ برس کی عمر تک آپ کے بازوؤں پر تشکی نہیں لی جاسکتی تھی۔

جناب بابو جی مدظلہ فرماتے ہیں کہ ایک عقیدت مند پہلوان نے کشتی میں فتح و کامیابی کے لئے دعا کی است دعا کی تو فرمایا ذرا پاؤں تو دابو، دیکھیں تم میں کتنا زور ہے۔ اُس نے تھوڑی دیر تک پوری قوت سے آپ کے پاؤں دابے اور پھر اُس کا پسینہ پھوٹ نکلا مگر آپ خاموش بیٹھے رہے۔ آخر مسکرا کر فرمانے لگے بس اسی بل بوتے پر پہلوانی کرتے ہو۔ حالانکہ وہ بہت مضبوط جسم اور طاقتور انسان تھا۔

علی گڑھ میں تقسیم سے فایز ہو کر آپ نے کوئی سند وغیرہ حاصل نہ کی کیونکہ مدارس اسلامیہ میں عام طور پر صرف سند حدیث کو کافی سمجھا جاتا تھا۔ جس کے حصول کے لئے آپ بالاحسن سہارن پور میں مولینا احمد علی محدث کے درس میں جا کر داخل ہو گئے۔

## مولینا لطف اللہ سے ملاقات کے لیے دوبارہ سفر ہند و حصول سند

حضرت کے سند ارشاد پر چمکتے ہوئے کے کافی عرصہ بعد آنجناب کے فرزند ارجمند حضرت بابو جی مدظلہ اعلیٰ ہندوستان میں گئے اور اپنے والد ماجد کے استاد محترم مولینا لطف اللہ کی زیارت کے لئے علی گڑھ بھی حاضر ہوئے۔ آپ کے ہمراہ لنگر عالیہ کے خادم میاں عبداللہ اور چاندی نامی خدمت گار بھی تھے۔ آپ نے انہیں منع فرمایا کہ گولڑہ کا ذکر نہ کرنا۔ چنانچہ مولینا کی خدمت میں حاضری ہوئی اور کچھ دیر پیش کر کے دعا کے لئے استدعا کی تو آپ نے پوچھا۔ کہاں سے آئے ہو؟ جناب بابو جی نے عرض کی کہ راولپنڈی کے قریب ایک چھوٹا سا قصبہ ہے وہاں سے حاضر ہوا ہوں۔ اس دوران میاں عبداللہ کے منہ سے غیر ارادی طور پر گولڑہ شریف کا نام نکل گیا۔ حضرت مولینا باوجود ضعیف العمری کے بھانپ گئے اور فرمایا، اچھا، وہاں



تو ہمارے ایک عزیز رہتے ہیں، تم اُن کے فرزند تو نہیں ہو، جواب میں جی ہاں عرض کرنے پر جید شفقت سے پیش آئے اور فرمایا، تم ہمارے عزیز کے عزیز ہو۔ اس کے بعد عجیب سے شکوہ آمیز اُداس لہجہ میں فرمایا کہ اُنہوں نے تو ہمیں بھلا ہی دیا۔ جناب بابو جی فرماتے ہیں کہ اس جملہ کا میری طبیعت پر بہت اثر ہوا۔ اور واپس آتے ہی حضرت کی خدمت میں اس کا ذکر کیا تو آپ نے بھی بہت محسوس فرمایا۔ اور کچھ عرصہ بعد بہت سے تحائف لے کر علیگڑھ اُستاد محترم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت مولینا لطف اللہ اُس وقت ہندوستان میں اُستاد اُلک تھے اور آپ کے شاگردوں کا سلسلہ ملک کے طول و عرض میں پھیلا ہوا تھا۔ حضرت قبلہ عالم کے وُرد و علیگڑھ کا سُن کر بے شمار علمائے کرام جمع ہو گئے۔ اور کئی روز تک علوم و معارف کی مجالس گرم رہیں۔ افسوس ان شاندار علمی صحبتوں کی رُوداد کسی نے محفوظ نہ کی۔ اور نہ ان مجالس کے شرکاء میں سے اس وقت کوئی زندہ ہے جس کی زبانی یادداشت سے ہی کوئی بات معلوم ہو سکتی۔ جناب بابو جی مدظلہ اس سفر میں ہمراہ نہ تھے اس لئے وہ بھی اس موضوع پر کوئی روشنی نہیں ڈال سکتے۔ بہر حال آپ کے اس قیام علیگڑھ سے آپ کے علمی و عرفانی کمالات کا شہرہ ہندوستان کے طول و عرض میں ہو گیا۔ مولینا سید محمود شاہ جو اُن ایام میں وہاں مدرس تھے رخصتوں پر اپنے وطن پشاور آئے ہوئے تھے وہ کہتے ہیں کہ جب میں واپس ڈیوٹی پر پہنچا تو ہر جگہ صُبح و شام حضرت قبلہ عالم کا ذکر خیر ہی سُنانے میں آیا اور مولینا لطف اللہ صاحب اُردو لکھنؤ کے کرام آپ کی علمی و عرفانی صلاحیتوں اور معلومات کی تعریف میں رطب اللسان تھے۔ شاہ صاحب کہتے ہیں کہ اُس وقت سے میرے دل میں حضرت کی عقیدت پیدا ہو گئی۔ اور اگرچہ میں ایک سخت خیال انسان تھا یہ عقیدت مجھے کشاں کشاں آستانہ عالیہ گولڑہ شریف پر لے آئی۔ مگر افسوس کہ مجھے یہ عاضری اُس وقت نصیب ہوئی جب حضرت قبلہ عالم اس دارِ فانی سے رحلت فرما چکے تھے۔

## مولینا لطف اللہ کی طرف سے عطیہ سندات

حضرت قبلہ عالم کے اس سفر کی اہم یادگار یہ ہے کہ مولینا لطف اللہ صاحب نے حضرت قبلہ عالم کو قرآن مجید، کتب احادیث صحاح ستہ وغیرہ اور بعض خصوصی احادیث کی سندات عطا فرمائیں جو اس وقت تک تبرکاتِ عالیہ میں محفوظ ہیں۔ یہاں نیز بعض اقتباسات درج کئے جاتے ہیں۔

اجازت نامہ کتب حدیث صحاح ستہ وغیرہ | اس اجازت نامہ میں خطبہ کے بعد تحریر فرماتے ہیں :-

بعد مصلوٰۃ کے بعد محدثین ہدیین کا خادم لطف اللہ بن اسد اللہ کہتا ہے کہ میں کتب احادیث صحاح ستہ وغیرہ کی روایت کی اجازت برادرِ عزیز مولوی فاضل سید محمد ہر علی شاہ سلمہ اللہ تعالیٰ کو دیتا ہوں جس طرح محدثین شیخ اجل مولینا آل احمد بن محمد امام ابن نعمت اللہ پٹنواروی بہاری نے مجھے کتب مذکورہ کی روایت کی اجازت فرمائی۔

وبعد فيقول خادم المحدثين المهديين  
لطف الله ابن اسد الله اخي اجزت الاخ  
الاعز المولوي الفاضل سيد محمد هر علي شاه  
سلمه الله تعالى برواية كتب الصحاح وغيرها  
كما اجازني بها عمدة المحدثين الشيخ الاجل  
مولينا آل احمد بن محمد امام ابن نعمه الله  
البهاري

اس کے بعد سند میں تمام کتب کے مصنفین تک سلسلہ اسناد کو ذکر فرمایا ہے۔



۲۔ اجازت نامہ مشکوٰۃ شریف | یہ اجازت نامہ مولانا مفتی عنایت اللہ کاکوروی کی سند متصل کے ساتھ مصنف کتاب علامہ خطیب تک پہنچا ہے۔ اس کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں:-

انی اجزت الاخ العزيز السيد الفاضل اللورعي  
سيد محمد مهر علی شاہ افاض اللہ علیہ  
سبحال المن والاحسان للکتاب المذکور  
وقفہ اللہ لتدریسه والاستفادة بانواره و  
اخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین والصلوة  
والسلام علی حبیبہ سید المرسلین محمد و  
آلہ واصحابہ اجمعین

میں برادر سعید فاضل ذکی سید محمد مهر علی شاہ (جنہیں اللہ تعالیٰ اپنی بہترین نعمات و احسان سے مستفیض فرمائے) کو اس کتاب مذکور کی اجازت دیتا ہوں اللہ تعالیٰ انہیں اس کی تدریس اور اس کے انوار سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائیں۔ والحمد للہ رب العالمین اور صلوة و سلام اللہ تعالیٰ کے حبیب سید المرسلین محمد مصطفیٰ اور آپ کی تمام آل و اصحاب پر ہوں۔

خطبہ کے بعد تحریر فرماتے ہیں:-

۳۔ اجازت نامہ قرآن مجید، ترجمہ و تفسیر

آما بعد می گوید محمد نطف اللہ ابن محمد اسد اللہ غفرلہما کہ بعض سورہ قرآن مجید شہید از عزیز دل و جان مولوی حاجی سید محمد مهر علی شاہ سلمہ اللہ تعالیٰ و ایشاں را اجازت بست کہ تعلیم حضرت قرآن کے کردہ باشند و امور موقوف علیہ قرآن را از رسائل و کتب ثقات تحقیق کردہ باشند و اس فقیر را سند و اجازت حضرت قرآن از خدمت حضرت مولیان قاری محمد عبد الرحمن غفرلہ پانی پتی حاصل شد و اشال را از خدمت حضرت مولیان محمد اسحاق صاحب قدس سر حاصل شدہ الی آخر سندہ

اس کے بعد محمد نطف اللہ ابن محمد اسد اللہ غفرلہما کہتا ہے کہ میں نے قرآن مجید کی بعض سورتیں اپنے دل و جان کے عزیز مولوی حاجی سید محمد مهر علی شاہ سلمہ اللہ تعالیٰ سے سنی ہیں۔ انہیں اجازت ہے کہ حضرت قرآن کی تعلیم دیا کریں۔ اور جن امور پر قرآن مجید موقوف ہے ان کی تحقیق معتبر کتب و رسائل سے کرتے رہیں۔ اس فقیر کو قرآن مجید کی سند اور اجازت حضرت مولیان قاری عبد الرحمن صاحب پانی پتی غفرلہ سے حاصل ہوئی۔ انہیں حضرت مولیان محمد اسحاق قدس سرہ سے ملی۔

۴۔ اجازت نامہ حدیث ضیافت الاسودین | یہ اجازت نامہ بھی اسی سابقہ سند کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

ذات گرامی تک متصل ہے۔ اس حدیث کی اجازت آپ نے بعض علمائے کرام کو بھی عطا فرمائی۔ چنانچہ ایک اجازت نامہ حضرت شیخ الجامعہ مولیان غلام محمد گھوٹوی کے نام پر مکتوبات مطبوعہ میں موجود ہے۔ اس حدیث کی خصوصیت یہ ہے کہ ہر راوی بیان کرتا ہے کہ مجھے استاد نے یہ حدیث روایت کرتے ہوئے پانی اور کھجور کی ضیافت سے بھی نوازا۔ پانی اور کھجور کو اہل عرب اسودین کہتے ہیں اور مسلمان کی ضیافت کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے ایک مومن کی ضیافت کی اس نے گویا حضرت آدم کی ضیافت کی جس نے دو کی ضیافت کی اس نے گویا حضرت آدم کی ضیافت کی جس نے تین مومن کی ضیافت کی اس نے گویا حضرت جبرائیل، میکائیل و اسرافیل کی ضیافت کی۔ چار کی صورت میں تورات۔ انجیل۔ زبور اور قرآن پڑھنے کا ثواب حاصل کیا۔ پانچ کی صورت میں گویا پیدائش عالم سے قیامت تک پانچوں نمازیں باجماعت ادا کیں۔ چھ کی حالت میں گویا اولاد اسماعیل سے ساتھ غلام آزاد کئے۔ سات کی صورت میں اس پر جہنم کے ساتوں دروازے بند کئے گئے۔ آٹھ میں جنت کے آٹھوں دروازے اس پر کھولے گئے۔ نو کی حالت میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم  
 اکھبر سردار عالمین واصلیہ علیہ السلام و آلہ و صحابہ اربعین امام فقیران العبد المذنب الی مرتبہ لعلہ لطف الودع  
 اجازتی ہندوہ الرسالہ الشریعہ شریفہ کتبہ فیہ فیہ کمال الہام الشیخ الاخر العلامہ مولانا مفتی محمد رفیع صاحب دہلی خاں خاں خاں  
 لکھنؤی لکھنؤی الشیخ الاخر الاثم الشہر بابا کائن فی اللغات مولانا محمد اسحق علی الدہلی و جانتہ فی جنتہ و قال اجالہ الشیخ الاخر الاثم لکھنؤی  
 الشیخ عمر بن عبد الرحمن لکھنؤی لکھنؤی الشیخ الاثر مولانا محمد سعید بن محمد کنبل و نا و جنتہ لکھنؤی الشیخ الاثر لکھنؤی الشیخ الاثر  
 لکھنؤی الشیخ الاثر لکھنؤی الشیخ الاثر مولانا محمد سعید بن محمد کنبل و نا و جنتہ لکھنؤی الشیخ الاثر لکھنؤی الشیخ الاثر  
 الہدیٰ سما خیر و آخر و انما لکھنؤی الشیخ الاثر لکھنؤی الشیخ الاثر مولانا محمد سعید بن محمد کنبل و نا و جنتہ لکھنؤی الشیخ الاثر لکھنؤی الشیخ الاثر

مولانا محمد سعید



سند غایت کردہ مولانا لطف اللہ صاحب (صفحہ ۸۰)



الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على من لا نبي بعده  
واما بعد فيقول البديع والجامع رحمه الله تعالى  
احمد على المسماة ان مولاي مشاهير من بني النقيب  
كوليته ضلع راول بندي قد عرض على النصف الاول  
من الصبح للبحار والقرن الصبح المسلم اللهم كما  
واني قد عرضت الكتابين غيما على التمسح والمكرم ومولا  
مولاي محمد اسحق الدين هادي رحمه الله تعالى وقد اجابني  
ولما اجبت للمولاي مشاهير ان يشتغل بالكتابين وغرهما  
كتاب الحديث وبعلم المستفتين بهما ما شرط المعبر  
المعبر عن اهل الحديث وبالمراجعة الى الشرح والله استعا  
وعليه السلام والآخر وعونا ان الحمد لله على نعمه والصلوة  
سنة خمس وتسعين بعد الف والاربع مائة

مذکرت الحدیث عنایت کرد، ۱۲۹۵ھ مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری (صفحہ ۷۷-۷۸)

اللہ تعالیٰ اُس کے لئے تمام گنہگاروں کے عذو کے برابر نیکیاں لکھ دیتے ہیں۔ دس مسلمانوں کی ضیافت کی صورت میں اللہ تعالیٰ اُس شخص کو ہمیشہ روزہ رکھنے والے، حج اور عمرہ کرنے والے کے ثواب کے برابر ثواب عطا فرماتا ہے۔

حدیث متذکرہ بالا کے بعض راویوں کے متعلق امام سخاوی وغیرہ محدثین نے اعتراضات کئے ہیں۔ مگر سند میں خاتم المحدثین حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور اُن کے والد محترم حضرت شاہ ولی اللہ محدث جیسی شخصیتوں کا پایا جانا اس کی صحت پر دلالت کرتا ہے۔

۵۔ حدیث شریف مسلسل بالاولیۃ | اس حدیث کی سند حضرت قاری عبدالرحمن پانی پتیؒ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک ہے۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ ہر راوی بیان کرتا ہے کہ یہ پہلی حدیث ہے جو اُس نے اپنے اُستاد محترم سے سنی ہے مضمون یہ ہے :-

الزاحمون یرحمہم اللہ الرحمن تبارک  
وتعالیٰ ارحموا من فی الارض یرحمکم من  
فی السماء  
رحم کرنے والوں پر اللہ تبارک وتعالیٰ رحم فرماتے ہیں  
زمین والوں پر رحم کرو تاکہ آسمان والے تم پر رحم  
کریں۔

۶۔ سند رسالہ حدیث مولینا محمد سعید سنبل | رسالہ مصنفہ مولینا محمد سعید ابن محمد سنبل حدیث کی مشہور کتابوں کی ہر پہلی حدیث کے متن اور اُن کی اسناد پر مشتمل ہے۔ عموماً کسی محدث سے بطور تبرک سند لینے کی صورت میں یہ رسالہ متداول ہے۔

۷۔ سند حدیث مصافحہ | اس حدیث کی روایت میں راویوں کی تعداد بہت کم ہے۔ کیونکہ اُن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک جن صحابی قاضی شہورس نامی شامل ہے۔ اور جنات کی عمریں بہت طویل ہوتی ہیں۔ اس حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شہورس صحابی جو قوم جن سے تھا کو فرمایا کہ اے شہورس میرے ساتھ مصافحہ کر۔ کیونکہ جس نے مجھ سے مصافحہ کیا، یا میرے ساتھ مصافحہ کرنے والے سے مصافحہ کیا۔ اسی طرح سات واسطوں تک۔ وہ جنتی ہوگا۔ حدیث ضیافت و مصافحہ کی اجازت حضرتؐ نے بہت سے حضرات کو عطا فرمائی۔ جن میں سے حضرت قبلہ بابو جی مدظلہ حضرت دیوان سید محمد مجاہد نشین پاک پتن شریف اور مولانا غلام محمد شیخ الجامعہ عباسیہ بہاول پور خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

## شمولیت درس حدیث بمقام سہارن پور

سہارن پور میں شیخ الحدیث مولینا احمد علیؒ فن حدیث کے امام تصور کئے جاتے تھے۔ بخاری شریف پر آپ کے حواشی آپ کی علیت و قابلیت کا بین ثبوت ہیں۔ آپ مولینا عبدالحی (بحر العلوم) لکھنوی اور شاہ عبدالقادر دہلوی کے شاگرد تھے۔ ۱۲۶۱ھ میں مکہ شریف جاکر خاندان ولی اللہی کے مشہور چشم و چراغ شاہ محمد اسحاق سے دوبارہ درس حدیث لے کر سند حاصل کی۔ کتاب انوار الاولیاء میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی کے حالات میں تحریر ہے کہ جب مولینا احمد علیؒ مکہ شریف میں حاجی صاحب سے ملے تو انہوں نے کہا کہ مولینا چونکہ میں نے آپ سے گلستان کے اسباق پڑھے ہیں اس لئے آپ میرے اُستاد ہیں۔ اگر محسوس نہ فرمائیں تو مشورۃ عرض کرتا ہوں کہ دوسروں کے مدارس میں ملازمت کرنے کی بجائے اپنا درس حدیث شروع کیجئے تو زیادہ مفید رہے گا۔ اس لئے واپس آکر مولینا نے سہارن پور میں حدیث شریف کی تعلیم و تدریس کا اپنے یہاں



انگ اہتمام فرمایا اور صد ہا علماء کو محدث بنادیا۔ ہندوستان میں ہر طبقہ کے علماء میں سے اکثر کی سند حدیث آپ تک پہنچتی ہے  
 فن حدیث میں جہاں آپ دیوبندی علماء کے پیشوا مولوی محمود الحسن صاحب کے استاد ہیں وہاں خاندان غوثیہ کے چشم و چراغ حضرت قبلہ عالم  
 گوڑوی اور مولینا سید محمد علی شاہ مونگیری جیسی آفتاب معرفت بستیاں بھی آپ سے مستفیض ہیں حضرت مولینا احمد علی خود حنفی  
 مسلک کے تھے مگر حلقہ درس وسیع ہونے کے باعث برکت فکر کے طلباء اُس میں شامل ہو کر مستفیض ہوتے تھے۔

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ جب مولینا احمد علی سہارن پوری کی خدمت میں پہنچے تو انہوں نے آپ کو اپنے درس میں داخل  
 کرنے سے عذر کیا اور کہا کہ کتب حدیث کے تمام نسخے ختم ہو چکے ہیں۔ اس لئے آپ کسی دوسری جگہ جا کر حدیث پڑھیں حضرت حیران  
 ہوئے اور دیگر طلباء بھی متعجب ہوئے کیونکہ اس قسم کا جواب مولینا کی عادت و معمول کے قطعاً خلاف تھا تجسس پر معلوم ہوا کہ  
 حضرت کے سہارن پور پہنچنے سے قبل علیگڑھ والے پٹھان طالب علم محمود نے انتقام لینے کی خاطر ایک خط مولینا کو لکھ دیا تھا کہ اس نام  
 اور اس ضلیہ کا ایک طالب علم آپ کے پاس حدیث پڑھنے آ رہا ہے۔ اسے حصول علم کا شوق کم اور طلباء و استاد کو تنگ کرنے اور فتنہ  
 و فساد برپا کرنے کا اشتیاق زیادہ ہے۔ لہذا اُس کا آپ کے درس میں داخلہ شروع و فساد کا باعث ہوگا۔ اس اطلاع سے متاثر ہو کر  
 مولینا نے حضرت کو اجازت ثنویت درس دینے سے اجتناب کیا حضرت نے اس کی تردید کا تو کوئی اقدام نہ کیا البتہ مؤذبانہ  
 اصرار سے مولینا سے سبق میں شامل ہونے کی اجازت حاصل کر لی لیکن مولینا آپ کے سبق پڑھنے کی نوبت نہ آنے دیتے تھے  
 کہ خود ہی بد دل ہو کر چلا جائے گا۔ آپ نے صبر و استقلال سے کام لیا اور آہستہ آہستہ سبق دوہرانے کے اوقات میں آپ کے  
 اخلاق عالیہ اور ذہانت کا علم تمام طلباء کو ہو گیا جنہوں نے یہ کوائف حضرت مولینا کی خدمت میں عرض کر کے کہا کہ ایسے شخص  
 کے خلاف ایسی شکایت سراسر غلط اور بے بنیاد ہے۔ چنانچہ ایک روز آپ کے سبق پڑھنے کی نوبت بھی آئی تو مولینا آپ کی  
 قابلیت دیکھ کر دنگ رہ گئے اور ان کو یقین ہو گیا کہ شکایت واقعی بے جا تھی۔ اس کے بعد وہ حضرت کے حال پر بے حد توجہ  
 فرماتے رہے اور اسباق میں آپ کے ساتھ امتیازی سلوک فرماتے تھے جو نکتہ حضرت دریافت فرماتے اُس کا بہت زیادہ  
 خیال فرماتے۔ حتیٰ کہ بدرجہجہ مولینا کو حضرت سے بید محبت و شفقت پیدا ہو گئی۔

## حدیث قوموا الی سید کو پر بحث

حضرت فرماتے تھے کہ مولینا احمد علی کے درس میں ہم دو طالب علم مولینا دسی اچھریلی بھتی اور میں حنفی المذہب  
 تھے۔ باقی اکثر و بیشتر طلباء غیر متد تھے۔ درس کے دوران اکثر اختلافی مسائل پر بحث چھڑ جاتی تھی اور اللہ تعالیٰ کے فضل و  
 کرم سے ہمیشہ حنفی مذہب کی فوقیت ہی ثابت ہوتی۔ غیر متد میری موجودگی کو اپنی شکست سمجھتے تھے۔ ایک روز حدیث  
 قوموا الی سید کو پر بحث چلی کہ قیام حضرت سعد کی تعلیم کے لئے تھا یا ان کے زخمی ہونے کی وجہ سے امداد  
 اور اعانت کی غرض سے تھا۔ بخاری شریف کی حدیث

حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بنی قریظہ سعد  
 بن معاذ کے حکم پر آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد  
 کو بلوایا۔ وہ گدھے پر سوار ہو کر آئے جب مسجد کے قریب پہنچے تو آنحضرت  
 نے انصار سے فرمایا، اپنے سردار کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال نزل  
 اہل قریظہ علی حکم سعد ابن معاذ فایسل النبی  
 صلی اللہ علیہ وسلم الی سعد فاتی علی حمایہ فلما  
 دنی من المسجد قل للانصار قوموا الی سید کو۔



حضرت اُستاد نے قیام مامور کو برائے تعظیم قرار دیا۔ مخالفین نے اعتراض کیا کہ اس کا کوئی قرینہ نہیں۔ حضرت سعد زہبی تھے اور قیام کا امر انہیں سواری سے اُتار کر لانے کے لئے تھا۔ اُستاد صاحب نے میری طرف دیکھا تو میں نے عرض کی کہ قُوْمُوْا جمع ہے اور زہبی ہونے کی وجہ سے امداد کی حاجت ایک شخص کے قیام سے بھی پوری ہو سکتی تھی۔ سب انصار کو کھڑے ہونے کا حکم اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ یہ حکم برائے تعظیم تھا۔ علاوہ ازیں قاعدہ ہے کہ اگر مشتق پر حکم کیا جائے تو مشتق بمنہ علت حکم ہوتا ہے۔ جیسے الکاتب متحرک الاصابع میں تحریک اصابع کی علت کاتب کا مبداء اشتقاق کتابت ہوگی۔ کتب مسلم بلاغت و اصول میں یہ مسئلہ مذکور ہے۔ اس کی مثال السَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا اور الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ میں قلع اور جلد کی علت سرقہ اور زنا ہے، لہذا قُوْمُوْا الی سید کم نہیں قُوْمُوْا یعنی کھڑے ہونے کی علت سید کا مبداء اشتقاق سیادت یعنی سرداری قرار پائے گی پس ثابت ہوا کہ کھڑے ہونے کا حکم بغرض تعظیم تھا۔

غرض اس قسم کے کئی واقعات ہوئے جس پر غیر متقلد طلبہ سخت پریشان ہوئے۔ آخر آپ نے اُن سے عہد لیا کہ آئندہ ائمہ مجتہدین خصوصاً امام ابو حنیفہ اور حضرت غوث الاعظمؒ اور حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری کی شان میں قطعاً کوئی نازیبا لفظ مُنہ سے نہیں نکالیں گے۔

## ایمن بالجہر بر منظر

غیر متقلدین کے ایک بڑے مولوی سہارن پور آئے جن کے ساتھ حضرت کا بلند آواز سے آئین کہنے کے متعلق مکالمہ ہوا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ بلند آواز سے آئین کہنے کے حق میں سب قوی دلیل کیا ہے۔ تو انہوں نے ترمذی کی حدیث جَعَلَ بِهَا صَوْتَهُ کا حوالہ دیا۔ آپ نے فرمایا کہ شعبہ کی روایت خَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ بھی ترمذی میں موجود ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس کی امام ترمذی نے تضعیف کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس تضعیف کی امام ابن حجر نے تلخیص البیہر میں تردید کی ہے۔ نیز یہ روایت دوام یا اکثریت پر دلالت نہیں کرتی جس سے اس کا سنت ہونا ثابت ہو۔ یہ تو محض ایک واقعہ ہے جس سے زیادہ سے زیادہ جواز نکلتا ہے جو متنازع فیہ نہیں۔ آیۃ اذْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ (اپنے رب کو عاجزی اور چپکے سے پکارو) بھی آہستہ بڑھنے کی تعاضی ہے اس پر مولوی صاحب خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہ دیا۔

## ایک مجذوبہ کی والدہ صدا

ایک مرتبہ حضرت نے فرمایا کہ سہارنپور میں مسجد کے سامنے ایک مجذوبہ چھوٹی سی جھونپڑی میں پڑی رہتی تھی جس نے ذوق و شوق کے عالم میں ایک روز چلا کر صدا لگائی :-

عذری ٹوٹی چھوٹی جھونپڑیا میں کبھی جی چاہے تو آپا رہے

آپ فرماتے تھے کہ اس صدا میں کچھ ایسی کیفیات و دردِ نہاں تھے، کہ کئی روز تک بے خودی کا غلبہ رہا۔ سچ ہے :-

کہ صُحبت بادلِ غم دید اُلفت بیشتر گیرد

چراغے را کہ دُور سے ہست در سر زود تر گیرد



## اثنائے رس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایات

فرمایا جب ہم حدیث پڑھتے تھے تو کبھی کبھی حدیث والے "صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی کرم فرماتے تھے کیوں ہو جب حدیث شریف کے ہر طالب صادق پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاص توجہ مبذول فرماتے ہیں تو اپنے نورِ نظر اور نعمتِ جگر پر کیوں عنایات مبذول نہ فرماتے ہونگے۔

## میلے تماشوں سے نفرت

فرماتے تھے ایک مرتبہ دائرے ہند کی آمد کے سلسلہ میں سہارنپور میں کئی روز تک جلسے تماشے ہوتے رہے۔ لوگ دُور دُور سے دیکھنے آتے تھے مگر میری طبیعت اس طرف متوجہ نہ ہوتی تھی۔ آخری رات مدرسہ کے قریب ہی آتش بازی کا پروگرام تھا میں اپنے بالا خانے والی کھڑکی میں اپنی مستقل نشست سے اگر صرف ایک بالشت ہی آگے سرکتا تو سب کچھ بخوبی دیکھ سکتا تھا۔ مگر اس طرف طبیعت نے کوئی میلان یا رغبت محسوس نہ کی۔ اس لئے اپنی پُرانی مستقل نشست پر ہی بیٹھا رہا اور کسی طرف توجہ نہ ہوئی۔ البتہ قوالی اور سماع میں بہت جی لگتا تھا۔ گلی میں ایک خوش آواز سرائینہ رہا کرتا تھا۔ کبھی فرصت میں اُس کے پاس جا کر حسبِ حال شعر و اشعار سن کر دل بہلا لیا کرتا تھا۔

## تحصیلِ علوم کے بعد مراجعتِ وطن

حضرت کے اس قہم کے حالات سے آگاہ ہو کر مولانا احمد علیؒ نے محسوس کیا کہ یہ طالبِ علم ایک محتقانہ بصیرت کا مالک ہونے کے ساتھ ساتھ عشقِ الہی کے بھی ایک اعلیٰ مقام پر فائز ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس سے علومِ ظاہری و باطنی رسمیت و ہمتیہ کے ساتھ ساتھ شریعت و طریقت کی خدمت بھی لینے والے ہیں۔ اس لئے اسے زیادہ دیر تک روکنا دین کی خدمت کے منافی ہے۔ چنانچہ ایک روز اچانک اپنے دولت کدہ پر حضرت کی دعوت کی اور پھر سندِ حدیث سپرد کر کے فرمایا کہ آپ کو مزید پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ وطن تشریف لے جائیے اور دین کی خدمت کیجئے۔

حضرت نے بخاری شریف اور مسلم شریف کی تعلیم لی تھی اس لئے سند بھی ان ہی مضامین کے متعلق تھی۔ اس پر سال ۱۲۹۵ھ تحریر ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے تقریباً بیس برس کی عمر میں علومِ رسمیت کی تکمیل کر کے وطن کو مراجعت فرمائی تھی۔ اس کے دو سال بعد یعنی ۱۲۹۷ھ میں حضرت مولانا احمد علیؒ کا انتقال ہو گیا۔ گویا حضرت اُن کے آخری دور کے شاگردوں میں سے تھے۔ اسی طرح آپ نے مولانا لطف اللہ سے بھی اُن کے آخری دور میں تکمیلِ علوم کی تھی۔ اور شیخِ طریقت حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی سے بھی خلافت اُن کے آخری دور میں ہی حاصل کی تھی۔ یہ امر مسلم ہے کہ اس عالمِ اسباب و تحصیل میں صاحبِ فن اپنے آخری دور میں ترقی و کمال کے انتہائی عروج پر ہوتا ہے۔ اور طویل تجربہ و مشاہدہ کے باعث اپنے فن کی تعلیم و تدریس کے لئے موزوں و مناسب ترین حالت میں ہوتا ہے۔

باب سوم

# زمانہ درس و تدریس

۱۲۹۵ھ تا ۱۳۰۰ھ

۱۸۷۷ء تا ۱۸۸۲ء



## زمانہ درس و تدریس

### مراجعت وطن، اجماعے درس و شادی خانہ آبادی

قبل ازیں ذکر آچکا ہے کہ حضرت پیر سید فضل دین شاہ گیلانی المعروف بڑے پیر صاحب نے جو حضرت قبلہ عالم کے والد بزرگوار حضرت اجی صاحب کے ماٹوں اور سلسلہ عالیہ جدیہ میں حضرت قبلہ عالم کے شیخ طریقت بھی تھے، ۱۳۱۱ھ یعنی ۱۸۹۲ء میں اور خود حضرت اجی صاحب پیر سید نذر دین شاہ گیلانی نے ۱۳۲۳ھ یعنی ۱۹۰۴-۵ء میں انتقال فرمایا۔ چنانچہ ۱۲۹۵ھ یعنی ۱۸۷۶-۷۷ء میں جب آپ فارغ التحصیل ہو کر واپس وطن تشریف لائے تو ہر دو بزرگان بقید حیات تھے اور ان کے زیر سایہ حضرت قبلہ عالم ہر قسم کے معاشی و دیگر تعسکرات سے آزاد رہتے ہوئے درس و تدریس اور ریاضات و مجاہدات میں مصروف رہے۔ ان ہی ایام میں آپ کی شادی خانہ آبادی اپنے نخیل میں سید چراغ علی شاہ کی دختر نیک اختر سے مقام حسن ابدال ہوئی۔ حضرت کی نانی صاحبہ حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال بخاری اچی کی اولاد میں سے تھیں۔ صاحب تحفہ نے مظہر جلالی وغیرہ کتب کے حوالہ سے حضرت مخدوم جہانیاں کے متعلق لکھا ہے کہ جب آپ روضہ اقدس سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہوئے تو مدینہ عالیہ کے بعض سادات کرام نے آپ سے سید ہونے کی سند مانگی آپ نے براگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں جا کر عرض کی۔ السلام علیک یا جدی تو روضہ اقدس سے آواز آئی تو علیک السلام یا ولدی جسے سن کر معترضین دم بخود رہ گئے اور آپ کی شرافت و سیادت کے قائل ہو کر بجد تعظیم و تکریم بجالائے۔

### تدریس و تسلیم میں خصوصی شان

حضرت قبلہ عالم حصول تعلیم کے بعد وطن واپس پہنچتے ہی بمصدق فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا (میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں) ہمہ تن تعلیم و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ ابتدا میں پچاس کے قریب طلباء آپ سے علوم دینیہ کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ ان میں مولوی دوست محمد سکنہ بھوڑ تحصیل چکوال، سید ممتاز علی شاہ سکنہ ریاست پونچھ، مولوی فقیر محمد سکنہ راجہ تحصیل فتح جنگ اور مولوی حضرت پیر سکنہ کھنگر ضلع ہزارہ آپ سے اعلیٰ درجات کی انتہائی کتب خود پڑھتے تھے اور ابتدائی و چھوٹی جماعتوں کی کتابیں مہستدی طلباء کو پڑھایا کرتے تھے۔ یہ درس حضرت کی آبائی مسجد واقع قصبہ گولڑہ میں شروع کیا گیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت میں وہ تمام اوصاف جمع فرمادیئے تھے جو ایک اعلیٰ ترین معلم میں ہونے چاہئیں گفست گو کی سلاست و جامعیت کے ساتھ ساتھ انہم و نفہم کا انداز کچھ ایسا دل نشین تھا کہ کم سے کم استعداد کا طالب علم بھی مطلب بخوبی سمجھ لیتا تھا۔ آپ کے اکثر ہم عصر علمائے کرام کو جب کبھی آپ کو درس دیتے سُننے کا اتفاق ہوا تو حیران ہو کر بیاختہ

داد دیئے بغیر نہ رکھے۔ نالائق سے نالائق اور بے ذوق سے بے ذوق طالب علم پر بھی اگر نگرہ شفقت اور نظر توجہ فرماتے تو وہ علم کی دولت سے مالا مال ہو جاتا۔ مولیٰ سنا احمد دین سکھ بھوئی جو علاقہ چھپہ ہزارہ کے مشہور علماء اور مدرسین میں سے تھے، بچپن میں آپ کی خدمت میں لائے گئے۔ اور ان کے والد بزرگوار نے انہیں نہایت کمزور ذہن خیال کرتے ہوئے حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ میں چاہتا ہوں یہ عالم بن جائے۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ ذہین فرزندوں کو تو خود منتخب کر لیا اور اسے میرے پاس لائے ہو۔ اچھا، اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائیں گے۔ خدا کی شان دیکھیے کہ وہی بچہ آپ کی نظر کرم سے ایک متبحر عالم ہوا۔

اسی طرح مولوی محرم علی چشتی لاہوری کے فرزند مولوی قائم علی چشتی کا واقعہ ہے۔ ان کو بھی ان کے والد بزرگوار نے حضرت کی خدمت میں پیش کر کے عرض کی کہ یہ نہایت کند ذہن بچہ ہے۔ آپ نے فرمایا یہ فاضل ہے چنانچہ آپ کی نظر فیض اثر سے یہی اُس کا نام پڑ گیا اور وہ فارغ التحصیل ہو کر فاضل لاہوری کے نام سے مشہور ہوا۔ اگرچہ حضرت قبلہ عالم سے فیضاب ہونے والے علماء کی صحیح تعداد معلوم نہیں ہو سکی۔ مگر اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ نے اپنے ابستدائی دور میں علوم ظاہرہ کی تدریس میں کافی محنت اور جانفشانی سے کام کیا۔ اور اگرچہ حجاز مقدس سے واپسی پر علوم رسمیت کی تدریس بہت حد تک مولانا محمد غازی نے سنبھال لی تھی مگر پھر بھی کتب تصوف کے ساتھ ساتھ علوم رسمیت کی تعلیم میں بھی آپ برابر ہاتھ بٹاتے رہے۔ حتیٰ کہ زمانہ استغراق تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

## مسجدِ ضرار کے مسئلہ پر حضرت کا موقف

اس زمانہ میں قطبال ضلع کیمبل پور میں ایک مسجد کو مسجدِ ضرار کہنے کے متعلق ضلّائے نواح میں ایک مناظرہ ہوا۔ دونوں جانب سے پچیس پچیس علماء تھے۔ آپ بھی وہاں تشریف لے گئے اور آپ کے مقابلہ میں موضع سکھری علاقہ پنڈی گھیب کے ایک مشہور مناظر کو لایا گیا۔ میدان مناظرہ میں پہنچنے سے پیشتر ملاقات پر آپ نے اُس سے دریافت فرمایا کہ مسجد زیر بحث کے متعلق آپ کے پاس اُسے مسجدِ ضرار قرار دینے کی علتِ تامہ کیا ہے۔ اُس نے مسجدِ ضرار کے متعلق نازل شدہ آیت تلاوت کر کے تفریقاً بین المؤمنین کا ذکر کیا۔

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا  
وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَارْصَادًا لِّلْمَن  
حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ مِنْ قَبْلُ ۝

اور بعض لوگ ایسے ہیں جنہوں نے مسجد بنائی ہے کہ  
(اسلام کو) ضرر پہنچائیں اور اس میں کفر کی باتیں کریں۔  
اور ایمانداروں میں تفریق ڈالیں اور اُس شخص کے قیام کا  
سامان کریں جو پہلے سے خدا و رسول کا مخالف ہے۔

(سورۃ توبہ - ۱۰۷)

آپ نے فرمایا کہ علتِ تامہ محض تفریق نہیں بلکہ اس میں چار چیزیں ضرار، کفر، تفریقاً بین المؤمنین اور ارصاداً لِّلْمَن حارب اللہ و رسولہ شامل ہیں۔ ان میں سے ایک یا دو علت ناقصہ ہیں جن پر حکم مترتب نہیں ہو سکتا۔ اس سے وہ صاحب کچھ اس قدر متاثر و مرعوب ہوئے کہ عین وقتِ مناظرہ پر آپ کے ساتھ بحث سے گریز کرتے ہوئے اور کسی جانب سے بھی مناظرہ میں شریک ہوئے بغیر واپس چلے گئے۔ اس مسئلہ میں حضرت کا موقف یہ تھا کہ کسی بھی مسلمان کی بنا کردہ مسجد پر منافقین کی تعمیر کردہ مسجد کا حکم عائد کرنا درست نہیں ہے۔



## مستقل کی مشہور کتاب "قاضی مبارک" کی تدریس پر علماء کا اظہار حیرت

اسی مناظرہ کے سلسلہ میں مولوی محمد عالم سکنہ چنبہ پنڈ، تحصیل ہری پور بھی قہبال میں آئے ہوئے تھے۔ وہ دعویٰ کیا کرتے تھے کہ ان اضلاع میں قاضی مبارک جو منطق کی اعلیٰ ترین کتاب ہے، کا درس دینے والا، اُن سے بڑا عالم کوئی نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت نے اُن کی موجودگی میں اس کتاب کا ایک سبق کسی کو پڑھایا جسے سُن کر وہ محو حیرت ہو گئے اور کہنے لگے کہ آج سے قاضی مبارک پڑھانا آپ کا حق ہے۔ آئندہ جو طالب علم مجھ سے یہ کتاب پڑھنے آئے گا۔ میں اُسے آپ کی خدمت میں روانہ کر دوں گا۔

## ایک نواحی گاؤں میں شیعوں سے مناظرہ

آپ کو ہندوستان سے واپس تشریف لائے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ آپ کی علمی شہرت کے پیش نظر اس نواح کے مقامی علماء میں سے اکثر آپ سے حسد کرنے لگ گئے۔ آپ کی تو ابھی پورے طور پر ریش مبارک بھی نہیں پھوٹی تھی مگر درس و تدریس میں نکتہ سنجی کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے معتمد علماء محو حیرت ہو جاتے تھے۔ طلباء اور سمجھ دار سامعین عیش عیش کرتے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کئی علماء کے درس غیب آباد ہو گئے جو اُن کے حسد و عناد کا باعث بنے۔ اللہ تعالیٰ کو چو نکہ آپ کا ارشاد ظاہر کرنا مقصود تھا اس لئے ہر سلسلہ میں آپ کی فوقیت اور برتری کے اظہار کے اسباب پیدا ہونے شروع ہو گئے۔ انہی ایام میں ایک قریبی گاؤں کے مسنظرہ کے واقعات شیخ الجامعہ مولیٰ سنا غلام محمد نے بطریق ذیل تحریر کیے ہیں:-

بھیکہ ایک چھوٹا سا گاؤں گولڑہ شریف کے قریب واقع ہے جہاں اکثر حسینی سادات جو مذہباً شیعہ ہیں رہتے ہیں انہوں نے راولپنڈی میں متین ایک متعصب شیعہ افسر کی امداد سے حضرت کو مسنظرہ کا پیلیج دیا۔ جو آپ نے منظور فرمایا اور امتام مناظرہ پر تشریف لے گئے۔ انہوں نے لکھنؤ کے ایک مجتہد کو بلوایا ہوا تھا۔ موضوع بحث بارغ فدک مقرر ہوا۔ شیعہ مجتہد نے پہلے تقریر کے دعویٰ کیا کہ فدک جناب شیعہ کا حق تھا اور حضرت صدیق نے اس کو غلام روک لیا تھا اور جناب سنیہ کو نہ دیا لہذا عالم خلیفہ نہیں ہو سکتا۔

حضرت نے جواباً کہا کہ فدک پر حضرت سیدہ علیہا و علیٰ ابیہا و علیٰ زوہد و اولادہا الصلوٰۃ والسلام کے استحقاق کی کوئی دلیل پیش کیجئے۔ محض ادعا کافی نہیں، کیونکہ صرف دعویٰ کی صورت میں تو دوسری جانب سے بھی خلاف دعویٰ ہو سکتا ہے۔

اس پر مجتہد صاحب نے آیہ و رشتہ پڑھی:-

يُؤْتِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلَّذِي كَرِهْتُمْ  
لَحْظًا الْاُنْثَيْنِ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اِثْنَيْنِ  
فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً  
فَلَهَا النِّصْفُ (پارہ ۴ - نساء - آیت ۱۱)

اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے ضمن میں تم کو وصیت فرماتے ہیں۔ مردوں کے لئے دو عورتوں کی مانند حصہ ہے اگر عورتیں دو سے زیادہ ہوں تو اُن کے لئے دو تہائی چھوڑی ہوئی چیز کی ہے۔ اور اگر عورت ایک ہو تو اُس

کے واسطے آدھا ہے۔

آپ نے جواب دیا کہ بے شک ایسی صورت میں جب کہ جناب سیدہ اپنے والد شریف صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اکیلی وارث ہوئیں تو اس آیت کی رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متروکہ میں سے نصف حصہ کی مالک ہوتیں۔ لیکن جس صورت میں باپ نے کوئی ترکہ ہی نہ چھوڑا ہو تو نصف کہاں سے ملے گا۔ دوسرے یہ کہ فذک کا ترکہ ہونا کس دلیل سے ثابت ہے۔

مجتہد صاحب نے کہا کہ قرآن پاک سے ثابت ہے کہ فذک اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ کا تھا۔ اور یہ آیت پڑھی :-

وَمَا آفَاءَ اللَّهِ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا آوْ  
جَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ وَلَا  
لَكِنَّ اللَّهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ  
وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (الحشر ۶)

اور جو کچھ پھیر لایا اللہ اپنے رسول پر ان میں سے، پس نہیں دوڑائے تم نے اُس کے اوپر گھوڑے اور نہ اونٹ لیکن اللہ مسلط کرتا ہے اپنے رسولوں کو جس کے اوپر چاہتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اس آیت کے ساتھ ہی جو آگے آتی ہے اُس پر بھی غور فرمائیے :-

مَا آفَاءَ اللَّهِ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى  
فِلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ  
وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ كَى لَا يَكُونَ  
دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ (الحشر ۷)

جو کچھ اللہ ان بستیوں والوں سے اپنے رسول پر پھیر لایا پس اللہ کے، رسول کے، قرابت والوں، یتیموں اور فقیروں کے واسطے ہے تاکہ نہ ہو دوسے ہاتھوں ہاتھ لینا تم میں سے دو متمددوں کے واسطے۔

اس سے سمجھا جاسکتا ہے کہ یہ فذک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مالک نہ تھا اور نہ فذک کا مال ملک ہوتا بھی نہیں۔ اگر بالفرض ایسا

مان بھی لیا جائے تو حدیث شریف :-

مَنْ مَعَاشِرُ الْأَنْبِيَاءِ لَا تُورِثُ مَا تَرَكَنَا  
صَدَقَةٌ

ہم معاشر انبیاء اپنا ورثہ نہیں چھوڑتے ہمارا متروکہ صدقہ ہوتا ہے۔

اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فذک کو وقف کر دیا تھا۔ اور اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ آپ نے وقف نہیں فرمایا تو حضرت سیدہ کا حق نصف فذک ہوتا نہ سارا جیسا کہ آپ کا دعویٰ ہے۔

مجتہد صاحب نے کہا کہ یہ حدیث نص قرآن کے خلاف ہے اور یہ آیت پڑھی :-

وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ (پارہ ۱۹ - نمل ۱۶)

اور وارث ہوا سلیمان، داؤد کا۔

آپ نے جواب دیا کہ یہاں وراثت دینی مراد ہے۔ انہوں نے پوچھا اس تخصیص کی دلیل کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی بہت سی اولاد تھی۔ باقی اولاد کو محروم کر کے صرف ایک کو وارث بنانا پیغمبر کی شان کے خلاف ہے۔ لہذا تخصیص کا قرینہ سلیمان علیہ السلام کی نبوت کی تخصیص ہے نیز مَخْنُ مَعَاشِرُ الْأَنْبِيَاءِ لَا تُورِثُ کے معنی یہ ہیں کہ انبیاء کا وارث غیر نبی نہیں ہو سکتا۔ اگر نبی کا وارث نبی ہو تو اس حدیث کے خلاف نہیں اور اس کی دلیل مَعَاشِرُ الْأَنْبِيَاءِ سے ملتی ہے۔ لہذا یہ آیت حدیث شریف کی تائید کرتی ہے نہ کہ تردید۔



## دوران مناظرہ اپنے جدِ امجد کی روحانی توجہ

مولانا شیخ الجامعہ لکھتے ہیں کہ حضرت فرماتے تھے کہ اس مناظرہ کے دوران تقریر کرتے ہوئے مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی شخص کا ہاتھ میرے کندھے پر ہے۔ اور وہ کسی وقت سرگوشی کے طور پر میرے کان میں بھی کچھ کہہ دیتا ہے۔ مگر جب میں ادھر ادھر سر پھراتا تو کوئی دکھائی نہ دیتا۔ بعد ازاں معلوم ہوا کہ آپ میرے جدِ امجد زبدۃ الکابلیں، عمدة الواصلین حضرت پیر سید روشن دینؒ تھے جو روحانی طور پر میری امداد فرما رہے تھے۔ اس واقعہ کے بعد حضرت کے کمال علمی اور حاضر دماغی کا ایسا سکہ بیٹھا کہ پوٹھو وار، کھاٹری، چیمہ اور ہزارہ کے کل علماء آپ کے معترف ہو گئے۔ مسئلہ فدک مندرجہ بالا کی مزید تفصیل حضرت کے فتاویٰ اور ملفوظات میں موجود ہے۔ وہاں سے ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

## ریاست سوات کا سفر

ان ایام میں ریاست سوات کی جانب آپ نے حضرت اخوند صاحب کے سلسلہ طریقت میں سے کسی خلیفہ صاحب کا کافی چرچا سنا۔ اور معلوم ہوا کہ وہاں کے علماء حقہ اور نسوار کو حرام کہتے ہیں۔ اور ان کے استعمال کرنے والوں کا جنازہ نہیں پڑھتے۔ چونکہ اُمتِ مسلمہ پر یہ ایک ناجائز تشدد تھا اس لئے آپ نے ادھر کا سفر اختیار فرمایا۔ فرماتے تھے کہ اس سفر میں خورد و نوش کے سلسلہ میں صرف مکی کی روٹی ملتی رہی اور کوئی اناج نہ مل سکا۔ ادھر دستور تھا کہ ہندو اور سکھ لوگ بال رکھتے اور شلوار پہنتے تھے۔ اور مسلمان سرمنڈوا کر تہ بند یعنی چادر پہنتے تھے۔ حضرت کے سر پر گھونگھریالے بال تھے اور شلوار بھی پہن رکھی تھی۔ اس لئے جب آپ خلیفہ صاحب کی مسجد میں داخل ہونے لگے تو ایک مسلمان نے غلط فہمی کے باعث آپ کو ٹوکا کہ یہ مسجد ہے۔ آپ نے فرمایا۔ الحمد للہ کہ ہم مسجد میں داخل ہو رہے ہیں۔ اس پر وہ سمجھ گیا کہ آپ مسلمان ہیں اور خاموش ہو گیا۔ آپ سیدھے اُن خلیفہ صاحب کے حجرہ کی طرف گئے۔ دروازہ بند تھا اور کافی لوگ بیٹھے دروازہ کے کھلنے اور خلیفہ صاحب کے باہر آنے کی انتظار کر رہے تھے۔ ان لوگوں میں کچھ علماء بھی تھے جو اس آیت کے متعلق گفتگو کر رہے تھے۔

بے شک جو لوگ کافر ہو گئے اُن کے حق میں برابر ہے کہ خواہ آپ اُنہیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اللہ نے اُن کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے اور اُن کی آنکھوں پر پردہ ہے اور اُن کے لئے بڑا عذاب ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَسَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنذَرْتَهُمْ  
أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ خَتَمَ اللَّهُ  
عَلَى قُلُوبِهِمْ وَعَلَى سَمْعِهِمْ ۖ وَعَلَى أَبْصَارِهِمْ  
غِشَاوَةٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝

(بقرہ ۶-۷)

اُن کی بحث کا ماحصل یہ تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے خود ہی اُن کے دلوں پر مہر لگا دی تو ایمان نہ لانے میں اُن کا کیا قصور ہے اور اُن کے لئے عذابِ عظیم کیوں ہے۔ حضرت فرماتے تھے کہ چونکہ اُن لوگوں کی علیت معمولی تھی اور فقہ حنفیہ کی چند جزئیات سے زیادہ نہ جانتے تھے اس لئے کسی خاص نتیجہ پر نہ پہنچ رہے تھے۔ آخر آپ نے مسئلہ جبر و قدر پر محققانہ تقریر فرمائی۔ جسے سُن کر نہ صرف اُن لوگوں کی سمجھ میں یہ مسئلہ آگیا۔ بلکہ وہ بہت خوش ہوئے اور خلیفہ صاحب بھی یہ باتیں سُن کر حجرہ سے باہر آ گئے اور آپ سے ملے۔



ملاقات پر معلوم ہوا کہ خلیفہ صاحب کو بھی علم و عرفان میں کوئی خاص کمال حاصل نہ تھا۔ آپ نے خلیفہ صاحب سے حجت و نسوار کے فتاویٰ کے متعلق ذکر فرمایا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں خود تو عالم نہیں ہوں اور نہ ایسے فتاویٰ دے سکتا ہوں البتہ یہاں کے علماء جو فتویٰ دے دیتے ہیں، میں اُس پر اس علاقہ میں عمل کروا تا ہوں۔ یہ بات سن کر حضرت اس مسئلہ کے متعلق علماء کی طرف متوجہ ہوئے جنہوں نے اپنے خیال کی تائید میں دلائل پیش کئے۔ آپ نے اُن کے دلائل کی کمزوری کو اُن پر واضح کیا جس سے متاثر ہو کر وہ سب اپنی غلطی کو تسلیم کر گئے اور لکھ دیا کہ ہمارا فتویٰ حجت نوشی اور نسوار کشی کے متعلق صحیح نہیں جسے ہم واپس لیتے ہیں۔

جمعہ کا روز آیا تو خلیفہ صاحب نے حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ آپ نماز جمعہ پڑھائیں آپ نے جمعہ کے خطبہ میں اُس فتویٰ کی واپسی کا بھی اعلان فرمادیا۔ افسوس اُس وقت اُن علی مباحث کو ضبطِ تحریر میں لانے والا کوئی نہیں تھا۔ ورنہ تحقیق کنندگان کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہوتی۔ بہر حال یہ امر واضح ہے کہ آپ حجت نوشی وغیرہ کو حرام اور موجب کفر و فسق قرار نہیں دیتے تھے۔ البتہ منہ سے بدبو آنے کی صورت میں کراہت کا حکم ضرور فرمایا کرتے تھے۔ جیسے کہ پیاز و لہسن کے متعلق کتبِ شرع میں مذکور ہے۔

## خلیفہ صاحب کا عجیب واقعہ اور حضرت کی تلقین

حضرت فرماتے تھے کہ خلیفہ صاحب جس بیمار پر نظر ڈالتے تھے اللہ تعالیٰ اُسے شفا دے دیتے تھے۔ میں نے پوچھا کہ یہ نعمت آپ کو کہاں سے اور کیسے حاصل ہوئی۔ تو انہوں نے بتلایا کہ ایک مرتبہ ہم بہت سے لوگ قافلہ کی صورت میں جناب غوث الاعظمؒ کے روضہ پاک کی زیارت کے لئے بغداد شریف گئے۔ وہاں روزانہ زیارت سے مشرف ہوتے ایک رات ایسا اتفاق ہوا کہ جب مجاورینِ روضہ شریف نے دروازہ بند کرنے سے قبل سب کو باہر جانے کی آواز دی، تو باقی لوگ تو باہر نکل گئے مگر میں نے نہ سنا اور وہیں کھڑا رہا۔ مجھے ایک سمت ہونے کے باعث کوئی دیکھ بھی نہ سکا اور باہر سے دروازہ مقفل کر کے سب لوگ رخصت ہو گئے۔ بعد میں پتہ چلنے پر میں سخت حیران ہوا۔ مگر نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن کے مصداق تمام رات حیران پریشان کھڑا ہی رہا۔ بہ پاسِ ادب بیٹھ بھی نہ سکتا تھا اور تھکاوٹ کی زیادتی کے باعث کھڑا بھی نہ رہا جاتا تھا۔ اس کے باوجود میں نے بارگاہِ غوثیہ کے ادب و احترام کے باعث بیٹھنے کی جرأت نہ کی۔ تہجد کا وقت ہوگا کہ کسی نے دونوں ہاتھ میرے کندھوں پر رکھے اور زور سے دبا کر مجھے بٹھلا دیا۔ صبح کو جب روضہ شریف کے کھلنے پر باہر نکلا تو مجھ میں یہ کیفیت پیدا ہو چکی تھی کہ جس بیمار پر نظر ڈالتا اللہ تعالیٰ اُسے شفا عطا فرمادیتے تھے۔

حضرت قبلہ عالم نے دریافت فرمایا کہ اس کیفیت میں پہلی حالت سے ضرور کچھ کمی واقع ہو گئی ہوگی۔ تو انہوں نے اثبات میں جواب دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ اللہ کرنا سیکھئے ورنہ ایک وقت آئے گا کہ یہ کیفیت بالکل جاتی رہے گی۔ اُس وقت کعبِ افسوس نلنے سے بہتر ہے کہ ابھی سے اس کا مذاک کیا جائے چنانچہ آپ نے اُن کو مناسب اُردو و وظائف کی تلقین فرمائی۔ بہر حال آپ کے اس سفر سے نہ صرف اُس علاقہ میں فروغِ مسایل میں تشدد کم ہو گیا بلکہ عام خیر و برکت کے علاوہ خلیفہ صاحب کی روحانی تربیت بھی ہوئی۔



## اعلیٰ حضرت سیالوی سے بیعت

انگلہ میں حصول تعلیم کے دوران اپنے استاد جناب حافظ سلطان محمود کی معیت میں آپ کو کئی مرتبہ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ملا۔ جناب خواجہ صاحب بھی حضرت پر حق شفقت فرماتے تھے۔ چنانچہ ہندوستان سے جب آپ فارغ التحصیل ہو کر واپس پہنچے تو سیال شریف حاضر ہو کر سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت خواجہ صاحب سیالوی کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے جیسا کہ پہلے عرض ہو چکا ہے سلسلہ عالیہ قادریہ جدیہ میں آپ اپنے خاندان میں ہی بیعت تھے۔

## شیخ کے حضور میں مسالک وحدت الوجود و شہود پر تقریر

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز فرماتے تھے کہ مجھے ابتداء ہی سے جبرائیل علیہ السلام کے مثل بشری کے واقعہ سے وحدت وجود کی جانب ذوق گواہی دیتا تھا۔ اور اس مسلک پر وحدت الشہود والوں کے اعتراضات و دلائل بھی میسرے پیش نظر تھے۔ آخر مشائخ عظام اور اپنے شیخ طریقت کے روحانی تصرف سے اسی عالم گیر مسلک یعنی وحدت الوجود پر ہی طبیعت پختہ ہو گئی۔ اس سلسلہ میں فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت سیالوی کی خدمت میں حاضری کے دوران وحدت الشہود پر بات چل نکلی تو اولاً میں نے وحدت الشہود پر تقریر کی۔ اور وحدت الوجود کے متعلق حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت علاؤ الدولہ سمنانی قدس سرہما کے اشکالات و اعتراضات پیش کئے۔ حضرت اعلیٰ سیالوی نہایت غور سے سننے رہے مگر قدرے متعجب نظر آتے تھے کیونکہ یہ مسلک آپ کے اور ہمارے مشائخ کے خلاف تھا۔ لیکن جب میں نے وحدت الوجود پر ان تمام اعتراضات کے جواب دینے شروع کئے تو خواجہ صاحب بے حد مسرور ہوئے اور بار بار فرماتے تھے واہ شاہ صاحب واہ۔ پھر مجھے فتوحات مکیہ کے مطالعہ کی تاکید فرمائی۔ چنانچہ آپ کی توجہ سے اس مسئلہ کے بیشتر از بیشتر اسرار مجھ پر منکشف ہوتے چلے گئے۔

## اپنے شیخ کی توجہ کے متعلق آپ کے تاثرات

اس کے بعد فتوحات مکیہ ہمیشہ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز کے مطالعہ میں رہی اور زمانہ ارشاد میں آپ نے سالہا سال فتوحات اور فضوص الحکم کا درس دیا۔ اپنی تصنیف لطیف تحقیق الحق میں آپ وحدت الوجود کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں:-

”گویا سیدی و سندی، رومی و رومی حضرت خواجہ شمس الدین رضی اللہ عنہ الان در بیان اس راز و بقیق  
معنی کلمہ طیبہ متوجہ نشستہ اند۔“

ہست مجلس برآں متدار کہ بود

یعنی اس کتاب کی تالیف کے دوران کلمہ طیبہ کے وحدت الوجود پر مؤثر رموز کی تشریح کے وقت آپ کو اپنے شیخ حضرت اعلیٰ سیالوی کے وصال کے پندرہ سال بعد ان کی معیت و حضوری اور توجہ اسی طرح میسر تھی جس طرح مندرجہ

بالا تفریق کے دوران اُن کی حیات میں بمقام سیال شریف حاصل تھی۔ اور پندرہ برس کی تو کوئی حقیقت ہی نہیں۔ اس شاہبازِ لامکانی کو تو عرفان کی منازل طے کرنے کے دوران صبحِ ازل بھی کل کی ہی بات معلوم ہوتی ہے۔ جیسے کہ خود فرماتے ہیں:

کُن فیکون تاں کل دی گل ہے اسان گئے پریت لگائی

توں میں حرفِ نشان نہ آہا جدوں دتی میم گوہی

اچھے وی اسانوں اوہ چنے دسدے بیدے ٹوٹے کاہی

مہر علی شاہ رل تاہیں بیٹھے جدوں سکٹ ہاں توں آہی

اور یہی وہ عارف و کامل ہستیاں ہی تو ہیں جن کی شان میں حضرت شیخ سعدیؒ نے فرمایا ہے :-

اَلَسْتَ اِذْ لَمْ يَخْلُصْ شَاہُ بَکْشِشْ بفریادِست اُو بلی در خروش

(ان کے دل کے کانوں میں آج بھی اَلَسْتُ بِدِکْکَرِکِ اِزْلی صد گونج رہی

ہے اور وہ آج بھی بلی بلی کی فریاد میں سرشار و بے خود ہیں)

ظاہر ہے کہ عالمِ سلوک کی یہ منازل درس و تدریس اور مطالعہ کتب سے نہیں بلکہ مردانِ خدا کی نگہِ کرم سے ہی حاصل ہوتی ہیں۔

چونکہ اس سلسلہ کا تعلق ذوق اور حال سے ہے اس لئے اگر مردانِ خدا کی روحانی شفقت و تربیتِ حالِ مسیرہ ہو تو عقلِ مجزوی

کے لئے اس کا حصول محال ہے۔ کیونکہ ہر مرحلہ پر ایسے ایسے مشکل نکات و مقامات آتے ہیں کہ علمِ ظاہر و قال کے ذریعہ اُن

سوالات کا حل ہو ہی نہیں سکتا۔ اس ضمن میں شہسوارِ میدانِ علم و عرفان حضرت مولینائے رومؒ فرماتے ہیں :-

قال را بگذار و مردِ حال شو پیش مردِ کاسے پا مال شو

ترجمہ :- محض گفتگو کو چھوڑ کر حال کی کیفیت پیدا کر۔ اور یہ تجھے اُسی وقت نصیب ہوگی جب تُو اپنے آپ کو کسی مردِ

کامل کے قدموں میں ڈال دے گا۔

اسی طرح حضرت مولینا جامیؒ کا ارشاد ہے :-

رُستق ازیں پردہ کہ بر جانِ تست بے مددِ پیر نہ امکانِ تست

ترجمہ :- اس حجاب و پردہ سے رہائی حاصل کرنا جو کہ تیری جان پر پڑا ہوا ہے۔ بغیر پیر کی امداد کے تیرے لئے

ممکن نہیں ہے۔

## سیال شریف میں وحدت الوجود پر ایک عالم سے گفتگو

حضرت قبلہ عالمِ قدس سترہ کی اپنی ایک تقریر جو آپ نے سیال شریف کے ایک بڑے عالم کے سامنے مسلکِ

وحدت الوجود کے خلاف امتحانِ ثانی تھی اور انہیں لا جواب کر دیا تھا، یہاں درج کی جاتی ہے۔ اس سے اُس روایت کی بھی

تردید ہو جائے گی جو بعض حلقوں میں پائی جاتی ہے کہ حضرت نے سیال شریف کے ایک خلیفہ صاحب سے فتوحاتِ

مکیہ کا درس لے کر مسلکِ وحدت الوجود اختیار فرمایا تھا۔

یہ واقعہ اس طرح ہے کہ حضرت قبلہ عالمِ قدس سترہ کے ایک پُرانے ہم مکتب و ہم جماعت مولوی سید احمد علمِ معقول

میں قابلیت کا بڑا دعویٰ رکھتے تھے، لیکن جب کبھی حضرت کے ساتھ بحث و مباحث کا موقع آتا تو اُس دعویٰ پر قائم



نہ رہ سکتے۔ اُن دنوں موضع بلفہ کا درس علم معقول کی تعلیم کے لئے بہت مشہور تھا۔ ایک مرتبہ یہ سید احمد صاحب اس درس کا ذکر کر کے حضرت سے کہنے لگے کہ میں وہاں جا کر قاضی مبارک مع منہیات پڑھوں گا اور پھر آکر آپ کے ساتھ بحث کروں گا۔ آپ نے فرمایا کہ بلفہ تو بجائے خود رہا۔ تم اگر آسمان پر بھی چلے جاؤ تو بھی کچھ نہ کر سکو گے کیونکہ تم میں معقولی بننے کی صلاحیت ہی نہیں ہے۔

ایک دفعہ سیال شریف میں حاضری پر آپ کو معلوم ہوا کہ یہ مولوی سید احمد وہیں درویشوں میں مقیم ہیں۔ مگر نماز وغیرہ فرائض ترک کر چکے ہیں حضرت نے ملاقات پر انہیں فرمایا۔ ہم نے سنا ہے کہ تم میں سے انسانیت رخصت ہو چکی ہے۔ اور صرف حیوانیت باقی رہ گئی ہے۔ اُس نے کہا کہ میں آپ کو بھی نصیحت کرتا ہوں کہ میری طرح تعلیم و تدبیر ترک کر کے ذکر جہر اختیار کریں کیونکہ تعلیم وغیرہ میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ حضرت قبلہ عالم قدس سترہ نے فرمایا کہ قطع نظر تمہاری اس ظاہری حالت کے ترک تعلیم و تعلم سے اگر تم نے کوئی خاص فائدہ حاصل کیا ہے تو مجھے بتاؤ، تاکہ اُسے پیش نظر رکھ کر میں بھی تمہاری نصیحت پر غور کر سکوں۔ مجھے تو تم میں سوائے اس کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ کہ تمام رات ذکر جہر کرنے کے باعث تمہیں قدر سے رقت قلبی تو حاصل ہو گئی ہے مگر اسے عرفان نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ جسے عرفان حاصل ہو جائے وہ اشباع نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا تارک ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اس پر مولوی سید احمد حضرت کو مولوی صاحب جام پوری کے حجرہ میں لے گئے جو ذکر و شغل ہونے کے علاوہ بہت بڑے عالم بھی تھے۔ اور اُن سے کہا کہ پیر صاحب وحدت الوجود کے منکر ہیں انہیں قائل کر دیجئے۔ چنانچہ حضرت قبلہ عالم نے اُن کے سامنے وحدت الوجود کے مسلک پر حسب ذیل اعتراض کیا اور فرمایا کہ چونکہ مسئلہ وحدت الوجود حضرات اولیائے کاملین اور محققین کے مشہودات میں سے ہے اس لئے میں اس کا منکر تو نہیں مگر اپنے اور اس شخص یعنی مولوی سید احمد کے حال کے پیش نظر ازراہ تحقیق یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کیا ہمارے مشائخ کرام حقیقت اشیا کے منکر تھے (معاذ اللہ) کیونکہ حقائق اشیاء کا مسئلہ ہمارے اعتقادی مسلمات میں سے ہے۔ کیا یہ چیز کہ جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے امر مسلم نہیں؟ پھر زید کو جب دوزخ میں ڈالا جائے گا تو مذہب وجودیہ کی رُو سے عذاب کس کو ہوگا؟ اُس کی حقیقت کو یا تعین کو؟ اُس کی حقیقت تو عین حق ہے جو معذب نہیں۔ اب اگر تعین کو عذاب ہوگا تو میں پوچھتا ہوں کہ تعین امر عدمی ہے یا وجودی؟ اگر عدمی ہے تو اُس کا وجود ہی نہیں کیونکہ امر عدمی کا وجود محض اعتباری ہے۔ امر عدمی کو انتزاع کے بعد وجود ملتا ہے نہ کہ انتزاع سے قبل۔ اور اگر تعین وجودی ہے تو وجود عین ذات حق سبحانہ و تعالیٰ ہے۔ مولوی صاحب جام پوری نے اس تقریر سے مبہوت و متحیر ہو کر سکوت اختیار کیا اور کوئی جواب نہ دے سکے۔ اس اعتراض کا جواب مفصل طور پر کتاب تحقیق الحق مؤلفہ ۱۳۱۵ھ میں حضرت قبلہ عالم قدس سترہ نے دیا ہے۔

## خلافت ارشاد اور تربیت میں امتیازی سلوک

حضرت اعلیٰ سیالوی قدس سترہ العزیز نے حضرت کے علمی اور عرفانی کمالات کے پیش نظر اپنے وصال سے کچھ عرصہ پہلے آپ کو تمام اشغال و وظائف کی اجازت عامہ اور بیعت و ارشاد کا منصب عطا فرمادیا تھا۔ اور عام طور پر کہا جاتا ہے کہ حضرت قبلہ عالم قدس سترہ آنجناب کے آخری خلیفہ ہیں۔ یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ حضرت اعلیٰ سیالوی کی حضرت قبلہ عالم قدس سترہ پر خاص نظر عنایت تھی۔ اور آنجناب نے حضرت کی دوسرے مخلصین سے علیحدہ اور جدا گانہ رنگ



میں تربیت فرمائی جس کی تائید میں کئی واقعات بیان کیے جاتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ علاقہ چچھہ ضلع ایک کے ایک سید صاحب حضرت اعلیٰ سیالوی کے اراد مند تھے۔ ان کی مقبولیت دیکھ کر بعض چچا بھی علماء نے اُن کے ذکر جہر اور قوالی سُنانے کے خلاف ایک طوفان کھڑا کر دیا۔ سید صاحب نے عرس شریف کے موقع پر اس امر کی شکایت حضرت اعلیٰ سیالوی سے کی تو آنجناب نے چند دیگر علماء کو اُن کی معاونت اور مخالفین کی مدافعت پر تیار کیا۔ لیکن میاں سید محمد پوٹھواری کو حضرت کے پاس بھیج کر تاکید فرما دیا کہ آپ اس جھگڑے میں نہ آئیے گا اور الگ رہیے گا۔ اسی طرح حضرت اعلیٰ سیالوی نے حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کو سیال شریف خاص میں بھی لوگوں کو بیعت کرنے کی اجازت عطا فرمائی تھی۔ اور اپنے لباس، وضع قلع کو بھی تبدیل کرنے سے منع فرمایا تھا۔ حالانکہ آپ کے دیگر ارادت مند آپ کی پیروی میں سنت شیخ سمجھتے ہوئے سر کے بال کٹواتے اور ٹوپی و تہ بند یعنی چادر پہنتے تھے۔ اور سیال شریف خاص میں کسی کو بیعت کرنا خلافِ ادب قرار دیتے تھے حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کے بال لمبے اور گھنگھریالے تھے۔ نیز آپ کلاہ دستار و شلوار پہنتے تھے حضرت اعلیٰ سیالوی نے ہزارہ کے ایک حید عالم مولوی سید احمد مرحوم کو سیال شریف میں ہی سب سے پہلے حضرت سے حکما بیعت کروایا تھا۔ اُن کے فرزند حافظ منظور حسین صاحب بہاولپوری بھی حضرت کے مخلص مرید ہیں۔

## حضرت ثانی سیالوی کی خاص عنایات

حضرت اعلیٰ سیالوی قدس سترہ العزیز کے پوتے جناب صاحبزادہ محمد سعد اللہ فرماتے ہیں کہ اُن کے والد بزرگوار حضرت خواجہ محمد دین المعروف حضرت ثانی صاحب سیالوی کا حضرت قبلہ عالم قدس سترہ سے بہت گہرا تعلق تھا۔ اور بہت محبت بھرے خطوط تحریر فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت قبلہ عالم قدس سترہ نے ناسازی طبع کے باعث عرس سیال شریف کی حاضری سے معذوری کا عریضہ لکھ بھیجا جس وقت یہ خط سیال شریف پہنچا، اُس وقت قوالی ہو رہی تھی اور قوال شیخ پڑھ رہے تھے۔ پیت کا وعدہ کر کے پانے پیت نہ جانا چھوڑ دیا۔ مہر کی اکھیاں پھیریں دم دم کا آنا چھوڑ دیا۔ حضرت ثانی صاحب خط پڑھ کر غلجین ہو گئے اور قوالوں کو فرمایا کہ دوسرے مصرعہ کی جگہ پر پڑھیں۔

مہر نے اکھیاں پھیریں دم دم کا آنا چھوڑ دیا

قوال ابھی یہ شعر پڑھ رہے تھے کہ اطلاع ملی کہ حضرت قبلہ عالم قدس سترہ دریا کے تین پر پہنچ چکے ہیں حضرت فرماتے تھے کہ عریضہ روانہ کرنے کے بعد معامیر سے دل میں خیال آیا کہ سیال شریف جانا چاہیے چنانچہ اُسی وقت تیار ہو کر روانہ ہو پڑا ایک مرتبہ حضرت اعلیٰ سیالوی کے عرس پر سیال شریف میں بعض حضرات نے حضرت قبلہ عالم قدس سترہ پر اعتراضات کیے کہ آپ یہاں اپنے پیر کے مسکن پر لوگوں کو بیعت کرتے ہیں۔ بال نہیں کٹواتے مجلس سماع میں قوالوں کو خود اٹھ کر عطیہ نہیں دیتے۔ اور لباس میں بھی اپنی وضع اختیار کر رکھی ہے۔ یہ تمام امور ہمارے مشائخ کے معمول کے خلاف ہیں حضرت قبلہ عالم قدس سترہ تو خاموشی سے سُنتے رہے اور کچھ نہ بولے۔ لیکن حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کی طرف سے اعتراضات کے جواب دیئے اور قدرے جذبہ کے ساتھ فرمایا کہ معتزضین کو غالباً معلوم نہیں کہ جس وقت حضرت اعلیٰ سیالوی نے پر صاحب کو خلافت عطا فرمائی تھی تو خود اپنی موجودگی میں یہاں سیال شریف میں ایک ہزاروی شاہ صاحب کو ان سے بیعت کروایا تھا۔ اور آپ کے گھنگھریالے خوبصورت بال دیکھ کر ارشاد فرمایا تھا کہ شاہ جی آپ کے بال بہت خوبصورت ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص کے بال ہوں اُسے اُن کا خیال رکھنا چاہیے نیز حضرت اعلیٰ قدس سترہ نے فرمایا تھا کہ شاہ



جی، اچھا لباس رکھا کرو۔ میں نے تو طالب علمی کے زمانہ سے ہی اپنی سہولت کے لیے بال کٹوانے شروع کر دیئے تھے۔ اور نیلا تہبند اور ٹوپی پہنتا تھا، اسے سنت نہ سمجھنا۔ لہذا ان معاملات میں شاہ جی اپنے شیخ کے ارشاد کی تعمیل کر رہے ہیں۔ باقی رہا قوالوں کو خود اٹھ کر عطیہ نہ دینے کا معاملہ، تو یہ سوال اُس سے کیا جاسکتا ہے جو روپیہ پیسہ اپنے پاس رکھتا ہو۔ اور ان امور کی طرف توجہ رکھتا ہو۔ شاہ صاحب ایسے فارغ عن الدنیا ہیں کہ انہیں خبر ہی نہیں ہوتی کہ کتنی رقم آئی اور کس نے دی۔ یہ نذر بردار خدام ہی کے ذمہ ہے کہ مجالس میں عطیہ دے دیا کریں۔

## حضرت اعلیٰ سیالوی کے فیوض و برکات و بعض مشہور خلفاء کا ذکر خیر

حضرت اعلیٰ خواجہ شمس الدین سیالوی تبحر عالم ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بڑے پایہ کے شیخ طریقت بھی تھے۔ حضرت قبلہ عالم قدس سترہ اپنے شیخ کی شان میں فرمایا کرتے تھے کہ شیخ علم طریقت کے مجتہد اور مجدد تھے آپ حضرت خواجہ خواجگان محمد سیمان تونسوی چشتی نظامی فخری رحمۃ اللہ علیہ کے خلفائے عظام میں سے ہوئے ہیں۔ اس خطہ زمین میں آپ کے دریائے سخاوت کا فیض ضرب المثل بن چکا ہے۔ آپ کے اراد مندوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچی ہوئی ہے۔ اور سلسلہ خلفاء بھی بہت طویل ہے۔ صاحب انوار شمس نے پینتیس حضرات کے اسمائے گرامی تحریر کئے ہیں۔ اور ان میں حضرت اعلیٰ سیالوی کے تین صاحب زادگان، حضرت ثانی خواجہ محمد دین، خواجہ فضل دین اور خواجہ شمس الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے ذکر خصوصی کے بعد لکھا ہے :-

یہ پانچ خلفائے عظام بہ نسبت دیگر خلفائے زمان زیادہ ترفیض رسان عالمیان اور برگزیدہ فضلاء جہان ہیں۔ کرامت و عظمت پناہ حضرت غلام حید شاہ ساکن جلال پور شریف، عوارف و فضائل دستگاہ حضرت مہر علی شاہ ساکن گولڑہ شریف، قدوة العاشقین مولوی فضل دین ساکن چاچر تحصیل شاہ پور زبدۃ السالکین مولوی معتمد دین ساکن مردلہ والا تحصیل بھیرہ، برگزیدہ صادقین مولوی محمد امین ساکن چکوڑی ضلع گجرات۔ مگر ان میں سے جناب شاہ صاحب جلالپوری اور حضرت پیر صاحب گولڑوی کرامات اور کمالات میں مستثنیٰ ہیں اور خلافت کی ہدایت اور افادت کے لیے مقتدا ہیں۔

سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ کی اشاعت جس قدر حضرت اعلیٰ سیالوی نے اپنے وقت میں کی اُس کی مثال بنا مشکل ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۱۳ھ یعنی ۱۷۹۵-۹۶ء میں مقام سیال شریف ہوئی اور وصال ۱۲۴۴ھ یعنی ۱۸۸۱-۸۲ء میں اسی مقام پر ہی ہوا۔ آپ کے حالات زندگی میں مرآۃ العاشقین اور انوار شمس خاص طور پر مشہور ہیں۔

## اقتباس از کتاب انوار شمس

انوار شمس مؤلف ۱۳۳۳ھ کے مولف مولوی امیر بخش خوشابی رحمۃ اللہ علیہ نے جو حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کے پیر بھائی اور حضرت ثانی صاحب سیالوی کے منظور نظر خدام میں سے تھے۔ حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کی شان میں مندرجہ ذیل اشعار

## زمانہ جذب و سیاحت

### حضرت کی اپنے شیخ سے عقیدت

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کو اپنے شیخ کریم کے ساتھ بے حد عقیدت اور کمال درجہ کی محبت تھی۔ ملفوظات طیبات میں آپ کا ارشاد بدیں مضمون درج ہے :-

”ہمارے خواجہ شمس الحق والدین کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ جو بھی محبت سے آیا اُسے اُس کی استعداد سے زیادہ فیوض و برکات سے نوازا جس کسی نے آپ کو ایک بار دیکھا اُسے دوبارہ دیکھنے کی ہمیشہ حسرت رہی۔ ۳۰ سالہ میں حج بیت اللہ شریف کے موقع پر حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی خود بخود میری طرف متوجہ ہوئے اور باطنی نعمت دینا چاہی۔ لیکن میرے دل میں خیال گذرا کہ جو بُرخ انور ہم نے دیکھا ہے جہاں میں اور کہیں نظر نہیں آتا۔ آخر اُن کے اصرار پر عرض کی کہ اگرچہ ضرورت محسوس نہیں ہوتی ہے لیکن چونکہ آپ بخوشی عنایت فرما رہے ہیں۔ لہذا آپ کا شکر گزار ہوں۔ تاہم اس عنایت کو اپنے شیخ طریقت کی طرف سے سمجھتا ہوں۔ چنانچہ اُنہوں نے سلسلہ طریقت چشتیہ صابریہ عنایت فرمایا۔“

حضرت حاجی صاحب کے واقعہ کی تفصیل اسی باب میں آگے درج ہے۔

### طلب مزید کیلئے بیابانوں میں خلوت کا راز

حضرت اعلیٰ سیالوی کی زندگی میں حضرت قبلہ عالم کی توجہ زیادہ تر مقامی درس و تدریس، ریاضات و عبادات اور وقتاً فوقتاً سیال شریف کی حاضری اور استفادہ پر رہی۔ ۳۰ سالہ میں حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کا وصال آپ کے محند شوق کے لیے تازیانہ اور انتہائی بے قراری کا باعث ہوا۔ ہمت عالیہ کی تشنگی ابھی فرو نہیں ہوئی تھی اس لیے ارباب فقر کے حسب معمول طلب مزید کے لیے علوم رسمیکہ کی تعلیم و تدریس کو خیر باد کہہ کر جہاں گروہی اور صحرا نوردی اختیار فرماتے ہوئے اپنے جد امجد حضرت غوث الاعظم کی سنت کو پورا کیا۔ کیونکہ آنجناب بھی علوم ظاہرہ کی تکمیل کے بعد سالہا سال تک عراق کے بیابانوں میں شاغل بخدا رہتے ہوئے کسی ایک مہم پر قرار پذیر نہ ہوئے تھے۔ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کی عمر اُس وقت پچیس برس کی تھی۔



بزرگان دین کے معمول صحراوردی کی بڑی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ابتدائے حال میں کیونئی کے لیے انہیں خلوت کی ضرورت ہوتی ہے جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فاجرین تشریف لے جایا کرتے تھے ان ایام میں لوگوں سے زیادہ میل جول ان کے حال میں رکاوٹ کا باعث ہوتا ہے۔ اور جب تکمیل کے بعد مشاہدہ دوام اور مقام محمود تکمیل پر فائز ہو جاتے ہیں تو خلوت سے جلوت کی طرف رجوع فرماتے ہوئے ہدایت خلق میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ اُس وقت اُن کو جلوت میں خلوت اور کثرت میں وحدت کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

خلوت میں ہوشیق تصور، نقص کمال عشق یہی ہے  
تنہائی کے معنی یہ ہیں، سب میں رہ کر تنہا ہو جا  
اس وقت یہ سب میں ہوتے ہوئے، سب میں رہتے ہوئے بھی سب سے الگ ہوتے ہیں۔

## وصال شیخ کے بعد آپ کی حالت

حضرت اعلیٰ سیالوی کے وصال کے بعد آپ کے سفر و سیاحت کے اکثر حالات آپ کے منتظم خط و کتابت ملک سلطان محمود نواز نے حضرت کے پُرانے شاگرد اور سفر و حضر کے مصاحب جناب مولوی محبوب عالم کی زبانی قلمبند کیے تھے۔ اور کچھ واقعات جناب مولینا غلام محمد شیخ الجامعہ بہاول پور نے بھی اپنے مسودات میں تحریر کیے ہیں۔ مولوی محبوب عالم قریباً بارہ سال کی عمر میں حضرت کے درس میں شامل ہوئے تھے۔ اور پھر ساری عمر حضرت کی خدمت میں بسر کر کے بالآخر اسی بد فورت ہو کر دفن ہوئے۔ ان کے والد حضرت مولوی عصمت اللہ خان ہزاروی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے پیر طریقت تھے۔ انہوں نے اپنے اس لڑکے کی تعلیم و تدریس کا خاص طور پر انتظام کیا ہوا تھا مگر اس صاحبزادہ نے موضع گڈھی افغاناں علاقہ حسن ابدال میں ایک عرس کے موقع پر حضرت قبلہ عالم قدس سرفہ کو دیکھ کر کچھ ایسی شش محسوس کی کہ ذہنی طور پر تمام علاقہ دنیوی سے بے تعلق ہو کر آپ کی سرپرستی میں رہنے کو ترجیح دی۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ اُس روز حضرت نے سفید شلوار اور سفید قمیص پہن رکھی تھی۔ سر پر دستار بھی سفید ہی تھی اور لمبے گھنگھریالے بال۔ ریش مبارک ابھی اچھی طرح گھنی نہیں ہوئی تھی۔ آپ ٹہل رہے تھے اور پاس سے گزرتے ہوئے دو تین مرتبہ غور سے آپ نے میری طرف دیکھا۔ آنکھوں میں ذوق الست کی مستی تھی یا جنود مجتہدہ والی ازلی کشش کہ دل بے ساختہ مسحور ہو کر آپ کی طرف کھینچا چلا گیا۔ یہاں تک کہ چند روز بعد ہی گھر سے بھاگ کر گولڑہ شریف حاضر ہونے پر مجبور ہو گیا۔ وہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ آپ سیال شریف گئے ہوئے ہیں لہذا واپس چلا گیا۔ دوبارہ جب آنے لگا تو بڑے بھائی نے تعاقب کر کے راستہ میں آن پکڑا مگر میں نے منت سماجت کر کے کہا کہ والد صاحب بقید حیات ہیں۔ اُن کی تبادلی اور جائداد تمہیں مبارک ہو میں نے اپنے جتن کی جائداد بھی تمہیں بخشی۔ مجھے جانے دو میں حضرت قبلہ عالم قدس سرفہ کی خدمت میں رہنا چاہتا ہوں۔ بھائی نے میری باتیں سن کر چھوڑ دیا اور میں گولڑہ شریف حاضر ہو گیا۔ میرے پہنچنے سے تھوڑا عرصہ ہی قبل حضرت اعلیٰ سیالوی کا وصال ہوا تھا۔ اور حضرت اپنے شیخ کے فراق میں عجیب و غریب کیفیت میں مبتلا تھے۔ نماز ادا کرتے وقت یا وظائف پڑھتے وقت یا باتیں کرتے ہوئے حتیٰ کہ اُٹھتے بیٹھتے آپ پر گریہ طاری رہتا۔ اس صورت حال کے پیش نظر درس و تدریس کا کام بڑے بڑے شاگردوں نے سنبھال لیا تھا چنانچہ کچھ عرصہ یہی حالت رہی اور پھر سفروں کا طویل سلسلہ شروع ہو گیا۔ آپ کئی کئی مہینے متواتر غائب رہتے اور پتہ



نہ چلتا کہ کہاں ہیں کبھی اچانک واپس آجاتے اور مختصر قیام کے بعد پھر کہیں روانہ ہو جاتے۔ کبھی تنہا ہوتے اور کبھی کسی کو ساتھ لے لیتے۔ کسی جگہ زیادہ قیام فرماتے اور کہیں کم۔ اولاً یہ سلسلہ لاہور اور پنجاب کے دیگر شہروں تک محدود رہا مگر پھر ہندوستان کی طرف رخ فرمایا اور حضرت خواجہ بزرگ غریب نواز اجمیری کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوئے۔ جہاں سے کسی اشارہ غیبی کے تحت واپس تشریف لاکر حجاز مقدس کا سفر اختیار فرمایا۔ اور جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے رباب گہر بار سے صحو و تکبیر کے مرتبہ عالی پر فائز المرام ہو کر بالآخر شہر میں دولت خانہ پر واپس آکر مسند ارشاد پر بیٹھ گئے۔ بعض سفروں کے معلوم شدہ حالات کی تفصیل درج ذیل ہے۔

## مجاہدات کسار راوی

سب سے پہلے ایک طالب علم فیض عالم نامی کو ہمراہ لے کر حضرت نے گولڑہ شریف سے لاہور کا سفر اختیار کیا۔ ایک آدھ روز اپنے پیر بھائی حافظ محمد دین سکند کو چھٹیکیداران کبیری بازار کے پاس رہ کر بالآخر راوی کے کنارے جہاں ان دنوں گھنا جنگل ہو کر رہا تھا، جا ٹھہرے کبھی تیسرے چوتھے روز شہر میں کچھ وقت کے لیے چلے جاتے دن کو روزہ اور رات کو قیام ہوتا۔ تمام وقت پاس انھیں، ذکر جہر اور عبادت و ریاضت میں بسر ہوتا۔ کئی کئی دن کے بعد بیدار رہ کر کچھ تسنن ادا فرماتے روزہ محض ذکر الہی پر بسر اوقات فرماتے تھے۔ البتہ ذوق شوق، سوز و گداز اور درد کی روحانی غذا کی طلب رہتی۔ سنہری مسجد کے نیچے ستاروں، ربابوں اور ساز نیچوں کی ایک دوکان تھی۔ شہر میں آتے تو کبھی کبھی وہاں ضرور جا بیٹھتے۔ کبھی کوچہ ٹھیکیداران کی مسجد میں رات گزارتے۔ جب آپ کے علم و فضل کا چرچا ہونا شروع ہوا اور علماء کی آمد و رفت شروع ہو گئی تو ان کے پاس خاطر سے شیخ الہی بخش کتب فروش کی دوکان پر تشریف لانے لگے۔ سازندوں کی دوکان پر ایک روز ایک خوش رو جوان کرم دین نامی پر جو ستار نواز بھی تھا آپ کی نظر پڑی تو اس نے کچھ ایسی کشتش محسوس کی کہ اپنی مصروفیات کا خیال ترک کر کے آپ کی طرف لوٹا اور بولا فقیر یہ لاہور ہے دلی نہیں کہ غدر پڑ جائے۔ آپ نے مسکرا کر کبیل اٹھایا اور مسجد میں چلے گئے۔ دیکھا تو کرم دین بھی پیچھے پیچھے تھا۔ آپ نے فرمایا لاہور اپنی جگہ کیوں نہ قائم رہا پیچھے پیچھے کیوں چلا آیا۔ کرم دین نے معذرت کر کے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور حلقہ ذاکرین میں شامل ہو کر نیک بختوں میں سے ہوا۔

حافظ محمد دین کا ایک آشنا خلیفہ نور دین نان فروش بھی آپ کا عقیدت مند اور شیدائی تھا اور کبھی کبھی دودھ اور نان لے کر راوی کے کنارے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر تا جنگل میں آپ کی تلاش کے لیے آپ کا طالب علم فیض عالم یا حافظ محمد دین یا خلیفہ نور دین ذکر جہر کی آواز پر کان لگاتے اور آواز سے سمت کا تعین کر کے آپ کے پاس پہنچ جاتے۔ فیض عالم کو آپ کبھی راوی کے کنارے یا شہر کی کسی مسجد میں، جہاں بھی موقع ملتا، سبق پڑھا دیا کرتے۔ جمعہ کے روز کپڑے دھواتے غسل فرماتے اور بالعموم مسجد وزیر خان میں نماز جمعہ ادا فرمایا کرتے۔

شیخ الہی بخش کتب فروش بھی بہت عقیدت مند تھا۔ اس کی دوکان کے قریب ایک مسجد تھی جس کے امام حکیم فضل احمد بھی آپ سے بیعت ہو گئے تھے۔ وہ بھی کبھی خود اور کبھی اپنے ایک تیمم بھتیجے شیر محمد کے ذریعے آپ کی خدمت میں کھانا پہنچا کرتے تھے۔ شیر محمد ان دنوں پانی سکول کا طالب علم تھا۔ ایک روز حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کے متعلق اپنے چچا



سے کہنے لگا کہ یہ فقیر تو کابل کا کوئی جاٹو کس معلوم ہوتا ہے۔ آپ نے اسے خواہ مخواہ ولی بنا رکھا ہے۔ یہ سن کر حکیم صاحب سخت ناراض ہوئے اور اُسے کہا کہ ابھی پیر صاحب کی خدمت میں کھانا لے جاؤ اور ان بے ادبانہ الفاظ کی اُن سے معافی مانگو۔ شیر محمد غصے کے عالم میں دریاے راوی پر پہنچا۔ دل میں گھر سے بھاگ جانے یا دریا میں ڈوب مرنے کے خیالات موجزن تھے جب حضرتؒ کے پاس پہنچا تو آپ نے خلافت معمول متوجہ ہو کر دُجوتی فرمائی اور پھر اپنے اوراد و اشغال میں مصروف ہو گئے۔ اتفاق سے اُس وقت شیر محمد کا ہاتھ حضرتؒ کے کمر سے چھو لیا تو اُس پر کچھ ایسی رقت طاری ہوئی کہ بہت دیر تک بے اختیار روتا رہا۔ جب قدم سے سنبھلا تو دل کی دنیا ہی بدل چکی تھی۔ پھر آپ کی خدمت میں بیٹھا رہا۔ اور اُس وقت تک نہ اٹھا جب تک کہ آپ سے بیعت نہ ہو لیا۔

## خان بہادر مولوی شیر محمد اسسٹنٹ پولیٹیکل ایجنٹ گلگت

آگے چل کر یہی لڑکا بفضلِ ایزدی دینی و دنیوی عروج حاصل کر کے خان بہادر مولوی شیر محمد اسسٹنٹ پولیٹیکل ایجنٹ گلگت ہوا۔ گورنمنٹ سے اپنی احسن خدمات کے صلہ میں تین پشت کی منشن حاصل کر کے گولڈ شریف میں سکونت اختیار کی اور حضرتؒ سے بعض کتب کا درس لینے کے ساتھ ساتھ مرتے دم تک حضرتؒ کی خط و کتابت کے انتظام کی خدمت سرانجام دی۔ ۱۹۲۳ء سے ۱۹۲۶ء تک گولڈ شریف میں قیام رہا۔ ۱۹۲۶ء میں انہوں نے انتقال کیا اور یہیں دفن ہوئے۔ حضرت اپنی آخری تصنیف ”تصفیہ مابین سنی و شیعہ“ ان ہی سے لکھوا رہے تھے جو ان کے انتقال کے باعث ناتمام رہی۔

خان بہادر مرحوم بیان کرتے تھے کہ میں ایک مرتبہ لاہور میں سخت بیمار ہو گیا۔ غلبہ مرض کے باعث بچنے کی اُمید نہ رہی۔ خواب میں دیکھا کہ ملک الموت نے جان قبض کر لی ہے اور تجھ پر تکفین و تدفین کے بعد نکیرین سوال و جواب کے لیے آئے ہیں۔ میں نے سوالات کے جواب صحیح عرض کر دیئے۔ جب پوچھا گیا ”مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ“ (ان سرکارِ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تم کیا کہتے ہو)۔ تو سامنے سنگ مرمر کی ایک بلند دیوار میں ایک دریچہ کھل گیا۔ اور اُس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما نظر آئے۔ میں نے عالمِ دارِ حق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے عرض کی۔ اے اللہ کے محبوب! میں جانتا ہوں کہ آپ خدا نہیں ہیں اور آپ کی شریعت میں غیر خدا کو سجدہ روا نہیں مگر دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر میں آپ کے حضور سب سجدہ کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر میں نے سر زمین پر رکھ دیا۔ جب اٹھایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرشتوں سے فرما رہے تھے کہ ابھی اس کا وقت نہیں آیا، اسے واپس لے جاؤ۔ ساتھ ہی میری آنکھ کھل گئی۔ دیکھا تو عزیز و اقارب میری چارپائی کے گرد ماتم کر رہے تھے۔ اگلے روز گولڈ شریف میں جناب غوث الاعظمؒ کے عرس مبارک کی آخری مجلس تھی چونکہ اصل مرض غائب ہو چکا تھا اس لیے باوجود شدید نقاہت کے دو آدمیوں کی امداد سے اُسی شام بذریعہ ریل گاڑی روانہ ہو کر صبح گولڈ شریف حاضر ہو گیا۔ مجلس شریف پُرانے مہمان خانہ میں منعقد تھی۔ اور حضرت قبلہ عالم قدس سرہ صد شانِ رعنائی رونق افروز محفل تھے۔ باوجود اس طویل علالت اور شدید نقاہت کے نگر شریف کے چاول گوشت تمام مہمانوں کے ساتھ خوب سیر ہو کر کھائے مگر کوئی گرانی نہ ہوئی اور اللہ تعالیٰ کے کرم سے چند ہی روز میں مکمل طور پر صحت یاب ہو کر بھلا چنگا ہو گیا۔



## فتوحاتِ مکیہ کا بالاستیعاب مطالعہ

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کو آپ کے شیخ طریقت نے فتوحاتِ مکیہ مصنفہ حضرت شیخ اکبر محمدی الدین ابن عربی کے مطالعہ کی تاکید فرمائی تھی۔ چنانچہ آپ نے شیخ الہی بخش کتب فروش لاہور کے ذریعہ اس کتاب کی جستجو فرمائی تو معلوم ہوا کہ تمام شہر لاہور میں اس کا صرف ایک ہی نسخہ ہے جو خواجہ کریم بخش سوداگر چرم کے پاس ہے اور وہ کہتے ہیں کہ میں نے آزمائش کی ہے کہ بڑے بڑے مولوی بھی اس کتاب کی عبارت تک صحیح نہیں پڑھ سکتے۔ اس لیے اگر کوئی صاحب اس کتاب کا صرف ایک صفحہ درست پڑھ کر مطلب بیان کر دیں تو وہ روزانہ چند گھنٹے میرے مکان پر آکر اس کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔ چنانچہ حضرت تشریف لے گئے اور کئی صفحات مع مطلب کے پڑھ کر انہیں سنائے۔ وہ اس قدر خوش ہوئے کہ کتاب آپ کے حوالے کر دی کہ بہ اطمینان پڑھ کر واپس کر دیجئے گا۔ آپ نے تسلی و اطمینان سے اس کا مکمل طور پر مطالعہ فرمایا اور پھر کتاب فارغ ہونے پر ٹو مادی۔

## انجمنِ نعمانیہ میں تدریس کی پیش کش

ایک روز آپ انجمنِ نعمانیہ لاہور کی مسجد میں مشغول وظائف تھے کہ مدرسہ نعمانیہ کے دو طالب علموں نے وہاں آکر اپنا سبق دہرانا شروع کر دیا۔ ایک طالب علم نے کافی کی یہ عبارت پڑھی۔

الْمَرْفُوعَاتُ هُوَ مَا اشْتَمَلَ عَلَى عِلْمٍ مَرْفُوعٍ وَهُوَ اسْمٌ بِجَوَازِ مَتِّ فَاعِلٍ بِمُشْتَمَلٍ هُوَ اِنْ فِيهِ سَيِّئَةٌ فَمِنْهُ الْفَاعِلُ

ان طالب علموں نے فَمِنْهُ الْفَاعِلُ کے صِن کو بعضیہ قرار دیا۔ حضرت کے گوش مبارک پر یہ آواز پڑی، تو آپ نے فرمایا کہ یہاں صِن کو بعضیہ تم خود کہہ رہے ہو یا تمہارے استاد محترم نے اس طرح پڑھایا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں پڑھایا ہی اسی طرح گیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ افسوس نہ تم سمجھو اور نہ تمہارے استاد محترم، انہوں نے پوچھا یہاں صِن تبعضیہ نہیں تو کیا ہے، فرمایا تمہارے استاد ہوتے تو بات کرتا۔ وہ لڑکے اُسی وقت اپنے استاد کو بلا لائے، جنہوں نے آتے ہی پوچھا۔ میاں کیا آپ نے صِن بعضیہ کو غلط کہا ہے؟ آپ نے اثبات میں جواب دیا۔ استاد صاحب نے وجہ پوچھی تو فرمایا صِن تبعضیہ کا مدخول کل ذوالابحاض ہوتا ہے اور یہاں ضمیر مفرد ہے کل نہیں۔ مولوی صاحب نے کہا یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کیونکہ ضمیروں کا معنی اِنْ کا مرجع ہی ہوا کرتا ہے اور یہاں مرجع مرفوع ہے جو کہ المرفوعات سے معلوم ہو رہا ہے اور وہ کئی ہے حضرت نے فرمایا بے شک وہ کئی ہے مگر صِن کا مدخول کل ہوا کرتا ہے نہ کئی۔ کل اور کئی کے درمیان فرق بتی موجود ہے یعنی صِن بعضیہ کا مدخول کل ذوالابحاض ہوتا ہے نہ کہ کئی ذوالافراد۔

مولوی صاحب اس مسئلہ پر تو خاموش ہو گئے مگر شاگردوں کے سامنے اپنی برتری ظاہر کرنے کے لیے مناظرہ گفتگو شروع کر دی اور پوچھا اُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ میں ہُجْر کی حیثیت کیا ہے؟ حضرت نے فرمایا یہ ضمیر فصل ہے مولوی صاحب نے دوسرا سوال کیا کہ لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلَ اللَّهِ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا اگر اللہ کے



سوا اور معبود ہوتے تو کائنات تبہ ہو جاتی) میں لفظ الہۃ جمع ہے اور جمع کے اقل افراد تین ہوتے ہیں تو اس آیت کریمہ سے تین یا تین سے زیادہ معبودوں کی نفی تو ہو گئی مگر دو کی نفی تو نہ ہوئی۔ پھر یہ آیت مثبت توحید کیوں کر ہوئی؟

آپ نے جواب دیا کہ قضیہ شرطیہ مذکورہ میں ثبوت توحید کی مدار ترتیب تالی یعنی کلام کے آخری حصہ لفسد کتابا پر ہے۔ اور ترتیب تالی جس طرح تین یا زائد پر ہوتا ہے اسی طرح دو پر بھی ہوتا ہے پس لزوم فساد جس طرح تین یا زائد سے ہوتا ہے اسی طرح دو سے بھی ہوگا۔ لہذا استدلال تام ہے۔

حضرت نے یہ جواب دے کر مولوی صاحب سے فرمایا۔ اب آپ فرمائیں کہ اثبات توحید کے لیے یہاں اقل درجہ الہین (دو معبودوں) کا ذکر چھوڑ کر جمع لانے میں کیا حکمت ہے۔ اس پر مولوی صاحب لا جواب ہو کر خاموش ہو گئے۔

اگلے روز انجمن کے صدر اور اراکین نے مولوی صاحب کے ہمراہ آکر حضرت کو مدرسہ کی صدارت اساتذہ کے منصب کی پیش کی مگر آپ نے معذوری کا اظہار فرمایا۔

ایک مرتبہ آپ لاہور کی کسی مسجد میں تسبیح پڑھ رہے تھے کہ امام مسجد مولوی غلام اللہ جو قصور کے رہنے والے تھے کچھ دیر تک آپ کو معترضانہ انداز سے دیکھتے رہے اور پھر آپ کی درویشانہ وضع اور طرز عبادت یعنی تسبیح خوانی وغیرہ پر سوالات شروع کر دیئے جب جوابات تسلی بخش ملے اور کوئی بات نہ بن سکی تو کہا کہ صدر کی مشنات بالکفر کی تقریر کیجئے۔

اب صدر اعظم طبعی کی کتاب ہے اور اسے مضمون زیر بحث یعنی تسبیح و تہلیل سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ نیز مشنات بالکفر علماء کے نزدیک اس کتاب کا ایک معرکہ الارامقام ہے لیکن حضرت نے بغیر کسی تاثر کے ایسی آسان اور سہل تقریر فرمائی کہ مولوی صاحب دم بخود رہ گئے۔ بالآخر کہنے لگے کہ رب العزت کے دربار میں باز پرس کے لیے تیار رہیے۔ حضرت نے پوچھا یہ کیوں، تو کہنے لگے کہ جو شخص سینے میں علم کا دریا لیے پھرتا ہو اور خلق خدا کو سیراب نہ کرے اس سے کیونکر باز پرس نہ ہوگی۔

ادھر تو مولوی صاحب درس نہ دینے اور وعظ نہ کرنے پر معترض تھے ادھر بادہ کشان عشق و محبت کا تقاضا سنئے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ ایک روز میں لاہور کی کتاب کے مطالعہ میں مصروف تھا اور ایک مجذوب میرے پاس خاموش بیٹھا تھا جب میں ہی منہمک رہا تو وہ یہ رباعی باوازل بند پڑھتے ہوئے چلا گیا جس کے سننے سے کئی روز تک طبیعت پر کیفیت طاری رہی۔

دنداں بہ جگر زن کہ کبابے بہ ازیں نیست  
در صفحہ دل ہیں کہ کتابے بہ ازیں نیست

خون نابہ دل خور کہ شرابے بہ ازیں نیست  
در کنز و ہدایہ نتوان یافت حصارا

شاہی مسجد لاہور کے محجروں میں قیام

اسلام میں حضرت چند روز کے لیے گولڑہ شریف آئے اور مختصر قیام کے بعد پھر واپس لاہور چلے گئے۔



اس مرتبہ شاہی مسجد کے محجروں میں مقیم ہوئے۔ مولوی محمد اسماعیل امام مسجد گوڑہ شریف، مولوی فقیر اللہ نور المعروف بکتے والا ساکن تناولی ضلع ہزارہ اور قاضی فیض عالم سکھ کینٹی مرزا تحصیل گوجران و غیرہ تحصیل علم کے سلسلہ میں آپ کے پاس پہنچ گئے۔ ان کے علاوہ دیگر ممتاز علمی طالبان علم بھی آپ سے درس حاصل کرتے تھے۔ مولوی محبوب عالم جو ابھی ابتدائی کتب پڑھتے تھے گوڑہ شریف میں ہی رہے۔ حضرت شاہی مسجد میں اعلیٰ کتب کا درس دیتے تھے اور جب جی میں آتا راوی کے جنگل میں یاد الہی میں جا مصروف ہوتے۔ اس جگہ پہلے طالبان علم کو کھانے کی بہت تکلیف ہوتی۔ کئی کئی وقت فاقہ رہتا۔ مگر اس کے باوجود ان لوگوں نے اپنا کام جاری رکھا۔ ایک روز مولوی محمد اسماعیل نے عرض کی، حضرت! آپ کو تو اللہ اللہ کرنے کی وجہ سے روحانی تغذیہ کی فراوانی کے باعث جسمانی غذا کی ضرورت کم محسوس ہوتی ہے لیکن ہم نفسانی لوگ بغیر غذا جسمانی کیسے وقت گزار سکتے ہیں۔ آپ نے متعجب ہو کر دریافت فرمایا کہ کیا آپ لوگوں کو کھانے کے لیے کچھ نہیں ملتا۔ انہوں نے عرض کی کہ نہیں۔ آپ خاموش ہو گئے۔ مگر اسی روز سے لوگوں نے خود بخود ہر قسم کا کھانا بافراط لانا شروع کر دیا۔ کھانا بھی اچھی قسم کا یعنی گوشت روٹی، پلاؤ، زردہ وغیرہ ہوا کرتا۔ اور آئندہ اس ضمن میں طلباء کو کبھی کوئی شکایت نہ ہوئی۔

## آپ کا ایک عاشق المشہور فقیر سواتی

ایک شخص جسے مولوی کا غانی کہہ کر پکارتے تھے محض اچھی خوراک کے خیال سے حضرت کے درس میں آیا کرتا تھا۔ اُس نے ایک روز اپنے ایک آشنا صوفی پٹھان سے حضرت کے کمالات کی تعریف کی۔ یہ پٹھان صوفی کشمیری بازار کی ایک مسجد میں رہا کرتے تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ آج کل کوئی فقیر نہیں ہے۔ البتہ صرف سوات والے بزرگ فقیر ہیں۔ اُسی رات انہوں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت شاہی مسجد کے تالاب پر وضو کر رہے ہیں۔ اور یہ یعنی صوفی پٹھان آپ کی شکل مبارک دیکھ کر بہت متاثر ہوتے ہیں اور بیعت کے لیے عرض کرتے ہیں۔ مگر حضرت جواب میں فرماتے ہیں کہ میں تو فقیر نہیں، کسی فقیر کے پاس جاؤ۔ اس سے قبل ان صوفی صاحب نے حضرت کو نہیں دیکھا تھا۔ اگلی صبح آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت کو خواب میں نظر آنے والی شکل میں ہی تالاب پر وضو کرتے پایا۔ انہوں نے بیحد متاثر ہو کر بیعت کے لیے استدعا کی تو حضرت نے وہی جواب دیا کہ میں تو فقیر نہیں، کسی فقیر کے پاس جاؤ۔ اُس روز تو وہ واپس چلے گئے لیکن دوسرے روز دردمند دل اور اشک آلود آنکھوں کے ساتھ حاضر ہو کر بیعت سے مشرف ہوئے۔ افسوس کہ ان حضرت یعنی پٹھان صوفی صاحب کا نام کہیں تحریر نہیں ہے۔ ان کے دیکھنے والوں میں سے جو خال خال شخصیتیں اس وقت رہ گئی ہیں ان کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ یہ فقیر صاحب سواتی کے نام سے مشہور تھے حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کے ارادتمندوں میں سے یہ صاحب ایک خاص مقام ولذاز کے حامل ہوئے ہیں۔ حضرت نے دریائے راوی پر انہیں کوئی اسم پڑھنے کی تلقین فرمائی تھی، جسے پڑھنے پر یہ اُسی جگہ ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگے اور بے ہوش ہو گئے۔ آپ نے ان پر پانی ڈلوایا اور ہوش میں آنے پر ان سے دُبی اسم پاک پڑھوایا تو پھر دُبی کیفیت ہوئی۔ کئی سال بعد جب حضرت گوڑہ شریف تشریف لا کر مسند ارشاد پر چمکتے ہوئے تو کچھ عرصہ تک یہ صاحب لاہور سے آکر حاضری دیتے رہے مگر سال میں دو چار مرتبہ سے زیادہ بار دیکھنے کی تاب نہ لاسکتے تھے۔ آپ کو دیکھتے ہی وجد میں آجاتے۔ پاس بیٹھنے تک کی ہمت



نہ تھی۔ بالآخر لاہور سے ترک سکونت کر کے گولڑہ شریف آگئے حضرت نے آستانہ عالیہ سے مغرب کی طرف کچھ فاصلہ پر موجود تھانہ پولیس کے قریب والی مسجد میں قیام کا حکم دیا۔ آہستہ آہستہ حاضری ناممکن ہوتی گئی۔ بالآخر یہ حالت ہو گئی کہ حضرت تو بجائے خود رہے اُن کے خدام خاص کو دیکھنے پر بھی وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ اس لیے حضرت نے خدام کو فقیر صاحب کی طرف جانے سے منع فرما دیا۔ ایک روز دھوبی حضرت کے کپڑے لے کر مسجد کے پاس سے گزرا۔ یہ بچوں کو قرآن شریف پڑھا رہے تھے معلوم نہیں کہ کپڑوں پر نظر جا پڑی یا پیراہن یوسف کی سریع التیر خوشبو نے مشامِ جان کو معطر کیا کہ اچانک فرش مسجد پر گر کر تڑپنے لگے۔ وائے ارمان اُس سوزِ محبت کے، جو نہ تو تابِ وصل پہننے دے اور نہ طاقتِ جدائی۔ بمصدق ۛ

من شمعِ جاں گدازم تو صبحِ دلکشائی  
سوزم گرت نہ سینم میرم چورِ رخِ منائی  
نزدیکتِ این مخنیم، دورِ انچنساں کہ گفتم  
نئے تابِ وصل دارم نے طاقتِ جدائی  
جب ان فقیر صاحب کا آخری وقت آیا تو جناب قاری عبدالرحمن جونپوری نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ چلیے، بے چارہ تڑپ رہا ہے جب تک آپ تشریف نہیں لے چلیں گے۔ جان نہیں دے گا۔ چنانچہ اسی طرح ہوا۔ چند لمے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر حضرت کو دیکھا جیسے خلافِ معمول سکون آگیا ہو۔ پھر اچانک ایک لمبی سانس لی اور جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔

## ایک اور عاشقِ دیوانہ

حضرت کے جمالِ جاں نواز کا ایک اور عاشق بھی مجذوب ہو گیا تھا۔ یہ آپ کی مسجد کے باہر پڑا رہتا۔ اور پانچ وقت جب آپ نماز کے لیے آتے تو نظر اٹھا کر آپ کو دیکھ لیتا۔ اور کبھی کبھی آپ کے پیچھے سفر میں بھی جا پہنچتا۔ حضرت کے سال بھر میں دو ہی سفر مقرر تھے۔ ایک سیال شریف کا اور دوسرا پاک پتن شریف کا۔ ایک مرتبہ پاک پتن شریف میں خلافتِ معلیٰ کے شمالی دروازہ کی سیڑھیوں میں حضرت کی گذرگاہ پر پڑا ہوا تھا۔ جب حضرت کا معاذِ ہام خلق کے وہاں سے گذر ہوا تو اٹھ بیٹھا اور کہا۔ پیر جی، ہمارا اعتقاد آپ پر سے اٹھ گیا ہے۔ حضرت نے ایک طویل آہ لے کر فرمایا۔ میانِ عا کرو کہ میرا اعتقاد تم پر سے نہ اٹھ جائے۔ اکثر اہلِ دل یہ بات سن کر بے اختیار رو دیئے کہ سلوک کا کتنا بڑا مسئلہ کس آسان لفظی سے حل فرما دیا ہے۔

افسوس یہ لوگ ظاہر نہیں کرتے تھے کہ آپ ان کو کیا دکھائی دیتے تھے اور درحقیقت کیا تھے۔ حال کی بات قال میں کیسے سمجھی جاسکتی ہے۔ یہ کام ہم ہی ظاہر بنیوں کو کرنا پڑتا ہے جو مادی استدلال کی پابندیوں میں جکڑے ہوئے مورتِ مخمّن یا مولوی بن کر رہ گئے ہیں۔ ان لوگوں کی لقائے الہی کے حسرت و ارمان میں رونے والی آنکھیں شاید اشکوں کی عینک سے شیخِ طریقت کے آئینہ جمال میں اُس حُسنِ حقیقی کا جلوہ دیکھ لیتی ہیں۔ جس کی نسبت خود حضرت قبلہ عالمِ قدس سرّ نے فرمایا ہے ۛ

ایہ صورت ہے بے صورت تھیں بے صورت ظاہر صورت تھیں  
بے رنگ دے سے اس صورت تھیں، وچ وحدت پٹیاں جد گھڑیاں

اور کسی اور صاحب نے بھی خوب کہا ہے۔ ع

تیری جیس سے آشکار پر تو ذات کا فروغ

صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم گواہ ہے کہ ان لوگوں کے دل کی آنکھیں ہوتی ہیں۔ اور کون کہہ سکتا ہے کہ یہی ظاہری آنکھیں پر تو جمال حقیقی سے روشن تر ہو کر بشری قیود و حدود سے ورہی دیکھ لیتی ہوں۔ بہر حال اُس زمانہ میں حضرت کی دید برق جہاں سوز سے کسی طرح کم نہ تھی جو آنکھ آپ کے چہرہ مبارک پر پڑ جاتی ہمیشہ کے لیے گرویدہ ہو جاتی خصوصاً نوجوان طبقة پر آپ کی نظر کیمیا اثر کا نتیجہ یہ نکلتا کہ وہ گھر بار چھوڑ دیتے۔ شادی بیاہ کی نسبتیں توڑ دیتے اور تمام علاقہ دنیوی سے قطع تعلق کرتے ہوئے اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شوق میں مبتلا ہو جاتے۔ آپ کے نیاز مندوں کو کہتے ہی ایسے حضرات کا حال معلوم ہے جو بچپن میں ہی اس نگہ خدا آگاہ کے تیرنیم کش سے گھائل ہو کر جاندا دیں اور گھر بار چھوڑ کر آپ کی خدمت میں تجرید کی زندگیاں بسر کر گئے۔

## سفر مالیر کوٹلہ

لاہور میں کوئی سال بھر قیام فرمانے کے بعد جوش جنوں نے پھر زنجیر در کھٹکھٹائی۔ اور آپ سلسلہ درس و تدریس ترک فرما کر پھر راوی کے جنگل میں خلوت گزین ہو گئے۔ مگر جب پروانوں نے وہاں بھی چین سے نہ ٹپکنے دیا تو تنہا مالیر کوٹلہ کے سفر پر نکل گئے۔

آج ہیں خاموش وہ دشت جنوں پرور جہاں  
رقص میں لیلیٰ رہی، لیلیٰ کے دیوانے رہے

کچھ عرصہ مالیر کوٹلہ میں قیام فرمایا۔ وہاں کے حالات کی تفصیل نہیں مل سکی۔ صرف ایک اضافی واقعہ جناب شیخ الجامعہ نے تحریر فرمایا ہے کہ اُس جگہ حضرت کے ایک ارادت مند حافظ صاحب رہا کرتے تھے۔ جو ایک رات کچھ وظائف ایک قبرستان میں جا کر پڑھنے لگے تو اچانک پتھر اور اینٹیں پڑنا شروع ہو گئیں۔ جیسے جیسے یہ وظیفہ پڑھتے خشیت باری زیادہ ہوتی جاتی جتنی کہ ایک بڑا سا پتھر سر کے بالکل قریب سے گزرا جس سے گھبرا کر انہوں نے وظائف بند کر دیئے اور قصیدہ بردہ شریف کا یہ شعر پڑھنا شروع کر دیا جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے پتھروں کا برسنا بند فرما دیا۔

هُوَ الْجَبِيْبُ الَّذِي تُرْجَى شَفَاعَتُهُ

لِحُكْلِ هَوْلِ مِنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمِ

(وہی اللہ کے ایسے حبیب ہیں کہ اُن کی شفاعت کی اُمید

ہے ہر ایک خوف کے وقت جو آنے والے ہیں)

حضرت کا ایک دیوانہ قاضی میسہ عالم کسی طرح یہاں کے متعلق بھی پتہ لگا کر آپ کے پاس مالیر کوٹلہ جا پہنچا جس پر بالآخر واپس گھر تشریف لے آئے۔

## سفر ملتان

چند روز بعد پھر تنہا ملتان تشریف لے گئے۔ رات کو محلہ قاضیاں میں ایک قاضی صاحب کے یہاں قیام فرماتے۔



اور دن کے وقت حضرت غوث بہاؤ الحقؒ کے مزار پر انوار پر موجود رہتے۔ خود فرماتے تھے کہ ایک روز میں بوہڑ دروازہ سے نکل رہا تھا کہ مولوی نظم الدین سکند بستی چرنگ مع اپنے شاگرد سید بہار شاہ سکند سداواں دور سے آتے نظر آئے۔ میں نے معلوم کیا کہ مولوی صاحب تو طلب دعا کے لیے آ رہے ہیں اور اُن کا شاگرد کوئی علمی سوال پوچھنا چاہتا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ملاقات پر مولوی صاحب نے تو اپنے حسنِ خاتمہ کے لیے دعا کو کہا جو میں نے بصدِ معذرت کر دی۔ اور اُن کے شاگرد نے پوچھا کہ ترکیبِ ذہنی اگر ترکیبِ خارجی کو مستلزم ہے تو لازم آئے گا کہ عقولِ مادی ہوں۔ کیونکہ عقل کی حد یہ بیان کی جاتی ہے کہ العقل جوہر مجرد عن المادة فی الذات والفعل اور جوہر جو درجہ لا بشرطِ شئی میں جنس ہے مرتبہ بشرطِ لا شئی میں مادہ ہوتا ہے۔ حضرت نے جواب دیا کہ مادہ صرف اجسام تک ہی محدود نہیں بلکہ اس کی یعنی مادہ کی ایک قسم مجربات میں بھی پائی جاتی ہے۔ کیونکہ مادہ کی پانچ قسمیں ہیں۔ اُس نے دریافت کیا کہ ان قسموں کا کس کتاب میں ذکر ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ قاضی مبارکؒ کے حاشیہ منہیہ اور اُس کے حاشیہ ملاپشت میں۔ یہ سن کر وہ مطمئن اور خاموش ہو گیا۔

حضرت شیخ الجامعہ کے اُستاد گرامی مولینا جمال الدین گھوٹوی سے منقول ہے کہ ایک روز اُنہیں ملتان میں حضرت کی زیارت کا اتفاق ہوا۔ دوپہر کے وقت حضرت نے اپنے حجرے کا دروازہ کھولا۔ باہر تشریف لاکر تھوڑی دیر باتیں کیں۔ پھر اُن سے فرمایا کہ اجازت دیجئے اور پھر حجرہ میں تشریف لے گئے۔ اُن دنوں حضرت کو خلوت پسند تھی اور لوگوں سے گونہ وحشت ہوتی تھی۔

ایک دن مولینا سلطان محمود سکند بھٹشی حمزہ نے ملتان آکر اُستاد صاحب گھوٹوی سے کہا کہ حضرت پیر صاحبؒ کی زیارت کا شوق ہے۔ چنانچہ تلاش کُناں ایک جگہ پہنچے تو دیکھا کہ آپ تنہا تشریف فرما ہیں اور آنکھوں سے اشک رواں ہیں۔ انہیں آمادِ کیمہ کر اُنسو پونچھے اور مصافحہ کیا۔ یہ لوگ بیٹھ گئے۔ آپ نے کچھ دیر خاموش رہ کر یہ رباعی پڑھی اور وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔

خونِ نابہ دل خور کہ شرابے بہ ازیں نیست  
دندانِ جب گزن کہ کتابے بہ ازیں نیست  
در کنز و ہدایہ نتوان یافت حُسنِ را  
در صفحہٴ دل ہیں کہ کتابے بہ ازیں نیست

حضرت نے اپنے ایک آشنا حکیم مہر بخش کو فرمایا کہ یہاں محلہ قاضیاں میں میری کافی شہرت ہو گئی ہے کسی دوسری جگہ مکان کا انتظام کر دیں۔ انہوں نے حرم دروازہ کے اندر ایک مکان کرایہ پر لے دیا۔ یہاں ایسی تنہائی تھی کہ ہفتوں کسی آدمی کا منہ تک دیکھنا نہ ملتا۔ اس مکان کے قریب ایک شخص رہتا تھا۔ اُس نے رات کو کئی بار جاگ کر آپ کو بجا لیتا نماز و قیام دیکھا اور کافی عرصہ تک اسی طرح دیکھتا رہا تو آپ کا بے حد عقیدت مند ہو گیا ایک دن حاضر ہو کر عاجزانہ گزارش کی کہ میری لڑکیاں جوان ہیں کہیں سے اُن کے رشتہ کے سلسلہ میں کوئی پیغام نہیں آتا۔ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ مہربانی فرمادیں۔ اور مجھے اس فرض سے باحسنِ سبکدوش فرمادیں۔ حضرت نے دعا کی اور دو تین ماہ کے اندر اندر حسبِ خواہش بچوں کی شادی سے اللہ تعالیٰ کے کرم سے فارغ ہو گیا۔

## سفید مرغ نے مدفونہ دولت کی نشاندہی کی

جب اس محلہ میں بھی شہرت ہو گئی تو آپ نے محلہ حسین آگاہی میں جا کر مکان لیا۔ وہاں بھی ایک مندرجہ بالا قسم کے



شخص نے حاضر خدمت ہو کر بغیر کچھ کہے سنے خاموشی سے شب دروڑ آپ کی خدمت شروع کر دی۔ اُس شخص کی لڑکیاں جوان تھیں مگر غربت و ناداری کے باعث کہیں رشتے نہ ہوتے تھے۔ آپ نے بنو فرست اُس کی پریشانی کا حال معلوم کر کے ایک روز اُسے فرمایا کہ ایک سفید مرغ لاؤ۔ اُس نے ایسا ہی کیا تو شام کے قریب اُسے مرغ سمیت بھولے کر و ضہ غوث بہاؤ الحق کے مغربی دروازہ کی طرف لے گئے۔ مرغ کے گلے میں ایک تعویذ ڈالا اور اُسے چھوڑ دیا مرغ نے تھوڑا فاصلہ چل کر ایک جگہ کو اپنی چونچ سے کھودا۔ حضرت نے اُس شخص کو دُہ جگہ کھودنے کو کہا تو تھوڑی سی گہرائی میں ہی روپوں کا ڈھینچ ملا۔ آپ نے اُسے کہا کہ جس قدر ضرورت ہے لے لو۔ اُس شخص نے روپوں سے جھولی بھری تو آپ نے گڑھے کو بند کر دیا اور واپس تشریف لے گئے۔ کچھ عرصہ بعد جب حضرت ملتان سے مظفر گڑھ جا چکے تھے اُس شخص نے دوبارہ اُسی جگہ پہنچ کر قسمت آزمائی کرنا چاہی تو وہاں سے سانپ نکل آیا اور دُہ ناکام واپس لوٹا۔

حکیم مہر بخش کے فرزند اپنے والد صاحب کی زبانی روایت کرتے تھے کہ ابست داء حضرت کی یہ کیفیت تھی کہ سر پر پول بندھا رہتا تھا۔ اور جہاں بچے پتنگ اڑا رہے ہوتے، اُس جگہ دیر تک کھڑے آسمان کی طرف ٹھکی لگائے دیکھتے رہتے اور آنکھوں سے اشک رواں رہتے۔

رشتہ در گردنم انگزد دوست می بردہر جا کہ خاطر خواہ اوست

کھانے پینے کی طرف توجہ نہ تھی کبھی حکیم صاحب آپ کی رغبت کے پیش نظر بھیڑیا کبری کی زبان کا گوشت پکوا کر پیش کرتے تو بہت اصرار کے بعد تھوڑا سا تنہا اول فرما لیتے۔ حکیم صاحب کے ایک چچا بزرگوار بہت بڑے عالم اور صاحب ارشاد بزرگ تھے۔ اُن کے ساتھ تخلیہ میں علم و فکر کی گفتگو رہتی۔ دُہ فرمایا کرتے کہ انہیں عام فقرار کے زمرہ میں شمار نہ کرنا۔ یہ بہت زبردست عالم اور بہت ہی بڑے پائے کے ولی اللہ ہیں جو جذب و سلوک کی منازل طے کر رہے ہیں اور عنقریب فلک ولایت پر آفتاب بن کر چکنے والے ہیں حکیم صاحب کہتے تھے کہ ملتان کے لوگ بالعموم جان گئے تھے کہ حضرت کس پایہ و شان کے بزرگ ہیں۔ اور آپ کے قیام ملتان کے آخری دنوں میں لوگ اس کثرت سے آپ کی طرف رجوع کرنے لگ گئے تھے کہ آپ اپنے حجرہ میں چھپ چھپا کر آتے اور اندر داخل ہو کر اُسے باہر سے مقفل کر دیتے۔ بکثرت اشخاص دُعا کے لیے حاضر ہوتے اور ہم سے سفارش کے طلبگار ہوتے۔ آپ کی دُعا اور نگہ التفات حل مشکلات وغیرہ میں تیر بہدف شمار ہوتی تھی۔

ایک روز حکیم مہر بخش آپ کو کمرہ میں بند کر کے آپ کے ارشاد کے مطابق دروازہ باہر سے مقفل کر کے کسی کام کے سلسلہ میں حضرت حافظ محمد جمال کی خانقاہ شریف کی جانب چلے گئے۔ وہاں ایک مجذوبہ مانی پڑی رہتی تھیں حکیم صاحب کو پاس بلا کر ملتان کی زبان میں کہنے لگیں۔ ”وے بالا، اُول جیون جو گے کول اندر کیوں ڈھک آیا دیں، اوندی دل موبھی تھیندی ہو سی“ حکیم صاحب نے کہا۔ مانی میں کیا کروں، دُہ خود مجھے کہتے ہیں کہ باہر سے تالا لگا دو۔ مجذوبہ بولیں۔ ”نان وے نان، اینویں نہ کیئا کر، شہزادہ وی شہزادہ“ یعنی یہ شہنشاہوں کا فرزند ہے اسے معمولی انسان نہ سمجھنا، مبادا اندر مقفل ہو کر بیٹھنے سے ان کا دل اُداس ہو جائے۔







تھا میرے متعلق اُس نے کئی پیشین گوئیاں کیں جو پوری ہو رہی ہیں۔ اور اُس کے مکاشفات ہمیشہ درست ثابت ہوتے رہے ہیں۔ ڈیرہ غازیخان سے طمان آتے وقت وہ میرے ساتھ ہولیا۔ غازی گھاٹ سے سم جہاز میں سوار ہو کر دریائے سندھ کو عبور کر رہے تھے کہ ایک عورت کافی فاصلہ پر دودھ کا برتن لیے مشک پر تیرتی نظر آئی۔ میری توجہ ایک لمحہ کے لیے ادھر ہو گئی اور خیال آیا کہ یہ عورت اپنے کام میں کیسی باہمت ہے۔ معاوہ نانگا فقیر تالی بجا کر کہنے لگا: وہ تارٹوٹ گئی۔ تارٹوٹ گئی۔ یعنی تمہاری توجہ ذکر الہی کے شغل سے ہٹ کر اس عورت کے کام کی طرف مبذول ہو گئی ہے۔ پھر وہ جہاز میں ہی کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں نگہی میں لے جائیں گے۔ اور مجھے پیدل چلائیں گے۔ بابا، تم اُس کے لاڈلے جو ہوئے۔ تاہم ریل گاڑی میں اکٹھا سفر کریں گے۔ میں نے کہا نہیں دونوں اکٹھے نگہی میں چلیں گے۔ میرے پاس کرایہ دینے کو رقم ہے۔ وہ بولا پیسے تو میرے پاس بھی ہیں۔ مگر خدا کی مرضی یہی ہے کہ میں پیدل چلوں۔ حضرت فرماتے تھے کہ جہاز سے اتر کر میں نے ایک اچھا سا تانگہ دیکھا اور اُس میں سوار ہو کر اُس فقیر سے کہا کہ میرے برابر اگلی سیٹ پر بیٹھ جاؤ۔ میں یہ بات ابھی کہہ ہی رہا تھا کہ ایک شخص جلدی سے آکر اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا اور وہ جگہ روک لی۔ وہ پچھلی سیٹ کی طرف پٹا تو دو اور آدمی لپک کر اُس سے پہلے سوار ہو کر وہاں بیٹھ گئے اور تانگہ میں سواریاں پوری ہو گئیں۔ پھر وہ جس تانگے یا نگہی کی طرف جاتا۔ اُس کے پہنچنے سے پہلے ہی سواریوں سے بھر جاتا۔ اور چونکہ اُس روز وہاں تحصیلدار آیا ہوا تھا اس لیے کوچان قانون شکنی کے خوف سے چار سے زیادہ سواریاں نہ بٹھلاتے تھے چُن چُن اُس فقیر کو پیدل ہی چلنا پڑا۔ جب کئی میل کا سفر طے کرنے کے بعد یہ تانگوں کی سواریاں ریلوے اسٹیشن غازی گھاٹ پہنچیں تو ریل گاڑی کی روانگی کا وقت ہو چکا تھا اور وہ تیار کھڑی تھی۔ مجھے خیال گذر کہ اب یہاں اُس فقیر کا کشف ضرور غلط ثابت ہوگا۔ لیکن گاڑی نہ چلی اور کھڑی رہی معلوم ہوا کہ انجن میں کچھ خرابی پیدا ہو گئی ہے۔ کوئی دو گھنٹہ بعد وہ فقیر ریلوے اسٹیشن پر پہنچا اور سید حامیر سے ڈبہ میں چلا آیا۔ اور جیسے ہی اُس نے گاڑی میں قدم رکھا گاڑی چل دی۔

حضرت فرماتے تھے کہ میں نے اُس فقیر سے پوچھا کہ یہ نعمت تم نے کہاں سے پائی کیونکہ تمہارے کسب کا نتیجہ تو معلوم نہیں ہوتی۔ اُس نے جواب دیا کہ میں پولیس میں سپاہی تھا۔ ایک مرتبہ ہم دو سپاہی ایک گرفتار شدہ ملزم کو حراست میں لیے جا رہے تھے کہ اثنائے راہ ایک قبرستان آیا جہاں ایک شکستہ سی قبر پر وہ ملزم دعا مانگنے کے لیے رکامیں نے لہا کہ جیسی قبر کی حالت ہے ویسی ہی قبر والے کی ہوگی۔ کیوں وقت ضائع کر رہے ہو، جلدی چلو۔ رات کو خواب میں ایک بزرگ صورت شخص نظر آئے۔ اور مجھے حضرت غوث الاعظمؒ کی خدمت میں لے گئے۔ میری سفارش کی اور میرے لیے دعا کرائی۔ پھر مجھ سے کہا کہ میاں ہماری قبر تو ٹوٹی پھوٹی سی مگر تمہارا کام تو بنادیا۔ صبح کے وقت جب جاگا تو صاحب کشف تھا۔ ملازمت سے استعفیٰ دے کر آزاد ہو گیا۔

مولانا محبت الحسنی سابق صدر مدرس جامعہ غوثیہ گولڑہ شریف کہتے ہیں کہ حضرت قبلہ عالم قدس سترہ نے ایک روز سبق پڑھانے کے دوران اس فقیر کے مزید کچھ حالات بیان فرماتے ہوئے کہا تھا کہ اُس نے وعدہ کیا تھا کہ آخری عمر میں گولڑہ اگر آپ سے ملوں گا۔ ابھی تک وہ نہیں آیا۔ اس وقت میری عمر ستر سال سے اوپر ہے معلوم ہوتا ہے وہ ابھی تک زندہ ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ ضرور آئے گا۔ کیونکہ میں نے اُس کی کوئی بات غلط نہیں پائی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اُس روز حضرت نے ہمیں آخری سبق دیا تھا اور اس کے دو تین ماہ بعد آپ عالم استغراق میں چلے گئے تھے۔ آپ کی باتوں سے



معلوم ہوتا تھا کہ اُس فقیر کے کئی ایک دیگر مکاشفات بھی آپ کو اپنے متعلق معلوم تھے جن کا ذکر آپ مناسب خیال نہ فرماتے تھے۔

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کا مسلک تھا کہ اپنے حال یا مکاشفات عالیہ کو پردہ انہا میں رکھتے تھے اور کسی قسم کا دعویٰ کرنے سے اجتناب فرماتے تھے۔ آپ سے بے شمار خوارق کا ظہور ہوا لیکن آپ نے صرف انہی چیزوں کو ظاہر فرمایا جن کے لیے کوئی شرعی نجات یا استد ضروری وجہ اظہار ہوتی مثلاً قادیانی معرکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کشفی ارشاد یا وادی حمر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل بیت کے بیعت کے استہام کی بالخصوص تاکید نیز یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیدا اللہ کے متعلق اپنے مشاہدہ کا اظہار اسی قسم سے ہے۔ ندائے غائبانہ اور استمدادِ اولیاء اللہ کے سوال پر یا ستر غلام حیدر کے خط کے جواب میں اپنی استمداد کے متعلق مندرجہ ذیل ارشاد تھوڑے عرصہ کی بات ہے کہ ایک عقیدت مند نے تقریباً بارہ یا ساڑھے بارہ بجے دن بارگاہِ غوثیہ بعث شادیہ میں مضطربانہ فریاد کی تھی جس کا اثر یہ ہوا کہ اُسی وقت شعلہ سے تار ضلع کیمبل پُر میں پہنچ کر محمد حسین کو پھانسی زد دی جائے۔ حالانکہ پھانسی کا حکم قطعی بنطوری سائر حکام ہو چکا تھا۔ اور پھانسی دینے کو تیار تھے۔ یہی اسی ضمن میں آتا ہے۔

ایسے ہی دیوان سید محمد سجاد نقشبین پاک پتن شریف کی طرف بوقت ملاقات التفات نہ فرمانے کے متعلق بطور معذرت آپ کا یہ فرمانا کہ جب آپ آئے تھے تو حضرت بابا فرید الدین گنج شکر تشریف فرما تھے اور گفتگو ہو رہی تھی اس لیے میں آپ کی طرف متوجہ نہ ہو سکا، بھی اسی قسم سے ہے۔ اس کا مفصل ذکر آئندہ البواب میں آئے گا۔

## فقیر صاحب نون کے دعویٰ کا جواب

اس سلسلہ میں ایک اور واقعہ بھی قابل ذکر ہے برادرِ عظیم خان گولڑہ آپ کا معتقد تھا۔ آپ بھی اِستدار سے اُس پر مہربانی فرماتے تھے۔ اُسے خود سیال شریف لے جا کر حضرت اعلیٰ سیالوی قدس سرہ سے بیعت کرایا کیونکہ خود بیعت کرنے سے اُس کے ساتھ تلبے تکلفی میں فرق آتا تھا۔ اُس نے اپنے خسر کی وفات پر اپنی بیوی کی طرف سے موضع جودھ کی زرعی اراضی کے متعلق حق وراثت کا دعویٰ کیا۔ مگر یہ دعویٰ ناکامیاب رہا اور جائیداد اس کی بیوی کو ملنے کی بجائے منونی کے وارثانِ بازگشت کو منتقل ہو گئی۔ اور پہلی دو عدالتوں میں سے اپیلیں بھی خارج ہو گئیں۔ موضع نون میں ایک فقیر صاحب رہتے تھے جن سے موتی کے وارثانِ بازگشت کو عقیدت تھی۔ انہوں نے حضرت پیر فضل دین کی خدمت میں معین م بھجوا یا کہ چھوٹے پیر صاحب یعنی حضرت قبلہ عالم قدس سرہ عظیم خان کے حق میں بہت کوشش کر رہے ہیں۔ اُن سے کہہ دیجیے کہ میں نے لوح محفوظ میں دیکھ لیا ہے یہ جائیداد عظیم خان کو نہیں مل سکتی۔ میرے ارادت مندوں کے پاس ہی رہے گی اس لیے آپ ناحق تکلیف نہ اٹھائیں۔ بڑے پیر صاحب نے اس پیغام لانے والے شخص کو حضرت کے پاس بھیج دیا۔ آپ نے فرمایا فقیر صاحب سے بعد سلام کہیے گا کہ آپ تو لوح محفوظ کی تحریر پڑھ سکتے ہیں۔ میں آنکھیں بند کروں تو اندھیرے کے سوا کچھ نظر نہیں آتا لیکن ایک بات یاد رکھیے گا کہ جب تک یہ ساری جائیداد عظیم خان کو نہ مل جائے گی، میں اپنے اللہ کا دامن نہیں چھوڑوں گا۔ چنانچہ چیف کورٹ میں جا کر عظیم خان کی اپیل منظور ہو گئی اور اُس جائیداد پر آج تک اُس کے وراثت قابض ہیں۔



مُلتان میں قیام کے دوران آپ کا بے گاہے ایک چائے فروش کی دکان پر جایا کرتے تو وہ چائے سے تواضع کرتا۔ ایک روز آپ وہاں چائے پی رہے تھے کہ دوکاندار کے لڑکے کے دل میں خیال گذرا کہ یہ فقیر میرے باپ کی خوش اعتقادی کے باعث آج تک کوئی دس پندرہ روپے کی چائے مفت پی چکا ہوگا۔ حضرت نے اُس کے دل کے خیال سے آگاہ ہو کر اُسے بلایا اور ایک تعویذ لکھ دیا کہ پُرانے قلعے میں جاؤ اور جو گڑھا سب سے پہلے سامنے آئے اُس میں یہ تعویذ ڈال دو۔ اور وہاں سے جو کچھ ملے اُسے اٹھا لینا۔ چنانچہ اُس لڑکے کو اسی طرح کرنے پر کپڑے کی ایک پوٹلی ملی جس میں اڑتالیس روپے بندھے تھے اس کے بعد آپ دکان پر کبھی تشریف نہ لے گئے۔

اُن ہی ایام کے ایک اور دلچسپ واقعہ کے متعلق آپ فرماتے تھے کہ مجھے دودھ ختم نہیں ہوتا تھا۔ پتا تو فوراً قے ہو جاتی تھی اور کئی روز تک بیمار بھی رہتا۔ ایک روز دریا کے منہ عبور کیا۔ تو ایک شخص مسافروں کے نام دریافت کرتا ملا۔ میں نے نام بتایا تو مجھے یہ کہہ کر ساتھ لے گیا کہ میں طبیب ہوں اور کئی روز سے آپ کا منظر ہوں۔ مجھے جناب غوث الاعظم نے خواب میں فرمایا تھا کہ میری اولاد میں سے اس نام کا ایک شخص آ رہا ہے اُسے دودھ ختم نہیں ہوتا۔ آپ اُس کا علاج کریں چنانچہ اس نے مجھے دوا دی جس سے وہ شکایت رفع ہو گئی۔

## مجاہدِ مظفر گڑھ

جب مُلتان میں زیادہ شہرت ہو گئی تو آپ مظفر گڑھ چلے گئے۔ اور بستی چمن کے قریب ایک کنوئیں پر قیام فرمایا۔ قاضی فیض عالم طالب علم بھی ہمراہ تھا۔ مگر گرمی کی تاب نہ لا کر واپس چلا گیا۔ اُس کنوئیں کا مالک بیوی بچوں سمیت وہیں رہتا تھا۔ اسی اثنا میں رمضان شریف کا مہینہ آگیا اور اُس شخص نے حضرت کے آرام کی خاطر ایسا انتظام کیا کہ دن کے وقت آپ کی چارپائی رستوں سے باندھ کر کنوئیں میں لٹکا دیتا اور عصر کے وقت باہر نکال لیتا۔ اس طریقہ سے آپ شدت گرمی کے وقت قدرے آرام میں رہتے۔ شیخ الجامعہ لکھتے ہیں کہ اس شخص پر بندوسا ہو کاروں کا سودی قرضہ تھا جس میں کنواں گروی تھا۔ جب وہ رستم ادا نہ کر سکا تو بندوؤں نے اُسے بے دخل کرنا چاہا۔ صورت حال سے آگاہ ہو کر حضرت نے اُسے لوہے کا ایک ٹکڑا لانے کو کہا۔ اور جب وہ لے آیا تو اپنی چادر میں لپیٹ کر اُسے دیا اور کہا کہ کل صبح اسے کھولنا۔ رات کے وقت حضرت وہاں سے خاموشی کے ساتھ رخصت ہو گئے۔ صبح کو جب اُس نے چادر کھول کر دیکھا تو لوہا سونابن چکا تھا۔ اُس سے اُس نے اپنا تمام قرضہ وغیرہ ادا کیا اور کنواں واکذار کر لیا۔ شیخ الجامعہ نے آگے لکھا ہے کہ مجھے یاد ہے کہ جب پہلی مرتبہ نواب عبداللہ خان کی استمداد پر حضرت خان گڑھ تشریف لے جا رہے تھے تو بستی چمن کے بالمقابل پہنچ کر گاڑی ٹھہرائی اور اتر کر اُس کنوئیں کی طرف گئے۔ لوگ حیران تھے کہ کیا معاملہ ہے۔ کنوئیں کا مالک فوت ہو چکا تھا۔ اُس کا لڑکا بھی تقریباً بوڑھا ہو چکا تھا۔ آپ نے پوچھا مجھے پہچانتے ہو۔ اُس نے عرض کیا کہ نہیں۔ اُس شخص کی بیوہ کنوئیں کے قریب بیٹھی تھی۔ آپ نے اُس سے بھی یہی پوچھا۔ اُس نے کہا، کیوں نہیں پہچانتی۔ آپ ایک مدت یہاں رہے۔ رمضان شریف میں چارپائی پر بٹھلا کر آپ کو کنوئیں میں لٹکا دیا کرتے تھے۔ بھلا آپ بھی کوئی بھولنے والی شخصیت ہیں۔ حضرت بہت محظوظ ہوئے۔ غالباً پچاس روپے اُسے عطا فرمائے اور فرمایا کوئی اور کام کاج ہو تو کہو۔ پھر نواب عبداللہ خان کو اُن کی ہمیشہ خبر گیری کی تاکید فرمائی۔



## حضرت خواجہ غریب نواز کے آستانہ پر اشارہ غیبی

مُلتان بمظفر گڑھ اور ڈیرہ غازیخان کے اضلاع کی سیاحت کے بعد آپ اجمیر شریف حاضر ہوئے۔ ایک روز مزار شریف پر مراقب تھے کہ آواز آئی۔ جو کچھ معین الدین کے پاس ہے تمہارے پاس بھی ہے، اسے گھر بیٹھ کر کھاؤ۔ پہلے آپ کو خطرہ گذرا کہ شاید شیطانی آواز ہے۔ مگر فرماتے تھے کہ غور کیا تو آواز بے کیف تھی اس لیے یقین ہو گیا کہ فرمان الہی ہے چنانچہ گھر واپس لوٹ آیا۔

## مجاہداتِ حسن ابدال

کچھ عرصہ بعد آپ پھر نکلے مگر اس مرتبہ زیادہ دُور نہیں گئے۔ اور حسن ابدال میں گوردوارہ پنجہ صاحب کی شرقی مسجد کی چلہ گاہ میں کچھ عرصہ مشغول رہے۔ فرماتے تھے کہ ایک روز چلہ گاہ میں ایک بہت بڑا سانپ آکر میرے ارد گرد چکر لگانے لگا۔ لیکن جب میں اُس کی طرف بالکل متوجہ نہ ہوا تو خود بخود چلا گیا۔

اس واقعہ کی مناسبت سے حضرت قبلہ بابوی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہمیشہ صاحبہ گولڑہ میں حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کی زیارت کو اُن کی جائے قیام پر حاضر ہوئے تو آپ دروازے بند کیے کرے میں اکیلے کچھ لکھ رہے تھے ہمیشہ صاحبہ نے کواڑ کی درزیں سے دیکھا کہ ایک بہت بڑا سانپ آپ کے سامنے موجود ہے اور تھوڑی تھوڑی دیر بعد پھن پھیلا کر کھڑا ہو جاتا ہے مگر جب آپ اپنا قلم اُس کے سر پر رکھ دیتے ہیں تو وہ بیٹھ جاتا ہے معلوم ہوتا تھا جیسے کچھ عرض کرنا چاہتا ہو اور آپ اُسے انتظار کرنے کا حکم فرماتے ہوں ہمیشہ صاحبہ یہ کیفیت دیکھ کر کچھ خوفزدہ ہوئیں۔ اور حضرت نے آہٹ پا کر سانپ کو اشارہ سے رخصت کیا اور ان کو اندر بلا لیا۔ شیخ سعدیؒ نے کیا خوب کہا ہے۔

کہ گردن نہ چپ ز محکم تو یسج

تو ہم گردن از محکم داور پیچ

اس کے بعد حسن ابدال کے قریب ایک پہاڑی نالے کی وادی میں جا بجا خلوت نشینی اختیار فرمائی۔ ایک مرتبہ ریل گاڑی میں گزرتے ہوئے بابوی سے فرمایا کہ اس نالے میں کوئی ایسی بیٹھنے کی جگہ نہیں ہے جہاں میری نشست نہ رہی ہو۔

## سفر حج از

۱۳۰۷ھ میں ایک روز اچانک حجاز مقدس کے سفر پر روانہ ہو گئے۔ مولانا محبوب عالم فرماتے تھے کہ لاہور کے ایک صاحبِ ایت اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کچھ شوقیہ اور فراقیہ اشعار شائع کیے تھے جو حضرت کی نظر سے گزرے۔ آپ پر رقت طاری ہو گئی۔ اچانک اٹھ کر ریلوے اسٹیشن کی طرف چلے گئے اور مجھے کہلا بھیجا کہ میرے وظائف و لوازمات سفر اسٹیشن پر پہنچا دو۔ جب میں سب ضروری چیزیں لے کر پہنچا تو آپ نے لاہور کا ٹکٹ لیا اور مجھ سے فرمایا کہ سفر طویل ہے شام تک کسی سے ذکر نہ کرنا۔ گاڑی چلی تو میں بے اختیار رو دیا۔ گھر میں کسی کو خبر نہ تھی اور نہ کسی درویش یا طالب علم کو ہی پتہ چلا کہ آپ سفر پر جا رہے ہیں۔ چند روز کے بعد آپ کا خط موصول ہوا



کہ بیت اللہ شریف اور مدینہ منورہ کا قصد ہے۔ لاہور پہنچ کر اپنے دیرینہ بھیت مند اور پیر بھائی حافظ محمد دین سے فرمایا کہ حج کا ارادہ ہے۔ انہوں نے اُسی روز اپنی اہلیہ کے زیورات دین رکھے اور ہرکانی کا شرف حاصل کیا۔ بمبئی سے جہاز پر سوار ہوئے جو کراچی اور کامران ہوتا ہوا جسدہ پہنچا۔ بمبئی میں ایک پراسرار شخصیت سے چند روز ملاقات رہی۔ وہ آپ کی روانگی اور جہاز میں سوار ہونے کے وقت بمبئی میں ہی رہ گئے تھے۔ مگر جب جہاز کراچی پہنچا تو پہلے ہی بندرگاہ پر موجود تھے۔ حافظ محمد دین نے ازراہ تعجب اس کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے اس قسم کے سوالات پوچھنے سے منع فرمادیا۔

## درود مستغاث پر گفتگو

جہاز میں ایک صاحب درود مستغاث پڑھ رہے تھے جس میں ایک فقرہ الْمُسْتَغَاثُ اِلٰی حَضْرَتِ اللّٰهِ تَعَالٰی الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ بار بار آتا ہے۔ یہ درود شریف اکثر بزرگان دین اور خصوصاً حضرت قبلہ عالم قدس سرہ اور اُن کے متوسلین کے معمولات سے ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اس کا ہرگز ناغہ نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ اس میں عجیب و غریب تاثیرات ہیں۔ اگرچہ اس کے مؤلف کے متعلق اس نواح میں طبع شدہ نسخوں میں کوئی ذکر نہیں ہے لیکن حضرت شیخ الجامعہ نے اپنے مسودات میں لکھا ہے کہ ۱۳۵۵ھ میں مجھے رجب ہندی کی دکان واقع مدینہ عالیہ پر اس کا ایک نسخہ مطبوعہ قسطنطنیہ دیکھنے کا اتفاق ہوا تو اس میں ترتیب دہندہ کا نام سید احمد کبیر رفاعی تحریر تھا جو مشاہیر عراق میں سے ہوئے ہیں اور حضرت غوث الاعظمؒ کے ہم عصر اور اُن سے مستفیض تھے۔ آپ کے ملفوظات کا مجموعہ البرہان المونید کے نام سے موسوم ہے جس کا اردو ترجمہ مولوی اشرف علی صاحب نانوی کے بھائی مولوی ظفر احمد تھانوی نے کیا ہے اور مولوی اشرف علی صاحب نانوی نے اس پر تقریظ تحریر کی ہے۔ اگر درود مستغاث شریف حضرت احمد رفاعیؒ کی ترتیب ہے تو ندائے غائبانہ کے جواز پر ایک اور بہت بڑے بزرگ کامل بھی دلیل بن جاتا ہے جس کی ولایت پر تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے۔ بہر حال جہاز میں ایک کمرانی عالم نے ندائے غائبانہ پر اعتراض کیا۔ نظام المشائخ دہلی کے مطابق جن وظیفہ خوان حضرت پر اعتراض کیا گیا تھا۔ وہ خواجہ عبدالرحمن چھوڑوی (بہاروی) تھے۔ انہوں نے حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ جائز ہے جب کمرانی مولوی صاحب کو معلوم ہوا تو انہوں نے آپ سے اس کے جوازیں ثبوت مانگا۔ آپ نے فرمایا حدیث بخاریؒ۔ وہ کہنے لگے، حاجی رحمت اللہ مہاجر کی تیس برس سے بخاری شریف کا درس دے رہے ہیں اور ایسی ندائے غائبانہ کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ حاجی صاحب بھی ہماری طرح ہی ایک انسان ہیں مولوی صاحب نے کہا کیا اُن کے سامنے آپ یہ فقرہ کہہ دیں گے۔ فرمایا ہاں کہہ دوں گا۔

اُن دنوں حاجی رحمت اللہ مہاجر کی مدرسہ صولتیہ کی صدارت پر متمکن تھے اور یہ آپ کی عمر شریف کا آخری سال تھا کیونکہ اگلے سال ہی یعنی ۱۳۰۹ھ میں آپ کا وصال ہو گیا۔ جہاز میں حضرت کے درود مستغاث شریف پر گفتگو کرنے والے مولوی صاحب مدرسہ صولتیہ کے طالب علم تھے اور وطن سے تعطیلات گزارنے کے بعد واپس جا رہے تھے۔ انہوں نے مکہ شریف پہنچ کر جناب حاجی صاحب سے اس گفتگو کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ اچھی بات ہے۔ وہ صاحب طبع تو انہیں لے آئیے گا۔ اُن کے دلائل نہیں گئے مگر حاجی صاحب کے نائب مدرس جناب مولانا محمد غازی جوش میں آگئے۔ اور انہوں نے



حضرت کے علم کا امتحان لینے اور آپ کو جواب کرنے کے خیال سے کئی کتابوں سے مشکل اور ادق علمی سوالات جمع کرنے شروع کر دیئے۔

## اُستاد العلماء مولانا محمد غازی کی حضرت سے پہلی ملاقات

مولانا محمد غازی موچی کڑی علاقہ انک کے خشک پٹھان تھے مولانا احمد حسن کانپوری نے قسیم حاصل کی اور مکہ شریف میں حاجی رحمت اللہ صاحب سے علم حدیث کی تکمیل کر کے وہیں مدرسہ صولتیہ میں مدرس ہو گئے۔ آپ تمام علوم متداولہ میں تبحر رکھتے تھے خصوصاً علم تجوید و قرأت میں مہارت تانہ تھی جب حضرت قبلہ عالم قدس سرہ سے ملاقات ہوئی تو محبت و شوق میں اس قدر از خود رفتہ ہو گئے کہ مدرسہ صولتیہ کی تدریس سے متعین ہو کر گولڑہ شریف آ گئے اور باقی عمر اسی جگہ درس و تدریس اور فتاویٰ نویسی میں گذاردی حضرت ابی صاحب کے پہلو میں دفن ہیں۔ رد و ہایت میں بحالہ آپ کی تحریری یادگار ہے۔ حضرت بابو جی مدظلہ کے بڑے صاحبزادے شاہ غلام معین الدین المعروف جناب لالہ جی مدظلہ فرماتے ہیں کہ جناب اُستاد محمد غازی فرماتے تھے کہ ابتداءً جب مکہ معظمہ میں حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کی تشریف آوری اور علمی شہرت کا چرچا ہوا۔ کہ ایک پنجابی سید بڑا عالم و فاضل اس سال حج کے لیے آیا ہے۔ اور اُس مکرانی طالب علم سے درود مستغاث پر جہاز میں گفتگو کا حال بھی معلوم ہوا۔ تو انہیں دیکھنے کا بھید اشتیاق پیدا ہوا۔ ساتھ ہی ایک دوسرے بنگالی مولوی سے مل کر میں نے کچھ مشکل علمی سوالات جمع کیے کہ آپ سے پوچھیں گے۔ اور کافی تلاش کے بعد خواجہ عبدالرحمن چھوڑوی (ہزاروی) کی وساطت سے ہم نے آپ کو بیت اللہ شریف کے سامنے مراقب پایا۔ جب قریب گئے تو آپ نے بیٹھنے کا اشارہ فرمایا لیکن آپ پر کچھ ایسی حالت طاری تھی کہ جو نہی ہماری نظر پڑی، رقت طاری ہو گئی اور بحث مباحثہ کا خیال دل سے جاتا رہا۔ میں شرم کے مارے اپنے ہمراہی بنگالی مولوی سے آنسو چھپاتا تھا کہ کیا کہے گا۔ کس شیخی سے آیا تھا اور کیسے رو رہا ہے۔ مگر جب میں نے بالآخر اُس کی طرف دیکھا تو وہ بھی رو رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد حضرت نے ہم سے حال دریافت فرمایا مگر مجھ سے بات نہ ہو سکتی تھی۔ آخر کاریں نے آپ سے مدرسہ صولتیہ میں اپنی جائے رہائش پر قیام کے لیے عرض کی۔ آپ نے شکر یہ ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ مولوی صاحب میرے لیے ہی جگہ اچھی ہے لیکن میرے بہت اصرار پر فرمایا اچھا وہیں ٹھہراؤں گا۔ وہاں تھنائے حاجت وغیرہ کے لیے سہولت ہوگی۔ یہاں پر پاس ادب بہت دور جانا پڑتا ہے۔ چنانچہ ہمارے ساتھ مدرسہ میں تشریف لے آئے۔

مولانا محمد غازی فرماتے تھے کہ اُن دنوں حضرت پر کچھ ایسی کیفیت طاری رہتی تھی کہ آپ پر نظر پڑتے ہی رقت طاری ہو جاتی۔ عموماً حرم شریف میں بیت اللہ کے بالمقابل یاد خدا میں مستغرق رہتے۔ بہت کم گفتگو فرماتے اور جب کچھ کہتے تو اُس میں بلا کی جاذبیت اور کشش ہوتی۔ جب آپ واپس ہونے لگے تو فرمایا۔ مولوی صاحب آپ کی والدہ صاحبہ کا تقاضہ ہے۔ کہ آپ واپس وطن تشریف لے چلیں۔ میں نے عرض کی کہ فنِ قرأت میں کچھ اسباق ایک مغربی قادی صاحب سے لینے ابھی باقی ہیں۔ سند لے کر انشاء اللہ حاضر ہو جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا، مولوی صاحب کیا ہوا۔ ابراہام نہ پڑھا ابراہیم پڑھ لیا۔ بس اتنا ہی فرمانا تھا کہ میرے دل کی کیفیت بدل گئی اور میں فوراً تیار ہو گیا مغربی اُستاد محترم نے میرے ارادے کو دیکھ کر فرمایا اچھا میں پڑھاتا ہوں۔ آپ سُنستے جائیں تاکہ اس طرح فنِ قرأت کی تکمیل ہو جائے۔ لہذا اس طور سے تکمیل کی۔



## مولینا حاجی رحمت اللہ سے ملاقات

مدرسہ صولتیین میں قیام کے دوران ایک روز مولینا رحمت اللہ صاحب نے آپ سے ملاقات پر پوچھا کہ جہاز میں مسئلہ ندائے غائبانہ پر آپ کی کسی شخص سے گفتگو ہوئی تھی؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں ہوئی تھی اور جو الفاظ آپ نے کہے تھے بطور معذرت کہا کہ آپ کے متعلق میں نے یہ الفاظ بھی کہے تھے مولینا نے دریافت کیا کہ اس سلسلہ میں آپ کا مسلک کیا ہے۔ فرمایا میں جازر سمجھتا ہوں مولینا نے دلیل طلب کرتے ہوئے کہا کہ "یا رسول اللہ" کی ندا حاضر و ناظر ہونے کی متقاضی ہے حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر نہیں ہیں اور نہ ہر ایک کے ناظر ہیں حضرت نے جواب دیا کہ بخاری شریف میں متفق علیہ حدیث ہے کہ نکیرین مردہ سے چند سوالات کرتے ہیں جن میں ایک سوال یہ ہوتا ہے۔ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ لِمُحَمَّدٍ رَأَيْتَ اس شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں کیا اعتقاد رکھتے تھے، ہذا موضوع ہے محسوس مبصر کے لیے اور الرجل موضوع ہے مذکور مفرد کے لیے جو بنی آدم سے ہو۔ لہذا وہاں قبر میں محسوس مبصر مرد کا ہونا ضروری ہے اور وہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے کیونکہ جب تک کسی لفظ کے وضعی معنی ہو سکیں، غیر وضعی معانی لینا خلاف اصل ہے۔ اور جب ایک ہی وقت میں کثیر الشعداد مخلوق مرتی ہے اور حسب مضمون حدیث مذکور، ہر جگہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک وقت موجود ہونا ثابت ہوا تو کیا بعید ہے کہ رُوءے زمین پر ہر جگہ آپ حاضر ہوں۔

اس تقریر کا یہ اثر ہوا کہ حاجی رحمت اللہ صاحب گرویدہ ہو گئے اور فرمایا کہ یہ تو علم لدنی ہے۔ ہم ساہا سال سے بخاری شریف کی یہ حدیث درس میں پڑھا رہے ہیں لیکن ان معانی کی طرف کبھی ذہن ہی نہیں گیا جو آپ نے استنباط کیے ہیں۔ حضرت حاجی رحمت اللہ چونکہ ایک محقق اور منصف مزاج عالم تھے اس لیے شرعی دلیل سے ندائے غائبانہ کی معقول وجہ سمجھیں آجانے پر فوراً اپنے سابقہ مسلک کو تبدیل فرمایا۔ اس مسئلہ حاضر و ناظر کے متعلق باب مکتوبات و ملفوظات میں حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کا ایک مفصل مکتوب بھی قابل دید ہے۔ آپ کی کتاب اعلیٰ کلمۃ اللہ کے آخر میں بھی ندائے غائبانہ اور علم غیب وغیرہ مسائل پر مکمل تحقیق موجود ہے۔

## دجال کے طواف کعبہ کی توجیہ

اس گفتگو کے بعد حضرت مولینا حاجی رحمت اللہ نے ایک اور حدیث کی تاویل دریافت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دجال کو طواف کرتے دیکھا جو دونوں دود و آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر طواف کر رہے تھے۔ لیکن ایک دوسری حدیث شریف میں ہے کہ دجال کعبہ شریف میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ علماء نے اس کی مختلف تاویلیں کی ہیں لیکن کسی تاویل سے تسلی نہیں ہوتی۔ آپ کے نزدیک ان دونوں احادیث میں مطابقت کی کیا صورت ہے؟ حضرت قبلہ عالم قدس سترہ نے فرمایا کہ پہلی حدیث میں لفظ طیوٹ آیا ہے، کعبہ شریف کا ذکر نہیں ہے۔ ہر شخص حضرت باری تعالیٰ عز اسمہ کے کسی نہ کسی اہم صفاتی کا منظر ہوتا ہے اور دوسرا اس اہم کے معاون اور ماتحت ہوتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، اہم ہادی کے منظر ہیں اور اس اہم کے دو معاون اسما کی معاونت سے اُس اہم کا طواف کر رہے ہیں۔ اور دجال اہم مُضِل کا منظر ہے اور اُس اہم کے ماتحت اسما کی مدد سے اُس اہم کا طواف کر رہا ہے حضرت قبلہ عالم قدس سترہ



کی اس تاویل کا ماحذ فتوحات مکینہ تھا اور مولینا کو یہ وضاحت بہت پسند آئی۔

یہی سوال ۳۳۲ھ میں مولوی حبیب اللہ صاحب امرتسری نے اپنے ایک عریضہ میں حضرت سے دریافت کیا تھا۔ اُن کا خط اور آپ کا جواب جہرِ شہادت کے صفحات ۳۲۸ تا ۳۲۹ پر درج ہیں۔ اُس جگہ سوال یہی تحریر ہے کہ بروئے حادثہ صحیحہ و جہال کا مکہ معظمہ میں داخلہ حرام ہے۔ پھر وہ کعبۃ اللہ کا طواف کیسے کر سکتا ہے۔ حضرت کے جواب کا اختصار یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مسح اور و جہال دونوں کو بیت اللہ کا طواف کہتے دیکھنے کا مطلب یہ ہے کہ خیال منفصل اور عالم رویا میں عالم شہادت کے محالات، ممکنات نظر آتے ہیں۔ اور اسی طرح مجردات مجسم ہو کر نظر آتے ہیں۔ حق سبحانہ و تعالیٰ کا بروز حشر ایک صورت میں جلوہ گر ہونے پر مومنین کا انکار کرنا اور دوسری صورت میں متجلی ہونے پر اقرار، نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم بصورتِ لبس یعنی دودھ مشابہ فرمانا اسی قسم سے ہیں۔ ہر شخص اپنے خیالات اور اعتقادات و اعمال میں اپنے مرکز استعداد ذاتی کے ارد گرد گھومتا رہتا ہے یعنی اُن اسمائے الہیہ کے دائرہ سے باہر نہیں جاسکتا کہ جن اسماء کے لیے اُس کا عین ثابت۔ فیضِ اقدس میں بغیر تخیلِ جبل منظر قرار دیا گیا ہے۔ صدیق کا عین ثابت ہادی اور ابو جہل کا عین ثابت مُضِل کے احاطہ سے باہر نہیں جاسکتا۔ اسی طرح عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا عین ثابت اور دجال کا بھی۔

حدیث کا مطلب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشابہہ فرمایا کہ عیسیٰ ابن مریم اور دجال دونوں اپنے اپنے بیت اللہ اسمانی کا طواف کر رہے ہیں۔ ایک یٰھٰدِی مَنِ یَشَاءُ کے اظہار میں اور دوسرا یٰضِلُّ مَنِ یَشَاءُ کے اسباب میں سرگرم کمر بستہ ہے۔ ہادی اور مُضِل کا موصوف چونکہ ذاتِ واحدہ ہے۔ لہذا عالم رویا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ہی بیت اللہ مشہود ہوا۔

دوسری حدیث جس میں دجال کی عدم رسائی بیت اللہ کا ذکر ہے وہ بھی صحیح ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ حسبِ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم دجال کو عالم شہادت میں بیت اللہ تک رسائی نہ ہوگی۔

## مولینا رحمت اللہ کے حضرت کے متعلق تاثرات

مولینا رحمت اللہ نے حضرت سے بیعت کی استدعا بھی کی تھی مگر حضرت نے مولینا کی عمر اور علم و فضل کا لحاظ فرماتے ہوئے بیعت لینے سے تو عذر فرمایا البتہ وظائف اور ادا و توفیق فرمادیئے مولینا کے شاگرد قاری عبداللہ آبادی کے ایک خط میں تحریر ہے کہ مولینا کے وصال کے وقت میں موجود تھا۔ وہ اپنی بیماری کے دوران فرماتے تھے کہ گولڑہ جانے کو جی چاہتا ہے اور وصال سے تھوڑی دیر قبل فرمایا کہ میری آنکھوں کے سامنے پیر صاحب کا وہ سبز رومال پھر رہا ہے۔ مستری حبیب اللہ لاہوری اور حضرت کے شاگرد قاضی فیض عالم بھی اُس وقت مولینا رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں موجود تھے۔ اور ان باتوں کی تصدیق کرتے تھے۔ مولینا کے قدرے مفصل حالات اسی کتاب کے باب "معاصرین" میں درج ہیں۔

## قاری عبداللہ مکی کی حضرت سے ارادت

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد مسلمانوں کے کئی خاندان ترک وطن کر کے ہندوستان سے چلے گئے تھے۔ جناب بابو جی مظفر کے پوتے حضرت شاہ غلام نبیر الدین کے استاد قاری محبوب علی لکھنوی حال خطیب جامع مسجد آستانہ عالیہ



گواہ شریف بیان کرتے ہیں کہ اُن کے اُستاد جناب قاری عبد الرحمن الہ آبادی اپنے خاندان کے متعلق ذکر کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ اُن کے والد ہجرت کر کے جب ہندوستان سے مکہ شریف گئے تو اُن کے چار فرزند اور کنبہ کے بہت سے دیگر افراد بھی اُن کے ہمراہ تھے۔ ترکوں کی حکومت تھی۔ چھ ماہ تک معاشی تنگی کے باعث، حکومتِ ترکیہ کے لنگر سے جو انہوں نے حرم شریف کے قریب قائم کر رکھا تھا، ایک وقت کا کھانا حاصل کرتے رہے۔ دوسرے وقت آب زمزم کے فقط ایک ایک پیالہ پر گزر کرتے تھے۔ اسی اثنا میں مولینا رحمت اللہ نے نواب صاحب بھوپال کی یکم صاحبہ، صولت النساء کی مدد سے مدرسہ صولتیہ کی بنیاد رکھی جس کا مقصد ہندی طلباء کو تجوید اور قرأت کی تعلیم دینا تھا کیونکہ ہندوستان میں اُس وقت ان فنونِ عالیہ کی کمی تھی۔ اس ضمن میں مصر کے قاری شیخ ابراہیم سعد بن علی کی خدمات بھی حاصل کی گئیں۔ اس مدرسہ میں سے سب سے پہلے قاری عبد الرحمن کے بڑے بھائی قاری عبد اللہ قرأت اور تجوید میں فارغ التحصیل ہوئے جو بعد میں ان فنون کے اُستاد اکل مانے گئے اور ہندوستان و دیگر ممالک کے بے شمار قراء ان سے مستفیض ہوئے مولوی شرف علی ضاٹھانوی قرآن مجید کی سند میں ان کے متعلق اُستاد اکل، استاد الجمل کے الفاظ تحریر فرماتے ہیں: ۱۳۰ھ میں جب حضرت قبلہ عالم گولڑوی قدس سرہ حجاز مقدس گئے اور مولینا رحمت اللہ سے جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے گفتگو کے بعد مولینا نے حضرت سے بیعت کی خواہش کا اظہار کیا تو اُس وقت مولینا کی حیثیت مکہ شریف کے ممتاز علماء میں سے تھی۔ آپ ممالکِ اسلامیہ کے تمام مشہور بزرگانِ دین کی زیادت سے بھی مشرف ہو چکے تھے۔ گواہی تک کہیں بیعت نہ کی تھی۔ مولینا فرماتے تھے کہ بعض حضرات علم ظاہر رکھتے ہیں مگر علم باطن سے بہرہ ور نہیں ہوتے اور بعض علم باطن رکھتے ہیں اور علم ظاہر میں نامکمل ہوتے ہیں۔ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کی ذات میں انہوں نے دونوں کمالات مشاہدہ فرما کر اس قدر عقیدت اور نیاز کا اظہار کیا کہ تمام علمائے حرمین شریفین پر بالعموم اور مدرسہ صولتیہ کے اساتذہ اور اربابِ علوم پر بالخصوص اس کا بے حد اثر ہوا۔ اُن ایام میں قاری عبد اللہ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت شاہ ابوسعید دہلوی خلیفہ حضرت مرزا مظہر جانجاناں نقشبندی مجددی ایک کرسی پر تشریف فرما ہیں اور دوسری کرسی پر حضرت قبلہ عالم گولڑوی رونق افروز ہیں۔ قاری صاحب کو حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کی طرف ایک باطنی کشش محسوس ہوئی اور آپ نے قاری صاحب کو گلے سے لگایا۔ اس خواب کے بعد قاری عبد اللہ نے حضرت قبلہ عالم قدس سرہ سے بیعت کر لی۔ اور اپنے فرزند قاری احمد کو بھی بیعت کرایا۔ قاری عبد اللہ اور اُن کے فرزند قاری احمد کی حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کی ذات گرامی سے عقیدت و نیاز کا اظہار و اندازہ ان دونوں حضرات کے منقولہ ذیل خطوط سے ہوتا ہے جو انہوں نے مکہ معظمہ سے آپ کی خدمت میں تحریر کئے تھے۔

قاری عبد اللہ کا مکتوب

من مكة المكرمة

والصلوة والسلام على

الحمد لله وحده

من المدرسة الصولتية

من لاني بعدة

ان ابھی مایہدی من هذه المشاعر الحرمية وازھى ما یُسدى من هذه المآثر المکیة  
سلام معبوق بارج نسائم البيت الحرام و مخفوف ببركات زمزم والمقام فخص به قطب  
الاقطاب وغوث الانجاب اُستاد الطريقة المحشّية الجامع بین العلوم الحقیقیة والشرعیة



مشرق شمس الارشاد مطلع بدور الامداد صفوة مناهل الورد شيخ المشائخ والعباد شيخنا  
وقدوتنا وملاذنا وعمدتنا مرشدنا ومقتدانا وامانا ومولانا متعنا الله بطول حياته وافاض  
علينا من بركاته ونفعنا بصالح دعواته وعمنا بعظيم توجهاته آمين  
غِبَّتْ تَقْبِيلُ الْيَادِ الْكَرَامِ وَاهْدَاءُ عَاطِرِ الْقِيَةِ وَالْاَكْرَامِ وَبَثَّ لَوْا عِجْرَ اشْوَاقِي إِلَى ذَالِكَ الْمَقَامِ  
أَبْدَى أَوْلَاكَ كَثِيرَ الْبَحْثِ وَالسُّؤَالِ - عَنْ جَنَابِكُمُ الَّذِي فِي الْخَيْرِ لَا زَالَ - نَرْجُو اللَّهَ الْكَرِيمَ ذَا النُّوَالِ  
أَنْ تَكُونُوا جَمِيعًا فِي نِعْمَةِ الْكَمَالِ وَأَنْ تَفْضَلْتُمْ عَنِ الْمَحَبِّ الْخَلَصِ بِالسُّؤَالِ فَهُوَ مَنْ يُلُوذُ بِهِ  
بِبَرَكَةِ دَعَائِكُمْ فِي أَطِيبِ بَالٍ - وَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ وَثَانِيًا لَا يَخْفَا كَرَامَتُهُ فِي أَثْنَاءِ هَذِهِ السَّنَةِ  
عَقْدِ امِيرْمَكَةِ مَجْلِسًا خَاصًا مَرْكَبًا مِنَ الْمَفَاقِي الْارْبَعَةِ وَاعْيَانِ عُلَمَاءِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ لِاجْلِ امْتِحَانِ  
مَنْ رَامَ أَنْ يَنْتَظِمَ فِي سُلُوكِ الْمُدْرِسِينَ بِالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَيَمْتَحِنَ فِي سِتَّةِ فَنُونٍ وَمَنْ ارَادَ وَظِيفَةً  
مَحْلُولَةً مِنَ الْوُظَائِفِ الْخَمْسَةِ عَشَرَ فَيَمْتَحِنَ فِي اثْنَيْ عَشَرَ فَنَاءً فَتَقْدِمَ مَحَاسِبُكُمْ أُنْجَالِي أَحْمَدُ وَحَامِدُ  
فَادَى أَحْمَدُ امْتِحَانَ الْوُظِيفَةِ فَفَازَ فِي الْامْتِحَانِ بِبَرَكَةِ ادْعِيَةِ الْمَشَائِخِ وَحَسَنِ تَوْجِهَاتِكُمْ فَخَازَ أَحْمَدُ  
الْفَهْرَةَ الْأُولَى وَنَالَ الْوُظِيفَةَ وَنَالَ شَهَادَةَ قَامَةِ مَهْمُورَةٍ بِمَهْرِ الْأَمِيرِ وَرُئُوسِ الْعُلَمَاءِ وَالْمَفَاقَةِ وَاعْيَانِ  
عُلَمَاءِ الْمَسْجِدِ وَاجَازَةً بِالْوَعْدِ وَالتَّدْرِيسِ مِنَ الْمَشَيْخَةِ الْعَالِيَةِ مَهْمُورَةٍ بِمَهْرِ الْقَاضِي وَالرَّئِيسِ وَالْفَنُونِ  
الَّتِي أَدَّى أَحْمَدُ الْامْتِحَانَ فِيهَا النُّحُو وَالصُّرُفَ وَالْمَنْطِقَ وَالْمَعَانِي وَالْبَيَانَ وَالْبَدِيْعَ وَالْفَقْهَ وَالْحَدِيثَ  
وَأَصُولَهُمَا وَالْكَلَامَ وَالتَّفْسِيرَ فِي الْبَيضَاوِي وَامَا حَامِدُ فَادَى فِي النُّحُو وَالصُّرُفِ وَالْمَعَانِي وَالْبَيَانَ  
وَالْبَدِيْعَ وَالْكَلَامَ وَنَالَ مِلَازِمِيَّةَ التَّدْرِيسِ هَذَا وَالْمَامُولِ مِنْ جَنَابِكُمْ أَنْ تَمْنُوا عَلَيَّ بِحُصُوبِكُمْ  
أَحْمَدُ بِمَا اسْتَمْنَعُهُ مِنْ جَنَابِكُمُ الْكَرِيمِ مِنَ الْبَيْعَةِ وَالْإِجَازَةِ الْعَامَةِ الْمَطْلُوقَةِ الشَّامِلَةِ لِلْأَوْرَادِ وَالْإِذْكَارِ  
وغير ذلك لتجتمع له نسبته المحسوبية والمريدية والتلميذية ونرجو الدَعَوَاتِ الصَّالِحَاتِ لِي وَأُنْجَالِي  
وَالْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ فِي سَائِرِ الْأَوْقَاتِ فِي الْخُلُوتِ وَالْمَجْلُوتِ هَذَا وَجَزِيلِ سَلَامِي عَلَى مَنْ يُلُوذُ بِكُمْ  
دَاعِيكُمْ الْخَلَصَ عَبْدُ اللَّهِ قَارِي  
من الاخوان والمحبين -  
حرر في ۱۱ ذال حجة سنة ۱۳۳۳ هـ

ترجمہ مکتوب گرامی ذیل ہے -

مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ

۱۱ ذی الحج ۱۳۳۳ھ

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبي بعده

مشاعر حرم کا پر بہار ہدیہ اور ماثر ملکیت کا پر رونق تحفہ، کعبۃ اللہ کی پاکیزہ خوشبو سے معطر اور زمزم و معتمہ ابراہیم کی برکات سے متبرک سلام مخصوص۔ بخد مت قطب الاقطاب وغوث الانجاب اُستادِ طریقتِ حشتیہ اور جامع علومِ حقیقیہ و شرعیہ۔ اقطابِ ارشاد کا مشرق اور ماہتابِ امداد کا مطلع، وار دین کے لیے چشمہ صافی، شیخ المشائخ والعباد، ہمارے شیخ و پیشوا، جائے پناہ، قدوہ و مرشد و امام و مولیٰ، اللہ تعالیٰ آپ کی عمر و راز سے ہمیں متمتع فرمائے اور آپ کی برکات کا ہم پر فیضان فرمائے۔ آپ کی عمدہ دعاؤں سے ہمیں نفع بخشنے اور آپ کی توجہاتِ عالیہ ہمارے لیے عام فرمائے۔ آمین دست بوسی

اور ہدیہ سلام و احترام پیش کرتے ہوئے اور اُس مقدس مہتمم کے لیے دلی و فور استیاق کے اظہار کے بعد سب سے پہلے آنجناب کی خیریت کا طالب و سائل ہوں۔ خداوند کریم سے اُمید ہے کہ آپ سب حضرات نعمت کمال سے سرفراز ہوں گے اور اس محبتِ مخلص کی خیریت کے بارے میں اگر آپ سوال فرمائیں تو جواباً گزارش یہ ہے کہ یہ مخلص اور اس کے تمام متعلقین خیریت سے ہیں اور عمدہ حال میں ہیں۔ اور ہر حال میں اللہ کے لیے حمد ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ آنجناب پر مخفی نہ رہے کہ اس سال کے دوران امیرِ مکتہ نے ایک مجلس خاص منعقد کی تھی جس میں مذاہبِ اربعہ کے مفتی اور مسجدِ حرام کے اکابر علماء شریک تھے تاکہ مسجدِ حرام میں مدرس بننے کے اُمیدوار افراد سے چھ فنون کا امتحان لیا جائے اور مقررہ پندرہ وظائف کے اُمیدواروں سے بارہ فنون کا امتحان لیا جائے۔ آپ کے خادم عزیزین احمد و حامد نے اس میں حصہ لیا۔ احمد نے وظیفہ کا امتحان دیا اور مشائخ کی دعاؤں و آپ کی توجہ سے اول نمبر پر امتحان پاس کیا اور اُسے سند ملی جس پر امیرِ مکتہ، مذاہبِ اربعہ کے مفتی اور اکابر علماء کی مہر لگی ہوئی ہیں۔ اُسے وعظ و تدریس کی اجازت بھی ملی ہے۔ جس پر امیرِ مکتہ اور رئیس العلماء کی مہر لگی ہوئی ہے۔ احمد نے حسب ذیل فنون کا امتحان دیا۔ (۱) صرف (۲) نحو (۳) معانی (۴) بیان (۵) بدیع (۶) فقہ و اصول فقہ (۷) حدیث و اصول حدیث (۸) تفسیر (بیضاوی وغیرہ)۔ حامد نے صرف نحو، معانی، بیان، بدیع اور علمِ کلام کا امتحان دیا۔ اور ملازمتِ تدریس حاصل کی۔ آنجناب سے دلی آرزو ہے کہ اپنے منسوب احمد پر احسان کریں۔ اور جو کچھ اُس نے طلب کیا ہے از قلمِ معیت و اجازتِ عامہ برائے اذکار و اُردو وغیرہ اُسے عطا کریں تاکہ اُسے نسبتِ محسوبیت و مربوبیت و تلمذ حاصل ہو جائے۔ میرے لیے، میری اولاد کے لیے، تمام مسلمان مردوں، عورتوں کے لیے تمام اوقات میں دُعائے خیر فرمائیں۔ آپ کے متعلقین و محبین کے لیے میرے دلی سلام۔ آپ کا مخلص دُعا گو عبد اللہ قاری

قاری احمد کا مکتوب

۷۸۶  
۹۲

الحمد لله عزّ شأنه

علم الاسلام الربانية اشارة الد قائق الرحمانية الجامع بين علمي الباطن والظاهر وارث  
المجد كابر اعن كابر مرشد السالكين الى اقوم طريق ومربي المريدين بد قائق اسرار التوفيق  
مركز دائرة الارشاد مطيع بد والامداد صفوة مناهل الورد شيخ المشائخ والعباد معدن  
السلوك والحقيقة حضرت اُستاذ الطريقة عمر الله الوقت بحياته وافاض علينا سجال هباته  
وعننا ببركاته امين.

غيب تقبيل الايادي الكرام ولثم مواطئ الارجل والاقدام واداء واجب التحية والسلام  
مع كمال التبجيل والاحترام فان شوقى الى ذلك المقام لا تكا وتخصيه الا قلام فهو كشوق الظمان  
للشراب والارض المحلة للسحاب وهذا تشبيه وتمثيل وتضريب وتخييل والافتشوق اليه  
يفوت التوصيف ويتجاوز التعريف وهذا قول مسلم الثبوت لا يحتاج الى تنقيح ولا تحصيل نعوت  
هذا والمعرض الى حضرتكم عليه ان تمنوا على المحسوب البيعة والاجازة العامة في العلوم



العقلية والنقلية اجازة مطلقة شاملة للاذكار والاحزاب وتحسنوا الى بيان بعض الاوراد التي تحسنونها التتم الى النسب الثلاث اذ ليس يخفاكم انتسابي الى حضرتكم العلية واصافتي اليكم بالحسوبة فان رأي المولى ان تكون هذه الاضافة معنوية ليست في تقدير الانفصال وضم اليها نسبتى المريدية والتلميذية لتكون نسبة تامة مقررة للحال كما حققتة امالنا كمال التحقيق فهو بذالك اجد روح حقيق وان رأي المولى الاعراض عن هذا المقال وقال لكل علم رجال تادب القلم وكف لسانه وقال رحم الله امرء عرف قدره ومكانه والمرجوان لا تخرجونا من خاطركم الشريف عند الدعوات الصالحات في الخلوات والجلوات وفي سائر الاوقات فانافقراء الى ذلك والله اعلم بها هنالك هذا وفي الختام جزيل السلام على من هو له المقام لا سيما سيادى انجالكم الكرام لا زالوا ملحوظين بعين الملك العلام ودمتم فوق مارمتم آمين -  
محسوبكم وداعيك  
حرره في ۱۱ ذى الحجة المبارك ۱۳۳۳هـ  
احمد بن عبد الله القارى

ترجمہ :-

الحمد لله عزّ شأنه

بخدمت عالم اسرار ربانی وواقف اشارت ودقائق رحمانی، علم ظاہر وباطن کے جامع اور نسلاً بعد نسل شرف و بزرگی کے وارث، سالکین کو سبیل اقوم کی طرف رہنمائی کرنے والے، مریدین کی توفیق کے دقیق اسرار کے ساتھ تربیت فرمانے والے، دائرہ ارشاد کے مرکز اور بدو و اعداد کے مطلع منور، وارد ہونے والوں کے لیے چشمہ صافی، شیخ المشائخ، معدن سلوک، حقیقت، حضرت اُستادِ طریقت، اللہ تعالیٰ زمان کو آپ کی حیاتِ طیبہ سے آباد رکھے۔ اور آپ کے خم ہائے بخشش سے ہم پر افادہ فرمائے اور آپ کی برکتیں ہمارے لیے عام فرمادے۔ دست و قدم بوسی اور انتہائی تعظیم و احترام سے بدیہ سلام پیش کرنے کے بعد عرض خدمت یہ ہے کہ اس مقام مقدس کی طرف و فور شوق کو قلمبند نہیں کیا جاسکتا۔ جیسے پیاسے کو پانی کا شوق اور قوط زدہ زمین کو بارانِ کرم کا شوق ہوتا ہے ایسا ہی مجھے شوق ہے بلکہ یہ تو محض ایک تشبیہ و تمثیل اور تخیلی چیز ہے میرا دلی شوق ہر توصیف سے زائد اور ہر تعریف سے متجاوز ہے۔ یہ ایک مسلم الثبوت بات ہے جس کے لیے زیادہ تینقح کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد خدمتِ عالی میں گزارش یہ ہے کہ آپ اپنے اس محبوب و مہبوب پر احسان فرماتے ہوئے علوم عقلیہ و نقلیہ و دیگر اوراد و اذکار کی اجازت عامہ عطا فرمادیں اور بعض ایسے اوراد بھی عطا فرمائیں جو آپ کو پسند ہوں تاکہ مجھے آپ سے تینوں نسبتیں حاصل ہو جائیں۔ آنجناب پر محض نہیں کہ بندہ کو آپ سے شرف محسوبیت و منسوبیت حاصل ہے پس اگر مولائے نعمت اس اضافت معنویہ کو ناقابلِ انقطاع بناتے ہوئے نسبتِ مریدی و نسبتِ شاگردی پر مزید اضافہ بھی فرمادیں تاکہ نسبتِ پختہ اور تامہ حاصل ہو جائے جیسا کہ میری آرزو ہے۔ تو یہ بات آنجناب کے شایانِ شان ہے اور اگر (خدا نخواستہ) آقا و مولا اس گفتگو سے یہ فرماتے ہوئے اعراض کریں کہ ہر علم کے لیے مخصوص مرد ہوتے ہیں تو پھر قلم ادب اختیار کرے گا اور زبان روک لی جائے گی اور یہی سمجھا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ اُس انسان پر رحم فرمائے جس نے اپنی قدر منزلت کو پہچان لیا۔ پوری اُمید ہے کہ خلوت و جلوت اور تمام اوقات میں دعواتِ صالحہ کرتے وقت ہمیں اپنے دل سے

فراموش نہیں فرمائیں گے۔ کیونکہ ہم آپ کی دُعاؤں کے سخت محتاج ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اخیر میں تمام حاضرینِ محترم کو سلام خصوصاً آنجناب کی کریم اولاد پر خدا کرے ہمیشہ خداوندِ علام الغیوب کی نظرِ شفقت رہے اور اُمید سے زیادہ عمر و راز نصیب ہو۔ آمین۔

۱۱ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

آپ کا غُروب و طالب دُعا:

احمد بن عبد اللہ القاری،

## قاری احمد کے حق میں حضرت کی سندِ علوم

پُختا پختہ ان ہی مکتوبات کے پیش نظر حضرت قبلہ عالم قدس سترہ نے قاری احمد کے نام مندرجہ ذیل سدا رسال فرمائی:-  
الحمد لله القديم الذي لا يزال ولعزىزل العليم الذي لا يجهل المحليم الذي لا يعجل الجواد الذي لا يبخل المتعزز بجلال وحدانيته المهتزر بجمال رحمانيته المتحوز بكمال فردانيته واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمدا عبده ورسوله المرتدى برداء فغار كنت نبيا وادمر بين الماء والطين) المهتدى الى فضاء اسرار (فعلمت علم الاولين والآخرين) سابع لبح (ككان قاب قوسين أو أدنى) سائح فج (وإن الى ربك الرجعى وإن الى ربك المُنْتَهَى) صلى الله عليه وعلى آله واصحابه والذين اتبعوهم بإحسان وسلم تسليما كثيرا لا تعد ولا تحصى سيما على سيدى شباب اهل الجنة الحسن والحسين وذريتهما خصوصا على سيدنا الشيخ محى الدين ابى محمد عبد القادر الجيلانى وعلى سيدنا الشيخ معين الدين حسن سنجرى ثورا جميرى۔

اقابعد فقد وصل الى بعض تحريرات مخلصى فى الله مولوى احمد بن محبى لله عبد الله القارى المكي الماتريدى الحنفى المقيم فى مدرسة الصّولتية فوجدته بفضل الله وكرمه فائقا فى المنقولات بارعا فى المعقولات فاجزته اجازةً عامةً لتدريس العلوم كلها كما اجازنى بعض مشائخى اجازةً عامةً وايضا اجزته واوصيه بالمواظبة على التقوى واتباع السُّنة يسرا وعلانية والمدومة على الصلوة على النبى صلى الله عليه وسلم لصيغة اللهم صل على محمد وعلى آل محمد وبارك وسلم مائة مرة وذكر الله تعالى الله الصمد الله الصمد الله الصمد كذا مائة مرة دبر كل صلوة والسلام خير ختام۔

العبد

الملتجى والمشتكى الى الله المدعوب بهر على شاه عفى عنه

رابع جمادى الاولى سنة ۱۳۳۲ھ

ترجمہ۔ سب تعریفِ خدائے قدیم کے لیے ہے جو ازل سے ابد تک لازوال ہے۔ ایسا علم والا جو کبھی بے خبر



نہیں رہتا۔ ایسا علم والا جو جلدی نہیں کرتا۔ ایسا بخشش والا جو نخل نہیں کرتا۔ وہ ذات جو جلال و حدائیت کے ساتھ غالب جمال رحمانیت کے ساتھ نازاں اور کمالِ فردانیت کے ساتھ منفرد ہے۔ اور میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ وحدہ لا شریک کے سوا کوئی معبود نہیں اور شہادت دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے مقرب بندہ و رسول ہیں جو کُنْتُ نَبِیًّا وَّ اَدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ (میں نبی تھا حالانکہ حضرت آدمؑ پانی اور مٹی میں تھے) کے فخر کی چادر اوڑھنے والے ہیں اور فَعَلِمْتُ عَلَّمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ (میں نے اولین و آخرین کے علم جان لیے) کے اسرار کی فضا میں راہ پانے والے ہیں۔ فَكَانَ قَاتٍ قَوْسَیْنِ اَوْ اَذْفَىٰ رِیْسِ دُكْمَانِ کے معتمد اور پرہو گئے یا اس سے بھی زیادہ قریب کے سمندر میں غوطہ زن اور اِنَّ اِلٰی رَبِّكَ الرَّجْعٰی وَاِنَّ اِلٰی رَبِّكَ الْمُنْتَهٰی (بے شک تیرے رب کی طرف ہی بازگشت ہے اور تیرے رب کی طرف ہی انجام کار ہے) کی شاہراہ کے سرکنندہ ہیں۔ آپ پر اور آپ کے آل و اصحاب پر اُن گنت اور بے حد صلوة و سلام ہوں جنہوں نے اخلاص کے ساتھ آپ کی پیروی کی خصوصاً جنت کے نوجوانوں کے ہر دوسرے اور حضرت حسن و حضرت حسینؑ اور اُن کی اولاد و امجاد علی الخصوص سیدنا شیخ ابی محمد عبد العزیز البجیلانی اور سیدنا شیخ معین الدین حسن بخاری الجیری پر۔

بعد ازیں مجھے مخلص فی اللہ مولوی احمد بن محبتی اللہ قاری عبد اللہ کی ماتریدی حنفی مقیم مدرسہ صولتیہ کی بعض تحریریں پہنچیں۔ خدا کے فضل و کرم سے میں نے اُسے علوم منقولات و معقولات میں فائق اور ماہر پایا اور اُسے تمام علوم کی تدریس کے لیے اجازت عامہ دیتا ہوں جیسے مجھے میرے بعض مشائخ نے اجازت عامہ عطا فرمائی اور انہیں ظاہر و باطن میں تقویٰ و اتباع سنت کے ساتھ اور درود شریف اللہم صل علی محمد و علی آل محمد و بارک و سلم اور اللہ الصمد سو سو بار ہر نماز کے بعد علی الدوام پڑھنے کی وصیت کرتا ہوں۔ والسلام خیر ختام

## قاری عبد الرحمن آلہ آبادی و قاری عبد الرحمن جوہپوری کی حضرت ارادت و عقیدت

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کی توجہ و برکت سے قاری احمد شریف مکہ کے زمانہ میں تمام حجاز کے قاضی القضاة مقرر ہوئے اور اُن کے بھائی قاری عبد الرحمن طائف میں قاضی ہوئے۔ سعودی حکومت کے دور میں جب کُنبہ کے باقی افراد واپس ہندوستان آگئے تو قاری احمد وہیں رہے اور جدہ میں قاضی مقرر ہوئے۔ قاری عبد اللہ کے چھوٹے بھائی قاری عبد الرحمن نے بھی مدرسہ صولتیہ میں تسلیم پائی اور وہاں سے واپس ہندوستان آکر کانپور میں کچھ عرصہ قیام فرمایا جہاں مولانا احمد حسن کانپوری کے فرزندان و دیگر مشہور طلباء نے آپ سے علم تجوید و قرأت حاصل کیا اور بعد میں دیوبند، سہارن پور، لکھنؤ وغیرہ کے مدارس میں تجوید کے مشہور اساتذہ ہوئے۔ گویا ہندوستان کے اکثر قراء اسی خاندان کے خوشہ چین ہیں۔ قاری عبد الرحمن نے علم تجوید پر ایک کتاب فوائد مکتبیہ تحریر فرمائی جو اس فن میں بہت ہی مشہور و مقبول ہے۔ قاری صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں ابتداء میں ایک آزاد منشا انسان تھا۔ اور اگرچہ میرے بڑے بھائی قاری عبد اللہ اور مدرسہ صولتیہ کے بہت سے دیگر مدرسین و طلباء نے مکہ شریف میں حضرت قبلہ عالم گولڑوی قدس سرہ کے دست مبارک پر بیعت کر لی تھی مگر میں حلقہ ارادت میں داخل نہ ہوا۔ ابتداء میں مولانا شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا جو ہندوستان کے مشاہیر علماء اور عرفا میں سے ہوئے ہیں۔ پھر کچھ عرصہ اس خیال میں بھی مبتلا رہا کہ اگر کہیں سے نسخہ ریکمیا



ہاتھ لگ جائے تو ایک مدرسہ اپنے ذاتی خرچ پر قائم کروں۔ اس مقصد سے ایک کیمیاگر کی کافی عرصہ تک خدمت کی اور کیمیا کے کچھ آثار بھی پیدا ہوئے۔ مگر ایک روز خواب میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضرت قبلہ عالم گولڑی قدس سرہ آخوند صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہیں اور پاس ہی سونے چاندی کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت قبلہ عالم قدس سرہ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرماتے ہیں کہ عبد الرحمن سے کہہ دو اگر سونے چاندی کی ضرورت ہے تو یہ موجود ہے۔ مگر میری شفاعت کی اُمید نہ رکھے۔ چنانچہ اس خواب کے بعد وہ تمام شوقِ نفرت سے بدل گیا اور کیمیا کا خیال دل سے دور ہو گیا۔ ساتھ ہی حضرت قبلہ عالم قدس سرہ سے عقیدت میں بھی اضافہ ہو گیا۔ مگر پھر بھی دساؤں اور خطراتِ بیعت ہونے سے مانع رہے۔ ایک روز پھر خواب میں دیکھا کہ حضرت اپنے مکان پر ٹہل رہے ہیں اور مجھے مخاطب فرما کر میرے ایک ایک شک اور اعتراض کا ازالہ فرماتے ہیں۔ بیدار ہوا تو دل تمام دساؤں سے پاک تھا۔ اس کے بعد جب گولڑہ شریف حاضر ہونے کا اتفاق ہوا تو ایک صبح حضرت نے طلب فرمایا۔ دیکھا تو آپ اُسی طرح ٹہل رہے تھے جیسے خواب میں نظر آئے تھے۔ میرے سامنے ہوتے ہی آپ نے مجھے مخاطب فرما کر وہ تمام شکوک و شبہات رفع فرمادیئے جس کے بعد میں بیعت سے مشرف ہوا۔

حضرت بابو جی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ قاری عبد اللہ کی وفات پر جب قاری عبد الرحمن مکہ شریف گئے۔ تو اراکینِ مدرسہ صولتیہ نے ان کو وہاں سکونت اختیار کرنے پر مجبور کیا مگر خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم ہندوستان واپس جاؤ۔ تمہاری وہاں ضرورت ہے۔ بابو جی فرماتے ہیں کہ قاری عبد الرحمن پہلے حضراتِ مشائخ کرام سے اس قدر عقیدت نہ رکھتے تھے مگر بعد میں تو یہ حالت ہو گئی تھی کہ میں نے بارہا اصرار کیا کہ یہاں گولڑہ شریف میں رہ کر لوگوں کو مستفید فرمائیں لیکن ہر بار یہی جواب دیتے تھے کہ شیخ کے مقام پر رہنا بہت مشکل کام ہے لہذا مجھے معذور تصور فرمائیں۔ قاری محبوب علی فرماتے ہیں کہ ذکر اور یادِ الہی کے ذوق و شوق کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ سینہ پر ایک پھوڑے کا ڈاکٹر سے پریشان کر لے وقت بمیانِ ختم ذات اللہ ثمنہ سے نکالا جس میں کچھ ایسی شش تھی کہ بعد میں ڈاکٹر نے بارہا آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ قاری صاحب ایک مرتبہ پھر اُسی طرح اللہ کا نام لے دیجئے۔ مجھے اس سے ایک خاص کیفیت حاصل ہوئی تھی۔

واضح ہو کہ یہ قاری عبد الرحمن الہ آبادی، جناب قاری عبد الرحمن جو پوری خلیفہ مفتی آستانہ عالیہ گولڑہ شریف کے علاوہ ایک دوسرے صاحب ہیں۔ قاری عبد الرحمن جو پوری بھی مدرسہ صولتیہ میں کچھ عرصہ مقیم رہے تھے۔ اور مولانا رحمت اللہ اور قاری عبد اللہ کے شاگرد تھے۔ انہوں نے ابتداءً ہندوستان میں مولانا احمد حسن کانپوری سے تعلیم حاصل کی تھی اور فرماتے تھے کہ ایک دفعہ بیعت کے لیے حضرت شاہ وارث علی کی خدمت میں حاضر ہوا جو ہندوستان کے مشہور بزرگانِ دین سے ہوئے ہیں۔ تو آپ نے بذریعہ کشف معلوم کر کے فرمایا کہ عبد الرحمن تمہارا حقیر ایک دوسرے صاحب کے پاس ہے اور ایک مسواک بھی تبرکاً عطا فرمائی۔ آخر جب حضرت قبلہ عالم قدس سرہ مکہ شریف گئے تو قاری عبد الرحمن جو پوری آپ کے کمالات دیکھ کر کچھ ایسے گردیدہ ہوئے کہ مدرسہ سے استعفیٰ دے کر گولڑہ شریف میں سکونت اختیار کی اور آخر وقت تک یہیں رہے۔ حضرت بابو جی مدظلہ العالی نے آپ ہی سے فنِ تجوید کی مشق فرمائی۔ راقم الحروف کے استاد قاری غلام محمد پشاور بھی ان ہی کے شاگرد تھے۔ جو اپنے استاد کی وفات کے بعد آستانہ عالیہ گولڑہ شریف پر خلیفہ اور مفتی رہے۔ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کے مملوہ فتاویٰ کے آخر میں قاری عبد الرحمن جو پوری موصوف کے فتاویٰ ان کی علمی شان کے بے تین شاہد ہیں۔



## حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے درس میں حضرت کی تقریر حاجی صاحب کی طرف سے عطائے سلسلہ صابریہ

حضرت قبلہ عالم قدس سترہ ایک روز مولوی محمد غازی کے ہمراہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے درس میں حاضر ہوئے۔ حاجی صاحب اس وقت مشنوی مولیٰ سناروم کا سبق دے رہے تھے۔ اثنائے سبق ایک ایسا شعر آیا جس میں آرزوئے وصل کی شدت کا اظہار تھا جناب لالہ جی صاحبزادہ غلام معین الدین مدظلہ العالی اپنے سفرنامہ مالک عربیہ روم ۱۹۲۹ء میں تحریر فرماتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں ایک معمر سید بزرگ انہیں ملے تھے جو اس واقعہ کے وقت درس میں حاضر تھے۔ وہ کہتے تھے کہ شعر یہ تھا۔

ہر کسے کو دور ماند از اصل خویش  
باز جو یزد روزگار وصل خویش

ایک شاگرد نے سوال کیا کہ مولینائے روم کو وحدت الوجود کے قائل ہیں۔ جہاں دوئی کا تصور ہی نہیں۔ پھر یہ وصل کی متنازعہ معنی دارد؟ حضرت حاجی صاحب نے جواب میں کچھ فرمایا مگر دریافت کرنے والے کی تسلی نہ ہوئی اور اُس نے پھر سوال کو دہرایا۔ حضرت قبلہ عالم نے عرض کیا کہ یہ طالب علم اپنے سوال کا مفہوم پوری طرح ادا نہیں کر پا رہا ہے۔ اگر اجازت ہو تو میں اس کے سوال کا منشاء عرض کروں۔ حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کیا مضائقہ ہے؟ جب حضرت نے سوال کی وضاحت فرمائی کہ وصل ایک امر اضافی ہے جو دوئی کا متعاضی ہے۔ حالانکہ وحدت الوجود اس کے منافی ہے تو حضرت حاجی صاحب کی طبیعت بھرائی اور فرمایا کہ اچھا اب اس کا جواب بھی آپ ہی بیان فرمائیں۔

حضرت نے عرض کیا وصل کے معنی ہستی ہو ہو کو مٹانا ہے۔ غیرت کی نفی نفس الامر میں ہے اور حقیقت میں محبوب حقیقی کے بغیر کوئی غیر موجود نہیں۔ مگر وہم کے غلبہ سے تغافل پیدا ہو گیا ہے اور وہ اُس وقت تک باقی رہتا ہے جب تک فنا کے کامل حاصل نہیں ہوتی۔ طلب اور عشق کے تمام منازل میں ایک وہی غیرت باقی رہتی ہے۔ اس لیے فراق بھی ہوتا ہے اور وصال کی طلب بھی ہوتی ہے۔

میں جمی تک تھا کہ تیری جلوہ پیرائی نہ تھی جو نو دھن سے مٹ جاتا ہے وہ باطل ہوں میں

حضرت نے اپنی جوابی تقریر کو خواجہ حافظ مولینائے روم اور دیگر عرفائے کلام از قلم

تو مباحث اصل کمال این است و بس زود رگم شود وصال این است و بس

اور حضرت شیخ اکبر کے برجستہ ارشادات سے مزین و مرقع کر کے کچھ ایسے پرکھت انداز میں ادا فرمایا کہ حضرت حاجی امداد اللہ وجد میں آگئے اور آپ کو بے حد رقت ہوئی۔ کچھ دیر کے بعد جب طبیعت سنبھلی تو مکہ کے اندر تشریف لے گئے اور اپنا سلسلہ چشتیہ صابریہ لاکر حضرت کو عنایت فرمایا اور کہا کہ اگرچہ آپ کو اس کی حاجت نہیں مگر میں چاہتا ہوں کہ آپ کی وجہ سے شمالی ہند میں میرے سلسلہ کی بھی ترویج ہو۔ حضرت فرماتے تھے میں نے عرض کیا آپ کی عنایت کا شکریہ مجھے طواف کعبہ کی طرف قلبی توجہ نہیں ہوتی۔ اگر ہو سکے تو اس قدر مہربانی فرمائیں کہ خدا کرے یہ ہو جائے۔ حضرت حاجی صاحب نے فرمایا میں بھی تقریباً بیس سال سے ایسی ہی کیفیت میں مبتلا ہوں۔ جناب بابو جی مدظلہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت نے اس کیفیت کی یہ وجہ بیان فرمائی کہ جس شخص کا مطلع نظرات ہو وہ آثار و افعال اور صفات کی طرف



توجہ نہیں ہوتا ہے۔

عشق آل شعلہ است کہ چوں بر فروخت ہر چہ خیز معشوق باقی مجملہ سوخت

حضرت فرماتے تھے کہ جب میں عرب شریف سے واپس آیا تو ایک مدت کے بعد دیوان سید محمد سجادہ نشین پاک پتن شریف کے تقاضا پر سلسلہ چشتیہ صابریہ کے وظائف انہیں تلقین کیے۔ اُس وقت حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس عطیہ کی حکمت معلوم ہوئی۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ عرب شریف کے قیام کے دوران ایک وقت ایسا بھی آیا تھا کہ مجھے اُسی جگہ رہائش اختیار کر لینے کا خیال پیدا ہو گیا۔ مگر حاجی صاحب نے ارشاد فرمایا کہ پنجاب میں عنقریب ایک فتنہ نمودار ہوگا جس کا سد باب صرف آپ کی ذات سے متعلق ہے۔ اگر اُس وقت آپ محض اپنے گھر میں خاموش ہی بیٹھے رہے تو بھی علمائے عصر کے عقائد محفوظ رہیں گے اور وہ فتنہ زور نہ پکڑ سکے گا۔ جیسا کہ آپ کی تصانیف و ملفوظات سے ظاہر ہوتا ہے۔ آپ پر بعد میں انکشاف ہوا کہ اس فتنہ سے مراد قادیانیت تھی۔

## حضرت حاجی صاحب کی ان عنایات پر ان کے بعض متوسلین کا ردِ عمل

جناب بابو جی کا ارشاد ہے کہ حضرت فرماتے تھے جب میں حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو اُس وقت ہندوستان کے چار مشہور علماء بھی حاضر درس تھے۔ میری تقریر اور حضرت حاجی صاحب کی جوابی مہربانی کو انہوں نے کچھ محسوس کیا اور مجھ سے ایک منطقی سوال پوچھا میں نے کہا: میاں یہاں تو ایک باخدا انسان کی مجلس ہے۔ یہاں سے کچھ حاصل کرنا چاہیئے۔ یہ مناظرہ کا مقام نہیں۔ اگر آپ حضرات کو مناظرہ کا ہی آناشوق ہے تو فلاں مہتمم پر آکر مجھ سے گفتگو کیجئے گا اور اگر میرے پاس آنا مناسب نہ سمجھیں تو میں خود آپ کے مقام پر حاضر ہو جاؤں گا۔ اس پر وہ خاموش ہو گئے۔

## حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور آپ کا مسلک

حضرت حاجی امداد اللہ <sup>۱۲۲۳</sup> ہجری یعنی ۱۸۰۸ء عیسوی میں بمقام قصبہ نانوتہ ضلع سہارن پور پیدا ہوئے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں انگریز حکومت کے خلاف ہندوستان میں جہاد میں حصہ لیا۔ ۱۸۵۹ء میں ہندوستان سے ہجرت فرما کر مکہ معظمہ میں رہائش اختیار کی اور وہیں ۱۳۱۷ھ یعنی ۱۸۹۹ء میں رحلت فرما کر اپنے ویرینہ رفیق اور دینی و سیاسی معاون حاجی رحمت اللہ مہاجر مکی کے پہلو میں دفن ہوئے۔ آپ بلادِ عرب میں شیخ العرب والجم کے لقب سے موسوم تھے۔ دیوبندی مکتب فکر کے اکثر و بیشتر علماء کو آپ سے ارادت ہے۔ گو بعض مسائل میں انہیں حاجی صاحب سے اختلاف بھی رہا۔ مگر مولانا احمد حسن کانپوری، مولانا طغٹ اللہ علیگڑھی، مولانا محمد حسین الہ آبادی اور بہت سے دیگر آپ کے متوسلین علمائے کرام آپ کے مسلک کے پوری طرح پابند رہے۔ مسئلہ وحدت الوجود میں حاجی صاحب کا مسلک امداد المشاق کے مندرجہ ذیل الفاظ سے واضح ہوتا ہے:-

یہ مسئلہ (وحدت الوجود) حق و صحیح مطابق للواقع ہے۔ اس مسئلہ میں کچھ شک و شبہ نہیں۔ معقودہ علیہ تمامی مشلح کا ہے مگر قال و اقرار نہیں، البتہ حال و تصدیق ہے یعنی اس مسئلہ میں تقیق اور تصدیق قلبی کافی ہے اور استناد اس کا لازم اور افشا ناجائز ہے کیونکہ اسباب ثبوت اس مسئلہ کے کچھ نذک ہیں، بلکہ محقق و دقیق



کہ فہم عوام بلکہ فہم علمائے ظاہر میں کہ اصطلاح عرفا سے عاری ہیں نہیں آتے تو الفاظ میں کہنا اور دوسرے کو سمجھنا تک ممکن ہے۔

## فتوحاتِ مکہ کے حصول میں تائیدِ غیبی

حضرت قبلہ عالم قدس سرفہ فرماتے تھے کہ مکہ معظمہ میں کتاب فتوحاتِ مکہ کے مطالعہ کا شوق پیدا ہوا۔ ایک کتب فروش نے اس کی قیمت چالیس ریال بتائی جو میرے پاس نہ تھے۔ اسی خیال میں بیٹھا تھا کہ ایک اجنبی افغان نے حرم شریف میں آکر چالیس ریال پیش کیے۔ وجہ پوچھی تو کہنے لگا کہ اس وقت میرے دل میں خود بخود خیال پیدا ہوا ہے کہ یہ قسم آپ کو پیش کروں۔ چنانچہ اُس کے اصرار پر وہ چالیس ریال قبول کر لیے اور اشارہ غیبی سمجھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے جا کر کتاب خرید لی جو ہمیشہ زیر مطالعہ رہی۔

## حضرت کے رئیس الحجاج ہونے کے متعلق ایک بزرگ کا کشفی مشاہدہ

جس سال آپ حج پر گئے تھے اُسی سال حضرت سید لعل شاہ نقشبندی دندہ شاہ بلاول ضلع کمبل پور حج کے لیے گئے تھے۔ جناب مولانا محمد غازی اور سید چانن شاہ جالوی نے اُن کو کتے سنا کر میں نے بیت اللہ شریف اور پھر عرفات میں بھی مراقبہ کر کے معلوم کرنا چاہا کہ اس سال اولیائے حاضرین میں سے رئیس الحجاج کا منصب جلیلہ کسے عطا ہوا ہے تو حرم شریف میں میں نے خانہ کعبہ کو حضرت قبلہ عالم قدس سرفہ کے گرد طواف کرتے دیکھا اور عرفات میں لوگوں کے حج آپ کے ہی توسل سے بارگاہِ الہی میں پیش ہو کر مقبول ہوتے نظر آئے۔ اس لیے سمجھ گیا کہ اس سال آپ ہی اس باطنی منصبِ عالی پر فائز المرام ہیں۔ جناب بابو جی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ ان ہی سید لعل شاہ کے خاندان میں سے ایک صاحبِ سختِ سبب ہوئے اور چونکہ اس گھرانے کو مسندِ رجب بالا واقعہ کی بناء پر حضرت قبلہ عالم قدس سرفہ سے محبت تھی اس لیے وہ گولڑہ شریف میں دعائے صحت کے لیے آئے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں شفا بخشی۔ اُن کی زبانی بھی میاں عبداللہ وغیرہ حُمدِ نام لنگر شریف نے اُس مراقبہ کا ذکر سنا تھا۔

بیت اللہ شریف اور دیارِ صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری کے وقت ایک عام مسلمان کے ذوق و شوق کی جو کیفیت ہوتی ہے وہ ہی بیان میں نہیں آ سکتی تو اولیاء اللہ کی کیفیات کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔ البتہ کبھی کبھی یہ حضرات مأمورین اللہ ہو کر یا وارداتِ قلبی کے تحت مصلحتاً اپنے جمالِ حال کے کسی گوشہ سے خود ہی پردہ اٹھا دیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت کے عشق و نیاز کی ایک معمولی جھلک آپ کی اس مشہور و مقبول نعت میں بھی پائی جاتی ہے جو آج بک بک تراں دی ودھیری لے کے

الفاظ سے شروع ہوتی ہے اور جس کا ایک مصرعہ کہتے مہر علی کہتے تیری شاگستراخ اکھیں کہتے جاڑیاں بھی ہے۔ حضرت نے اس غزل میں اُس کیفیت کا نقشہ پیش کرنے کی کوشش کی ہے جو واوی حرائیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار پر انوار سے مشرف ہونے پر رونما ہوتی تھی۔ اس واقعہ کے متعلق آپ کے کاغذات میں سے آپ کی ایک قلمی تحریر بھی دستیاب ہوئی ہے جو یہاں درج کی جاتی ہے۔

وادی حمرا والے خواب کے متعلق حضرت کی قلبی تحریر (صفحہ ۱۳۱)



حق تان چکانین در میدان لب میاید <sup>ع</sup> من ندانم باده ام یا باده را پیانم  
 عاشق شوریدم یا عاشق یا جانانم

مستولم جرقم جان گویت یا جان جان  
 شوق موسی در طور آورد نارطورا  
 با جمال ذراتش عشق در کار شد  
 خاف از خود ماند از صورت چهره شد آینه  
 اصطلاح شوق بسیار است و من دیوانه ام  
 در باد شمع آتش میزند پروانه ام  
 چشم او را سرمه ام یا زلف او را شانه ام  
 تا ترا بشنم ختم جانان ز خود بجانم

ایضا

نخستین باده کا نذر جام کردند  
 سویداشد در امان صورت می  
 نمی بایست تقییل از ان روی  
 شراب و عدت از غمی نه غیب  
 چون عظیمم ز مستیها بهر سو  
 حقیقت را که مستور از نظر بود  
 پس آنکه موج دریا باز زدید  
 این رمزی دقیق با تو گویم  
 از عشق من و بارک دانا علی سید محمد آقا در احوال

آثار و صفات الهیه و دین

میرزا حسن علی خان قزوینی

سوره دی بجز شش و هفت از شوق  
 بنده روی بنابر شمع حسنه توانم

حضرت کی قلبی تحریر کرده دو غزلیں

## وادی حمر کے واقعہ کے متعلق حضرت قبلہ عالم کی قلمی تحریر

پنچاچھ در سفر مدینہ طیبہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام بمقام حمر وادی یا فاطمہ وادی ازیں مکینہ ترین اُمت مرحومہ، باعث اضطراب از قطع الطرق سنتِ عشار متروک گشت مخلصی فی اللہ و محبتی اللہ مکرّمی جناب مولوی محمد غازی صاحب دیں سفر مبارک شغل تعلیم و تعلّم کہ در مدرسہ مکرّمی مولوی رحمت اللہ صاحب مرحوم و مغفور بمکہ معظمہ زادہا اللہ تعالیٰ مے فرمود، ترک فرمودہ محض برائے خدمتِ ایں بی بیچ بنا بر حسن ظن شریف رفاقت بخشیدہ بمعیت رفقا بکرانہ قافلہ بخواب رفتم۔ چہ مے بنیم کہ سرورِ عالم فدائے روحی صلی اللہ علیہ وسلم در جُبتِ عربی سیاه فام از جمالِ بالکمال جہاں آرا، حیاتِ دیگر بخشیدند۔ در حالیکہ مسجد سے دو زانو مراقب نشستہ بودم نزدیک تر بایں عاصی شدہ مے فرمایند کہ آلِ رسولؐ را نباید کہ ترکِ سنت کند و ہر دو ساقِ مبارک را کہ لطیف تر از حریر بودند بدو دست خود شکم گرفتہ گریاں و نالہ کنّاں مے گفتم الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ و از بے استقامتی و مدہوشی عرض نمودم کہ حضورؐ کد ام کس اند۔ در جواب ہماں جملہ مذکورہ بالا (آلِ رسولؐ را نباید کہ ترکِ سنت کند) فرمودند یہیں طور سہ بار تکرار سوال و جواب بوقوع آمد۔ نوبت سوم در قلبِ حرمیں چُنیں ریختند کہ از اندائے تو بلفظ یا رسول اللہ منع مے فرمایند اگر کسے دیگر از اہل اللہ بودے بگفتے کہ مرا رسول اللہ گو۔ والحمد للہ علی ذالک۔ از غوبی و حُسنِ آں جمالِ بالکمال و از مستی و ذوق و تحیر فائضہ آن وقت مبارک لسانِ تقریر و تحریر گنگ است و لال۔ البتہ ابیاتِ ذیل جُرحہ ازاں بادہ بکام، و نفجہ ازاں ناذہ بشامِ عشاقاں چکانیدن د میدانِ انسب مے نماید۔

من ندانم بادہ ام یا بادہ را پس اذام	عاشق شوریدہ ام یا عشق یا جبنا اذام
مبتلائے حیرتم جاں گوشت یا جانِ جاں	اصطلاح شوق بسیار است و من دیوانہ ام
شوقِ موسیٰ در ظہور آورد نارِ طور را	در نہاد شمعِ آتش مے زند پروانہ ام
با جمالِ ذائشِ حُسنِ و گد در کار شد	چشمِ او را سر مہ ام یا زلفِ او را شانہ ام

غافل از خود ماند از صورت چو پر شد آئینہ  
تا ترا بشناختم جانان ز خود بیگانہ ام

### ایضاً

غُستیں بادہ کا نہرجام کردند	مزا بخش عکسِ آن کُلفِ ام کردند
ہویدا شد دور امکانِ صورتِ حق	بآں صورتِ جہاں را رام کردند
ہے بانست تفصیلے ازاں رُوسے	مکارم را باں امتِ ام کردند

لہ تضاد و تدر

لہ قال صلی اللہ علیہ وسلم بعثت لا تتم مکارم الاخلاق



شراب وحدت از خندانہ غیب      مرا صبح ازل در کام کردند  
چو غلیظ دم ز مستی با بہر سو      حریفان مستی از من وام کردند  
حقیقت را کہ مستور از نظر بود      بسا مشہود خاص و عام کردند  
پس آنکہ موج دریا باز گردید      باتمام فنا اکر ام کردند  
ایں رمزے دیتھے باتو گویم  
بخود آفت از وہم انجم کردند

اللہم صل وسلم وبارک دایماً علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ  
سوارۃ بگذشتی و ما سئو از شوق  
نہادہ روتے بخاک نیم سمن توایم

### ترجمہ تحریر مختص

چنانچہ مدینہ عالیہ کے سفر میں بیعت م وادی حمرہ کوؤں کے حملہ کی پریشانی کی وجہ سے مجبوراً  
عشاء کی سنتیں مجھ سے رہ گئیں۔ مختصی فی اللہ مولوی محمد غازی، مدرسہ صولتیہ میں شغل تعلیم و تدریس چھوڑ کر حسن ظن کی بنا پر  
بغرض خدمت اس مقدس سفر میں میرے شریک ہوئے تھے۔ ان رفقاء کی معیت میں میں قافلہ کے ایک طرف سو گیا۔ کیا دیکھا ہوں  
کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سیاہ عربی تجتہ زیب تن فرمائے تشریف لاکر اپنے جمال باکمال سے مجھے نئی زندگی عطا فرماتے ہیں ایسا معلوم  
ہوا کہ میں ایک مسجد میں بحالت مراقبہ دوڑا نو بیٹھا ہوں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قریب تشریف لاکر ارشاد فرمایا کہ آل رسول کو سنت  
ترک نہیں کرنا چاہیے۔ میں نے اس حالت میں آنجناب کی ہر دوپٹے کیوں کو جو ریشم سے بھی زیادہ لطیف تھیں اپنے دونوں  
ہاتھوں سے مضبوط پکڑ کر نالہ و فغاں کرتے ہوئے الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کہنا شروع کیا اور عالم مدہوشی  
میں روتے ہوئے عرض کی کہ حضور کون ہیں؟ جواب میں وہی ارشاد ہوا کہ آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سنت ترک نہیں کرنا چاہیے۔ میں بار  
یہی سوال و جواب ہوتے رہے تیسری بار میرے دل میں ڈالا گیا کہ جب آپ ندائے یا رسول اللہ سے منع نہیں فرما رہے تو ظاہر  
ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اگر کوئی اور بزرگ ہوتے تو اس کلمہ سے منع فرماتے۔ اس حسن و جمال باکمال کے متعلق کیا کہوں اُس  
ذوق و مستی و فیضان کرم کے بیان سے زبان عاجز ہے اور تحریر لنگ۔ البتہ بادہ خواران عشق و محبت کے حلق میں ان ابیات  
سے ایک جُرمہ اور اُس نافہ مشک سے ایک نغمہ ڈالنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

حضرت قبلہ عالم قدس ستر فکی یہ تحریر اور ابیات اُس وقت کی سعادتِ غلطی کی کیفیات سے کسی قدر نقاب کشائی کرتے  
ہیں اور واضح ہوتا ہے کہ آپ وصال کے مراتب علیا اور فنا و بقا کے مقامات جلیلہ سے مشرف ہو چکے ہوئے تھے جو اہل اللہ کا  
انتہائے مقصود ہے۔ ان کیفیات کا انعکاس آپ کی اُس مشہور پنجابی نعت میں کسی حد تک پایا جاتا ہے جس کا ذکر اوپر آچکا ہے  
اور جو آپ نے اُس موقع پر وادی حمرہ اور مدینہ منورہ کے درمیان موزون فرمائی تھی۔ ان ہی کرامات و عنایات کے متعلق ذکر کرتے  
ہوئے آپ اپنی کتاب فتوحاتِ محمدیہ میں ضمن جواب سوالِ خبسم تحریر فرماتے ہیں: اس گروہ پاک میں سے اب بھی وہ لوگ  
ہلتے ہیں جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علی حسب تفاوتِ مدینہ طیبہ سے رخصت ہوتے وقت یا کسی اور وقت میں اُن انعامات سے  
منازد و مشرف فرماتے ہیں کہ لا عین رأت ولا اذن سمعت۔



حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کی طبیعت میں تواضع اور اخلاص کا غلبہ تھا۔ اس قسم کے واقعات کو شاذ و نادر ہی ظاہر فرماتے تھے اور وہ بھی کسی خاص مصلحت کے تحت۔ چنانچہ اس واقعہ کا اظہار بھی غالباً اپنے امثال اور تابعین کی تلقین کے لیے فرمایا ہے اور اس لیے بھی کہ اس میں اپنی ذات والاصفات پر بھی حرف گیری کا ایک پہلو نکلتا تھا ورنہ ان انعامات بے کراں کا جو اس دربارِ گوہر بار سے مرحمت ہوئے یا ان نوازشات بے پایاں کا جو خانہ خلاق جہاں میں ہوئیں ایک شرمہ تک بھی کہیں ظاہر نہیں ہونے دیا۔ اور یہاں پر آپ ہی کا وہ قول پیش نظر آتا ہے کہ میں فقیر اُسے کہتا ہوں جو فقر کے سات دریا پی جائے اور ڈکار تک نہ لے۔

مست ذکرہ بالانعت شریف کی عالم گیر انگیزی اب محتاج بیان نہیں رہی پنجابی کلام سے لطف اندوز ہونے والی ہزاروں محفلوں میں یہ ہمیشہ پڑھی جاتی ہے۔ اور لوگوں کی فرمائش کے پیش نظر بار بار ریڈیو پر بھی آتی رہتی ہے جب کبھی یہ نعت پڑھی جا رہی ہو تو شدتِ شوق و فراق سے ہر آنکھ اشکبار ہوتی ہے۔ اور کیفیات کا نور و سرور سامعین کے قلوب میں موجزن ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ جن دنوں علامہ اقبال میکلوڈ روڈ پر رہتے تھے۔ شام کے دھند لکوں میں کوئی شخص اس نعت کا پہلا شعر

آج بسک مہتراں دی دھیری اے کیوں لڑی اُو اس گھنیری اے  
لوں لوں چ شوق چگیری اے، آج نیناں لائیاں کیوں جھڑیاں  
تو تم سے کتا جا رہا تھا علامہ نے اپنے ملازم کو دوڑا کر اُس گزرنے والے کو بلوا کر ساری نعت سنی جب مقطع ے  
مُبْحَانَ اللَّهِ مَا أَجْمَلْتَ مَا أَحْسَنْتَ مَا أَكْمَلْتَ  
کتنے مہر علی کتنے تیری شاہ گستاخ اکھیں کتنے جاڑیاں

میں حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کا نام سنا تو کہا کہ اب معلوم ہوا کہ اس کلام میں اتنا بے پناہ درد و اثر کیوں ہے نعت شریف باب نہم آپ کے منظوم کلام میں، کتاب ہذا میں درج ہے۔

### اس کٹھن سفر میں شانِ استغفار و ایثار و کرم

جناب مولیٰ سنا محمد فازی فرماتے تھے کہ مکہ مکرمہ میں حضرت قبلہ عالم قدس سرہ میری استدعا پر ازراہ عنایت میرے مکان پر تشریف فرما ہوئے تو میں نے دیکھا کہ آپ کے پاس فقط ایک قمیص ہے جو اس طویل سفر میں مسلسل زیر استعمال رہنے کی وجہ سے عرق آلود ہو چکی ہے چنانچہ ایک دن میں نے عرض کی کہ غسل فرما کر میری نئی قمیص پہن لیں تاکہ میں وہ قمیص دھو ڈالوں۔ آپ نے فرمایا: اچھا، مگر غسل کے بعد دیکھا تو دھوپ پڑی اور بغیر دھوپ قمیص زیب تن فرمائے ہوئے ہیں۔ مجھے سخت صدمہ ہوا اور زیر لب اظہارِ شکوہ کرتا ہوا چل پڑا۔ آپ نے دیکھا تو فرمایا: مولوی صاحب، واپس آؤ، واپس آؤ۔ میں واپس گیا تو فرمانے لگے کہ مولوی صاحب، اگرچہ میرے مذہب میں دوئی شرک ہے مگر میں نے یہ خیال کیا تھا کہ یہ قمیص مولوی صاحب کی ہے۔ اچھا اب آپ کی قمیص پہن لیتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ نے میری قمیص پہن لی اور اپنی قمیص مجھے مرحمت فرمائی۔ حضرت کی یہ قمیص مولیٰ محمد فازی نے تبرکاً اپنے پاس رکھ لی تھی جو ان کی وفات کے بعد ان کے ورثہ سے حاصل کر کے حضرت کے تبرکات میں رکھ دی گئی ہے۔



مولانا مرحوم جو مدینہ عالیہ کے سفر میں حضرت کے شریک تھے فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ قافلے میں پیدل سفر کرنے والی ایک خاتون نے تھکاوٹ سے تنگ آکر بوجہ کم ہمتی و بے صبری کچھ غیر شرعی الفاظ استعمال کرنے شروع کیے حضرت نے اُس کی حالت دیکھ کر فرمایا۔ اس بے چاری کا ایمان خطرے میں ہے میری سواری پر اسے سوار کرادو میں پیدل چلوں گا تاکہ اُس کی یہ تکلیف و پریشانی رفع ہو جائے مولانا فرماتے تھے کہ قافلہ کے لوگ عموماً بدوقول اور لٹیروں سے خطرہ کے وقت آپ کے قریب جمع ہو جاتے اور کہتے کہ ہمیں اس شخص کے قُرب میں اطمینان اور تسکین قلب محسوس ہوتی ہے چنانچہ آپ بھی اُن کی پریشانی کے پیش نظر اپنے اوراد و اشغال میں ہمہ وقت مصروفیت کے باوجود اُن کی دیجونی کو مقدم رکھتے۔

## عرب شریف سے واپسی پر آپ کا استقرار

عرب شریف سے واپسی پر حضرت قبلہ عالم قدس سرہ مفت مہمیں پر ایسے ممکن ہوئے کہ پھر بہت کم سفر اختیار فرمایا پہلے سیال شریف کے عرس پر اور پھر کچھ عرصہ بعد پاک پتن شریف کے عرس پر سفر فرماتے کسی خاص دینی مقصد کے پیش نظر کوئی اور سفر بھی اختیار فرمالتے تھے مثلاً پیران کلیہ علی گڑھ اور مرزائے قادیان کے ساتھ مناظرے کیلئے لاہور کے سفروں کا تذکرہ آئندہ مناسب مقامات پر آئے گا۔

## ریاست بھوپال کا سفر

۱۹۰۴ء میں حضرت نے ریاست بھوپال کا سفر فرمایا جس کا ذکر جناب بابو جی مدظلہ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ معلوم ہوا کہ حضرت کسی سفر کا ارادہ تو رکھتے ہیں مگر ہمیں ساتھ لے جانا نہیں چاہتے۔ کئی طریقوں سے ہمرکابی کی استدعا کی مگر نامنظور ہوئی۔ آخر میں نے عرض کی کہ آپ سفر تو زمین پر ہی فرمائیں گے۔ اور سوار بھی ریل گاڑی میں ہی ہونگے اس لیے جب بھی آپ تشریف لے جانے لگیں گے ہم بھی ساتھ ہو لیں گے۔ یہ سن کر آپ نے تہنم فرمایا اور ہماری اجازت بخشی اور بالآخر تیساریں ہو گئی۔ مولوی محبوب عالم بنشی عبد الجبار کرم الہی برادر سیٹھی فضل الہی پشاوروی۔ قائم علی المعرف فاضل لاہوری وغیرہ ہمراہ تھے۔ اسٹیشن پر مولوی محبوب عالم کو علیحدگی میں بھوپال کے متعلق فرمایا۔ راستہ میں ایک یوم لاہور کی ایک سرائے میں قیام فرمایا اور کسی کو اطلاع نہ کی۔ شام کو وہاں سے سوار ہو کر دوسرے روز نونہ رات بھوپال پہنچے۔ شہر سے باہر ایک تالاب کے قریب رہائش کا ارادہ فرمایا۔ تانگے والوں نے اُس جگہ سے تقریباً تین فرلانگ کے فاصلہ پر آثار دینا چاہا لیکن ایک گونگے شخص کے آمو جو ہونے اور اشاروں اشاروں میں تانگہ والوں کو مجبور کرنے پر بالآخر انہوں نے ہمیں اصل جگہ تک پہنچا دیا۔ وہ گونگا شخص ایک غیبی امداد کی صورت میں آخر تک بازار سے سودا سلف تک لانے میں ہمارا امداد و معاون رہا۔

حضرت نے کسی مکان کے کرایہ پر لینے کا فرمایا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی تاکید فرمائی کہ کسی کو نہ بتلایا جائے کہ ہم کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں چنانچہ تالاب کے قریب والی ایک چھوٹی سی کچی مسجد میں سامان رکھ کر مکان کی تلاش میں نکلے۔ قریب ہی ایک مکان نظر آیا۔ اور میں نے خیال کیا کہ اگر یہ مکان بل جاتا تو کیا ہی اچھا رہتا۔ اسی خیال میں تھا کہ مالک مکان جو کوئی فوجی افسر معلوم ہوتا تھا آگیا اور ہمیں دیکھ کر پوچھا کہ آپ لوگ کہاں سے آئے ہیں۔ پہلے تو ساتھیوں نے حضرت کے



حسب ارشاد کچھ نہ بتلایا لیکن آخر لالہ کرم الہی نے کچھ بیان کر ہی دیا جس پر وہ بہت خوش ہوا اور مکان کی گنجیاں حوالے کر کے کہنے لگیں ایک رسالہ میں ملازم ہوں اور رخصت پر آیا تھا۔ اب واپس جا رہا ہوں۔ یہ میرا ملازم ہے اور مکان آپ کے حوالے ہے۔ جتنے روز چاہیں بغیر کسی کرایہ کے قیام فرمائیں۔ ہم بہت خوش ہوئے۔ حضرت نے نچلے حصہ میں رہائش رکھی اور ہمیں اُدپر والے حصہ میں ٹھہرنے کو فرمایا۔

آپ علی الصبح تالاب کے قریب والے جنگل میں تشریف لے جاتے اور دیر سے واپس لوٹتے۔ پھر فاضل کو اور مجھے سبق پڑھاتے۔ ہم اُن دنوں مسائل نو پڑھتے تھے۔ اُس مسجد میں بھی ایک سفید ریش معمر عالم چند طلباء کو پڑھاتے تھے ایک روز انہوں نے حضرت غوث الاعظم اور حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری رضی اللہ عنہما کے متعلق کوئی ذکر کیا تو آپ نے اُس کا صحیح مطلب اُن کو سمجھایا جس پر وہ معمر عالم بہت خوش ہوئے۔

ہر روز جنگل سے واپسی پر تھوڑی دیر کے لیے آپ ایک حکیم صاحب کے پاس تشریف رکھتے۔ اُن سے تعارف کی صورت ایک مولوی صاحب کے ذریعہ ہوتی تھی جو گولڑہ آیا کرتے اور حضرت سے حکیم صاحب کا اور حکیم صاحب کے پاس حضرت کا ذکر خیر کیا کرتے تھے۔ نیز وہ اس جنگل کے متعلق کہا کرتے کہ عجیب خلوت کا مقام ہے۔ اتفاقاً مسجد والے عالم بھی ان ہی حکیم صاحب کے کرایہ دار تھے چنانچہ ایک روز حضرت کو حکیم صاحب کے پاس بیٹھا دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور چائے لاکر پیش کی اور کہا کہ مجھے عرصہ سے ایک بات کی سمجھ نہیں آرہی ہے اور اشکال لاحق ہے کئی حضرات سے دریافت بھی کیا مگر اطمینان نہیں ہو سکا۔ آپ کو دیکھ کر میرا دل شہادت دیتا ہے کہ آپ اُسے ضرور حل فرمادیں گے۔ وہ بات یہ ہے کہ اکثر ایسے بزرگان دین گزرسے ہیں جن کے باخدا ہونے میں تو قطعاً کلام نہیں مگر انہوں نے تمام عمر مکہ طیبہ کی بجائے فقط اہم ذات ہی کو ذکر کے لیے اختیار کیا۔ اور مکمل کلمہ شریف کو جو افضل الذکر ہے معمول نہ بنایا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا میرے ناقص خیال میں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ حضرات ایسے مقام پر فائز تھے کہ اس قدر فراق کو گوارا نہ کر سکتے تھے جو محبوب کے نام سے پہلے تین چار الفاظ ادا کرنے تک صبر میں لاحق ہوتا ہے۔ اس لیے اول ہی اُس کے نام کو وردِ زبان بنایا۔ آپ نے اس پر مزید چند عرفا کے اقوال پیش فرمائے جس سے مولوی صاحب پر وجدانی کیفیت طاری ہو گئی۔ اور باصرہ تمام بعیت ہوئے۔ پھر عرض کی کہ مجھ سے وعدہ فرمائیں کہ میرا جنازہ آپ پڑھائیں گے۔ آپ نے منہ نہ دیا خدا جانے کسے پہلے جانا ہوگا۔ فاصلہ بھی کافی ہے میں دُعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ہمارا خاتمہ بخیر فرمائے۔ اس کے شدید اصرار پر فرمایا۔ مشیت الہی میں ہوگا تو دیکھا جائے گا۔

اس عرصہ میں رفتہ رفتہ شہرت ہو گئی۔ نواب صاحب بھوپال کے ایک رشتہ دار نواب حاضر خدمت ہو کر ملتقم ہوئے کہ میرا لڑکا بیمار ہے آپ غریب خانہ پر چل کر دم فرمائیں۔ آپ نے وہاں جانے سے معذرت چاہی اور وہیں دُعا کے صحت فرمائی مگر نواب صاحب بدستور آپ کے تشریف لے چلنے پر مہر رہے۔ بالآخر آپ نے فرمایا کہ فقط اس کام کے لیے جانا تو مشکل ہے البتہ یہاں سے روانگی کے وقت آپ کے ہاں سے ہوتا جاؤں گا۔ چنانچہ اس کے بعد مولوی محبوب عالم سے فرمایا کہ اب یہاں لوگوں نے بے ذوقی پیدا کر دی ہے رخصت ہونا چاہیے تیاری ہونے پر حسب وعدہ آپ نواب صاحب متذکرہ بالا کے ہاں تشریف لے گئے اور کھڑے کھڑے نچے کو دم فرمایا بیگمات نے چاندی سے بھر ہوا ایک طشت نذر گزارا۔ اُس میں کوئی خاص قسم کی خوشبو یا ت بھی رکھی تھیں۔ آپ نے فرمایا اسے میرے قریب نہ لانا خوشبو یا ت کی تیزی سے مجھے نزلہ ہو



جائے گا اور وہ قبول بھی نہ فرمایا اور رخصت ہو گئے۔ اُن نواب صاحب نے بہت الحاح کی کہ اپنا پتہ تو بتادیں مگر آپ نہ مانے جب تانگہ پر سوار ہو کر روانہ ہو پڑے تو وہ نواب صاحب بھیچے دوڑنے لگے۔ آخر آپ نے مولوی محبوب عالم کو فرمایا کہ کاغذ کے پرزہ پر لکھ کر دے دو ورنہ یہ نہیں چھوڑیں گے۔ لہذا ایسا ہی کیا گیا۔ ریوے اشیش پر پہنچ کر راستہ دہلی واپس ہونے حضرت صاحبزادہ محمود صاحبؒ تو نسوی کے ایک خط سے جو حضرت کو بھوپال میں ملا اور جو جناب بابو جی مدظلہ کی لائبریری میں موجود ہے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کا قیام مولوی خیر اللہ کے مکان میں نزد مسجد مدار المہام، ہری گھاٹ بھوپال ہوا تھا۔ اس سفر کے چند دن بعد خادم تعویذات مولوی شیر دل نے عرض کی کہ ایک لڑکے پر جن کا اثر ہے اور وہ کچھ عرض کرنا چاہتا ہے۔ فرمایا اے آؤ۔ وہ آکر کہنے لگا کہ آپ نے بھوپال کے جنگل میں جو وعدہ فرمایا تھا اُسے پورا فرمائیں۔ آپ نے کہا صبر کرو تمہارا کام ہو جائے گا۔ کافی دیر تک اُس کے ساتھ گفتگو ہوتی رہی اور پھر وہ رخصت ہو گیا۔

بَابِ خَمْسَمِ

مَسَدَرِ شَاد

۱۳۵۴ ھ تا ۱۳۰۶ ھ

۱۸۸۹ ھ — ۱۹۳۷ ھ



# پہلی فصل محمدؐ از شواہد

## سند اکابرین

سابقہ چار ابواب میں واضح ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ قبول اور منفرد تخلیق اور کُلّ یومِ ہُو فی شیان کے یہ منظرِ صادق کس طرح علم و فکر کی تربیت میں کامل و مکمل ہو کر بیٹ اللہ شریف اور دربارِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں حاضر ہوئے وہاں فیوض و برکات سے دامن مژد بھرے اور قبلہ عالم اور قطب ارشاد کی خلعتِ فاخرہ سے سرفراز ہو کر اپنے پیرانِ عظام اور اجدادِ کرام کی مسندِ ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے۔

اس بلند مرتبت مسندِ شریف پر زمانہ ماضی میں جہاں تک بھی نگاہ دوڑائیں اکابر اولیاء اللہ اور اپنے اپنے وقت کے قبلہ گاہ عالم ہی جلوہ فرما دکھائی دیں گے۔ شمس العارفین حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی، غوثِ زمان حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی، قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد ہاروی، فخر جہاں حضرت مولیٰ سنا فخر الدین دہلوی، قطب دوران حضرت خواجہ نظام الدین اورنگ آبادی اور فانی فی اللہ، باقی باللہ حضرت خواجہ کلیم اللہ جہاں آبادی بلکہ اور اوپر حضرت چراغ دہلوی سلطان المشائخ حضرت محبوب الہی سلطان الزاہدین حضرت گنج شکر، بُرہانِ چشتیہ و شہیدِ محبت حضرت خواجہ قطب الدین بہت سیار کالی اور خواجہ خواجگان سلطان اللہ حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سپرِ اسلام کے وہ درخشندہ ستارے تھے جن کی ضیا پاشی سے کروڑوں گمراہانِ بادیہ ضلالت نے ہدایت پائی۔ قبیلے کے قبیلے اور علاقے ظلمتِ کفر سے نکل کر نورِ اسلام سے منور ہوئے۔ (حضرت کے مشائخ کرام سلسلہ چشتیہ و قادریہ کے شجرتِ کتاب ہذا کے بابِ نہم ارشادات میں درج ہیں) ان حضرات نے اپنی تمام عمریں تدریسِ علومِ دینیہ اور تزکیہٴ نفوسِ بشریہ میں بسر فرادیں۔ جاہلوں کو عالم بنایا۔ اور عالموں کو واصل باللہ کیا۔ اربابِ سیف نے ان سے عدالت کا سبق لیا اور اصحابِ قلم نے زورِ قلم حاصل کیا۔ چور و راہزن ولی اللہ بنے۔ کسانِ ہل چلا تے تسبیح پڑھنے لگا۔ اور مزدور عورتیں چکی پیستے، آٹا گوندھتے ذکرِ جہر کرنے لگیں۔ ان نفوسِ قدسیہ نے اس برصغیر میں عرفانِ الہی اور عشقِ رسول اللہ کے دریا بہا دیے۔ اور ایک عالم کو صبغۃ اللہ میں رنگ دیا۔

دہلی، بہاول پور، سنگھنہ اور کچھی بار کے بعد ارشاد و تبلیغ کا یہ ستارہ جو تیرہویں صدی کے آخر اور چودھویں کے آغاز میں کوہستانِ پٹواری کے دامن میں آراستہ ہوا۔ اپنی نصف صدی کی نمایاں اور بعض صورتوں میں عظیم المثال و لاثانی خدمات کی بدولت، تاریخِ اسلام میں بلا خوفِ تردید، مسندِ تجدید سے موسوم کیا جاسکتا ہے کیونکہ جیسے کتاب ہذا کے باب دوم کی ابتدا میں عرض کی جا چکی ہے حضرت کی ذاتِ گرامی میں وہ مجملہ شرائط و صفات جو ایک مجددِ وقت میں ہونا چاہئیں کامتہ موجود ہیں۔ تعلیمِ اسلام کے جو موضوعات حضرت کے تجدیدِ زندگانی کے مخصوص طور پر متاثر ہوئے مختصر یہاں بیان کیے جاتے ہیں ان کی تفصیل آگے مختلف ابواب میں آئیگی۔

## تردید مزائنت

آنجناب نے ایک لادینی حکومت کی الحاد پر وفضا میں ایک مذہبی نبوت کے خلاف کامیاب تسلی اور لسانی جہاد کیا حتیٰ کہ اس محاذ پر مسلمانوں کے تمام فرقوں کی جانب سے متفقہ طور پر آپ ہی قائد تسلیم کیے گئے اور آپ کی تصانیف تردید مزائنت میں بے نظیر شاہکار قرار دی گئیں۔ ان تصانیف کو مشعل راہ بن کر، تقریر و تحریروں کے مجاہدین کا ایک حجم غفیر کمر بستہ ہو کر میدان میں اُتر آیا۔ اور اُن کی مساعی فی سبیل اللہ کی بدولت آج دُنیا سَے اسلام کا ایک عام انسان بھی ختم رسالت کی قادیانی تاویل کو کفر سمجھتا ہے اور قادیانیت اس ملک میں ایک علیحدہ، بے اثر اور لاتعلق اقلیت بن کر رہ گئی ہے۔

## اسدِ چکر الویت

حضرت کے زمانہ میں قادیانیت کے علاوہ افراط و تفریط کی شکار اور بھی کئی مذہبی اور سیاسی تحریکیں ابھرنے لگیں مگر آپ کے وجودِ مسعود کے باعث پر دان نہ چڑھ سکیں مولوی عبداللہ حکمرانی نے حدیث کی محبت سے انکار کرتے ہوئے ایک نیا فرقہ اہل قرآن کھڑا کر دیا۔ اس کے مقابلہ میں آپ نے علم حدیث کی تدریس پر زور دے کر جابجا دورۂ حدیث کے درس جاری کرائے چنانچہ ضلع ہزارہ کی مشہور درس گاہ بھٹی میں آپ کے مخلص شاگرد مولانا عثمان نے اُس فوج میں پہلی مرتبہ درس حدیث شروع کیا۔ انگہ علاقہ سون میں آپ کے اُستاد مولانا سلطان محمود خود حضرت سے سند لے کر درس حدیث پر کمر بستہ ہو گئے۔ اسی طرح مولانا حافظ مہر محمد شیخ الحدیث جامعہ فتنیہ اچھرہ لاہور اور مولانا غلام محمد شیخ الجہانم بہاولپور بھی حضرت کے حسب فرمان تدریس حدیث پر ہمیشہ عمل پیرا رہے۔

## ردِ نچریت

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ نے نچریت کی تردید میں بھی جو ملک میں انگریزی تسلیم و تربیت کے باعث فروغ پا رہی تھی مولوی محترم علی چشتی لاہوری اور قاضی سراج الدین ایڈووکیٹ راولپنڈی جیسے مخلصین کے ذریعہ ایک عرصہ تک کتابی اور اخباری توسل سے تعلیمی مضامین شائع کرائے۔ تاہم سرسید احمد خاں کے مخالف علماء کے ان نظریات کو بھی نا واجب قرار دیا کہ انگریزی پڑھنا حرام ہے۔ اور برطانوی ہند دارالحرب ہے جہاں مجمعہ کی نماز جائز نہیں حضرت نے شہروں میں نماز جمعہ کو واجب کہا اور کئی مقامات پر بالخصوص صوبہ سرحد میں از سر نو جمعہ کی نماز جاری کرائی۔ البتہ برطانیہ کی ایسی ملازمت کو جس میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اقدام لازم آتا ہو، ناجائز قرار دیا۔ اور اس امر کا اعلان آپ اُس زمانہ میں فرماتے رہے جب کہ پہلی جنگ عظیم زوروں پر تھی اور انگریزوں کا ستارہ عروج پر تھا۔

## انگریزی تعلیم پر حضرت کا مسلک اور دینی مدارس میں پھپی

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کو دینی مدارس کی بے انتہا اور قیام کا ہمیشہ خیال رہا۔ انگریزی سکولوں کے مروجہ نصاب کے



عیوب کے متعلق آپ کے خیالات کا پتہ بعض مکثوبات سے ملتا ہے۔ انگریزی کو بطور زبان پڑھنے اور سیکھنے پر آپ کو اعتراض نہ تھا بلکہ حکومت برطانیہ کے عہد میں دنیوی کاروبار اور معاشدہ کے لیے اسے ضروری سمجھتے تھے مگر نظر مبارک اس خطبہ سے بھی بیگانہ نہ تھی کہ انگریزی ادب میں ایسا مواد بھرا ہوا ہے جو مذہب اور قومی یکجہتی کے لیے باعث نقصان ہوتا ہے۔ اس لیے کوشش فرماتے تھے کہ اسلامی علوم بھی ساتھ ساتھ ضرور پڑھائے جائیں تاکہ اسلامی شعور اور کردار میں تنزل نہ آنے پائے۔ ایسی مغربی لادینی تہذیب کی آپ نے شد و مد سے مذمت فرمائی جو اسلام سے بیگانہ کر دے اور عقل و محسن کی کورانہ تقلید کا پابند بنا دے۔ اور اس مسلک کے پیش نظر اپنے خاندان میں بچوں کو انگریزی تعلیم نہ دلوائی۔

## مغربی علوم کی نسبت صاحبزادہ سر عبد القیوم کے ایک فقرے کا جواب اور پیشین گوئی

۱۸۹۶ء میں جب راولپنڈی صدر میں اسلامیہ ہائی سکول کی بنیاد رکھی گئی اور چندہ کی کمی کے باعث کام رک گیا تو قاضی سراج دین اور سیٹھ ماموں جی آدم جی صاحبان کی درخواست پر آپ جلسہ میں شریک ہوئے اور تقریر فرمائی جس پر روپیہ کی اس قدر بارش ہوئی کہ تمام ضروریات پوری ہو گئیں لیکن جب اسلامیہ کالج پشاور کی تعمیر اور ترقی کے لیے صاحبزادہ عبد القیوم نے (جو ابھی "نر" نہیں ہوئے تھے) آپ کو لے جانا چاہا تو آپ نے پسند نہ فرمایا۔ اور جب وہ بذریعہ عراقی مصر ہوئے تو لکھا کہ میں یہیں سے واپس آتا ہوں۔ اس پر صاحبزادہ عبد القیوم نے پھر لکھا کہ دیگر اقوام ہم مسلمانوں سے علم حاصل کر کے بہرہ ور ہو چکی ہیں مگر ہم خود اپنے بزرگوں کا ورثہ ہاتھ سے دے بیٹھے ہیں۔ حضرت نے جواب میں فرمایا:-

آپ کے اس فقرہ پر تعجب ہوا۔ خدا و اللہ اور رسول کے نزدیک علم معتد بہ علوم شریعہ و ادیان ہیں یعنی علوم الہیہ، اور وہ بفضلہ تعالیٰ اپنے خدام سمیت محفوظ و مصون ہیں ہمارے نزدیک تا حال دیگر اقوام ان علوم سے بے بہرہ ہیں پس آپ کے اس فقرہ بالاکلی صحت بالکل صورت پذیر نہیں ہوتی۔ البتہ ہمارے ہاتھ سے ان علوم پاک کا نکل جانا اس صورت میں صحیح ہو جائے گا کہ اب حسب کلمہ خیر ارید بہا مشر "ترقی اسلام کے نام سے کام لیا جائے" فاللہ خیر حافظا و هو ارحم الراحمین اس کے لیے صحیح عنوان ترقی اسلام نہیں، ترقی اسباب معیشت ہے اور وہ بھی غیر شرعی اسباب سے عکس نہند نام زدگی کا فور اس کے بعد دوشامہ سے جو زندہ رہے گا دیکھ لے گا کہ اس طرز تعلیم کا اثر احکام شرعیہ، صوم و صلوٰۃ وغیرہ کو پس پشت ڈالنے اور ظاہری امور از شکم پروری کے بغیر کچھ نہ ہوگا مگر جسے اللہ محفوظ رکھے۔ وَمَا عَلَيْنَا الْإِسْلَامُ۔ (ترجمہ)

دینی مدارس کی ترقی میں آپ کی دل چسپی اور خوشنودی کا اندازہ ان خطبات اور پیغامات سے لگایا جاسکتا ہے جو آپ نے بعض اوقات ان اداروں کے افتتاحی اور ہنگامی اجلاس میں تشریف لے جا کر دیئے یا لکھ کر بھجوائے۔ اس ضمن میں زیارت شریف شائع پشاور کے درس حنفیہ کے افتتاحی اجلاس اور انجمن نعمانیہ لاہور کے سالانہ جلسہ (دسمبر ۱۹۱۲ء) کے خطبات خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ لاہور کے جلسہ میں حضرت کی شرکت کی اطلاع پاکر لوگ دور دور سے آئے تھے۔ تقریر کے بعد اس قدر چندہ جمع ہوا کہ بیان نہیں کیا جاسکتا۔ روپوں اور اشرفیوں کا ڈھیر لگ گیا تھا۔

یوں تو حضرت کا ہر ارشاد معتقدین کے لیے اہم ہوتا تھا اور اکثر قلب بند کر لیا جاتا تھا مگر انجمن نعمانیہ لاہور کا یہ خطبہ اس قدر بیخ تھا کہ ان کے ہتم مولوی محرم علی صاحب شہسپتی اور دیگر علماء نے حضرت کی قیام گاہ پر حاضر ہو کر اس کی تفصیلات کو از سر نو قلب بند کیا۔ یہ خطبہ "پیشینیہ" اور طغوت طغبات دونوں میں درج ہے۔ اور کتاب ہذا کے باب طغوتات میں بھی اس کی نقل کر



دی گئی ہے۔

## بریلوی اور دیوبندی

دیوبندی، بریلوی اور دیگر اسلامی مکاتب فکر کے اختلافی مسائل پر آپ اپنا مسلک تحریر و تقریر اور تالیفات کے ذریعہ برابر واضح فرماتے رہے۔ اگرچہ فروعی مسائل میں اختلاف کی بنا پر ان کی باہمی کشمکش آپ کو ناپسند رہی۔ تاہم فریقین کی حق بات کو ہمیشہ سراہا۔ ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد ابن قیم کے متعلق فرماتے تھے کہ ان کے متبحر عالم اور خدام اسلام ہونے میں کلام نہیں۔ مگر بعض اجماعی مسائل میں رعایت توحید کے زعم میں تشدد اختیار کر گئے ہیں اور حضرات اہل اللہ خصوصاً حضرت شیخ اکبر قدس سرہ کے مسلک توحید و جود کو غلط طور پر پیش کر کے ایک بڑی مثال قائم کی ہے۔ گویا اگر ہزار میں سے ایک پہلو بھی موافق موجود ہوتا تو مخالفت کی نیت پر شبہ کرنے سے منع فرماتے۔ حضرت نے امکان کذب باری تعالیٰ کو محال۔ علم غیب عطائی اور سماع موتی کو برحق اور ندائے یار رسول اللہ، زیارت قبور، توسل و استمداد انبیاء و اولیاء علیہم السلام اور ایصالِ ثواب کو جائز قرار دیا۔ مجنونانِ باطلہ اور اصنام کے متعلق نازل شدہ آیات کو انبیاء و اولیاء علیہم السلام پر منطبق کرنے کو تحریف و تخریب سے تعبیر نہ مارا۔ مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب تقویۃ الایمان کے استدلال کی تردید فرمائی۔

## وَمَا أَهْلَ بِهِ لَغَيْرِ اللَّهِ کی صحیح تفسیر

وَمَا أَهْلَ بِهِ لَغَيْرِ اللَّهِ کے معانی میں حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی جیسے اکابر کو بھی شبہ ہو گیا تھا کہ نیاز میں ذبح ہونے والے جانور پر اگر کسی وقت بھی اصحابِ نیاز یعنی انبیاء و اولیاء کا نام لے لیا گیا۔ تو ذبیحہ حرام ہوگا۔ مگر حضرت نے اعلاء کلمۃ اللہ تصنیف فرما کر قرآن و حدیث اور فقہ و لغت سے ثابت فرمادیا کہ اس آیت شریف کی مراد صرف اسی ذبیحہ سے ہوگی جس پر چھری چلاتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَکْبَرُ کی بجائے غیر اللہ کا نام پکارا جائے گا یا غرض ایصالِ ثواب اور کھانے کھلانے کی بجائے، محض غیر اللہ کے لیے خون گرانے کی ہوگی، جیسے کہ بعض ممالک میں بادشاہوں کی تعظیم کے سلسلہ میں رسوم ہیں یا اہل ہنود میں بھوگ کا طریقہ رائج ہے۔

## غیر متلین

طاغون زدہ آبادی سے دوسری آبادی کی طرف موت سے فرار کی نیت سے نقل مکانی کو حضرت نے گناہ کہا۔ لیکن علاج کے لیے کھلے میدانوں اور باغوں میں چلے جانے کو مباح فرمایا۔ اس پر غیر متلین کے ساتھ تحریری مناظرات چل چکے مگر میدانِ بفضلہ آپ کے ہاتھ رہا۔ اور تمام اُمت میں آپ ہی کا فتویٰ جاری ہوا۔ مولوی رشید احمد صاحب نے بھی اس فتویٰ میں آپ کی تائید کی۔

## علم الکلام کے اختلافی مسائل میں آپ کا مسلک

صفات باری تعالیٰ اور علم کلام کے بعض دیگر اہم مسائل میں اشاعرہ اور ماتریدیہ کے اختلاف پر حضرت نے عموماً صوفیائے



محققین علیہم الرضوان کے مسلک کی روشنی میں تشدد اور تعصب کی جگہ وسعت نظری سے کام لیتے ہوئے وہی راہ اختیار فرمائی جو کتاب و سنت سے زیادہ اقرب ہے۔ چنانچہ مسئلہ کلام باری تعالیٰ اور خلف و عید اور امکان نظیر وغیرہ کے متعلق الفتوحات القدیہ اور عجالات میں تفصیل موجود ہے۔

## وحدت الوجود اور وحدت الشہود

حضرت نے ارباب وحدت الشہود اور وحدت الوجود کے درمیان یہ کہہ کر ربط اور تعلق پیدا فرمایا کہ وحدت الشہود ابتدائے سلوک اور نفس ایمان ہے اور وحدت الوجود انتہائے مقام اور کمال ایمان ہے۔ اس مقام کے لیے نہ تو ائم سابقہ ہی مکلف تھیں اور نہ جمہور اُمت مرحومہ محمدیہ ہی ہیں۔ یہ اختصاص خواص کا مشاہدہ اور حال ہے، قال نہیں۔ مولانا صوفی عبدالرحمن صاحب لکھنوی نے اپنی کتاب ”کلمۃ الحق“ میں جمہور کو بھی عقیدہ وحدت الوجود کے لیے مکلف و پابند کہہ دیا تھا۔ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ نے اپنی ایک نادر تصنیف ”تحقیق الحق فی کلمۃ الحق“ میں محققانہ بحث فرما کر اس وقت کی تردید کی اور صوفی صاحب کو غلبہ حال کی وجہ سے معذور قرار دیا۔

## مسئلہ خلافت و فضیلت

خلافت خلفائے اربعہ کی حقانیت کو آپ نے دلائل قاہرہ سے ثابت فرمایا لیکن فضائل صحابہ کرامؓ اور اہلبیت عظامؓ میں تشدد اور تعصب ناگوار رہا۔ خصوصاً ایک شخصیت کی ایسی فضیلت جس سے دوسرے کی توہین لازم آئے آپ کو سخت ناپسند رہی۔

## لعن زید

یزید اور اُس کے حواریوں پر لعنت بھیجنے کو ناجائز قرار نہیں دیا مگر فرمایا بے سود امر ہے۔ اس کی بجائے آلِ رسول پر درود پڑھنا بہتر ہے۔ حضرت کو اپنے مشائخ عظام کی طرح اہل بیت کرام سے کمال محبت تھی۔ آپ کے منظوم کلام میں ایک مرثیہ بھی ملتا ہے۔

## تشہد میں رفع سبابہ کی سنت کا احیاء

آپ نے بعض مکاتیب فکر کے خلاف تشہد میں رفع سبابہ کو سنت زائدہ قرار دیا جس کے عمل سے تو ثواب ہوتا ہے مگر ترک پر گناہ نہیں۔ اس بارہ میں علمائے سیال شریف میں اختلاف تھا حضرت ثانی سیالویؒ نے آپ کو حکم قرار دیا اور آپ نے فریقین کے دلائل سماعت فرما کر یہی فیصلہ صادر فرمایا تھا۔

## اوقات مسنونہ نماز کی پابندی اور وظائف کی تصحیح و ترتیب

بعض حضرات چشتیہ، نماز فجر میں تاخیر کے قائل تھے حضرت قبلہ عالم قدس سرہ نے اورادِ خاندانِ چشتیہ کی ترتیب

کی بنا پر ثابت فرمایا کہ متقدمین سلسلہ اس نماز کو اول وقت میں ادا فرماتے تھے۔ اسی طرح آپ نے قادریہ اور چشتیہ سلاسل کے وظائف میں بعض مندرجات کی اصلاح اور تصحیح فرما کر چل کاف وغیرہ معمولات مشایخ میں بھی بعض بین العوامی اغلاط کی نشاندہی فرمائی۔ مجموعہ وظائف میں چل کاف کا ترجمہ آپ ہی کے نتیجہ فکر کامرئوں ہے۔ لیکن کے لیے ترتیب اور ادواشغال میں بھی آپ ایک امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔

## تحریک خلافت

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ نے کانگریس میں مسلمانوں کی شمولیت اور کانگریسی جمیعت العلماء ہند کی بربادہ تحریک خلافت و ہجرت سے اختلاف کرتے ہوئے اُن کی تردید فرمائی۔ آپ کا ارشاد تھا کہ خلافت راشدہ حق صرف میں بس قائم رہی۔ بعد میں سلطنت اور ملوکیت کا دور دورہ ہو گیا تھا۔ اگر خلافت اسلامیہ کو جاریہ قرار دیا جائے تو یزید علیہ البیعتہ کو بھی خلیفہ برحق ماننا پڑے گا۔ البتہ ترکوں کے محاربات طرابلس و بلقان میں گھر کے زیورات اور لنگر کے گھوڑے تک چندہ میں دے دیے تھے۔ کانگریس اور خلافت کمیٹی کے گٹھ جوڑ کے ایام میں جن مسلمان کانگریسی اور خلافتی اخبارات نے آپ کے خلاف لکھا وہ آخر کار ایک ایک کر کے کانگریس کے مخالف محاذ پر آ گئے۔

## شاہی دربار دہلی میں شمولیت سے انکار

۱۹۱۱ء میں دہلی میں منعقد ہونے والے برطانوی شاہی دربار میں شمولیت کی دعوت سے انکار پر انگریز حکومت نے آپ کو اپنا مخالف سمجھ کر ایذا رسانی کی جانب میلان کیا مگر کچھ بگاڑ نہ سکی۔ بعد ازاں حکومت نے سینکڑوں مرتبہ اراضی بطور جاگیر دینا چاہی مگر حضرت نے قبول نہ فرمائی۔

## سیاست سے پرہیز

آپ نے کبھی سیاست میں حصہ نہ لیا۔ بعض مخلصین نے اسمبلیوں کے انتخاب میں امداد حاصل کرنے کی کوشش کی مگر آپ نے ہمیشہ یہ کہہ کر انکار فرمادیا کہ اس وقت ان چیزوں کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ لہذا میں ان کاموں میں دخل دینا پسند نہیں کرتا۔ البتہ جس وقت جسٹس دیپ سنگھ نے ملعون راجپال شاتم رسول کو اپیل پر ہائیکورٹ میں بری کیا اور مسلمانوں میں ہرجاں پیدا ہوا تو آپ نے دائرے ہند کو بذریعہ تار شدید احتجاج فرماتے ہوئے لکھا کہ مسلمان قوم ہزار اختلافات کے باوجود ناموس رسول کے محاذ پر یک جان ہو کر لڑے گی اور کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کرے گی۔

۱۹۳۵ء میں مسجد شہید گنج لاہور کی بازیابی کے لیے حضرت پیر جماعت علی شاہ علی پوری کی صدارت میں تحریک چلی اور راولپنڈی میں جلسہ منعقد ہوا تو حضرت بابو جی مدظلہ العالی کو بھی دعوت شرکت دی گئی۔ حضرت کے زمانہ استغراق کے بہت دلی ایام تھے حضرت بابو جی نے متوجہ کر کے حضرت علی پوری کا پیغام سنایا تو فرمایا: زمانہ بہت نازک ہے۔ ایمان کوئی۔ سلامت لے جائے گا۔ پنجابی محاورہ میں لفظ کوئی کو دراز کر کے ادا فرمایا یعنی شاذ اور کوئی کوئی۔ پھر فرمایا



کوئی قسم ایسا نہ اٹھانا جو واپس لینا پڑے۔ نہ تو لوگوں سے اس قدر علیحدگی اختیار کرنا کہ نشانہ بنالیں اور نہ ایسا اختلاط کرنا کہ اپنا شغل بھی ترک ہو جائے۔ چنانچہ حضرت بابو جی شریک جلسہ نہ ہوئے۔

## قبول عام کی خلعت

اللہ تعالیٰ نے حضرت کو قبول عام اور محبوبیت کی جو خلعت عطا فرمائی تھی اُس کی مثالیں دیکھنے میں کم آتی ہیں۔ جن لوگوں نے آپؐ کی زیارت کا شرف حاصل کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ جہاں کہیں بھی آپ تشریف فرما ہوتے آپ کے وجود سے بڑھ کر دلکش اور جاذبِ نظر کوئی اور چیز وہاں معلوم نہ ہوتی تھی۔ سفر میں جب لوگ دست بوسی اور مصافحہ کے لیے اڑدھام کرتے تو مخلصین کو آپ کے گرد ہاتھ پکڑ کر حلقہ بنانا پڑتا کہ جو ہم خلق سے تکلیف نہ ہو۔ جو مصافحہ نہ کر پاتے وہ اُن پاک ہی کو چھو لینے میں سعادت سمجھتے۔ قبل از وقت اطلاع ہونے کی صورت میں ریلوے اسٹیشنوں اور سڑکوں پر لوگ کئی کئی گھنٹے پہلے جمع ہو جاتے۔ سفر میں آپ کی ریل گاڑی ان ہی دُجوات کے باعث اکثر لیٹ ہو جاتی۔ جب ۲۲ اگست ۱۹۰۷ء کو قادیانی مناظرہ کے لیے آپ لاہور تشریف لے گئے تو معلوم ہوتا تھا کہ سارا شہر استقبال کے لیے نکل کھڑا ہوا ہے۔ اس خُدا داد مقبولیت کے احاطہ میں اگر اغیار اور مخالفین بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے تھے قرآن مجید فرماتا ہے: **إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ اللَّهُ رِزْقًا وَسِعًا** (مریم - ۹۶) کے لیے ضرور اللہ الرحمن (لوگوں کے دلوں میں) محبت و الفت پیدا کر دیں گے۔

حضرتؐ کی ذات گرامی اس آیت شریف کا صحیح مصداق تھی۔ اللہ جل شانہ اپنی حکمت بالغہ کی رُو سے اولیائے مستورین کو اپنے ظلِ عاطفت اور سرِ جمیل میں پوشیدہ و پنہاں رکھتے ہیں اور اولیائے مشہورین کو مرجعِ خلافت بنا دیتے ہیں۔ حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کی شان و شہرت کا انداز مجددین اور مجتہدین اُمت کی طرح تھا کہ عوام و خواص، فضلاء و فقہاء اور اُمراء زمانہ کے علاوہ اپنے پیروادگان کے بھی آپ مرجع ہوئے جن میں سے بعض نے بیعت کی۔ اور اکثر نے ویسے ہی استفادہ کیا جس کی تفصیل اپنے اپنے مقام پر آئے گی۔

## دوسری فصل

## تعمیر گز اور طالبین حق کا اجتماع

طبع عالی میں مہمان کی رعایت کا بہت زیادہ خیال رہتا تھا۔ ملفوظات شریف میں آیا ہے کہ آپ فرماتے تھے جب مجھے اس امر یعنی تلقین سلوک پر مامور فرمایا گیا تو میں نے بارگاہ رب العزت میں التجا کی تھی کہ الہی تو اپنے جن بندوں کو میری طرف راہنمائی فرمائے، اُن کے آرام اور جمعیت کی کفالت بھی خود ہی فرما، کیونکہ میرے پاس نہ تو فرصت ہے اور نہ مقدور۔

## بعض سابقون الاولون

چنانچہ جب حج سے واپس آکر دعوت حق شروع کی تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ہر بات کا انصرام اپنی قدرت کا طے خود ہی فرمادیا۔ بالکمال لوگ مختلف اطراف سے کھینچے چلے آئے اور عمر بھر کے لیے وابستہ دامن ہو گئے۔ مولانا محمد غازی مدرسہ صولتیکہ مکہ شریف سے مستعفی ہو کر آگئے اور جامعہ غوثیہ گورہ کے شیخ الجامعہ کا منصب سنبھال لیا۔ تفسیر و حدیث اور کتب تصوف کی تعلیم حضرت خود دیتے تھے۔ اور بعض اساتذہ کو بڑی کتبوں کا درس بھی دیا کرتے تھے۔ جناب قاری عبدالرحمن جو پوری ہندوستان سے آکر فتویٰ نویسی، امامت نماز، درس تجوید اور خط و کتابت پر مامور ہوئے۔ فن قرأت کی تعلیم اس علاقہ میں سب سے پہلے ان ہی استاد مکرم کے ذریعہ جاری ہوئی۔ مولوی ولی محمد (باندپی)، مولوی میر عبد اللہ (مکھن) سید چائن شاہ (جانب)، مولوی محبوب عالم (ہزارہ)۔ اُن سابقون الاولون میں سے ہیں جو اس دربار علم و فقر میں سب سے پہلے حاضر ہوئے اور مسجد، مدرسہ اور لنگر کے کاروبار میں لگ گئے۔ ان حضرات نے شاگردوں سمیت پتھر اور مٹی گارہ اٹھا اٹھا کر مسجد اور مکانات کی تعمیر کروائی اور سخت پتھری زمین میں ایک کافی گہرا دھڑ کھودنے میں بھی ہاتھ بٹایا۔

ابستاد میں ایک کوٹھڑی حضرت کی رہائش کے لیے، ایک لنگر شریف کے سامان رکھنے کے لیے، اور دو بڑے کمرے درویشوں اور مہمانوں کے لیے تعمیر ہوئے۔ پھر کچھ اور کوٹھڑیاں طالب علموں اور اُن کے استادوں کے لیے بنائی گئیں۔ اور اس طرح یہ پتھر اور مٹی گارے کا فقیر خانہ، بڑے پیر صاحب یعنی حضرت فیصل دین کے لنگر شریف اور خانقاہ معلّے سے کچھ فاصلہ پر ۱۳۱۳ھ (۱۸۹۵ء) میں پایہ تکمیل کو پہنچا۔ ۱۸۹۶-۹۷ء میں پختہ اور شاندار مسجد تیار ہوئی۔ جس کی تعمیر میں حرم سرانے کے پردہ نشینوں تک نے رات کی تاریکیوں میں پانی بھر بھر کر حصّہ لیا۔ جناب بابو جی مدظلہ فرماتے ہیں کہ میری عمر اُس وقت چھ سات سال کی تھی۔ اور میں بھی پانی کا ایک چھوٹا سا برتن بھر بھر کر لایا کرتا تھا۔ یہ مسجد حال ہی میں دو منزلہ تعمیر کرائی گئی ہے جس کے بائیں جانب ایک بلند مینار عجیب شان کا منظر ہے۔ بعد میں ۱۹۰۳ء سے ۱۹۰۷ء کے درمیان پشاور کے دو مخلص سٹھی برادران حاجی میاں کریم بخش اور حاجی میاں عبدالرحیم کے زیر اہتمام ایک شاندار مہمان سرانے





جامع مسجد گولہ شریف (اندرونی منظر)



جلد گاہ غوث زمان مجددین و ملت حضور خواجہ سیدنا پیر مہر علی شاہ صاحب



اور مدرسہ اور کتب خانہ کی خوش نما پختہ عمارات تعمیر ہوئیں۔ مہمان خانہ میں چالیس کے قریب ہوادار اور بلند و بالا کمرے ہال، گیلریاں، برآمدے اور بالا خانے اور ایک کشادہ مجلس خانہ بنایا گیا۔ مگر مرورِ ایام میں یہ وسیع عمارت بھی زائرین کی روز افزوں کثرت کے پیش نظر ناکافی ثابت ہوئی چنانچہ اب تک جناب بابو جی مدظلہ تین اور مہمان خانے اور کئی دو منزلہ عمارتیں بنوا چکے ہیں۔ ان کے علاوہ ایک بہت بڑا مجلس خانہ حال ہی میں تعمیر ہو رہا ہے جس کا طول ایک سو بیس فٹ اور عرض اتنی فٹ ہے اور ابھی یہ سلسلہ تعمیر بدستور جاری ہے۔ اخبارات کے اندازہ کے مطابق اس وقت حضرت غوث الاعظمؒ کے سالانہ عرس مبارک کے موقع پر گولڑہ شریف میں ایک لاکھ کے قریب زائرین کا اجتماع ہوتا ہے حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کو پچپن میں ایک مجذوب نے بڑے پیر صاحب کی جائے رہائش میں کھڑے ہو کر بعض درختوں کی طرف اشارہ کر کے کہا تھا کہ ایک روز اس جگہ تک آپ کا محلہ ہو گا۔ چنانچہ اب تعمیرات کا سلسلہ اُس مقام کے قریب پہنچ گیا ہے۔

## بعض مشہور خطیب اور ادیب رشتہ اخلاص میں منسلک

انہی ابتدائی ایام میں ملک کے بعض مشہور خطیب اور نامور ادیب حضرت کے رشتہ اخلاص میں منسلک ہوئے اور آپ کی تلقین اور تربیت سے مہذب ہو کر مسلک اہل سنت کی اشاعت پر کمر بستہ ہو گئے۔ ان میں سے حضرت مولانا محمد چراغ سکسہ چکوری شریف، جناب مفتی غلام مرتضیٰ سکسہ میانی ضلع سرگودھا صدر مدرس انجمن نعمانیہ لاہور، مولوی احمدین سکسہ درانی تحصیل چکوال، خان بہادر مولوی محرم علی چشتی مدیر اخبار رفیق ہند لاہور، خان بہادر قاضی سراج الدین ایڈووکیٹ مدنی چودھویں صدی راولپنڈی اور جناب قاضی قدرت اللہ سکسہ قاضی خیل پشاور خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان حضرات نے برصغیر ہند میں اور دوسرے ممالک میں بھی دہائیوں، چکڑالویوں، مرزائیوں، رافضیوں اور اُس عصر کے مغرب زدہ نچریوں اور دہریوں کی کئی جدید تحریکوں اور اہل حق پران کے کتابی اور خطابی حملوں کا کامیاب مقابلہ کیا۔ آگے چل کر اس فہرست میں بے شمار اہل علم، اہل قلم اور اہل بیان حضرات کا اضافہ ہوا جن میں سے بعض کے کارہائے نمایاں کا کچھ ذکر اس کتاب میں مناسب مقامات پر آئے گا۔

اہل سلوک میں دوسرے کئی پیرزادہ صاحبان کے علاوہ حضرت کے اپنے مشائخ کرام کے کئی صاحبزادے آپ کے سلسلہ بیعت یا حلقہ تلمذ میں داخل ہوئے جن میں سے حضرت دیوان غیاث الدین اجیری، حضرت دیوان سید محمد پاک پتن شریف اور حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی کے اسماء گرامی خاص طور پر مشہور ہیں۔ حضرت خواجہ حسن نظامی مدبر اور مصنف بھی تھے اور ان کے افادات کا سلسلہ ہندوستان سے باہر بھی یعنی برما اور تایلینک پھیلا ہوا تھا۔

## حضرت کی ابتدائی نشست گاہ

اس ابتدائی زمانہ میں حضرت کی نشست چھر کی ایک مصلہ مناسل پر ہو کر تھی جو اُس پُرانی عمارت کے سامنے درختوں کے سایہ میں رکھی ہوئی تھی۔ نماز فجر اور وظائف سے فارغ ہو کر مسجد سے آکر آپ اسی پر تشریف رکھتے۔ ارد گرد چٹائیوں کا فرش بچھ جایا کرتا تھا، درویش اور مہمان حسب حاجت استفادہ کرتے۔ کوئی تعویذ لے رہا ہے اور کوئی دم کر رہا ہے کوئی دُعا



کابلکار ہے اور کوئی وظیفہ پوچھ رہا ہے۔ اور کوئی آپ کے ملفوظات قلم بند کر رہا ہے یہیں مجلس ذکر منعقد ہوتی یا کبھی کبھی قوالی ہو جاتی یہیں آپ نے مناظرہ کرنے والوں کو مسائل زیر بحث پر تقریریں لکھوائیں۔ اسی مقام پر ۱۳۱۵ھ (۱۸۹۷ء) میں آپ کی پہلی مہتمم بالشان تصنیف تحقیق الحق "قلم بند ہوئی اور قادیانی مذہب پر ۱۹۰۲ء میں شمس الہدایت" اور ۱۹۰۲ء میں سیفِ چشتیائی منصفہ شہود پر آئیں۔ اسی جگہ مشائخ طریقت اور اساتذہ مدارس نے آنجناب سے مثنوی مولیانے روم اور حضرت شیخ اکبر کی فتوحات مکیتہ اور فضوص الحکم کا درس لیا۔ آج اسی مقام کے گرد و پیش اپنی پُرانی درس گاہ اور شیخ کریم کے انعام قدسیہ کی گذرگاہ میں ان تلامیذ کرام میں سے کئی حضرات مدفون ہو کر ابدی نیند سو رہے ہیں۔

تازمینا دے نام و نشان خواہد بود      سرِ خاکِ رو پر میرِ معشایں خواہد بود  
برزینے کہ نشانِ کعبِ پائے تو بود      سالہا بحد صاحبِ نظر ایں خواہد بود

## مراقبہ ذکر و فکر کی کیفیت

راتیں اسی پتھر کی سل پر مراقبہ میں گذر جاتیں۔ جناب مولوی محبوب عالم بیان کرتے تھے کہ حضرت جس پہلو پر بیٹھ جاتے صبح صادق تک اُسی پہلو پر بیٹھے رہتے۔ ذرہ برابر حرکت نہ کرتے۔ موسم سرما کی طویل اور برفانی راتیں صرف ایک کبل میں گزار دیتے۔ صبح کے وقت کبل پر برف جمی ہوتی جسے اٹھ کر جھاڑ دیتے۔

بہت عرصہ بعد ایک روز درویشوں سے فرمایا کہ تم لوگ مراقبہ و ذکر میں بار بار پہلو بدلتے ہو۔ ہم اپنے زمانہ میں دوزانو بیٹھتے تھے تو عشا سے تہجد اور فجر سے ظہر اُسی حالت میں کرتے۔ اس پر کسی نے اعترافِ عجز کے طور پر عرض کی قطب مدار کی استقامت بے چارے سیاروں کو کہاں نصیب؟

عشقِ الہی کی حرارت و جدت اس قدر تھی کہ رات کو وادی کے منجد تالاب میں غسل فرماتے اور برف بٹا ہٹا کر غوطہ لگاتے تھے۔ گویا یہ

قطرہ در دلِ من، گر بہ دریا افگند      سینہ سوزاں، تن تپاں، ماہی ز آب آید بُرول  
ان ایام میں عموماً عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا فرماتے۔ کثرتِ مراقبہ اور مسلسل دوزانو نشست کے باعث ایک موقع پر انہیں بے سکت ہو گئی تھیں اور چلنا پھرنا دشوار ہو گیا تھا۔ طبیب نے مالش اور عصر کی نماز کے بعد گھوڑے کی سواری تجویز کی جس سے بالآخر آفاقہ ہوا۔

## شانِ تربیت

اس زمانہ میں عرفان کی پیاسی رُو میں دُور دُور سے آکر اس حشیم فیضانِ الہی سے سیراب ہوئیں۔ اُن دنوں تلاشِ حق میں آنے والوں کی مُرادیں عجیب شان و انداز سے پوری ہوئیں۔ کوئی در ماندہ راہِ خدا پہلی نظری میں منزل سے ہم کنار ہوا اور کسی کی عرصہ دراز کی منزلِ دیوم میں طے ہو گئی۔

وادیِ عشق بسے دُور و دراز است ولے      طے شود جادۂ صد سالہ بہ آہے گاہے  
طی منازل میں طالب کی اپنی استعداد کے ساتھ ساتھ شیخ کی ہمت و حوصلہ پر بہت کچھ منحصر ہوتا ہے۔ اگر شیخ کامل و اکمل



ہو اور چاہے تو طالب کاسالوں کا راستہ لمحوں میں طے ہو جاتا ہے۔ اس قسم کے دو واقعات مختصراً جناب مولانا غلام محمد شیخ الجامعہ بہاول پور کے مسودات میں سے یہاں درج کیے جاتے ہیں۔

## فقیر محمد امیر کوٹ اٹل

حضرت محمد امیر کوٹ اٹل ضلع ڈیرہ اسماعیل خان ایک بالکمال درویش تھے۔ آپ اصل ضلع جہلم کے رہنے والے تھے مگر علم حاصل کرنے کے لیے ڈیرہ اسماعیل خان گئے اور وہیں موسیٰ زئی شریف میں عمدۃ الواصلین خواجہ محمد عثمان نقشبندی کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔ آہستہ آہستہ اس قدر روحانی ترقی کی کہ سلسلہ نقشبندیہ میں اپنے شیخ کے خلیفہ ہو کر حلقہ ارشاد کو دور دور تک پھیلانے میں کامیاب ہوئے۔ آخر ایک ایسے مقام پر پہنچے جو ان کے شیخ کے مسلک کے خلاف تھا۔ یعنی مقام وحدت الوجود کے انواران کے قلب پر وارد ہونے لگے۔ شیخ نے پہلے تو یقین اور دعا سے اصلاح کی کوشش کی اور پھر بالآخر انہیں گمراہ قرار دے دیا۔ یہ غریب اپنی قلبی کیفیت سے بے حد مجبور تھے۔ اور کوئی صورت اس مقام کو طے کرنے کی نہ پا کر تلاش مقصود میں کل کھڑے ہوئے۔ بہت دور دور تک جستجو کی مگر کبھی کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ شیخ الجامعہ لکھتے ہیں:-

ایک دفعہ فقیر صاحب نے کہیں سے حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کا چرچا سنا اور گولڑہ شریف جا پہنچے۔ وہاں ان دنوں بڑے پیر صاحب یعنی حضرت پیر فضل دین رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت تھی۔ لہذا پہلے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے مگر حرف مدعا پیش نہ کیا۔ وہاں سے سیدھے حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اُس وقت حضرت قبلہ عالم قدس سترہ دُخت کے نیچے بیٹھے حضرت اجمی صاحب کے ساتھ مصروف گفتگو تھے۔ آپ کے ہاتھ میں کتاب کشکول کلیمی تھی جو آپ نے ان کی طرف بڑھادی اُسے کھول کر پڑھتے ہی ان کا عقدہ حل ہو گیا وہ نہایت محظوظ ہو کر آپ کی خدمت میں بیٹھ گئے اور بیعت کی استدعا کی حضرت نے فرمایا تمہارا کام ہو گیا اب بیعت کی کیا ضرورت ہے۔ آخر اصرار در اصرار پر حضرت نے بیعت فرمایا۔ اوراد و اشغال کی تلقین فرمائی اور تاکید کی کہ اپنے مُرشد کے حق میں کبھی بے ادبی سرزد نہ ہو۔ سال میں ایک مرتبہ ان کی خدمت میں ضرور حاضری دیا کرو اور ان کے وصال کے بعد ان کے عرس پر حاضری کو لازم سمجھو۔

فقیر صاحب نہ نصحت ہو کر گھر چلے گئے۔ کچھ آزمائش اور ابتلا کا شکار بھی ہونا پڑا۔ عقیدت مند سب بے اعتقاد ہو گئے اور پہلے پیر صاحب بھی سخت ناراض ہوئے۔ کامل ایک سال کے بعد حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے بیعت اور ارشاد کی اجازت بخشی اور اللہ تعالیٰ کا ایسا فضل ہوا کہ ان کا حلقہ ارشاد پہلے سے بھی کئی گنا زیادہ وسیع ہو گیا۔ حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کی معیت میں پاک پتن شریف جایا کرتے تھے جہاں فقیر صاحب اور ان کے مُرشدین بہت رات رہے جاگ جاتے اور ایسی لطیف آوازیں ذکر جہر کرتے کہ سننے والوں پر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی۔ فقیر صاحب کے دو عزیز اور حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کے جو ابی گرامی نامے جو فقیر صاحب کے علوم مرتبت کی کچھ پردہ کشائی کرتے ہیں مکتوبات طیبات سے یہاں درج کیے جاتے ہیں۔

## ترجمہ عریضہ منجانب فقیر صاحب

عرض بلب ادب اینکه سالک تجلی آفاقی اور تجلی انفسی سے عبور کر گیا ہے۔ اب اس کے بعد تشبیہ اور تنزیہ

کے درمیان جمع ہے یعنی وجودِ سالک ہے اور صفات اُس کے وجود سے ظاہر ہو رہی ہیں لیکن انہیں قرار نہیں۔ اگر وجود کو مد نظر رکھتا ہے تو صفات کا لحاظ نہیں رہتا۔ اگر صفات پر نظر رکھے تو وجود کا لحاظ ہاتھ سے جاتا ہے۔ اب سالک وجود پر نظر رکھے یا صفات پر؟ جیسے ارشاد ہو تمہیل کی جلنے۔ راقم فقیر از کوٹ اٹل

## حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کا جواب

رد نظر درجہ کن جو را میں

تا کہ باشی عارف سیر یقین

طالب حق مخلصی فی اللہ فقیر صاحب حفظکم اللہ تعالیٰ۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ  
بجواب سوال ارقام ہے کہ اس مشاہدہ میں نظر وجود پر رکھنی چاہیے نہ کہ صفات پر۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس  
طالب حق کو مشہود ذاتی و دایمی عطا فرمائیں۔  
البعد دعا گو و دعا جو

مہر علی شاہ بقلم خود

## عریضہ ۲ فقیر صاحب زبان اُردو

طالب صادق نے عالم امر سے عروج کیا۔ اُس جگہ تک کہ اُس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ اور خیال کرتا ہے کہ جس مقام پر میں آیا ہوں۔ اُس پر کوئی نہیں آیا پھر نزول اُس کا ہوا اس قدر کہ بہت نیچے آیا اور محض عبدیت میں آ رہا۔ اُس وقت خالی ہو گیا پھر اُس وقت حال اور واجد اُس کے شرع شریف کے خادم ہوئے۔ اس میں آل غریب نواز تحریر سے مشرف فرمائیں جو مناسب نصیحت طالب کے ہو۔

## حضرت کا جوابی مکتوب گرامی

حالت مسطورہ مُرسلہ الحمد للہ والمنة مستوجب حمد و شکر باری عز اسماء ہے۔ صرف یہ خیال کہ جس عروج پر میں پہنچا ہوں کوئی نہیں پہنچا، زعمی ہے واقعی نہیں۔ گو اس قسم کے خیالات پہلے بھی اہل اللہ سے سرزد ہوئے ہیں مثلاً ع۔ آنجا کہ من رسیدم امکان نیست کس را۔ اور اس خیال کے لیے وجہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ ہر ایک مخلوق کے لیے ایک وجہ اور تعلق خاص بجناب باری عز اسماء ہوتا ہے کہ دوسروں کے لیے نہیں۔ کما قال الشیخ الاکبر فی مواضع عدیدہ من الفتوحات وغیرہ من العارفين۔ اس بنا پر آپ کا خیال مذکورہ بالا صحیح ہو سکتا ہے۔

## بابا غلام فرید ٹالوی

کچھ ایسی قسم کا واقعہ ایک اور درویش کامل بابا غلام فرید ٹالوی کا بھی ہے۔ یہ معمار تھے اور پہلی بیعت تلونڈی شریف کے ایک بزرگ حضرت مولوی محمد عبداللہ چشتی سے کی تھی۔ لیکن وسعت استعداد و بلند پروازی کے باعث جب پہلے



آسمان تربیت کی پہنائیاں ختم ہونے کو آئیں تو اپنے شیخ سے تحریری اجازت نامہ لے کر، دیگر فضاؤں کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ انہوں نے اپنے شیخ سے تجلی دائمی ابدی کے حصول کی درخواست کی۔ یہ وہ عالی مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کے محدود چند خواص کو حاصل ہوتا ہے۔ اس کا تعلق صفات و تشبیہ سے بالاتر ہے اور ذات سے ہے۔ اس کے متعلق حضرت شیخ اکبر تحریر فرماتے ہیں کہ جس کو تجلی ذاتی حاصل ہوئی وہ اور کمالوں سے غنی ہو گیا کیونکہ وہی اصل ہے۔ مگر یہ درجہ محض فضل الہی سے مختص ہے، کسی نہیں بلکہ اس کے سب مقامات اختصاصی اور وہی ہیں۔ بدیں وجہ حضرت مولوی عبداللہ نے فرمایا کہ اُسے عزیز! یہ چیز تو ہمیں خود بھی حاصل نہیں۔ بابا غلام فرید نے عرض کی کہ کسی اور بزرگ کی طرف رجوع کی اجازت دے کر سفارش لکھ دیجئے تاکہ پہلی بیعت کے خیال سے انکار نہ کر دیں۔ چنانچہ اُس شیخ کریم نے اجازت نامہ لکھ دیا اور زبانی فرمایا کہ بابا، اگر یہ نعمت کہیں سے ہاتھ آئے تو ہمیں بھی بتانا تاکہ ہم بھی محروم نہ رہیں۔

## فقر حقیقی کی بے نفسی و بے غرضی

اس واقعہ میں فقر حقیقی کی بے نفسی اور طلب صادق کی کتنی اچھی مثال موجود ہے۔ حضرت سائیں توکل علی شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ اگر مرید کی استعداد پیر کی دسترس سے بڑھ جائے تو پیر کو اُسے آزاد کر دینا چاہیے تاکہ جہاں سے فیض مل سکے حاصل کر لے کیونکہ مقصد اور اصل غرض تو قرب مولیٰ ہی ہے خواہ کہیں سے حاصل ہو۔ ہاں اگر پیر کا دست تصرف دراز ہو تو مرید کسی دوسری طرف متوجہ ہونے کا مجاز نہیں ہے۔

شیخ الجامعہ بہاولپوری لکھتے ہیں :-

بابا غلام فرید کے پیر حضرت مولوی عبداللہ میرے استاد الاساتد تھے اور خود اس پایہ کے بزرگ تھے کہ ان کی پیدائش سے قبل غوث زمان حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے متعلق اپنے خلیفہ حضرت مولانا سید حسین علی شاہ لکھنوی کو وصیت فرمائی کہ تمہارے پاس محمد عبداللہ نامی ایک طالب علم آئے گا۔ اُس کی تربیت میں سچی تبلیغ سے کام لینا کہ عالم ارواح میں وہ ہمارا مرید ہے مگر اس جہان سے، ہم اُس کی ولادت سے قبل رخصت ہو جائیں گے۔ آگے لکھتے ہیں کہ :-

مولانا سید حسین علی کی بیعت حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی سے اس طرح ہوئی تھی کہ ایک مرتبہ حضرت تونسوی کے خلیفہ اول حضرت سید محمد علی شاہ خیر آبادی، لکھنؤ گئے تو کسی نے مولانا سید حسین علی سے کہا کہ شاہ صاحب فصوص الحکم کا درس دیتے ہیں۔ مولانا نے کہا کہ وہ تو جاہل ہیں فصوص کو کیا جانتے ہوں گے۔ نیز قوالی کے متعلق بھی اعتراض کیا۔ اور حقیقیات صحیح تھی کہ سید محمد علی شاہ باوجود ظاہری علوم کی تکمیل نہ فرمانے کے فصوص الحکم جیسی ادق کتب تصوف کی تدریس فرماتے تھے جب یہ باتیں حضرت سید محمد علی شاہ خیر آبادی کے گوش گزار ہوئیں تو انہوں نے فرمایا کہ آج عصر کی نماز سید حسین علی شاہ کی مسجد میں ادا کریں گے سید حسین علی شاہ ان دنوں حدیث شریف کا درس دیتے تھے چنانچہ ان کے پیچھے عصر کی نماز پڑھ کر حضرت سید محمد علی شاہ نے ان سے مصافحہ کیا اور فرمایا۔ آپ جیسے عالم باعمل کے ہاتھ میں میرا ہاتھ آگیا ہے اب مغفرت کی امید ہو گئی ہے۔ یہ الفاظ کہہ کر سید صاحب تو تشریف لے گئے مگر سید حسین علی شاہ پر رقت طاری ہو گئی۔ کچھ دیر بعد سنبھلے اور سید محمد علی شاہ خیر آبادی کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کی استدعا کی تو انہوں نے فرمایا کہ آپ کی رات تو نسہ شریف میں ہے۔



تونسہ شریف کا نام سنتے ہی اس قدر شوق کا غلبہ ہوا کہ اُسی روز روانہ ہو گئے۔

## اگر خدا سے ملنا ہے تو گولڑہ جاؤ

بابا غلام فرید کے متعلق آگے چل کر شیخ الجامعہ لکھتے ہیں :-

غرض بابا غلام فرید بہت پھر سے اور عمر کا ایک حصہ تلاش حق کے لیے جہاں نور دی میں گزار دیا، مگر مقصود نہ ملا۔  
 مایوس ہو کر خود کشی کے خیالات کا غلبہ ہوا۔ ایک تولد سم الفار یعنی سنگیہ خرید کر کچھ ترود پیدا ہوا اور پھر تلاش شروع کر دی۔  
 بابا موصوف کہتے تھے کہ سفر کے دوران ایک شہر کی مسجد میں رات کو سونے کا قصد کر رہا تھا کہ ایک دوسرا مسافر بھی وہیں آ  
 نکلا۔ طلب موئی کی باتیں شروع ہو گئیں۔ کہنے لگا، اگر خدا کو ملنا ہے تو گولڑہ جاؤ۔ گولڑہ کا نام میرے لیے مقناطیس بن گیا رات بھر  
 اسی فکر میں سیند بھی نہ آئی اور صبح اٹھتے ہی پتہ پوچھ کر روانہ ہو گیا۔ جب گاڑی سے اتر کر چلا تو ایک جگہ بارش کے پانی کی وجہ  
 سے کچھ ٹھہر رہا تھا۔ وہاں سے کچھ ٹھہر کر ملا۔ اور اس حدیث کذاتی سے حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کی خدمت میں مسجد میں جا حاضر  
 ہوا۔ کئی مہینے پہلے لاہور میں حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں چلے کے خاتمہ پر خواب میں دیکھا تھا کہ میرے مقدر  
 کی مسئل داتا صاحب نے ایک سیاہ گیسوؤں والے خوش پوش بزرگ کے سپرد کر دی ہے جو کہ اُن کے پاس ہی بیٹھے ہیں  
 اسی خواب کے باعث زہر خوری سے رُک گیا تھا۔ اب دیکھا تو حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کی ذات شریف میں وہی بزرگ  
 میرے سامنے موجود ہیں اور ویسا ہی لباس زیب تن ہے۔ حضرت نے حال پوچھا تو میں نے پیر کا اجازت نامہ اور سنگیہ کی ڈلی  
 دونوں نکال کر سامنے رکھ دیے۔ اور عرض کی کہ آپ پر سب حال روشن ہے۔ خدا سے ملا دیجیے۔ حضرت نے فرمایا اب  
 آرام کرو، ظہر کے بعد بات کریں گے۔ چنانچہ بعد نماز ظہر شہوت کے درخت کے نیچے بوا کر تھلیہ میں وظائف ارشاد فرمائے  
 اور ایک بھر نور نظر کے ساتھ مجھ سے آنکھیں ملائیں۔ نظر کا پڑنا تھا کہ آتش شوق کا شعلہ بھڑک اٹھا اور میں رات بھر حینیت  
 اور چلا آتا رہا۔

## چالیس روز کی بجائے دیوم میں ہی تکمیل کار

شیخ الجامعہ فرماتے ہیں کہ اگلے روز بابا غلام فرید پیش ہوا تو حضرت کی خدمت میں عرض کی گئی کہ اس درویش کا بُرا  
 حال ہے۔ آپ نے فرمایا: بابا، میں نے کہا تھا کہ چند روز صبر اور تحمل سے وظائف کا ورد کرو، اگر ایسے ہی بے تاب ہو تو  
 کیا چالیس دن کا روزہ رکھ لو گے؟

بابا کہتا تھا کہ میں نے سوچا مگر تو ویسے ہی رہا ہوں۔ اس طرح جلد چھکارا ہو جائے گا۔ چنانچہ اُسی رات چالیس روز کا  
 روزہ رکھ لیا۔ دو دن رات گزر گئے۔ لیکن مجھے نہ بھوک معلوم ہوتی تھی نہ پیاس۔ آتش شوق نے کسی چیز کا ہوش ہی باقی  
 نہ رہنے دیا تھا۔ تیسرے روز حضرت نے بوا بھیجا اور فرمایا: بابا، مبارک ہو تمہارا کام ہو گیا۔ اب اس چیز کی حفاظت کرنا  
 یہ کہہ کر اپنے سامنے میرا روزہ افطار کروادیا۔ اگرچہ میری خواہش یہی تھی کہ میں چالیس روز ہی کا روزہ پورا کروں۔  
 اس کے بعد بابا غلام فرید پر ایک عرصہ تک اللہ تعالیٰ کا بہت فضل و کرم رہا۔ وہ شرک پر چلتے ہوئے بھی سر اور  
 منہ پر چادر ڈالے رہتے اور آنکھیں بند کیے ذکر جاری رکھتے۔ گویا انہیں راستہ دیکھنے اور نشیب و فراز سے بچنے کے



لیے ظاہری بشارت کی ضرورت نہ رہی تھی۔ حضرت کی مجلس میں جو تیوں والی جگہ پر بکمال عجز و نیاز چادر اوڑھے مراقب بیٹھے رہتے۔ ایک روز حضرت قبلہ عالم قدس سترہ نے مثنوی شریف مولینا روم کے درس کے دوران تجد و امثال پر تقریر فرماتے ہوئے بابا غلام فرید کی طرف اشارہ کر کے باقی طسبار کو فرمایا کہ اس مضمون کی سمجھ تو کچھ اس شخص کو آئے گی جو تمہارے پیچھے منہ سرپیٹے بیٹھا ہے۔ مگر تم بھی غور سے سُنو۔

حضرت بابو جی مدظلہ جو اُس درس میں موجود تھے فرماتے ہیں کہ اثنائے تقریر بابا صاحب نے بے ساختہ اُورو الہا انداز میں اٹھتے ہوئے کچھ عجیب طور پر دیکھا، مگر حضرت کا اشارہ پا کر بیٹھ گئے اور خاموش رہے۔ بعد میں جناب بابو جی کے اصرار پر صرف اس قدر ظاہر کیا کہ انہوں نے اثنائے درس حضرت کی مجلس میں دودھ تقسیم ہوتے دیکھا۔ نیز مشاہدہ کیا کہ ایک صورت سے متعدد صورتیں بن کر نکل رہی ہیں۔ جناب بابو جی مدظلہ نے تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ دودھ علم و عرفان کی مثالی شکل ہے اور ایک صورت سے متعدد صورتوں کا ظاہر ہونا وحدت سے کثرت کے ظہور کا مشاہدہ ہے۔

## سفر حج کے مکاشفات

حضرت سے اجازت لے کر بابا غلام فرید حج کے لیے روانہ ہوئے تو آپ نے ایک وظیفہ تلقین فرمایا کہ کعبہ شریف اور روضہ اطہر کے سامنے بیٹھ کر پڑھنا۔ واپسی حج پر سیدھے گولڑہ شریف پہنچے اور مجلس شریف میں حاضر ہوتے ہی اپنی بڑی سی گورد واپسوری پکڑی اُتار کر حضرت کے قدموں میں پھینکی اور دھاڑیں مار کر روتے ہوئے عرض کی کہ جب ہر جگہ آپ ہی آپ ہیں۔ یہاں بھی اور وہاں بھی۔ تو مجھ بوڑھے مسکین کو اپنی شانیں دکھلانے کے لیے اس قدر طول و طویل سفر کرنا کیوں ہلاک کرتے ہیں۔ بعد میں بعض مخلصین کے دریافت کرنے پر بیان کیا کہ لوگ کعبہ شریف کا طواف کر رہے تھے مگر میرا دل چاہتا تھا کہ کعبہ والا نظر آئے تو اُس کا طواف کروں۔ ناگہاں ایک ہاتھ کعبہ شریف سے نمودار ہوا جسے دیکھتے ہی دل پر ایک والہانہ اور جنون کی سی کیفیت طاری ہو گئی اور میں بخود و متوالا ہو کر طواف کرنے لگ گیا۔ پھر مدینہ منورہ میں روضہ اطہر کے سامنے مراقب بیٹھا تھا کہ اچانک حضرت قبلہ عالم قدس سترہ سامنے آ موجود ہوئے اور اسلام علیکم کہہ کر دریافت فرمایا کہ کوئی تکلیف تو نہیں؟

## شیخ کی غیرت

بابا غلام فرید دلوں کے خطرات سے آگاہ ہو جاتے تھے اور واقعات کو نیر کی خبریں بھی دیتے تھے لیکن سلوک کے ان ادنیٰ و ابتدائی امور پر زبان اُس وقت کھلی جب اصل نعمت اور امت م میں تنزل واقع ہو گیا۔ وجہ یہ ہوئی کہ چند روز کے لیے ایک مکار صوفی کی صحبت میں رہے جو دعویٰ کرتا تھا کہ میں حضرت غوث الاعظم کا حضور ہوں۔ یہ اپنے پہلے شیخ حضرت مولوی عبداللہ کی اجازت عامہ کے عادی تھے۔ مگر حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کی طبیعت اپنی عالی مقامی اور وسیع تصرف کے باعث سید غیور واقع ہوئی تھی۔ آپ کا تربیت یافتہ اگر ذرہ بھر بھی کسی دوسری جانب متوجہ ہوتا تو کفرانِ نعمت کے مصداق فوراً رجعت پڑتی تھی اور سب کچھ کھو بیٹھتا تھا۔ چنانچہ ان کا اُدھر توجہ کرنا تھا کہ وہ نعمت عالیہ سلب ہو گئی۔ بابا کرتے پڑتے، روتے دھوتے گولڑہ شریف پہنچے۔ بہت کچھ عاجزی کی اور سفارشیں بھی کروائیں مگر حضرت نے



توجہ نہ فرمائی۔ بالآخر حضرت بابو جی مدظلہ کی مسلسل گزارشات پر اتنا ضرور ہوا کہ صرف گولڑہ شریف کی حدود میں وہ پرانی کیفیت عود کر آتی۔ حضرت فرماتے تھے کہ اب تسلی و دلاسا دے کر اس کے ساتھ وقت گذاری کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس نعمت سے نوازا تھا جو سلطان العارفین حضرت بابزید بسطامی جیسے اولیائے کبار کو چالیس چالیس سال دل کے دروازہ پر پہرہ دینے کے بعد نصیب ہوئی تھی۔ لیکن اس نے اس کی قدر نہیں کی۔ آخر فرمایا کہ اسے کہہ دو منظور رہتے ہوئے امید میں وقت گزارے کیونکہ اب اس مقام پر کوئی وظیفہ یا مجاہدہ کام نہیں آتا۔ ویسے دیگر کم تر مقامات یعنی صحبت روح و ملائکہ کی قسم کی نوازشات سے بابا سرفراز ہے۔

## حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت

حضرت بابو جی مدظلہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ موسم گرما میں عین دوپہر کے وقت بابا غلام فرید میری بھجک پر آئے اور کہا کہ حضرت نے مجھے اسی وقت پیدل راولپنڈی جانے کا حکم دیا ہے۔ میں نے کہا ٹھنڈے وقت چلے جانا۔ مگر وہ کہنے لگے کہ ابھی جانے کا حکم ہوا ہے۔ میں نے کہا میں گھوڑا منگوا دیتا ہوں اس پر چلے جانا۔ مگر وہ نہ مانے۔ میں نے کرایہ دینا چاہا کہ ریل گاڑی پر چلے جائیے تو وہ بھی نہ لیا کہ پیدل جانے کا حکم ہے۔ چنانچہ میرے اصرار کے باوجود اسی وقت چلے گئے۔ بعد میں جب ملاقات ہوئی تو بتایا کہ گولڑہ سے ذرا دور میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ کھیتوں میں کھڑا مجھے اپنی طرف بلارہا ہے میں نے ان کے پاس پہنچ کر سلام کیا۔ انہوں نے کچھ دیر میرے ساتھ باتیں کیں مثنوی مولانا رومؒ کے کچھ اشعار فرما کر ان کے مطابق عمل کرنے کو کہا۔ پھر اچانک غائب ہو گئے۔ معلوم ہوا کہ وہ خضرؑ تھے۔ حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کئے صال پر بابا غلام فرید تیسرے روز گولڑہ شریف پہنچے اور اس دریافت پر کہ ان کو بٹالہ میں کیسے اطلاع ہوئی۔ کہا کہ پہلے تو کچھ یہ نہیں چلا کل عصر کے وقت میں نے نظر اٹھائی تو اس میدان میں بے شمار لوگ کھڑے پائے اور فضا آسمانی میں اس سے بھی زیادہ مخلوق نظر آئی جو سب منتظر دکھائی دیتے تھے چنانچہ میں اسی وقت چل پڑا یہ حضرت کی نماز جنازہ کا وقت تھا جس کا نظارہ بابا نے بٹالہ میں کیا۔

## قاضی فیض عالم

حضرت کے ایک اور دیرینہ خادم و شاگرد قاضی فیض عالم بھی کسی اور طرف سے حصول فیض کے خیال سے نعمت سلب کروا بیٹھے تھے۔ قاضی صاحب کے گاؤں میں ان کے ایک استاد جو ان کے رشتہ دار بھی تھے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں مجاز تھے۔ انہوں نے قاضی فیض عالم کو گولڑہ شریف سے جہاں یہ تحصیل علم کے ساتھ ساتھ حصول فقر میں بھی مصروف تھے بلوایا اور کہا کہ میں اولاد سے محروم ہوں اور بوڑھا ہو گیا ہوں تم میری گدی سنبھال لو۔ تمہارے شیخ تو دہی رہیں گے مگر میرے بتلائے ہوئے و خائف بھی پڑھ لیا کرو۔ چنانچہ پہلے وظیفہ پر ہی رجعت پڑی اور سب کچھ گنوا بیٹھے۔ پھر مدت تک حاضری کی توفیق نہ ہوئی حالانکہ جاتے وقت حضرت نے اشارہ فرمایا تھا کہ وطن میں زیادہ جی نہ لگانا اور جلد واپس آ جانا۔ قاضی فیض عالم دو برس بعد واپس آئے تو حضرت قبلہ عالم قدس سترہ نے فرمایا۔ سنا ہے تمہاری طرف بہت بارش ہوئی ہے اور بڑی بہار ہے۔ قاضی صاحب نے بھی اشارے کی زبان میں جواباً عرض کی کہ بہار آتی ہوگی۔ ہمارا تو چمن ابڑ گیا۔ حضرت نے فرمایا۔ اب مشکل سے ہی ہرا ہوگا۔ بعد میں یہ درویش بیٹھ کر رویا کرتا تھا کہ مجھے یہ کمال حاصل ہو گیا تھا کہ راہ چلتے میں زیر زمین حشرات الارض کی تسبیح تک سُنا کرتا تھا۔ اور وحوش و طیور، غرض ہر جاندار کے اشغال اور احوال پر آگاہی ہو جاتی تھی۔



## تیسری فصل

# سماع اور غنا پر حضرت کامسک اور آپ کی زندگی کے چند واقعات

## سماع اور غنا کا مطلب اور ارباب حال کا مسلک

خوش الحانی اور سُربلی آوازیں گانے کو غنا کہتے ہیں اور سماع سے مراد اُس کلام کو سُنانا ہے جو خوش الحانی سے گایا جائے۔ غنا کی دو قسمیں ہیں، ایک بالمرزا میر یعنی آلات موسیقی کے ہمراہ گانا، دوسرا بلا مرزا میر یعنی بغیر اُن آلات کی رفاقت کے گانا۔ موسیقی کا جو اثر انسانی فطرت پر ہوتا ہے وہ ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ اس کے زیر اثر جہاں ایک طرف انسان وجدان کی ارفع منازل تک جا پہنچتا ہے وہاں دوسری جانب گمراہی کی اتھاہ گہرائیوں میں بھی ڈوب سکتا ہے۔ اس لیے سماع کی حرمت یا جواز مختلف مکاتب فکر اسلامیہ میں ایک متنازعہ مسئلہ رہا ہے۔ اور اس پر متعدد اکابر علمائے کرام نے اپنی اپنی تصانیف میں اظہار خیال فرمایا ہے۔ مثلاً احیاء العلوم و کیمیائے سعادت از امام غزالیؒ، کشف المحجوب از حضرت داتا گنج بخشؒ، قرع الاسماع و مدارج النبوة از شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مصباح الہدایۃ از مولانا محمود کاشانیؒ، ایضاح الدلالات فی سماع الآلات از علامہ عبد الغنی نابلسی وغیرہ۔ ان تصانیف میں صوفیائے کرام کے آداب سماع پر طویل بحث موجود ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ غنا و مرزا میر فی نفسہ حرام نہیں بلکہ حواضات محرمہ کی جیسے حرام اور اُن سے مُبرا ہونے کی صورت میں مُباح ہیں۔ مزید بتایا گیا ہے کہ سماع کے چار اقسام ہیں۔ اور ہر قسم کے لیے علیحدہ حکم ہے۔

اول۔ کفار کی بغی، صغیر اور دستک زنی، یہ بوالہ آیات قرآنیہ و صین الناس من یشتربنی لہو الحدیث۔ الخ اور مَا كَانَ صَلَواتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مَسْكَاءً وَتَصْدِیْقٌ جَوْعٍ سے اعراض و انکار کی وجہ سے کُفر ہے۔ دوم۔ فساق کی غنائے شہوت پرستی اور شراب نوشی فسق اور حرام ہے۔ سوم۔ عامۃ المسلمین کے گانے اور سرود جو شادی، میلہ، عید یا ایسی دیگر تقریبات پر بجائے جائیں وہ تفریح مباح کا حکم رکھتے ہیں بشرطیکہ اُن میں فحش اور دلا زار نہ عنصر نہ ہو اور عورتوں مردوں کا اختلاط اور غیر شرعی امور نہ ہوں۔ چہارم۔ اللہ والوں کی مجالس سماع و غنا، جو مستحسن ہیں کیونکہ موجب ترقی ذوق و شوق الہی ہیں۔

## حضرات چشتیہ کا مسلک

حضرات چشت اہل بہشت نے بھی قریناً ایک درجن صحیح احادیث کی بناء پر قرون مبارکہ ثلاثہ کے سماع کو ثابت کیا اور اسے جائز قرار دیا ہے۔ اور انہوں نے بھی سماع کو انہی چار اقسام پر تقسیم فرمایا ہے۔

اقتباس الانوار میں ہے کہ جناب خواجہ غریب نواز محدث الدین اجمیریؒ کے خلیفہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے جناب

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے باطنی طور پر سماع بالمرزا میر کی اجازت حاصل کی تھی۔ کیونکہ اہل ہند بہ لحاظ طبع و تہذیب غنا کی طرف راغب تھے، چنانچہ ان کے سامنے اسلام کی پیش کش انہی کے انداز میں کرنے سے بہت سرعت سے کامیابی ہوئی۔

## حضرت کا مسلک

حضرت کا تعلق چونکہ سلسلہ چشتیہ سے تھا اس لیے آپ غنا اور سماع کو جائز اور مباح سمجھتے تھے۔ جیسا کہ پہلے ابواب میں بیان ہو چکا ہے آپ کو بچپن ہی سے قوالی مرغوب تھی۔ ابتدائی تعلیم کے دوران آپ جنگل میں جا کر خود بھی پُر سوز اشعار پڑھاتے تھے۔ آپ کی زندگی کے واقعات پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے ابتدائی ایام میں مرزا میر کے ساتھ اور آخری ایام میں بلگرامی قوالی سنی ہے۔ بلگرامی سماع کے متعلق یہ توجیہ بیان کی جاسکتی ہے کہ اولیاء اللہ جب فنائے کامل اور مشاہدہ کے اعلیٰ مقامات پر سرفراز ہو جاتے ہیں تو انہیں ان فروعات کی حاجت نہیں رہتی۔ وہاں تو حسنات الابراہیم سنیات المقرین بن کر رہ جاتی ہیں۔ اگرچہ بعض مشائخ اپنے ارادت مندوں کے استفادہ اور تربیت کے لیے اس سلسلہ کو جاری رکھتے ہیں۔

حضرت نے سماع کے متعلق اپنا مسلک ایک مکتوب میں حضرت سعدی علیہ الرحمۃ کے ان اشعار میں بیان فرمایا ہے :-

سماع اے برادر بگویم کہ عیسیت  
مگر مستمع را بد اغم کہ کبیت  
گراز برج معنی بود طیبہ او  
فرشتہ فرو ماند از سیر او  
وگر مرد ہو است و بازی و لاغ  
قوی تر شود لہوش اندر دماغ  
یعنی صاحب ذوق کے لیے تو سماع مفید ہے۔ وہ اُسے عشق کی اُن بلندیوں تک پہنچا دیتا ہے کہ فرشتے بھی اُس سے پیچھے رہ جاتے ہیں مگر صاحب لہو و لعب کے لیے مُضر ہے اور شہوت پرستی کو اُس کے دل و دماغ میں قوی تر کرتا ہے۔  
اب حضرت کی زندگی سے چند ایسے واقعات جن کا تعلق سماع اور قوالی سے ہے، ہدیہ ناظرین کیے جاتے ہیں۔

## انینگلو انڈین ریلوے گارڈ پر سماع کا اثر

رات کا وقت تھا۔ ریل گاڑی جنڈ بسال لائن پر ویران پہاڑیوں میں سے گزر رہی تھی حضرت کا قوال بخت جمال حضرت کی فرمائش پر پنجابی کے یہ اشعار چیتی گوری راگنی میں گارہا تھا :-

دیکھو نی کی کر گیا ماہی  
و لڑی نے کے ہو گیا راہی  
اے سیلیو دیکھو میرے پی نے میرے ساتھ کیا کیا، وہ میرا دل لے کر چلتا بنا  
ماہی دے سینہڑے میسکوں  
کوکاں، کوک سناواں کیسوں  
میں اپنے پی کو اپنا پیغام کیسے پہنچاؤں اور اپنی فریاد کے سناؤں  
ہمدیاں گل درج پنے گئی پھاہی  
دیکھو نی کی کر گیا ماہی  
وہ مجھ ہنستی کھلتی کے گلے میں چند اڈال گیا۔ اے سکھو دیکھو میرے پی نے میرے ساتھ کیا کیا،

گاڑی کا انینگلو انڈین گارڈ اجازت لے کر آپ کے ڈبے میں بیٹھ گیا تھا۔ قوالی سناتا رہا۔ پنجابی کلام کا مطلب تو نہ سمجھ سکا مگر حضرت کی کیفیت کے روحانی اثر سے بخود ہو کر روتا رہا اور کہنے لگا۔ جی چاہتا ہے انسان سب کچھ چھوڑ کر پیر صاحب



کے قدموں میں زندگی گزار دے۔“

## اجمیر شریف کے قوال کا واقعہ

اجمیر شریف کے ایک قوال نے ایک موقع پر مشہور عربی نعت

الصَّبْبُ بَدَا مِنْ طُلْعَتِهِ وَاللَّيْلُ دَجِي مِنْ وَفْرَتِهِ

سنائی تو حضرت نے اُسے قیمتی ٹخنے پہل اور قالین بخش دیئے اور جب کمرہ میں ان سے بہتر کوئی چیز باقی نہ رہی تو اصطلح کے گھوڑوں تک نوبت جا پہنچی۔ کہتے ہیں کہ اُس روز آپ پر ایسی وجدانی کیفیت طاری ہوئی کہ ہاتھ پاؤں ٹیڑھے ہو کر بالکل سُکر کی سی حالت پیدا ہو گئی تھی۔

## ہندو جوگی کا قبولِ اسلام

موضع پنڈی سید پور، تھانہ جلال پور شریف ضلع جہلم کا ایک ہندو جوگی، لدھارام نامی، سدھ پور کے مفت مہ پر حاضر خدمت ہوا اور قوالی سناتا رہا۔ پھر سوال کیا کہ یہ سب تو رنگ ہے، بے رنگ کیا ہے؟ حضرت نے فرمایا تم نے عقلندی کی بات کہی ہے میں بتاتا ہوں کہ رنگ بے رنگ کیا ہے۔ پھر آپ نے ہندی زبان کا یہ کبت پڑھا۔

حد پئے تے اولیاء، بے حد پئے تو پیر

حد، بے حد وہیں لگھے، اُس کا نام فقیر

جوگی یہ پُر اسرار کلام سن کر پہلے رو پڑا۔ پھر کہنے لگا، حد، سجدہ دونوں پھلانگ جائے تو حضرت محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) کا غلام ہو جائے۔ اور کچھ عرصہ بعد اپنے کئی چیلوں سمیت مسلمان ہو گیا۔ حضرت نے اُسے قبولِ اسلام کے بعد درود شریف کا وظیفہ بتلایا۔

## اپنی وجدانی کیفیات کے بعض واقعات

حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کی وجدانی کیفیات بالعموم سجدہ عبودیت کی معراج المؤمنین پر منتج ہوتی تھیں۔ اور یہ سجدے اکثر اوقات اپنی طوالت میں سحر تک جا پہنچتے تھے۔ اعراس اور دیگر مجالس کی قوالی میں رقت، حالت سُکر اور قیام کی بھی روایتیں ملتی ہیں۔ لیکن جوں جوں فنائے کامل اور مشاہدہ کے اعلیٰ ترین مقامات قریب سے قریب تر ہوتے گئے۔ وجد کی کیفیت میں سکون پیدا ہوتا گیا۔ آخری ایام میں وجد کی علامت یہ رہ گئی تھی کہ داہنے ہاتھ کو حرکت میں لا کر ایک دو بار جھٹک دیا کرتے اور اُس روز اکثر ایسا ہوتا کہ جو شخص مصافحہ کرتا یا بیعت سے شرف ہوتا اُس پر رقت طاری ہو جاتی۔ ایک بار پاک پن شریف میں وجدانی کیفیت طاری ہو کر کئی روز تک قائم رہی جتنی کہ واپسی کے دوران لاہور میں بھی جس کسی نے مصافحہ کر کے ہاتھ چھوا بے اختیار روتا رہا۔ اس وجد کے چشم دید حالات یہ بیان کیے جاتے ہیں کہ آپ کی جائے قیام موتی محل میں صبح کے وقت مجلس قوالی منعقد ہوئی۔ حافظہ کے مندرجہ ذیل شعر پر وجد کے آثار نمایاں ہوئے۔

شب تار یک بیم موج و گردابے خنسیر حایل کجا دانستہ حال مائیک سار ان ساحلہا

قوال صاحبان نے اس شعر کی تکرار کے ساتھ ساتھ اس کا یہ پنجابی ترجمہ بھی دہرایا۔

۷ رات اندھیری گھٹن گھیری دریا ٹھاٹھاں مارے

اوہ کی جان سار اسا ڈاجیڑھے رہن کنارے

حضرت بحالت وجد اٹھ کھڑے ہوئے اور مجلس میں ایک کمرام برپا ہو گیا۔ اس عمارت کے دوسرے کمروں اور گیلریوں میں جو حضرات مقیم تھے وہ بھی اپنی اپنی جگہ پر ٹپنے لگ گئے۔ قاری عبد الرحمن جو پوری مولوی محبوب عالم نے حضرت کو کمرے سے تھام رکھا تھا۔ اور خود بھی نالہ و فریاد کناں تھے۔ پشاور کے حاجی عبد الکريم سیٹھی چیتے چلاتے ہال کمرے کے کبھی اس سرے پر جاتے اور کبھی اُس سرے پر، ان کے بعض پشاورى ساتھی، ساتھ والے کمرے میں بستروں کے ڈھیر پر پڑے تھے وہ وہیں ٹوٹنے لگے۔ پھر یہ لہر سرعت تمام محلے کی دیگر عمارت تک جا پہنچی۔ جو بھی شور مچا کر موتی محل کی طرف رخ کر لے باقیاً گریہ و زاری کرنے لگ جاتا حضرت دیوان سید محمد سجادہ نشین پاک پتن شریف اپنے کمرہ سے باہر نکل آئے اور دریافت حال کے لیے ایک خادم کو بھیجا لیکن وہ بھی وجد کرنے لگ گیا۔ دیوان صاحب فرماتے تھے کہ اُس روز واقعی پاک پتن کے درو دیوار حرکت میں معلوم ہوتے تھے جس سے مجھے اُن کتابی روایات کا خیال آیا کہ قطب وقت کے وجد میں آنے پر ہر شے پر وجد طاری ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جناب غوث الاعظم کے متعلق "اقتباس الانوار" وغیرہ کتب میں تحریر ہے کہ جس رات آپ نے حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری کی میسز بانی میں مجلس سماع منعقد کرائی اور حضرت غریب نواز پر وجد طاری ہوا تو یہ ناغوث الاعظم نے مہارک زمین میں گاڑ کر مضبوطی سے تھام لیا کہ قطب وقت وجد میں ہے مبادا زمین میں زلزلہ آجائے۔

حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کو ایک مرتبہ پاک پتن شریف میں چکی کا دورہ ہوا۔ اور باوجود علاج کے کوئی افادہ نہ ہوا۔ تقریباً ایک ماہ تک یہی کیفیت رہی۔ آخر دیوان صاحب سے مشکل اجازت لے کر واپس روانہ ہوئے۔ اثنائے سفر نواب دکان قصور کے اصرار پر اُن کے ہاں قیام فرمایا۔ جہاں انہوں نے جناب بابو جی مدظلہ کے ایما پر حضرت بابا جی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے قوالوں کو بلوا کر بدیں خیال قوالی شروع کرادی کہ شاید حضرت کی طبع مبارک ادھر متوجہ ہو کر قدرے سنبھل جائے۔ اُن ایام میں آپ نے سماع ترک کیا ہوا تھا جب قوال حاضر ہوئے تو فرمایا، یہ کیا ہے۔ نواب زادہ فتح باز خان نے عرض کی "غریب نواز، لوگ کیسے جانیں گے کہ یہاں کوئی چشتی بزرگ بھی تشریف لائے ہیں" اور قوالوں کو اشارہ کیا کہ اپنا کام شروع کریں۔ میاں دھنا جلیبی خود ایک صاحب دل انسان تھا جو قوالی کرتے ہوئے وجد میں آجاتا تھا۔ نواب زادہ فتح باز خان نے روپوں کی ایک تھیلی حضرت کے پنگ پرائٹ دی اور آپ روپے اٹھا کر قوالوں کو دیتے رہے جب بابا جی شاہ کی یہ کافی شروع ہوئی۔

میں ناہنہ مڑوا عشق دیوانہ شوہ نال پتیاں لائیاں نی

تو آپ پر وجدانی آثار نمایاں ہوئے اور چکی بند ہو گئی۔ کوئی دو بجے رات تک قوالی ہوتی رہی۔ میاں دھنا جلیبی کی انگلیوں سے خون بہنے لگ گیا۔ فجر کی نماز کے بعد حضرت نے فرمایا کہ میں نے قوالی سننا ترک کر رکھا تھا۔ مگر آج رات اس سے مجھے دو فائدے ہوئے۔ ایک یہ کہ میری بیماری دھواں بن کر میری ناک کی راہ سے خارج ہو گئی اور دوسرے فجر کی سنتیں پڑھنے کے بعد حضرت جیسے شاہ اور اُن کے شیخ حضرت شاہ عنایت سفید لباس میں تشریف لائے اور زیارت سے ممنون فرمایا۔ اُس روز آپ قصور میں بابا جی شاہ کے مزار پر اور لاہور آکر حضرت شاہ عنایت کے مزار پر زیارت و فاتحہ خوانی کے لیے تشریف لے گئے۔ بعد ازاں جب اس بیماری کے متعلق حضرت صاحبزادہ محمود تونسوی کا عیادت ملا آیا تو جواب میں حضرت نے یہ شعر ارشاد فرمایا۔



آنا یہ ہچکیوں کا مجھے بے سبب نہیں  
بھولے سے اُس نے یاد کیا ہو عجب نہیں

حضرت قبلہ عالم قدس سترہ گاہے گاہے تخلیہ میں شغل سماع کر لیا کرتے تھے۔ درنہ عام طور پر وظائف و اشغال کی کثرت اور زائرین کے ارشاد و افادہ کی مصروفیت کے باعث اس کی فرصت ہی نہ ملتی تھی۔ ان اشغال میں روزانہ پندرہ سے اٹھارہ ہزار تک اسم ذات کا ورد اور اکثر اوقات کتابوں کی درس و تدریس بھی شامل ہوتے تھے۔ ذوق عالی کا انداز فقط رسمی سماع، حسن صوت اور رنگ سخن ہی کا پابند نہ تھا، بلکہ اکثر روزمرہ کی باتوں میں سے محض کوئی نکتہ یا لفظ ہی عشقِ سرمدی کے ساز کو چھیننے کے لیے مضرب کا کام کر جاتا اور آپ کی طبیعت پر عجیب کیفیت طاری ہو جاتی جس کا مظاہرہ مختلف صورتوں میں ہوتا۔ جب آپ کے اکلوتے صاحبزادہ کی پیدائش پر ایک خادم نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اچانک عرض کی "حضرت مبارک ہو" تو آپ نے اپنے دائمی شغل سے لفظ مبارک کی کیفیت میں چونک کر فرمایا "خیر مبارک" کیا ہوا؟ خادم نے عرض کی اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرزندِ ارجمند عطا فرمایا ہے۔ آپ نے الحمد للہ کہہ کر آہِ سرود کے ساتھ فرمایا کہ تمہارے اس مبارک کے لفظ سے میں سمجھا تھا کہ مجھے خدا مل گیا ہے۔

۱۹۲۰-۲۱ء کا ذکر ہے ایک روز عصر کے بعد مسجد سے مہمانِ رخصت ہو رہے تھے کہ کسی نے موت کا ذکر کیا۔ آپ پر کیفیت طاری ہو گئی۔ ایک لمبی ٹھنڈی سانس لی اور حسرت بھرے لہجے میں فرمایا: ابھی یہ نعمت کہاں۔

شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک

قصبہ گولڑہ میں ایک رات شادی کے موقع پر لڑکیوں نے پنجابی زبان میں گیت گاتے ہوئے یہ شعر پڑھا

اچھی ڈھکی گھر سامنے ڈاڈھیاں نال پریت

نال توڑی، نال توڑ ساں، نال توڑن دی نیت

گرمیوں کا موسم تھا۔ آپ بالا خانہ کی چھت پر شغل و ذکر الہی میں محو تھے کہ یہ شعر سن کر وجد ہو گیا۔ شادی والے گھر میں خبر پہنچی تو لڑکیاں رات گئے بھٹک اسی شعر کا تکرار کرتی رہیں۔ جب آپ نے دُعا دے کر منع فرما بھیجا تو انہوں نے گانا بند کیا۔

جنابِ بابو جی قبلہ مدظلہ فرماتے ہیں کہ حضرت کا سماع کوئی باقاعدہ اور مُعاد طریق پر نہ تھا کبھی اتفاق سے کہیں کوئی شعر سننے میں آ جاتا اور جب دانی کیفیت پیدا ہو جاتی تو حافظ نور محمد وغیرہ قوالانِ حاضر کو ارشاد فرما کر اُس شعر کا تکرار کراتے۔ یہاں تک کہ کبھی کبھی یہ سلسلہ کئی کئی روز تک جاری رہتا۔ ایک مرتبہ مندرجہ ذیل شعر پر آپ کو متواتر تین دن تک کیفیت رہی۔

نہ محلِ گفت گو ہے نہ ممت ہم جستجو ہے

دل بے نوا نے میرے جہاں چھاؤنی ہے چھائی

ایک دفعہ رحمانی باغ علاقہ سرگودھا میں بارش کے لیے دُعا کی استعا پر قوالوں کو ایک خاص انداز میں غزل سنانے کو مندرمایا۔ مطلع یہ تھا۔

ترک من اے مہِ عسکرام رُوئے تو

مُجلہ ترکانِ جہاں ہندوئے تو

مقطع تک پہنچتے پہنچتے بادل آنے شروع ہو گئے۔ اور اللہ تعالیٰ کی عنایت سے بارش ہو گئی۔ اس غزل کے دوران آپ



نے یہ شعر بھی پڑھنے کو فرمایا تھا۔

لیے پھرتی ہے بسل چونچ میں گل  
شہِ ناز کی تربت کہاں ہے

ایک اور مرتبہ کا ذکر ہے کہ حافظ نور محمد قوال اجازت لے کر اپنے گاؤں جا رہا تھا۔ آپ بالاخانے کی چھت پر تشریف فرما تھے۔ فرمایا، جاتے ہوئے اُس ڈھوک کے پاس بُندی پر کھڑے ہو کر فلاں دوہرا لاپتے جانا۔ وہ تو دو چار مرتبہ وہی دوہرا لاپ کر چلتا بنا۔ مگر یہاں آپ کو پہلے ہی بول پر وجد ہو گیا تھا اور اس حالت میں سخن پسندیہ و مطلوبہ کا تکرار نہ پا کر طبیعت میں ایسا انقباض ہوا کہ غشی کے قریب تک نوبت جا پہنچی۔ جب قدر سے افادہ ہوا تو خدام میں سے کسی نے کہہ دیا کہ حافظ بے مزہ کر گیا ہے۔ آپ کی زبان مبارک سے نکل گیا کہ وہ بھی بے مزہ ہو گا۔ حافظ جب گاؤں پہنچا تو اُس کی بیوی اچانک مرض جنوں میں مبتلا ہو گئی۔ حاضر ہو کر کسی مرتبہ دعا کروا تا رہا مگر کوئی افادہ نہ ہوا۔ آخر مریضہ کو بوجہ غلبہ مرض ریسوں سے باندھ کر گولڑہ شریف لے آیا۔ دو غور و سال نہ تھے بھی روتے ہوئے ساتھ تھے۔ آپ کو دیکھ کر بے حد رحم آیا اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ مریضہ اُسی وقت ہوش میں آ کر اپنے ننھے سر کو ہاتھوں سے ڈھانپنے اور اڑھنی مانگنے لگ گئی۔ اس کے بعد عمر بھر اُسے وہ تکلیف نہ ہوئی۔

یہی حافظ قوال بیان کرتا تھا کہ میرے ساتھ ستار بجانے والے ہمراہی کی بصارت بعارضہ موتیسا بند جاتی رہی۔ میں نے حضرت کی خدمت میں پیش کر کے دعا کی استدعا کی۔ آپ نے فرمایا اسے کہو کہ آج رات عشاء کی نماز کے بعد ستار پر کونسیہ بجا کر سنائے۔ سردی کا موسم تھا۔ عشاء کے بعد ہم دونوں، حضرت کے برابر والے کمرہ میں جا بیٹھے۔ اور راگ "کونسیہ کا نثر" بجانا شروع کیا۔ آپ اپنے پلنگ پر تشریف فرما تھے اور مجھ شریف کے دروازوں کے کواڑ بند کر د رکھے تھے۔ جب اس سرود غمگین اور فراق آمیز کا نثر شب گیر عروج پر پہنچا تو اچانک ایسی آواز آئی جیسے کوئی چپ زنیچے گرمی ہو۔ اور ساتھ ہی میرے ہمراہی کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ اُس کے ہاتھوں میں مارے خوشی کے رعشہ آگیا اور آہستہ سے بولا۔ حافظ مجھے دکھائی دینے لگ گیا ہے۔ میں نے تاکید کی کہ ساز کو بے سُر نہ ہونے دینا اور خود کو اڑکی دراز سے جھانک کر اندر دیکھا تو آپ پلنگ کے برابر جائے نماز پر سجدہ میں پڑے تھے اور جیسے کہ اکثر وجد کے عالم میں آپ کو دیکھتے تھے، آپ کے گیسو مبارک بکھر رہے تھے کچھ دیر بعد اندر سے ہی فرمایا کہ اب تم جاؤ۔

## جناب دیوان غیاث الدین اجمیری کا واقعہ

ایک سال جناب دیوان غیاث الدین سجادہ نشین حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری مشائخ چشت کی گدلیوں کے دورہ پر نکلے اور نوبت بہ نوبت تو نسہ شریف سے سیال شریف اور پھر گولڑہ شریف آئے حضرت ثانی سیالوی نے ان کی تشریف آوری سے قبل حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کو مطلع فرما دیا تھا۔ ریل گاڑی، گولڑہ شریف اسٹیشن پر صبح پہنچتی تھی۔ اور یہی وقت حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کے اوراد و اشغال کا ہوتا تھا۔ اس لیے آپ نے علمائے آستانہ غوثیہ گولڑہ شریف کو استقبال کے لیے روانہ فرمایا جو بعد ازاں دیوان صاحب کو ریلوے اسٹیشن سے لے آئے۔ دیوان صاحب جو اس سال اور نازک طبع تھے حضرت کے خود پیشوائی کے لیے نہ آنے کو محسوس کیا۔ لیکن جب حضرت غیاث سے فارغ ہو کر ملاقات کے لیے اُن کے کمرہ میں گئے تو آپ کو دیکھتے ہی دیوان صاحب کی شکر بخشی ادب و احترام میں



بدل گئی نیز آپ نے کچھ ایسے انداز میں خیر مقدم کے الفاظ ادا فرمائے اور دیرینہ تعلقات اور حضرت خواجہ غریب نواز کی عالم گیر نسبت کا ذکر کیا کہ دیوان صاحب کہنے لگے، مجھے آپ سے مل کر سب سے زیادہ خوشی ہوئی ہے الحمد للہ کہ اس سلسلہ عالیہ میں آپ جیسی ہستیاں بھی موجود ہیں۔

## علمائے سرحد کے ساتھ سماع کے موضوع پر مناظرہ

دیوان صاحب گولڑہ شریف سے روانہ ہو کر گڑھی افغاناں علاقہ محسن ابدال میں چشتیہ سلیمانیہ سلسلہ کے سجادہ نشین میاں عبداللہ کے ہاں سے ہو کر پشاور تشریف لے گئے۔ پشاور میں بالعموم مشائخ و علماء کا تعلق سلسلہ نقشبندیہ سے تھا اور گرد و نواح میں بڑے بڑے فقہاء کے مراکز تھے۔ ان حضرات نے دیوان صاحب کو قوالی کے موضوع پر مناظرہ کا چیلنج دیا اور جواب نہ ملنے پر تشدد کی دھمکیاں دینے لگے۔ اُس زمانہ میں سرحدی علاقہ صحیح معنوں میں یاغستان و سرزمین بے آئین کا حکم رکھتا تھا۔ حضرت نے دیوان صاحب کے گولڑہ شریف سے روانگی کے وقت اُن کے عزم پشاور کا معسوم ہونے پر اشارہ و کنایہ یہ کہہ کر اُدھر جانے سے روکنے کی بھی کوشش کی تھی کہ پٹھان لوگ سادہ لوح ہوتے ہیں اور مشائخ کے ادب و احترام کی تفصیل سے آگاہ نہیں ہوتے لیکن دیوان صاحب کو جانے پر اصرار رہا۔ چنانچہ اب ان حالات میں جب دیوان صاحب نے حضرت کو اپنی امداد کے لیے بلوایا تو پہلے تو آپ جانے کو تیار نہ ہوئے مگر جب انہوں نے یہ دیکھ بھیا کہ آپ کو ہندالوی کا واسطہ ضرور تشریف لائیے۔ میں تین روز سے علمائے سرحد کے زرخے میں گھرا ہوا ہوں تو آپ تشریف لے گئے۔

## کفر و ایمان کی بحث

حضرت شیخ الجامعہ کی تحریر کے مطابق کوئی پچاس بڑے بڑے علمائے شاگردوں اور عقیدت مندوں کے ہمراہ کتابیں اٹھائے دس بجے صبح دیوان صاحب کی قیام گاہ پر آ جمع ہوئے۔ یہاں تک کہ وسیع دالان میں بھڑلگ گئی۔ علمائے کفر و ایمان سماع حرام ہے۔ آپ اس کی اباحت یعنی جواز ثابت کیجئے۔ اور اپنے مسلک کی تائید میں فتاویٰ آثار خانہ اور فتاویٰ حمادیہ وغیرہ کی عبارات پیش کیں۔ جن سے غنا کی حرمت اور سننے والوں کا کفر ثابت ہوتا تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر یہاں کفر و ایمان کی بحث ہے تو پہلے توحید پر جو اصل الاصول ہے۔ اپنا ایمان ثابت کیجئے۔ لیکن قرآن سے باہر نہ جائیے گا۔ البتہ احادیث سے دلائل دے سکتے ہیں بشرطیکہ وہ بھی قرآن کریم کی تفسیر میں پیش کی جائیں۔ علمائے کرام نے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پر اہل سنت والجماعت کا عقیدہ بیان کیا۔ حضرت نے تسنن میں اشاعرہ، ماتریدیہ، حنفیہ اور تشیع میں امامیہ، زیدیہ و معتزلہ کے عقائد کو باری باری بیان فرما کر ہر ایک کی تردید فرمائی۔ جب آپ پہلے ایک مذہب کو اپنا کر اُس کی تائید میں دلائل دیتے تو سب کہتے ہی حق ہے لیکن جب اُس کی تردید فرماتے تو بول اُٹھتے کہ واقعی یہ باطل ہے تین روز مسلسل یہی کیفیت رہی۔ چاشت سے ظہر تک مجلس رہتی اور آپ تقریر فرماتے رہتے۔ علوم ربانی کا ایک بحر تواج و بیکار تھا جس میں خصم یعنی مخالف و معترض کی کشتی بے بس ہو کر ڈنوا ڈول رہ گئی تھی۔ ان لوگوں نے علمائے راسخین کی خطابت کا اس قدر عظیم مظاہرہ پہلے کبھی نہ دیکھا اور نہ سنا تھا اس لیے مبہوت و حیرت زدہ ہو گئے تیسرے روز آپ نے علمائے سرحد سے سوال



کیا کہ اب فرمائیے آپ کا مذہب کیا ہے؟ محلہ قاضی خیل کے جیسے عالم مولوی قدرت اللہ بولے کہ اگر سچ پوچھیں تو ہمارا مذہب وہی ہوگا جو آپ اختیار فرمائیں گے حضرت ان کی بے بسی پر مسکرا دیئے اور فرمایا کہ اب جو مذہب اپنا کریں بیان کروں گا اُس کی تردید ناممکن ہوگی۔ پھر قرآن حکیم کی روشنی میں علمائے راسخین و اولیائے کاملین اہل سنت کے عقیدہ توحید کی وضاحت فرمائی۔ اشاعرہ، ماتریدیہ اور حنفی عقائد کے جزوی اختلافات کی توجہات پیش کیں۔ اور حق کو ان کے بین بین قرار دیا۔ اس ضمن میں وحی، رسالت، اجماع، اجتہاد اور تقلید پر بھی بحث فرمائی۔ اور جب آخر میں غنا اور قوالی کے مسئلہ پر کچھ فرمانے لگے تو حاضرین میں سے ایک بہت بڑے فقیہ نے عرض کی کہ اس موضوع پر اب کچھ کہنے کی حاجت نہیں۔ ہمارے لیے یہی کافی ہے کہ آپ جیسا عالم ربانی اس کی اباحت اور جواز کا قائل ہے۔ اگرچہ اُس وقت حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کی یہ معرکہ آلا رائے تقاریر محفوظہ کی جاسکیں مگر آپ کی تصنیف لطیف تحقیق الحق میں مسئلہ توحید کے وہ تمام پہلو واضح کر دیئے گئے ہیں جو وہاں زیر بحث آئے تھے۔ یہ کتاب اس معرکہ کے کچھ عرصہ بعد جیسے کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے صوفی عبدالرحمن لکھنوی کے رسالہ کلمۃ الحق کے جواب میں منصفہ شہود پر آتی تھی۔ اس کا سن تالیف ۱۳۱۵ھ مطابق ۱۸۹۶-۹۷ء عیسوی ہے۔

## علماء کا سکوت اور دیوان صاحب کی رقت اور بیعت

مولانا محبوب عالم ہزاروی اور مولانا میر عبداللہ ساکن مکھن جو اس معرکہ میں حضرت کے ہمراہ تھے بیان کرتے تھے کہ حضرت کی مفصل و مدلل تقاریر اور علمائے سرحد کے سکوت و عجز کی کیفیت دیکھ کر دیوان صاحب اجمیری پر رقت طاری ہو جاتی تھی اور وہ بے ساختہ بار بار پکار اٹھتے تھے سُبْحَانَ اللہ حضرت خواجہ غریب نواز کا نور میری امداد کے لیے آگیا ہے جب حضرت کی آخری تقریر ختم ہوئی تو علماء اٹھ اٹھ کر مصافحہ کرنے لگے۔ ایک صاحب نے بیعت کی استدعا کی تو دیوان صاحب نے فرمایا کہ سب سے پہلے میرا حق ہے کہ میں بیعت ہوں۔ اور بعد اصرار بر مجلس بیعت ہوئے جب مولانا قاضی قدرت اللہ نے بیعت کی تو حضرت نے فرمایا۔ قاضی صاحب، آج آپ مجھے ایک بڑا عالم سمجھ کر مجھ سے بیعت کر رہے ہیں۔ کل کوئی مجھ سے بھی بڑا عالم نظر آیا تو اُن سے بیعت کی خواہش تو نہ ہوگی؟ انہوں نے عرض کی کہ آج تک کہیں بیعت نہیں کی تھی نہ اپنے سے کسی بڑے عالم پر کبھی نظری تھی۔ میں افغانستان سے غزلیں تک پھر انہوں نے کمال کہیں دکھائی نہیں دیا آپ کا علم لدنی ہے کسی نہیں۔ قاضی صاحب بہت بڑے مفتی اور واعظ تھے۔ سرحد و افغانستان کے علاقوں میں ان کی دھاک بٹھی ہوئی تھی۔ کئی بار امیر

عبدالرحمن خان کی دعوت پر کابل بھی جا کر وعظ کیا۔ اُس نواح میں قاضی قدر کے نام سے مشہور تھے۔ اس کے بعد بیعت اور ارشاد کا یہ سلسلہ کئی روز تک جاری رہا۔ بخارا اور صینی ترکستان کے ساتھ تجارت کرنے والے مشہور پشاور سوداگر حاجی کریم بخش سیٹھی اور اُن کا سب خاندان اسی موقع پر حضرت سے بیعت ہوئے۔

شیخ الجامعہ لکھتے ہیں کہ حاجی صاحب خود ایک عالم دین تھے۔ اور اس منظرہ کے وقت حاضرین مجلس سے تھے۔ حضرت کے ایک مشہور نیازمند مولوی گل فقیر پشاور کی طالب علمی کا زمانہ تھا۔ وہ بھی ان مجالس میں موجود تھے۔ اور یہیں انہوں نے حضرت کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ یہی وہ معرکہ تھا جس نے سب سے پہلے حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کو سرحد اور آزاد قبائل میں روشناس و متعارف کرایا۔ جہاں آج تک سینکڑوں علماء و اصفیاء اور ہزاروں عوام آپ کے دامن سے وابستہ چلے آتے ہیں۔



## پوری فصل

## قادیانیت پر ایک مختصر تبصرہ

مذہب اسلام کے دو بنیادی اصول اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر اعتقاد رکھنا ہیں۔ اسلام نے اگر بنی آدم کو بتایا کہ اصل مستحق عبادت کون و مکان کا پروردگار اور مالک و حاکم صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے رسول ہیں۔ اور جو ضابطہ حیات آپ نے دنیا کے سامنے کتاب و وحی الہی کے ذریعہ پیش کیا وہی صحیح اور درست ہے اور انسانوں پر لازم ہے کہ اپنی فلاح کے لیے اُس پر عمل کریں۔ تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں کے عروج ظاہری و باطنی کا راز ان دو بنیادی اصولوں پر عمل کرنے ہی میں مضمر تھا۔ مخالفین اسلام اس بات کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ چنانچہ مسلمانوں کو نیچا دکھانے کے لیے انہوں نے جو قدم اٹھائے اُن میں سب سے پہلا انہی دو اصولوں کو ہدف بنانا تھا۔ پہلے اصول کی مخالفت میں تو انہیں چنداں کامیابی حاصل نہ ہو سکی کیونکہ اس اصول کے متعلق تبلیغ اسلام کا اثر ہمہ گیر ہو چکا تھا اور انسانی ذہن اس حد تک نشوونما پا چکا تھا کہ معبودان باطلہ اور معبود حقیقی میں تمیز کر سکے۔ اُسے معبود حقیقی پر ایمان رکھنے سے ہٹا کر معبودان باطلہ کی طرف لانا کوئی آسان کام نہ تھا۔ اندریں حالات مخالفین نے اپنی تمام تر کوششیں اس بات پر مرکوز کر دیں کہ اسلامی ایمان کے دوسرے ستون یعنی رسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو متزلزل کیا جائے اور جو دالہانہ محبت اور عقیدت مسلمانوں کو آپ کی ذات مبارک سے تھی اُس میں جس طرح بھی ہوسکے کمی کی جائے۔ اُن کا یہ خیال بھی تھا کہ اس عہد پر کامیابی سے انہیں اول الذکر اصول پر خود بخود کامرانی حاصل ہو جائے گی۔ کیونکہ دنیا کو اُس اصول سے متعارف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی نے ہی کر دیا تھا۔ اور آپ کی رسالت کے اصول سے متزلزل ہونا اور توحید کے اصول سے ہٹ جانا گویا لازم و ملزوم تھے۔ اس لیے آںحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے فوراً بعد کاذب نبیوں کی ایک کثیر جماعت نے جزیرہ عرب میں سر اٹھایا۔ مگر خلیفہ اول کے بروقت اور سخت اقدامات کی وجہ سے اُن سب کی سرکوبی ہوئی اور کوئی بھی اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اُس کے بعد اگرچہ انفرادی طور پر بدعیان نبوت پیدا ہوتے رہے مگر زمانہ پر کوئی معتدبہ اثر ڈالے بغیر دنیا سے اُٹھ جاتے رہے منظم طریقہ سے اس اصول پر محاذ آرائی قریباً منقود رہی تا آنکہ تیرھویں صدی ہجری میں مسلمانوں کا ظاہری و باطنی تنزل تیزی سے شروع ہوا۔ اور اُس کے برعکس دوسرے عقائد والی قویں مادی لحاظ سے ابھرنا شروع ہوئیں اور رفتہ رفتہ تمام دنیا پر چھا گئیں۔ اپنے اس ارتقا کی وجہ سے انہیں اسلام کے اصولوں پر کاری ضرب لگانے کے مواقع میسر آ گئے کیونکہ مادی انحطاط کے ساتھ ساتھ مسلمان ذہنی انحطاط کا بھی شکار ہو چکے تھے اور مخالفین کو اپنے عسہ نام میں کامیاب ہونے کا اس سے بہتر موقعہ نہیں مل سکتا تھا۔

مسلمانوں کے اس دور ابتلا میں سرزمین ہند میں حکومت برطانیہ کے زیر اثر اُس قبضہ نے سر اٹھایا جس کے سد باب کے سلسلہ میں حضرت امداد اللہ مہاجر گئی نے حضرت قبلہ عالم کو عرب شریف کی سکونت اختیار کرنے سے منع فرمایا تھا اور کہا تھا کہ اگر آپ اپنے وطن میں خاموش بھی بیٹھے رہے تو بھی علمائے اُمت سلسلہ اس قبضہ میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہیں گے۔ (اس کا ذکر باب چہارم میں



گز چکا ہے)

یہاں پر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اُس فتنہ کے متعلق جو بعد میں قادیانیت اور مرزائیت کے نام سے مشہور ہوا، مختصر سا تبصرہ ہدیہ ناظرین کیا جائے تاکہ اس بات کا صحیح اندازہ ہو سکے کہ اس فتنہ سے دنیائے اسلام کس درجہ کے ذہنی انتشار اور دینی تفرقہ کے خطرہ عظیم سے دوچار ہوئی، علمائے وقت نے اس فتنہ کو فرو کرنے میں کتنا بڑا کارنامہ انجام دیا، اور اس میں حضرت کا کردار کتنا اہم اور عظیم الشان تھا۔

یہ تحریک قادیانیت حکومت برطانیہ کی سرپرستی میں شروع ہوئی اور اس کا اصل مقصد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو نشانہ بنا کر مسلمانوں کے دلوں سے آپ کی قدر و منزلت کو نکالنا اور دین اسلام کے ارشادات اور اُن کے مطالب میں اس طرح کارروائی کرنا تھا کہ مخالفین کو اپنے عزائم کی تکمیل میں امداد مل سکے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی ایک امتیازی خصوصیت یہ تھی کہ آپ کے بعد رسالت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا تھا آپ مسئلہ طور پر اللہ تعالیٰ کے آخری نبی تھے اور آپ کی شریعت اس دنیا کے لیے خدا کی آخری شریعت تھی۔ اس شریعت میں اتنی وسعت رکھی گئی تھی کہ قیامت تک کے لیے پیش آنے والے انسانی مسائل کا حل اُس میں موجود تھا۔ آپ کے آخری نبی ہونے کی خبر قرآن کریم میں نہایت وضاحت اور غیر مبہم الفاظ میں دی گئی ہے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ (العزب - ۴۰)

محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول اور سب نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔

اور متعدد احادیث مبارکہ سے اس کی تائید ہوتی ہے مثلاً صحیح مسلم میں بروایت سعد حدیث طویل کے ضمن میں مذکور ہے:-

فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا تَرْضَىٰ أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ الْإِسْرَافِيَّةَ لَا نَبُوَّةَ بَعْدِي

میرے بعد نبوت نہیں۔

مسلمانوں کے سارے مکاتیب فکر ختم نبوت کے مسئلہ پر اُس وقت تک کاملاً متفق تھے جب تک بانی قادیانیت نے اپنے نبی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ اس کی ابتدا بھی انہوں نے عجیب انداز میں کی۔ قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات کے سلسلہ میں یہ ذکر ہے کہ اُن کو یہودیوں نے سولی پر چڑھا دیا اور یہ سمجھ لیا کہ وہ وفات پا گئے مگر وہ غلطی پر تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ آسمان پر اُٹھالیا۔ یہ تذکرہ سورہ النسا میں ان الفاظ میں ہے:-

وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ؕ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ؕ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝ (النسا: ۱۵۷-۱۵۸)

اور وہ کہتے ہیں ہم نے مسیح ابن مریم رسول اللہ کو قتل کر دیا۔ حالانکہ انہوں نے نہیں قتل کیا اور نہ ہی صلیب چڑھایا مگر اُس کی شبیہ کو۔ اور جو اس میں اختلاف کرتے ہیں، وہ بھی بے خبر ہیں۔ اُن کے پاس سوائے ظن کے اور کوئی دلیل نہیں۔ انہوں نے ہرگز اُسے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اُسے اپنے پاس اُٹھالیا اور خدا غالب ہے حکمت والا۔



صحیح مسلم کی احادیث مقدسہ میں آثارِ قیامت کے بیان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے ارشادات موجود ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قیامت سے کچھ عرصہ پہلے دُنیا میں شر و فسادات بے انتہا ہوں گے اور وہ جال نامی ایک شخص کا ظہور ہوگا جو اپنے جادو اور شیطانی قوتوں کی امداد سے ایک وسیع قطعہ زمین پر قبضہ کر لے گا اور ایمان رکھنے والوں پر دائرہ حیات تنگ کر دیگا۔ اُس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق کے مشرق میں سفید مینارہ کے قریب آسمان سے اتریں گے اس حال میں کہ آپ کے دونو ہاتھ دو فرشتوں کے کندھوں پر ہوں گے۔ آپ آکر وہ جال کو قتل کریں گے اور دُنیا میں اسلام، ایمان اور امن کا بول بالا کریں گے۔ اور پھر سات سال یہاں زندہ رہنے کے بعد وفات پا کر مدینہ شریف میں حرم پاک میں دفن ہوں گے۔ آپ کے ظہور سے پہلے بنی فاطمہؑ میں سے ایک شخص پیدا ہوگا جس کا نام محمد ہوگا اور لقب مہدی۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ظہور کے وقت اُن کا استقبال کرے گا اور پہلی نمازیہ دونو حضرات بل کر پڑھیں گے۔ اُس میں وہ عیسیٰ علیہ السلام کی قیادت میں دُنیا کو کفر و الحاد کے اثرات سے پاک کرنے میں امداد دے گا۔

چونکہ ان احادیث مبارکہ میں صحیح سال کا تعین نہیں ہے اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد کئی ایسے لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے اپنے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا مگر قبل اس کے کہ وہ کسی عیسیٰ کا استقبال کرتے وہ خود اس دُنیا سے اٹھ جاتے رہے۔ بانی قادیانیت نے ان مدعیان سے ذرا مختلف طریقہ اختیار کیا۔ سب سے پہلے انہوں نے علمائے سلف کے اس عقیدہ کو غلط بتایا کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھائے گئے تھے اور وہی پھر زمین پر واپس آئیں گے۔ اُن کے نظریہ کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام اپنے زمانہ میں ہی انتقال فرما گئے تھے اور قیامت سے پہلے ظاہر ہونے والا شخص محض مثیل مسیح ہوگا۔ اس نظریہ کی اشاعت کے ساتھ ہی اُسی مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کر کے خود کو مسیح موعود قرار دے دیا۔ اس ابتداء سے وہ ظلی نبوت کی طرف بڑھے اور بالآخر اپنے اصلی نبی ہونے کا اعلان کر کے اُمتِ مسلمہ کے اس اعتقاد پر ضرب لگائی جس سے وہ تیرہ سو سال سے مکلف تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

اب مرزا صاحب کے اس ارتقائے روحانی اور اُن کی تعلیمات کی تفصیل اجمالاً دی جاتی ہے۔

## بانی قادیانیت اور اُن کی ابتدائی زندگی

تحریک قادیانیت کے بانی کا نام مرزا غلام احمد تھا۔ وہ برٹش انڈیا میں صوبہ پنجاب کے ضلع گورداسپور کے موضع قادیان میں ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والد کا نام غلام مرتضیٰ تھا جو سر قندی مغل گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ اُن کا پیشہ طبابت اور زمیندار تھا۔ مرزا غلام احمد معلوم مروجہ عربی، فارسی اور طب کی تحصیل سے فارغ ہو کر ۱۸۶۳ء میں ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کے دفتر میں بطور اہل مد قریب چار سال ملازمت کرتے رہے۔ بعد ملازمت چھوڑ کر اپنے والد محترم کا ہاتھ بٹانا شروع کر دیا۔ ساتھ ساتھ مذہبی کتب کا مطالعہ بھی جاری رکھا اور مذہبی مناظرات وغیرہ میں حصہ لیتے رہے۔ جہاں تک معلوم ہو سکا ہے اُن کے آبا و اجداد حنفی المذہب مسلمان تھے اور خود مرزا صاحب بھی اپنی اوائل زندگی میں اُنہی کے قدم بہ قدم چلتے رہے ۱۸۶۹ء میں اُنہوں نے ایک اشتہار شائع کیا کہ میں ایک کتاب براہین احمدیہ لکھنے کا ارادہ رکھتا ہوں جو پچاس جلدوں پر مشتمل ہوگی اور جس میں اسلام کی حقانیت اور دیگر مذاہب کی تردید میں قوی اور محکم عقلی دلائل پیش کیے جائیں گے مسلمانوں نے اس کتاب کی اشاعت کے لیے کثیر تعداد میں پیشگی قیمت بھیج کر معاونت کی لیکن ۱۸۸۰ء سے ۱۸۸۲ء تک مرزا صاحب نے اس کتاب کی صرف چار جلدیں شائع کر کے دعوے کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں



بذریعہ الہام اشاعت دین پر مبنی اور وہ اس صدی کے مجدد ہیں۔ اس لیے اس کتاب کی مزید اشاعت بند کی جاتی ہے۔

۱۸۸۶ء میں مرزا صاحب نے اپنی دوسری کتاب ”سرمۂ چشم آریہ تصنیف کی اور ہوشیار پور میں آریہ سماجیوں کے ساتھ مناظرہ بھی کیا۔ اس طرح ایک مناظرہ اسلام اور مذہبی الہام کی حیثیت سے شہرت حاصل کر کے انہوں نے اپنے گرد عقیدت مندوں کا ایک گروہ پیدا کیا جس میں حکیم نور دین شاہی طبیب ریاست جتوں و کشمیر جیسے بارسوخ مشیر و معاون شامل تھے۔

### مرزا صاحب کے ابتدائی عقائد

اس وقت تک مرزا صاحب کے عقائد وہی تھے جو ایک صحیح العقیدہ سنی مسلمان کے ہونے چاہئیں۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے بھی اسی قدر قائل تھے جیسے دیگر مسلمان۔ اپنے اشتہاری اعلان مورخہ ۲۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء (مندرجہ تبلیغ رسالت جلد دوم) میں انہوں نے لکھا:-

”میں اُن تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں۔ اور جیسا کہ اہل سنت جماعت کا عقیدہ ہے اُن سب باتوں کو ماننا ہوں جو قرآن اور حدیث کی رو سے مسلم الثبوت ہیں۔ اور سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت آدم صغی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔..... اس میری تحریر پر ہر شخص گواہ رہے۔“

اسی طرح اپنے مکتوب عربی بنام مشارح ہند مندرجہ انجام آتم میں تحریر فرماتے ہیں:-

میرا اعتقاد یہ ہے کہ میرا کوئی دین بخیر اسلام کے نہیں اور میں کوئی کتاب بخیر قرآن کے نہیں رکھتا اور میرا کوئی پیغمبر بخیر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں جو خاتم النبیین ہیں جن پر خدا نے بے شمار رحمتیں اور برکتیں نازل کی ہیں اور اُن کے دشمنوں پر لعنت بھیجی ہے۔ گواہ رہ کہ میرا تم تک قرآن شریف ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث جو چشمہ حق و معرفت ہے، کی میں پیروی کرتا ہوں اور تمام باتوں کو قبول کرتا ہوں جو کہ اُس خیر القرون میں باجماع صحابہ صحیح قرار پائی ہیں۔ نہ اُن پر کوئی زیادتی کرتا ہوں نہ کمی۔ اور اسی اعتقاد پر میں زندہ رہوں گا اور اسی پر میرا خاتمہ اور انجام ہوگا۔ اور جو شخص ذرہ بھر بھی شریعت محمدیہ میں کمی بیشی کرے یا کسی اجماعی عقیدے کا انکار کرے اُس پر خدا اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہو۔“ (ترجمہ)

اُن آیات میں مرزا صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بفع آسمانی اور نزول کے عقیدہ پر بھی ایمان رکھتے تھے جس پر براہین احمدیہ جلد چہارم میں اُن کے یہ الفاظ شاہد ہیں:-

”یہ آیت هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ (فتح- ۲۸) اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت دے کر اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس دین کو تمام دینوں پر غالب کر دے) سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیشین گوئی ہے اور جس غلبہ کا ملکہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ ظہور میں آئے گا۔ اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ



اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو اُن کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق واقعات میں پھیل جائے گا.....“

## اُس دور کے مسلمانوں کی ذہنی کیفیت

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد اپنی سیاسی بالادستی کھودینے کی وجہ سے مسلمان سخت ذہنی پریشانی اور مایوسی کا شکار ہو چکے تھے اور اپنے اس اضمحلال سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے ہر طرف منتظر آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ کب کوئی مرد خدا آئے گا کہ انہیں اس ابتلا سے نجات دلائے۔ اُس دور کے مسلمان دانشور بھی اسی قوم کے درد سے بے چین و بے قرار تھے مگر انہیں دوسری دُشواری کا سامنا تھا۔ ایک طرف تو انقلاب زمانہ نے اُن سے دنیوی حکومت اور جاہ و جلال چھین لیا تھا۔ دوسری طرف یورپ کا مادی انقلاب، جو انگریزوں کی وساطت سے ہندوستان پہنچ چکا تھا، اُن کی دینی اقدار کو پامال کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اُن کے خیال میں مادی انقلاب کو اپنانے کے بغیر ان دونوں محاذوں پر مخالفت طاقتوں سے نبرد آزما ہونا ممکن نہیں تھا۔ اسی خیال کے زیر اثر سرسید احمد خان نے ایک نئی تحریک شروع کی جس کا مقصد مسلمانوں کو مغربیت کی نئی اقدار سے آشنا کرنا اور انگریزی تعلیم و فنون میں مہارت حاصل کرنا تھا۔ اُن کی اس تحریک کا مدار ملک کے نئے انگریز حاکم کو اپنانے کے خیال سے مصلحتاً یا ارادۃً، زیادہ تر نیچریت پر تھا۔

## مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ

اس تذبذب اور اضطراب کے زمانہ میں مسلمانوں کے ذہن پر جو نفسیاتی کیفیت طاری تھی مرزا صاحب کو اُن کے رفیق حکیم نور دین نے اُس سے فائدہ اُٹھانے کا مشورہ دیا۔ اُن کا خیال تھا کہ اگر وہ خود کو مثیل مسیح کا لبادہ اوڑھ کر قوم کے سامنے پیش کریں تو ساری قوم دل و جان سے اُن کا خیر مقدم کرے گی اور وہ اُجیائے ملت کے لیے بہت بڑا کارنامہ سرانجام دے سکیں گے۔ مرزا صاحب نے اپنے مکتوب محررہ ۲۴- جنوری ۱۸۹۱ء (مکتوبات احمدیہ) میں حکیم نور دین کو ان الفاظ میں جواب دیا: ”جو کچھ آں مخدوم نے تحریر فرمایا ہے کہ اگر مشقی حدیث کے مصداق کو علیحدہ چھوڑ کر الگ مثیل مسیح کا دعویٰ کیا جائے تو اس میں کیا ہرج ہے۔ درحقیقت اس عاجز کو مثیل مسیح بننے کی کچھ حاجت نہیں۔ یہ بندہ چاہتا ہے کہ خدائے تعالیٰ اپنے عاجز اور مطیع بندوں میں داخل کرے ہم ابتلا سے کسی طرح بھاگ نہیں سکتے۔ خدا تعالیٰ نے ترقیات کا ذریعہ صرف ابتلا کو ہی رکھا ہے۔“

اس جواب کے حقوڑا ہی عرصہ بعد مرزا صاحب نے حکیم نور دین کے مشورہ پر عمل کرتے ہوئے سب سے پہلے مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا جیسا کہ اُن کے اشتهار مندرجہ تبلیغ رسالت جلد دوم ”مولفہ میر قاسم علی قادیانی سے ظاہر ہے۔

”مجھے مسیح ابن مریم ہونے کا دعویٰ نہیں اور نہ میں تناسخ کا قائل ہوں بلکہ مجھے تو فقط مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ ہے جس طرح محدثیت نبوت سے مشابہ ہے ایسا ہی میری روحانی حالت مسیح ابن مریم کی روحانی حالت سے مشابہت رکھتی ہے۔“

اسی طرح ”ازالۃ الادلہ“ میں تحریر فرماتے ہیں:-

”اس عاجز نے جو مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے اُس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں.... میں

نے ہرگز یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میں مسیح ابن مریم ہوں۔۔۔۔ میں مثیل مسیح ہوں یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعض روحانی خواص طبع اور عادات و اخلاق وغیرہ خدائے تعالیٰ نے میری فطرت میں بھی رکھے ہیں۔

## مثیل مسیح سے مسیح موعود

مرزا صاحب اپنے اس دعوے مثیل مسیح پر زیادہ عرصہ قائم نہ رہے بلکہ اُس سے ایک قدم آگے بڑھے اور سب سے پہلے اپنی تین تصنیفات ”فتح الاسلام“، ”توضیح مرام“ اور ”ازالہ اوہام“ میں حیات مسیح کے عقیدہ کو غلط بتا کر وفات مسیح کا اعلان کیا اور پھر اپنے مسیح موعود اور مہدی موعود ہونے کا اعلان ان الفاظ میں کیا:-

”مسلمانوں اور عیسائیوں کا کسی قدر اختلاف کے ساتھ یہ خیال ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم اسی غصری موعود سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے ہیں اور وہ کسی زمانہ میں آسمان سے اتریں گے۔ میں اس خیال کا غلط ہونا اپنے (توضیح مرام)

اسی رسالہ میں لکھ چکا ہوں:-  
”اگر تم ایماندار ہو تو شکر کرو اور شکر کے سجدے بجالاؤ کہ وہ جس کا انتظار کرتے کرتے تمہارے آباؤ گزر گئے۔ اور بے شمار دُوحیں اُس کے شوق میں ہی سفر کر گئیں۔ وہ وقت تم نے پایا۔۔۔ میں اس کو بار بار بیان کروں گا اور اس کے اظہار سے رُک نہیں سکتا کہ میں دُوبی ہوں جو وقت پر اصلاح خلق کے لیے بھیجا گیا تادم کو تازہ طور پر دلوں میں قائم کر دیا جائے میں اُسی طرح بھیجا گیا ہوں جس طرح وہ شخص بعد حکیم اللہ مرد خدا کے بھیجا گیا تھا جس کی رُوح ہیر وڈیس کے عہد حکومت میں بہت تکلیف کے بعد آسمان پر اٹھائی گئی۔ سو جب دوسرے حکیم اللہ جو حقیقت میں سب سے پہلا اور سید الانبیاء ہے دوسرے فرعونوں کی سرکوبی کے لیے آیا جس کے حق میں ہے۔ اِنَّا ارْسَلْنَا الْيٰسَرَ رَسُوْلًا شَٰهِدًا عَلٰیكُمْ كَمَا ارْسَلْنَا اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا (ہم نے تمہاری طرف رسول بھیجا ہے جو تم پر گواہ ہے جیسا کہ ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا)۔ تو اُس کو بھی جو اپنی کارروائیوں میں حکیم اول کا مثیل مگر تبتہ میں اُس سے بزرگ تر تھا ایک مثیل المسیح کا وعدہ دیا گیا اور وہ مثیل المسیح وقت اور طبع اور خاصیت مسیح ابن مریم کی پاکر اُسی زمانہ کی مانند اور اُسی مدت کے قریب قریب جو حکیم اول کے زمانہ سے مسیح ابن مریم کے زمانہ تک تھی یعنی چودھویں صدی میں آسمان سے اُترا اور وہ اُترنا روحانی طور پر تھا جیسا کہ مکمل لوگوں کا صعود کے بعد خلق اللہ کی اصلاح کے لیے نزول ہوتا ہے۔ اور سب باتوں میں اُسی زمانہ کے ہم شکل زمانہ میں اُترا جو مسیح ابن مریم کے اُترنے کا زمانہ تھا تا سمجھنے والوں کے لیے نشان ہو“ (فتح الاسلام)

”اور یہی عیسیٰ ہے جس کی انتظار تھی اور الہامی عبارات میں مریم اور عیسیٰ سے میں ہی مراد ہوں میری نسبت ہی کہا گیا کہ ہم اُس کو نشان بنادیں گے اور نیز کہا گیا کہ یہ دُوبی عیسیٰ بن مریم ہے جو آنے والا تھا جس میں لوگ شک کرتے ہیں۔ اور یہی حق ہے اور آنے والا یہی ہے اور شک محض نافیہی ہے۔“ (کشتی نوح)  
”مجھے اُس خدا کی قسم ہے جس نے مجھے بھیجا ہے اور جس پر اقرار نالغیتوں کا کام ہے کہ اُس نے مسیح موعود بنا کر مجھے بھیجا ہے۔“ (اشہار ایک فطلی کا ازالہ مندرجہ تبلیغ رسالت جلد دہم)



”میرا دعویٰ یہ ہے کہ میں وہ مسیح موعود ہوں جس کے بارے میں خدائے تعالیٰ کی تمام پاک کتابوں میں پیش گوئیاں ہیں کہ وہ آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا۔“ (تحفہ گوڑویہ)

## مشابہت مسیح کے دلائل

مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے اپنی مشابہتِ تاتر کے جو ثبوت پیش کیے ہیں ذرا ان کی شانِ دلالت بھی ملاحظہ ہو۔

”یہ عاجز جو حضرت عیسیٰ بن مریم کے رنگ میں بھیجا گیا ہے، بہت سے انور میں حضرت عیسیٰ سے مشابہت رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ جیسے عیسیٰ کی پیدائش میں ایک ندرت تھی، اس عاجز کی پیدائش میں بھی ایک ندرت ہے اور وہ یہ کہ میرے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی۔ اور یہ امر انسانی پیدائش میں نادرات سے ہے کیونکہ اکثر ایک ہی پتھر پیدا ہوتا ہے۔“ (تحفہ گوڑویہ)

اس اُمت کے مسیح موعود کے لیے ایک اور مشابہت حضرت عیسیٰ سے ہے اور وہ یہ کہ حضرت مسیح پورے طور پر بنی اسرائیل نہ تھے بلکہ صرف ماں کی وجہ سے اسرائیلی کہلاتے تھے۔ ایسا ہی اس عاجز کی بعض دادیاں سادات میں سے تھیں۔ اور حضرت عیسیٰ کے لیے خدا نے جو یہ پسند کیا کہ کوئی حضرت مسیح کا باپ نہ تھا۔ اس میں یہ بھید تھا کہ خدائے تعالیٰ بنی اسرائیل کی کثرت گناہوں کی وجہ سے ان پر سخت ناراض تھا۔

(مرزا صاحب کا کچھ مقام سیالکوٹ)

”سو یقیناً سمجھو کہ نازل ہونے والا ابن مریم ہے جس نے عیسیٰ بن مریم کی طرح اپنے زمانہ میں کسی ایسے شیخ کو والدِ روحانی نہ پایا جو اس کی روحانی پیدائش کا موجب ٹھہرتا۔ تب خدا تعالیٰ خود اس کا متولی ہوا اور تربیت کی کبار میں لے لیا اور اپنے بندے کا نام ابن مریم رکھا۔ پس مثالی طور پر بھی عیسیٰ ابن مریم ہے جو بغیر باپ کے پیدا ہوا۔ کیا تم ثابت کر سکتے ہو کہ اس کا کوئی والدِ روحانی ہے۔ کیا تم ثبوت دے سکتے ہو کہ تمہارے سلاسلِ اربع میں سے کسی سلسلے میں یہ داخل ہے؟ پھر اگر یہ ابن مریم نہیں تو کون ہے؟ (ازالہ ادھام)

”چودھویں خصوصیتِ یسوع مسیح میں یہ تھی کہ وہ باپ کے نہ ہونے کی وجہ سے بنی اسرائیل میں سے نہ تھا۔ مگر باپِ عمر موسوی سلسلہ کا آخری پیغمبر تھا جو موسیٰ کے بعد چودھویں صدی میں ہوا۔ ایسا ہی میں بھی خاندانِ قریش میں سے نہیں ہوں اور چودھویں صدی میں مبعوث ہوا ہوں اور سب سے آخر ہوں۔“ (تذکرۃ الشہادتین مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

## احادیثِ نزولِ مسیح کی تاویل

ان اعلانات کے بعد احادیثِ نزولِ مسیح کے مختلف پہلوؤں کو اپنی ذات پر درست ثابت کرنے کے لیے مرزا صاحب نے استعارہ اور تاویل سے کام لیا۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے مسلم کی احادیث کے مطابق یسوع موعود کی شریعت آوری ان حالات میں ہونی تھی۔

۱۔ نزولہٗ و مآکئہٗ بالشام ربیعہ شریقی حضرت عیسیٰ کا نزول ملکِ شام یعنی دمشق میں شرقی

منارہ پر ہوگا۔

عِنْدَ الْمَنَارَةِ الشَّرْقِيَّةِ

نزول کے وقت دوزر دنگ کی چادریں پہن رکھی ہوں گی۔

۲۔ عَلَيْهِ ثَوْبَانِ مُصَرَّانِ

۳۔ مسلمانوں کا امام اُن سے نماز پڑھانے کی درخواست کرے گا تو فرمائیں گے اِمَامُكُمْ مِنْكُمْ (تمہارا امام نماز تم

میں سے ہے) اور صحیح اور متواتر احادیث سے واضح ہے کہ یہ امام حضرت ہمدی علیہ السلام ہوں گے، جو

بنی فاطمہ میں سے ہوں گے۔

مرزا صاحب نے ان شرائط کی تکمیل اپنی ذات کے متعلق ان الفاظ میں کی :-

۱۔ دمشق کے لفظ کی تاویل میں مجھ پر منجانب اللہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اس جگہ ایسے قصبہ کا نام دمشق رکھا گیا ہے جس میں

ایسے لوگ رہتے ہیں جو یزیدی الطبع اور یزید پلیدی کی عادات اور خیالات کے پیرو ہیں۔ اور اپنے نفسِ امارہ کے

حکموں کے ایسے مطیع ہیں کہ مقدسوں اور پاکوں کا خون بھی اُن کی نظر میں سہل اور آسان ہے۔۔۔۔۔ اور کیونکہ طیبوں

کو بیماروں کی طرف آنا چاہیے۔ اس لیے ضرور تھا کہ مسیح ایسے ہی لوگوں میں نازل ہو۔ پس مسیح کا دمشق میں اُترنا

صاف دلالت کرتا ہے کہ کوئی مثیل مسیح جو حسینؑ سے بھی بوجہ مشابہت ان دونوں بزرگوں کے مماثلت رکھتا ہو،

یزیدیوں کی تنبیہ اور طرمز کرنے کے لیے جو مثیل یہودیوں اُترے گا۔“ (ازالہ اوہام)

”دمشق اور قادیان ایک ہی عرض بلد میں واقع ہیں اور منارۃ الشرقیۃ سے ظاہر ہوتا ہے کہ قادیان جو دمشق کے مشرق

میں واقع ہے، منارۃ المسیح وہاں واقع ہوگا“ مرزا صاحب نے ایک منارہ کی بنیاد بھی رکھی مگر اس کی تکمیل سے پہلے ہی فوت

ہو گئے۔ البتہ شام اور پنجاب کا اختلاف رفع نہ کر سکے کسی جگہ بھی اس امر کا ثبوت نہیں ملتا کہ قادیان کے باشندگان نے

کبھی کسی مقدس اور پاک یا مثیل حسینؑ ہستی کے قتل کا ارتکاب کیا ہو یا خود مرزا صاحب ہی پر قاتلانہ حملہ کیا ہو)

آگے چل کر مرزا صاحب اپنی مسجد کو مسجد اقصیٰ کا اور اپنی ذات کو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بدیں الفاظ مثیل

ظاہر کرتے ہیں :-

”جیسا کہ سیرِ مکانی کے لحاظ سے خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد حرام سے بیت المقدس تک

پہنچا دیا تھا ایسا ہی سیرِ زمانی کے لحاظ سے آنجناب کو شوکتِ اسلام کے زمانہ سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کا زمانہ تھا، برکاتِ اسلامی کے زمانہ تک جو مسیح موعود کا زمانہ ہے پہنچا دیا۔ پس اس پہلو کی رُو سے

اسلام کے انتہائی زمانہ تک جو آنحضرتؐ کا سیرِ کشفی ہے مسجد اقصیٰ سے مراد مسیح موعود کی مسجد ہے، جو

قادیان میں واقع ہے“ (تذکرہ مجموعہ وحی مقدس)

۲۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوزر دچادروں کے متعلق فرماتے ہیں :-

میں ایک دائم المریض آدمی ہوں۔ اور وہ دو چادریں جن کے متعلق حدیثوں میں ذکر آیا ہے کہ ان دو چادریں

میں مسیح نازل ہو گا وہ دوزر دچادریں میرے شامل حال ہیں۔ جن کی تعبیر علم تعبیر الزویار کی رُو سے دو بیماریاں

ہیں۔ سو ایک چادر میرے اوپر کے جھتے میں ہے کہ ہمیشہ سرد درد اور دورانِ سر اور کئی خواب اور تشنجِ دل

کی بیماری دورہ کرتی ہے۔ اور دوسری چادر جو میرے نیچے کے بدن میں ہے وہ بیماری ذیابیطس ہے

کہ ایک مدت سے دامن گیر ہے۔ اور بسا اوقات سو سود فحرات کو یا دن کو پیشاب آتا ہے۔ اور اس قدر



کثرتِ پیشاب سے جس قدر عوارضِ صحت وغیرہ ہوتے ہیں وہ سب میرے شامل حال ہیں۔ (ضمیمہ اربعین نمبر ۱۳ و ۱۴)

۳۔ تیسری شرط کے متعلق مرزا صاحب نے اپنی کتاب "ایام الصلح" میں حضرت شیخ محمد اکرم چشتی صابری کی کتاب "القباس النور" میں سے "لَا مَهْدِيَّ إِلَّا عَلِيٌّ" کی ایک روایت لی جسے نہ صرف امام زرقانیؒ نے مردود روایت کیا ہے بلکہ خود کتاب تذکرہ کے مصنف بھی اس روایت کو تحریر کر کے فرماتے ہیں:-

"واین روایت بغایت ضعیف است زیرا کہ اکثر احادیث صحیحہ متواترہ از حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم درود یافتہ کہ مہدی از بنی فاطمہ خواهد بود و عیسیٰ بہ اداقتہ اگر وہ نماز خواهد گزارد و جمیع عارفان صاحب تمکین بر این متفق اند"

مرزا صاحب نے "امام مکرہ منکرہ" کی تاویل یہ کی کہ حضرت عیسیٰ مسلمانوں میں ہی اپنا بروزِ پیشاب اختیار کر کے خود ہی امام بنیں گے اور حدیث کے اس مفہوم کی کوئی توجیہ پیش نہ کی کہ مسلمانوں کا امام صلح حضرت عیسیٰ سے نماز پڑھانے کی درخواست کرے گا تو آپ یہ کہہ کر انکار فرمائیں گے کہ "امام مکرہ منکرہ" (تمہارا امام تم میں سے ہے) اسی طرح حضرت عیسیٰ اور امام مہدی کی تشریف آوری کے متعلق ان احادیث کی بقیہ مقتضیات یعنی قتل و قبال، غلبہ اسلام، باطل دینوں کا خاتمہ، امام مہدی کا بنی فاطمہ سے ہونا اور کثرتِ مال کے جواب میں مرزا صاحب نے کہا کہ دجال سے عیسائی پادریوں کا کردہ مراد ہے جنہیں میں نے اپنی کتابوں میں بذریعہ دلائل قتل کر دیا ہے اور میری تعلیم سے میرے وقت میں یا آئندہ میری جماعت کے ذریعہ ایک روز وہ عالم گیر غلبہ اسلام ضرور نمودار ہوگا جس کا ان احادیث میں بطور پیش گوئی ذکر کیا گیا ہے۔ اور بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خواب میں فرمایا ہے کہ تم میری ابن بیت سے ہو۔ کیونکہ میرے خاندان میں ہماری ایک دادی سادات بنی فاطمہ سے تھی۔ اس کے ساتھ ہی مرزا صاحب کا اذعان تھا کہ اگر بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مسیح ابن مریم کے نزول اور حضرت امام مہدی کی جگہ اگاز شخصیت اور دجال کے ایک شخص ہونے اور بذریعہ تلوار حضرت مسیح کے ہاتھ سے قتل ہونے کا ذکر فرمایا ہے تو ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کشف کی تعبیر میں غلطی لگ گئی ہو۔ کیونکہ ضروری نہیں کہ مستقبل کے واقعات کو بنی کا علم پوری طرح احاطہ کر لے چپا پنچہ ازالہ اودھام میں نکستے ہیں:-

"اسی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ آل حضرت پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کا ملکہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے نمونہ منکشف نہ ہوئی ہو اور نہ دجال کے گدھے کی اصلی کیفیت کھلی ہو اور نہ یا بوجہ یا بوجہ کی عمیق تہ تک وحی الہی نے اطلاع دی ہو اور نہ ذابۃ الارض کی ماہیت کما حقہ ظاہر فرمائی گئی ہو"

## مسیح موعود سے نبوت تک

مرزا صاحب اپنے مسیح موعود ہونے کے دعوے پر قریباً دس سال قائم رہے اور پھر ختم نبوت کے معروف اسلامی نظریہ کو جس کے وہ خود بھی معتقد رہے تھے (خطبہ قرار دے کر نومبر ۱۸۹۱ء میں اپنی نبوت کا اعلان کر دیا۔ اس کی تقریب یہ ہوئی کہ اگست ۱۸۹۱ء میں ایک روز مرزا صاحب کے خطیب مولوی عبدالکریم نے جمعہ کے خطبہ میں انہیں نبی و رسول کہا۔ نماز کے بعد تید محمد احسن امر وہی قادیانی، خطیب صاحب سے جھگڑتے رہے۔ انہوں نے اگلے جمعہ میں پھر یہی الفاظ

دُبرائے اور امر دُبی صاحب کے تیور پہچان کر نماز کے بعد مرزا صاحب کا دامن پکڑ لیا اور کہا میں آپ کو نبی و رسول مانتا ہوں، اگر میں غلطی پر ہوں تو حضور مجھے درست فرمائیں۔ اس پر مرزا صاحب مڑ کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا: مولوی صاحب ہمارا بھی یہی مذہب اور دعویٰ ہے جو آپ نے بیان کیا ہے، یہ سن کر سید محمد احسن غصہ میں بھرے ہوئے واپس آگئے اور مسجد کے اوپر ٹہلنے لگ گئے جب مولوی عبد الکریم وہاں پہنچے تو سید صاحب اُن سے لڑنے لگے۔ آوازیں بلند ہوئیں تو مرزا صاحب مکان سے نکل آئے اور یہ آیت پڑھی۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ** (مسلمانو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کرو)۔ (الفصل قادیان ۴ جنوری ۱۹۲۳ء و رسالہ فرقان قادیان بابت اکتوبر ۱۹۲۴ء)

مرزا صاحب ۱۸۹۱ء سے نبی کا لقب اختیار کرنے میں مذہب تھے۔ چنانچہ ”انجامِ آتم“ ۱۸۹۶ء میں لکھا تھا:۔  
 ”الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا کہ یہ خدا کا فرستادہ، خدا کا مامور، خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے۔ جو کچھ کہتا ہے اُس پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن جہنمی ہے۔“  
 یعنی اس سے قبل خدا کا فرستادہ، ”مامور“ امین، ”مثیل مسیح“، ”مہدی معبود“، ”مسیح موعود“ کے القاب استعمال ہوئے تھے مگر نبی و رسول کہلانے میں مرزا صاحب کو تردد تھا۔ اُس روز خطیب صاحب کی عقیدت نے ختم نبوت کی فولادی دیوار کو بھی رستہ سے ہٹا دیا اور مرزا صاحب نے زبان و قلم سے بصراحت نبوت کا اعلان کرنا شروع کر دیا:۔  
 ”میں اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیوں کر انکار کر سکتا ہوں۔ اور جب کہ خود خدا تعالیٰ نے یہ نام میرے رکھے ہیں تو میں کیوں کر رو کر دوں یا کیوں کر اُس کے سوا کسی سے ڈروں۔“

(ایک غلطی کا ازالہ، نومبر ۱۹۰۸ء)

”خدا نے میرے ہزار ہا نشانوں سے میری وہ تائید کی ہے کہ بہت ہی کم نبی گذرے ہیں جن کی یہ تائید کی گئی۔۔۔ اور میں اُس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اُسی نے مجھے بھیجا ہے اور اُسی نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ اور اُسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے اور اُسی نے میری تصدیق کے لیے بڑے بڑے نشان ظاہر کیے جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں۔“

(تمتہ حقیقت الوحی ۱۹۰۷ء)

## ختم نبوت کے خلاف انوکھے استدلال

مرزا صاحب نے ”براہین احمدیہ جلد چہارم“ اور ”الذوالہام“ اور ”حماۃ البشری“ وغیرہ کتابوں میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نئے نبی کے آنے کو محال اور وعدہ الہی کے خلاف بتایا تھا۔ مگر جب اپنی نبوت کے اثبات کی ضرورت پیدا ہوئی تو اپنے سابقہ اقوال کی تردید میں ایسے استدلال لانے لگے جن سے اسلامی ذہن کبھی دوچار نہ ہوا تھا۔ چنانچہ براہین احمدیہ جلد پنجم ۱۹۰۵ء میں لکھتے ہیں:۔

”ایسا نبی کیا عزت اور کیا مرتبت اور کیا تاثیر اور کیا قوت قدسیہ اپنی ذات میں رکھتا ہے جس کی پیروی کا دعویٰ کرنے والے صرف اندھے اور نابینا ہوں۔ اور خدا تعالیٰ اپنے مکالمات اور مخاطبات سے اُن کی آنکھیں نہ



کھولے۔ یہ کس قدر لغو اور باطل عقیدہ ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وحی الہی کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا ہے اور آئندہ قیامت تک اس کی کوئی بھی اُمید نہیں۔ صرف قصوں کی پوجا کرو۔ پس ایسا مذہب کچھ مذہب ہو سکتا ہے جس میں براہِ راست خدا تعالیٰ کا کچھ بھی پتہ نہیں لگتا۔ جو کچھ میں کہتے ہیں۔ اور کوئی اگر اُس کی راہ میں جان بھی فدا کرے۔ اُس کی رضا جوئی میں فنا ہو جائے۔ اور ہر ایک چیز پر اُس کو اختیار کرے تب بھی وہ اُس پر اپنی شناخت کا دروازہ نہیں کھولتا اور مکالمات اور مخاطبات سے اُس کو مشرف نہیں کرتا۔ . . . . میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس زمانہ میں مجھ سے زیادہ بیزار ایسے مذہب سے اور کوئی نہ ہو گا۔ میں ایسے مذہب کا نام شیطانی مذہب رکھتا ہوں کہ ایسا مذہب جہنم کی طرف لے جاتا ہے۔“

## ظلی نبی

اپنے اس دعوے کے بعد مرزا صاحب کچھ عرصہ تک اپنے آپ کو ظلی نبی ظاہر کرتے رہے۔ اُن کے کہنے کے مطابق اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ کھلا تھا مگر نبوت صرف آپ کے فیضان سے ہی مل سکتی تھی نہ کہ براہِ راست جیسا کہ پہلے زمانہ میں بتو کرتا تھا۔ اور خاتم النبیین کے معنی یہ تھے کہ آپ نبیوں کی مہر ہیں اور آپ کی مہر کے بغیر کسی کی نبوت کی تصدیق نہیں ہو سکتی تھی۔ یعنی آپ کے بعد ایسے انبیاء پیدا ہوں گے جن کی نبوت کی تصدیق آپ اپنی مہر سے فرمائیں گے۔ ان انبیاء کی نبوت کا معیار آپ کے نقش قدم پر چلنا اور آپ کی شریعت کو قائم کرنا ہو گا۔

مرزا صاحب کے صاحب زادے بشیر احمد صاحب نے اپنی تصنیف ”کلمۃ الفضل“ میں مرزا صاحب کی اس نبوت کو یوں بیان کیا ہے :-

”یہ جو بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ظلی نبوت گھٹیا قسم کی نبوت ہے، یہ محض نفس کا ایک دھوکہ ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ کیوں بعض لوگ آپ کی (مرزا صاحب کی) نبوت کو ناقص نبوت سمجھتے ہیں۔ کیونکہ میں تو یہ دیکھتا ہوں کہ آپ (یعنی مرزا صاحب) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بروز ہونے کی وجہ سے ظلی نبی تھے اور اس ظلی نبوت کا پایہ بہت بلند ہے۔“

## ظلی نبوت سے مستقل اور صاحب شریعت نبی

کچھ عرصہ اسی طرح ظلی رہنے کے بعد مرزا صاحب آخر اُس منزل پر پہنچ گئے جس کے تصور سے کالین بھی کانپتے تھے یعنی انہوں نے اپنے مستقل صاحب شریعت نبی اور خاتم النبیین ہونے کا دعوے کر دیا اور اُن کے شدید قلم نے اُس ادب گاہ کو بھی پھلانگ جانے کی جسارت کی جس کے نزدیک پھٹکنے سے نہ صرف جبریل علیہ السلام کے پر جلتے تھے بلکہ مشائخ عظام کو آزادی سے سانس تک لینے کی جرأت نہ تھی۔

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرشِ نازک تر  
نفسِ گم کردہ می آید جنسِ سید و بایزید آں جا

اپنی کتاب ایک غلطی کا ازالہ میں مرزا صاحب نے لکھا:-

”میں بارہا بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت ”وَأَخْرَيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ“ بروزی طور پر ہی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے میرا نام محمدؐ اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود قرار دیا ہے۔۔۔ پس جب کہ خدا نے تعالیٰ کے نزدیک حضرت مسیح موعودؑ کا وجود خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہے یعنی خدا کے دفتر میں حضرت مسیح موعودؑ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی دُوتی یا مَخَارَظ نہیں رکھتے بلکہ ایک ہی شان، ایک ہی مرتبہ، ایک ہی منصب اور ایک ہی نام رکھتے ہیں۔ گویا لفظوں میں باوجود وہ ہونے کے ایک ہی ہیں۔ تو یہ کس قدر حق سے خرُوج ہوگا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے عین محمدؐ ہونے سے انکار کریں۔“ الفضل ۱۹۹

اپنی تصنیف حقیقت الوحی میں قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نازل ہوئی تھیں انہیں اپنی طرف منسوب کر کے اپنی ذات کو اُن کا مصداق ظاہر کیا:-

۱۔ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي

يُحِبِّبْكُمْ اللَّهُ (آل عمران - ۳۱)

۲۔ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا

أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ (انعام ۱۶۴)

۳۔ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ

(الأنفال - ۱۷)

۴۔ سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَىٰ

(بنی اسرائیل - ۱)

۵۔ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ

(انبیاء - ۱۰۷)

۶۔ لَيْسَ ۚ وَالْقُرْآنُ الْحَكِيمُ إِنَّكَ لَمِنَ

الرُّسُلِينَ ۚ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (نہیں ۴۱)

۷۔ إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا ۚ لِيُغْفِرَ لَكَ اللَّهُ

مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ (فتح ۲۰)

۸۔ إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ

اللَّهَ ۚ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ (فتح ۱۰)

۹۔ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ

وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ

(فتح - ۲۸)

کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی

کرو۔ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کریں گے۔

اُس کا کوئی شریک نہیں۔ اور محمدؐ کو اُسی کا حکم ہوا ہے اور

میں سب ماننے والوں سے پہلا ہوں۔

اور آپؐ نے خاک کی مٹھی نہیں پھینکی مگر وہ اللہ تعالیٰ

نے پھینکی۔

پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو رات میں مسجد

حرام سے مسجد اقصیٰ لے گئی۔

اور ہم نے آپؐ کو نہیں بھیجا مگر عالمین کے لیے

رحمت بنا کر۔

نہیں۔ قسم ہے قرآن باحکمت کی کہ آپؐ پیغمبروں میں سے

ہیں اور سید سے راستے پر ہیں۔

بے شک ہم نے آپؐ کو فتح مبین عطا فرمائی ہے۔ تاکہ

اللہ تعالیٰ آپؐ کی اگلی پچھلی خطائیں مُعَاف فرمادیں۔

بے شک جو لوگ آپؐ سے بیعت کر رہے ہیں، وہ

خدا سے کر رہے ہیں اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر ہے۔

وہی اللہ ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دین

حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس دین کو تمام دینوں

پر غلبہ عطا فرمائے۔



پھر نزدیک ہوا پھر اُتر آیا۔ پس بقدر دو کمان کے یا زیادہ  
نزدیک تھا۔

میں بشارت دیتا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آنے  
والا ہے۔ اُس کا نام احمد ہوگا۔

بے شک ہم نے تمہاری طرف رسول بھیجا ہے جو تم  
پر گواہی دے گا۔ جیسے ہم نے فرعون کی طرف رسول  
بھیجا تھا۔

بے شک ہم نے آپ کو کثر عطا فرمایا۔

ان غیر مانوس اور بعید از حقائق اقوال کی تلخی کو اسلامی فکر و نظر کے لحاظ سے کم کرنے کے لیے یہ عذر پیش کیا جاتا  
ہے کہ مرزا صاحب خود محمد و احمد ہیں۔ کوئی نئی اور علیحدہ شخصیت نہیں ہیں۔ اس انداز خیال کے چند نمونے  
درج ذیل ہیں :-

”وہ اپنی ذات سے نہیں بلکہ اپنے نبی کے سرچشمے سے لیتا ہے اور نہ اپنے لیے بلکہ اُسی کے جلال  
کے لیے۔ اسی لیے اُس کا نام آسمان پر محمد اور احمد ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ محمد کی نبوت آخر محمد  
ہی کو ملی مگر بروزی طور پر مگر نہ کسی اور کو۔“ (ایک غلطی کا ازالہ)

”اور جان لو کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ پانچویں ہزار میں مبعوث ہوئے، ایسا ہی مسیح موعود  
کی بروزی صورت اختیار کر کے چھٹے ہزار کے آخر میں مبعوث ہوئے۔ پس جس نے ان کا انکار کیا، اُس  
نے حق کا اور نص قرآن کا انکار کیا۔ بلکہ حق یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رُومانیت چھٹے ہزار کے  
آخر میں یعنی ان دنوں میں بہ نسبت اُن سالوں کے اقویٰ اور اکل اور اشد ہے بلکہ چودھویں رات کے  
چاند کی طرح ہے۔“ (خطبہ الہامیہ)

”جیسے کہ مومن کے لیے دوسرے احکام الہی پر ایمان لانا فرض ہے۔ ایسا ہی اس بات پر بھی ایمان لانا  
فرض ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بعثت ہیں۔“ (تحفہ گولڈویہ)

”مَنْ فَرَّقَ بَيْنِي وَبَيْنَ الْمُصْطَفَىٰ مَا عَرَفْتِي“ جس نے میرے اور محمد مصطفیٰ کے درمیان فرق  
و ماریاں کیا اور دونوں کو الگ الگ سمجھا، اُس نے مجھے

شناخت کیا اور نہ پہچانا اور نہ ہی دیکھا نہ سمجھا۔“ (خطبہ الہامیہ)

”پھر اسی کتاب (براہین احمدیہ) میں اس مکالمہ کے قریب ہی یہ وحی اللہ ہے۔ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ  
وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ۔ اس وحی الہی میں میرا نام محمد رکھا  
گیا ہے اور رسول بھی۔“ (ایک غلطی کا ازالہ)

”غلط اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا۔ اور چونکہ میں غلطی طور پر محمد ہوں (صلی اللہ علیہ وسلم) پس اس طور سے  
خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹی۔ کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت محمد تک ہی محدود رہی۔ یعنی بہر حال محمد

صلی اللہ علیہ وسلم ہی نبی رہا اور نہ کوئی۔ یعنی جب کہ میں بروزی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی مع نبوت محمدیہ کے میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں تو پھر کون سا الگ انسان ہوا جس نے علیحدہ طور پر نبوت کا دعویٰ کیا۔ بھلا اگر مجھے قبول نہیں کرتے تو یوں سمجھ لو کہ تمہاری حدیثوں میں لکھا ہے کہ مہدی موعود خلق اور خلق میں ہر رنگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا اور اس کا اسم آنجناب کے اسم کے مطابق ہوگا یعنی اُس کا نام محمدؐ اور احمدؐ ہوگا۔ اور اُس کی اہل بیت میں ہوگا۔“

**حاشیہ۔** یہ بات میرے اجداد کی تاریخ سے ثابت ہے کہ ایک دادی ہماری شریف خاندان سادات سے اور بنی فاطمہؑ میں سے تھی۔ اس کی تصدیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کی اور خواب میں مجھے فرمایا کہ سَلَمَانَ جِ مِثًا اَهْلَ الْبَيْتِ عَلٰی مَشْرَبِ الْحَسَنِ۔ میرا نام سلمان رکھا یعنی ذو سلم، اور سلم عربی میں صلح کو کہتے ہیں یعنی مقدر ہے کہ دو صلح میرے ہاتھ پر ہوں گی۔ ایک اندرونی کہ جو اندرونی بغض اور شخا کو دور کرے گی۔ دوسری بیرونی کہ جو بیرونی عدالت کے وجود کو پامال کر کے اور اسلام کی عظمت دکھا کر، غیر مذہب والوں کو اسلام کی طرف جھکا دے گی معلوم ہوتا ہے کہ حدیث میں جو سلمان آیا ہے۔ اُس سے بھی نہیں مراد ہوں ورنہ اُس سلمان پر ذو صلح کی پیش گوئی صادق نہیں آتی اور میں خدا سے وحی پا کر کتابوں کہ میں بنی فارس میں سے ہوں اور بموجب اس حدیث کے جو کثر العمال میں درج ہے۔ بنی فارس بھی بنی اسرائیل اور اہل بیت میں سے ہیں۔ اور حضرت فاطمہؑ نے کشفی حالت میں اپنی ران پر میرا سر رکھا اور مجھے دکھایا کہ میں اس میں سے ہوں۔ چنانچہ یہ کشف براہین احمدیہ میں موجود ہے۔ (ایک غلطی کا ازالہ)

## مرزا صاحب کی وحی

مستقل نبوت کا لبادہ اوڑھنے کے بعد یہ ضروری تھا کہ اُس کے دیگر لوازمات بھی سامنے لائے جاتے۔ چنانچہ مرزا صاحب نے یہ بھی دعوے کیا کہ اُن پر وحی نازل ہوتی ہے۔ ”دُرّ ثَمین“ جو مرزا صاحب کے کلام کا مجموعہ ہے، کے صفحہ ۲۸۷ پر اُن کی یہ نظم درج ہے۔

آنچہ من بشنوم ز وحی خدا      بخدا پاک دامنش ز خطا  
 (میں جو کچھ خدا کی وحی سے سُنتا ہوں۔ بخدا اُسے خطا سے پاک جانتا ہوں)  
 بچوں قرآن مُنزہ اشش دامن      از خطا ہا ہمیں ست ایسا نام  
 (میں اُسے قرآن کی طرح خطا سے پاک سمجھتا ہوں اور یہی میرا ایمان ہے)  
 بخدا ہست ایں قرآن مجید      از دہان خدا لے پاک و جید  
 (بخدا یہ پاک کلام اللہ تعالیٰ کی پاک زبان سے نکلا ہوا ہے)

مرزا صاحب نے اپنی ایک اور کتاب ”ربعین فہرہ“ میں لکھا۔

”مجھے اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسا کہ توریت اور انجیل اور قرآن پر۔“

ایک دوسری کتاب ”حقیقۃ الوحی“ میں لکھا۔

”میرے پاس ایبل آیا (اس جگہ ایبل خدائے تعالیٰ نے جبریل کا نام رکھا ہے) اس لیے کہ بار بار



رجوع کرتا ہے۔ حاشیہ) اور اُس نے مجھے چُن لیا اور اپنی انگلی کو گردش دی اور یہ اشارہ کیا کہ خدا کا وعدہ آگیا۔ پس مبارک وہ جو اُس کو پاوے اور دیکھے (ترجمہ)۔ . . . اور خدا کا کلام اس قدر مجھ پر نازل ہوا ہے کہ اگر وہ تمام لکھا جائے تو بیس جزو سے کم نہیں ہوگا۔ (مرزا صاحب کے مجموعہ وحی و الہامات کو اُن کے پیر و الکتاب البئیں کے نام سے یاد کرتے ہیں)

## مرزا صاحب کے الہامات

وحی سے کہیں زیادہ الہامات تھے جو مرزا صاحب نے اپنے دعاوی کے ثبوت میں پیش کیے۔ الہامات کی اقسام اور الہامات پانے والوں کی کیفیات کے متعلق ”ازالہ اوہام“ میں لکھا ہے۔

الہام رحمانی بھی ہوتا ہے شیطانی بھی۔ اور جب انسان اپنے نفس اور خیال کو دخل دے کر کسی بات کے انکشاف کے لیے بطور استخارہ و استخبار وغیرہ کے توجہ کرتا ہے۔ خاص کر اس حالت میں کہ جب اُس کے دل میں یہ تنازعہ ہوتی ہے کہ میری مرضی کے موافق کسی کی نسبت کوئی بُرا یا بھلا کلمہ بطور الہام مجھے معلوم ہو جائے تو شیطان اُس وقت اُس کی آرزو میں دخل دیتا ہے اور کوئی کلمہ اُس کی زبان پر جاری ہو جاتا ہے اور دراصل وہ شیطانی کلمہ ہوتا ہے۔ یہ دخل کبھی انبسیار اور رسولوں کی وحی میں بھی ہو جاتا ہے مگر وہ بلا توقف نکالا جاتا ہے میں نے بہت سے لوگ دیکھے ہیں جو ہر آواز کو جو انہیں آجائے الہام ہی سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ اضغاثِ اعلام ہی ہوتے ہیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ جو آوازیں انہیں سُنانی دیتی ہیں وہ بناوٹی ہیں۔ نہیں، اُن کو آوازیں آتی ہوں گی۔ مگر ہم ہر آواز کو خدائے تعالیٰ کی آواز قرار نہیں دے سکتے۔ جب تک اُس کے ساتھ وہ انوار و برکات نہ ہوں جو اللہ تعالیٰ کے پاک کلام کے ساتھ ہوتے ہیں۔ . . . جب تک اندر دنی نجاست اور گندگی دور نہ ہو اور تقویٰ کی اعلیٰ درجہ کی صفائی حاصل نہ ہو اور اُس درجہ اور مقام پر انسان نہ پہنچ جائے جو دُنیا ایک مرے ہوئے کپڑے سے بھی حقیر اور ذلیل نظر آنے لگے اور اللہ تعالیٰ ہی ہر فعل اور قول میں مقصود ہو۔ اس مقام پر قدم نہیں پڑ سکتا جہاں پہنچ کر انسان اپنے اللہ کی آواز سُنتا ہے۔“

(مرزا غلام احمد قادیانی کا ارشاد مندرجہ اخبار الحکم، ۳۱ مارچ ۱۹۰۳ء)

اور حقیقتہً الوحی میں لکھا ہے۔

”آسمانی نشانوں سے جھٹ لینے والے تین قسم کے آدمی ہوتے ہیں۔ اول وہ جو کوئی ہنر اپنے اندر نہیں رکھتے اور کوئی تعلق خدا تعالیٰ سے ان کا نہیں ہوتا۔ صرف دماغی مناسبت کی وجہ سے اُن کو بعض سچی خوابیں آجاتی ہیں اور سچے کشف ظاہر ہوتے ہیں۔

”پھر دوسرے قسم کے خواب بین یا ملہم وہ لوگ ہیں جن کو خدا تعالیٰ سے کسی قدر تعلق ہے مگر کامل تعلق نہیں۔ پھر تیسری قسم کے ملہم و خواب بین وہ لوگ ہیں جو شہواتِ نفسانیہ کا چولا آتشِ محبتِ الہیہ میں جلا دیتے ہیں اور خدائے تعالیٰ کے لیے فحشی کی زندگی اختیار کر لیتے ہیں۔

خدا تعالیٰ نے مجھے اس تیسرے درجے میں داخل کر کے وہ نعمت بخشی ہے کہ جو میری کوشش سے

نہیں بلکہ شکم مادر میں ہی مجھے عطا کی گئی ہے۔“

## مرزا صاحب کے الہامات اور عرفان الہی کے نمونے

اب یہاں مرزا صاحب کے چند الہامات پیش گوئیاں، رویا اور کشف بیان کیے جاتے ہیں:-  
مرزا صاحب نے اپنی کتاب تو فیض مرام میں اُس ذات پاک کے یہ جو لئیس کَمَثَلِہ شَیْءٌ ہے، تیندوے اور اُس کی تمثیل پیش کی ہے۔ ”دافع البلاء میں اپنا ایک کشف بیان کرتے ہیں۔ ”بَايَعَنِي رَبِّي“ (میرے رب نے میرے ساتھ بیعت کی)

آپ کا ایک الہام ہے:- ”يَا شَمْسُ يَا قَمَرَ أَنْتَ مِنِّي وَأَنَا مِنْكَ“ (اے سورج، اے چاند، تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں)

ایک دوسرا الہام ہے:- ”أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ وَلَدِي“ (تو میرے لیے بیٹے کی طرح ہے)  
ایک اور الہام ہے:- ”إِنِّي مَعَ الرَّسُولِ أَجِيبُ أَخْطَا وَأُصِيبُ“ (میں رسول کے ساتھ ہوں، جو بڑیا ہوں خطاب بھی کرتا ہوں اور صواب بھی)

”حقیقۃ الوحی“ میں اس نبج کے اور الہام بھی درج ہیں:-

- ۱۔ یُتِمُّ اِسْمُكَ وَلَا يُتِمُّ اِسْمِي
- ۲۔ اِنَّمَا اَمْرُكَ اِذَا ارَدْتَ شَيْئًا اِنْ تَقُوْلْ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ
- ۳۔ اَنْتَ مِنْ مَّاءٍ نَا وَهُوَ مِنْ فِثْلِ
- ۴۔ اَلْاَرْضُ وَالسَّمَاوُ مَعَكَ كَمَا هُوَ مَعِي
- ۵۔ اِسْمِعْ وَلَدِي
- ۶۔ يَحْمَدُكَ اللّٰهُ مِنْ عَرْشِهِ وَيَمْنِي اِلَيْكَ

اس کا ترجمہ یہ ہو سکتا ہے کہ تیرا نام کامل ہوگا میرا نہیں۔  
تیری وہ شان ہے کہ اگر کسی چیز کا تو ارادہ کرے اور اُسے کہہ دے ہو جا تو وہ ہو جائے گی۔  
تو ہمارے پانی سے ہے اور وہ خشکی سے ہیں۔  
زمین و آسمان تیرے ساتھ ہیں جیسا وہ میرے ساتھ ہے۔  
اس میں عربی دانی کا کمال بھی اظہر من الشمس ہے۔ مگر مرزا صاحب کے ماننے والے تو یہی کہیں گے کہ یہ مرزا صاحب کی غلطیاں نہیں بلکہ اُن کے علم کی غلطیاں ہیں جس کی یہ زبان ہے۔ کیونکہ ”اُخْطَا“ و ”اُصِيبُ“ یعنی خطاب بھی کرتا ہوں اور صواب بھی تو علم پہلے فرما ہی چکے ہیں۔

اُسے میرے بیٹے بات سن (البشری جلد اول)  
اللہ تعالیٰ اپنے عرش سے تیری تعریف بیان کرتا ہے اور تیری طرف آتا ہے۔

- ۷۔ اور تو مجھ سے ایسا ہے جیسا میں ہی ظاہر ہو گیا یعنی تیرا ظہور بعینہ میرا ظہور ہے۔ (تذکرہ یعنی وحی مقدس)
- ۸۔ اَنَا بَشَرٌ كَبَعْلَا مِ مَظْهَرِ الْحَقِّ وَالْعَلِيِّ
- كَانَ اللّٰهُ نَزَلَ مِنَ السَّمَاوِ

ہم تجھے ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جو حق اور بلند کا مظہر ہوگا۔ گویا خدا ہی آسمان سے اُتر آیا۔

(استفتاء مصنفہ مرزا غلام احمد دینی)

”حضرت مسیح موعود نے ایک موقع پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی ہے کہ کشف کی حالت آپ پر اس طرح



طاری ہوئی کہ گویا آپ عورت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت کی قوت کا اظہار فرمایا۔  
(ٹریکٹ نمبر ۳۴: اسلامی قربانی مصنفہ قاضی یار محمد قادیانی)  
مرزا صاحب خود بھی فرماتے ہیں :-

”مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفع کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرا دیا گیا۔ اور آخر کئی مہینے کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں۔ بذریعہ اس الہام کے مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔ پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا۔“

(کشتی نوح، مصنفہ مرزا صاحب قادیانی)  
”آئینہ کمالات“ میں کہتے ہیں میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اللہ تعالیٰ کا عین ہوں اور یقین کر لیا کہ میں واقعی اللہ ہوں اور پھر میں نے آسمان بنایا اور زمین بنائی۔

اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ میں نماز پڑھوں گا اور روزہ رکھوں گا۔ جاگتا ہوں اور سوتا ہوں۔ (البشری جلد دوم)  
خدا نے فرمایا، میں بھی روزہ رکھوں گا اور افطار بھی کروں گا۔ (تبلیغ رسالت جلد دوم)  
الہام ہوا، خدا قادیان میں نازل ہو گا۔ (البشری جلد اول)

سچا خدا ہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔ (دفع البلاء)  
الہام ہوا، تیری خبر قرآن و حدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے ہوالذی ارسل رسولہ بالہدیٰ و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ (اعجاز احمدی)  
”اربعین نمبر ۴“ میں بابو الہی بخش کے متعلق یہ الہام درج ہے :-

”بابو الہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے یا کسی پیدی اور ناپاکی پر اطلاع پائے مگر خدا تعالیٰ تجھے اپنے انعامات دکھلائے گا جو متواتر ہوں گے تجھ میں وہ حیض نہیں بلکہ وہ بچہ ہو گیا، ایسا بچہ جو بمنزلہ اطفال اللہ کے ہے۔“

میں نے دیکھا کہ میں ایک جنگل میں ہوں اور میرے ارد گرد بہت سے درندے، بندر اور سور وغیرہ ہیں اور اس سے استدلال یہ کیا کہ یہ احمدی جماعت کے لوگ ہیں۔

(بحوالہ قادیانی اخبار سپینام ضلع۔ لاہور۔ اپریل ۱۹۳۴ء)

مرزا صاحب نے اپنا ایک رویا بیان کیا کہ میں نے دیکھا ایک بلی ہے اور گویا ایک کبوتر ہمارے پاس ہے۔ وہ اس پر حملہ کرتی ہے۔ بار بار ہٹانے سے باز نہیں آتی تو میں نے اس کی ناک کاٹ دی ہے اور خون بہہ رہا ہے پھر بھی باز نہیں آتی تو میں نے اسے گردن سے پکڑ کر اس کا منہ زمین پر گرنا شروع کیا۔ بار بار گرنا تھا۔ پھر بھی سر اٹھاتی تھی تو آخر میں نے کہا کہ آؤ اسے پھانسی دیں۔ (مکاشفات موفعہ بابو منظور الہی قادیانی)

رویا میں دیکھا ہم ایک جگہ جا رہے ہیں۔ ایک ہاتھی دیکھا اس سے بھاگے اور ایک کوچہ میں چلے گئے۔ لوگ بھی بھاگے جاتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ ہاتھی کہاں ہے۔ لوگوں نے کہا کہ وہ کسی اور کوچہ میں چلا گیا ہے، ہمارے نزدیک نہیں آیا۔ پھر نظارہ بدل گیا۔ گویا گھر بیٹھے ہیں۔ قلم پر ہیں نے دو نوک لگائے ہیں جو ولایت سے آئے ہیں۔ پھر میں کہتا ہوں یہ بھی

نامرہی نکلا۔ اس کے بعد الہام ہوا۔ اِنَّ اللہَ عَزَّوَجَلَّ اَنْتَقَامٌ۔ (تذکرہ یعنی وحی مقدس مجبورہ الہامات مرزا غلام احمد قادیانی ص ۳۴)  
مرزا صاحب کو دوسری شادی کے لیے اخراجات کی ضرورت ہوئی۔ الہام ہوا:-

”ہر چہ بایذی نوع و دوسری را ہمہ ساماں کنم و آنچه در کار شما باشد عطا سے آں کنم“  
چنانچہ ایک جگہ سے پانچ صد اور دوسری جگہ سے تین صد روپے قرض مل گئے۔ (حقیقۃ الوحی)

مرزا صاحب نے خواہب الرحمن میں مولوی کرم دین کے ضلع جہلم کو لکھا تھا۔ لکھا تھا حقیقۃ الوحی میں اس کی نسبت لکھتے ہیں:-

”مولوی کرم دین کے مقدمے میں جو گورڈا پٹور میں ہوئے۔ کرم دین لکیم اور کذاب کے معنی سنگین بیان کرتا تھا اور ہم خفیف۔ اُن دنوں الہام ہوا ہے معنی دیگر نہ پسندیم ما

روایا دیکھا کہ گویا ملک معتمد قیصرہ ہند سلمہا اللہ تعالیٰ ہمارے گھر میں رونق افروز ہوئی ہیں۔۔۔ اور دو روز قیام فرمایا ہے۔  
(مکاشفات۔ مؤلفہ بابو منظور الہی قادیانی)

تذکرہ یعنی وحی مقدس مجبورہ الہامات میں آپ کا روایا درج ہے کہ میں نے دیکھا کہ زارہ روس کا سونٹا میرے ہاتھ میں آ گیا ہے۔۔۔ غور سے دیکھا تو وہ بندوق ہے اور یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ بندوق ہے یا سونٹا۔۔۔ اور پھر دیکھا کہ خوارزم بادشاہ جو بوعلی سینا کے وقت میں تھا، اُس کی تیرکمان میرے ہاتھ میں ہے۔ بوعلی سینا میرے پاس کھڑا ہے اور اس تیرکمان سے ایک شیر کو بھی شکار کیا۔

(پروفیسر محمد الیاس برنی اپنی کتاب قادیانی مذہب میں یہ روایا درج کر کے لکھتے ہیں کہ یہ تاریخ مرزا صاحب کی کشفی ہے ورنہ تاریخی لحاظ سے شیخ بوعلی سینا ۶۲۸ھ میں انتقال فرما چکے تھے اور خوارزم شاہی حکومت کے ساتوں کے ساتوں سلاطین کی حکمرانی کی کل مدت ۶۹۰ھ سے ۶۲۸ھ تک ہے یعنی بوعلی سینا خوارزم شاہی دور سے ۶۲ سال قبل ہی اس جہان فانی سے رخصت ہو چکے تھے۔)

## مرزا صاحب کی پیش گوئیاں

مرزا صاحب کے بہت سے الہامات پیش گوئیوں کی شکل میں ہیں جنہیں وہ اپنی صداقت کا معیار اور نشان قرار دیتے ہیں۔ ان میں سے بعض پیش گوئیاں مرزا صاحب کی تاویلات اور اصل واقعات کے ساتھ بلا کم و کاست درج کی جاتی ہیں:-

۱۔ بذریعہ الہام الہی معلوم ہوا کہ میاں منظور محمد کے گھر میں یعنی محمدی بیگم کا ایک لڑکا پیدا ہو گا جس کے یہ نام بذریعہ الہام الہی معلوم ہوئے: بشیر الدولہ، عالم کباب، شادی خان، کلمۃ اللہ خان (البشری جلد دوم)

نوٹ منجانب مؤلف البشری۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ یہ پیش گوئی کب اور کس رنگ میں پوری ہوگی۔

گو حضرت اقدس نے اس کا وقوعہ محمدی بیگم کے ذریعے سے فرمایا تھا۔ مگر چونکہ وہ فوت ہو چکی ہیں اس لیے اب تخصیص نام نہ رہی۔ بہر صورت یہ پیش گوئی تشابہات میں سے ہے۔ (البشری جلد دوم۔ مجموعہ

الہامات مرزا صاحب مؤلفہ بابو منظور الہی قادیانی لاہوری)

اس کے متعلق مرزا صاحب نے خود حقیقۃ الوحی میں لکھا ہے کہ اس لڑکے کا نام بشیر الدولہ اس وجہ سے تھا کہ اس نے



ہماری ترقی سلسلہ کے لیے بشارت ہونا تھا۔ اور عالم کباب اس وجہ سے کہ اگر لوگ توبہ نہیں کریں گے تو بڑی بڑی آفتیں دُنیا میں آئیں گی۔ اور لکھتے ہیں کہ یہ لڑکا قیامت خیز زلزلہ کا پیش خیمہ تھا۔ مگر میں نے دعا کی اور اس زلزلہ میں تاخیر ڈال دی گئی۔ چنانچہ ۱۹۰۶ء کو لڑکے کی بجائے لڑکی پیدا ہوئی جو بشارت ہے کہ زلزلہ میں تاخیر ڈال دی ہے۔

۲۔ اپنی تفسیر اعجاز المسیح کی نسبت مرزا صاحب نے الہام شائع کیا۔

مَنْ قَامَ لِلْجَوَابِ وَتَنَزَّ فَسَوْفَ يَرَىٰ إِنَّهُ تَنَزَّ مَوْتَدَّ مَرَّ (جو شخص اس کا جواب لکھنے پر آمادہ ہوگا وہ شرمندہ ہوگا اور ہلاک ہوگا)

لیکن جب حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کی کتاب سیفِ چشتیائی میں اس تفسیر پر ایک سو سے زیادہ اعتراضات نظر سے گزرے تو ایک شخص شہاب الدین نامی کے خط کا حوالہ دے کر لکھ دیا کہ یہ اعتراضات مولوی محمد حسین فیضی مدرس انجمن نعمانیہ لاہور نے قلم بند کیے تھے جو بڑی موت مر گیا۔ اور میری الہامی پیش گوئی پوری ہوئی۔

مگر مقدمہ فضل الدین بنام کرم الدین میں مرزا صاحب نے بطور گواہ جو حلفی بیان دیا یہ تھا:-

”الہام اتی مہین من اراد اہانتک (جو تیری اہانت کرے گا میں اُس کی اہانت کروں گا) کئی سال پہلے مجھ کو ہوا تھا یعنی مقدمات سے کئی سال پہلے۔ یہ پیش گوئی من قاصر للجواب تنمّز فسوف یرى انہ تنمّز و تد مَرَّ فیضی کی نسبت نہیں ہے۔

سوال۔ یہ دونوں الہام آپ کے سچے ہوئے کہ نہیں یعنی متعلق مولوی محمد حسین فیضی اور پیر مہر علی شاہ؟  
جواب۔ پہلے میں نے قبل سراج الاخبار شائع ہونے کے خیال کیا تھا کہ یہ دونوں الہام سچے ہو گئے ہیں۔ مگر سراج الاخبار کے شائع ہونے کے بعد میں نے یقین کر لیا کہ یہ میری رائے غلط نکلی۔“

۳۔ جب مرزا صاحب کا لڑکا مبارک احمد فوت ہوا تو ساتھ ہی خدائے تعالیٰ نے یہ الہام کیا۔ انا نبشرك بغلامِ حلیم

ینزل منزل المبارک یعنی ایک حلیم لڑکے کی ہم تجھے خوشخبری دیتے ہیں جو بمنزلہ مبارک احمد کے ہوگا (اشہار مرزا صاحب ۵۔ نومبر ۱۹۰۶ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد دہم) لیکن اس کے بعد مرزا صاحب کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی۔

۴۔ ایک عمر رسیدہ عیسائی مناظر عبداللہ آتھم کے ساتھ مرزا صاحب نے مناظرہ کیا تھا۔ بعد مناظرہ ۵۔ جون ۱۸۹۳ء کو آپ نے اپنا ایک الہام شائع کر کے اعلان کیا کہ آتھم پندرہ ماہ کے اندر بسزائے موت ہاویہ میں گرایا جائے گا بشرطیکہ اُس نے اسلام قبول نہ کر لیا اور لکھا کہ اگر یہ پیشین گوئی ٹھیک تو میں ہر ایک سزا کے لیے تیار ہوں۔

”مجھ کو ذلیل کیا جائے۔ رُوسیاہ کیا جائے۔ میرے گھر میں رستہ ڈال دیا جائے مجھ کو پھانسی دی جائے۔“

لیکن وہ ضعیف آدمی پیش گوئی کی مدت الاختتام یعنی ۵۔ ستمبر ۱۸۹۴ء کے بعد بھی کئی سال تک زندہ رہا۔ اس لیے ابتداً مرزا صاحب نے یہ پوزیشن اختیار کی کہ وہ دل میں مُسلان ہو گیا ہے۔ مگر جب اُس نے امرتسر وغیرہ میں جلسے کر کے اپنے دل میں مُسلان ہونے کی تردید کی تو مرزا صاحب نے یہ پہلو اختیار کیا کہ پیش گوئی کا مفہوم سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔ ہاویہ سے مراد ذلت تھی جو اُسے کفر میں مبتلا ہونے کے باعث نصیب ہو رہی ہے۔

۵۔ مرزا صاحب نے ۱۸۸۹ء میں اپنے مائوں زاد بھائی مرزا احمد بیگ کی لڑکی محمدی بیگم کے ساتھ اپنے نکاح کی خواستگاری کی تھی۔ اُن کی عمر اُس وقت ۲۶ برس کی تھی۔ اور وہ لڑکی بمشکل ۱۱ سال کی تھی۔ ۱۸۸۸ء میں اُنہوں نے اپنا الہام



شائع فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے زَوْجُنَا كَهَا۔ میں نے اسے تیری زوجہ بنا دیا ہے۔ باکرہ یا بیوہ ہو کر بہر حال تیری زوجیت میں آئے گی۔ اگر کہیں اور اس کا نکاح کیا گیا تو اس کا خاوند اڑھائی سال اور والد تین سال کے اندر فوت ہو جائیں گے۔ محمدی بیگم کے والد تو اس میعاد کے اندر فوت ہو گئے مگر وہ خود اور اس کا خاوند مرزا سلطان محمد خود مرزا صاحب کے بعد بھی بہت عرصہ تک زندہ رہے۔ مرزا صاحب اس پیش گوئی کے سلسلہ میں اس قدر آگے چلے گئے تھے کہ کوئی واپسی کا دروازہ یا راہ گریز نہ رہا تھا۔ اپنی کتاب ”انجامِ آتم“ ۱۸۹۷ء میں لکھتے ہیں :-

”میں اس پیش گوئی کو اپنے صدق اور کذب کا معیار ٹھہراتا ہوں۔ اور میں نے اُس وقت تک یہ بات نہیں کہی جب تک مجھ کو اپنے رب کی طرف سے اس بات کی اطلاع نہیں دی گئی۔۔۔ میں بار بار کہتا ہوں کہ نفسِ پیش گوئی دامادِ احمد بیگ کی موت تقدیرِ مبرم ہے۔ اس کا انتظار کرو۔ اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوگی اور میری موت آجائے گی۔“

مرزا صاحب نے ستم بالائے ستم یہ کیا کہ اس نکاح کی پیش گوئی حدیثِ شریف سے بھی ثابت کرنے کی کوشش کی۔ ”اس پیش گوئی کی تصدیق کے لیے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے سے پیش گوئی فرمائی تھی کہ یتزوج ویولد لہ یعنی وہ سب سے پہلے نکاح کرے گا اور صاحبِ اولاد ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں، کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد ہوتی ہے۔ اس میں کچھ غوی نہیں۔ بلکہ تزوج سے مراد وہ خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہوگا۔ اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد ہے جس کی نسبت اس عاجز کی پیش گوئی موجود ہے۔“

(مرزا صاحب کا اشتہار ۲۰۔ فروری ۱۸۸۸ء)

مرزا صاحب البتہ یہ بھول گئے کہ تزوج اور اولاد کے اس حدیثِ شریف میں ذکر کا خاص مقصود یہ تھا کہ حضرت مسیح ابن مریم نے رفیع آسمانی سے قبل نکاح نہیں کیا تھا۔ اس لیے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نزول کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیاہ کریں گے اور آپ کی اولاد بھی ہوگی۔

حکیم نور الدین نے مرزا صاحب کے انتقال کے بعد ریویو آف ریویو ماہ جون۔ جولائی ۱۹۰۸ء میں اس پیش گوئی کی یہ تاویل کی کہ مرزا صاحب کی اولاد میں سے کوئی شخص محمدی بیگم کی اولاد میں سے کسی لڑکی سے نکاح کرے گا۔ ۶۔ مرزا صاحب نے البرہیہ میں اپنی پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء کی تحریر کی ہے۔ ۱۶ مئی ۱۹۰۱ء کو گورداسپور کی عدالت میں حلفی بیان دیتے ہوئے بھی اپنی عمر ساٹھ سال کے قریب بتلائی۔ اور آپ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو فوت ہوئے۔ اس طرح آپ کی عمر ۶۸ یا ۶۹ برس ہوئی۔ لیکن مواہب الرحمن ”تذکرہ“ اربعین نمبر ۳ اور ضمیمہ گولڑویہ میں آپ کے اہامات کا خلاصہ یہ ہے کہ :-

”تیری عمر اتنی برس ہوگی یا اس کے قریب یا چند برس زیادہ۔ اور تو اس قدر عمر پائے گا کہ ایک

دور کی نسل کو دیکھ لے گا۔“

مرزا صاحب کے ایک سابق ارادت مند ڈاکٹر عبدالحکیم اسسٹنٹ سرجن پٹیاہ نے جو ۲۰ برس بعد مخالف محاذ میں چلے گئے تھے یہ پیش گوئی مُشترکہ کی :-



مجھے ۱۳ جولائی ۱۹۰۶ء کو الہام ہوا ہے کہ مرزا مسرٹ، کذاب اور عیار ہے۔ صادق کے سامنے شریر فنا ہو جائے گا۔ اور اس کی میعاد تین سال بتلائی گئی ہے۔“

اور پھر جولائی ۱۹۰۷ء میں اپنا ایک اور الہام شائع کیا کہ  
”اللہ نے مرزا کی شوخیوں اور نافرمانیوں کی سزائیں ستر سالہ میعاد میں سے جو ۱۱ جولائی ۱۹۰۹ء کو پوری ہوئی  
تھی دس مہینے اور گیارہ دن اور کم کر دیئے ہیں۔ اور مجھے یکم جولائی ۱۹۰۷ء کو الہام فرمایا کہ مرزا آج سے چودہ  
ماہ تک بسزائے موت ہادیہ میں گرایا جائے گا۔“

اس کے جواب میں مرزا صاحب نے اشتہارات بعنوان ”خدا سچے کا حامی ہو“ مورخہ ۱۶۔ اگست ۱۹۰۶ء اور بعنوان ”تبصرہ“  
مورخہ ۵ نومبر ۱۹۰۷ء میں اپنے مندرجہ ذیل دو الہامات یکے بعد دیگرے شائع کیے:-

”خدا کے مقبولوں میں قبولیت کے نمونے اور علامتیں ہوتی ہیں اور وہ سلامتی کے شہزادے کہلاتے ہیں۔  
اُن پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ فرشتوں کی کھنچی ہوئی تلوار تیرے آگے ہے پر تُو نے وقت کو نہ پہچانا، نہ دیکھا نہ  
جانا۔ رَبِّ فَرِّقْ بَيْنَ صَادِقٍ وَكَاذِبٍ اَنْتَ تَرَى كُلَّ مْصْلِحٍ وَصَادِقٍ۔ یعنی اے میرے خدا  
صادق اور کاذب میں فرق کر کے دکھلا تو جانتا ہے کہ صادق اور مُصلِح کون ہے۔“ اور

”اپنے دشمن سے کہہ دے کہ خدا تجھ سے مواخضہ کرے گا اور تیری عمر کو بھی بڑھا دے گا۔ یعنی دشمن  
جو کہتا ہے کہ جولائی ۱۹۰۷ء سے چودہ مہینے تک تیری عمر کے دن رہ گئے ہیں یا ایسا ہی دوسرے دشمن جو  
پیش گوئی کرتے ہیں ان سب کو نہیں جھوٹا کر دوں گا۔“

بہر حال مرزا صاحب ان چودہ مہینوں کے اندر ہی فوت ہو گئے اور ڈاکٹر عبدالحکیم اُن کے بعد برسوں بقید حیات  
اور خوش و خرم رہے۔

۷۔ اسی طرح مرزا صاحب نے مولوی ثناء اللہ امرتسری کے خلاف بھی ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو اشتہار دے کر اللہ تعالیٰ کی جناب  
میں ایک مضطرب دعا شائع کی تھی کہ اگر میں مُفسد و کذاب ہوں تو مولوی ثناء اللہ کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور اگر  
مولوی ثناء اللہ اُن تہمتوں میں جو وہ مجھ پر لگاتا ہے حق پر نہیں تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری  
زندگی میں اُن کو نابود کر... میں ان کے ہاتھ سے بہت ستایا گیا اور صبر کرتا رہا۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ ان کی بد زبانی حد  
سے گزر گئی ہے۔ وہ مجھے اُن چوروں اور ڈاکوؤں سے بھی بدتر سمجھتے ہیں، جن کا وجود دنیا کے لیے سخت خطرناک ہوتا  
ہے وغیرہ وغیرہ

مرزا صاحب نے بحوالہ اخبار ”بدر“ مورخہ ۲۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء اپنی اس دعا کے متعلق دعویٰ کیا تھا کہ ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ  
لکھا گیا ہے یہ دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے۔“

پھر اس دعا کا نتیجہ تمام دنیا پر روشن ہے کہ مولوی ثناء اللہ ۱۵ مارچ ۱۹۲۸ء کو پاکستان میں آکر فوت ہوئے اور عمر بھر  
قادیانیت کے خلاف تحریری اور قلمی جہاد میں مصروف رہے۔ حالانکہ مرزا صاحب نے جابجا استجابت دعا کو اپنے لیے  
بطور نشان پیش کیا اور حقیقت الوحی میں لکھا کہ مقبول کی اکثر دعائیں منظور ہوتی ہیں، بلکہ بڑا معجزہ اُن کا استجابت دعا ہی ہے۔  
اور یہ شعر اُن کا اسی ضمن میں ہے:-

زَآہِ زُمَرۃ ابدال بایت ترسید علی الخصوص اگر آہ میسر زاباشد

اگرچہ ان سب پیش گوئیوں کے متعلق مرزا صاحب کی جماعت کے پاس کوئی نہ کوئی تاویل موجود ہے مگر بعض پیش گوئیاں ایسی ہیں جن کے صحیح ہونے پر انہیں اصرار ہے۔ آریہ سماجی لیکچر ام کی ہلاکت کی پیش گوئی مرزا صاحب نے کی تھی۔ کسی غیور مسلمان نے اس ملعون شاتم رسول کو قتل کر دیا۔ پولیس کی تعقیب میں مرزا صاحب پر قتل کی تحریک اور اعانت کا شبہ ہوا۔ اور آپ کی غارتگری بھی ہوئی۔ ممکن ہے ان کا اس میں ہاتھ نہ ہو۔ اور کسی راسخ العقیدہ مسلمان نے ہی غازی علم دین کی طرح وَلَکُم فی الْقِصَاصِ حَیوۃٌ یَّا اُولِی الْاَلْبَاب (اور اے عمل مند، تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے) کے فرمان پر عمل کیا ہو۔

کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کے نشان کی صورت میں ماہ رمضان میں چاند اور سورج کو گرہن لگا۔ لیکن اس امر کا کوئی ثبوت نظر سے نہیں گذر سکتا کہ مرزا صاحب نے اس کے متعلق کوئی پیشین گوئی کی تھی۔ ویسے اگر کوئی کی بھی ہوتی تو اُس میں کوئی خصوصیت نہ تھی۔ کیونکہ ان امور کا علم سالہا سال قبل عام نجومی اور ہیت دان بھی علم اور حساب سے حاصل کر لیتے ہیں اور جنتریوں میں قبل از وقت شائع کر دیتے ہیں۔ لیکن اگر اس سے مقصود اُس حدیث شریف کی طرف اشارہ ہے جس میں حضرت امام مہدیؑ کے زمانہ میں چاند گرہن کا ذکر ہے تو یہ امر سب پر واضح ہے کہ اُس میں رمضان شریف کی پہلی رات کو چاند گرہن کا ذکر ہے جسے لفظ ہلال سے بالکل واضح کر دیا گیا ہے۔ اور ایسا گرہن واقعی نادرات میں سے ہے اور وہ مرزا صاحب کے وقت میں ظہور پذیر نہیں ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ مرزا صاحب نے زلزلوں اور طاعون کے متعلق پیش گوئیاں کی تھیں اور وہ درست نکلیں۔ لیکن اس قسم کی پیش گوئیوں کے متعلق مرزا صاحب کا اپنا ارشاد ملاحظہ فرمائیے گا۔

”اس در ماندہ انسان ریح کی پیش گوئیاں کیا تھیں صرف یہی کہ زلزلے آئیں گے۔ قحط پڑیں گے۔ لڑائیاں ہوں گی۔ پس اُن دلوں پر خدا کی لعنت جنہوں نے ایسی ایسی پیش گوئیاں اُس کی خدائی پر دلیل ٹھہرائیں۔ اور ایک مردہ کو اپنا خدا بنالیا۔ کیا ہمیشہ زلزلے نہیں آتے، کیا ہمیشہ قحط نہیں پڑتے۔ کیا کہیں نہ کہیں لڑائی کا سلسلہ شروع نہیں رہتا۔ پس اس نادان اسرائیلی نے ان معمولی باتوں کا پیش گوئی کیوں نام رکھا؟“

(ضمیمہ انجامِ اتمم۔ حاشیہ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

## الہامات کے متعلق حضرت قبلہ عالم کافرمان

یہاں پر ضمیمہ حضرت قبلہ عالم کا وہ بیان بھی درج کیا جاتا ہے جو آپ نے اپنی تصنیف سیفِ چشتیائی میں مرزا صاحب کے الہامات کے متعلق تحریر فرمایا ہے :-

۱۔ الہاماتِ کاذبہ۔ جن کے جھوٹے ہونے پر وہ خود ہی شاہد ہیں۔

۲۔ الہاماتِ کاذبہ۔ جن کو پورا نہ ہونے پر کاذب قرار دیا گیا۔

۳۔ الہاماتِ صیادیہ۔ جن کا ابنِ صیاد کے الہام کی طرح اگر سر ہے تو پاؤں نہیں اور اگر پاؤں ہے تو سر نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے سورۃ دُخان کا خیال دل میں رکھ کر ابنِ صیاد سے فرمایا تھا، میں نے اپنے دل میں کوئی چیز چھپا رکھی ہے بتاؤ کہ کیا ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ دُخ۔ فرمایا: ”تو ابرو، تو اپنی قدر سے ہرگز تجاوز نہ کرے گا۔“



۴۔ الہاماتِ شیطانیہ انسیدہ جن کو کسی پڑھے ہوئے آدمی نے اس کے قلب میں ڈال دیا ہے۔

۵۔ الہاماتِ شیطانیہ جنبیہ، اور

۶۔ الہاماتِ شیطانیہ معنویہ ان کے متعلق حضرت قبلہ عالم قدس سترہ نے فتوحاتِ مکئیہ کی عبارت بدیں خلاصہ درج فرمائی ہے کہ شیطان جتنی اور انسی کے درمیان تیسرا شیطان معنوی پیدا ہو جاتا ہے کبھی شیطان انسان کے دل میں ایک خاص شخص مضمون ڈال دیتا ہے مثلاً کہ تو مسیح موعود ہے۔ اور کبھی ایک امر عام قاعدہ کے مطابق ڈال کر وجوہ فاسدہ اور استدلالات کاسدہ کا دروازہ کھول دیتا ہے جن کو شیطان معنوی کہا جاتا ہے مثلاً یہ استدلال کہ جس پر امور غیبیہ منکشف ہوں۔ وہ بمصدق آیت فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا أَتَىٰ مِنَ اللَّهِ سُوْرًا (اللہ تعالیٰ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا بجز اپنے رسول کے جس کو چاہے) نبی و رسول ہے چاہے جناب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہی کیوں نہ ہو۔ اور فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے الہاماتِ صیادیہ کا نام استدراج اور مکر الہی رکھا ہے۔ اور اس منزل میں لغزش سے بچنے کا یہ طریق فرمایا ہے کہ اگر اس منزل کا صاحب سارے تصرفات میں خدا کی جناب سے اطلاع نہ پاسکے تو اتنا اہتمام اُس کے لیے نہایت ضروری ہے کہ اپنے پیغمبر کی شرع کو جو اُس کے لیے بطور میزان مقرر کی گئی ہے ہرگز نہ چھوڑے تاکہ وہ میزان اُسے مکر الہی سے محفوظ رکھے۔ اور شیخ اکبر فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ ابن مدین رحمۃ اللہ علیہ کو بھی یہ شبہ واقع ہوا تھا اور اس الہام نے دھوکا دیا تھا کہ تو عیسیٰ بن مریم ہے۔ اور شیطان کے بہکانے کے متعلق حضرت شیخ اکبر کی کتاب فتوحاتِ مکئیہ کی عبارت درج کر کے حضرت قبلہ عالم قدس سترہ بطور خلاصہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو شیطان جتنی بہکانا چاہے تو کبھی ایک مضمون خاص شخص اُس کے دل میں ڈال دیتا ہے اور کبھی مضمون عام پھر وہ شخص طرح طرح کے استنباط اور استدلالات اور تفقہ اور براہین زعمیہ نکالتا ہے جن میں مشاقی کی وجہ سے شیطان بھی اُس کی شکا گردی پر نازاں ہوتا ہے مضمون خاص مثلاً تو مسیح موعود ہے قادیانی صاحب سے پہلے بھی کئی ایک لوگوں پر افقا ہو چکا ہے مگر ان لوگوں کو اپنے مشائخ کی ہدایت اور میزانِ شرعی کے التزام سے اللہ جل شانہ نے محفوظ فرمایا۔ کَمَا قَالَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ، فَيَنْسِفُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ۔

## مرزا صاحب اور قرآن و حدیث

قطعی نبی بننے اور صاحبِ وحی و الہام ہونے کے دعوے کے بعد مرزا صاحب نے اپنی توجہ قرآن و حدیث کی طرف بڑھائی تاکہ ان میں اپنے مقصد کے حصول کے لیے ضروری رد و بدل کیا جاسکے۔ بقول اُن کے ”خدا نے مجھے مسیح موعود بنا کر بھیجا ہے اور مجھے بتلایا ہے کہ فلاں حدیث سچی ہے اور فلاں جھوٹی اور قرآن کے صیح معنوں سے مجھے اطلاع بخشی ہے“ (اربعین نمبر ۴) اور

”جو شخص حکم ہو کر آیا ہے اُس کو اختیار ہے کہ حدیثوں کے ذخیرہ میں سے جس انبار کو چاہے خدا سے علم پا کر قبول کرے اور جس ذخیرہ کو چاہے خدا سے علم پا کر رد کر دے۔“ (تخفہ گوڑویر)

اُن کے فرزند میاں محمود احمد صاحب اپنے ایک خطبہ میں اس موضوع پر یوں بیان فرماتے ہیں:-

”اب کوئی قرآن نہیں سوائے اُس قرآن کے جو مسیح موعود نے پیش کیا۔ اور کوئی حدیث نہیں سوائے

(الفضل ۱۵ - جولائی ۱۹۳۸ء)

حالانکہ ان آیات کا نفی مضمون مطلق نزول فرشتگان کے متعلق نہیں ہے بلکہ کفار کے محض اس اعتراض کا جواب ہے کہ



کسی فرشتہ کو رسول بنا کر کیوں نہیں بھیجا گیا۔ مفصل پڑھنے سے واضح ہو جاتا ہے۔ پہلی آیت کا مضمون یہ ہے :-  
 وَكَوْنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ فِي قُرْطَانٍ فَلَمْ تُسَوِّهُ بِأَيِّدِيهِمْ  
 لَقَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ ۝ وَقَالُوا  
 لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ۚ وَلَوْ أَنْزَلْنَا مَلَكَ لَقُضِيَ الْأَمْرُ  
 شَرًّا لَّيَنْظُرُونَ ۝ (الانعام ۸۵)

اور اگر ہم تم پر کوئی کاغذ پر لکھی ہوئی کتاب بھی اُتار دیتے اور  
 لوگ اسے اپنے ہاتھوں سے چھو کر بھی دیکھ لیتے۔ تب بھی  
 کافر یہی کہتے کہ یہ تو صریح جادو ہے اور کہتے ہیں اس پر  
 کوئی فرشتہ کیوں نہیں اُتار گیا۔ اور اگر ہم فرشتہ اُتارتے تو اب  
 تک فیصلہ ہو چکا ہوتا۔ پھر انہیں ٹھٹھکتا رہتا رہتا جاتی۔

اسی طرح دوسری آیت مضمون ذیل ہے :-  
 وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَى  
 إِلَّا أَنْ قَالُوا أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَسُولًا ۝ قُلْ لَوْ كَانَ  
 فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةٌ يَتَمَشَّوْنَ مِطْمَئِنِّينَ لَنَزَّلْنَا  
 عَلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ مَلَكًا رَسُولًا ۝  
 (بنی اسرائیل ۹۴-۹۵)

اور لوگوں کو ایمان لانے سے جب کہ ان کے پاس ہدایت آ  
 گئی۔ صرف اسی چیز نے روکا ہے کہ کہنے لگے کیا اللہ  
 نے آدمی کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ کہہ دو اگر زمین میں فرشتے  
 اطمینان سے چلتے پھرتے ہوتے تو ہم آسمان سے اُن پر  
 فرشتہ ہی رسول بنا کر بھیجتے۔

چنانچہ ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کا استدلال قرآن کے نفس مضمون سے بہت دور اور غیر صحیح ہے۔ اس کے باوجود  
 ازالہ اوہام میں سورہ قدر - ۴

تَنْزِيلُ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ  
 كُلِّ أَمْرٍ ۝

کی تفسیر کرتے ہوئے نزول ملائکہ کو تسلیم کرتے ہیں۔ نیز میاں محمود احمد خلیفہ قادیان کی ڈائری "مندرجہ اخبار الفضل" ۱۰ اپریل  
 ۱۹۲۲ء میں تحریر ہے :-

میری عمر نو یا دس برس کی تھی۔ میں اور ایک اور طالب علم ہمارے گھر میں کھیل رہے تھے۔ وہیں ایک لڑائی  
 میں ایک کتاب پڑی تھی۔ وہ ہمارے دادا صاحب کے وقت کی تھی۔ اس میں لکھا تھا کہ اب جبریل نازل  
 نہیں ہوتا۔ میں نے کہا کہ یہ غلط ہے۔ میرے آبا پر تو نازل ہوتا ہے۔ ہم میں بحث ہو گئی۔ آخر ہم دونوں مرزا صاحب  
 کے پاس گئے۔ اور اپنا اپنا بیان پیش کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کتاب میں غلط لکھا ہے۔ جب سب تیل اب بھی  
 آتا ہے۔

مواہب الرحمن میں مرزا صاحب لکھتے ہیں :-

"آمد نزد من جبریل علیہ السلام و مرابزید و گردش داد انگشت خود را اشارہ کرد حشد اثر از دشمنان  
 نگاه خواہ داشت"

گویا وقت وقت کی بات ہے۔ جس وقت جو دلیل مقصد کے مطابق نظر آتی استعمال کر لی۔ الزام تضاد و تبدیلی اعتقاد  
 کی پرواہ نہیں۔

## روحِ انسانی

بروئے قرآن روحِ عالمِ امر سے ہے اور عالمِ امر ان موجودات کا نام ہے جو جس اور خیال اور جہت اور مکان سے

ماورئی ہیں۔ پھر حدیث شریف میں آیا ہے کہ:-

الْأَرْوَاحُ جُنُودٌ يُجَنَّدُ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا اُتْلَفَتْ وَ  
مَا تَنَافَرَ مِنْهَا اُخْتَلَفَتْ۔

ارواحِ حق تعالیٰ کے مجتمع لشکر ہیں۔ اُس عالم میں جن کا باہم  
پیار تھا وہ یہاں بھی باہم پیار کرتے ہیں۔ اور جن کی باہم  
مخالفت تھی یہاں بھی مخالفت ہے۔

لیکن مرزا صاحب نے اپنی تقریر طلبہ مذاہب لاہور مورخہ ۲۷- دسمبر ۱۸۹۶ء میں انسانی روح کے متعلق تحریر کیا ہے:-  
”ہم روز مشاہدہ کرتے ہیں کہ گندے زخموں میں ہزار ہا کیڑے پڑ جاتے ہیں سو یہی بات صحیح ہے کہ روح ایک لطیف اور بے  
جواس جرم کے اندر ہی پیدا ہو جاتا ہے جو جرم میں پرورش پاتا ہے اور جس کا خمیر ابتداء سے نطفہ میں موجود ہوتا ہے۔“

## ”یوم الدین“

وَمَشَى زَمَانَ الْمَسِيحِ الْمَوْعُودِ يَوْمَ الدِّينِ لَا تَنُفَّ  
يُحْيِي فِيهِ الدِّينُ۔

اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود کے زمانہ کا نام یوم الدین رکھا۔ کیونکہ  
اس زمانہ میں دین کو زندہ کیا جائے گا۔

حالانکہ قرآن حکیم میں جا بجا یوم الدین کے معنی روزِ قیامت کے لیے گئے ہیں۔

وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ ۖ يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّينِ  
(الانفطار ۱۴-۱۵)

بے شک گنہگار ضرور دوزخ میں ہوں گے۔ یوم الدین کو  
انہیں اس میں ڈالا جائے گا۔

۲۔ وَمَا أَذْرَاكَ مَا يَوْمَ الدِّينِ ۖ تَعَرَّ مَا أَذْرَاكَ  
مَا يَوْمَ الدِّينِ ۖ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا،  
وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِلَّهِ ۖ (الانفطار ۱۷-۱۹)

اور تجھے کیا معلوم انصاف و فیصلہ و جزا کا دن کیا ہے۔ پھر تجھے  
کیا خبر کہ جزا کا دن کیا ہے جس دن کوئی کسی کے لیے کچھ بھی  
نہ کر سکے گا۔ اور اُس دن اللہ ہی کا حکم ہوگا۔

## جہادِ بالسيف

مرزا صاحب نے اُس زمانہ میں جب کہ عیسائی حکومتیں، خصوصاً انگلستان، فرانس اور روس، اسلامی سلطنتوں کو ترو  
بالا کر رہی تھیں، جہادِ بالسيف کو تمام مسلمانوں پر حرام قرار دیا اور اہل اسلام، احادیث کے حوالہ سے جس مہدی اور مسیح کے نظر  
تھے انہیں غوثی مہدی اور غوثی مسیح کہا۔ اس کے بعد مسلمانانِ عالم پر یہودی اور عیسائی حکومتوں کی طرف سے جو کچھ گزرا اور گزر  
رہا ہے اُسے مد نظر رکھتے ہوئے آج مرزا صاحب کی اپنی جماعت بھی اُن کے مندرجہ ذیل اشعار کو چنداں درخور اعتناء نہیں سمجھتی۔

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال  
اب آگیا مسیح جو دیں کا امام ہے  
اب آسمان سے نورِ حُمد کا نزول ہے  
اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فصول ہے

دُشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد

مُکرم نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد (اعلان مرزا صاحب مندرجہ تبلیغ رسالت جلد نہم)



۱۹۲۹ء میں جب غازی علم دین نے راج پال شاتم رسول کو قتل کیا تو مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفہ قادیان نے اپنی تقریر میں اس فعل کی سخت مذمت کی اور کہا کہ کسی نبی کی توہین کے سلسلہ میں قتل جائز نہیں ہے۔ لیکن دو سال بعد ہی مئی ۱۹۳۱ء میں جب ان کا اپنا ایک مرید قاضی محمد علی نوشہروی، ایک مسلمان حاجی محمد حسین کے قتل کے باعث پھانسی کی سزا پا گیا، کیونکہ مقتول حاجی محمد حسین نے مرزا بشیر الدین کی توہین کرنے والے ایک شخص کی محض ضمانت دی تھی تو مرزا بشیر الدین محمود اور ان کے اخبار ”الفضل“ نے قاضی محمد علی کے اس فعل یعنی ارتکاب قتل کو ایمانی غیرت قرار دیتے ہوئے اُس کی بہت تعریف کی اور رویا اور مکاشفات کے ذریعہ اُس کی اخروی بشارات کا ذکر کیا۔

## معراجِ جسمانی

مرزا غلام احمد ازالہ اوہام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معراجِ جسمانی کے متعلق لکھتے ہیں کہ معراج (معاذ اللہ) اس جسمِ کثیف سے نہ تھی بلکہ وہ اعلیٰ درجہ کا کشف تھا۔ اور اس قسم کے کشفوں میں مؤلف (یعنی مرزا صاحب) خود صاحب تجربہ ہے۔

## احترامِ انبیاء

عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں کئی طرح کے نازیبا کلمات استعمال کیے ہیں اور مسلمانوں سے کہا ہے کہ میں عیسائی مناظرین کے مقابلے میں اُن کے بیوعِ مسیح کے متعلق بات کر رہا ہوں جو ایک معبودِ باطل اور فرضی شخصیت ہے لیکن جب حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نبی کے متعلق بات کرتے ہیں تو بھی اندازِ گفتگو کچھ زیادہ مختلف نہیں ہوتا۔ چنانچہ اپنی کتاب ”دافع البلائیں“ لکھتے ہیں:-

”یسح کی راستبازی اپنے زمانہ میں دوسرے راستبازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی، بلکہ کبھی نبی کو اُس پر ایک فضیلت تھی کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا۔ اور کبھی یہ نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آکر اپنی کمائی کے مال سے اس پر عطر ملا تھا یا اپنے ہاتھوں یا سر کے بالوں سے اُس کو چھو ا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اُس کی خدمت کرتی تھی۔ اس وجہ سے خدا نے قرآن میں سچی علیہ السلام کا نام حضور رکھا مگر یسح کا یہ نام نہ رکھا کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے منع تھے۔“

اور ضمیرِ نزولِ یسح میں لکھا ہے:-

”اور یہود تو حضرت عیسیٰ کے معاملہ میں اور اُن کی پیشین گوئیوں کے بارے میں ایسے قوی اعتراض رکھتے ہیں کہ ہم بھی اُن کے جواب دینے سے حیران ہیں، بغیر اس کے کہ یہ کہہ دیں کہ ضرور حضرت عیسیٰ نبی ہیں کیونکہ قرآن نے اُن کو نبی قرار دیا ہے اور کوئی دلیل اُن کی نبوت پر قائم نہیں ہو سکتی بلکہ ابطالِ نبوت پر کئی دلیلیں قائم ہیں۔ ہائے کس کے آگے یہ ماتم لے جائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین پیشین گوئیاں صاف طور پر جھوٹی نکلیں۔“

انبیاء علیہم السلام کی پیشین گوئیاں جھوٹی ٹکنا عصمتِ انبیاء اور مقصدِ نبوت کے منافی ہے اس لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تو کوئی پیشین گوئی جھوٹی نہیں نکلی، البتہ مرزا صاحب کو کیا خبر تھی کہ اُن کے بعد اُن کی اُمت کو اسی قبیل کا ماتم کرنا پڑے گا۔ اگر ان کو یہ معلوم ہوتا تو ایسی بے سرو پا بات ہرگز تحریر نہ کرتے۔

چونکہ مرزا صاحب اپنی کتابوں میں حضرت یسح اور اُن کی والدہ عیسم السلام کی شانِ پاک میں بہت سے نازیبا کلمات استعمال

کر چکے تھے۔ اس لیے بدیں احتمال کہ مبادا برطانوی ہند کی عیسائی حکومت اپنی مقدس ہستیوں کی توہین سے ناراض ہو کر مواخذہ پر آمادہ نہ ہو جائے، حسب ذیل اعتذار بعنوان حضور گورنمنٹ عالیہ کی خدمت میں ایک عاجزانہ درخواست تحریر کر کے پیش کیا۔

”میں اس بات کا بھی اقرار ہی ہوں کہ جبکہ بعض پادریوں اور عیسائی مشنریوں کی تحریر نہایت سخت ہو گئی... اور ان مؤلفین نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت نفوذ باللہ ایسے الفاظ استعمال کیے... تو مجھے ان کتابوں اور اخباروں کے پڑھنے سے یہ اندیشہ دل میں پیدا ہوا کہ مبادا مسلمانوں کے دلوں میں جو ایک جوش رکھنے والی قوم ہے ان کلمات کا کوئی سخت اشتعال دینے والا اثر پیدا ہو تب میں نے ان جوشوں کو ٹھنڈا کرنے کے لیے صحیح اور پاک نیت سے یہی مناسب سمجھا کہ اس عام جوش کو دبانے کے لیے حکمت عملی ہی ہے کہ ان تحریرات کا کسی قدر سختی سے جواب دیا جائے تا سرریع الغضب انسانوں کے جوش فرو ہو جائیں اور ملک میں کوئی بے امنی پیدا نہ ہو۔“

اس درخواست کی نقل ضمیمہ تریاق القلوب میں درج ہے۔

## آل نبی کا احترام

مرزا صاحب نے اپنی تصنیفات اور اشتہارات میں جا بجا اپنے آپ کو آل نبی، وارث رسول اللہ، اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا روحانی بیٹا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور اس سعی میں آل محمد کے صلیبی اور غوثی رشتہ کو جس طرح مقابلہ کم مرتبہ و کم پایہ دکھانا چاہا ہے اُس کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیے۔

”تریاق القلوب“ صفحہ ۹۹ پر آل محمد کے عنوان میں لکھتے ہیں :-

”سو اس قرینہ سے آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کوئی دنیوی رشتہ مراد نہیں ہے بلکہ آل سے مراد وہ لوگ ہیں جو فرزندوں کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی مال کے وارث ٹھہرتے ہیں۔ بلکہ ہر جگہ آل کے لفظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی مراد ہے نہ دنیوی رشتہ جو ایک سفلی اور فانی امر ہے جو موت کے ساتھ ہی لا اَشْبَابَ بَيْنَهُمْ کی تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ نبی کا نفس کبھی اس بات پر راضی نہیں ہو سکتا کہ آل کے لفظ سے محض اس کی یہ غرض ہے کہ عام دنیا داروں کی طرح ایک سفلی اور فانی رشتہ کا لوگوں کو پیرو بنانا چاہیے۔۔۔۔۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو فرمادے کہ یہ دنیوی رشتے اسی دنیا تک ختم ہو جاتے ہیں اور قیامت میں انساب نہیں رہیں گے اور اس کا نبی ایک ادنیٰ سے رشتہ پر ہی زور دیتا رہے جو لڑکی کی اولاد ہے۔۔۔۔۔ اس قسم کی آل جو فدک جیسے نام کے باغ اور چند درختوں کے لیے لڑتے پھریں اور مشتعل ہو کر کبھی ابو بکر کو برا کہیں اور کبھی عمر کو۔“

لیکن جہاں مرزا صاحب کی اپنی اہل بیت اور فرزندوں کا سوال آجائے تو یہ اصول کارفرما نہیں رہتا۔ چنانچہ اپنے ایک الہام میں آیت تطہیر تلاوت فرما کر اپنے گھر والوں کو طاہر اور مطہر بنائے جانے اور اذہابِ رحس کی بشارت دیتے ہیں اور جس ملازمہ لڑکی نے آپ کے معصوم بچہ کو اٹھا رکھا تھا اُسے شعار اللہ میں شمار کرنے کی روایت آپ کی جماعت کے مفتی صاحب کی زبانی بطریق ذیل ہے :-



”بدبخت ہیں وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہم مسیح موعود کی روحانی اولاد ہیں اور ہمیں مسیح موعود کی اولاد کی کیا پرواہ ہے۔ اگر وہ مسیح موعود کی روحانی اولاد ہو سکتے ہیں تو کیوں یہ بات مسیح موعود کی جسمانی اولاد کو حاصل نہیں ہو سکتی۔ ان کے لیے دو باتیں جمع ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ ایک خادمہ کو جس نے صاحبزادہ بشیر احمد کو اٹھایا ہوا تھا، کسی شخص نے کوئی کام کرنے کو کہا۔ اُس نے کہا میں ابھی یہ کام نہیں کر سکتی۔ اس پر اُس نے اُس کے منہ پر پتھر مارا۔ حضرت مسیح موعود کو جب اس کی خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا میری یہ اولاد شعائر اللہ میں داخل ہے۔ اُس عورت کو جس نے پتھر اٹھایا ہوا تھا جس نے مارا ہے اُس نے شعائر اللہ کی ہتک کی ہے۔ پس جو خدائے تعالیٰ کے نشانات ہوں اُن کی تعظیم کرنی چاہیے۔“

(تقریر، مفتی محمد صادق قادریانی بر موقع جلسہ لائے، مندرجہ اخبار الفضل)

(مورخہ ۸۔ جنوری ۱۹۲۳ء)

مرزا صاحب نزول المسیح میں لکھتے ہیں :-

”افسوس یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ قرآن نے تو امام حسینؑ کو اہلبیت کا حق بھی نہیں دیا بلکہ نام تک مذکور نہیں! ان سے تو زید ہی اچھا رہا جس کا نام قرآن شریف میں موجود ہے۔ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا کہنا قرآن شریف کی نص صریح کے برخلاف ہے جو مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ سے سمجھا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ حضرت امام حسینؑ رجال میں سے تھے، عورتوں میں سے تو نہیں تھے۔ حق تو یہ ہے کہ اس آیت نے اُس تعلق کو جو امام حسینؑ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بوجہ پسردختر ہونے کے تھا نہایت ہی ناپسند کر دیا ہے۔“

معلوم ہوتا ہے یہ الفاظ لکھتے وقت آل عمران - ۶۱ آیت برابر میں :-

قُلْ تَعَالَوْاْ اٰنۡذَرُكُمْ اٰبۡنَاءَکُمْ وَ اٰبۡنَاءَکُمْ وَ نِسَاءَکُمْ وَ اَنۡفُسَکُمْ وَاَنۡفُسَکُمْ تَتَّبِعُوۡنَ فَاَنۡتَ عَنِ اللّٰہِ عَلٰی الْکِذۡبِ بَیۡنٌ ۝

تو کہہ دے آہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں بھلائیں پھر سب التجا کریں اور اللہ کی لعنت اُن پر جو جھوٹے ہوں۔

اٰبۡنَاءَکُمْ کا مصداق، سورہ طور ۲۱ میں :-

وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ اتَّبَعَتْھُمْ ذُرِّیَّتُھُمۡ بِاِیۡمَانٍ الْحَقۡنَاۢہُمۡ ذُرِّیَّتُھُمۡ وَ مَا اَلَلّٰھُھُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ ۭ کُلُّ اَمْرِیۡۤ اِیۡمًا کَسَبَ رَہِیۡنٌ ۝

اور جو لوگ ایمان لائے اور اُن کی اولاد نے ایمان میں اُن کی پیروی کی۔ ہم اُن کے ساتھ اُن کی اولاد کو بھی (جنت میں) ملا دیں گے اور اُن کے عمل میں سے بھی کچھ کم نہ کریں گے۔ ہر شخص اپنے عمل کے ساتھ وابستہ ہے۔

ذُرِّیَّتُھُمۡ کا مفہوم، اور سورہ شوریٰ ۲۳ میں :-

قُلْ لَا اَسۡئَلُکُمۡ عَلَیۡہِ اَجۡراً اِلَّا السَّوۡدَۃَ فِی الْقُرۡبٰی ۝

کہہ دو میں تم سے اس پر کوئی اجرت نہیں مانگا بجز رشتہ داری کی محبت کے۔

سَوَدَّۃَ فِی الْقُرۡبٰی کے معانی اور جن صحیح حدیثوں میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسینؑ کو اپنا بیٹا کہا ہے مرزا صاحب کے ذہن میں نہیں تھے ورنہ ایسی زبان درازی نہ کرتے۔

”دُرّ تین“ مجموعہ کلام مرزا صاحب میں تحریر ہے :-  
 آئے قوم شیعہ، اس پر اصرار مت کرو کہ حسینؑ تمہارا منجی ہے کیونکہ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک شخص ہے (یعنی مرزا صاحب) کہ اس حسینؑ سے بڑھ کر ہے۔

مرزا صاحب کے صاحبزادہ نے خطبہ جمعہ میں اس شعر کی تشریح میں یہ الفاظ کہے :-  
 حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا :-

کربلا نیت سیرِ ہمد آئم صد حسینؑ است در گریباغم  
 یعنی میرے گریبان میں سو حسینؑ ہیں۔ لوگ اس کے یہ معنی سمجھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا،  
 میں سو حسینؑ کے برابر ہوں لیکن میں کہتا ہوں، اس سے بڑھ کر اس کا مفہوم یہ ہے کہ سو حسینؑ کی قربانی کے برابر  
 میری ہر گھڑی کی قربانی ہے۔

(خطبہ جمعہ میاں محمود احمد خلیفہ قادیان مندرجہ الفضل قادیان ۲۶ جنوری ۱۹۲۶ء)  
 مرزا صاحب نے اعجاز احمدیؒ میں جو ایک طویل عربی قصیدہ پر مشتمل ہے شیعہ مجتہد علامہ حائریؒ کی کتاب کا جواب دیتے ہوئے شاید صرف شیعہ صاحبان کا دل دکھانے کی نیت سے حضرت امام حسینؑ علیہ السلام کی شان میں بہت زبان درازی کی ہے۔ اور اس امر کا مطلق خیال نہیں کیا کہ یہ صرف شیعہ حضرات کی ہی نہیں بلکہ درحقیقت سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا دعویٰ کرنے والے ہر شخص کی دل آزاری ہے۔ بادل ناخواستہ چند اشعار بطور نمونہ تحریر کیے جاتے ہیں :-

۱۔ وَشَتَّانَ مَا بَيْنِي وَبَيْنَ حُسَيْنِكُمْ - فَإِنِّي أَعْيَذُ كُلَّ إِنِّ وَالْأَصْرُ

(اور میرے اور تمہارے حسینؑ کے درمیان بڑا فرق ہے کیونکہ مجھے تو ہر آن خدا کی تابعدار نصرت حاصل ہو رہی ہے)

۲۔ وَإِنِّي بِفَضْلِ اللَّهِ فِي حَجْرِ خَالِقِي - أُرَبِّي وَأَعْصِمُ مِنْ لِيَامٍ تَسْمَعُ وَ

(اور میں تو اللہ کے فضل سے اپنے خالق کی کنارِ عاطفت میں ہوں جو دشمنِ لیم سے میری حفاظت فرماتا ہے)

۳۔ وَأَمَّا حُسَيْنٌ فَأَذْكُرُ مَا دَشْتُ كَرَبْلَا - إِلَى هَذِهِ الْأَيَّامِ تَبْكُونَ فَأَنْظُرُوا

(اور رہا حسینؑ تو ذرا دشتِ کربلا کا واقعہ یاد کر لو جس پر آج تک آنسو بہا رہے ہیں پس خود ہی سوچو کتنا فرق ہے)

۴۔ طَلَبْتُمْ فَلَا حَاقَ مِنْ قَتِيلٍ بِحَبِيبَةٍ - فَحَبِّبْتُكُمْ رَبِّ غَيُورٌ مُبَرِّءٌ

(تم نے اُس کشتہ نامردی سے (معاذ اللہ) فلاح طلب کی پس ہلاک کرنے والے رب غیور نے تمہیں خراب غاصر کڈالا)

۵۔ فَإِنِّي قَتِيلُ الْحُبِّ لَا كَيْنَ حُسَيْنِكُمْ - قَتِيلُ الْعَدَا فَاَلْفَرَقُ أَجَلِي وَأَظْهَرُ

(اور میں تو خدا سے تعالیٰ کی محبت کا کشتہ ہوں، لیکن تمہارا حسینؑ کشتہ اعدا ہے پس فرق ظاہر ہے)

اس کتاب کے اردو دیباچہ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ ”یہ الفاظ میرے نہیں۔ میرا ایمان ہے کہ کوئی شخص حضرت عیسیٰؑ اور امام حسینؑ جیسے پاکبازوں کی شان میں بے ادبی کر کے ایک رات بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ لیکن مبارک ہے وہ جو اس امر میں غور کرتا ہے کہ خدا سے تعالیٰ کی اس میں کیا حکمت تھی کہ اُس نے یہ الفاظ میری زبان پر جاری کر دیئے۔“



## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے متعلق قادیانیوں کی زبان درازی

مرزا صاحب کی برادری کے ایک رکن حکیم محمد حسین قادیانی اپنی کتاب المہدی میں۔ اور ڈاکٹر شاہ نواز خان قادیانی ریویو آف ریویجز مئی ۱۹۲۰ء میں اس موضوع پر یوں رقمطراز ہیں۔

”مجھے اہل بیت مسیح موعود علیہ السلام سے خاص محبت اور عاشقانہ تعلق تھا۔ مجھے اس وقت بھی تمام خاندان مسیح موعود کے ساتھ دلی ارادت ہے اور میں اُن سب کی کفش برداری اپنا فخر سمجھتا ہوں۔ میرے ایک محبت تھے جو اس وقت مولوی فاضل بھی ہیں اور اہل بیت مسیح موعود کے خاص رکن رکین بھی ہیں۔ انہوں نے مجھے ایک دفعہ فرمایا کہ سچ تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی اتنی پیش گوئیاں نہیں جتنی کہ مسیح موعود کی ہیں۔ پھر انہوں نے ادب بھی ایک ایسا ہی ذکر دینے والا فقرہ بولا کہ ابو بکرؓ و عمرؓ کیا تھے۔ وہ تو حضرت غلام احمد کی جوتیوں کے تسمہ کھولنے کے بھی لائق نہ تھے۔ ان فقروں نے مجھے ایسا دکھ دیا اور ان کے سُنانے سے مجھے ایسی تکلیف ہوئی کہ میری نظریں جو توقیر اور عزت اہل بیت مسیح موعود میں سے ہونے کی ان کی نسبت تھی وہ سب جاتی رہی۔“

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذہنی ارتقاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تھا۔۔۔۔۔ اس زمانہ میں تمدنی ترقی زیادہ ہوئی ہے۔ اور یہ جزوی فضیلت ہے جو مسیح موعود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حاصل ہے۔ نبی کریم کی ذہنی استعدادوں کا پورا طور پر جو تمدن کے نقص کے نہ ہوا، ورنہ قابلیت تھی۔“

مرزا صاحب کے اپنے ارشادات دربارہ ائمہ اہل بیت اور صحابہ کرام اس قدر ثقیل ہیں کہ انہیں مصلحتاً یہاں درج نہیں کیا جاتا۔

## تمام اُمت محمدیہ پر کفر کا فتوے

مرزا صاحب کے بتدریج ارتقائے نبوت کی داستان مختصراً اوپر بیان کی جا چکی ہے۔ احادیث مقدسہ کے مطابق مسیح موعود کے ظہور کے بعد تمام دنیا کے انسانوں نے اسلام کی حقانیت کو تسلیم کرنا تھا جن میں عیسائی، یہودی اور تمام دیگر عقائد رکھنے والے انسان بھی شامل ہوں گے مگر یہاں معاملہ بالکل برعکس تھا۔ مرزا صاحب نے جب دیکھا کہ اُن کی دعوت پر لبیک کہنے والوں کی تعداد بہت کم ہے تو انہوں نے اپنے تمام نہ ماننے والوں کو کافر قرار دے دیا۔ فرمایا:۔

”خدا نے تعالیٰ نے میرے اوپر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک وہ شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اُس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے۔“ (ارشاد مرزا صاحب مندرجہ رسالہ ”الذکر الحکیم نمبر ۲۰“)

”جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا اور تیرا مخالف رہے گا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے۔“ (الہام مرزا صاحب تبلیغ رسالت جلد نہم)

”پس یاد رکھو کہ جیسا کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے کہ کبھی گنہ اور گنہ گزب یا مترد کے پیچھے نماز پڑھو بلکہ چاہیے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو۔“ (اربعین نمبر ۲۳ ص ۲۳)

اس موضوع پر اُن کے صاحبزادے میاں محمود احمد صاحب کا بیان بھی قابل ملاحظہ ہے:-  
 ”کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے، خواہ اُنہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام  
 بھی نہیں سنا، وہ کافر اور دائرۃ اسلام سے خارج ہیں۔“ (آئینہ صداقت)

اُن کے دوسرے صاحبزادے مرزا بشیر احمد کی خامہ فرسائی بھی ملاحظہ ہو:-  
 ”ہر ایک شخص جو... محمد کو مانتا ہے مگر مسیح موعود کو نہیں مانتا، وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرۃ اسلام  
 سے خارج ہے۔“ (ریویو آف ریلیجز نمبر ۳ جلد ۱۴ ص ۱۱)

”حضرت (مرزا) صاحب نے اپنے بیٹے (فضل احمد) کا جنازہ محض اس لیے نہیں پڑھا کہ وہ غیر احمدی  
 تھا۔“ (اخبار الفضل، ۱۵ دسمبر ۱۹۲۱ء)

## قادیانیت کے پس پردہ کارفرما قوتیں

یہ اندازہ لگانا کہ مرزا صاحب کی تحریک کے پس پردہ کون سی اسلام دشمن طاقتیں کارفرما تھیں، مشکل نہیں ہے۔ ۱۸۵۷ء  
 کی جنگ آزادی کے بعد انگریز حکومت ہندوستانی مسلمانوں سے بدظن ہو چکی تھی، مگر مرزا صاحب اور اُن کی جماعت پر اُن کی  
 خاص نظر عنایت تھی۔ مرزا صاحب نے دیگر مسلمان زعماء اور علماء کے خلاف مندرجہ ذیل قسم کی درخواستیں اور محضر نامے حکومت  
 کو ارسال کیے جن سے یہ صاف پتہ چلتا ہے کہ وہ حکومت برطانیہ کے خاص حاشیہ بردار تھے۔

”چونکہ قرین مصلحت ہے کہ سرکار انگریزی کی خیر خواہی کے لیے ایسے نا فہم مسلمانوں کے نام بھی نقشہ جات  
 میں درج کیے جائیں جو درپردہ اپنے دلوں میں برٹش انڈیا کو دار الحرب قرار دیتے ہیں... لہذا یہ نقشہ اس غرض  
 کے لیے تجویز کیا گیا ہے کہ اس میں ان ناحق شناس لوگوں کے نام محفوظ رہیں جو ایسی باغیانہ سرشت کے آدمی  
 ہیں... جن کے نہایت مخفی ارادے گورنمنٹ کے برخلاف ہیں... لیکن ہم گورنمنٹ میں بادب گذارش  
 کرتے ہیں کہ ایسے نقشے ایک پولیٹیکل راز کی طرح اُس وقت تک ہمارے پاس محفوظ رہیں جب تک گورنمنٹ  
 ہم سے طلب کرے۔ اور ہم اُمید کرتے ہیں کہ ہماری حکیم مزاج گورنمنٹ بھی ان نقشوں کو ایک ملکی راز کی  
 طرح اپنے کسی دفتر میں محفوظ رکھے گی۔ ایسے لوگوں کے نام معہ پتہ و نشان یہ ہیں:-“

(مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریر بعنوان قابل توجہ گورنمنٹ، ”مندرجہ تبلیغ رسالت“ جلد پنجم)  
 اور جب دیکھا کہ آزادی ملک اور حصول اقتدار کی دوڑ میں ہندو مسلمانوں کے ساتھ برسرِ پیکار ہیں، تو اپنی جماعت کے  
 حق میں ہندوؤں کو ہموار کرنے کے لیے اُن کی پشت کنون اور ریشی مینوں کی تعریف میں لکھنا اور کچھ دینا شروع کر دیا۔ چنانچہ نومبر  
 ۱۹۰۴ء میں سیالکوٹ کے مقام پر ایک لکچر میں ہندو پسند کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:-

”اب واضح ہو کہ راجہ کرشن جیسا کہ میرے پر ظاہر کیا گیا ہے درحقیقت ایک ایسا کامل انسان تھا جس  
 کی نظیر ہندوؤں کے کسی ریشی اور اوتاریں نہیں پائی جاتی۔ وہ اپنے وقت کا اوتار یعنی نبی تھا جس پر خدا کی طرف  
 سے رُوح القدس اُترتا تھا... خدا کا وعدہ تھا کہ آخری زمانہ میں اُس کا بروز یعنی اوتار پیدا کرے سو یہ وعدہ میرے  
 ظہور سے پورا ہوا۔ مجھے منجملہ اوتار الہاموں کے اپنی نسبت ایک یہ بھی الہام ہوا تھا کہ



”ہے کرشن رو در گوپال! تیری مہا گیتا میں لکھی گئی ہے۔“

## برطانیہ کی اطاعت ”نصف الاسلام“

اپنی کتاب شہادت القرآن میں حکومت برطانیہ کی اطاعت کو نصف الاسلام قرار دیتے ہوئے مرزا صاحب تریاق القلوب میں لکھتے ہیں :-

”میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں کہ اگر وہ ایکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ میں نے ان کتابوں کو تمام ممالک عرب، مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہنچا دیا ہے۔ میری یہ کوشش یہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ ہو جائیں۔ اور مہدی عیسیٰ اور مسیح عیسیٰ کی بے اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دینے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں۔ ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں۔“

گویا اسلامی جہاد، دینی مصیبت، قومی غیرت، محبت الوطنی اور اخوت اسلامی کی تفسیر مرزا صاحب بہ الفاظ بالابیان فرماتے ہیں۔ اُس زمانہ میں جب مصر انگریزوں کے زیرِ نگیں آچکا تھا اور بقیہ اسلامی ممالک اس قوم کے دندانِ آڑ کا شکار ہو رہے تھے۔ اگر کوئی شخص مرزا صاحب کی اس تعلیم کو عیسائی حکومتوں کے لیے عالم اسلام میں کمزوری و انتشار پیدا کر کے اُن کے لیے فضا سازگار کرنے سے تعبیر کرے تو کیا غلط ہوگا؟ اس چیز کو امامِ منتظر کے اسلامی پس منظر سے بھی ملاحظہ فرماتے ہوئے خود فرمائیے کہ کیا مہدی آخر الزمان کے تشریف لانے کا یہی مقصد تھا جو مرزا صاحب مہدی مسیح بن کر پورا کر رہے تھے۔ یعنی تمام اسلامی دُنیا برطانیہ کے زیرِ اقتدار آجائے اور تمام رُوسے زمین پر کہیں بھی کوئی اسلامی حکومت قائم نہ رہے؟

## قادیانیوں سے ہندوؤں کی توقعات

روحِ اسلامی کے خلاف ایسے ہی بیانات اور عنایات کی بناء پر ہندوؤں کو ہندوستان میں مسلمانوں کے انفرادی وجود اور علیحدہ قومیت سے انکار کرتے ہوئے، ایک مشترکہ قومیت کا دعویٰ کر کے، انگریز حکومت سے آزادی حاصل کرنے کے سلسلہ میں قادیانیوں سے جو توقعات وابستہ ہو گئی تھیں، اُن کی ایک جھلک بھی ملاحظہ فرمائیے۔ اخبارِ بند سے ماترم ”مورخہ ۲۲ اپریل ۱۹۳۲ء میں ڈاکٹر شکر داس مہروبی، ایس بی ایم۔ بی۔ بی۔ ایس لاہور کا ایک مقالہ شائع ہوا تھا جسے خود قادیانی حضرات نے فخریہ طور پر ایک ٹریکٹ میں شائع کیا تھا۔ اُس کا خلاصہ درج ذیل ہے :-

”مسب سے اہم سوال جو ملک کے سامنے درپیش ہے وہ یہ ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں کے اندر کس طرح قومیت کا جذبہ پیدا کیا جائے۔۔۔ ہندوستانی مسلمان اپنے آپ کو ایک الگ قوم تصور کیے بیٹھے ہیں، اور وہ دن رات عرب کے ہی گیت گاتے ہیں۔ اگر ان کا بس چلے تو وہ ہندوستان کو بھی عرب کا نام دے دیں۔“

”اس مایوسی کے عالم میں ہندوستانی قوم پرستوں کو ایک ہی اُمید کی شمع دکھائی دیتی ہے اور وہ احمدیوں کی تحریک ہے جس قدر مسلمان احمدیت کی طرف راغب ہوں گے وہ قادیان کو اپنا مکہ تصور کرنے لگیں گے۔“

اور آخر میں محبت ہند اور قوم پرست بن جائیں گے مسلمانوں میں احمدیہ تحریک کی ترقی ہی عربی تہذیب اور پان اسلام ازم کا خاتمہ کر سکتی ہے۔۔۔ ایک مرزائی مسلمان کا عقیدہ ہے کہ :-

- ۱۔ خُدا سے سب سے پہلوگوں کی رہبری کے لیے ایک انسان پیدا کرتا ہے جو اُس وقت کا نبی ہوتا ہے۔
- ۲۔ خُدا نے عرب کے لوگوں میں اُن کی اخلاقی گراوٹ کے زمانہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنا کر بھیجا۔

۳۔ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد خُدا کو ایک نبی کی ضرورت محسوس ہوئی اور اس لیے مرزا صاحب کو بھیجا کہ وہ مسلمانوں کی راہنمائی کریں۔

”جس طرح ایک ہندو کے مسلمان ہو جانے پر اُس کی شردھا اور عقیدت رام، کرشن، وید اور گیتا سے اٹھ کر قرآن اور عرب کی بھومی میں منتقل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جب کوئی مسلمان احمدی بن جاتا ہے تو اُس کا زاویہ نگاہ بدل جاتا ہے۔ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں اُس کی عقیدت کم ہوتی چلی جاتی ہے علاوہ بریں جہاں اُس کی خلافت عرب اور ترکستان میں تھی۔ اب وہ خلافت قادیان میں آ جاتی ہے اور مکہ، مدینہ اُس کے لیے روایتی مقامات مقدسہ رہ جاتے ہیں۔

”کوئی بھی احمدی چاہے عرب، ترکستان، ایران یا دُنیا کے کسی بھی گوشہ میں بیٹھا ہو، وہ رُوحانی شکست کے لیے قادیان کی طرف مُنہ کرتا ہے۔ قادیان کی سرزمین اُس کے لیے پنیہ بھومی (سرزمین نجات) ہے۔ اور اسی میں ہندوستان کی فضیلت کا راز پنہاں ہے۔ ہر احمدی کے دل میں ہندوستان کے لیے پریم ہوگا کیونکہ قادیان ہندوستان میں ہے۔ مرزا جی بھی ہندوستانی تھے اور جتنے خلیفے اس کی رہبری کر رہے ہیں وہ سب ہندوستانی ہیں۔

”وہ زمانہ دور نہیں جب کہ احمدی بر ملا یہ کہیں گے کہ صاحب ہم محمدی مسلمان نہیں ہم تو احمدی مسلمان ہیں۔ کوئی ان سے سوال کرے گا، کیا تم حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نبوت کو مانتے ہو تو وہ جواب دیں گے ہم حضرت محمد، عیسیٰ، رام، کرشن، سب کو اپنے اپنے وقت کا نبی تصور کرتے ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم ہندو، عیسائی یا محمدی ہو گئے۔

”یہی وجہ ہے کہ مسلمان احمدیہ تحریک کو مشکوک نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ احمدیت ہی عربی تہذیب اور اسلام کی دشمن ہے۔ خلافت تحریک میں بھی احمدیوں نے مسلمانوں کا ساتھ نہیں دیا۔ کیونکہ وہ خلافت کو بجائے ترکی یا عرب میں قائم کرنے کے قادیان میں قائم کرنا چاہتے ہیں۔ یہ بات عام مسلمانوں کے لیے جو ہر وقت پان اسلامزم یا پان عربی سنگٹیشن کے خواب دیکھتے ہیں کتنی ہی مایوس کن ہو گا ایک قوم پرست کے لیے باعث مسرت ہے۔“

(مضمون ڈاکٹر شکر داس اخبار بند سے مازم ۲۲۔ اپریل ۱۹۳۲ء)

پنچانچہ ہندوؤں اور قادیانیوں میں باہم سلام و پیام کا سلسلہ جاری رہا اور مئی ۱۹۳۶ء میں پنڈت جواہر لعل نہرو صدر آل انڈیا نیشنل (ہندو) کانگریس کی لاہور میں آمد پر قادیانیوں اور اُن کی والٹیر کور نے شاندار استقبال کیا۔ اور اس سلسلہ میں



علامہ اقبال کے مسلمانوں کو متنبہ کرنے پر پندت نہرو اور جناب علامہ کے درمیان اخباری اور کتابی مناظرے بھی ہوئے۔

## مرزا صاحب کے دعاوی کا اُمتِ مسلمہ پر ردِ عمل

مسلمان کا یہ ایمان ہے کہ وہ ایک ازلی ابدی عالمگیر ملت بیضا کا رکن ہے جس میں بے شمار انبیائے کرام مبعوث ہوئے اور جناب محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ اُن کے دین میں چار چیزیں مجتہد ہیں۔ کتاب اللہ، حدیث نبوی، اجتہادِ سلف اور اجماعِ اُمت۔ جو بات ان چاروں کے میزان پر حق ثابت ہو اُن کے لیے وہی حق ہے اور جو باطل ہو وہ باطل۔ مرزا صاحب کی نبوت اس میزان پر حق ثابت نہیں ہوتی تھی اس لیے اسے ماننا مسلمان کے لیے ممکن نہیں تھا۔

مسلمان کو یہ بھی معلوم تھا کہ نبوت ایک بہت ہی ارفع و اعلیٰ چیز ہے اور محض چند پیشین گوئیوں کی صداقت میزانِ ایمان نہیں ہو سکتی۔ نبوت کا دعوے کر دینا آسان ہے مگر اُس کے معیار پر پورا اُترنا آسان نہیں خصوصاً جب دعوے اُس فخرِ انبیاء کے بروز ہونے کا ہو جس کی تعریف میں خدا خود در طبُّ اللسان ہے اور جس کے زہد و اتقا، ایثار و سخا، عبادات و مجاہدات، اہل خانہ اور عوام الناس کے ساتھ حسنِ سلوک اور زندگی کے دیگر حسین پہلوؤں کا بیان ۴۱ سو سال سے بھی مکمل نہیں ہو سکا۔ اُس ذاتِ عالی کے ساتھ مرزا صاحب کی زندگی کا موازنہ کرنا ہی گستاخی ہے۔

اس کے عکس مرزا صاحب کا فرمان تھا کہ وحی الہی کا دروازہ ہمیشہ کھلا ہے اور وہ خود خدا کے رسول اور نبی ہیں۔ کتاب اللہ کے فہمی درست ہیں جنہیں وہ درست کہیں۔ حدیث نبوی کے جس حصہ کو وہ چاہیں لے لیں اور جسے چاہیں رد کر دیں۔ اجتہادِ سلف و خلف ختم ہے کیونکہ نبی (یعنی وہ خود) آگئے ہیں اور اجماعِ اُمت کے نام کی بھی کوئی چیز نہیں رہی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ اُن سے کلام فرماتا ہے۔ اور انہیں اپنی کتاب کے صحیح مفہوم اور حدیث کے صحیح یا سناوٹی ہونے پر مطلع کرتا ہے۔ اس حقیقت کے وہ خود شاہد ہیں۔ اور جو شخص اُن کی شہادت پر ایمان نہیں رکھتا اور اُن سے بیعت نہیں کرتا وہ خارج از اسلام ہے۔

مرزا صاحب کے ان فرمانوں کو مان لینے کا نتیجہ یہ ہوتا کہ اُمتِ خیر الرسل کا اپنا ایمان، اپنی ہستی اور اپنا وجود بالکل ختم ہو جاتا۔ اُس کے علوم و قوانین، مقدس اقدار، تاریخی شخصیتیں، ثقافت اور اُس کا نظام و معاشرہ سب مٹ جاتے۔ اُس کی حقیقت اور فکر کا مرکز یکسر بدل جاتا۔ جناب ختمی مرتبت تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و قیادت کی حیثیت ثانوی ہو کر رہ جاتی۔ قرآن کی تفسیر اور حدیث کی تاویل، فقہ اور اجماع کا استدلال اور استنباط اُس نج پر چل نکلتے جو اسلامی روایت اور درایت اور اُمت کے احساسِ عمومی کے خلاف ہی نہیں بلکہ انسانیت کے احساسِ عمومی کے بھی برعکس ہوتا۔ نہ صرف یہ بلکہ اُمتِ اسلامیہ اس تحریکِ قادیانیت کی محسوس برطانوی حکومت کے سمندرِ نازکی پتھریں کے رہ جاتی۔

مرزا صاحب کا دعوے اس نوعیت کا تھا کہ اُس کا ساری اُمتِ مسلمہ پر ایک شدید ردِ عمل ہونا لازمی تھا۔ تمام علمائے اسلام اور اہل دانش اُس کی مخالفت میں متفق ہو گئے اور قادیانیت کے مقابلہ میں یکجا ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے اپنی تصانیف اور محاضرات کے ذریعے عامۃ المسلمین کو اس قدر باخبر کر دیا کہ قادیانیت کی تبلیغ اس ملک میں بالکل بے اثر ہو کر رہ گئی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اگر مرزا صاحب کو سرکارِ برطانیہ کی حفاظت اور سرپرستی حاصل نہ ہوتی تو اُن کا حشر بھی وہی ہوتا جو اُن سے قبل آنے والے ایسے ہی



مدعیان کا ہوا تھا۔ اس سلسلہ میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور ان کی جماعت احرار، مولوی شہار اللہ صاحب امرتسری، مولوی ظفر علی خان مدیر اخبار زمیندار، جناب علامہ اقبال اور حضرت قبلہ عالم کے مخلصین مولوی محرم علی چشتی مدیر اخبار رفیق ہند لاہور اور تاضی سراج الدین مدیر اخبار چودھویں صدی تراویچنڈی نے خاص طور پر قابل ذکر کام کیا۔ خود حضرت قبلہ عالم کی ذات پاک سے قدرت نے جو کام لیا اُس کی تفصیل بعد میں آئے گی۔

مرزا صاحب کے اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہونے کی کئی وجوہات ہیں۔ اولاً تو ان کے کلام میں جس کے نمونے اوپر ہدیہ نظرین کیے جا چکے ہیں، ابھام اور الجھاؤ اس قدر تھا کہ نہ تو اُس سے وہ خود عمدہ براہو کے اور نہ ان کے مخاطب۔ اپنے دعوے نبوت سے پہلے انہوں نے اپنی متعدد تحریروں میں اپنی طرح کے مدعیان کی تکذیب کی جوتی تھی جب وہ خود مدعی بنے تو اپنی پہلی تحریروں کا جو از ڈھونڈنے میں انہوں نے ایسی ایسی قلابازیاں کھائیں جنہیں دیکھ کر کوئی صحیح الرائے انسان ان کی تصدیق نہیں کر سکتا۔ ثانیاً مرزا صاحب کی اپنی جماعت میں ان کی زندگی ہی میں اختلافات پیدا ہو گئے۔ ان کے کئی پیروؤں نے خود پیغمبر ہونے کا دعوے کر دیا۔ اور بعض نے ان کی نبوت کی تصدیق کرنے سے انکار کر دیا۔ ان مخالفین نے ان کی زندگی کے ایسے ایسے گناؤں نے پہلوا جا کر کیے جو ان کے نبی ہونے کے دعوے کو باطل کرنے کے لیے کافی تھے ان کی تفصیل بیان کرنے کے لیے ایک پوری کتاب چاہیے۔ ریاست حیدر آباد کے پروفیسر محمد الیاس برنی نے اپنی کتاب "قادیانی مذہب کا طبعی محاسبہ" میں مرزا صاحب اور ان کے پیروؤں کی اپنی تحریروں سے ایسے اقتباسات شائع کیے ہیں جن سے مرزا صاحب کی زندگی کے تمام پہلو روز روشن کی طرح سامنے آ جاتے ہیں اور ان کی اصل حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ یہ کتاب حال ہی میں پاکستان میں بھی شائع ہو چکی ہے تبصرہ ہذا میں مرزائی کتب کے حوالہ جات اور اقتباسات کے لیے اسی کتاب کے پانچویں ایڈیشن شائع کردہ عمدہ المطابع لکھنؤ ۱۳۵۵ھ سے استفادہ کیا گیا ہے۔

## قادیانی اور لاہوری پارٹی

افغانستان میں دو قادیانیوں پر حجاز تدارت جاری ہونے کے بعد عرصہ دراز تک ان لوگوں کو اسلامی ممالک کا رخ کرنے کی جرات نہ ہوئی۔ اب بعض یورپین اور افریقی ممالک میں ان کے مبلغ کام کر رہے ہیں مگر وہاں بھی یہ اپنے آپ کو دین اسلام کا پیرو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ظاہر کرتے ہیں۔ خود اپنے وطن میں یہ جماعت دو حصوں میں تقسیم ہو گئی ہے جن میں سے ایک لاہوری پارٹی کہلاتی ہے اور دوسری قادیانی۔ لاہوری جماعت مرزا صاحب کو مجدد و اعظم مانتے ہوئے دہلی زبان میں ان کے غلطی نبی ہونے کا بھی اقرار کرتی ہے مگر مرزا صاحب کے زمانے والوں کو صرف گناہگار قرار دیتی ہے، کافر نہیں کہتی۔ اس کے برعکس قادیانی جماعت مرزا صاحب کو کامل اور مستقل صاحب شریعت و وحی نبی مانتی ہے اور ان کے نزدیک مرزا صاحب کی بیعت میں داخل نہ ہونے والا شخص کافر اور خارج از اسلام ہے۔ ان دونوں پارٹیوں میں کثرت سے باہمی قلبی مباحث ہوئے اور ہوتے رہتے ہیں۔ ان کا ایک چھوٹا سا نمونہ ناظرین کی ضیافت طبع کے لیے دیا جاتا ہے۔

"حقیقۃ النبوة" میں مرزا صاحب کے فرزند میاں محمود احمد صاحب یوں رقمطراز ہوئے :-

"۱۹۰۱ء سے پہلے آپ (مرزا صاحب) نبی کی اور تعریف کرتے تھے اور بعد میں آپ نے جب اللہ تعالیٰ

کی متواتر وحی پر غور کیا اور قرآن کریم کو دیکھا تو اُس سے نبی کی تعریف اور معلوم ہوئی۔ بار بار کی وحی نے آپ کی



توجہ کو اس طرف پھیر دیا کہ ۲۳ سال سے جو مجھ کو نبی کہا جا رہا ہے تو یہ محدث کا دوسرا نام نہیں بلکہ اس سے نبی ہی مراد ہے اور یہ زمانہ تریاق القلوب کے بعد کا زمانہ ہے۔

(حقیقۃ النبوة مصنفہ میاں محمود احمد خلیفہ قادیان)

اس کے جواب میں لاہوری پارٹی کی طرف سے پیغام الصلح میں مندرجہ ذیل بیان شائع ہوا :-  
مگر افسوس ہے جناب میاں صاحب کے اس اعلان کے مطابق حضرت مسیح موعود کی یہ کم علمی اور نادانی ایسی نادانی کے ذیل میں آتی ہے، جسے توبہ توبہ، نقل کفر، کفر نسیب شد نعوذ باللہ جہل مرکب کہتے ہیں، کہ باوجود اس بات کے کہ نبی کی تعریف تو نہ جانتے تھے مگر حالت یہ تھی کہ جہاں کسی نے آپ (مرزا صاحب) کی طرف دماوی نبوت منسوب کیا اور آپ لگے مدعی نبوت پر لعنتیں کرنے جو شخص ایک بات کو نہیں جانتا اور پھر اس کے علم پر اس قدر اصرار کرے کہ لعنتوں اور مبالغوں پر اتر آئے تو اس سے بڑھ کر جہل مرکب کا وارث کون ہو سکتا ہے؟ خود نبی ہیں اور خیر سے پتہ نہیں کہ میں نبی ہوں اور باوجود اس لاعلمی اور جہل مرکب کے مدعی نبوت پر یاد دوسرے لفظوں میں خود اپنے آپ پر لعنتیں بھیجنے میں ذرا تاثر نہیں کرتے۔ یہ بھونڈی اور قابل شرم تصویر جو جناب میاں (محمود احمد) صاحب نے حضرت مسیح موعود کی کھینچی ہے۔ کیا اس قابل ہے کہ کسی عقل مند آدمی کے سامنے پیش کی جاسکے؟

(قادیانی جماعت کی لاہوری پارٹی کا اخبار پیغام صلح ۲۷ اپریل ۱۹۳۷ء)

قادیانی فرقہ والوں نے تو آیہ مِثَاقِ النَّبِیِّیْنَ کو بھی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے مرزا صاحب سے منسوب کیا ہے۔ آیت تفصیل ذیل ہے :-

وَإِذَا أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّیْنَ لَمَّا آتَيْنَاكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ أَصْرِي ط قَالُوا أَشْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِیْنَ ۝

(آل عمران - ۸۱)

اور جب اللہ نے نبیوں سے عہد لیا کہ البتہ جو کچھ میں تمہیں کتاب اور علم سے دوں، پھر تمہارے پاس پیغمبر آئے جو اُس چیز کی تصدیق کرنے والا ہو جو تمہارے پاس ہے البتہ اُس پر ایمان لے آنا اور اُس کی مدد کرنا۔ فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور اس شرط پر میرا عہد قبول کیا۔ انہوں نے کہا ہم نے اقرار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو اب تم گواہ رہو۔ میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔

پچانچہ الفضل قادیان مورخہ ۲۶۔ فروری ۱۹۲۷ء میں مندرجہ ذیل نظم درج ہے :-

خدا نے لیا عہد سب انبیاء سے  
پھر آئے تمہارا مصدق پیغمبر  
کہا کیا یہ استدار کرتے ہو محکم  
کہا حق تعالیٰ نے شاہد رہو تم  
جو اس عہد کے بعد کوئی پھر سے گا  
کہ جب تم کو دوں میں کتاب اور حکمت  
تم ایمان لاؤ، کرو اُس کی نصرت  
وہ بولے مقرر ہے ہماری جماعت  
یہی میں بھی دیتا رہوں گا شہادت  
بنے گا وہ فاسق اٹھائے گا ذلت

لیا تھا جو میثاق سب انبیاء سے وہی عہد حق نے لیا مصطفیٰ سے  
وہ نوح و خلیل و کلیم و مسیحا سبھی سے یہ پیمان محکم لیا تھا  
مبارک وہ اُمت کا موعود آیا وہ میثاق ملت کا مقصود آیا

کریں اہل اسلام اب عہد پورا  
بنے آج ہر ایک عہد آشکورا

لاہوری جماعت ولے اس ضمن میں قادیانی جماعت کو خطاب کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

”بے شک حضرت مرزا صاحب کی نبوت قرآن کی ایک ایک آیت سے نکالو، خواہ وہ کیسے ہی  
بھونڈے اور پھر طریق سے نکالی جائے یا خواہ وہ خود حضرت مرزا صاحب کی تفاسیر سے کتنی ہی مختلف کیوں  
نہ ہو یہ قوم خوشی سے بغلیں بجاتی رہے گی۔ نعرہ تحسین و آفرین بلند کرتی رہے گی۔ اُن تمام پیش گوئیوں کو جن کے  
مصدق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، آپ بے شک مرزا صاحب پر چسپاں کرتے جائیں، یہ خالی قوم خوشی  
سے تالیاں بجاتی اور ناچتی رہے گی۔ لیکن اگر آپ کسی پیشگوئی کے متعلق یہ کہہ دیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ  
علیہ وسلم کے لیے ہے اور حضرت مرزا صاحب اس کے مصداق حقیقی نہیں بلکہ بوجہ اُمتی اور خلیفہ ہونے کے  
صرف ظلی یا بروزی رنگ میں اس کے ماتحت آتے ہیں تو ان کے سینے میں یوں لگے گا جیسے تیر لگتا ہے۔  
محمد رسول اللہ کی چیزیں چین چین کر حضرت مرزا صاحب کو دیتے جاؤ یہ خوشی سے پھولے نہ سمائیں گے  
... لیکن اگر کوئی چیز جو انہوں نے محمد رسول اللہ سے چین چین کر حضرت مرزا صاحب کو دی ہوئی ہے آپ ایسے  
محمد رسول اللہ کو دیں تو یہ بلبل بلبل کر اور چلا چلا کر حشر برپا کر دیں گے... مثلاً جب تک مُبَشِّرُ الْاٰیٰتِ مُؤَدِّی  
یَاقِیْ مِنْ بَعْدِی اَسْمُهُ اَحْمَدُ کا مصداق حضرت مرزا صاحب کو کہتے رہو بہت خوش رہیں گے  
لیکن جہاں اس کا مصداق حقیقی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا اور تمام محمدی ٹولے سے صدائے داویلا  
بلند ہوئی کہ ہائے ہائے حضرت مسیح موعود کی توہین کی گئی۔“

(لاہوری جماعت کا اخبار پیغام مسیح ۳۰ مئی ۱۹۳۲ء)

## اعتبار

اس داستانِ عبرت کے پہلے مخاطب تو وہ عالم اور درویش ہیں جو کسی کامل اُستاد یا شیخ کی تربیت اور اپنے مجاہدہ نفس کے  
بغیر یا ناقص تربیت اور برائے نام مجاہدہ کے بل بوتہ پر علم و فہم میں دم مارنے لگ جاتے ہیں۔ جس پر اُن کا خام و ناچختہ تحت الشعور  
انہیں اُدھام اور خواب و خیال اور وساوس کے ایسے گڑھوں میں لے گرتا ہے جہاں سے نکل آنا اِلاّ ما شاء اللہ ناممکن و محال ہو جاتا  
ہے حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ اسی ضمن میں فرماتے ہیں :-

پیر را بگزین کہ بے پیر ای سمنہ  
ہست بس پُر آفت و خوف و خطر

اور اکبر الہ آبادی کا ارشاد ہے :-  
تو خاک میں مل اور آگ میں جل جب بخت بنے تب کام چلے  
ان غامِ دلوں کے عنصر پر بنیاد نہ رکھ تعمیر نہ کر



مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ انہوں نے فقر کے کسی سلسلہ سے رشتہ نہیں جوڑا۔ ان کا کوئی روحانی باپ نہیں اور خدا تعالیٰ ہی ان کا روحانی استاد اور مرشد ہے۔ وہ اس چیز کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مماثلت کا ایک نشان قرار دیتے ہیں اور تحدیثِ نعمت کے طور پر بیان کر رہے ہیں لیکن اس کو خیال میں نہیں لاتے کہ یہی چیز حقیقت ان کی زندگی کا المیہ بن کر رہ گئی ہے۔ کیونکہ اس عالم اسباب میں سنت اللہ اسی طرح جاری ہے کہ آہن گرمی کا فن حاصل کرنے کے لیے کسی آہن گر اور پیری کے حصول کے لیے کسی کابل پیر کے پاس تربیت کے لیے جانا ہی پڑتا ہے جیسا کہ مولینا رومؒ کا ارشاد اور درج ہو چکا ہے۔

پیر ابگزیں کہ بے پسہ این سفر ہست بس پُر آفت و خوف و خطر  
سلوک میں ان آفات و خطرات کا سامنا سب سے زیادہ کشف و رؤیا کے مقام میں ہوتا ہے۔ اولیائے کبار کے نزدیک کشف حقائق کو چمنستانِ اہمیت نہیں کیونکہ ان کا مقصود مشاہدہ جمالِ الہی ہوتا ہے اور ان کی زیادہ توجہ اسی امر پر مرکوز رہتی ہے مگر اس راہ کے کم حوصلہ مسافر نفس اور شیطان کی عیارانہ چالوں سے بہک جاتے ہیں۔ حضرت امام غزالیؒ نے اپنی کتاب "احیاء العلوم" میں فرمایا ہے کہ کشف اُس وقت تک اعتبار کے لائق نہیں جب تک استقامتِ نفس سے پیدا نہ ہو۔ جیسے آئینہ ٹیڑھا یا دھندلا ہو تو اُس میں صورت بھی ٹیڑھی تر بھی اور دھندلی نظر آتی ہے۔ اور استقامتِ نفس بغیر مجاہدہ، عالی ظرفی اور شیخِ کامل کی تربیت کے حاصل نہیں ہو سکتی۔ لہذا اس سے علمائے راسخین کے تلمذ اور اولیائے کاملین سے ذہنی و روحانی تربیت کی ضرورت و اہمیت کی وضاحت ہوتی ہے۔ ورنہ اکتسابِ کامل اور مجاہدہٴ نفس کے بغیر خودی و نفسانیت کا نبوت کے دعووں میں مبتلا ہو جانا اور دوسری جانب جذبہ ہیر و پرستی کے زیر اثر بہک کر ایسے مدعیان کو فوق البشر گردانتے ہوئے، ان کی تعلیمات و ترغیبات کی پیروی پر بے دلی و جانِ آمادہ ہو جانا معمولی بات ہے۔ چنانچہ اس آخری دور میں عراق میں باب، ایران میں بہار اللہ اور ہندوستان میں مرزا قلام احمد جیسے حضرات اسی نوع کے مدعی بن کر اُٹھے اور عوام کے جذبہ ہیر و پرستی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک گونہ مقام حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

حضرت قبلہ عالم قدس سترہ فرمایا کرتے تھے کہ میں فقیر اُسے سمجھتا ہوں جو فقر کے سات دریا پی جائے اور ڈکار تک نہ لے اور حضرت پیر فضل دین عرف بڑے پیر صاحب اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

گر خیر واری ز حجتی لایموت بردہاں خود بنہ مہر سکوت

تعجب ہے کہ مرزا صاحب قادیانی اپنے ارادت مندوں میں سے مدعیانِ نبوت و امامت کو تو بار بار ان کی خام خیالیوں پر متنبہ کرتے رہے مگر اپنی ذات کے سلسلہ میں ان خامیوں کی طرف خیال تک نہیں کیا چنانچہ اپنی کتاب "ضروریۃ الامام" میں خود اس سلسلہ میں تین ناخوش الاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس مشہور کشف کو تحریر کرتے ہیں جس کا ذکر اسی کتاب کے بابِ اقل میں آچکے کہ آنجناب ایک جنگل میں اس کے وقت لاوا الہی میں مشغول تھے کہ شیطان نے اچانک چنڈھیا دینے والی روشنی میں سے آواز دے کر کہا کہ اے عبد القادر! میں تیرا رب، تجھ سے راضی ہوں اور تجھے عبادت کی تکلیف سے آزاد کرتا ہوں۔ اس پر آپ نے لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم پڑھا اور فرسہ پایا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمر بھر عبادتِ الہی کے مکلف رہے تو عبد القادر کیا چیز ہے جس سے یہ تکلیف اٹھالی جائے۔ شیطان نے سامنے آکر ایک دوسرے دھوکا دینے کی کوشش میں کہا کہ اے عبد القادر تم اپنے کے باعث بچ گئے ورنہ کئی اولیاء اللہ یہاں آکر رہ گئے۔ آپ نے فرمایا دور ہو مردود، میں اپنے علم سے نہیں بلکہ محض اللہ الہی سے محفوظ رہا ہوں۔ چنانچہ شیطان نے سر پیٹ لیا اور کہا کہ آج سے میں تم سے مایوس ہوا ہوں۔

غور کا ممتام ہے کہ راہ سلوک کے ایک نہایت ہی زبردست مگر باریک خطہ میں اللہ کے رسولؐ سے نیاز مندی کا صحیح تعلق کس طرح اشراق نوری بن کر بچا رہا ہے۔ مگر مرزا صاحب قادیانی کے بلند بانگ دعاوی منہ محمد و احمد کہ مجتبیٰ با شدہ کس طرح اُن کو گرا رہے ہیں اور اَنْتَ مِیْنِی بِمَنْزِلَةِ وَلَدِیْ وَأَنْتَ مِیْنِیْ وَ اَنَا مِنْکَ کے الہامات و اعلانات کس طرح اللہ الصّمد اور لَعْنَةُ لَعْنُوْکَ کی قرآنی تعلیم کو تہ و بالا کر رہے ہیں یعنی قرآن تو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ خود کسی کا بیٹا ہے اور نہ اُس کا کوئی بیٹا ہے۔ مگر مرزا صاحب کے الہامات میں اللہ تعالیٰ اُن کو کہہ رہے ہیں کہ تو میرا بیٹا ہے۔ لیکن اس تضاد قرآنی کے باوجود مرزا صاحب کو سورۃ اخلاص یاد نہیں آتی اور نہ ہی لاجول زبان پر آتا ہے بلکہ لذتِ انامیں سرشار ہو کر اعلان کرتے ہیں کہ دیکھو میرا رب مجھ سے کیا فرما رہا ہے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ مرزا صاحب کے دعووں اور الہامات پر غور کرنے سے قرآنی تعلیم سے اُن کا تضاد اور خدا پر افترا صاف ظاہر ہو جاتا ہے جیسا کہ حضرت قبلہ عالم نے اپنی کتاب سیفِ چشتیائی میں تصریح فرمائی ہے اور جس کا ذکر باب تصانیف کتاب ہدایں درج ہے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا اُولِيَ الْاَبْصَارِ (اے آنکھوں والو عبرت حاصل کرو)



## پانچویں فصل

## حضرت قبلہ عالم قدس ستر کا قادیانیت کے خلاف معرکہ

## باطنی ارشادات

قادیانیت کے خلاف حضرت قبلہ عالم قدس ستر کے مناظرات کی علمی بحث کی وضاحت تو تصانیف کے باب میں آئے گی البتہ اس کے متعلق چند واقعات اور بعض لقب صیل یہاں بھی عرض کرنا ضروری ہیں۔ پہلے ذکر آچکا ہے کہ سنہ ۱۸۹۰ء میں حج کے موقع پر جب آپ نے حجاز مقدس ہی میں سکونت پذیر ہونے کا ارادہ فرمایا تو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے بنا بر کشف آگاہ ہو کر فرمایا تھا کہ عنقریب سرزمین مہند میں ایک بہت بڑا فتنہ ظاہر ہونے والا ہے جس کا سدِ باب آپ کی ذات سے متعلق ہے۔ اگر اس وقت آپ اپنے وطن میں بالفرض خاموش بھی بیٹھے رہے تو بھی ملک کے علماء اس فتنہ کی زد سے محفوظ رہیں گے۔ پانچویں بعد ازاں وطن لوٹنے پر مکاشفات و مشاہدات کے ذریعہ آپ کو معلوم ہوا کہ اُس فتنہ سے مراد فتنہ قادیانیت تھا کیونکہ حضرت حاجی صاحب کی پیش گوئی کے مطابق اگلے ہی سال یعنی ۱۸۹۱ء میں مرزا صاحب نے مناظر اسلام، مانور اور مجدد کے دعووں سے آگے قدم بڑھا کر حضرت بیٹی علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے اور نزول سے انکار کر کے اُن کی موت اور اپنے مسیح موعود ہونے کا اعلان کر دیا۔

”مفہومات طبقات“ میں درج ہے کہ حضرت قبلہ عالم قدس ستر نے فرمایا کہ عالم رویا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مرزائے قادیانی کی تردید کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ شخص میری احادیث کو تاویل کی قینچی سے کتر رہا ہے اور تم خاموش بیٹھے ہو۔

## ایک کشف کے متعلق حضرت کی قلمی تحریر

ایک اور کشف کے متعلق حضرت قبلہ عالم قدس ستر کی ایک خود نوشتہ یادداشت آپ کے قدیم مسودات میں موجود پائی گئی ہے جس کا متعلق حصہ درج ذیل کیا جاتا ہے :- (اس تحریر کی اصل کا کس بالمقابل صفحہ ۱۳۰ ملاحظہ فرمائیں)

”در ایام ارادۂ اجابت دعوت مرزا غلام احمد قادیانی کہ ظاہر ابغرض تحقیق حق بذریعہ اشتہارات نمودہ بود، باین نعتِ عظمیٰ مشرقِ ہندم در حالتی کہ چشمان خود بند نمودہ بحالتِ بیداری در حجرہ تنہا نشستہ بودم کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را دیدم کہ بر ہیئتِ قعدہ جلوس فرماہستند و بفاصلہ چہار بالشت ایں آثم نیز بہاں ہیئت بالمقابل بمجاذۃ تامہ مثل جلوس مریدِ بخدمتِ شیخ حاضر است و غلام احمد بعید تر ازیں مکانِ رُومِ مشرق و پشتِ کردہ بجانب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نشستہ است۔ بعد ازیں رویت بہ لاہور تبعہ احباب رسیدم حسب وعدہ نوگدہ خود (بشیر لعنة الله على من تخلف و ابی) تخلف ورزید و بہ لاہور نیامد۔“

ترجمہ:- جن دنوں مرزا غلام احمد قادیانی نے بظاہر تحقیق حق کی غرض سے اشتہارات کے ذریعہ دعوت دی تھی اور میں اسے منظور کرنے کا ارادہ کر رہا تھا، مجھے اس نعمت عظمیٰ کا شرف حاصل ہوا میں اپنے مجسّم میں بحالت بیداری آنکھیں بند کیے تنہا بیٹھا تھا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ قعدہ کی حالت میں جلوس فرما رہے اور یہ عاصی بھی چار بالشت کے فاصلہ پر اسی حالت میں بادب تمام شیخ کی خدمت میں مُردی کی حاضری کی طرح بالمقابل بیٹھا ہے اور غلام احمد اُس جگہ سے دُور مشرق کی طرف مُنہ کیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پشت کر کے بیٹھا ہے۔ اس رویت کے بعد میں بمعہ احباب لاہور پہنچا۔ لیکن مرزا اپنے تائیدی وعدہ سے (مثلاً اِکار کرنے اور پھر جانے والے پر خدا کی لعنت ہو) پھر گیا اور لاہور نہ آیا۔

ان مکاشفات و مشاہدات کے علاوہ حضرت نے سیفِ چشتیائی میں دجال کے متعلق اپنے بچپن کا ایک خواب بھی بیان فرمایا ہے جو بدیں مضمون ہے:-

”اس نیازمند نے بوغت سے قبل جب کہ احادیثِ دجال کا نام تک بھی نہ سنا تھا، دجال کو خواب میں شرقی جانب سے آتا ہوا دیکھا۔ دائیں آنکھ اُس کی پھوٹی ہوئی تھی۔ اُس نے مجھے کہا کہ کو حُسد ایک نہیں۔ میں نے سخت غصّے سے جواب دیا کہ مردود، خدا ایک ہی ہے اُس کا کوئی شریک نہیں۔ پھر اُس نے چند قدم میری طرف بڑھ کر مجھ پر تلوار کا وار کیا مگر اُس کا وار خطا ہو کر تلوار اُس کی میرے سر سے گزرتی ہوئی زمین پر جا پڑی۔ پھر وہ پیچھے کو مینڈھے کی طرح اُنہی قدموں پر ہٹ کر پہلی جگہ پر کھڑا ہوا اور پھر دُوبی کلمہ اُس نے کہا اور جواب اُس کے میں نے بھی دُوبی کہا جو پہلے کہا تھا۔ پھر اُس نے دوبارہ میرے گلے پر تلوار کا وار کیا۔ مگر وہ خطا ہو کر، تلوار زمین پر جا پڑی۔ تیسری دفعہ پھر ایسا ہی ہوا۔ بلکہ اس دفعہ تو قبضہ اُس کے ہاتھ میں رہا اور تلوار قبضہ سے نکل کر زمین پر جا پڑی۔ تینوں دفعہ بغیر اس کے کہ میں نے سر کو خم کیا ہو تلوار اُس کی میرے سر کے اوپر سے گزرتی رہی۔“

**مولوی محمد حسین بٹالوی، خواجہ غلام فرید چاچڑاں اور سر سید احمد خان کی ابتدائی خوش فہمیاں**

بہر حال یہ وجوہات تھیں جن کی بناء پر حضرت قبلہ عالمِ قدس سترہ نے میدانِ مناظرہ میں قدم رکھا۔ جب سنہ ۱۸۹۰ء میں آپس سے واپس تشریف لائے تو اُس وقت مرزا صاحب کا دعویٰ مجسّد اور ماثورِ مین اللہ ہونے کا تھا۔ وہ گزشتہ دس برس سے میسائیوں اور آریوں کے ساتھ مباحثات اور اپنی مناظرہ تصانیف اور اشتہار بازی کی بدولت خاصی شہرت حاصل کر چکے تھے اور پیری مُردی بھی چل رہی تھی بعض علماء اور مشائخ بھی بے خبری میں ان کی اس مقبولیت کے لیے میدان ہوار کر چکے تھے۔ چنانچہ اہل حدیث کے ایک نامور عالم مولوی محمد حسین بٹالوی اپنے رسالہ اشاعتِ السنۃ کے چھ نمبروں میں براہین احمدیہ پر ایک طویل تقریظ شائع کر کے اس کتاب کو اس صدی کا شاہکار اور مرزا صاحب کو ایک بے نظیر عالمِ دین اور صاحبِ کشف و کرامت ولی اللہ قرار دے چکے تھے۔ اسی طرح سر سید احمد خان بھی ابتداء مرزا صاحب کی تحریروں سے متاثر بیان کیے جاتے تھے۔ گوئی الاخر وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ مرزا صاحب کی تصانیف اُسی قسم کی ہیں جیسا ان کا اہم یعنی نہ دین کے کام کی نہ دنیا کے کام کی (خطوطِ سر سید مرتبہ سید اس مسعود ص ۱۵۸) ادھر چاچڑاں (ریاست بہاولپور) کے مشہور شیخِ طریقت اور صوفی شاعر حضرت خواجہ غلام فرید چشتی بھی ابتداء میں مرزا صاحب



کے متعلق بہت حُسنِ ظن رکھتے تھے۔ خواجہ صاحبؒ سن ۱۸۴۰ء میں پیدا ہوئے اور حضرت قبلہ عالمِ قدس سترہ کے قادیانی معرکہ لاہور کے قریب ایک سال بعد سن ۱۸۴۹ء میں انتقال فرما گئے۔ مرزا صاحب نے انہیں دعوتِ نامہ بھیجا تھا کہ بڑے الہامِ الہی میں تبلیغِ دین کے کام پر مامور ہوا ہوں، آپ میری اعانت فرمائیں۔ اس پر خواجہ صاحبؒ نے اپنے جواب میں اعانت فی الدین کا وعدہ کرتے ہوئے مرزا صاحب کی شان میں تعریفی کلمات تحریر فرمائے۔ آپ کے طفوفات اشاراتِ فریدی میں مذکور ہے کہ جب علماء نے مرزا صاحب کے خلاف لکھنا شروع کیا تو خواجہ صاحبؒ نے فرمایا یہ شخص حمایتِ دین پر کمر بستہ ہے۔ علماء تمام مذاہب باطلہ کو چھوڑ کر اس نیک آدمی کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں۔ حالانکہ وہ اہل سنت والجماعت سے ہے اور صراطِ مستقیم پر ہے۔ لیکن جب مرزا صاحب کی نئی کتابیں خواجہ صاحبؒ کے پاس پہنچیں جن میں اُن کے منفرد عقائد اور مسیح موعود اور ظلی اور بروزی نبوت کے دعادی درج تھے تو آپ نے بھی مولوی محمد حسین بنا لوی کی طرح علانیہ اپنی بیزاری کا اظہار کیا۔ چنانچہ مرزا صاحب جو اپنے اخبارات اور اشتہارات میں پہلے خواجہ صاحبؒ کی تعریف و توصیف میں رطبُ اللسان رہتے تھے اور ان کے نام کو اپنے موافق پر اپگنڈا کا ذریعہ بنایا کرتے تھے۔ اپنی کتاب ”انجامِ آتم“ مطبوعہ ۱۸۹۶ء میں میاں غلام فرید جشتی چاچڑاں علاقہ بہاولپور کا نام اپنے مکذبین اور مکفرین کی فہرست میں درج کرنے پر اتر آئے۔

## شیخ الجامعہ کا بیان

تاہم قادیانی مبلغین عوام کی بے خبری سے فائدہ اٹھا کر سن ۱۸۹۶ء سے کئی سال بعد تک بھی عوام کے دُورِ خواجہ صاحبؒ کے سابقہ مکتوب کی مطبوعہ نقول پیش کر کے کہتے رہے کہ دیکھتے ٹھک کے اتنے بڑے نامور پیر بھی مرزا صاحب کی تحسیری بیعت میں شامل ہیں۔ چونکہ اس ملک کے لوگ عام طور پر مشائخِ طریقت کے ساتھ بہت عقیدت رکھتے ہیں۔ اس لیے اس بات کا بہت اثر ہوا۔ اور قادیانی جماعت کا یہ حربہ بہت حد تک کامیاب رہا۔ یہاں تک کہ علمائے اسلام کو جا بجا جلے کر کے اس کا تذکرہ کرنا پڑا۔ جناب مولینا غلام محمد شیخ الجامعہ بہاول پور کا بیان ہے کہ حضرت خواجہ صاحبؒ کے وصال کے کئی سال بعد میری تحریک پر اُن کی خانقاہ شریف پر ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کر کے ملک کے طویل و عرض کے بڑے بڑے علماء اور فضلاء نے قادیانیت کی تردید میں تفت ریریں جن میں میں بھی شامل تھا۔ علماء کی ایک جماعت کے ساتھ جلسے میں شمولیت کی غرض سے سفر کرتے ہوئے ریلوے اسٹیشن خانپور جکشن پر ایسا معلوم ہوا جیسے حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی روح مبارک اظہارِ خوشنودی کے طور پر موجود ہے کہ ہم اُن کی ذات پر سے ایک بہتانِ عظیم کے دُور کرنے کی مساعی کر کے اچھا اقدام کر رہے ہیں۔ یہ کیفیت واپسی سفر میں بھی خانپور ریلوے اسٹیشن تک قائم رہی۔

## مشائخ کے ساتھ فرضی بیانات منسوب کرنا

ابستدانی ایام میں قادیانی صاحبان نے اس ملک کے کئی دیگر مشہور مشائخ کی طرف بھی اس قسم کے بیانات منسوب کیے تھے۔ چنانچہ مولوی عبد اللہ غزنوی اور اُن کے پیر صاحب کے ساتھ مرزا صاحب نے ایسی پیش گوئیاں منسوب کی ہیں جن میں اُن حضرات کا مرزا صاحب کے مبعوث ہونے کے متعلق پیش گوئی کرنا ظاہر کیا ہے۔ جو تحقیق پر سب کی سب فرضی اور غلط ثابت ہو چکی ہیں۔ اسی قسم کی ایک خود ساختہ داستانِ ڈاکٹر بشارت احمد قادیانی لاہوری نے اپنی کتاب ”مجددِ اعظم“



جلد دوم میں حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کی طرف بھی منسوب کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ہمارے حضرت (مرزا صاحب) کے ایک مرید نے قادیان پہنچ کر بیان کیا کہ پیر صاحب گولڑہ شریف نے قادیان کی طرف منہ کر کے اپنی قبا کے بند کھول دیئے۔ اور فرمایا کہ مجھے قادیان کی طرف سے عشق الہی کی ٹھنڈی ہوا آرہی ہے (فلا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم)

## قادیانی دعوت نامہ اور حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کا جواب

مرزا صاحب کا ایک مطبوعہ دعوت نامہ ان کے پیر مولوی عبدالکریم سیالکوٹی نے حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کی خدمت میں بھیجا۔ دعوت نامہ کا مضمون یہ تھا کہ میں مسیح موعود ہوں اور خدائے تعالیٰ کی طرف سے احیائے دین اور عروج اسلام کے لیے مامور کیا گیا ہوں۔ آپ اس مشن میں میری اعانت کریں حضرت نے جواب میں لکھوا یا کہ میں آپ کو مسیح موعود اور مامور من اللہ نہیں مانتا۔ آپ اپنی توجہ حسب سابق غیر مسلموں کے ساتھ مناظرات اور تبلیغ اسلام پر مرکوز رکھیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔

## مشیخ طریقت کو پیچ

مرزا صاحب عوام الناس پر مشیخ طریقت اور سجادہ نشینوں کے ہمہ گیر اثر سے بخوبی واقف تھے اس لیے ان کی انتہائی کوشش رہی کہ کسی نہ کسی طرح کوئی درویش صفت اور سادہ لوح گدی نشین، ان کے حلقہ ارادت میں شامل ہو جائے اور ان کے مشن کو تقویت پہنچے لیکن اس میں ان کو کامیابی نہ ہوئی۔ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ جہاں تک ایمان و عقائد کا تعلق ہے بزرگان دین کی کم علم اولاد بھی اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہتی ہے۔ اس لیے جب ہر طرف سے مایوسی ہوئی تو ایام صلح میں مرزا صاحب نے مشیخ پر یہ طریق ذیل اپنا غبار نکالا :-

”اس وقت زیرِ سقمت نیلگوں بیج متنفس قدرت نثار دک لافِ برابری با من زند۔ من آشکارے گویم و ہرگز باک ندارم اسے اہالیان اسلام، درمیان شما جماعتی می باشد کہ گردن بدعویٰ محدثیت و مفسریت برے فرزند و طائفہ اند کہ از نازش ادب پا بر زمین نگذارند و گروہ ہے اند کہ دم بلند از خدا شناسی زند و خود را چشتی و قادری و نقشبندی و شہروردی و چہا چہا سے گویند۔ اس جملہ طوائف را نزد من بیارید“

یعنی اس وقت آسمان کے نیچے کسی کی مجال نہیں جو میری برابری کی لاف مار سکے۔ میں اعلانیہ اور بلا کسی خوف کے کہتا ہوں کہ اُسے مسلمانو! تم میں بعض لوگ محدثیت اور مفسریت کے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں اور بعض ازراہ ناز زمین پر پاؤں بھی نہیں رکھتے اور کئی خدا شناسی کا دم مارتے ہیں۔ اور چشتی اور قادری اور نقشبندی اور شہروردی اور کیا کیا کہلاتے ہیں۔ ذرا ان سب کو میرے سامنے تولاؤ۔

## شمس الہدایت کا طلوع

جب مرزا صاحب اور ان کے نئے مذہب کا زیادہ چرچا ہوا اور ظاہرین لوگ متاثر ہونے لگے تو علماء کی درخواست پر حضرت قبلہ عالم قدس سرہ اس طرف متوجہ ہوئے اور باطنی ارشادات کی تعمیل میں ۱۳۱۶ھ یعنی ۱۹۰۰-۱۸۹۹ء عرمہ شعبان و رمضان المبارک میں اوراد و اشغال روزمرہ سے کچھ وقت بچا کر، ایک رسالہ بعنوان شمس الہدایت فی اثبات حیات المسیح نفی عبد الجبار کا تب الخداد



”چودھویں صدی زوالپنڈی کو قلمبند کرایا جو رمضان شریف ہی میں طبع ہو کر سارے ہندوستان کے علماء و مشائخ میں تقسیم کر دیا گیا۔ اور ایک کاپی بذریعہ رجسٹری مرزا صاحب کو بھی قادیان میں ارسال کر دی گئی۔“

اس کتاب میں حضرت قبلہ عالم قدس سترہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر زندہ اٹھائے جانے اور قیامت کے قریب بحمدِ عنصری زمین پر نازل ہو کر اسلام کی نصرت کا باعث ہونے کو شہدائے کریم اور صحیح احادیث سے ثابت فرماتے ہوئے، اُمتِ اسلامیہ کے اجماعی اور متفق علیہ عقائد میں سے قرار دیا ہے۔ نیز ثابت کیا ہے کہ اُن کی موت اور اُن کے مشیل کے دنیا میں بطور مسح موعود آنے کے قادیانی عقائد غلط اور باطل ہیں۔ ”شمس الہدایت“ کے آغاز میں آپ نے مرزا صاحب کی ”ایام الصلح“ والی تعلق کے متعلقہ میں اُن سے کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے معنی دریافت کیے ہیں۔ اس موضوع کی تفصیل، اس کتاب کے باب تصانیف میں صفحہ ۵۲ پر ماحشیہ میں درج کی گئی ہے۔

## قادیان میں تسک

”شمس الہدایت“ کے مندرجات، منقولات اور معقولات اور اس کے مؤلف رحمۃ اللہ علیہ کی خدا داد علمی و عارفانہ شہرت اور عوامی عقیدت ایسی چیزیں نہ تھیں جس سے قادیان میں تہلکہ نہ مچ جاتا۔ مرزا صاحب کے حواریوں نے خود لکھا ہے کہ کتاب کا شائع ہونا تھا کہ ملک کے طول و عرض میں ایک شور مچا ہو گیا۔ خصوصاً کلمہ طیبہ کے معانی کے سوال پر علماء اسلام بھی دنگ رہ گئے۔ طبقہ علماء میں ”شمس الہدایت“ کی قدر دانی کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ اہل حدیث کے پیشوا مولوی عبدالحجبت رغر نوری نے اس کے مطالعہ کے بعد حضرت کو مندرجہ ذیل خط تحریر کیا۔

## مولوی عبدالحجبت رغر نوری کا خط

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝ مجمع خیرات و برکات، منبع حسنات و فیوضات، حضرت پیر  
مہر شاہ صاحب، لازال للدين والاسلام ناصرًا وللالحاد والزندقة كاسرًا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ  
وبرکاتہ۔ بعد از سلام مسنون و ادعیہ اجابت مقرون، معروض خاطر انوار مظاہر آنکہ ہر چند لغائے جسمانی و ملاقات  
ظاہری بحکم الامور مرتبہ نہ باوقاتہ بالفعل در زاویہ تعطیل و ناجیہ تاویل است، مگر تعارف روحانی یوم میشتاق  
بحکم الارواح جنود مجتہدہ ۱۱ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا اِثْلُکَ وَمَا تَنَاکَرَ مِنْهَا اِخْتَلَفَ ۱۲ موجب الفتن  
مورد محبت است۔ کتاب شمس الہدایت در رد ملاحدہ و ہر روز نادقہ عصر خذ لہم اللہ از نظر احقر گذشت، از  
مطالعہ اش حظ وافر و خیر ظاہر برداشتم۔ کثر اللہ تعالیٰ امثالکم و نور بالکم و جعل الی کل خیر ما لکم۔  
رسالہ فارسی آل مکرّم راخان و تشنہ بانم (ترجمہ)۔ ہر چند ظاہری ملاقات نہیں ہوئی مگر روز میشتاق  
کار و حانی تعارف بصدق حدیث شریف ۱۳۔ موجب محبت ہے۔ کتاب شمس الہدایت کے مطالعہ سے  
میں نے حظ وافر و خیر ظاہر حاصل کیا ہے۔ آپ کے فارسی رسالہ کے مطالعہ کا اشتیاق ہے،  
یہاں فارسی رسالہ سے مراد حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کی کتاب تحقیق الحق ہے۔

## حکیم نور الدین کے بارہ سوالات

۲۰۔ فروری سنہ ۱۹۰۰ء کو حکیم نور الدین نے حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کو ایک خط بھیجا جس میں بارہ سوالات درج تھے اور لکھا تھا کہ ”مجھے جناب کے ساتھ بڑا احسن غن تھا۔ اور قریب تھا کہ میں خود حاضر ہوتا لیکن اس اثنائیں جناب کی کتاب دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ جس میں جناب بالکل مولویوں اور منطقیتوں کے رنگ میں جلوہ گر ہوئے ہیں اور صوفیوں کے مشرب کی ذرہ بھر بھی جھلک نہیں دی۔ سبحان اللہ! میں نے بارہا سنا کہ جناب فتوحات مکیہ کے خواص ہیں مگر کتاب میں صفحہ ۴۴ تک صرف ایک جگہ شیخ اکبر کا ذکر“۔ حکیم صاحب کے کچھ سوالات تو تفسیر ابن جریر اور تاریخ کبیر بخاری کے حوالہ جات کی نسبت تھے کہ آیا اس زمانہ میں یہ ناپسند کتابیں آپ کے کتب خانہ میں ہیں؟ اور تفسیر ابن جریر کی مثل پانچ چھ تفسیروں کے نام دریافت کیے تھے۔ باقی سوالات کا خلاصہ یہ ہے:

سوال ۳۔ کلی طبعی جناب کے نزدیک موجود فی الخارج ہے یا نہیں تشخص متشخص کا میں ہے یا غیر؟

سوال ۴۔ تجدد امثال کا مسئلہ صحیح ہے یا غلط؟

سوال ۵۔ زید، عمر یا نور دین جزئیات انسانیہ اس محسوس مبصر جسم عنصری کا محد و نام ہے یا وہ کوئی اور چیز ہے جس کے لیے یہ جسم بطور لباس ہے؟

سوال ۶۔ انبیاء و اولیاء، انواع ذنوب و خطایا سے محفوظ نہیں یا ہیں۔ کتاب یا سنت سے کوئی قوی دلیل چاہیے۔

سوال ۷۔ الہام و کشف درویش صالحوں کیا چیز ہیں۔ ان سے ہم فائدہ اٹھا سکتے ہیں یا نہیں؟

سوال ۱۰۔ عقل، قانون قدرت، فطرت کہاں تک مفید ہیں یا شریعت کے سامنے اس قابل نہیں کہ ان کا نام لیا جائے۔ تعارض عقل و نقل کے وقت کونسی راہ اختیار کی جائے؟

سوال ۱۱۔ تصحیح احادیث روایت کو دیکھ کر آج کل ہم اور آپ بھی کر سکتے ہیں یا نہیں؟

سوال ۱۲۔ تفسیر بالرائے اور متشابہات کے کیا معنی ہیں؟

اور ایک سوال بعض احادیث مندرجہ شمس الہدایت کے استخراج کے متعلق تھا۔

## حضرت کے جوابات

خط کے پہنچتے ہی حضرت نے جواب تو لکھوا دیا مگر اپنے علماء کے اس مشورہ کے تحت روانہ کیا کہ مبادا ان کی اشاعت سے شمس الہدایت میں مندرجہ سوالات کے جواب سے ہی جواب مل جائے۔ مگر جب ۲۴ اپریل کے اخبار الحکم قادیان میں عدم جواب کا شکوہ شائع ہوا تو آپ نے وہ جواب بھجوا دیا حکیم صاحب کے خط اور حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کے جواب کی نقول، آپ کی کتاب سیف چشتیائی میں شائع ہو چکی ہیں۔ جوابات کی شان دلالت اور فریق مخالف کے متحیرانہ سکوت کا لطف تو کچھ ان کے مطالعہ ہی سے آسکتا ہے۔ البتہ دھپسی کے لیے ان میں سے چند جوابات کا اختصار یہاں بھی دیا جاتا ہے۔

حضرت نے تفسیر ابن جریر کی مثل چھ کی بجائے سولہ تفسیروں کے نام تحریر فرمائے اور لکھا کہ تفسیر ابن جریر مولوی محمد غازی آپ کو بالمشافہ دکھلا سکتے ہیں اور چونکہ تفسیر کبیر بخاری کا ذکر درمنثور کے حوالہ میں آیا ہے۔ لہذا اس کی دستیابی کا سوال اس کے مصنف طلحہ سیوطی سے ہونا چاہیے۔



جواب نمبر ۳۔ مکی طبعی کے متعلق فرمایا کہ میرے نزدیک اس کا منشا موجود فی الخارج ہے۔ اور تشخص میں شخص ہے مگر عواض بھی لزوم فی التفتق سے بہرہ یاب ہیں۔

جواب نمبر ۴۔ تجدید امثال کا مسئلہ میرے نزدیک صحیح ہے مگر تجدید شہودی وحدۃ سیالہ کو منافی نہیں جو بدلتے ہوئے ترتیب احکام عرفیہ کے لیے۔  
جواب نمبر ۵۔ جزئیات انسانیہ، ماہیت معروضہ کا نام ہے۔ وجودات خاصہ ہوں یا عداوت خاصہ یا دونوں سے مغایر اجسام ملتی جلتی، یا برزخی یا حشری، زید کے مسمیٰ میں نہایت ہی دخل ہے۔ فقط روح مجرد کے لیے بمنزلہ لباس ہیں۔ ہاں بطریق مجاز مرسل کہی ماہیت کی جز پر بھی بولے جاتے ہیں۔ یہاں پر لحاظ قرآن میں قتل و صلب نہایت ضروری ہے۔

جواب نمبر ۶۔ انبیاء و رسل ان النور ذنوب خطایا سے جو شان نبوت کے منافی ہوں، معصوم و مأمون ہیں۔ ورنہ امر بالاتباع کیسے متصور ہو سکتا ہے۔ آیات قرانیہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ اور لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ اور ان عبادی لیس لک علیہم سلطان اور فیکسب اللہ ما یتقی الشیطان اس چیز پر دلالت کر رہی ہیں۔ اولیائے کرام بعد فائے اتم، بشارت مذکورہ میں داخل ہیں اصالۃ اور تبعیت کا فرق ہے۔  
جواب نمبر ۷۔ الہام و کشف و روایا صالِحہ منجملہ شعب ایمانیہ سے ہیں اور ان کا معیار صحت و فساد، کتاب و سنت سے مطابقت ہے۔  
جواب نمبر ۸۔ عقل اور قانون قدرت جو استقر بمناقص سے عبارت ہے، ان کا اعتبار محدود ہے تاوقتیکہ نص مخالف قطعی الدلالت شارع سے وارد نہ ہو معلوم ہوا کہ اسی تحریر نے آپ کو مرزا صاحب کے قدموں میں جھکایا ہے۔ مگر پھر بھی عقدہ کشائی نہ ہوئی۔  
جواب نمبر ۹۔ تصحیح احادیث روایت کو دیکھ کر آج کل آپ اور ہم بغیر جرح و تعدیل من السلف نہیں کر سکتے۔

اس سوال کا اور اگلے سوال یعنی تفسیر بالرائے کا جواب ذرا طویل ہے۔

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ، جواب کی ترسیل میں توقف کے متعلق فرماتے ہیں :-

جواب کی اشاعت میں حضرت سائل کی کسر شان کا بھی نہایت ہی خیال تھا اور ہے۔ یہاں تو پہلے ہی سے کچھ نہ ہونے کے سوا اور کچھ نہیں۔ لہذا میں نے آپ کے مکاتیب شریفہ اشاعتیہ کے جواب میں اپنے مایہ قصور اور لاعلمی کو پیش کیا تھا مگر پرنچا حکم نے جو آج میری نظر سے گزرا ہے اس کی نامنظوری بیان فرمائی۔ اب اگر فضلاء عصر و علمائے دہر کلام جانہین کے ملاحظہ کے بعد داد و انصاف فرمائیں تو یہ نیاز مستند علماء و فقہاء معذور سمجھا جائے گا۔

نیز فتوحات مکیہ کے طرز کے جواب میں فرماتے ہیں :-

غریب نواز، فتوحات مدنیہ نے (علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام) جو منشا ہیں فتوحات مکیہ کے لیے، آپ کے سامنے کیا وقت اور دست درپائی کہ میں قول شیخ اکبر قدس سرہ کو پیش کرتا کیا سینکڑوں احادیث صحیحہ کا ٹی نہیں گئیں۔ کیا اس قطع و برید کی شہادت مرزا صاحب کا الہام، جواز الہ اوہام کے صفحہ ۷ پر باریک قلم سے تحریر ہے انہیں دے رہا ہے۔

حکیم نور الدین پر صرف ایک سوال جو تشنہ جواب ہی رہا

خاتمہ جواب پر حضرت تحریر فرماتے ہیں :-

”مجھے بہ خیالِ شانِ آپ کے بہت افسوس ہے کہ جناب سے ایسے سوالات سرزد ہوں بھمتِ انبیاء اور عدم وقوعِ خطانی الامرِ التبلیغی میں تو تردد ہو مگر مرزا صاحب کی عصمت اور عدم امکانِ خطانی التبلیغ بھی متیقن بہ سبحان اللہ، مولانا، آپ کے اخلاق کریمانہ سے اُمید کرتا ہوں کہ تشریحِ حقیقتِ منجرہ سے ذرا آپ بھی ممنون فرمادیں گے۔ والسلام خیر ختام۔

اس خط و کتابت کو جناب مولیٰ سنا عاقظ محمد غازی نے بصورتِ اشتہار شائع کر دیا اور جب حضرت کے جوابات نے ملک کے گوشہ گوشہ میں پہنچ کر علماء و فضلاء سے تحریری و تقریری خراجِ تحسین حاصل کیا اور عوام کی طرف سے شمسُ الہدایت کے جواب کا مطالبہ زور پکڑ گیا تو مرزا صاحب نے جوش میں آکر حضرت کو مناظرہ کی دعوت دی۔ مگر اُس میں یہ نہیں کہا کہ آئیے، میرے جن عقائد اور دعاوی سے آپ کو اور تمام عالمِ اسلام کو اختلاف ہے یعنی وفاتِ مسیح، میرا مثیلِ مسیح اور مسیح موعود ہونا، لا مہدی الاصلیٰ میری غلطی بروزی بلکہ مستقل نبوت، میرے متعلق انکارِ پرستوں کا خارج از اسلام ہونا اور دجالِ شخصی اور جہادِ سیفی کی تردید وغیرہ کے متعلق میرے ساتھ مباحثہ کر لیں تاکہ حق واضح ہو جائے اور میرے مشن کی راہ میں جو رکاوٹیں ہیں دور ہو جائیں۔ بلکہ اس بات کی دعوت دی کہ آؤ میرے ساتھ عربی زبان میں تفسیر نویسی کا مقابلہ کر لو۔

## مرزا صاحب کی طرف سے تحریری مناظرہ کی دعوت

چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی نے ۲۲ جولائی ۱۹۰۰ء کو مندرجہ ذیل اشتہار جاری کر کے حضرت قبلہ عالمِ قدس سرہ کو عربی میں تفسیر نویسی کے مقابلہ کا چیلنج دیا:-

پیر مہر علی شاہ صاحب گوڑوی، جو سخت کذاب ہیں اُن کے ساتھ ایک طریقِ فیصلہ، مع اُن علماء کے جن کے نام ضمیمہ اشتہار ہذا میں درج ہیں:-

یہ صاحب، جن کا نام عنوان میں درج ہے یعنی مہر علی شاہ صاحب ضلع راولپنڈی کے سجادہ نشینوں میں سے ایک بزرگ ہیں۔ وہ اپنی رسمی مشیخت کے غرور سے اس خیال میں لگے ہوئے ہیں کہ کسی طرح اس سلسلہ آسمانی کو مٹا دیں۔ چنانچہ اسی غرض سے اُنہوں نے دو کتابیں بھی لکھی ہیں جو اس بات پر کافی دلیل ہیں کہ وہ علمِ قرآن اور حدیث سے کیسے بے برہ اور بے نصیب ہیں۔ اور چونکہ ان لوگوں کے خیالات بالکل پست اور محدود ہوتے ہیں اس لیے وہ اپنے تمام ذخیرہ لغویات میں ایک بھی ایسی بات پیش نہیں کر سکے جس کے اندر کچھ روشنی ہو معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ صرف اس دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں کہ بعض حدیثوں میں لکھا ہے کہ مسیح موعود

حاشیہ اشتہار:- پنجاب اور ہندوستان کے سجادہ نشین یہ غدر پیش نہیں کر سکتے کہ ہم تو جاہل اور علمِ قرآن اور علمِ عربیت سے بے برہ اور بے نصیب ہیں۔ پھر تفسیرِ قرآن مجید اور بلاغتِ عربیت میں کیا مقابلہ کریں۔ کیونکہ اگر وہ جاہل ہیں تو لوگوں سے بیعت لیتے کیوں ہیں اور مراتبِ سلوک میں مرتبہ کشف القرآن کیوں رکھا ہوا ہے۔ ماسوا اس کے کہ جب یہ مقابلہ خوارقِ عادات کے طور پر ہے تو علم کی ضرورت ہی کیا ہے۔ کشف اور الہام سے کام لیں جس کا دعویٰ ہے۔ (مند)



آسمان سے نازل ہوگا۔ حالانکہ کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کسی اور کسی زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چڑھ گئے تھے یا کسی آخری زمانہ میں جسم عنصری کے ساتھ نازل ہوں گے۔ اگر لکھا ہے تو کیوں ایسی حدیث پیش نہیں کرتے۔ ناحق نزول کے لفظ کے اُسے معنی کرتے ہیں۔ خدا کی کتابوں کا یہ قدیم محاورہ ہے کہ جو خدا کی طرف سے اُس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ آسمان سے نازل ہوا دیکھو انجیل یوحنا باب آیت ۳۸۔ اور اسی راوی کی طرف اشارہ ہے۔ سورہ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِيْ ذٰلِكَ الْقَدْرِ میں اور نیز آیت ذِکْرًا تَسْوَلٰیہِ یٰٰکِن عوام جو جسمانی خیال کے ہوتے ہیں وہ ہر ایک بات کو جسمانی طور پر لیتے ہیں۔ یہ لوگ خیال نہیں کرتے کہ جیسے حضرت مسیح ان کے زعم میں فرشتوں کے ساتھ آسمان سے اُتریں گے۔ ایسا ہی ان کا یہ بھی تو عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی فرشتوں کے ساتھ آسمان پر گئے تھے بلکہ اس جگہ تو ایک براق بھی ساتھ تھا۔ مگر کس نے آنحضرت کا چڑھنا اُترنا دیکھا اور نیز فرشتوں اور براق کو دیکھا؟ ظاہر ہے کہ منکر لوگ معراج کی رات میں نہ دیکھ سکے کہ فرشتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان پر لے گئے اور نہ اُترتے دیکھ سکے۔ اس لیے انہوں نے شور مچا دیا کہ معراج جھوٹ ہے۔ اب یہ لوگ جو ایسے مسیح کے منتظر ہیں جو آسمان سے فرشتوں کے ساتھ اُترتا نظر آئے گا یہ کس قدر خلاف سنت اللہ ہے۔ سید الرسل تو آسمان پر چڑھتا یا اُترتا نظر نہ آیا تو کیا مسیح اُترتا نظر آجائے گا لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ کیا ابوبکر صدیقؓ نے سید المرسلین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مع فرشتوں کے معراج کی رات میں آسمان پر چڑھتے یا اُترتے دیکھا؟ یا عمر فاروقؓ نے اس مشاہدہ کا فخر حاصل کیا؟ یا علی المرتضیٰؓ نے اس نظارہ سے کچھ حصہ لیا؟ پھر تم کون اور تمہاری حیثیت کیا کہ مسیح موعود کو آسمان سے مع فرشتوں کے اُترتا دیکھو گے۔ خود قرآن ایسی روایت کا کذب ہے۔

سوائے مسلمانوں کی نسل، ان خیالات سے باز آجاؤ۔ تمہاری آنکھوں کے سامنے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوئے اور کسوف و خسوف تم نے رمضان میں دیکھ لیا اور صدی میں سے بھی سترہ برس گزر گئے۔ کیا اب تک مفاسد موجودہ کی اصلاح کے لیے مجدد پیدا نہ ہوا۔ خدا سے ڈرو اور خدا اور خدا سے باز آجاؤ۔ اُس غیور سے ڈرو جس کا غضب کھا جانے والی آگ ہے۔ اور اگر ہر علی شاہ اپنی ضد سے باز نہیں آتے تو میں فیصلہ کے لیے ایک سہل طریقہ پیش کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ قرآن شریف سے یہ ثابت ہے کہ جو لوگ درحقیقت خدا تعالیٰ کے راست باز بندے ہیں اُن کے ساتھ تین طور سے خدا کی تائید ہوتی ہے۔

۱۔ اُن میں اور اُن کے غیر میں ایک فرق یعنی ماہ الامتیاز رکھا جاتا ہے۔ اس لیے مقابلہ کے وقت بعض امور غارقِ حادث اُن سے صادر ہوتے ہیں جو حریفِ مقابل سے صادر نہیں ہو سکتے جیسا کہ آیت وَیَجْعَلُ لِّکُمْ

حاشیہ: اس تحقیق سے ثابت ہے کہ اس علامت کا منتظر ہونا کہ جب مسیح موعود کا دعویٰ کرنے والا آسمان سے اُترتا نظر آئے گا تب ہی ہم اُس کو قبول کریں گے سخت حماقت ہے۔ بلاشبہ ایسا مشاہدہ محال ہے اور اگر جائز ہوتا تو ضرور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات میں چڑھتے اور اُترتے دکھائی دیتے۔ پس جو امر محال سے معلق ہے وہ بھی محال اور باطل ہے۔ (منہ)

فَرْقَانَا اِس کی شاہد ہے۔

۲۔ اِن کو علمِ معارفِ قرآن دیا جاتا ہے اور غیر کو نہیں دیا جاتا جیسا کہ آیت لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ اِس کی شاہد ہے۔

۳۔ اِن کی دُعائیں اکثر قبول ہو جاتی ہیں اور غیر کی اِس قدر نہیں ہوتیں جیسا کہ آیت اُذْ عُوْنِي اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِس کی گواہ ہے۔ سو مناسب ہے کہ لاہور میں جو صدر مقام پنجاب ہے، صادق اور کاذب کے پرکھنے کے لیے ایک جلسہ قرار دیا جائے اور اِس طرح پرچہ سے مباحثہ کریں کہ قرعہ اندازی کے طور پر قرآن شریف کی کوئی سورت نکالیں اور اِس میں سے چالیس آیت یا ساری سورت (اگر چالیس آیت سے زیادہ نہ ہو) لے کر فریقین یعنی یہ عاجز اور مہر علی شاہ صاحبِ اول تو یہ دُعا کریں کہ یا الہی ہم دونوں میں سے جو شخص تیرے نزدیک راستی پر ہے اُس کو تو اِس جلسہ میں اِس سورت کے حقائق اور معارف فصیح اور بلیغ عربی میں میں اِس جلسہ میں لکھنے کے لیے اپنی طرف سے ایک رُوحانی قوت عطا فرما اور رُوح القدس سے اِس کی مدد کر۔ اور جو شخص ہم دونوں فریق میں سے تیری مرضی کے مخالف اور تیرے نزدیک صادق نہیں ہے اُس سے یہ توفیق چھین لے اور اُس کی زبان کو فصیح عربی اور معارفِ قرآنی کے بیان سے روک لے تاکہ لوگ معلوم کر لیں کہ تو کس کے ساتھ ہے اور کون تیرے فضل اور تیری رُوح القدس کی تابعدار سے محروم ہے۔ پھر اِس دُعا کے بعد فریقین عربی زبان میں اِس تفسیر کو لکھنا شروع کریں۔ اور یہ ضروری شرط ہوگی کہ کسی فریق کے پاس کوئی کتاب موجود نہ ہو اور نہ کوئی مددگار اور ضروری ہوگا کہ ہر ایک فریق چھپکے چھپکے بغیر آواز نہ سنانے کے اپنے ہاتھ سے لکھے تاکہ اِس کی فصیح عبارت کے سننے سے دوسرے فریق کسی قسم کا اقتباس یا سرقت نہ کر سکے۔ اور اِس تفسیر کے لکھنے کے لیے ہر ایک فریق کو پورے سات گھنٹے مُہلت دی جائے گی اور زانو بہ زانو لکھنا ہوگا نہ کسی پردہ میں۔ ہر ایک فریق کو اختیار ہوگا کہ اپنی تسلی کے لیے فریقِ ثانی کی تلاشی کر لے۔ اِس احتیاط سے کہ وہ پوشیدہ طور پر کسی کتاب سے مدد نہ لیتا ہو اور لکھنے کے لیے فریقین کو سات گھنٹہ کی مُہلت ملے گی مگر ایک ہی جلسہ میں اور ایک ہی دن میں اِس تفسیر کو گواہوں کے

علامہ شہناشاہ پیر مہر علی شاہ اپنی کتاب شمس الہدایت کے صفحہ ۸۱ میں یہ لاف زنی کر چکے ہیں کہ قرآن شریف کی سمجھ اِن کو عطا کی گئی ہے۔ اگر وہ اپنی کتاب میں اپنی جہالت کا اقرار کرتے اور فقر کا بھی دم نہ مارتے تو اِس دعوت کی کچھ ضرورت نہیں تھی۔ لیکن اب تو وہ اِن دونوں کمالات کے مدعی ہو چکے ہیں۔

نذارو کہے باتو نا گفستہ کار

ولیکن چوں گفتی دلیلش سبب (منہ)

۴۔ یاد رہے کہ ہر ایک نبی یا رسول یا محدث جو نشانِ اتمامِ محبت کے لیے پیش کرتا ہے وہی نشانِ خدا تعالیٰ کے نزدیک معیارِ صدق و کذب ہوتا ہے۔ اور منکرین کی اپنی درخواست کے نشانِ معیار نہیں ٹھہر سکتے۔ گو ممکن ہے کہ کبھی شاذ و نادر کے طور پر ان میں سے بھی کوئی بات قبول کی جائے کیونکہ خدا تعالیٰ اُن ہی نشانوں کے ساتھ محبت پوری کرتا ہے جو خود بغرضِ تمدی پیش کرتا ہے یہی سنت اللہ ہے۔ (منہ)



رُوبر دُختم کرنا ہوگا اور جب فریقین لکھ چکیں تو وہ دونوں تفسیریں بعد دستخط تین اہل علم کو جن کا اہتمام حاضری و انتخاب پیر مرہ علی شاہ صاحب کے ذمہ ہوگا سنائی جائیں گی۔ اور اُن ہر سہ مولوی صاحبان کا یہ کام ہوگا کہ وہ حلفاً یہ رائے ظاہر کریں کہ ان دونوں تفسیروں اور دونوں عربی عبارتوں میں سے کون سی تفسیر اور عبارت تائید روح القدس سے لکھی گئی ہے۔ اور ضروری ہوگا کہ ان تینوں عالموں میں سے کوئی نہ اس عاجز کے سلسلہ میں داخل ہو، اور نہ ہر علی شاہ کا مُرید ہو۔ اور مجھے منظور ہے کہ پیر مرہ علی شاہ اس شہادت کے لیے مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی عبد الجبب انغرٹوی اور مولوی عبداللہ پرونیس لہوری کو یا تین اور مولوی منتخب کریں، جو اُن کے مُرید اور پیرو نہ ہوں۔ مگر ضروری ہوگا کہ یہ تینوں مولوی صاحبان حلفاً اپنی رائے ظاہر کریں کہ کس کی تفسیر اور عربی عبارت اعلیٰ درجہ پر اور تائید الہی سے ہے لیکن یہ حلف اس حلف سے مشابہ ہونی چاہیے جس کا ذکر قرآن میں قذفِ محسنات کے باب میں ہے جس میں تین دفعہ قسم کھانی ضروری ہے اور دونوں فریق پر یہ واجب اور لازم ہوگا کہ ایسی تفسیر جس کا ذکر کیا گیا ہے کسی حالت میں سبیلِ ورق سے کم نہ ہو اور ورق سے مُراد اس اوسط درجہ کی تقطیع اور قلم کا ورق ہوگا جس پر پنجاب اور ہندوستان کے صد ہا قرآن شریف کے نسخے چھپے ہوئے پائے جاتے ہیں۔ پس اس طرز کے مباحثہ اور اس طرز کے تین مولویوں کی گواہی سے اگر ثابت ہو گیا کہ درحقیقت پیر مرہ علی شاہ صاحب تفسیر اور عربی نویسی میں تائید یافتہ لوگوں کی طرح ہیں اور مجھ سے یہ کام نہ ہو سکا یا مجھ سے بھی ہو سکا مگر انہوں نے بھی میرے مقابلہ پر ایسا ہی کر دکھایا تو تمام دنیا گواہ رہے کہ میں اقرار کروں گا کہ حق پیر مرہ علی شاہ کے ساتھ ہے اور اس صورت میں یہ بھی اقرار کرتا ہوں کہ اپنی تمام کتابیں جو اس دعویٰ کے متعلق ہیں جلاؤں گا اور اپنے تئیں معذور اور مردود سمجھ لوں گا۔ میری طرف سے یہی تحریر کافی ہے جس کو میں آج بہ ثبوت شہادت میں گواہوں کے اس وقت لکھتا ہوں۔ لیکن اگر میرے خُدا نے اس مباحثہ میں مجھے غالب کر دیا اور مرہ علی شاہ صاحب کی زبان بند ہو گئی، نہ وہ فصیح عربی پر قادر ہو سکے اور نہ وہ حقائق و معارفِ سورۃ قرآنی میں سے کچھ لکھ سکے، یا یہ کہ اس مباحثہ سے انہوں نے انکار کر دیا تو ان تمام صورتوں میں ان پر واجب ہوگا کہ وہ توبہ کر کے مجھ سے بیعت کریں اور لازم ہوگا کہ یہ اقرار صاف صاف لفظوں میں بذریعہ اشتہار دس دن کے عرصہ میں شائع کر دیں۔

میں مکرر لکھتا ہوں کہ میرا غالب رہنا اسی صورت میں مقصور ہوگا جب کہ مرہ علی شاہ صاحب بجز ایک ذیل اور قابلِ شرم اور رکیک عبارت اور لغو تحریر کے کچھ بھی لکھ نہ سکیں اور ایسی تحریر کریں جس پر اہل علم تھوکیں اور نفرت کریں، کیونکہ میں نے خُدا سے یہی دُعا کی ہے کہ وہ ایسا ہی کرے اور میں جانتا ہوں کہ وہ ایسا ہی کرے گا اور اگر مرہ علی شاہ صاحب بھی اپنے تئیں جانتے ہیں کہ وہ مومن اور مُستجاب اللہ عوات ہیں تو وہ بھی ایسی دُعا کریں اور یاد رہے کہ خُدا تعالیٰ اُن کی دُعا ہرگز قبول نہیں کرے گا۔ کیونکہ وہ خُدا کے مانور اور مُرسل کے دشمن ہیں۔ اس لیے آسمان پر اُن کی عزت نہیں۔

عبداللہ شاہ۔ یہ اس شرط سے کہ مولوی محمد حسین وغیرہ اس دعوت سے گریز کر جاتیں جو ہمیشہ اشتہار ہذا میں دلچ ہے۔ (منہ)  
۱۔ کافی ہوگا جو بیس ورق کا اندازہ اُس مُشرعِ آن کے ساتھ کیا جائے جو حال میں مولوی نذیر احمد خان صاحب دہلوی نے چھپوایا ہے۔ (منہ)



غرض یہ طریق فیصلہ ہے جس سے تینوں علامتیں مست ذکرہ بالا جو صادق کے لیے قرآن میں ہیں ثابت ہو جائیں گی۔ یعنی فی البدیہہ عربی نویسی سے جس کے لیے بحر ایک گھنٹہ کے سوچنے کے لیے موقع نہیں دیا جائے گا۔ فریق غالب کا وہ ماہ الامتیاز ثابت ہوگا جس کا نام فرقان ہے اور قرآنی معارف کے لکھنے سے وہ علامت متحقق ہو جائے گی جو آیت لَا یَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ کا منشا ہے۔ اور دعا کے قبول ہونے سے جو پیش از مقابلہ فریقین کریں گے، فریق غالب کا حسب آیت اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ، مومن مخلص ہونا بپایہ ثبوت پہنچے گا۔ اور اس طرح پر یہ اُمت تفرقہ سے نجات پائے گی۔ چاہیے کہ اس اشتہار کے وصول کے بعد جس کو میں رجسٹری کر کر بھیجوں گا۔ مہر علی شاہ صاحب دس دن تک اپنی منظوری سے مجھے اطلاع دیں لیکن ضروری ہوگا کہ یہ اطلاع ایک پچھپے ہوئے اشتہار کے ذریعہ سے ہو جس پر میرے اشتہار کی طرح بیس معزز لوگوں کی گواہی ہو اور بحالت مغلوبیت اپنی بیعت کا اقرار بھی درج ہو۔

یاد رہے کہ مقام بحث بحر لاہور کے کہ جو مرکز پنجاب ہے اور کوئی نہ ہوگا اور ایک ہفتہ پہلے مجھے بذریعہ رجسٹری شدہ خط کے اطلاع دینا ہوگا تا اُسی جگہ حاضر ہو جاؤں۔ اگر میں حاضر نہ ہوا تو اُس صورت میں بھی میں کاذب سمجھا جاؤں گا۔ انتظام مکان جلسہ پر صاحب کے اختیار میں ہوگا۔ اگر ضرورت ہوگی تو بعض پولیس کے افسر بلا لیے جائیں گے۔ ہذا اما ارا فی بقی رب السموات العلی۔ فادعوا یا قترنی علی بصیرۃ من ربی ولعنة الله علی من تخلف منا اوائی۔ والسلام علی من اتبع الهدی۔ تعالوا الی کلمۃ سواہ بیننا و بینکم واتقوا الله الذی یسمع و یرئ۔

المستہر خالسا مریزا غلام احمد از قادیان۔ ۲۰ جولائی ۱۹۰۸ء

گواہ شہد

مولوی حکیم نور الدین صاحب۔ مولوی محمد احسن صاحب امروہی۔ مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی۔ مولوی محمد علی صاحب ایم اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ مولوی حکیم فضل الدین صاحب بھیروی۔ مرزا خدابخش صاحب نواب محمد علی خان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ حکیم شاہ نواز صاحب راولپنڈی۔ ماسٹر مولوی شیر علی صاحب بی۔ اے۔ مڈل ماسٹر ہائی سکول تعلیم الاسلام قادیان۔ صاحبزادہ پیر افتخار احمد صاحب لدھیانوی۔ صاحبزادہ پیر سراج الحق صاحب جمالی نعمانی سراوی اولاد چار قطب۔ میر ناصر نواب صاحب گورنمنٹ پشندو پٹی حال قادیان۔ ماسٹر عبدالرحمن صاحب ایف ک۔ سیکنڈ ماسٹر ہائی سکول قادیان۔ سید فضل شاہ صاحب ٹھیکیدار۔ مولوی غلام علی صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ ضلع حلیم مولوی قطب دین صاحب کمپونڈر شفا خانہ قادیان۔ مولوی محمد فضل صاحب چنگوی۔ مولوی عبداللہ صاحب کٹھیری۔ مولوی حافظ احمد اللہ خان صاحب مدرس ہائی سکول قادیان۔ مولوی قاضی سید امیر حسین صاحب مدرس۔ شیخ عبدالرحیم صاحب سپرنٹنڈنٹ بورڈنگ قادیان

غائب ہائے۔ دس دن تک پیر مہر علی شاہ صاحب کی طرف سے اشتہار کا شائع ہو جانا ضروری ہے۔ لیکن یہ لحاظ مہمہ اس اشتہار کے تمام علماء کی اطلاع کے لیے مقابلہ اشاعت اشتہار سے ٹھیک ٹھیک ایک مہینہ بعد ہوگا۔ (منہ) ۸۔ اگر پیر صاحب تجویز مکان سے دشکس ہوں تو پھر یہ تجویز میرے ذمہ ہوگی۔ (منہ)



## نقلِ ضمیمہ اشتہارِ دعوت

اشتہارِ دعوت کے ساتھ ضمیمہ اشتہار منقولہ ذیل شامل تھا۔

ضمیمہ اشتہارِ دعوت

پیر مہر علی شاہ صاحب گوڑوی

پیر مہر علی شاہ صاحب کے ہزار ہا مُردِ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ علم میں اور حقائق و معارفِ دین میں اور علومِ ادبیہ میں اس ملک کے تمام مولویوں سے بڑھ کر ہیں۔ اسی وجہ سے میں نے اس امتحان کے لیے پیر صاحب موصوف کو اختیار کیا ہے کہ تا اُن کے مقابلہ سے خدا تعالیٰ کا وہ نشان ظاہر ہو جائے جو اُس کے مُرسِلین اور مأمورین کی ایک خاص علامت ہے لیکن ممکن ہے کہ اس ملک کے بعض علماءِ ناسخ کی شغنی سے یہ خیال کریں کہ ہم قرآن شریف کے جاننے اور زبانِ عربی کے علمِ ادب میں پیر صاحب موصوف پر فوقیت رکھتے ہیں۔ یا کسی آسمانی نشان کے ظاہر ہونے کے وقت یہ فُذرِ پیش کر دیں کہ پیر صاحب موصوف کا مغلوب ہونا ہم پر محبت نہیں ہے۔ اور اگر ہمیں اس مُقتابلہ کے لیے بلایا جاتا تو ضرور ہم غالب آتے۔ اس لیے قرینِ مصلحت معلوم ہوا کہ ان تمام بزرگوں کو بھی اس مُقابلہ سے باہر نہ رکھا جائے اور خود ظاہر ہے کہ جس قدر مقابلہ کرنے والے کثرت سے میدان میں آئیں گے اُسی قدر الٰہی نشان کی عظمت بڑی قوت اور سطوت سے ظہور میں آئے گی اور یہ ایک ایسا زبردست نشان ہوگا کہ آفتاب کی طرح چمکتا ہوا نظر آئے گا اور ممکن ہے کہ اس سے بعض نیک دل مولویوں کو ہدایت ہو جائے اور وہ اس الٰہی طاقت کو دیکھ لیں جو اس عاجز کے شامل حال ہے۔ لہذا اس ضمیمہ کے ذریعہ سے نخبِ اب اور ہندوستان کے تمام اُن مولویوں کو مدعو کیا جاتا ہے جو یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ علمِ تفسیرِ قرآن اور عربی کے علمِ ادب اور بلاغت فصاحت میں سرآمدِ روزگار ہیں مگر شرائطِ ذیل کی پابندی ضروری ہوگی۔

اس مقابلہ کے لیے پیر مہر علی صاحب کی بہر حال شمولیت ضروری ہوگی کیونکہ خیال کیا گیا ہے کہ وہ علمِ عربی اور قرآنِ دانی میں ان تمام مولویوں سے بزرگ اور افضل ہیں۔ لہذا کسی دوسرے مولوی کو صرف اس حالت میں قبول کیا جائے گا۔ کہ جب پیر مہر علی شاہ صاحب اس دعوت کو قبول کر کے بذریعہ کسی چھپے ہوئے اشتہار کے شائع کر دیں کہ میں مقابلہ کے لیے تیار ہوں۔ یا مقابلہ کرنے والے علماء کی ایک ایسی جماعت پیش کریں جو چالیس سے کم نہ ہو۔ ہاں ضروری ہوگا کہ دوسرے مولوی صاحبوں کے لیے وقت اور گنجائش نکالنے کے لیے پیر صاحب موصوف مباحثہ کے لیے ایک مہینہ سے کم تاریخ مقرر نہ کریں۔ تا اس مدت تک باور کرنے کی وجہ پیدا ہو جائے کہ ان تمام مولویوں

ٹھاسیہ ضمیمہ اشتہار :-

پیر مہر علی شاہ صاحب پر یہ فرض ہوگا کہ اگر وہ اپنے تئیں مردِ میدان سمجھیں تو اشتہارِ ہذا کی اشاعت کی تاریخ سے یعنی اُس روز سے جو بذریعہ رجسٹری اشتہارِ ہذا اُن کو پہنچے، دس روز کے اندر اپنی تیاری مقابلہ اور قبولِ شرائط سے ہیں اور پبلک کو اطلاع دیں۔ (منہ)

کو پیر مہر علی شاہ صاحب کے اشتہار سے اطلاع ہو گئی ہے۔ پہلے میں نے ایک ہفتہ مقرر کیا تھا۔ مگر اب اس لحاظ سے اس قدر تھوڑی میعاد عام اطلاع کے لیے کافی نہیں۔ ہاں ضروری ہوگا کہ اس اشتہار کے شائع ہونے کے بعد پیر صاحب موصوف دس دن کے اندر اس دعوت کے قبول کے بارہ میں ایک عام اشتہار شائع کر دیں۔ اور بہتر ہوگا کہ پانچ ہزار کاپی چھپوا کر بذریعہ چند نامی مولوی صاحبان پنجاب و ہندوستان میں اس معرکہ مباحثہ کی عام شہرت دے دیں۔

۲۔ دوسری شرط یہ ہوگی کہ مقام مباحثہ لاہور ہوگا جو صدر مقام پنجاب ہے اور تجویز مکان پیر صاحب کے ذمہ ہوگی لیکن اگر وہ اپنے اس اشتہار میں جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے، تجویز مکان اپنے ذمہ نہ لیں تو پھر یہ تجویز میرے ذمہ ہوگی اور کچھ حرج نہیں تمام کرایہ مکان مباحثہ کا میں ہی دوں گا۔

۳۔ تیسری یہ شرط ہے کہ یہ بحث صرف دن میں ہی ختم ہو جائے گی۔ اور ہر ایک شخص مقابل کو سات گھنٹے تک لکھنے کی مُلت ملے گی۔

۴۔ چوتھی یہ شرط ہے کہ جس قدر اس مقابلہ کے لیے مولوی صاحبان حاضر ہوں گے اُن کے لیے ہرگز جائز نہ ہوگا۔ کہ ایک دوسرے کو کسی قسم کی مدد کریں، نہ تحریر سے نہ تقریر سے نہ اشارات سے۔ بلکہ ضروری ہوگا کہ ہر ایک صاحب ایک مناسب فاصلہ پر ایک دوسرے سے دُور ہو کر بیٹھیں اور ایک دوسرے کی تحریر کو نہ دیکھ سکیں اور جو شخص ایسی حرکت کرے وہ کمرہ مقابلہ سے فی الفور نکال دیا جائے گا اور ضروری ہوگا کہ ہر ایک صاحب اپنے ہاتھ سے ہی لکھے۔ ہرگز جائز نہ ہوگا کہ آپ بولتا جائے اور دُوسرا لکھتا جائے، کیونکہ اس صورت میں اقتباس اور استراق کا اندیشہ ہے۔

۵۔ ضروری ہوگا کہ ہر ایک صاحب جب اپنے مضمون کو تمام کر لیں جو کم سے کم حسب ہدایت اشتہار ہذا میں درج کیا ہوگا جس میں کوئی عبارت اُردو کی نہیں ہوگی بلکہ خالص عربی ہوگی تو اس کے نیچے اپنے پورے دستخط کریں اور اُسی وقت ایک ایک نقل اس کی مع دستخط اور نیز مع ایک تصدیقی عبارت جو بدیں مضمون ہو کہ نقل ہذا مطابق اصل ہے اس عاجز کے حوالہ کر دیں۔ اور یہ میرا بھی فرض ہوگا کہ میں بھی بعد اخذ تمام نقول کے ایک نقل اپنی تحریر کی بعد ثبت دستخط پیر مہر علی صاحب کو دے دوں۔ یہ میرے ذمہ نہیں ہوگا کہ ہر ایک صاحب کو ایک ایک نقل دوں۔ کیونکہ اس تھوڑے وقت میں ایسا ہونا غیر ممکن ہے کہ میں مثلاً پچاس مولویوں کے لیے پچاس نقلیں اپنے ہاتھ سے لکھ کر دوں۔ ہاں ہر ایک مولوی صاحب کو اختیار ہوگا کہ وہ اپنے لیے ایک ایک نقل میرے مضمون کی پیر مہر علی شاہ صاحب سے لے کر خود لکھ لیں۔ مگر یہ اُس وقت ہوگا جب اپنے مضمون کی نقل مجھے دے چکیں۔

۶۔ ہر ایک شخص اپنا اپنا مضمون بعد لکھنے کے آپ سناے گا یا اختیار ہوگا کہ جس کو وہ پسند کرے وہ سنا دے۔

۷۔ اگر سنانے کے لیے وقت کافی نہیں ہوگا تو جائز ہوگا کہ وہ مضمون دُوسرے دن سنا دیا جائے۔ مگر یہ ضروری شرط

حاشیہ ضمیمہ اشتہار

۸۔ یہ میرا بھی فرض ہوگا کہ میں بھی اپنے ہاتھ سے لکھ کر دوں اور جائز ہوگا کہ میں اپنا فرض پورا ادا کر کے دُوسروں کی نگرانی کے لیے کسی دُوسرے کو مقرر کر دوں اور یہی اختیار مخالفین کو ہوگا۔ (منہ)



ہوگی کہ سنانے سے پہلے اُسی دن اور اُسی وقت جب کہ وہ بالمقابل تحریر ختم کر چکے ہوں ایک نقل بعد ثبت دستخط مجھ کو دے دیں اور جائزہ ہوگا کہ نقل دینے کے بعد اُس مضمون پر کچھ زیادہ کریں یا اصلاح کریں۔ اور سہو نسیان کا کوئی عذر سنا نہیں جائے گا اور اس شرط کا ہم میں سے ہر ایک پابند ہوگا۔

۸۔ تمام مضامین سنانے کے بعد تین مولوی صاحبان جن کو پیر مہر علی شاہ صاحب تجویز کریں گے۔ اُس قسم کے تین مرتبہ مکت کے ساتھ جو قدتِ محسنات کے بارے میں قرآن شریف میں مندرج ہے اپنی رائے ظاہر کریں گے۔ کہ کیا یہ تمام مولوی صاحبان مقابل میں غالب رہے یا مغلوب رہے اور وہ رائے منقطع ہو کر دُہی آخری فیصلہ ہمارا اور ہمارے اندرونی مخالفوں کا قطعی طور پر قرار دیا جائے گا۔

۹۔ نویں شرط یہ ہے کہ اگر الٰہی رُعب کے نیچے آکر پیر مہر علی شاہ صاحب اس مُقابلہ سے ڈر جائیں اور دل میں ایسے نہیں کاذب اور ناحق پر سمجھ کر گریز اختیار کر لیں تو اُس صورت میں یہ جائز نہیں ہوگا کہ دوسرے مولویوں میں سے صرف ایک یا دو شخص مُقابلہ کا اشتہار دیں۔ کیونکہ ایسا مُقابلہ بے فائدہ اور محض تضييع اوقات ہے۔ وجہ یہ کہ بعد میں دوسرے مولویوں کے لیے یہ عذر بنا رہتا ہے کہ مُقابلہ کرنے والے کیا چیز اور کیا حقیقت تھے یا جاہل اور بے علم تھے۔ اندازہ ضروری شرط ہوگی کہ اس حالت میں جب کہ پیر مہر علی شاہ صاحب اپنے مُریدوں کو دریائے ندامت میں ڈال کر بھاگ جائیں اور اپنے لیے کنارہ کشی کا داغ قبول کر لیں تو کم سے کم چالیس نامی مولویوں کا ہونا ضروری ہے جو میدان میں آنے کی درخواست کریں۔ اور ہمیں منظور ہے کہ وہ اُن میں سے ہوں جن کے نام ذیل میں لکھے جائیں گے یا اس درجہ کے اور مولوی صاحبان باہم مل کر اشتہار دیں کہ جو چالیس سے کم نہ ہوں اور اس صورت میں اُن سے بے پابندی شرائط مذکورہ بالا مُقابلہ کیا جائے گا۔

۱۰۔ اگر اشتہار ہذا کے شائع ہونے کی تاریخ سے جو ۲۲ جولائی ۱۹۰۷ء ہے۔ ایک ماہ تک نہ پیر مہر علی شاہ صاحب کی طرف سے اس میدان میں حاضر ہونے کے لیے کوئی اشتہار نکلا اور نہ دوسرے مولویوں کے چالیس کے مجمع نے کوئی اشتہار دیا تو اس صورت میں یہی سمجھا جائے گا کہ خدا تعالیٰ نے اُن سب کے دلوں میں رُعب ڈال کر ایک آسمانی نشان ظاہر کیا۔ کیونکہ سب پر رُعب ڈال کر سب کی زبان بند کر دینا اور اُن کی تمام شیخیوں کو کچل ڈالنا، یہ کام بجز الٰہی طاقت کے کسی دوسرے سے ہرگز نہیں ہو سکتا۔ وتلك عشرة كاملة من الاشراط التي ادنا ذکرھا۔

اب میں ذیل میں اُن حضرات مولوی صاحبان کے نام لکھتا ہوں جو اس مُقابلہ کے لیے بشرطِ شمولیت پیر مہر علی شاہ صاحب یا بشرطِ مجمع چالیس بلائے گئے ہیں اور اگر ان کے سوا اہل پنجاب اور ہندوستان میں سے یا اُن عربوں میں سے جو نزیل برٹش انڈیا ہوں۔ اس ملک کے کسی گوشہ میں اور مولوی صاحبان موجود ہوں

حاشیہ ضمیمہ اشتہار

۱۔ اگر بعض مولوی صاحبان جو لاہور سے کسی قدر فاصلہ پر رہتے ہیں۔ یہ عذر پیش کریں کہ ہم بوجہ ناداری لاہور پہنچ نہیں سکتے تو مناسب ہے کہ وہ بطور قرضہ انتظام کرایہ سفر کر کے لاہور پہنچ جائیں۔ اگر فحیاب ہو گئے تو میں کل کرایہ آمد و رفت اُن کا دے دوں گا۔ (منہ)



جو کذب ہوں تو وہ بھی اس اشتہار میں ایسے ہی مدعو ہیں جیسے یہ لوگ ہیں۔ اور حضرات موصوفین کے نام یہ ہیں:-

چھپاسی علماء کے اسماء کی فہرست

مولوی محمد صاحب لدھیانہ، مولوی عبدالعزیز صاحب برادر مولوی محمد لدھیانہ، مولوی محمد حسین رئیس لدھیانہ، مولوی مشتاق احمد انبیٹھوی مدرس لدھیانہ، مولوی شاہ دین مفتی لدھیانہ، مولوی معتمد دین مردہ والا۔ ڈاک خانہ کوٹ مومن ضلع شاہ پور، مولوی عبداللہ چکڑالوی معرفت میاں محمد چٹولاہور، مولوی غلام حسین سیالکوٹ، مولوی محمد خلیل احمد انبیٹھہ ضلع سہارن پور، مولوی شاہ محمد حسین صابری محبت الہی سنبھل مراد آباد، مولوی نذیر احمد خان دہلوی سابق ڈپٹی کلکٹر سرکار نظام حیدر آباد، مولوی عبداللطیف امروہی مدرس اودھے پور، میواڑ۔ راجپوتانہ، مولوی دلی محمد جالندھری ساکن تپارہ، قاضی عبدالقدوس چھاؤنی بنگلور، مولوی شیخ عبداللہ ساکن چک عمر تحصیل کھاریاں ضلع گجرات، مولوی محمد حسین مفتی ساکن امروہہ، محلہ طانا۔ ضلع مراد آباد، یو۔ پی، مولوی عبدالغفار مفتی ریاست گوالیار، مولوی عبداللہ محلہ کھڈہ کراچی، مولوی احمد حسن مدرس پانواڑی، امروہہ۔ ضلع مراد آباد، مولوی قاسم شاہ سیٹھی جھٹلاہور، محبت صاحب لکھنؤ، مولوی عنایت علی شیعہ سامانہ، ریاست پٹیالہ، مولوی سکندر صاحب شہر میسور، مولوی لطف اللہ قاضی القضاہ حیدر آباد، مولوی نذیر حسین انبیٹھہ، سہارن پور، مولوی عبداللہ سجادیہ شین گڑھی پٹانان، ضلع راولپنڈی، مولوی محمد حسین موضع بھین تحصیل کچوال ضلع جہلم، مولوی ثناء اللہ امرتسری، مولوی کلیم اللہ مچھیانہ، گجرات، مولوی محمد اسحاق اجراوری پٹیالہ، مولوی نذیر حسین دہلوی یاجس کوڈہ اپنا دیل بنائیں، مولوی تھکف حسین دہلوی، مولوی کریم اللہ محلہ بارہ، صدر بازار۔ دہلی، مولوی فضل دین گجرات، پنجاب، مولوی عبدالوہاب امام مسجد صدر دہلی، علماء مذہب لکھنؤ، جس عالم کو اپنا دیل بنائیں، مولوی منشی سلیمان ملازم ریاست پٹیالہ مؤلف غایت المرام، مولوی یحییٰ الزمان شاہ جہان پور یادواں کا جو عالم بھی ہو، مولوی محمد صدیق دیوبندی حال مدرس پھر ایوں مراد آباد، مولوی محمد شفیع قصبہ رام پور ضلع سہارن پور، مولوی محمد شبلی نعمانی سابق پروفیسر علی گڑھ کالج، مولوی دیدار علی مسجد اترہ ریاست الوری، شیخ خلیل الرحمن سرسادیہ سہارن پور سجادیہ نشین چار قطب ہانسوی، مولوی نظام الدین قاضی مالیر کوٹہ، شیخ اللہ بخش تونسوی سنگھ مرچ جماعت علماء، مولوی عبداللہ ٹوکی پروفیسر، قاضی ظفر الدین پروفیسر، مولوی عبدالحکیم پروفیسر، مولوی عبداللہ ساکن جلو خلیفہ پیر علی شاہ صاحب گولڑوی، مولوی غلام محمد کچوال ضلع جہلم، مولوی ابراہیم آره، مولوی محمد حسین بٹالوی، مولوی شیخ حسین عرب میانی بھوپال، مولوی اصغر علی پروفیسر حمایت اسلام لاہور، مولوی محمد بشیر بھوپال، مولوی عبدالحق رامتسر، مولوی احمد اللہ امرتسر، مولوی رسل بابا امرتسر، مولوی عبدالحق مفتی تفسیر حقانی دہلی، مولوی عبدالحق امرتسر، مولوی عبدالواحد امرتسر، مولوی منہاج الدین کوٹ، منشی الہی بخش ٹنم بذریعہ اہام تفسیر لکھیں، مولوی احمد ساکن سکندر پور۔ ہزارہ، مولوی رشید احمد گنگوہی ضلع سہارن پور، قاضی امیر عالم ساکن سکندر پور۔ ہزارہ، مولوی الطاف حسین عالی پانی پتی، مولوی ابوالخیر نقشبندی خانقاہ شریف حضرت مرزا جانان خاص دہلی، مولوی احمد علی واسطہ سابق مدرس مدرسہ اسلامیہ سہارن پور حال مدرسہ اسلامیہ میرٹھ، ملا مائی نوشہرہ پشاور، مولوی عبداللہ وزیر آبادی جس عالم دنیا کو منتخب کریں، قاضی سلطان محمود آئی او ان گجرات، مولوی غلام محمد بگد والا شہر لاہور، مولوی محمد ذکریا انجمن حمایت اسلام لاہور، مولوی غلام محمد ملازم انجمن نعمانیہ لاہور، مولوی غازی خان گولڑہ۔ راولپنڈی، مولوی غلام رسول قلیال۔ گوجر خان، مولوی مفتی غلام محی الدین۔ گڑھا۔ ڈاک خانہ ڈوبیل، مولوی عبدالسمیع رام پوری حال ملازم شیخ الہی بخش رئیس میرٹھ، مولوی محمود حسن مدرس اول مدرسہ دیوبند، مولوی احمد حسن گنج پوری صابری۔ جامعہ مسجد دہلی، مولوی احمد حسن ایڈیٹر اخبار شعبہ ہند میرٹھ، مولوی عبدالغفار جہان خیلان ضلع پشاور، مولوی عبدالرحمن چھوہری ضلع ہزارہ، مولوی فقیر محمد عزیز ترنواہ ضلع ہزارہ،



شیخ نظام الدین سجادہ نشین شاہ نیاز صاحب خاص بریلی۔

## المشتہر خاکسار

مرزا غلام احمد از قادیان ۲۰ جولائی ۱۹۰۸ء

مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان (یہ اشتہار ۲۰ x ۲۶ کے ۱۴ صفحات پر ہے)  
(مؤلف :- مستدرجہ بالا فرست میں برصغیر پاک و ہند کے اُس وقت کے قریباً تمام مشہور بزرگانِ دین اور علمائے کرام کے اسماء گرامی آگئے ہیں جو بقید حیات تھے۔ اور جب یہ خیال آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دینِ برحق کی مدافعت اور خدمت کے لیے ان تمام بزرگان و اکابرینِ اسلام میں سے صرف حضرت قبلہ عالم قدس سترہ ہی کو منتخب فرما کر سب کی طرف سے شرفِ نمائندگی بخشا تو بے ساختہ زبان سے نکلتا ہے :-  
اِی سعادت بزورِ بازو نیست  
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

## نقلِ اشتہارِ جوابِ دعوت

گولڑہ شریف میں مرزا صاحب کا یہ اشتہار دعوت ۲۵ جولائی ۱۹۰۸ء کو موصول ہوا۔ اور حضرت قبلہ عالم قدس سترہ نے اُسی روز منقولہ ذیل اشتہارِ جوابِ دعوت بمع ضمیمہ مطبع اخبار چودھویں صدی "راولپنڈی میں بھو اکرا گئے ہی روز ملک میں شائع کروادیا۔ مرزا صاحب کی خواہش کے مطابق پانچ ہزار کاپیاں چھپوائی گئیں ان میں سے مرزا صاحب کو بذریعہ رجسٹرڈ پوسٹ اور علمائے کرام مندرجہ اشتہارِ دعوت کو اور پنجاب و ہندوستان، صوبہ سرحد اور افغانستان کے بہت سے دیگر علمائے و فضلاء کو بھی، دستی اور بذریعہ ڈاک روانہ کر دی گئیں۔ تمام ملک کے اخبارات میں بھی اس دعوتِ مناظرہ اور جوابِ دعوت کی اطلاعات نشر کر دی گئیں۔ جس سے ہر جگہ خاصی دلچسپی پیدا ہو گئی۔

## حضرت مولینا پیر مہر علی شاہ صاحب قدس سترہ کا جوابِ دعوت

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ وحدۃ والصلوة والسلام علی من لا نبی بعدہ وآلہ وعترتہ۔

اما بعد۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا اشتہار مورخہ ۲۰ جولائی ۱۹۰۸ء آج اس نیاز مند علمائے کرام و مشائخِ عظام کی نظر سے گزرا۔ مجھ کو دعوتِ معاصرہ لاہور مع شرائطِ مجوزہ مرزا صاحب بے پروہیم منظور ہے۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ مرزا صاحب بھی میری ایک ہی گزارش کو بہ سلکِ شرائطِ مجوزہ منسلک فرمائیں۔ وہ یہ ہے کہ مذہبی مسیحیت و ہندویت و رسالتِ لسانیِ تقریر سے بشافہ حضارِ جلسہ اپنے دعویٰ کو بپا یہ ثبوت پہنچا دیں۔ بجواب اُس کے نیاز مند کی معروضاتِ عدیدہ کو حضراتِ حاضرینِ خیال فرما کر اپنی رائے ظاہر فرمائیں گے۔ مجھ کو شہادت و رائے قینوں علمائے کرام مجوزہ مرزا صاحب (یعنی مولوی محمد حسین صاحب ٹالوی

مولوی عبدالباق صاحب غزنوی و مولوی عبداللہ صاحب ٹوکی پروفیسر لاہوری کے قبول کرنے میں کچھ عذر نہ ہوگا۔ بعد ازاں اس کے کہ مرزا صاحب اپنے دعویٰ کو بہ پایہ ثبوت نہیں پہنچا سکے، مرزا صاحب کو بحیثیتِ توبہ کرنی ہوگی۔

بعد اس کے عقائد معدودہ مرزا صاحب میں جن میں جناب ساری اُمت میں منفرد ہیں بحث تحریری اظہار رائے ہو کر، مرزا صاحب کو اجازت مقابلہ تحریری کی دی جائے گی۔ یہ وہ شرط ہے کہ جناب کے دعویٰ اور تحقیق حق کے لیے عند العلاء مقنعنی بالطبع ہے۔

ظاہر ہے کہ تیز نویسی اور قافیہ سنجی کو بعد بطلان مضامین کے کچھ بھی وقت اور عظمت نہیں۔ حقیقت مضامین کا محفوظ رہنا عیارانِ صداقت کے لیے نہایت مہتمم بالشان ہے۔ اظہار حقیقت بغیر اس طریق کے متصور ہی نہیں۔ کیونکہ مرزا صاحب کے حقائق و معارف قرآنیہ سے تو ان کی تصانیف بھری ہوئی ہیں۔ اور وہی جناب کے دعویٰ کو عدم حقیقت کی وجہ سے دھبہ لگا رہے ہیں۔ علمائے کرام کی تحریرات اور اہل دینت فہم کامل کی تقریرات اس پر شاہد ہیں تیز نویسی چونکہ بروز میسوی و بروز محمدی سے بالکل اجنبی اور برطرف ہے لہذا اس کو مؤخر رکھا جائے گا۔ اس شرط کی منظوری سے مع تاریخ مقررہ کے مشرف فرماویں۔ نہایت ممنون ہو کر حاضر ہو جاؤں گا۔ قانونِ فطرت اور کرات و مرات کا تجربہ مع شہادت (وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا) کے پیش گوئی کر رہا ہے کہ آپ کو عین وقت بحث میں الہام سکونی ہو جاوے گا۔ آپ فرمائیں اس کا کیا علاج ہوگا۔

اپنے اشتہار میں اس الہام ضروری الوقوع کا مستثنیٰ نہ فرمانا صاف شہادت دے رہا ہے۔ کہ ایسے الہامات عندیہ اور اپنے اختیاری ہیں ورنہ در صورتِ منجانب اللہ ہونے کے کیونکر زیرِ لحاظ نہ ہوں اور مستثنیٰ نہ کیے جاویں۔ یہ بھی ماننا کہ منجانب اللہ ہیں تو پھر ان پر تعمیل واجب ہوگی۔ مشائخ عظام اور علمائے کرام کو تشریف آوری سے بغیر از تضحیح اوقات و تکلیف بحث کیا حاصل ہوگا۔ لہذا عرض کرتا ہوں کہ شرق سے غرب تک ان بزرگواروں کو آپ کیوں تکلیف محض دیتے ہیں۔ فقط یہ ایک ہی نیاز مند ان کا حاضر ہو جائے گا۔ بشرطِ معروض الصدر نامنظوری شرط مذکور یا غیر حاضری جناب کی دلیل ہوگی آپ کے کاذب ہونے پر آپ فرماتے ہیں کہ شمس الہدایت کے صفحہ ۸۱ میں نیاز مند نے علم اور فقر میں لاف زنی کی ہے ناظرین صفحہ مذکور کے ملاحظہ فرمانے کے بعد انصاف فرما سکتے ہیں کہ آیا لاف زنی ہے اپنے بارہ میں یا تہذیب ہے بمقابلہ مہارت مثلاً اجماع کو رانہ "ضرب نادان"۔ "بے شرم"۔ "بے حیا"۔ "علمائے بیود" وغیرہ جو آپ نے اپنی کتب "ازالہ"۔ "آیام الصلح" میں دربارہٴ علماء سلف و خلف شکر اللہ سیم کے دیانت اور تہذیب سے لکھا ہے اور تفرّد فی فہم القرآن کا دعویٰ کیا ہے۔

آپ اس اشتہار کے صفحہ ۳ کے آخر میں باریک قلم سے لکھتے ہیں اگر وہ اپنی کتاب میں جہالت کا اقرار کرتے اور فقر کا بھی دم نہ مارتے تو اس دعوت کی کچھ ضرورت نہیں تھی الخ۔

لاف زنی کی کیفیت تو ناظرین کو ملاحظہ مذکورہ سے معلوم ہو جائے گی۔ بھلا آپ یہ تو فرمائیے کہ جب



آپ اپنی دعوت میں ماثور من اللہ ہیں تو پھر لاف زنی پر اس دعوت کی بسا ٹھہرائی قول بالمتنا قضین نہیں تو کیا ہے۔

مرزا صاحب، نیازمند کو مع علمائے کرام کے کسی قسم کا عناد یا حسد جناب کے ساتھ نہیں مگر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باعثِ انکار ہے۔ انصاف فرمادیں مثل مشہور کا مصداق نہ بنیں۔ (نالے چرتے نالے چتر)۔ ظاہر تو عشقِ محمدی اور مستِ آن کریم سے دم مارنا اور پردہ کیا بلکہ علانیہ تحریف کتاب و سنت کرنی اور پھر اس کمال پر یکتائی نہ رہنا بلکہ اوروں کو بھی اس کمال کے ساتھ ایمان لانے کی تکلیف دینا۔ بھلا پھر علماء کیسے خاموش بیٹھے رہیں۔ آپ اپنے اشتہار میں جو کچھ بہت زور و شور سے ارشاد فرمایا ہے ہیں۔ اگر بہ لحاظ اُس کے کچھ لکھا بھی جاوے تو داخلِ گستاخی اور موردِ عتاب اہل تہذیب نہیں ہو سکتا مگر تاہم لوگوں کی ہنسی سے شرم آتی ہے۔ اس سے زیادہ آپ کے اوقاتِ گرامی کی تفسیر نہیں کرتا ہوں۔ والسلام علی من اتبع الهدی وامن بخاتمة افضل الاولین والآخرین سیدنا ابی القاسم محمد المصطفیٰ وصدق بما جاء به من عند رب الارضین والسموات العلیٰ رَبَّنَا لَا تَوَاخِذْنَا اِنْ لَّيْسَ لَنَا اَوْ اَخْطَاْنَا وَصَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ وَادِّمْ عَلٰی مَنْ اَرِيْتَهُ الْآيَاتِ الْكُبْرٰی صَلَوةٌ تَسْتَجِیْبُ بِهَا دَعَاؤُنَا وَتَرْکٰی بِهَا نَفْسُنَا وَتَحِیِّیْ بِهَا قُلُوبُنَا وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

العبد الملتجئ الى الله

مہر علی شاہ از گولڑہ

۲۵۔ جولائی ۱۹۰۰ء

نوٹ۔ حسب الطلب یہ اشتہار بذریعہ رجسٹری ابلاغ ہے اور میں بروئے اختیار اشتہار دعوت ۲۵ اگست ۱۹۰۰ء بمقام لاہور مقرر کرتا ہوں۔ براہ مہربانی اب آپ تاریخ مقررہ پر تشریف لے آویں۔

گواہ شاہ دند

محمد فازی۔ مولوی حضرت میر معتمد صاحبزادگان خان ملا خان صاحب رئیس کابل۔ قاضی محمد زمان ساکن پٹی۔  
مولوی محمد۔ مولوی حبیب اللہ ساکن جلو۔ مولوی ہدایت اللہ۔ مولوی احمد دین ساکن بھوتی۔ مولوی محمد یوسف  
ساکن بھوتی۔ مولوی غلام ربانی ساکن بھوتی۔ مولوی سید حسن مدرس اول مدرسہ اسلامیہ پٹی۔ مولوی  
محمد اسماعیل گولڑہ۔ مولوی عبد اللہ شاہ ساکن گڑھی افغاناں۔ مولوی میر حمزہ ساکن بھوتی۔ مولوی محمد عثمان  
ساکن گولڑہ۔ مولوی فضل احمد ساکن سواں۔ مولوی منہاج الدین ساکن کوٹ نجیب اللہ۔ مولوی عبد المجید ساکن  
کوٹ نجیب اللہ۔ مولوی محبوب عالم ساکن گولڑہ۔ قاضی نواب ساکن کوٹ۔ مولوی بدر دین پوٹھواری

## نقل ضمیمہ اشتہار جواب دعوت

### ضمیمہ اشتہار جواب دعوت

محمد لا و نصلی علی رسولہ الکریم

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا اشتہار مورخہ ۲۰ جولائی سنہ ۱۹۰۰ء مشہورہ ۲۲ جولائی سنہ ۱۹۰۰ء جو حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب قدس سرہ کے پاس بذریعہ رجسٹری آج پہنچا ہے۔ اور جس میں وہ پیر صاحب کو مدعو کرتے ہیں کہ پیر صاحب اُن سے بشرائط ذیل (جن کو وہ خود ہی تجویز کرتے ہیں) اور جن کو میں مختصراً ذیل میں بغرض سہولیت منہم درج کرتا ہوں) مباحثہ کریں۔ مضمون مباحثہ قرآن کریم کی کوئی سورت یا کسی سورت کی چالیس آیتوں کی تفسیر ہوگا اور سورت بذریعہ فال یا قرعہ اندازی انتخاب کی جائے گی۔

۱۔ (۱) پیر صاحب دس روز کے اندر تاریخ رسیدگی اشتہار دعوت مرزا صاحب سے بذریعہ اشتہار مطبوعہ جس کی پانچ ہزار کاپیاں ہوں کل علمائے ہندوستان کو جن کے نام وہ آخر درخواست میں درج کرتے ہیں مطلع کر دیں۔ جلسہ میں پیر صاحب کی شمولیت ضروری ہوگی۔ اگر پیر صاحب بذریعہ اشتہار قبول دعوت کریں، یا چالیس اور علماء کی جماعت درخواست بذریعہ اشتہار کرے تو مرزا صاحب مباحثہ کریں گے۔

۲۔ (۲) مباحثہ بمقام لاہور ہوگا۔ مکان کی تجویز اور اہتمام پیر صاحب کے ذمہ ہوگا۔ بصورت انکار پیر صاحب، مرزا صاحب خود انتظام کریں گے۔

(۳) بحث ایک ہی روز میں ختم ہو جائے گی۔ اور ہر ایک شخص کو بالمقابل لکھنے کے لیے سات گھنٹہ تک

### حاشیہ ضمیمہ اشتہار :-

۱۔ اصل میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کا مشایہ ہے کہ اشتہار دعوت بھی مشہور ہو جائے اور معاملہ بھی وقوع میں نہ آوے۔ اس لیے ایسے ایسے علماء اور سجادہ نشین درج فرست کر دیئے ہیں جو بعض تو بوجہ علاقہ متعذرہ اپنا مکان نہیں چھوڑ سکتے اور بعض ملازم ہیں۔ بعض اس قدر بُعد مسافت اور کثرت اخراجات کی وجہ سے سخت متامل ہوں گے۔ مگر بہر حال جو ہو سو ہو فرست میں تو تعداد علماء صرف ۸۶ کس ہے معلوم نہیں پانچ ہزار کاپی کیوں مطلوب ہوئی۔ بہر حال اُن صاحبان کو کاپیاں پہنچانی جادیں گی۔ علاوہ برآں سبک کو بھی بذریعہ اشتہار مطلع کیا جائے گا۔ مہربانی کر کے آپ بھی اپنے اشتہار مطبوعہ ۲۰ جولائی سنہ ۱۹۰۰ء کی نقول اُن صاحبان کو پہنچادیں تاکہ اس بالمقابل درخواست کے سمجھنے میں آسانی ہو۔

۲۔ حضرت آپ خود ہی انتظام کریں، آپ کے لیے لاہور میں اہتمام کرنا بڑا آسان ہوگا۔ آپ لاہور سے قریب ہیں۔ آپ کے معتقدین بھی وہاں بہت ہیں۔ کرایہ ہم ادا کر دیں گے۔



۳۔ ٹہلت ملے گی۔

۴۔ (۴) اس مقابلہ کے لیے مولوی صاحبان جو حاضر ہوں گے اُن کو جائز نہ ہوگا کہ وہ ایک دوسرے مباحث کو اشارت سے یا تحریر و تقریر سے کسی طرح کی امداد دیوں بصورتِ انحراف شرط وہ مکروہ سے نکال دیے جاویں گے۔

۵۔ (۵) ضروری ہوگا کہ ہر ایک شخص کم از کم بیس ورق لکھے اور اس میں کل عبارت عربی ہو، اردو بالکل نہ ہو اور بعد اختتام مضمون ایک ایک نقل مطابق اصل بہ ثبت دستخط کامل فریق تحریر کنندہ کے دوسرے فریق کو دی جائے گی۔

(۶) بعد از تحریر ہر ایک شخص اپنا مضمون خواہ خود خواہ مختار اجلسہ عام میں سُنا دے گا۔

(۷) بعد ازاں کسی شخص کو اختیار نہ ہوگا کہ اُس مضمون میں کوئی ترمیم، اصلاح یا کمی بیشی کرے۔ نسیان کا عذر بھی مسموع نہ ہوگا۔

(۸) بعد ازاں مولوی صاحبان کو جن کو پیر صاحب تجویز کریں گے (مگر اب تو اس کی ضرورت ہی نہ رہی کیونکہ مرزا صاحب نے خود تین عالم یعنی مولوی محمد حسین بٹالوی، مولوی عبدالباقی اور مولوی عبداللہ پروفیسر لاہوری تجویز کر دیئے ہیں) اُن تحریرات پر اسے زنی کریں گے اور اُن کو تین مرتبہ کی حلف قذف محتاط کے ساتھ دے کر

حاشیہ ضمیمہ اشتہار

۳۔ مگر حضرت، نقل مطابق اصل کا زمانہ بھی محسوس کر لیں۔ کم از کم ۵ گھنٹے اُس میں بھی صرف ہوں گے آپ تو اُس روز کی نماز بخشوا لیں گے یا ایک ہی وقت جمع کر لیں گے پیر صاحب تو اُمت محمدی کے ایک فرد ہیں۔ اُن پر اور باقی علماء پر نماز موقت فرض ہے اور دیگر حوائج ضروریہ بھی ہیں۔ اُن کے واسطے وقت نکال لیجئے گا۔

۴۔ یہ کیا، آپ تو فرماتے ہیں کہ آپ الہی طاقت سے یہ مقابلہ یا مباحثہ (جو کچھ نام آپ رکھیں) کرتے ہیں یہ ایسی قیہ آپ کیوں لگاتے ہیں! الہی زور تو دنیاوی لوگوں سے مغلوب نہیں ہو کرتا، خواہ کتنی ہی تعداد مقابلہ میں آجائے۔ وَادْعُوا الشُّهَدَاءَ كَهُدُورٍ دُونَ اللَّهِ إِنَّ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔ جہلا یہ تو فرمادیجئے گا کہ اس قدر کثیر جماعت علماء کی جمع ہو کر کیا کرے گی۔ صبح سے شام تک بے آب و دانہ بیٹھ کر دو منشیوں کو یہ دیکھتی رہے گی کہ کس کا قلم زور سے چلتا ہے اور وہ کون سی دلچسپی ہے جس کے واسطے اور کون سا اور اہم علم ہے جس کی شہادت کے لیے آپ اس قدر علماء کو بصورتِ حاضری پیر صاحب طلب کرتے ہیں اور ایسی ہی بندش بکار ہے تو دو پولیس کنسٹیبل بلوائیجئے گا۔ وہ آپ دونوں کے سروں پر پہرہ دیں گے اور بعد میں جب مضامین طبع ہو کر علماء کو مل جاویں تو وہ فیصلہ کر دیں گے حلف تین چھوڑ دس دے لینا۔

۵۔ اس میں تو شک نہیں کہ آپ ضرور کپڑے ورق پور سے کر لیں گے۔ اگر نفس مضمون نصف اوراق پر ختم ہو جائے گا تو باقی ورق آپ علماء، علماء، انبیاء اور فریق مخالف کو گالیاں دے کر بھی پورے کر لیں گے۔ مگر حضرت ایک چوک تو ہو گئی کہ ورق کی تقطیع اور قلم کی موٹائی اور درآوردگی اور کشادگی خطا کا آپ نے ذکر نہیں کیا۔

دریافت کیا جاوے گا کہ کون سا مضمون تائید روح القدس سے لکھا گیا ہے اور وہ رائے قطعی ہوگی جو طبع کو اگر تقسیم بھی کی جاوے گی۔

(۹) اگر الہی رعب کے نیچے آکر پیر صاحب اس مقابلہ سے ڈر جاویں اور گریز اختیار کریں یا دس روز تک بذریعہ اشتہار مطبوعہ دعوت کی منظوری کا اعلان نہ کریں تو اس صورت میں جائز نہ ہوگا کہ دوسرے مولوی صاحبان میں سے ایک یا دو شخص مقابلہ کا اشتہار دیں۔ کیونکہ ایسا مقابلہ تضييع اوقات ہے۔ کیونکہ کم از کم چالیس نامی علماء اُس فہرست میں سے جو مرزا صاحب نے اپنے اشتہار میں دی ہے یا اور علماء کی ایسی جماعت جو مرزا صاحب کی مکتب ہے اور مرزا صاحب اُن سے بے علم ہیں، درخواست کریں تو مرزا صاحب بحث کریں گے۔

۱۔ اگر مرزا صاحب کے اشتہار کی تاریخ شیعہ سے جو ۲۳۔ جولائی ۱۹۰۷ء ہے ایک ماہ تک بغرض مقابلہ مرزا صاحب مذکور، پیر صاحب کی طرف سے اشتہار نہ نکلے اور نہ دوسرے مولوی صاحبان کے چارٹریٹڈ اشخاص کے مجمع سے تو اُس صورت میں سمجھا جاوے گا کہ آسمانی نشان نے اُن کی شیخیوں کو کچل ڈالا۔ یہ کام بجز الہی طاقت کے کسی دوسرے سے نہیں ہو سکتا ہے۔ و تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ۔ اس میں اُن علماء کو جنہیں مذکور کیا گیا ہے یہ وعدہ بھی دیا گیا ہے کہ جو صاحب بوجہ ناداری نہ آسکیں وہ قرضہ لے کر آجائیں اور اگر اُن کا فرق کامیاب ہو گیا۔ تو مرزا صاحب اُن کے مصارف ادا کر دیں گے۔ اس مباحثہ میں تین طور پر حُجَّت اُن کی تائید کرے گا۔

(i) بطور خرقِ عادت ایک یا چند امور مابہ الامتیاز جو مرزا صاحب میں پیدا ہو جائیں گے اور اُن کے مقابل میں نہیں ہوں گے۔

(ii) مرزا صاحب کو خاص طور پر اُن آیات قرآنی کے معارف و حقائق و دقائق کا علم دیا جائے گا مگر غیر کو نہیں۔

(iii) اُس کی دُعا اُس وقت قبول ہوگی اور اُس کے غیر کی نہیں۔

حضرت مرزا صاحب، یہ اشتہار تو کجا بوجہ واشتبہ کجا تاخیر کا مضمون ہے۔ کیا آپ کو یہ دعویٰ ہے کہ آپ بڑے کاتب، منشی اور بڑے فصیح و بلیغ عربی نویس ہیں یا آنکہ مجدد و مہدی و مسیح و مثیل محمدؐ۔ آپ اپنا دعویٰ ثابت کریں۔ یہ لت کیا سوجھ گئی ہے۔ آپ ذہور دین ہیں، ایک نصف جسم آپ کا تو مثیل مسیح ہے، دوسرا نصف مثیل محمدؐ۔ وہ ہر دو انبیاء علیہما السلام اُمّی تھے، لکھ پڑھ نہیں سکتے تھے، الا معترِ تھے۔ آپ مباحثہ تقریری کریں اور اُن کی سنت پر چلیں۔ ہم نے مانا کہ آپ چھاپہ خانہ کی مشین ہیں۔ پر اس سے کیا ہوتا ہے۔ خاک پتھر۔ باقی رہی معارف و حقائق قرآنی کی تفسیر، تو وہ حضرت سلامت ۱۸-۱۹ سال سے سنتے سنتے ہمارے کلیے دکان پک گئے۔ جن حقائق و معارف کو اب آپ بذریعہ الہام تفسیر فرمائیں گے وہ تو یہی یا اسی طرح کے ہی ہوں گے :- یعنی

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سورہ الزلزال کے معنی غلط سمجھے (ازالہ صفحہ ۱۲۸ پر مرزا صاحب لکھتے



ہیں کہ ہمارے علمائے جو ظاہری اس سورۃ کی تفسیر کی ہے کہ زمین کو آخری ایام میں سخت زلزلہ کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اور وہ ایسا زلزلہ ہوگا کہ تمام زمین اُس سے زیر و زبر ہو جائے گی۔ اور جو چیزیں اس میں ہیں وہ سب باہر آجائیں گی۔ اور انسان یعنی کافر لوگ زمین سے پوچھیں گے کہ تجھے کیا ہوا ہے تو وہ اُس روز باتیں کرتے ہوئے اپنا حال بتائے گی۔ یہ معنی اور تفسیر سر اسر غلط ہے۔

حالانکہ یہ معنی وہ ہیں جو افقہ الناس ابن عباسؓ نے آنحضرتؐ سے کہے ہیں اور ابن کثیرؒ درمنثور وغیرہ تصنیفات علامہ سیوطیؒ میں ہی درج ہیں۔

(۲) قرآن خدا کی کتاب اور میرے مُنہ کی باتیں ہیں (دیکھئے لیکھرام کی موت کی نسبت اشتہار ۱۵-۱۶ ج ۱۸۹ ص ۳ صفحہ ۳ کالم ۲ سطر ۳۳-۳۴)

(۳) فرشتے نفوس فلیکیہ و ارواح کو اکب کا نام ہے اور جو کچھ ہوتا ہے وہ سیارات کی تاثیر سے ہوتا ہے (توضیح مرام صفحہ ۳۳-۳۴ تا ۳۸ و ۶۷)

(۴) جبرائیلؑ کبھی زمین پر نہیں آئے نہ آتے ہیں (توضیح مرام ملخصاً صفحہ ۴۸-۵۰-۸۵)

(۵) انبیاء علیہم السلام جھوٹے ہوتے ہیں (ازالۃ الاحیاء صفحہ ۶۲۸-۶۲۹)

(۶) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی وحی غلط تھی (ازالۃ الاحیاء صفحہ ۶۸۸-۶۸۹)

(۷) حضرت رسول اکرمؐ کو ابن مریمؑ، دجال، خرد دجال اور یاجوج و ماجوج اور دابۃ الارض کی وحی نے خبر نہیں دی (ازالۃ الاحیاء صفحہ ۶۹۱)

(۸) خرد دجال ریل گاڑی ہے۔ دابۃ الارض علماء ہوں گے اور دجال پادری صاحبان وغیرہ وغیرہ (ازالۃ الاحیاء صفحہ ۶۹۵-۶۹۶، و رسالہ انجام آتھم)

(۹) حضرت یسح علیہ السلام مسمریم میں مشق کرتے اور کمال رکھتے تھے (ازالۃ الاحیاء صفحہ ۳۰۸)

(۱۰) حضرت یسح علیہ السلام یوسف نجا کے بیٹے تھے (ازالۃ الاحیاء صفحہ ۳۰۳)

(۱۱) ”براہین احمدیہ“ خدا کا کلام ہے (ازالۃ الاحیاء صفحہ ۵۳۳)

(۱۲) قرآن شریف میں جو معجزے ہیں وہ مسمریم ہیں (ازالۃ الاحیاء صفحہ ۷۴۸ تا ۷۵۳)

(۱۳) قرآن شریف میں اِنَّا انزلناہ قریباً من القادیان موجود ہے (ازالۃ الاحیاء صفحہ ۷۶-۷۷)

(۱۴) مکہ، مدینہ، قادیان تین شہروں کا نام قرآن شریف میں اعزاز کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔ (ازالۃ الاحیاء صفحہ ۷۶ و ۷۷)

(۱۵) بیت العنکرواق قادیان (وہ چوبارہ جس میں بیٹھ کر مرزا صاحب کتابت کرتے ہیں) مثیل حرم کعبہ ہے۔ ومن دخلہ کان امناً (براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۸)

(۱۶) آیت سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْسَ لَہٗ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی الَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَہٗ لَمَنْ سَئٰی اَوْ رَاصِلِ طُورِ پُرِ صِدَاقِ وَہ مسجد ہے جو مرزا صاحب کے والد نے بنائی اور مرزا صاحب نے اُس میں توسیع کی۔ (اشتہار منارۃ المسیح)

(۱۷) حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پاچکے ہیں دوبارہ دنیا میں نہیں آویں گے۔ (عاجت حوالہ نہیں)  
 (۱۸) حضرت رسول اکرمؐ، خاتم النبیین والمرسلین نہیں ہیں (ازالۃ الادہام صفحہ ۴۲۱ و ۴۲۲ و اشتہار  
 معیار الاخیار)

(۱۹) قیامت نہیں ہوگی یقیناً کوئی چیز نہیں ہے (صفحہ دوم ٹائٹل پیج ازالۃ الادہام)  
 (۲۰) حضرت مہدیؑ نہیں آویں گے۔ (ازالۃ الادہام ۵۱۸ و اشتہارات حال جن کلام مہدی  
 الاعیسیٰ کی حدیث پر استدلال ہے)

(۲۱) آفتاب مغرب سے نہیں نکلے گا۔ (ازالۃ الادہام صفحہ ۵۱۵)

(۲۲) عذاب قبر نہیں ہے۔ (ازالۃ الادہام صفحہ ۴۱۵)

(۲۳) تنازع صحیح ہے۔ (ست پکن صفحہ ۸۴)

(۲۴) قرآن مجید میں گالیاں بھری ہوئی ہیں۔ (ازالۃ الادہام صفحہ ۲۵-۲۶)

(شاید ایسی عقیدہ پر عمل کر کے مرزا صاحب بھی ہر ایک شخص مخالف کو اور خود حضرت مسیح علیہ السلام کو  
 ہزار ہزار بے نقط سناتے ہیں۔ مگر حضرت، آیت شریف۔ وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا اور دیگر آیات  
 قرآنی اور آپ کے اپنے الہامات ذاتی و تَلَطَّفُ بِالنَّاسِ وَتَرْحَمُ عَلَيْهِمْ يَادَا د  
 عامل بالناس رفقا و احسانا وغیرہ اُردو الہامات ہم مضمون کو شاید قبول جاتے ہیں۔ آپ  
 کی بدزبانی تو توار سے زیادہ کام کرتی ہے۔ شاید ان گالیوں میں بھی فصاحت پیدا کی گئی ہے)  
 مگر ان تمام امور سے قطع نظر کر کے بدیں خیال کہ آپ بیٹھے بٹھائے گھر میں سے اشتہار لکھ ماریں گے اور  
 فضول ڈینگ ہانگیں گے اور عوام بھی سمجھیں گے کہ دعوتِ مباحثہ کو قبول نہ کرنا ظاہر آپ صاحب کے خلاف  
 ہے۔ پیر صاحب حاضر ہیں اور آپ کی سب شرائط جن کے آپ خود ہی مجوز ہیں اور خود ہی مُنصف منظور کرتے  
 ہیں۔ اشتہار دینا اور مشہر کرنا ہمارا کام ہے۔ مگر یہ ذمہ نہیں ہے کہ وہ لوگ جمع بھی ہو جائیں گے الا اس حالت  
 میں کہ آپ ان کی دستگیری کریں۔ البتہ لاہور، امرتسر اور بعض دیگر مقامات کے علماء کو ہم بھی ضرور جمع کریں گے  
 مگر شرط یہ ہے کہ

قبل از بحث تحریری مذکورہ مجوزہ مرزا صاحب ایک بحث تقریری دعویٰ مسیحیت و مہدویت وغیرہ عقائد  
 مرزا صاحب پر جو تعداد میں تھمنا ۱۳۶ کے قریب ہیں۔ اور ان کی الہامی کتب میں مسند درج ہیں یہ پابندی  
 امور ذیل ہو جائے:-

(الف) تعین و تقریر سوالات حضرت پیر صاحب کا منصب ہوگا۔ کیونکہ ہم لوگ آپ کے دعاوی کے منکر ہیں اور  
 آپ مدعی۔ اور ان دعاوی کا اثبات کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے مرزا صاحب کریں گے۔  
 مگر واضح رہے کہ اناجیل اربعہ جو مخالف مضامین قرآن شریف ہوں گے، بحث میں قبول نہ ہوں گے۔  
 (ب) یہ بحث تقریری اس بحث تحریری سے اول ہوگی۔ اگر ایک روز میں ختم نہ ہوگی تو دوسرے اور تیسرے  
 روز تک جاری رہے گی۔ زیادہ تکلیف آپ کو نہ دی جائے گی۔



(ج) جو شخص بحث میں مغلوب ہوگا۔ اُس کو بیعتِ توبہ کرنا لازمی ہوگا۔ وہ بیعت بجا ضری جمیع علماء کرکے ہوگی۔ اور اس بحث کے حکم خواہ وہی ہر سہ مولوی صاحبان ہوں جن کو مرزا صاحب منظور کرتے ہیں۔ یا اور جن کو مرزا صاحب مقرر کریں گے۔ مگر رعایت یہ ہوگی کہ وہ مولوی صاحبان جن کو مرزا صاحب بعد میں مقرر کریں گے نہ تو اُن کے معتقدین میں سے ہوں اور نہ پیر صاحب کے ملنے والوں میں سے۔ مرزا صاحب کو اختیار ہے کہ اُن کو جس طرح سے اور جو جو حلف قبل از اظہار رائے دینا مناسب سمجھیں دے دیوں۔ وہ رائے قطعی ہوگی۔

(د) چونکہ احتمال ہے کہ ایک شخص مغلوب بھی ہو جائے اور پھر بھی توبہ نہ کرے۔ اس لیے فریقین ایک ایک معتبر ضمانت پانچ پانچ ہزار روپیہ کی دے دیں کہ وہ روپیہ اُن علماء کے اظہارِ رائے پر فریقِ غالب کا حق ہوگا۔

(۵) مرزا صاحب یہ بھی لکھ دیں کہ اس بحث کے وقت یا دورانِ زمانہ بحث میں اگر کوئی اہام اس قسم کا اُن کو ہو جائے جو مبتدل یا ناسخ شرائط بحث مباحثہ کا ہو یا مرزا صاحب کو کوئی تار اس مضمون کا آجائے کہ گھر میں کوئی بیمار ہے یا اور کوئی بچہ یا پیام وغیرہ آجائے تو مرزا صاحب بحث و مباحثہ کو حسبِ شرائط مقررہ حال پورا کریں گے اور اُس اہام، تار، خط یا پیام وغیرہ پر کاربند نہ ہوں گے پہلے سوچ سمجھ لو بابا، اور اہام کے ذریعہ ان تمام امور کی احتیاط کر لو بعد میں کوئی عذر مسموع نہ ہوگا۔ اگر مرزا صاحب اب میدان میں تشریف نہ لائے اور اس مباحثہ سے منہ پھیر کر اس میں کوئی حجت و حیلہ کریں گے یا اب شرائط میں کسی قسم کی کوئی دقت یا پیچیدگی پیدا کر دیں گے جس سے اس معاملہ کا وقوع غیر اغلب ہو جائے تو پھر سمجھا جائے گا۔ اور اُس کا نتیجہ فطرتی طور پر یہی ہوگا کہ مرزا صاحب کی الہی طاقت (وہی خدائی حاجی والی) مغلوب ہو گئی۔ اور خدائے رب الغلین کی الہی طاقت نے اُن کے غرور اور شیخیّت کو توڑ کر کھل ڈالا اور اُن کے تمام دعاوی بیوہ پر خاک پڑ گئی۔ ہم تو خدائے دُعا کرتے ہیں کہ آپ میدان میں آئیں۔ بلکہ آپ نے ان شرائط کو منظور کیا تو لوگ گھی کے چراغ جلا لیں گے۔ مگر پھر کہہ دیتے ہیں کہ آپ کبھی میدان میں نہیں آئیں گے۔ ہم اہام سے نہیں کہتے مگر سابق تجارب اس خیال کے مؤید ہیں۔

بینیم تا کردگارِ جہاں دریں آشکارا چہ دارد نہاں

العارض محمد غازی ۲۵۔ جولائی سنہ ۱۲۹۰ھ

نوٹ:- پیر صاحب اس مباحثہ کے لیے ۲۵۔ اگست سنہ ۱۲۹۰ھ مقرر کرتے ہیں۔ مگر مرزا صاحب خیال رہے کہ آپ اشتہارِ ہذا کے موصول ہونے پر منظوری یا نا منظوری سے اطلاع دیں ورنہ یاد رہے کہ اگر پیر صاحب لاہور تشریف لے گئے اور آپ تاریخ مقررہ پر نہ آئے تو آپ اُس صورت میں کئی ذمہ داریوں کے ذمہ دار بھی ہوں گے۔ فقط

(مطبوعہ چودھویں صدی پریس راولپنڈی)

## جماعت علماء کی طرف سے جواب دعوت کا اشتہار

اس کے بعد پنجاب، سرحد اور ہندوستان کے ساتھ علماء و مشائخ کے دستخطوں سے ایک اشتہار مرزا صاحب کی دعوت کے جواب میں جاری ہوا۔ جس میں درج تھا کہ ہمیں حضرت پیر صاحب کا اشتہار جواب دعوت مل گیا ہے اور ہم ۲۵ اگست ۱۹۰۷ء کو پیر صاحب کے ہمراہ جلسہ مباحثہ لاہور میں حاضر ہو رہے ہیں۔ ہم حضرت پیر صاحب کی شرط برائے مسند منظر تقریری کو جائز اور ضروری سمجھتے ہیں۔ مرزا صاحب کا دعویٰ مسیحیت و مہدویت و نبوت ہی اہل اسلام کے درمیان مابہ النزاع ہے۔ اور وہ بقول خود مسلمانوں پر اس دعویٰ کے اثبات کے لیے مامور بھی ہیں۔ لہذا مرزا صاحب کے لیے بہت اچھا موقعہ ہے کہ اس منظرہ میں اپنا دعویٰ ثابت کر کے اہل اسلام پر تمام حجت کریں۔ علم تفسیر اور عربیت میں آپ کا کمال ایک ثانوی چیز ہے۔ اگر آپ کی امامت کو تسلیم کر لیا گیا تو آپ کے دیگر کمالات لامحالہ تسلیم کر لیے جائیں گے۔ اپنے دعویٰ مسیح موعود اور مہدی موعود کو منوانے کا اس سے بہتر موقعہ مرزا صاحب کو کبھی نہیں ملے گا۔ یہ چیز کسی پہلو سے معقول نظر نہیں آتی کہ مرزا صاحب علمائے برصغیر ہندوستان کی ایک کثیر جماعت کو محض اس لیے بلارہے ہوں کہ وہ جلسہ لاہور میں دن بھر خاموش بیٹھ کر دہشتوں کی تفسیر نویسی کا مظاہرہ دیکھتے رہیں۔ پیر صاحب تفسیر نویسی کے مقابلہ کے لیے بھی تیار ہیں۔ لیکن اگر تقریری مباحثہ نہ ہوا تو تفسیر نویسی کے مقابلہ کے بعد بھی متنازعہ فیہ مسئلہ جوں کاٹوں رہ جائے گا۔

## حضرت کی طرف سے تقریری بحث کی دعوت کا رد عمل

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کی طرف سے تقریری بحث کی دعوت نے اس ہونے والے مباحثہ کی قومی افادیت اور عوامی دلچسپی میں بے حد اضافہ کر دیا۔ مرزا صاحب کے چیلنج میں تو اس مقابلہ کی حیثیت کم و بیش انفرادی تھی جس میں دو فاضل مضمون نگار تفسیر نویسی اور عربی علم و ادب میں اپنی قابلیت کا مظاہرہ کر کے، بڑے چھوٹے ہونے کا فتویٰ حاصل کرتے۔ مگر حضرت قبلہ عالم قدس کی دعوت نے قادیانیت اور اسلام اور کفر و ایمان کی دس سالہ کشمکش کو براہ راست بالمقابل کر کے تصفیہ اور قول فیصل کے مقام پر لا کر آکھا۔

## فریقین کی توقعات کا جائزہ

فریقین اپنی اپنی جگہ مطمئن نظر آتے تھے۔ مرزا صاحب نے اپنی الہامی بشارات شائع کر رکھی تھیں کہ اس مباحثہ میں احمدیت کو عظیم الشان فتح حاصل ہوگی جس کی خوشی میں خدا نے تعالیٰ کے حکم سے اُس روز کئی اندھے بنیا ہو جائیں گے اور اپانج چلنے پھرنے لگیں گے۔ مرزا صاحب کی جماعت کو کامل یقین تھا کہ عنقریب امت مرحومہ اس امام آخر الزمان کی بیعت میں شامل ہو جائے گی۔ اور یہ حالات محض اس نتیجہ کے ظہور کے لیے بطور اسباب پیدا ہو رہے ہیں۔ مسلمانوں کا انگریزی خوان طبقہ قادیانیت کو ترقی پسند عنصر اور رفتار زمانہ کا نباض سمجھنے لگ گیا تھا اور دین سے اپنی عدم واقفیت کی بنا پر اس کی مخالفت کو مولویوں کی قدامت پرستی سے تعبیر کرتا تھا۔ نیز ایک نئی جماعت کے جوش تنظیم اور جذبہ خود ارادیت میں اسے اسلام کی تعمیر نو اور حیات ثانیہ کے آثار نظر آرہے تھے۔



ابھی ہوئی جہاز ایجاو نہیں ہو تھا اور نہ ہی اقطار السموات والارض کو عبور کر کے چاند اور سورج کی طرف سفر کرنے والے سینکڑوں من وزنی راکٹ کا تصور پیدا ہوا تھا۔ لہذا انگریزی اسکولوں کے مسلمان سائنس ٹیچروں کو جو اپنے علم طبعی کو حرف آخر سمجھ بیٹھے تھے مرزا صاحب کے ان اقوال میں کافی وزن نظر آتا تھا کہ میں دوسرا پاؤں اٹھاؤں تو گر جاؤں۔ اور حضرت صلی علیہ وسلم پر کیسے چڑھ گئے، وہاں پہ کھاتے کیا ہوں گے اور رفع حاجت کا کیا انتظام ہوگا۔ اور اب تو پیر فرشتے ہو چکے ہوں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔ (ازالہ اوہام)

پھر قادیانی جماعت اس سے بھی بے خبر نہ تھی کہ نیم ملا حضرت بھی براہ پر آگے ہیں۔ توفیق کے معنی وفات لیتے ہیں قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ میں تمام انبیائے سابقین کی موت کے قائل ہو رہے ہیں۔ وَمَا مِنْهَا بِمُخْرِجِينَ میں جنت سے واپسی کو ممکن نہیں سمجھتے اور کہتے ہیں کہ وَمَا صَدَّبُوهُ سے اگر یہی مراد لی جائے کہ صلیب پر حضرت مسیح کی ہڈیاں نہیں توڑی گئیں تو اس میں کیا حرج ہے۔

چنانچہ مرزا صاحب کی جماعت قدرتاً ۲۵۔ اگست کے لیے یوم عید کی طرح چشم براہ تھی کہ اُس روز ظہار اور مشائخ کا مورچہ سر ہو کر قادیانیت جنگل کی آگ کی طرح ٹک بھر میں پھیل جائے گی۔ مگر ع آسے بسا آرزو کہ خاک شدہ ادھر علمائے اسلام کے کیمپ میں حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کے تبحر علمی اور کمالات ظاہری و باطنی کی دھوم تھی۔ کیونکہ توحید و رسالت کے اسرار و رموز پر آپ کی مشہور زمانہ تصنیف تحقیق الحق تین برس قبل شائع ہو کر عرب و مصر و روم کی سرحدات عبور کر کے دائر تحسین و کمال حاصل کر چکی تھی۔ علاوہ ازیں براہ راست قادیانیت پر آپ نے اپنی کتاب شمس الہدایہ میں روشنی ڈالتے ہوئے دریا کو کوزہ میں بند کر دیا تھا اور اس وقت تک مرزا صاحب سے کلمہ طیبہ کے معنی اور تشریح حقیقت معجزہ کے متعلق آپ کے سوالات کوئی عرصہ چھ ماہ سے، مرزا صاحب کے بیٹا العنکرا اور حکیم نور دین کے مطب پر دستک کُنان تھے جن کا اس جماعت سے کوئی جواب نہیں بن پڑ رہا تھا۔ علاوہ ازیں علمائے اسلام کو خود مرزا صاحب کے اشتہار دعوت میں بھی ضغف کے آثار نظر آ رہے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر جاری ہونے والے اپنے کلام پاک کی مثال پیش کرنے کے لیے تو دو جہان کو چیلنج کر دیا تھا کہ وَادْعُوهُمْ بِآيَاتِكُمْ اَوْ وَاذْكُرُوْهُمْ اَنۡ بَعْضُہُمْ لِبَعْضٍ ظَہِیْرٌ اَمَّا مرزا صاحب قادیانی وعدہ نصرت الہی کا دعویٰ کرتے ہوئے بھی یہ کہہ رہے تھے کہ اگر کسی مولوی نے پیر صاحب کو اشارہ یا کنایہ بھی کوئی مدد دی تو اُسے کمرہ سے باہر نکال دیا جائے گا۔

## قادیانی پارٹی کی طرف سے تقریری بحث کی نامنظوری کے خط پر اس شرط کی واپسی

حافظ محمد دین مالک مصطفائی پریس لاہور نے مرزا صاحب کو رجسٹرڈ چٹھی بھیج دی تھی اور اسے مشترکہ بھی کر دیا تھا کہ اگر وہ بحث کی شرائط میں ترمیم کرنا چاہتے ہوں تو بروقت اطلاع دیں لیکن مرزا صاحب اس وقت تک اپنی جماعت کی خوش فہمی اور اندازہ میں اس قدر آگے جا چکے تھے کہ قدم واپس ہٹانا از بس مشکل تھا۔ جماعت کی عقیدت نے ان کے لیے عظمت کا جواں پیدا کر دیا تھا اُسے وہ زیادہ سے زیادہ دیر تک قائم رکھنا چاہتے تھے۔ اس لیے خود تو آخر دم تک خاموش رہے مگر ان کے ایک حواری سید محمد احسن امر وہی نے تاریخ مباحثہ سے صرف چار یوم پہلے ایک مبلوہ خط گولڑہ شریف پنجاہ میں لکھا تھا کہ انہیں تقریری مباحثہ کی شرط منظور نہیں۔ اگر تفسیر نویسی میں مقابلہ کرنا ہو تو پیر صاحب آجائیں۔ اس پر حضرت قبلہ عالم قدس سترہ



کی طرف سے آپ کے ایک مخلص حکیم سلطان محمود سکندر اوپنڈی نے ۲۱ یا ۲۲ اگست کو یہ اعلان شائع کرا دیا کہ حضرت قبلہ عالم قدس برہ ۲۵ اگست کو مرزا صاحب کی اپنی شرائط کے مطابق تحریری مباحثہ کے لیے لاہور تشریف لے جا رہے ہیں۔ اس اعلان کی ایک کاپی بذریعہ رجسٹرڈ پوسٹ انہوں نے قادیان بھی بجا دی۔ مگر وقت کی تنگی کے باعث تمام ملک میں اس کا پوری طرح اعلان نہ ہو سکا۔

## مباحثہ کے ضمن میں مسلمانوں کا عظیم اجتماع

چنانچہ جب وعدہ کا دن قریب آیا تو ملک کے طول و عرض سے ہزار ہا مسلمان لاہور پہنچ گئے۔ علماء، مشائخ، درویش اور ہر طبقہ و فرقہ کے مذہبی افتاد طبع رکھنے والے مسلمان، شیعہ، سنی، اہل حدیث حتیٰ کہ قادیانی جماعت کے مرید متفق، ہمدرد اور مانگ بھی دور و نزدیک سے جمع ہو گئے۔ دہلی، سہارن پور، دیوبند، لدھیانہ، سیالکوٹ، گورداسپور، امرتسر، مظفر گڑھ، ملتان اور پشاور کے ہر عقیدہ کے اسلامی مدارس اور مراکز نے بھی جو پہلے سے ہی قادیانی مباحث میں دلچسپی لے رہے تھے، اپنے اپنے نمائندے بھیجے۔ بعض سرکاری ملازم بھی دور دراز شہروں سے رخصت لے کر پہنچ گئے۔ مسلمانان لاہور نے اپنی روایتی مہمان نوازی کا حق ادا کیا۔ استقبالیہ کمیٹیاں بن گئیں۔ اور سرائیں، مسجدیں، مدرسے اور لوگوں کے گھر مہمانوں سے بھر گئے۔ قریبی اضلاع، قصبوں اور مضافات سے آنے والی ریل گاڑیاں وغیرہ سوار یوں سے بھری ہوئی پہنچنے لگیں۔ اور لاہور کے بازاروں میں لوگوں کے ٹھٹھ سے میلے کی سی کیفیت پیدا ہو گئی۔ اُن دنوں ویسے بھی لوگ مذہبی جلسوں اور مباحثوں میں بہت دلچسپی لیتے تھے۔ لیکن اس خاص موقع پر تو ہجوم خلائق کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ حضرت قبلہ عالم قدس برہ جیسی مشہور زمانہ روحانی تقدس اور علمی اہمیت رکھنے والی شخصیت پہلی بار، اسلام پر قادیانیت کے خطرناک حملوں کے دفاع میں علمائے دین کی اس قدر بڑی اور فقید المثال تعداد کے ساتھ میدانِ مسنظرہ و مباحثہ میں تشریف فرما ہو رہی تھی۔ اور تمام موافق، متردد یا مخالف حضرات، اپنی آنکھوں سے بیسویں صدی کی اس سب سے بڑی اشتہاری تحریک کا حشر دیکھنا چاہتے تھے۔

## مسلمانوں کے تمام فرقوں کا حضرت قبلہ عالم قدس برہ کو اس محاذ پر اپنا قائد منتخب کرنا

اس معرکہ میں تمام اسلامی فرقوں کے رہنما ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے۔ سنی، اہل حدیث اور اہل قرآن کے علاوہ لاہور اور سیالکوٹ کے شیعہ مجتہدین نے بھی قادیانیت کے محاذ پر حضرت پیر صاحب گولڑہ شریف کے اپنا سربراہ و نمائندہ ہونے کا اعلان کیا۔ بالکل وہی صورت حال پیدا ہوئی جو پاکستان کے وجود میں آنے کے وقت ہندو کفر کے مقابلے میں اسلامی سیاسی پلیٹ فارم پر پیدا ہو گئی تھی اور یہی صورت آج سے تیرہ سو سال قبل قیصر روم کے اسلامی ممالک پر حملہ کے خطرہ کے وقت بھی پیدا ہوئی تھی۔ جب حضرت امیر معاویہ نے رومی سلطنت کو خبردار کیا تھا کہ اگر اندرونی اختلاف کے پیش نظر اسلامی سلطنت پر حملہ کیا گیا تو سب سے پہلا سپاہی جو علیؑ کے لشکر سے تمہارے مقابلہ کے لیے نکلے گا وہ معاویہ بن ابوسفیان ہوگا۔

یہ وہ اسلامی روح تھی جو اپنے دامن کی پہنائی اور شدید و خفیف اختلافات کے باوجود ہر بیرونی اور ناقابلِ برداشت طاقت کے خلاف نبرد آزمائی و مدافعت کے لیے اپنے فرزندوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونے پر ہمیشہ مجبور کر دیتی رہی ہے۔ اسلامیان ہند کی اس علمی اور دینی قیادت کے وقت حضرت قبلہ عالم قدس برہ کی عمر شریف صرف بیالیس سال کے قریب تھی۔



انہیں فارغ التحصیل ہوئے بائیس برس ہو چکے تھے۔ خلافتِ ارشاد کا اٹھارواں سال تھا۔ اور جذب و سیاحت اور ادائیگی حج کے بعد مسندِ ارشاد پر صرف دس برس کا عرصہ گزرا تھا۔

## لاہور میں حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کی تشریف آوری

۲۴ اگست کو گولڑہ شریف سے روانگی پر حضرت نے مرزا صاحب کو ایک تار کے ذریعے پہلے راولپنڈی ریلوے اسٹیشن سے اور پھر اٹھائے سفر لائے ٹوسی جکشن سے اطلاع دی کہ میں لاہور پہنچ رہا ہوں۔ جب آپ کی ٹرین لاہور پہنچی تو پہلا سوال جو آپ نے دریافت فرمایا مرزا صاحب کی آمد کے متعلق تھا۔ پچاس کے قریب نامی گرامی علماء آپ کے ہمراہ تھے جو پشاور، ہزارہ، اہلک، چچہ، دھنی، گھیبی، پٹھووار، سوان اور سون وغیرہ علاقہ جات کے رہنے والے تھے۔ اضلاع جہلم، گجرات، گوجرانوالہ، شاہ پور، میانوالی کے علماء اور مشائخ اٹھائے راہ یا لاہور میں پہنچنے سے قبل یا بعد پہنچ کر شامل ہو گئے۔ اسی طرح بہاول پور، ملتان، مظفر گڑھ، ڈیرہ اسماعیل خان، ڈیرہ غازی خان کے ارباب علم پہلے پہنچ کر آپ کے استقبال کنندگان میں شامل تھے۔ آپ کے ایک صاحب علم ثروت مخلص حاجی کریم بخش سیٹھی سکھ پشاور ساٹھ ہزار روپے کی طلائی اشرفیاں ہمراہ لائے تھے کہ اگر ارباب حکومت نے حفظ امن کے پیش نظر ضمانت طلب کی تو نقد جمع کرادی جائے گی۔

مسلمان بہت بڑی تعداد میں آپ کے استقبال کے لیے اکٹھے ہو چکے تھے اور آپ کو مجلس کی صورت میں لے جانا چاہتے تھے مگر آپ نے پسند نہ فرمایا اور ریلوے اسٹیشن سے باہر باغ میں تشریف فرما ہو کر تقریباً دو گھنٹہ تک لوگوں سے مصافحہ فرماتے رہے اور ان کے شوقِ زیارت کی تسکین فرمائی۔

آپ کے قیام کا انتظام معہ آپ کے رفعت کے برکت علی محمدن ہال اور اس کی ملحقہ عمارات بیرون موچی دروازہ میں کیا گیا تھا۔ جہاں سرشام ہی مقامی اور بیرونی علماء و زعماء کی آمد و رفت شروع ہو گئی جو بہت رات گئے تک متعلقہ مسائل پر تبادلہ خیالات کرتے رہے۔ اس مجلس میں حضرت قبلہ عالم قدس سترہ نے قادیانیت کے موافق و مخالف پہلوؤں پر بعض ایسے دلائل اور اسناد بیان فرمائے جو اس سے قبل کسی کے ذہن میں نہیں آئے تھے۔ یہاں تک کہ جب آپ نے قادیانیت کے موافق نقطہ نظر سے دلائل دیئے تو مولوی قلام محمد گبوی امام شاہی مسجد لاہور بول اُٹھے کہ حضرت اس سے تو ہمیں بھی شبہات پیدا ہونے لگ گئے ہیں۔ مگر جب آپ نے تردید یُسرخ اختیار فرمایا تو مولوی عبد الجبار غزنوی نے مجمع علماء کو مخاطب کر کے کہا کہ حضرت پر صاحب نے ان مسائل پر جو طرز استدلال اختیار فرمائی ہے اس سے بڑھ کر قادیانیت کی تردید نہیں کی جاسکتی۔

علماء کا خیال تھا کہ تقریری مناظرہ کی شرط کو واپس نہیں لینا چاہیے۔ لیکن حضرت قبلہ عالم قدس سترہ نے ارشاد فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کسی طرح مرزا صاحب ایک بار علماء و مشائخ اسلام کی اس برگزیدہ مجلس میں شامل ہو جائیں۔ کیا عجب کہ حدیث شریف **هَمْ قَوْمٌ لَا يَشْفُقُ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ** (یہ وہ قوم ہیں جن کے پاس بیٹھنے والا بد بخت نہیں ہوتا) کی برکات سے بہرہ ور ہو کر راہِ راست پر آجائیں اور یہی چیز اس نیاز مند علماء و مشائخ کے حق میں اللہ سبحانہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کا باعث ہو کر مغفرت کا سبب بن جائے۔

کہتے ہیں حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کو اس خیال پر بہت اصرار تھا۔ ثقہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب مرزا صاحب نے لاہور آنے سے بالکل ہی انکار کر دیا تو حضرت قبلہ عالم قدس سترہ علماء و مشائخ کی ایک چیدہ اور مختصر جماعت کے ساتھ قادیان



جانے کو بھی تیار ہو گئے۔ مگر مسلمانوں کی اکثریت کے اس اقدام سے منع فرمانے پر اسے باطنی ارشاد سمجھتے ہوئے رُک گئے۔

## مرزا صاحب کی آمد کا انتظار

مباحثہ کا انعقاد شاہی مسجد میں قرار پایا تھا اس لیے مورخہ ۲۵ اگست کو پولیس نے وہیں حفظ امن کے انتظامات کر رکھے تھے۔ ۲۵ اور ۲۶ کو دونوں اطراف کے مائینے اور عوام مسجد میں جمع ہو کر منتشر ہوتے رہے اور قادیانیوں کی طرف سے کہا جاتا رہا کہ شرائط کے طے ہونے میں توقف ہو رہا ہے مگر مرزا صاحب ضرور آئیں گے لیکن مرزا صاحب کو نہ آنا تھا اور نہ آئے۔

## قادیانیوں کی دُور دُھوپ

اس جماعت کے بعض ذمی اثر لاہوری حضرات نے مرزا صاحب کو لانے کے لیے بہت تنگ و دو کی مگر ناکام رہے۔ مرزا صاحب نے کھلا بھیجا کہ میرا صاحب خود اعلان کریں کہ تقریری بحث کی شرط کو میں واپس لیتا ہوں اور تحریری مقابلہ کے لیے اشتہار دعوت کی شرائط کے مطابق تیار ہوں حضرت قبلہ عالم قدس سترہ نے فرمایا کہ مرزا صاحب کے حواری مولوی محمد احسن امروہی کے اسی مضمون کے اشتہار کے جواب میں ہمارے ایک رفیق حکیم مولوی سلطان محمود کا جواب مشتمل ہو چکا ہے کہ مرزا صاحب کی اپنی شرائط پر ہی ہمیں مقابلہ منظور ہے۔ اس سے پہلے بھی مرزا صاحب کے نام ایک مطبوعہ خط شائع کر دیا گیا تھا کہ اگر آپ کسی شرط میں ترمیم چاہتے ہیں تو اطلاع دیں مگر مرزا صاحب نے کوئی اطلاع نہ دی اور برابر خاموش رہے۔ اگر اب بھی وہ اپنے دستخطوں سے اعلان کر دیں کہ میں تقریری بحث نہیں کرنا چاہتا تو میں بھی اپنے دستخطوں سے اعلان کر دوں گا کہ میں تقریری بحث کی شرط اور مطالبہ واپس لے چکا ہوں۔

حضرت قبلہ عالم قدس سترہ نے فرمایا کہ تقریری بحث کی شرط خود مرزا صاحب کے اشتہار دعوت سے ہی پیدا ہوئی ہے جس میں انہوں نے تحریری مقابلہ سے پہلے علماء کو یہ دعوت دی ہے کہ اگر ان کے پاس کوئی دلائل ہیں تو کیوں پیش نہیں کرتے۔ مگر اس گفت و شنید کے جواب میں مرزا صاحب نے نہ صرف اپنی طرف سے یہ اعلان جاری کرنے سے انکار کر دیا۔ بلکہ صاف کہہ دیا کہ میں کسی قیمت پر بھی لاہور آنے کو تیار نہیں ہوں۔ کیونکہ مولوی لوگ مجھے دعویٰ نبوت میں کاذب ثابت کرنے کے بہانے قتل کرنا چاہتے ہیں۔

## قادیانی جماعت میں انتشار

جب قادیانی جماعت کا آخری وفد قادیان سے مرزا صاحب کا یہ جواب لے کر ناکام لوٹا تو اس جماعت میں بہت انتشار پیدا ہو گیا۔ بعض نے اسی وقت توبہ کا اعلان کر دیا۔ بعض سخت مایوس ہو کر خانہ نشین ہو گئے۔ لاہور کے اکثر وہ لوگ جو مرزا صاحب کے بہت قریب تھے، حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کی روزانہ مجالس سے اثر پذیر ہو کر، کم از کم مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت کے منکر ہو گئے۔ بعض دیگر حضرات مثلاً بابوالہی بخش اکاؤنٹنٹ وغیرہ نے جو قادیانیت کے سرگرم رکن رہ چکے تھے، حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کے علم و فضل کی تعریف و توصیف میں اور آپ کی خداداد کامیابی و نصرت کے بیان میں اشتہارات اور ٹریکٹ شائع کیے۔ لیکن قادیان سے آئے ہوئے تنخواہ دار مولویوں کی قیادت میں ایک گروہ اس گرتی ہوئی عمارت کی پشتیبانی پر برابر کمر بستہ رہا۔



عام حالات میں اپنے نتائج کی رُو سے شکست اُس ناکامی و ہزیمت سے شدید تر اور زیادہ دُور رس تھی جو چھ سال قبل، مرزا صاحب اور اُن کے مذہب کو عبداللہ اہم کی موت کی پیشین گوئی کے نتیجے میں نصیب ہوئی تھی۔ لیکن جس طرح اُس وقت مرزا صاحب کے قلم سے فتح اسلام اور انجامِ اہم جیسی فاتحانہ اور ظفر مندانہ تالیفات عالم وجود میں آئی تھیں، بالکل اُسی طرح اب بھی مرزا صاحب کے بعض تحدیدت مندوں نے اس شکست و فراق کو فتحِ عظیم بیان کیا۔ مولوی محمد احسن امر دہی اور مولوی عبدالکریم سیالکوٹی کی طرف سے لاہور کے در و دیوار پر اشتہارات دکھائی دینے لگے جن میں لکھا تھا کہ:

پیر صاحب گولڑہ نے امامِ آخر الزمان کے مقابلے میں فرار اختیار کیا۔

آسمانی نشان نے مولویوں اور پیروں کی شیخیوں کو کچل دیا۔

”مسیح موعود کی الہامی بشارات صحیح ثابت ہوئیں۔“ حالانکہ لاہور کی پبلک پشیم خود حضرت پیر صاحب کو لاہور میں موجود دیکھ رہی تھی۔ اور جانتی تھی کہ مرزا صاحب باوجود اُن کے بار بار بٹلانے کے نہیں آرہے۔

چہ دلا دراست دُڑے کہ بکف چراغ دارد

## کرامات اور معجزات میں مُقابلہ کی پیش کش

اس جماعت کے ایک وفد نے حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ آپ حضرت مرزا صاحب کے ساتھ مباہلہ کیوں نہیں کر لیتے کہ ایک اندھے اور ایک اپاہج یعنی لنگڑے کے حق میں مرزا صاحب دُعا کرتے ہیں۔ اور اسی طرح کے ایک دُوسرے اندھے اور اپاہج کے لیے آپ دُعا کریں جس کے نتیجے پر حق و باطل کا فیصلہ ہو۔ حضرت قبلہ عالم قدس سترہ نے جواب دیا کہ مرزا صاحب سے کہہ دیں کہ اگر مُردے بھی زندہ کرنے ہوں تو آجباتیں۔ قریب ہی امرتسر کے ایک مولوی صاحب (غالباً مولوی شہار اللہ) موجود تھے، جنہوں نے اُن لوگوں سے کہا کہ میری طرف سے عرض کیجئے گا کہ مولوی عبدالکریم کو ضرور ہمراہ لائیں وہ بوجہ حق الخدمت اس معجزہ کے حقدار بھی ہیں۔

## لاہور میں قادیانی و اعطین کے جیلے بہانے

ان دنوں برائڈر تھ روڈ کی قادیانی مسجد میں، ان کے واعطین کچھ اس قسم کے دلائل دے رہے تھے :-

۱۔ بے شک نبی کے ذمہ واجب ہوتا ہے کہ منکرین کے مقابلہ میں پہنچ کر اتمامِ حجت کرے۔ پہلے چونکہ جہادِ سیفی کا زمانہ تھا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے مقابلہ میں شمشیر بکف ہو کر فرماتے تھے۔

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبَ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ۔ مگر اب جہادِ سیفی منسوخ ہو چکا ہے اور قلبی جہاد کا زمانہ ہے اس لیے حضرت مسیح موعود صرف قلم کے ذریعہ جہاد فرما رہے ہیں۔

۲۔ یہ درست ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو وَاللّٰهُ يُعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (اللہ تجھے لوگوں سے محفوظ رکھے گا) کی بشارت مل چکی تھی۔ لیکن انبسیار کو اس امر کا بھی حکم ہے کہ اس عالم میں جو عالم اسباب ہے، الہامِ الہی کی منشاء کی تکمیل کے لیے خود بھی چارہ سازی اور تدابیر اختیار کریں۔ حضرت مرزا صاحب پر بڑے تے الہام واضح ہو چکا تھا کہ یہ لوگ آپ کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے آپ کے لیے ضروری ہو گیا تھا کہ اپنی حفاظت کے خیال سے لاہور نہ آتے۔



۳۔ خدائے تعالیٰ کے احکام ہمیشہ شرطیہ ہوتے ہیں۔ اگر یہ لوگ حضرت مسیح موعود کی دعوت کو بلا چون و چرا تسلیم کر کے تحریری مناظرہ کے لیے حاضر ہو جاتے اور اپنی خانہ زاد شرائط (تقریری بحث، توبہ اور بیعت) کا اضافہ نہ کرتے تو یقیناً الہام الہی کا وہ منشا جو اشتہارات میں درج ہے پورا ہو جاتا پس وہ لوگ بہت ظالم ہیں جو کہتے ہیں کہ الہامی پیش گوئی پوری نہیں ہوئی۔ قادیانی استدلال کا یہ انداز، اسلامی شعور سے جس کے نظریات اور مشاہدات سیدھے صاف انداز، صداقت اور شجاعت پر مبنی تھے کچھ اس قدر بعید اور بیگانہ تھا کہ لوگوں کے طنز اور تضحیک کا سامان بن گیا۔ چونکہ اس میں کسی بات کا مطلب بھی سیدھا اور بغیر تاویل اور بغیر ہیرا پھیری کے نہ ہوتا تھا اس لیے شعراء نے اسے مداری کی پیادگی، آزاد خیال مصنفین اور مقررین نے "سودیشی نبوت کی ابلہ فریبی" اور علماء کے لہجہ اور بادقار قلم نے تاویلات نامعقولہ کا نام دیا۔ اسی طرز استدلال کی بدولت قادیانیت کو کبھی بھی میدانِ مفت میں آنے کی جرأت نہ ہوئی اور یہ قرآنی نظریہ عدالت و بسالت سے روگردانی کا سب سے پہلا اثر تھا۔

## تحریری مناظرہ کے سلسلہ میں حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کی ایک مشہور عام بات

حضرت قبلہ عالم قدس سترہ نے اس موقع پر ایک اور بات بھی فرمائی تھی جو بہت مشہور ہوئی اور مدت تک اس کا چرچا رہا۔ آپ نے مرزا صاحب کی طرف سے تحریری مناظرہ کی دعوت اور ان کی فصیح عربی اور زود نویسی کی تعلی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ علمائے اسلام کا اصل مقصود تحقیق حق اور اعلا کلمۃ اللہ ہوا کرتا ہے، فقر و تعلی مقصد نہیں ہوتا۔ ورنہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں اس وقت بھی ایسے خادم دین موجود ہیں کہ اگر قلم پر توجہ ڈالیں تو وہ خود بخود کاغذ پر تفسیر قرآن لکھ جاتے۔ ظاہر ہے کہ اس سے اشارہ اپنی جانب تھا چنانچہ بعد میں اس چیلنج کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ میں نے یہ دعویٰ از خود نہیں کیا تھا بلکہ عالم کا شفع میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال بالکمال سے میرا دل اس قدر قوی اور مضبوط ہو گیا تھا کہ مجھے یقین کامل تھا کہ اگر اس سے بھی کوئی بڑا دعویٰ کرتا تو اللہ تعالیٰ ضرر مجھے سچا ثابت کرتے۔ نیز فرمایا "کبھی کبھی دے زور تے گد دی اے" یعنی بچہ اکھوٹے کے بل پر ہی تو گودتا ہے۔

حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کو اللہ تعالیٰ نے جو ضبط حال اور وقار عطا فرمایا تھا یہ الفاظ اُس مشرب کے لحاظ سے غیر معمولی تھے، کیونکہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں فقیر اور درویش اُسے سمجھتا ہوں جو فقر و روحانیت کے ساتھ سمندر پی جاتے مگر ہمسائے کو خبر تک نہ ہو۔ آپ نے کبھی کوئی ایسی بات نہیں کہی جس میں پیش گوئی یا فقری کے فقر و ادعا کا رنگ جھلکتا ہو۔ لیکن اگر کبھی کوئی بات اشارۃً یا کسائیہ آپ کی زبان مبارک سے نکل گئی تو اللہ تعالیٰ کے کرم و احسان سے ہمیشہ پوری ہوئی چنانچہ آپ کے مشرب سے واقع حضرات کو آپ کے اس ارشاد پر کامل یقین کے علاوہ حیرت بھی تھی۔ کچھ عرصہ بعد حلقہ ارشاد میں گھٹگو کے دوران آپ نے اپنے شاہی مسجد والے مندرجہ بالا قول کے متعلق فرمایا کہ وہ کسی خاص اذن کی بنا پر تھا۔

## قادیانی چیلنج کے جواب میں فقر غیور کا رجز

یاد رہے کہ آیام الصلح میں قادیانی مذہب نے اہل اسلام سے مندرجہ ذیل الفاظ میں وقت آزمائی کے لیے میدانِ مبارزت طلب کیا تھا جس کا ذکر پہلے بھی آچکا ہے۔

"آج اس سب گون آسمان کے سایہ میں کسی شخص کو یہ مجال نہیں کہ میرے ساتھ ہمسری کی لاف مار سکے۔"



میں آشکارا اور بے باک کہتا ہوں کہ اُسے اہلِ اسلام، تمہارے درمیان بعض لوگ ہیں جو محدثیت اور مفسریت کا دعویٰ کر کے گردن فرازی کرتے ہیں اور بعض طائفے ہیں کہ ناذرِ ادب سے زمین پر پاؤں نہیں رکھتے اور گروہ ہیں جو خدا شناسی کے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں۔ اور اپنے تئیں چشتی اور قادری اور نقشبندی اور سہروردی اور کیا کیا کہلاتے ہیں۔ ان سب سے کہو ذرا میرے سامنے تو آئیں۔ (ترجمہ)

چنانچہ اس تحدی اور مبارز طلبی کے جواب میں آج فقیرِ غور میدان میں نکل کر پکار رہا تھا کہ ہاں خاکسارِ ان جہاں را بختارتِ منسگر تو چہ دانی کہ ویریں گرد سوار سے باشد لیکن نبوت و امامت کے مدعیانِ کاذب کو اب قدم باہر نکالنے کی جرأت نہ ہو رہی تھی۔

دینِ حق کے تحفظ میں یہ رجحانِ خوانی اور ظفرِ یابی، کیا میدان اور کیا منبر، ہر کہیں حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کو اپنے مورثِ اعلیٰ بابِ علوم و شاہِ ولایت امداد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب و جدِ امجد پیرانِ پیر حضرت غوث الاعظم جیلانی رضی اللہ عنہما سے ورثہ میں ملی تھی۔ اور آپ اس کے لیے مأمورِ من اللہ تھے۔ چنانچہ جیسے کہ پہلے تحریر ہو چکا ہے اس مأموریت اور نصرت کے متعلق اس دورانِ کئی اہل اللہ کو از روئے کشف باطنی معلوم بھی ہو چکا تھا۔ اس ضمن میں حضرت خواجہ فقیر احمد میروی کا ارشاد پہلے درج ہو چکا ہے اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی کا ارشاد گرامی بھی آچکا ہے۔ ایک اور بزرگ حضرت سید چان شاہ جابہ شریف بھی اپنے ایک خواب کی کیفیت بیان فرماتے تھے کہ میں نے ایک فوج کو ظلم لہراتے دریا تے جہلم کے پُل پر سے لاہور کی جانب جاتے دیکھا۔ جن میں سے ایک صاحب نے میری دریافت پر فرمایا کہ ہم بغداد شریف سے آرہے ہیں۔ اور پیر صاحب گولڑہ شریف کی نصرت کے لیے مرزا سائے قادیانی کے مقابلہ پر لاہور جا رہے ہیں۔

حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کے اس قادیانی معرکہ کے کوائف ایک رسالہ موسومہ رویدادِ جلسہ لاہور مرتبہ حافظ محمد دین مالک مصطفائی پریس لاہور میں شائع ہوئے تھے علاوہ ازیں ایک مجموعہ مضامین مسندِ رجبہ اخبارِ چودھویں صدی راولپنڈی بھی کتبانی صورت میں موجود ہے۔ اور مولوی کرم دین بھٹیاں ضلع جہلم نے بھی اپنی کتب "تاریخِ عبرت" میں اس معرکہ کے چشم دید حالات اور اپنے ایک عزیز مولوی محمد حسن فیضی مدرس دارالعلوم انجمنِ نعمانیہ لاہور کی ایک تقریر کا حوالہ بھی دیا ہے بعض دیگر رسائل اور اشعارات وغیرہ بھی مختلف کتب خانوں اور اسلامی لائبریریوں میں ملتے ہیں جن میں راولپنڈی کے ایک پنجابی شاعر پیراں دتہ خادم کا نظم یہ رسالہ تحفہ خادم بھی قابلِ ذکر ہے۔

### شاہی مسجد میں مسلمانوں کا جلسہ (ماخوذ از رسالہ رویدادِ جلسہ لاہور)

جب مرزا صاحب کی آمد سے قطعاً مایوسی ہو گئی تو ۲۷ اگست کو شاہی مسجد میں مسلمانوں کا ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں علمائے کرام نے اس دعوتِ مناظرہ کی مکمل داستان بیان کر کے قادیانیت کی واضح تصویر لوگوں کے سامنے رکھ دی۔ تمام اسلامی فرقوں کے سرکردہ علمائے منبر پر کھڑے ہو کر ختمِ نبوت کی یہ تفسیر بیان کی کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے اس دُنیا میں آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔ اور جو شخص بھی اس عقیدہ کا منکر ہے دائرۃ اسلام سے خارج ہے۔

۱۔ سب سے اول مولوی محمد علی صاحب نے دربارۂ عقائد مرزا قادیانی و عطف فرمایا کہ یہ یہ اُس کے عقائد ہیں جو صریحاً مخالفِ قرآنِ کریم



وسنت واجماع امت ہیں۔

۲۔ مولینا مولوی عبدالحبیب صاحب بن مولینا مولوی عبداللہ صاحب مرحوم و مغفور غزنوی شہر امرتسری نے وعظ فرمایا، جس کا ہاصل یہ تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے افعال و اقوال یہ تھے پس جو شخص اُن کے مطابق چلنے والا ہے وہ اُن کا پیرو ہے اور جو شخص اُن کے مخالف ہے وہ مرتد اور کافر ہے۔ چنانچہ مرزا قادیانی کے افعال و اقوال قطعاً مخالف سنت نبویہ و روش صحابہ کرام ہیں اس لیے اہل اسلام کو اُس سے بچنا چاہیے۔

۳۔ ابو الفیض مولینا مولوی محمد حسن صاحب مدرس دارالعلوم نعمانیہ نے دربارہ غرض انتقاد جلسہ و کارروائی مباحثہ ایک تحریر پڑھی جس کے آخر میں مولانا صاحب نے ایک پُر زور تقریر میں بالتفصیل یہ بھی بیان کیا کہ اس سے پہلے بھی دُنیا میں مناصبے بلکہ اُس سے بڑھ کر بہت سے جھوٹے نبی مسیح، مہدی ہونے کا دعویٰ کرنے والے پیدا ہو کر اور اپنے کیفر کردار کو پہنچ کر حرف غلط کی طرح صفحہ ہستی سے مٹ چکے ہیں۔

۴۔ اس کے بعد مولوی تاج الدین احمد صاحب جو بہر مختار چیف کورٹ پنجاب و سیکرٹری انجمن نعمانیہ نے مولوی محمد حسن صاحب کی تائید کی۔ اور مرزا کے چند اشتہارات سے اُن کی اس قسم کی کارروائیوں پر نہایت تہذیب اور شائستگی سے کچھ عینی کی۔

۵۔ بعد ازاں جناب حضرت مولینا ابوسعید محمد عبدالحق صاحب سجادہ نشین جہان خیل شریف نے مرزا صاحب اہل اُن کی بیوہ کارروائی کی نسبت چند ریمارکس دیئے۔

۶۔ پھر ایک نابینا حافظ صاحب نے جو اپنے آپ کو ظریف متخلص کرتے تھے ایک طرفانہ نظم پڑھی جس کی نسبت حضرت ابوسعید محمد عبدالحق صاحب موصوف نے کھڑے ہو کر فرمایا یہ طرفانہ نظمیں پڑھنے کا موقع نہیں ہے بلکہ یہاں تو اقوال فیصل اہل الرائے علمائے کرام کے بکار ہیں۔

۷۔ اس کے بعد ابوالوفا مولوی شہار اللہ صاحب امرتسری نے مرزا صاحب کی تمام پیش گوئیوں کے غلط ثابت ہونے کی نسبت زبردست دلائل بیان فرمائے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ایسے شخص کو مخاطب کرنا یا اُس کی کسی تحریر کا جواب دینا بھی گویا علمائے کرام کی ہتک اور اُن کی شان سے بعید ہے۔

۸۔ مولینا حافظ سید جماعت علی شاہ صاحب سجادہ نشین نے عقاید مرزا صاحب کے متعلق تردید اور کچھ جناب مہر علی شاہ صاحب کی تشریف آوری کی نسبت تائید نہایت عمدگی سے بیان فرمایا۔

۹۔ ازاں بعد جناب مولینا مولوی مفتی محمد عبداللہ صاحب ٹوکی پروفیسر اور نیشنل کالج و پریذیڈنٹ انجمن حمایت اسلام لاہور نے چند آیات قرآن کریم و احادیث نبویہ نیز دلائل عقلیہ سے مرزا کے عقاید کی سخت تردید فرمائی۔

۱۰۔ اس کے بعد مولوی احمد دین صاحب ساکن موضع بادشاں ضلع جہلم نے مرزائی خیالات کی تردید میں ایک موثر وعظ فرمایا۔

۱۱۔ اور آخر میں حضرت پیر صاحب نے دعائے خیر کی اور تمام حاضرین نے آمین کے نعرے بلند کیے۔

۱۲۔ مولینا مولوی مفتی محمد عبداللہ صاحب و مولینا مولوی عبدالباق صاحب غزنوی جنہوں نے سارے جلسہ ہدایں وعظ فرمایا ہے۔ اس مباحثہ کے واسطے حسب تجویز مرزا قادیانی و منظوری پیر صاحب منصف قرار پائے ہوئے تھے تیسرے صاحب ابوسعید مولوی محمد حسین صاحب شہد تشریف لے گئے ہوئے تھے اس لیے وہ شریک جلسہ نہ ہو سکے ورنہ وہ بھی ضرور اپنی رائے کا اظہار فرماتے۔



## نتیجہ یا فیصلہ جلسہ ہذا

بہ لحاظ مجملہ حالات مرزا و حسب رؤیہ و مندرجہ بالا مجملہ علمائے کرام و مشائخ عالی مقام و رؤسائے عظماء و حاضرین جلسہ اہل اسلام کی اتفاق رائے سے یہ قرار پایا کہ :-

- ۱۔ مرزا غلام احمد قادیانی کو تحقیق معنی منظور نہیں اور وہ خواہ مخواہ بزرگان دین اور معززین اسلام کو اپنی شہرت کے واسطے مخاطب کر کے دیگر اشخاص کے مصارف سے اپنی شہرت و مشہوری کرانا چاہتا ہے اور یہی اُس کا مقصود ہے۔
- ۲۔ اس موقع پر اُس نے حضرت پیر صاحب کو مع دیگر علماء کے خود بخود دعوت مباحثہ دے کر تکلیف دی اور وقت پر مقابلہ میں آنے سے عمدہ گریز کر کے اپنی لاف زنی سے ناحق صد ہا بزرگان دین و معززین اہل اسلام کا وقت ضائع کیا بلکہ کئی ایک طرح کے حرج اور ہزاروں روپے کے مالی نقصان کا اُنہیں متحمل کیا۔
- ۳۔ اس کے عقائد بالکل خلاف قرآن کریم و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرامؓ کے ہیں۔
- ۴۔ اس کے دعوے بالکل فطو و بے بنیاد اور لغوی ہیں۔

۵۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مخالف اور خود رسالت کا دعوے دار ہے۔ وہ اپنے اشتہار معیار الاخیر میں یوں لکھتا ہے :-

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا (ترجمہ) اے غلام احمد تو تمام لوگوں کو کہہ دے کہ میں تمہارے لیے رسول اللہ ہوں۔

۶۔ وہ قرآن مجید کی آیتوں کو اپنے اوپر نازل ہونا تحریر کرتا ہے اور قادیان کو بیت اللہ سے نسبت دیتا ہے اور مسجد قادیان کو مسجد اقصیٰ کہتا ہے اور معراج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منکر ہے۔

۷۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح القدس کی سخت توہین کرتا ہے۔

۸۔ وہ بزرگان دین کے حق میں بہت بے جا و ہتک آمیز تحریریں شائع کر کے اُن کی دشمنی کر رہا ہے۔

۹۔ وہ اپنے من گھڑت الہاموں اور فضول و عودوں سے ناحق دنیا کو دھوکہ دے رہا ہے۔

۱۰۔ اس کے اور اس کے حواریوں کی تحریریں سخت بد تہذیب اور ناجائز الفاظ سے لبریز ہوتی ہیں۔

۱۱۔ اس کی عام اسلامی مخالفت اور دینی عقائد سے اختلاف کے باعث علمائے ہندوستان اس کے خلاف کفر کا فتویٰ دے چکے ہوئے ہیں۔

پس بہ لحاظ وجوہات مذکورہ بالا مجملہ حاضرین جلسہ کی اتفاق رائے سے یہ قرار پایا ہے کہ یہ شخص مخاطب ہونے کی حیثیت نہیں رکھتا اور شرمناک دروغ گوئی سے اپنی دکانداری چلانا چاہتا ہے۔ اور اس نے ہمیشہ بے اصول بحث اور مناقض و حاوی سے چال بازی اور حیلہ جوئی کو اپنا شعار بنالیا ہے۔ اور شرفاء کی پٹریاں اُتارنے اور بازاری و عامیانہ حرکات سے اپنی روزی کمانے کا پانڈہ بنا رکھا ہے۔ اور مذہبی مباحثات میں جو آزادی ہماری عادل گورنمنٹ نے دے رکھی ہے اس کو بے جا طور پر استعمال کر کے ہندوستان کے مختلف فرقوں میں فساد اور عناد بڑھانا چاہتا ہے۔ اس لیے آئندہ کوئی اہل اسلام مرزا قادیانی اور اُس کے حواریوں کی کسی تحریر کی پرواہ نہ کریں اور نہ ان سے مخاطب ہوں اور نہ ہی اُنہیں کچھ جواب دیں کیونکہ اس کے عقائد وغیرہ



بالکل خلافِ اسلام ہیں۔

## علماء و مشائخ ناصرین کی فہرست

جس قدر وقت نے گنجائش کی اور دستخط کرانے والے کی واقفیت کتنی ہوئی، ہندو درجہ ذیل علمائے کرام اور مشائخ عظام کے دستخط حاصل کر لیے گئے :-

جناب ابوسعید حضرت خواجہ محمد عبدالحق صاحب سجادہ نشین جہان خیلان بن حضرت خواجہ قادر بخش صاحب شمس عرفانی رحمۃ اللہ علیہ  
جناب مولانا مولوی عبدالحق صاحب بن مولانا مولوی عبد اللہ صاحب غزنوی، جناب مولانا مولوی مفتی محمد عبد اللہ صاحب ٹوکی، جناب  
مولانا مولوی حافظ سید جماعت علی شاہ صاحب سجادہ نشین نقشبندی، جناب صاحبزادہ سید عبد القادر صاحب سجادہ نشین باجھ خیلان  
ضلع پشاور، جناب صاحبزادہ محمد چرخ صاحب سجادہ نشین چکوری بھیلوال ضلع گجرات، جناب صاحبزادہ عبد العزیز صاحب  
سجادہ نشین چاچر شریف ضلع شاہ پور، مولانا مولوی غلام محمد صاحب گوی نقشبندی امام شاہی مسجد لاہور، مولانا مولوی شمس اللہ  
صاحب امرتسری، مولانا مولوی عبد الاحد صاحب خان پوری، مولانا حافظ عبد المنان صاحب وزیر آبادی، مولانا مولوی محمد علی صاحب  
واعظ، مولانا مولوی احمد دین صاحب بھوٹی ضلع کیمیل پور، مولانا مولوی عبد اللہ صاحب سجادہ نشین جلو ضلع ہزارہ، مولانا حافظ نور احمد  
صاحب ملتان مشیر مال مدرسہ انوار الرحمن، مولانا مولوی محمد نور الحق صاحب ضلع شاہ پور، مولانا مولوی شاہ عبد العزیز صاحب باغبان پوری،  
مولانا مولوی محمد ذکر صاحب اول مدرسہ حمید یہ انجمن حمایت اسلام لاہور، مولانا مولوی میر محمد عبد اللہ صاحب پشاور، مولانا  
مولوی محمد یوسف صاحب سکنہ بھوٹی، مولانا حافظ احمد دین صاحب ولد مولوی سعید الدین صاحب، مولانا مولوی عبد الحق صاحب غزنوی،  
مولانا مولوی محمد یار صاحب امام مسجد طلانی لاہور، مولانا مولوی محمد شریف صاحب سکنہ بھیلوال ضلع گجرات، مولانا مولوی ابو محمد احمد صاحب  
لاہوری، مولانا مولوی غلام مصطفیٰ صاحب ایم۔ اے۔ ایل پروفیسر عربی، فارسی گورنمنٹ کالج لاہور، مولانا مولوی محکم الدین صاحب لاہوری،  
مولانا مولوی محمود الدین صاحب مہتمم مدرسہ اسلامیہ ڈیرہ غازی خان، مولانا مولوی غلام احمد صاحب اول مدرس دارالعلوم انجمن نعمانیہ لاہور،  
مولانا مولوی احمد دین صاحب ضلع جہلم، مولانا مولوی حافظ محمد غازی صاحب ضلع راولپنڈی، مولانا حافظ سراج الدین صاحب سکنہ گولڑہ  
شریف، مولانا مولوی ابوالفیض محمد حسن صاحب فنی مدرس دارالعلوم انجمن نعمانیہ لاہور، مولانا حافظ احمد علی صاحب بٹالوی، مولانا مولوی  
نور احمد صاحب سپروری، مولانا مولوی حافظ جمال الدین صاحب لاہوری، مولانا مولوی نور الدین صاحب امرتسری، مولانا مولوی  
حافظ محمد حسین صاحب امام مسجد چنیال لاہور، مولانا مولوی علی محمد صاحب اسمٹ سیکرٹری ناظم التعليم انجمن حمایت اسلام لاہور،  
مولانا مولوی نور احمد صاحب ضلع فیروز پور، مولانا مولوی احمد علی صاحب سیالکوٹی، مولانا مولوی شفیق الرحمن صاحب لاہوری، مولانا خلیفہ  
عبد الرحیم صاحب واعظ انجمن حمایت اسلام لاہور، مولانا مولوی سید حسن صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ راولپنڈی، مولانا مولوی  
عبد اللہ صاحب مدرس دارالعلوم انجمن نعمانیہ لاہور، مولانا مولوی غلام ربانی صاحب سکنہ بھوٹی، مولانا سید لعل شاہ صاحب صوفی  
ضلع ہزارہ، مولانا مولوی شہاب الدین صاحب مرول والا، مولانا مولوی فتح علی صاحب ریاست جموں، مولانا مولوی محمد عبد الکریم  
صاحب مدرس مدرسہ اسلامی کالرا، مولانا مولوی امیر حمزہ صاحب ساکن بھوٹی، مولانا مولوی محمد فضل حق صاحب ضلع شاہ پور،  
مولانا مولوی جمال الدین صاحب راولپنڈی، حضرت خلیفہ شاہ عزیز الدین صاحب پشاور، مولانا مولوی ولی احمد صاحب ضلع ہزارہ  
مولانا مولوی عبد اللطیف صاحب مہنی علاقہ افغانستان، مولانا مولوی احمد دین صاحب سکنہ جواہر تحصیل چکوال، مولانا مولوی عبد العزیز



صاحب جوائنت سیکرٹری انجمن حمایت اسلام لاہور، مولانا مولوی احمد علی صاحب واعظ دہلوی وغیرہ وغیرہ۔  
 تنبیہ۔ مرزا غلام احمد اور اُس کے حواریوں کو واجب ہے کہ وہ خواہ مخواہ گھڑیٹھے بیٹھے بزرگانِ دین اور محرمینِ اسلام کے نام نامی اپنی تحریروں میں شائع کر کے انہیں مخاطب کرنے سے باز رہیں کیونکہ ایسی تحریروں سے بجز عامہ غلائی میں بد امنی پھیلنے کے اور کچھ حاصل نہیں ہم ان کی فضول اور لچر تحریروں کے جواب دینے سے حسبِ ہدایت جلسہ اہل اسلام لاہور مجبور ہیں۔ اور انہیں اب اختیار ہے کہ وہ ناحق بے گناہ کاغذوں کو اپنے نامہ اعمال کی طرح سیاہ کر کے جس قدر چاہیں زمانہ میں ذلت اور رسوائی حاصل کریں۔

### بعد اختتامِ جلسہ

صاحبانِ ذیل کی رائے سے یہ تجویز ہو کہ جلسہ ہذا کی تمام کارروائی عموماً پبلک کی اور خصوصاً اہل اسلام کی اطلاع کے لیے شائع کر دی جائے۔

- ۱۔ عالی جناب لیفٹیننٹ کرنل راجہ محمد عطاء اللہ خان صاحب سابق سفیر کابل و حال آئری میٹریٹ و رئیسِ اعظم وزیر آباد و پریذیڈنٹ انجمن نعمانیہ لاہور
- ۲۔ جناب چوہدری محمد سلطان خان صاحب بیرسٹریٹ لار سابق میرمنشی کابل
- ۳۔ جناب خواجہ کریم بخش صاحب سیٹھی و رئیسِ اعظم پشاور
- ۴۔ جناب مرزا محمد ظفر اللہ خان صاحب مجسٹریٹ درجہ اول لاہور
- ۵۔ جناب سردار بہادر سید امیر علی شاہ صاحب رسالہ ارمیر و آڈر آف میرٹ درباری لاٹ صاحب
- ۶۔ جناب سید میر احمد شاہ صاحب نقشبندی پٹیہ رحیمت کورٹ پنجاب لاہور
- ۷۔ جناب منشی محرم علی صاحب چشتی پیر و پرائیڈر و ایڈیٹر رفیق ہند لاہور
- ۸۔ جناب مولوی تاج الدین احمد صاحب جوہر مختار عدالت چیف کورٹ پنجاب و سیکرٹری انجمن نعمانیہ لاہور
- ۹۔ جناب میاں سراج الدین صاحب جنرل بک مرچنٹ و رئیس لاہور
- ۱۰۔ جناب ڈاکٹر حکیم غلام نبی صاحب سابق میونسپل کمشنر لاہور
- ۱۱۔ جناب مولوی نواب دین صاحب معتبر و ممتاز کار سردار غلام محمد خان صاحب رئیسِ اعظم ضلع ہزارہ
- ۱۲۔ جناب خلیفہ عماد الدین صاحب انسپکٹر مدارس
- ۱۳۔ جناب مرزا محمد ابراہیم صاحب قزلباش لاہور
- ۱۴۔ جناب میاں تاج الدین صاحب پنشنر کوٹھیدار رئیس لاہور
- ۱۵۔ جناب حافظ چراغ دین صاحب سوداگر و امین انجمن نعمانیہ لاہور
- ۱۶۔ جناب منشی شمس الدین صاحب شائق مالک و مہتمم مطبع شمس الہند لاہور
- ۱۷۔ جناب میاں الطاف حسین صاحب رئیس لاہور
- ۱۸۔ جناب حکیم سلطان محمود صاحب راولپنڈی
- ۱۹۔ جناب مولوی محبوب عالم صاحب ساکن گولڑہ شریف

۲۰۔ جناب مولانا مولوی ابوالفیض محمد حسن صاحب فیضی

۲۱۔ جناب حاجی لالہ عبد الکریم صاحب سوداگر پشاور و دیگر صاحبان

## التماس بخد مت جمیع صاحبان دیگر مذاہب

چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی کے عقاید وغیرہ بالکل خلاف اسلام ہیں اس لیے آپ صاحبان کی خدمت میں مؤدبانہ اتماس ہے کہ آئندہ مرزا کی کسی تحریر یا تقریر یا الہام وغیرہ کو مد نظر رکھ کر اہل اسلام کو مخاطب نہ فرمائیں۔ مرزائے مذکور صلیا اہل اسلام کا مخالف ہے دیگر مذاہب کا مخالف نہیں۔ اس لیے اس کے کسی حملہ سے آپ مسلمانوں پر کوئی اعتراض نہ فرمادیں۔

صاحبان ایڈیٹران اخبارات رسالہ جات !

جن کی خدمت میں یہ رویداد پہنچے۔ وہ ضرور اسے اپنے قیمتی پرچوں میں جگہ دے کر ہم خادمان اسلام کو مشکور فرمادیں۔ نیز شائقینوں سے بھی امید ہے کہ وہ بعد ملاحظہ خود اس کے مشترک کرنے میں حتی الوسع دریغ نہ فرمائیں۔

تھان

۱۔ ابوسعید محمد خالق سجادہ نشین جہان خیلاں بن خواجہ خواجگان حضرت خواجہ قادر بخش صاحب شمس عرفانی رحمۃ اللہ علیہ

۲۔ سردار بہادر سید امیر علی شاہ رسالہ امیر، آرڈر آف میرٹ، درباری لاٹ صاحب بہادر

۳۔ سید میر احمد شاہ نقشبندی پٹنہ چیف کورٹ پنجاب

۴۔ مفتی حکیم سلیم اللہ حافظ دفتر صاحب فنانشیل کمشنر بہادر پنجاب

۵۔ حاجی عبدالقادر نیو سپل کمشنر لاہور

۶۔ مولوی عبد العزیز مصحح دفتر جسر اردو سرشتہ تعلیم گورنمنٹ پنجاب و ایڈیٹر رسالہ انجمن حمایت اسلام لاہور

۷۔ حافظ محمد دین تاجر کتب مالک و مہتمم مصطفائی پریس لاہور

اطلاع

چونکہ مجھے بہت صاحبان کے خط اس غرض سے آرہے ہیں کہ تمام اشتہارات متعلقہ مناظرہ مرزا قادیانی و پیر صاحب اول سے آخر تک جس قدر ہیں روانہ کرو۔ مگر میں بوجہ عدم موجودگی تمام اشتہارات اُن صاحبان کی تعمیل کرنے سے اکثر معذور رہتا ہوں اس لیے اب چند اجاب و شائقینوں کی رائے سے میں نے ایک مفصل رویداد بطور رسالہ جس میں ابتدا سے انتہا تک تمام کارروائی مع کل اشتہارات کے خلاصوں کے درج ہوگی طبع کرانے کا ارادہ کیا ہے جو انشاء اللہ تعالیٰ مناسب وقت میں بہت جلد شائع ہو جائے گی اور اس کی قیمت دو آنے یا کم و بیش رکھی جائے گی۔ پس جو صاحبان اس کے خواہاں ہوں وہ مجھے نیاز مند کے پاس درخواستیں ارسال کریں۔

المشتہر

خادم اسلام حافظ محمد دین تاجر کتب مالک و مہتمم کارخانہ

مصطفائی پریس لاہور کشمیری بازار

(نقل رویداد جلسہ ختم ہوئی)



## حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کی لاہور سے اپنی پر مرزا صاحب کا اشتہار

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ نے لاہور میں ۲۴۔ اگست سے ۲۹۔ اگست تک قیام فرمایا۔ ۳۰ یا ۳۱ کو مرزا صاحب کا ایک اشتہار لاہور میں بدیں مضمون نکلا کہ میں نے پیر صاحب کو فصیح عربی میں قرآن شریف کی تفسیر لکھنے میں اپنے ساتھ مقابلہ کی دعوت دی تھی لیکن انہوں نے جواباً اشتہار دیا کہ تفسیر نویسی سے پہلے نصوص قرآنیہ و حدیثیہ کی رو سے مباحثہ ہونا چاہیے۔ اور اس مباحثہ کے حکم ذہبی مولوی محمد حسین اور ان کے دو رفیق ہوں۔ اور اگر وہ قسم کھا کر کہہ دیں کہ پیر مہر علی شاہ صاحب جیت گئے تو اسی وقت لازم ہوگا کہ میں ان کی بیعت کر لوں۔ اب ظاہر ہے کہ اس قسم کے جواب میں کیسی چال بازی سے کام لیا گیا ہے کیونکہ مولوی محمد حسین کے تحت اید حضرت سیح اور مہدی کے بارے میں بالکل پیر صاحب کے مطابق ہونے کی وجہ سے وہ پیر صاحب کے خلاف فیصلہ کیسے دے سکتے ہیں۔ اب لاہور کے گلی کوچوں میں پیر صاحب کے مرید اور ہم مشرب اس بات کو شہرت اور ہوادے رہے ہیں کہ پیر صاحب تو بالمقابل تفسیر لکھنے کے لیے لاہور پہنچ گئے تھے مگر مرزا بھاگ گیا اور نہیں آیا۔ حالانکہ یہ تمام باتیں خلاف واقعہ ہیں اور صحیح بات یہ ہے کہ پیر صاحب خود بھاگ گئے ہیں اور بالمقابل تفسیر لکھنا منظور نہیں کیا اور نہ ہی ان میں یہ مادہ اور خدا کی طرف سے تائید ہے۔ میں بہر حال لاہور پہنچ جاتا مگر میں نے سنا کہ پشاور کے اکثر جاہل سرحدی پیر صاحب کے ساتھ ہیں۔ اور ایسے ہی لاہور کے اکثر سفلہ اور کینہہ طبع لوگ گلی کوچوں میں مستوں کی طرح گالیاں دیتے پھرتے ہیں۔ نیز مخالفت مولوی بڑے جوشوں سے وعظ کر رہے ہیں کہ یہ شخص واجب القتل ہے۔ تو ایسی صورت میں لاہور جانا بغیر کسی احسن انتظام کے کس طرح مناسب ہے۔ اگر پیر صاحب اعلان کریں کہ صرف تفسیر نویسی میں مقابلہ ہوگا اور تقریری بحث نہیں ہوگی تو میں لاہور آکر مقابلہ کے لیے تیار ہوں لیکن شرط یہ ہے کہ شہر لاہور کے تین رئیس یعنی نواب شیخ غلام محبوب سبحانی صاحب اور نواب فتح علی شاہ صاحب اور سید برکت علی خان صاحب سابق اکسٹرا اسسٹنٹ ایک تحریر یا اتفاق شائع کر دیں کہ ہم اس بات کے ذمہ دار ہیں کہ پیر مہر علی شاہ صاحب کے مریدوں اور ہم عقیدوں اور ہم جنس مولویوں کی طرف سے کوئی گالی یا کوئی وحشیانہ حرکت ظہور میں نہیں آئے گی۔ اس فتنہ اور اشتعال کے وقت بجز شہر کے رئیسوں کی پوری طرح کی ذمہ داری کے، لاہور میں قدم رکھنا گویا آگ میں قدم رکھنا ہے۔

مرزا صاحب نے تقریری بحث کی بہر حال محشویت کا اندازہ کرتے ہوئے اشتہار کے آخر میں یہ بھی لکھا تھا کہ اگر پیر مہر علی شاہ صاحب بالمقابل عربی تفسیر لکھنے سے عاجز ہوں، جیسا کہ درحقیقت یہی سچا امر ہے تو ایک اور سہل طریق ہے جو وہ طرز مباحثہ کی نہیں جس کے ترک کے لیے میرا وعدہ ہے اور وہ طریق یہ ہے کہ اس کی ذمہ داری مذکورہ بالا کے بعد میں لاہور آؤں۔ اور مجھے اجازت دی جائے کہ مجمع عام میں جس میں ہر سر رہیں موصوفین بھی ہوں۔ تین گھنٹے تک اپنے دعویٰ اور دلائل کو پیابک کے سامنے بیان کروں۔ پیر مہر علی شاہ صاحب کی طرف سے کوئی خطاب نہ ہوگا۔ اور جب میں تقریر ختم کر چکوں تو پھر پیر مہر علی شاہ صاحب اٹھیں اور وہ بھی تین گھنٹے پیابک کو مخاطب کر کے یہ ثبوت دیں کہ حقیقت میں قرآن اور حدیث سے یہی ثابت ہے کہ آسمان سے مسیح آئے گا۔ پھر بعد اس کے لوگ ان دونوں تقریروں کا خود موازنہ اور مقابلہ کر لیں گے۔

اس اشتہار پر ۲۸۔ اگست سنہ ۱۹۰۷ء کی تاریخ اور مرزا صاحب کے دستخط اور ان کے چھ گواہوں کے العبدات درج تھے۔ تبلیغ رسالت مجموعہ اشتہارات مرزا صاحب قادیانی میں ایک اور اشتہار مورخہ ۲۵۔ اگست سنہ ۱۹۰۷ء منجانب مرزا صاحب درج ہے جس میں انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کی دعوت تقریری مباحثہ کے سوال پر، پہلے میرا ارادہ



تھا کہ پیر صاحب کا یہ گمان باطل بھی توڑنے کے لیے کہ گویا نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کی رو سے کچھ بحث کر سکتے ہیں اپنے دوستوں میں سے کسی کو بھیج دوں۔ اور اگر جی فی اللہ فاضل جلیل القدر مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی پیر صاحب کے ساتھ بحث کرنا قبول فرماتے تو ان کا فخر تھا کہ ایسے سید بزرگوار محدث اور فقیہ نے اپنے مقابلہ کے لیے ان کو قبول کیا مگر افسوس کہ سید صاحب موصوف نے جب دیکھا کہ اس جماعت میں ایسے گندے لوگ موجود ہیں کہ گندی گالیاں ان کا طریق ہے تو اس کو مشتے نمونہ از خردار سے پر قیاس کر کے ایسی مجلسوں میں حاضر ہونے سے احتراز بہتر سمجھا۔ ہاں میں نے پیر مہر علی شاہ صاحب کے لیے بطور تحفہ ایک رسالہ تالیف کیا ہے جس کا نام میں نے تحفہ گوڑویہ رکھا ہے جب پیر صاحب موصوف اس کا جواب لکھیں گے تو لوگوں کو خود معلوم ہو جائے گا کہ ہمارے دلائل کیا ہیں اور ان کا جواب کیا۔

## مرزا صاحب کے عُذرات

- ۱۔ مرزا صاحب اور ان کے سیرت نگاروں نے ان باتوں پر بڑا زور دیا ہے :-
- ۱۔ پیر صاحب نے کہا ہے کہ اگر مرزا صاحب ہار جائیں تو مجھ سے بیعت کریں۔
- ۲۔ بیعت کے بعد اپنے پیر کے ساتھ تحریری مقابلہ کیا معنی؟ اور
- ۳۔ مباحثہ کے حکم مرزا صاحب کے مخالف تھے۔

## ان عُذرات کا جواب

ان عُذرات کے جوابات یہ ہیں :-

- ۱۔ مرزا صاحب نے اشتہارِ دعوت میں کہا تھا کہ اگر تحریری مقابلہ میں وہ غالب رہے تو پیر صاحب پر واجب ہو گا کہ وہ توبہ کر کے مجھ سے بیعت کریں اور لازم ہو گا کہ یہ اقرار صاف صاف لفظوں میں بذریعہ اشتہار دس دن کے عرصہ میں شائع کر دیں حضرت قبلہ عالم قدس برہ نے اپنے اشتہارِ دعوت میں فرمایا تھا۔۔۔ بعد ظہور اس کے کہ مرزا صاحب اپنے دعویٰ کو بے پایہ ثبوت نہ پہنچا سکے، مرزا صاحب کو بیعت توبہ کرنا ہوگی۔ گویا کسی جگہ اپنے ساتھ بیعت کا ذکر نہیں فرمایا۔
  - ۲۔ مرزا صاحب نے صرف تفسیر نویسی ہی اپنے ساتھ بیعت کی شرط رکھی تھی جس کے بعد تحقیق حق کا کوئی موقع باقی نہیں رہنے دیا تھا۔ لیکن حضرت قبلہ عالم قدس برہ نے تحقیق حق کے بعد صرف بیعت توبہ کا مطالبہ فرمایا اور اپنے پیر یا مرزا صاحب کے مرید بننے کا تقاضا نہیں فرمایا۔ مرزا صاحب کے پیش نظر فقط اپنی بڑائی اور انا خیز ذہن کا خیال نظر آتا ہے۔ مگر حضرت قبلہ عالم قدس برہ کے سامنے اسلام کی حقانیت اور قادیانیت کے بطلان کا مسئلہ ہے۔
  - ۳۔ مولوی محمد حسین اور ان کے دونوں رفیقوں کے حکم بنانے کی تجویز خود مرزا صاحب کی اپنی تجویز تھی جو انہوں نے اپنے اشتہارِ دعوت میں پیش کی تھی حضرت قبلہ عالم قدس برہ کی طرف سے منہجہ جواب اشتہارِ دعوت میں مندرجہ ذیل الفاظ درج ہیں :-
- دعوت میں پیش کی تھی حضرت قبلہ عالم قدس برہ کی طرف سے منہجہ جواب اشتہارِ دعوت میں مندرجہ ذیل الفاظ درج ہیں :-
- مبوض شخص بحث میں مغلوب ہو گا اس کو بیعت توبہ کرنا لازم ہوگی وہ بیعت بجا ضری جمیع علماء کرنی ہوگی۔
- اور اس بحث کے حکم خواہ وہ ہر سہ مولوی صاحبان ہوں جن کو مرزا صاحب منظور کرتے ہیں خواہ اور جن کو مرزا صاحب مقرر کریں گے لیکن رعایت یہ ہوگی کہ جن کو مرزا صاحب بعد میں مقرر کریں گے نہ تو ان کے معتقدین میں سے ہوں



اور نہ پیر صاحب کے ملنے والوں میں سے۔ مرزا صاحب کو اختیار ہے کہ ان سے جس طرح سے اور جو جو حلف قبل ازاں ہمارے لینا مناسب سمجھیں لے لیں۔ وہ رائے قطعی ہوگی۔“

## مسلمان دشوروں اور عوام پر مرزا صاحب کے اشتہارات و دلائل کا رد عمل اور ان کے عواقب

علمائے اسلام نے تو شاہی مسجد لاہور کے جلسہ ہی میں یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ چونکہ مرزا صاحب اور ان کی اُمت پر ہر لحاظ سے اتمامِ محبت ہو چکی ہے اس لیے آئندہ انہیں مخاطب بنانا محض تضييعِ اوقات ہوگا۔ مگر مسلمان عوام اور دانشوروں پر مرزا صاحب کے اس معرکہ میں اشتہارات و دلائل کا عین برعکس اثر ہوا۔ وہ ایک ایسے امام کے منتظر تھے جس کے ذریعے تمام رُوسے زمین پر اسلام کا بول بالا ہونا تھا۔ مگر وہ دیکھ رہے تھے کہ مرزا صاحب اُس امامت کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر شمشیرِ کف ہو کر اسلام کے تحفظ یا مخالفین کے مقابلہ میں نہ تو قدم باہر نکالتے ہیں اور نہ اپنے اسلام کی تبلیغ و اشاعتِ دین کے لیے دلائل و بحث کے میدان میں ہی اُترنے کی جرأت کرتے ہیں۔ مرزا صاحب کی یہ دلیل کہ انہوں نے ۱۸۹۷ء سے پادری آتھم وغیرہ کے مباحثات سے متاثر ہو کر انجامِ آتھم میں لکھ دیا تھا کہ آئندہ وہ تقریری مباحثے نہیں کریں گے۔ ان کی نظر میں قطعاً کوئی وقعت نہیں رکھتی تھی اور غیر معقول تھی۔ کیونکہ وہ غیر مسلموں سے مقابلہ کی بات تھی مگر موجودہ صورت میں چونکہ انہوں نے یعنی مرزا صاحب نے مستقل نبوت کا دعویٰ کر کے مسلمانوں میں ختمِ نبوت کے متفقہ عقیدہ سے انکار کر کے اُسے چیلنج کیا تھا اس لیے اس کے اثبات کے لیے اُمتِ مسلمہ کو سمجھنے سمجھانے کا موقع ہم پہنچانے کی خاطر بحث و تمحیص کی ضرورت بالکل واضح تھی مسلمان یہ بھی دیکھ رہے تھے کہ مرزا صاحب کا ملہم کل تو ان کو اس مباحثہ میں فتح و نصرت، تائیدِ روح القدس، اور وَاللّٰهُ يُعْصِمُ مَلِكًا مِنَ النَّاسِ کی بشارات دے رہا تھا اور آج انہیں پشاور کے سرحدی پٹھانوں سے خوف و لارہا ہے۔ کیا روح القدس کی تائید اب صرف عربی میں تفسیر نویسی تک محدود ہو کر رہ گئی تھی۔ آج سے قبل تو روح القدس سے نصرتِ مأمور، شکستِ مخالفین اور تائیدِ تسخیرِ غلّٰت کے معجزات و خوارقِ ظہور پذیر ہوتے آئے تھے اور کسی نبی کو روح القدس کی تائید کے باعث مخالفین کے ساتھ زبانی بحث و تمحیص سے گریز یا انکار کا خیال بھی پیدا نہیں ہوا تھا بلکہ حق تو یہ ہے کہ کسی نبی کا منکرین کے ساتھ کبھی تحریری مناظرہ نہ ہوا جب بھی ایسی نوبت آتی زبانی بات چیت ہی ہوتی تو موجودہ صورت میں سنت اللہ کیوں بدل گئی؟ پھر کیا حق و باطل کا مدار صرف فصیح عربی تحریر پر ہی تھا۔ اور کیا ایسی صورت میں مصر و شام اور فلسطین و عراق کے یہودی، نصرانی اور غیر مسلم عرب اپنی مادری زبان میں یقیناً زیادہ فصاحت و بلاغت کا مظاہرہ نہیں کر سکتے تھے؟ رہی تفسیر تو قادیانی مذہب میں تفسیر نویسی کا سوال ہی کیسے پیدا ہوتا تھا۔ کیا مرزا صاحب نے اپنے اُس وقت تک کے بیس سالہ دور میں قرآن مجید کی کوئی ایسی تفسیر کی تھی جس سے مسلمانوں کے لیے عرفانِ الہی، اتباعِ سنت اور اخلاقِ فاضلہ کی منسزلیں آسان تر ہو گئی ہوں۔

غرض اس قسم کے خیالات اور احساسات تھے جو مسلمان عوام نے اپنے بے شمار خطوط، اشتہارات اور اخبارات میں مضامین کے ذریعے مرزا صاحب تک پہنچا کر ان کو مجبور کر دیا کہ وہ اپنی اس گرتی ہوئی ساکھ کو سنبھالا دینے کے لیے مزید ہاتھ پاؤں ماریں۔

## گھرنیٹھے تفسیر نویسی کے مقابلہ کی دعوت

مورخہ ۱۵ دسمبر ۱۸۹۷ء کو مرزا صاحب کی طرف سے ایک اور اشتہار نکلا جس میں اپنے سابقہ اشتہارات اور لاہور میں



حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کے مقابلہ پر نہ جانے کے واقعات کا اعادہ کرتے ہوئے لکھا تھا :-

”ہر ہفتہ میں کوئی نہ کوئی ایسا اشتہار پہنچ جاتا ہے جس میں پیر مہر علی شاہ کو آسمان پر چڑھایا ہوا ہوتا ہے اور میری نسبت گالیوں سے کاغذ بھرا ہوتا ہے۔ اور میری نسبت کہتے ہیں کہ دیکھو اس شخص نے کس قدر ظلم کیا کہ پیر مہر علی شاہ صاحب جیسے مقدس انسان بالمقابل تفسیر لکھنے کے لیے صوبت سفر اٹھا کر لاہور پہنچے۔ مگر یہ شخص..... اپنے گھر کے کسی کوٹھے میں چھپ گیا۔“

اسی سلسلہ میں اپنے پُرانے مرید غشی الہی بخش اکاؤنٹنٹ کے رسالہ ”عصائے موسیٰ“ کا حوالہ دے کر لکھا :-

”اس میں بھی پیر صاحب کی جھوٹی فح کا ذکر کر کے جو چاہا کہا ہے۔ اگر کوئی کشتی دو پہلو انوں کی مشتبہ ہو جائے تو دوسری دفعہ کشتی کرائی جاتی ہے۔“

ان چیزوں کا ذکر کر کے اصل مطلب پرتے ہیں :-

”آج میرے دل میں ایک تجویز خدائے تعالیٰ کی طرف سے ڈالی گئی جس کو میں اتمامِ محبت کے لیے پیش کرتا ہوں اور وہ تدبیر یہ ہے کہ آج میں اُن متواتر اشتہارات کا جو پیر مہر علی شاہ صاحب کی تائید میں نکل رہے ہیں یہ جواب دیتا ہوں کہ..... میں اسی جگہ بجائے خود سورۃ فاتحہ کی عربی فصیح میں تفسیر لکھ کر اس سے اپنے دعویٰ کو ثابت کروں اور اس کے متعلق معارف اور حقائق سورہ مدوحہ کے بھی بیان کروں۔ اور حضرت پیر صاحب میرے مخالف آسمان سے آنے والے مسیح اور غوثی مہدی کا ثبوت اس سے ثابت کریں یہ دونوں کتابیں دسمبر ۱۹۰۰ء کی پندرہ تاریخ سے ستر دن تک چھپ کر تیار ہو جانی چاہئیں تب اہل علم لوگ خود مستابلہ اور موازنہ کر لیں گے۔“

اس کے ساتھ ہی حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کے لیے پانچ صد روپیہ کا انعام پیش کرتے ہوئے لکھا کہ اگر مقابلہ میں تفسیر فاتحہ تحریر کریں اور تین اہل علم قسم کھا کر پیر صاحب کی تفسیر کو بہتر قرار دیں تو یہ انعام آپ کا حق ہوگا۔ نیز مندرجہ ذیل فقرات لکھ کر اپنی طرف سے حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کو تفسیر لکھنے پر جوش دلانے کی بھی کوشش کی۔

”عقل مند لوگ ہرگز اس بات کے قابل نہیں کہ پیر صاحب کو علم قرآن میں کچھ دخل ہے۔ یا وہ عربی فصیح و بلیغ کی ایک سطر بھی لکھ سکتے ہیں۔ بلکہ ہیں اُن کے خاص دوستوں سے یہ روایت پہنچی ہے کہ بہت خیر ہوئی کہ پیر صاحب کو بالمقابل تفسیر عربی لکھنے کا اتفاق پیش نہیں آیا۔“

خاتمہ کلام اس فقرہ پر تھا :-

”فریقین میں سے کوئی فریق تفسیر فاتحہ چھاپ کر شائع نہ کرے۔ اور یہ دن گزر جائیں تو وہ جھوٹا سمجھا جائے گا اور اُس کے کاذب ہونے کے لیے کسی اور دلیل کی حاجت نہیں ہوگی۔“

جناب مرزا صاحب قادیانی کے احکام ایسے ہی ناورد شاہی ہو کر تے تھے :-

”جو مجھے نبی نہیں مانتا وہ جہنمی ہے۔“

”جو میری کتابوں کو محبت اور پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھتے وہ ذریعۃ البغایا ہیں۔“

”جو میری شرائط پر میرے مقابلہ میں تفسیر نہیں لکھتے انہیں عربی کی ایک سطر بھی صحیح لکھنا نہیں آتا۔“



اور — جو میرے کہنے پر سورۃ فاتحہ کی تفسیر نہیں لکھے گا اُس کے کاذب ہونے کے لیے کسی اور دلیل کی حاجت نہ ہوگی۔ وغیرہ وغیرہ

## حضرت کی ذات گرامی پر اس نئی مبارز طلبی کا ردِ عمل

حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کی ذات گرامی پر اس نئے چیلنج کا ذرہ بھر بھی اثر نہ ہوا۔ آپ کی ذات مقدس کا اولیائے کبار کی اُس برگزیدہ جماعت سے تعلق تھا جنہیں دائمی مشاہدہ ذات کے باعث اُس شغل میں معمولی سا خلل حتیٰ کہ ٹھکی درس و تدریس کی طرف توجہ بھی گراں گزرتی ہے۔ آپ کے ملفوظات طیبات میں اسی انداز کا واقعہ درج ہے کہ ایک روز حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت آپ نے فرمایا کہ جب انہیں فرمان الہی نے ارشاد طلبین پر مامور فرمایا تو غش کھا کر گر پڑے۔ جس پر اللہ سبحانہ تعالیٰ نے ملائکہ سے خطاب فرمایا رُدُّوْهُ عِبْدِیْ رَاقِیَّ (ہمارے بندے کو ہماری طرف واپس لاؤ) اسے ہم سے ایک پل کی جُدائی بھی گوارا نہیں۔ ایسی صورت میں بھلا ان ذاتی تعلیموں کو جن سے نہ دین کا فائدہ متصور تھا نہ دنیا کا آپ اپنے اوقات شریف میں خلل انداز ہونے کی کیسے اجازت دے سکتے تھے؟ سیفِ چشتیائی میں مرزا صاحب کے ایک اشتہار کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ”مجھ کو اپنے اوقات عزیز کی تضحیح پر جو ایسے جاہلانہ اشتہارات کی تردید میں ہو رہی ہے۔ نہایت رنج و افسوس ہوتا ہے مگر کیا کروں بعض احباب نے مجبور کر رکھا ہے۔“

حضرت بابو جی قبلہ مدظلہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت دیوان سید محمد پاک پتن شریف کے اصرار پر حضرت قبلہ عالم قدس سترہ نے قرآن مجید کی تفسیر لکھنے کا ارادہ فرمایا۔ لیکن پھر یہ کہہ کر دیوان صاحب سے معذرت خواہ ہوئے کہ میرے خیال تفسیر نویسی پر میرے قلب پر معانی و مضامین کی اس قدر بارش شروع ہو گئی ہے جسے ضبطِ تحریر میں لانے کے لیے ایک عمر درکار ہوگی۔ اور کوئی اور کام نہ ہو سکے گا۔

## ”سیفِ چشتیائی“

چنانچہ مرزا صاحب نے ۱۵۔ دسمبر ۱۹۰۷ء کے ستر دن بعد اعجازِ المسیح کے نام سے سورۃ فاتحہ کی تفسیر شائع کی جب تفسیر عربی و ان طبقہ کے ہاتھوں میں پہنچی تو مرزا صاحب کے تفسیری کمالات سب کے سامنے آ گئے۔ اور عربی و انی و عربی نویسی کے بلند بانگ دعاوی کی اصلیت سب پر روشن ہو گئی۔ اس تفسیر کی زبان محاورہ سے محروم، لغوی اور نحوی اغلاط سے مملو اور مسرورہ عبارت سے پُر تھی۔ فی سبعمین یوماً من شهر الصیام پر تو طلباء نے بھی آواز سے کہے کہ قادیان کا رمضان شریف ستر دنوں کا ہوتا ہے۔ حسب معمول یہ تفسیری کارنامہ بھی محض مغسری اپنی ذات کے اشتہار تک ہی محدود تھا۔ علمی انکشاف اور عرفانی اسرار کے نادر نمونہ بات اگر کوئی تھے تو یہ کہ یومہ الدین ”مسح موعود کے زمانہ کا نام ہے اور الحمد للہ“ سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے جو ذلک الحمد فی الاولیٰ والاخرۃ فرمایا ہے تو اس سے دو احمد مراد ہیں۔ احمد اول حضور بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور احمد آخر مرزا غلام احمد قادیانی۔ حالانکہ مرزا صاحب کی اپنی اُمت یہ کہہ رہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی احمد نہیں تھا۔

اعجازِ المسیح کی پیش گوئی کے ان ستر دنوں میں مصر کے ایک اخبار نے مرزا صاحب کے اس دعویٰ کا ضحکہ اڑایا تھا کہ عربی

زبان میں تفسیر لکھنا ایک ایسا اعجاز ہے جس سے ایک ہندوستانی کا دعویٰ نبوت ثابت ہو جاتا ہے اس پر مرزا صاحب نے اس اخبار کو بھی اپنے چیلنج میں شامل کر لیا اور مصر میں اشتہار بھجوائے کہ عربی ممالک کا کوئی شخص اگر مقابلہ میں آنا چاہتا ہے تو آجائے۔ علامہ اقبال کو مرزا صاحب کے ایسے ہی لطافت پر محمد علی باب کی یاد نے گدگدایا تھا۔ علامہ نے باب کو کہا تھا کہ تم قرآن مجید کے اعراب غلط پڑھ رہے ہو۔ باب بولا۔ مجھ سے پہلے قرآن اعراب کا پابند تھا۔ اب میری امامت کے انوار و برکات کے صدقہ میں قرآن کو اس پابندی سے آزاد کر دیا گیا ہے۔

جب اعجاز المسیح کی تفسیر پر بھی خاطر خواہ نتائج مترتب نہ ہوئے اور مسلمانوں کے خطوط اور اشتہارات میں یہ تقاضا مزید زور پکڑ گیا کہ مرزا صاحب ان لطافت احمیل کو چھوڑ کر حضرت پیر صاحب کی کتاب شمس الہدایت کا جواب لکھنے کی طرف متوجہ ہوں تو انہوں نے مولوی محمد احسن امروہی کو جو تنخواہ میں تخفیف کے باعث ناراض ہو کر امر وہم چلے گئے تھے، واپس بلوایا اور کوئی ایک سال کے عرصہ میں ان سے شمس بازغہ لکھوا کر شائع کرائی۔ تخفیف تنخواہ کے بہانے گھر بھجانے کی وجہ یہ بیان ہوتی ہے کہ مولوی صاحب دعویٰ نبوت کے معاملہ میں سو فی صد ہم نواز نہ تھے۔

اعجاز المسیح اور شمس بازغہ کے جواب میں حضرت قبلہ عالم قدس بتراف نے اپنی شہرہ آفاق کتاب سیفِ چشتیانی تصنیف فرمائی جو ۱۹۰۲ء میں شائع ہو کر برصغیر کے علماء و مشائخ، دینی مدارس اور مذہبی اداروں میں مفت تقسیم کی گئی۔ اس میں حضرت قبلہ عالم قدس بتراف نے مرزا صاحب کی اعجازی تفسیر سورہ فاتحہ موسومہ اعجاز المسیح پر صرف و نحو، لغت، بلاغت، معانی، منطق اور محاورہ کی غلطیاں، نیز سرسرقہ، تحریف اور التباس کے قریب ایک صد اعتراضات فرمائے ہیں جن میں سے بعض یہاں بھی پیش کیے جاتے ہیں۔ ان سے عربی دان اور عالم حضرات ہی کچھ لطف اندوز ہو سکیں گے۔

## اعجاز المسیح

قال صفحہ ۲۔ دخلت راحتها من بخل المذنة  
اقول۔ ظاہر ہے کہ من صلہ دخلت کا خلاف مقصود ہونے کی وجہ سے نہیں ہو سکتا اور تعلیلیہ موجد ہے معنی غیر مراد کی طرف، اس لیے یہاں لام کا محل تھا۔

قال صفحہ ۳۔ من كل نوع الجناح  
اقول۔ کلمہ کل معرفہ پر احاطہ اجزا کا افادہ دیتا ہے جو یہاں مقصود نہیں اس لیے نوع للجناح چاہیے تھا۔

قال صفحہ ۳۔ كل امرهم على التقوى  
اقول۔ یہاں بھی کل مجموعی خلاف مراد ہے اس لیے كل امر لهم چاہیے تھا۔

قال۔ وعندى شهادات من ربي لقوم مستقرين وايات بينات للمبصرين وجه كوجه الصادقين۔

اقول۔ ووجه عطف ہے شهادات پر گویا عندی وجہ ہوا اور یہ خلاف محاورہ ہے کیونکہ جبر عند نہیں آتا۔

۱۔ قال کے معنی ہیں اُس نے کہا اور اقول کے معنی ہیں میں کہتا ہوں۔



قال - این الخفافا فتحو العین ایہا العقل

اقول - فافتحو پر فاکالانا بے محل ہے کیونکہ فاکالما قبل اس کے مابعد کے لیے سبب ہوتا ہے اور اس جگہ برعکس ہے۔  
عدم الخفاء سبب فتح العین کے لیے نہیں بلکہ فتح العین سبب ہے عدم الخفاء کے لیے۔

قال صفحہ ۸ - حتی اتخذ الخفافیش وکرا الجنانہم

اقول - ترجمہ یہ ہے :- یہاں تک کہ چمکا ڈروں نے مخالفین کے دل کو آشیانہ بنالیا۔ جنانہم پہلا مفعول ہوا اتخذ کے لیے اور وکرا دوسرا مفعول۔ اتخذ چونکہ بنفسہ متعدی الی المفعولین ہے۔ لہذا لام کالانا مفعول ہے۔ دوسرا تقدیم مفعول ثانی کی بے وجہ ہے اور تیسرا جنان اور وکرا بہ لحاظ ماقبل یعنی قولہم وفضلہم واعیانہم جمع ہونا چاہیئے۔

قال صفحہ ۹ - واکفروہ مع مریدیہ واعوانہ وانزل اللہ کثیرا من الاسۃ فما قبلوا

اقول - وانزل اللہ کثیرا فصل کا محل ہے کوئی کلمہ والہ علی الفصل چاہیئے۔

قال صفحہ ۱۰ - وجعل قلمی وکلمی منبع المعارف

اقول - منابع المعارف یا منبعی المعارف چاہیئے۔

قال صفحہ ۱۱ - فقد انعدم علمہ کتلج ینعدم بالذوبان۔

اقول - انعدم کا لفظ غیر مستعمل ہے بجائے اس کے عُدَم چاہیئے۔ دیکھو قاموس۔

قال صفحہ ۸۱ - وهذا الرجیم هو الذی ورد فیہ الوعد اعنی الدجال

اقول عجیب مسئلہ ہے کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم میں جو شیطان ہے اس سے مراد تو ابلیس ہے اور رجیم جو اس کی صفت ہے اس سے مراد دجال ہے جسے عیسیٰ علیہ السلام قتل کریں گے۔ آج تک یہی سنا تھا کہ موصوف اور صفت کا مصداق ایک ہی ہوا کرتا ہے مگر اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم سے مرزا صاحب نے کیسے ثابت کر دیا کہ ان کا مصداق مغایر بھی ہوتا ہے سبحان اللہ۔

قال صفحہ ۱۳۵ - قد استنبطت هذه النکۃ من قوله الحمد لله رب العلمین۔

اقول - مرزا جی فرماتے ہیں کہ اس آیت میں دلہ الحمد فی الاولی والاخرۃ دواحدوں کی طرف اشارہ ہے ایک اولیٰ احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ دوسرا آخرۃ احمد بن غلام مرتضیٰ سبحان اللہ عجیب استنباط ہے۔

قال - الزمر اللہ كافة اهل الملة

اقول - كافة کا لفظ عربی میں مضاف نہیں آتا۔

قال - الاعلى النفس التي سعى سعيها

اقول - سعى کی جگہ سعت مؤنث چاہیئے۔

قال صفحہ ۱۴۰ - وذلك وقت المسيح الموعود وهو زمان هذا المسکین والیہ اشار فی آیۃ يوم الدين۔

اقول - لعنة الله على الكاذبین المحرفین۔

قال صفحہ ۱۴۳ - وسعی زمان المسيح الموعود يوم الدين

اقول - ثانیاً لعنة الله على الكاذبین المحرفین

قال صفحہ ۱۵۹۔ الاقلیل الذی ہو کالمعدوم

اقول یصح، یبلغ، یلح صاحب موصوف نکرہ ہے اور صفت معرفہ۔ مرزا صاحب نے ابتدائے کلام میں حضرت قبلہ عالم قدس سرہ پر اپنے دل کا غبار نکالتے ہوئے ایک جگہ لکھ دیا تھا:-

قال۔ ومع ذلک کان یخاف الناس

چنانچہ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ فرماتے ہیں:-

اقول "خائف وہی ہوتے ہیں جن کو میدان میں سامنے آنا موت نظر آتا ہے۔ مع آنکہ تحریک مقابلہ بھی پہلے خود ہی کی ہو۔ مأمور من اللہ کو میدان میں موجود ہونا نہایت ہی ضروری تھا تا کہ خلق اللہ مأمور کی غیر حاضری کے باعث اُس کو مُقَرَّری علی اللہ سمجھ کر صراطِ مُستقیم نہ چھوڑ دیں۔ مخالفین کو لگا کر بٹلانا اور پھر گھر سے باہر نہ نکلنا گویا اپنے ہی ہاتھوں دین کی یخ کنی کی ہے۔۔۔ اللہ تعالیٰ کو بحسب وعدہ اِنَّا نَحْنُ كَزَلْنَا الَّذِیْ كَرَّوْا اِنَّهٗ لَحَافِظُوْنَ ہ قرآن کریم کو تحریف سے بچانا منظور تھا۔ اور اُمنت مرحومہ کو یہ سمجھانا کہ غلام احمد قادیانی کتاب اور اُمنت اور اجماع کا محرف ہے۔ اس لیے اس کے ہاتھ سے اشتہار دعوت باں کر دفر کہ ضرور میرا مقابل میرے مقابلہ میں ذلیل ہوگا، یہ ہوگا، وہ ہوگا، رُوئے زمین پر دلوایا جس میں خود ہی اُس نے ان تین علماء جناب مولوی محمد عبداللہ صاحب پروفیسر لاہوری، جناب مولوی عبدالجبار صاحب امرتسری اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو حکم قرار دیا اور انتقام پولیس وغیرہ بھی لکھ دیا۔ اور پہلے اس کے آپ کو الہام بھی ہو چکا تھا کہ وَاللّٰهُ یُعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ نِزَایَ مُہِیْنٌ مِّنْ اِهَانَتِكَ اور تیری اور تیرے گروہ کی میں حفاظت کروں گا اور تیرا ہی گروہ قیامت تک غالب رہے گا (دیکھو کتاب البریہ) اور اسی ارشہ تار میں اخیر پر لکھ دیا کہ لعنة الله على من تخلف و ابی مسلمانو، غور سے سوچو یہ ایک کمر الہی تھا مقابلہ مکر قادیانی صاحب کے جو انہوں نے سوچا تھا کہ کسی کو کیا ضرورت جو اجابت دعوت کرے گا اور ہم کو گھر میں بیٹھے بٹھائے فتح حاصل ہو جائے گی۔ مگر چونکہ بحکم واللہ خیر الماکرین، الہی مکر غالب رہتا ہے۔ اس لیے قادیانی صاحب کی اُس کر دفر کے بعد ایام جلسہ لاہور میں قلمی اور کلمی طاقتیں سلب کر لی گئیں یعنی عدم حاضری کا عذر تک بھی قلم اور منہ سے نہ نکلا۔ باوجود اس کے کہ معتقدین و مخالفین دونوں کی جانب سے سخت اصرار و کشمکش بھی ہوئی۔ تھینا پانچ چھ دن کے بعد جب ہمارے واپس ہونے کی خبر جناب کو پہنچی تو زرد کاغذ پر بید لرزاں کی طرح قلم ہلنے لگا۔ اور اعذار بارہ اوہن من بیت انعنکبوت شروع ہوئے کہ ہم کو سرحدی لوگوں کا خوف تھا اس لیے نہیں آئے۔ اس عذر پر لوگوں نے کہا کہ کیا آپ اُن الہامات کو بھول گئے ہیں جن میں آپ کو مکہ کی جانب سے پوری تسلی اور غالب رہنے کی بشارت دی گئی تھی یا آپ کے علم سے بھی ایفاء وعدہ کی قدرت سلب کی گئی۔

"ہماری طرف سے تقریری شرط کی ترمیم اس لیے تھی کہ تقریر بھی معیار صداقت ہونے میں تحریر سے کم نہیں جس شخص کو اللہ تعالیٰ غالب کرنا چاہتا ہے۔ اور اُس کو منظور ہوتا ہے کہ اس کے غالب رہنے کے ذریعہ سے لوگوں کو ہدایت کروں، تو اُس کے خلیہ کو معیار صداقت ٹھہرانے کے بعد ضرور ہی اُس کو غالب کرتا ہے۔ اور اُس سچے مأمور کو فرض منصبی کی رُو سے حریف مقابل کے دُوبدو ہونا نہایت ضروری ہوتا ہے۔ بلکہ قادیانی صاحب چونکہ بزور و فناء محمدی و عیسوی کے مدعی ہیں تو تقریری معیار بلکہ تسلیم اُن پر ضروری تھی۔ کیونکہ اُن کے بارزین یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عیسیٰ علیہ السلام نے بھی تبلیغ حق تعالیٰ کی طور پر کی تھی۔

"دوسری وجہ ترمیم کی یہ ہے کہ صرف تحریریں احقاقِ حق اچھی طرح نہیں ہوتا۔ بالعرض اگر قادیانی صاحب جلسہ لاہور میں بھی تفسیر



لکھتے تو کیا ان کی بھولی بھالی جماعت بے تیزی کی وجہ سے اپنی ضلالت یعنی گمراہی پر زیادہ پکی نہ ہو جاتی۔ اُن کو ذاتی لیاقت اس قدر کہاں تھی کہ اس تفسیر کے مضامین و اہیہ اور محرفہ پر اطلاع پادیں یا مرزا جی کے سر قہ کو پکڑ سکیں۔ وہ تو صرف عربی عبارت مسروقہ کو دیکھ کر زیادہ گمراہ ہو جاتے۔

”مرزائیوں کی اس کم توجہی پر نہایت ہی افسوس آتا ہے کہ انہوں نے نبوت اور قرآن دانی کا معیار انشا پر دازی کو سمجھ رکھا ہے اور پھر انشا پر دازی جس کے فطری اور معنوی کمال کی قلبی کھل رہی ہے۔ بھلا مثلاً اگر کوئی عربی زبان میں یہ مضمون لکھ دے کہ نماز عبارت صرف توجہ الی اللہ سے ہے اور اوضاع معمولہ اہل اسلام کی کوئی حقیقت نہیں اور اپنے دعوئے کی دلیل اس امر کو ٹھہر لے کہ میری طرح چونکہ کوئی شخص عربی نویس نہیں ہے اور فی الواقع ایسا بھی ہو، تو کیا کوئی عاقل ایسی دہی دلیل سے اُس کے دعویٰ کو مان سکتا ہے ہرگز نہیں۔“

مرزا صاحب نے اپنی اس تفسیر کو کلام اللہ کا مثیل اور اعجاز میں قرآن مجید کا نخل بتایا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:-  
 ”ان کلامی هذا قد جعل من المعجزات (اس کلام من بطور معجزہ گردانیدہ شد) ذاتی معجزۃ اعظم من اعجاز قد وقع ظل القرآن و مثانۃ کلام اللہ فی کونہ ابعث من طاقت الانسان۔  
 (و کلام معجزہ ازاں معجزہ بزرگ تر خواهد بود کہ قرآن را ہم چوں ظل واقع شدہ و کلام الہی را در خارج عادت بون مماثل گشتہ)“

حضرت قبلہ عالم قدس برتر نے مرزا صاحب کے اس معجزانہ کلام میں صرف مقامات تحریری سے ہی بس مسروقہ عبارات کی نشاندہی فرمائی ہے۔ جہاں مرزا صاحب نے تحریری کا کوئی حوالہ نہیں دیا۔ ان کے سیرت نگار ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے اپنی کتاب نجد و اعظم میں اسے توارق قرار دیا ہے یعنی جس اعجازی اور الہامی کلام کا صدور اور ورود انسانی طاقت سے بالا اور بعید قرار دیا جا رہا ہے اُس میں صرف مقامات تحریری سے بس توارق پائے جاتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ پیر صاحب، حضرت اقدس مرزا صاحب کے مقابلہ پر لکھتے بھی تو کیا لکھ سکتے تھے واقعی پر حجاب کے کسی مبتدئی شاگرد سے بھی ایسا غلط کلام وجود میں نہیں آسکتا تھا جیسا آپ کے حضرت اقدس کے ملہم سے صادر ہوتا رہا ہے مثلاً اَلْاَرْضُ وَالسَّمَاءُ مَعَلَّكَ كَمَا هُوَ مَعِيَ۔ جہاں نہ تثنیہ کی خبر ہے نہ تانیث کی۔

”شمس باز نہ“

حضرت قبلہ عالم قدس برتر نے تیسف چشتیائی میں کتاب شمس باز نہ کے صفحہ ۱۵۸ و ۱۵۹ کے علی الترتیب ایسے خاموش کن اور مسکت جوابات دیئے کہ علمائے وقت میں، امروہی صاحب کے علمی افلاس کا ڈھنڈورا پیٹ گیا۔ آپ نے شمس الہدایہ میں مرزا صاحب سے معاوَرۃ قرآنی کے تحت کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے معنی دریافت فرمائے تھے۔ مرزا صاحب نے اس کا پر اپنے ان بڑے مولوی صاحب یعنی امروہی صاحب کو مانور کیا تھا۔ کئی سال قبل حضرت نے اپنی کتاب تحقیق الحق میں اس سوال کے اکثر پہلوؤں پر بحث فرمائی تھی۔ امروہی صاحب نے اُس کتاب کو کسی استاد سے پڑھے اور سمجھے بغیر مذکورہ بالا جواب دینے کے نہیں میں اس طرح استعمال کیا کہ ان کی کم فہمی کے باعث وہ مسروقہ مضمون مہمل اور بے ربط ہو کر رہ گیا۔ اور یہ صاحب ایک نقال طالب علم کی طرح بغیر سمجھے کسی صفحات سیاہ کرتے چلے گئے اور جب دیکھا کہ سوال کسی طرح بھی حل نہیں ہوا اور نہ ان کے



تھے ہی کچھ پڑا ہے تو رفعِ مذمت کے لیے لکھا۔

”واضح خاطر عاظمِ ناطقین ہو کہ ہم نے اس جواب میں مؤلف کا ایسا تعاقب کیا ہے کہ جلدھر کو مؤلف گیا ہے، اُدھر ہی کو ہم بھی اُس کے ساتھ ساتھ گئے ہیں۔“

حضرت قبلہ عالمِ قدس سرہ اس مقام کے متعلق فرماتے ہیں:-

”ہاں بے شک یہ کہنا آپ کا بجا اور سچ ہے۔ نا فہم طالبِ علم کا یہی دھیرہ ہوتا ہے کہ معلم کے پیچھے طوطی کی طرح صرف الفاظِ بعینہا کہتا چلا جاتا ہے۔“

اس دلچسپ مضمون کا پورا لطف تو سیفِ چشتیائیؒ میں مفصل سوال و جواب پڑھنے سے

ہی آسکتا ہے۔

حضرت کی تصنیف یعنی سیفِ چشتیائیؒ اپنے نادر استدلال، بلند پایہ علمی مضامین اور مسئلہ زیر بحث پر سوال و جواب کے پیرایہ میں واضح اور دل نشین انداز اور تجزیہ کے باعث نہایت مقبول ہوئی اور آج نصف صدی گزرنے پر بھی بار بار طبع ہو کر ہاتھوں ہاتھ لی جا رہی ہے۔ بلند پایہ علماء کے طبقہ میں تو بالخصوص اس کی بہت مانگ ہے اور وہی درحقیقت اس کی صحیح قدر و منزلت بھی کر سکتے ہیں۔ چنانچہ مولوی اشرف علی تھانویؒ اپنی تفسیر بیان القرآن میں آیت وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ (سورہ نساء۔ آیت ۱۵۷) کے ذیل لکھتے ہیں:- ”اور حیات و موت عیسوی کی بحث میں کتاب سیفِ چشتیائیؒ قابلِ مطالعہ ہے۔“ اسی طرح دیوبند کے شیخ الحدیث علامہ انور شاہ کشمیری نے بھی اپنی کتاب عقیدۃ الاسلام فی حیوۃ عیسیٰ علیہ السلام کے دیباچہ میں سیفِ چشتیائیؒ کو مسئلہ حیاتِ مسیح پر ایک بہترین اور کافی دانی تحریر قرار دیا ہے۔

ایک اور صاحب کا قول ہے کہ قادیانیت کی تمام کائنات سیفِ چشتیائیؒ کے ان دو فقروں سے واضح ہو جاتی ہے:-

اول تو یہ کہ مرزا صاحب قادیانی نے حضرت پیر صاحبؒ کی نسبت لکھا تھا کہ (معاذ اللہ) وہ غیث ہے اور غیث ہے وہ جو اُس کے مُنہ سے نکلتا ہے۔ اس کے جواب میں حضرت پیر صاحبؒ فرماتے ہیں:- کہ مرزا صاحب آپ مجھے تو بے شک مُنہ بھر کر گالیاں دے لیں۔ مگر چونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارے مُنہ سے اکثر کلامِ ربانی اور تسبیح و تہلیل کے پاک کلمات بھی نکلتے رہتے ہیں اس لیے اُنہیں گالی دے کر مستوجبِ سزا نہ ہوں۔

دوم، مرزا صاحب نے لکھا تھا کہ معراجِ نبویؐ ایک اعلیٰ درجہ کا کشف تھا اور میں خود اس قسم کے کشف میں صاحبِ تجربہ ہوں۔ اس کے جواب میں حضرت پیر صاحبؒ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ

وآلہٖ وسلم حضرت قبلہ عالمِ قدس سرہ کے کلامِ طیبہ کے معنی والے سوال کے متعلق مولانا محمد القدر سندودیؒ اپنے ایک رسالہ موسومہ ”امروہی کے شمس کا سفہ کا دائمی کسوف“ مطبوعہ کشمیری پریس لاہور میں لکھتے ہیں:- ”کا فہم کلام ہے اسلام پر واضح ہو کہ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رزقہ اللہ ثواباتِ رضائہ نے بہت بدلاف زنی مرزا غلام احمدؒ قادیانی دربارہ عیدم المصال ہونے اپنے کے خدا شناسی اور تفسیر دانی میں امتحاناً اور محض اس کے اتنے بڑے دعویٰ کو توڑنے کے لیے کلامِ طیبہ کے معنی ظاہری طور پر اپنی کتاب شمس الہدایت کے ابتدائیں استفسار فرمائے تھے۔ جس کے جواب پر قادیانی صاحب باوجود لاتعداد اصراروں معتقدین وغیرہ معتقدین کے قادر نہ ہو سکے۔“



وسلم کے معراج شریف کے نتیجے میں تو پانچ وقتہ نماز ابد الدہر کے لیے ثابت ہوئی۔ لیکن آپ کا کشف محمدی یکم کے نکل کو اس دنیا میں ایک لمحہ کے لیے بھی وجود میں نہ لایا۔

## حضرت قبلہ عالم قدس بترہ کی اس ضمن میں ایک شیش گوئی

سیفِ چشتیانی میں حضرت قبلہ عالم قدس بترہ نے ابن عساکر کی حدیث نزول ابن مریم روایت کردہ حضرت ابوہریرہ درج فرما کر لکھا تھا کہ :-

”اسی حدیث کے آخر میں حاجا اور معتمد اول یقفق علی قبوری ویسلمن علی ولادت علیہ موجود ہے۔ اور ہم پیشین گوئی کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً میں حاضر ہو کر سلام عرض کرنے اور جواب سلام سے مشرف ہونے کی نعمت قادیانی کو کبھی نصیب نہ ہوگی“

چنانچہ پیشین گوئی پوری ہوئی اور مرزا صاحب کو نہ تو حج نصیب ہوا اور نہ مدینہ منورہ کی حاضری ہی جو اس حدیث کی رو سے حضرت یحییٰ ابن مریم علیہ السلام یعنی مسیح موعود کے لیے ایک نہایت ہی ضروری نشان ہے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہونے کے بعد حج بھی کریں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روضہ پاک پر حاضر ہو کر صلوٰۃ و سلام بھی عرض کریں گے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انہیں قبر مبارک سے سلام کا جواب بھی دیں گے۔

ہندوستان کے مشہور مفتی اور عالم، اور ریاست رام پور میں مدرسہ عالیہ کے پرنسپل مولانا فضل حق رام پوری نے ایک سال اجیر شریف میں عرس کے موقع پر حضرت بابو جی مدظلہ العالی سے حضرت قبلہ عالم قدس بترہ کی اس تصنیف کے متعلق ذکر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ :-

”یوں تو حضرت کے کمالات بہت بیان ہوتے ہیں، لیکن میں تو اس دماغ کا شیدائی ہوں جس سے سیفِ چشتیانی ظہور میں آئی ہے“

حضرت قبلہ عالم قدس بترہ کے مکتوبات شریف سے بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ کی اس نادر تصنیف نے علمائے عصر سے بے حد خراج تحسین حاصل کیا۔ آپ حضرت صاحبزادہ مولوی محمد چراغ سجادہ نشین چکوڑی شریف کو ایک جوابی مکتوب ”مہرِ چشتیہ“ صفحہ ۶۳ میں تسبیح فرماتے ہیں :-

”اے حضرت قبلہ عالم قدس بترہ کی اس تحریر کے پانچ چھ سال بعد مرزا صاحب بغیر اس نکاح کے ہی رحلت کر گئے۔ اور ان کا کشف معراج شریف کے مقابلہ میں جو وقت حاصل کر سکا وہ تمام عالم پر واضح ہے۔

”اے بہت ہی ثقہ حضرات سے معلوم ہوا ہے کہ مولانا موصوف نے حضرت قبلہ عالم قدس بترہ کی خدمت میں بیعت کے لیے عرفیہ لکھتے تھا جس کے جواب میں آپ نے ایک رومال روانہ فرما کر اور دو خطائے کی اجازت بخشی، اور ارشاد فرمایا کہ آپ کی یہی بیعت کافی ہے زیادہ سفر کی تکلیف نہ فرمائیں۔ مولانا موصوف پکے وعدت الوجودی تھے اور حضرت کی تصنیف تحقیق الحق سے بے حد متاثر تھے۔ انہوں نے اپنے استاد مولانا عبدالحق خیر آبادی کے والد بزرگوار مولانا فضل حق خیر آبادی کے رسالہ ”مسئلہ وعدت الوجود“ کی طرف اپنے شاگرد مولانا غلام محمد گھوٹوی، شیخ الجامعہ بہاول پور کی رہنمائی فرمائی تھی۔ اس رسالہ کو مولانا غلام محمد نے حضرت قبلہ عالم قدس بترہ کی خدمت میں پیش کیا تو حضرت نے مطالعہ کے بعد فرمایا کہ جس چیز کو موصوفائے وجودیہ نے ریاضات و مکاشفات سے حاصل کیا مولانا نے اُسے معقول اور براہین سے پایا ہے۔

آپ نے وجہ اشاعت کتاب خوب پیدا کی ہے۔ ہر ملک سے مخالف اہل حق کی رسوائی کے متعلق روزانہ خطوط پہنچ رہے ہیں۔ علمائے اسلام اس کتاب کی اشاعت سے بہت خوش ہیں اور دعائیں دیتے ہیں۔ اور یہ امر کسی ایک گروہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ مستندین اور غیر مقلدین صوفیائے کرام بھی اظہارِ خوشنودی فرما رہے ہیں۔ (ترجمہ)

ایک اور مکتوب گرامی مندرجہ صفحہ ۶ میں ازراہ انکسار فرماتے ہیں :-  
 ”یہی فقرے روزمرہ کتاب کے حق میں بذریعہ خطوط پہنچ رہے ہیں مخلصین تو میری ناقصی اور شوقِ تحصیل سے بے خبر نہیں مگر نادان حضرات اپنے زعم میں اس بے بیج کو زمرہ علماء میں تصور کر کے ایسے ایسے القاب لکھ رہے ہیں کہ مذمت ہوتی ہے۔ خیر مرزا صاحب عینی وقت ہو گئے تو میں عالمِ عصر ہو گیا۔ بڑے میاں سُبحان اللہ اور چھوٹے میاں واہ وا۔“ (ترجمہ)

## ”سیفِ چشتیائی پر بہتانِ سرقت کی حقیقت“

سیفِ چشتیائی کی اشاعت کو تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ ستمبر ۱۹۰۲ء میں مرزا صاحب کے اخبارِ الحکمِ قادیان میں مولوی کرم الدین سکندری جہلم اور اُن کے شاگرد شہاب الدین قادیانی کے خطوط کے حوالہ سے یہ خبر شائع ہوئی کہ مولوی صاحب مذکور کے ستم اور بھائی مولوی محمد حسن فیضی، مرزا صاحب کی تفسیرِ اعجازِ المسیح کا جواب لکھ رہے تھے کہ ۱۸۔ اکتوبر ۱۹۰۱ء کو دردناک موت کا شکار ہوئے۔ اُن کے انتقال کے بعد اُن کے مضامین پر مرزا صاحب نے سیفِ چشتیائی میں شامل کر لیے ہیں۔ ساتھ ہی مرزا صاحب نے یہ اعلان بھی کر دیا کہ دیکھ لو، میری اہمائی پیش گوئی من قاصر للجواب و تنمیز فسوف یرونی انہ تنذم و تد مقرر یعنی جو مخالف اس تفسیر کا جواب لکھنے پر آمادہ ہوگا، نادم ہوگا اور ہلاکت اٹھائے گا، پوری ہو گئی۔ فیضی بُری موت مرا اور پیر صاحب خود سرقہ مضامین کے ملزم بن گئے۔

یہ اعلان نصفِ ندوہ مطبوعہ ۶۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں شائع ہوا۔ اور واقعات کی پوری تفصیل مرزا صاحب کی کتاب نزولِ المسیح میں درج ہوئی۔ بعد ازاں کشتیِ نوح ”موہب الرحمن“ اور حقیقۃ الوحی اور کئی دیگر رسالوں اور اشتہاروں میں بھی بطور نشانِ درج ہوتی رہی۔ مرزا صاحب نے نزولِ المسیح میں ان خطوط کی نقول درج کر کے یہ بھی لکھا کہ اُن کے مُردہ شہاب الدین کی کوشش سے یہ سرقہ مضامین برآمد ہو رہا ہے۔ مولوی کرم الدین نے پیر صاحب کا ایک کارڈ بھی بھیج دیا ہے جس میں اعتراف کیا گیا ہے کہ فیضی کے نوٹ استعمال ہوئے ہیں۔ اور مولوی صاحب موصوف نے اعجازِ المسیح کا وہ نسخہ بھی پیش کر دیا ہے جس کے حاشیہ پر فیضی کے نوٹ درج ہیں۔ اور جو پڑتال پر سیفِ چشتیائی کے متعلقہ مضامین سے حرفِ بحرِ مطابقت رکھتے ہیں۔

پیر مولوی کرم الدین اور اُن کے شاگرد کی طرف سے ۶۔ اور ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء کے سراج الاخبار جہلم میں ایک تحریر شائع ہوئی جس میں ظاہر کیا گیا تھا کہ محولہ بالا خطوط جعلی ہیں فیضی مرحوم کی بُری موت مرنے اور سیفِ چشتیائی میں اُن کے مضامین استعمال کرنے کے الزامات میں کوئی حقیقت نہیں۔ اور اعجازِ المسیح کے حاشیہ پر ایک نیم خواندہ طالب علم کے ہاتھ سے سیفِ چشتیائی کے بعض مطبوعات محض اس غرض سے نقل کرائے گئے تھے کہ مرزا صاحب کے مُریدوں، خاص کر شہاب الدین پر اُن کے مسیح موعود کی مہیت کی قلعی کھل جائے۔ یہ میاں شہاب الدین بوالہ الحکم ۳۱۔ جولائی ۱۹۰۱ء مرزا صاحب کی بیعت میں تازہ ہی داخل ہوئے



تھے کہ اسی اشارہ میں مولوی کرم دین کے ذریعہ تبلیغ آگئے۔ اب مولوی کرم دین چاہتے تھے کہ کسی طرح میاں شہاب الدین کو مرزا صاحب کی حقیقت سمجھ میں آجائے۔

مرزا صاحب نے اپنے ایک بعد کے اشتہار مورخہ ۱۲ جون ۱۹۰۲ء میں مندرجہ بالا نیم خواندہ طالب علم کو خام نویس کے الفاظ سے خطاب کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں:-

”یہ خطوط مجھے ایسے وقت ملے جب کہ میں کتاب نزول المسیح لکھ رہا تھا۔ سو وہ خطوط میں نے نزول المسیح میں درج کیے۔ ایسا ہی ایڈیٹر الحکم اخبار نے بھی اُن خطوط کی بنیاد پر ایک مضمون اپنے اخبار میں مع نقل خطوط درج کیا۔ اخبار الحکم کے جواب میں ایک مضمون مولوی کرم دین کے نام سے سراج الاخبار جہلم مورخہ ۶ اکتوبر ۱۹۰۲ء اور ایک قصیدہ مولوی صاحب مذکور کی طرف سے سراج الاخبار مورخہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں شائع کیا جس میں اُس نے یہ ظاہر کیا کہ یہ خطوط جعلی اور مجھوتے ہیں۔ اس میں یہ بھی لکھا کہ مرزا غلام احمد یعنی راقم کی اہمیت کی آزمائش کے لیے میں نے اُسے دھوکا دیا اور خلاف واقعہ خطوط لکھے اور لکھائے اور ایک خام نویس طفل کے ہاتھ سے نوٹ لکھا کہ اُن کو محمد حسن فیضی کے نوٹ ظاہر کیے پھر اُسی دھوکے کے ذریعہ چھ روپے بھی حاصل کیے اور راقم مضمون نے صرف اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ سراج الاخبار کے ان مضامین میں میری نسبت سخت الزام لگائے اور یہ شائع کیا کہ گویا میں جو حیثیت ایک مامور من اللہ اور مصلح ہونے کے ایک کام کر رہا ہوں یہ تمام کام میرا مکرو فریب ہے۔“

(تبلیغ رسالت جلد دہم)

بہر حال یہ بات ہر محاذ پر تسلیم کر لی گئی کہ یہ غلط سلاط نوٹ کسی عربی دان عالم کے قلمی نہیں ہو سکتے۔ مولوی کرم دین مذکور اس سے کچھ عرصہ ہی پہلے یعنی ۲۶ اگست ۱۹۰۲ء کو صدر جہلم میں قادیانی مبلغ مولوی مبارک علی کے ساتھ ایک پبلک مناظرہ کر چکے تھے۔ اور تعجب ہے کہ قادیانی حضرات نے اُن پر اعتبار کیسے کر لیا اور اُن کے جال میں کیونکر پھنس گئے۔ دراصل حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کی ذات شریف سے قادیانیت کو جو زک پہنچی تھی اور جو گھاؤ آپ کی سیف چشتیائی نے لگائے تھے اس مذہب کی تاریخ میں اُن کی مثال نہیں ملتی۔ لہذا مولوی صاحب کے ذریعہ دماغ نے اس دام کے نیچے سیف چشتیائی کے سرقہ مضامین کا جو دانہ ڈالا اُس کی کشش سے بچ نہ سکا۔ چنانچہ فریقین میں مقدمہ بازی چل نکلی۔ اور گورداسپور کی عدالتوں میں پورے دو برس تک چلتی رہی۔ قادیانیوں نے مولوی صاحب پر تین فوجداری مقدمے کیے جن میں سے ایک مقدمہ ازالہ حیثیت میں مدیر سراج الاخبار کو چالیس روپے اور مولوی کرم دین کو پچاس روپے جرمانہ ہوا۔ اور باقی دو مقدمات میں انہیں بری کر دیا گیا۔

مولوی کرم دین نے بھی مرزا غلام احمد قادیانی اور حکیم فضل دین مالک مطبع و ناشر الحکم و کتاب مواہب الرحمن پر فیضی مجرم کے ازالہ حیثیت عرفی کا استغاثہ کیا جو اس بنا پر خارج ہو گیا کہ بیوہ اور نابالغ بیٹے کی موجودگی میں عم زاد بھائی کو ایسے استغاثہ کا حق نہیں پہنچتا۔ دوسرا استغاثہ مولوی صاحب نے ان ہردو صاحبان کے خلاف ازالہ حیثیت عرفی ذاتی کا کیا کیونکہ پہلے استغاثہ کے اخراج کی تاریخ کو ہی احاطہ پھری میں مرزا صاحب نے اپنی کتاب مواہب الرحمن لوگوں میں مفت تقسیم کی جس میں مولوی کرم دین کو مذکورہ بالا دھوکہ دہی کے رنج و غصہ میں لبیم اور کذاب الہین کے خطابات سے موسوم کیا گیا تھا۔ اس مقدمہ میں مرزا صاحب کو پانچ صد روپے جرمانہ یا بعد ازاں ایک چھ ماہ قید اور حکیم فضل دین کو دو سو روپے جرمانہ یا پانچ ماہ قید کا حکم ہوا۔ مگر اپیل پر انگریز سیشن جج نے اُن کو اس لیے بری کر دیا کہ اپنی واضح اور ثابت شدہ فریب دہی کے باعث مستحیث یعنی مولوی کرم دین نے اپنے آپ کو ان خطابات



کاستحق بنالیا تھا۔

## مرزا صاحب نے سرقہ مضامین کا الزام واپس لے لیا

مقدمہ حکیم فضل دین بنام مولوی کرم دین مجرم ۲۱/۶/۱۳۷۶ تقریرات ہند میں مرزا غلام احمد قادیانی کو بطور گواہ صفائی طلب کیا گیا انہوں نے مورخہ ۱۹۔ اگست ۱۹۰۳ء کو عدالت رائے چند دلال مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور میں شہادت دیتے ہوئے بیان کیا :-  
”پہلے میں نے قبل سراج الاخبار کے شائع ہونے کے خیال کیا تھا کہ دونوں اہام (متعلق مولوی محمد حسن فضلی و پیر مہر علی شاہ) سچے ہو گئے ہیں۔ مگر سراج الاخبار کے شائع ہونے کے بعد میں نے یقین کر لیا کہ یہ میری رائے غلط تھی۔  
کیونکہ پیش گوئیوں کا مصداق قائم کرنا اکثر رائے سے ہوا کرتا ہے۔ یہ بات صرف رائے سے متعلق ہے نہ نفس پیش گوئی کو اس سے کچھ تعلق نہیں۔“

الفاظ بالا سے روشن ہے کہ سرقہ مضامین کا وہ الزام جو نزول المسیح میں مرزا صاحب نے حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کی ذات گرامی پر لگایا تھا، بزبان خود اسے غلط تسلیم کر کے واپس لے لیا۔

## گورداسپور کے مقدمات میں حضرت کو بطور گواہ طلب کرنے کی قادیانیوں کی طرف سے کوشش ناکام

مندرجہ بالا مقدمات میں مرزا صاحب اور ان کی جماعت نے بار بار کوشش کی کہ حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کو کسی طرح بطور گواہ عدالت میں طلب کیا جائے مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ قرآن سے تو حضرت کی شہادت عدالت میں لازمی دکھائی دیتی تھی کیونکہ آپ کا مہینہ دستخطی کارڈ مسلسل مقدمہ پر آچکا تھا۔ اب اس کی تصدیق یا تردید آپ کی زبانی ضروری تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس تکلیف سے محفوظ رکھا۔ بظاہر وجہ یہ معلوم ہوتی تھی کہ عدالت کی رائے میں یا تو یہ پوسٹ کارڈ جعلی ثابت ہو چکا تھا اور یا ایسے حالات پیدا ہو گئے تھے کہ اسے غیر متعلق اور غیر موثر قرار دے دیا گیا۔ بہر حال فریق مخالف کی کوششیں بسیار کے باوجود عدالت آپ کو طلب کرنے پر آمادہ نہ ہوئی۔ اس کے متعلق حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کا ایک مکتوب گرامی صفحہ ۹۷ مہرِ حقیقیہ پر بدین مضمون موجود ہے :-

”میری شہادت اس دعویٰ میں ہے جو حکیم فضل دین بھیروی تم اکا دیانی نے مولوی کرم دین صاحب پر گورداسپور میں کیا تھا۔ جس کی ایک تاریخ پر (جو ۱۶۔ دسمبر ۱۹۰۳ء تھی) میں نہیں گیا۔ اور نہ آئندہ جانے کا ارادہ ہے۔ اِلَّا اِنْ يَشَاءُ اللّٰهُ“

جب اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے ولی کے ارادہ کو پورا فرمایا اور عدالت نے قادیانیوں کی چوتھی اور آخری درخواست بھی مسترد کرتے ہوئے حضرت کی شہادت کو غیر ضروری قرار دیا تو آپ اس کا ذکر اور شکر اپنے ایک مکتوب گرامی مندرجہ صفحہ ۷۳ مہرِ حقیقیہ میں اس طرح فرماتے ہیں :-

”پہلے اہام سے من قام للجواب و تتم ترسوف یری انہ انتقام وقد قرر جو مخالف اس تفسیر کا جواب لکھنے پر آمادہ ہوگا، تاہم ہوگا اور ہلاکت اٹھائے گا کی طرف اشارہ ہے اور دوسرے سے اپنی مہینٹ من ارادہ اھانتک (جو تیری اہانت کرے گا، اس کی میں اہانت کروں گا) مراد ہے اور ان دونوں اہانت کو علی الترتیب مرزا صاحب نے مولوی محمد حسن فضلی اور حضرت پیر صاحب سے منسوب کیا تھا۔“



”اللہ تعالیٰ مشغولی کما حقہ فرمائے۔ مولوی صاحب کو بھی تکلیف سے رہائی ہو۔ چنانچہ اس نیاز مند درویش کو بھی اُس قدیم الاحسان نے گورداسپور کی شہادت سے باوجود نہایت اصرار و مسامحہ میں بخپ لیا۔ اور وہ اصلاً مایوس ہوئے۔“

عدالت نے اپنے فیصلہ میں مولوی کرم دین کو حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کا مرید لکھا ہے۔ مگر یہ مرید نہیں تھے بلکہ دُشمنیہ میں انہوں نے جو کتاب لکھی ہے اس میں بعض باتیں حضرت کے مسلک کے خلاف بھی تحریر کی ہیں۔ البتہ اپنی کتاب تازیانہ عبرت میں حضرت کے ساتھ بے حد عقیدت اور نیاز کا اظہار کیا ہے اور گورداسپور کے مقدمات میں اتنی بڑی منظم اور با اثر جماعت کے مقابلہ میں تنہا ہوتے ہوئے محفوظ اور بالآخر کامیاب رہنے کو حضرت کی خاص توجہ اور دعا سے منسوب کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مولوی صاحب مرحوم پر رحم فرمائیں۔ اگر واقعات ایسے ہی تھے جیسے کہ بیان ہوئے ہیں۔ اور ان کی تریں کوئی اور نامعلوم واقعات یا مجبوری کا درزا نہ تھی تو ایک ایسے کام کے لیے جو دیگر معقول طرز بقول سے بھی سمجھ سکتا تھا۔ ایک ایسا طریق کار اختیار کرنا جس میں ان کے مرحوم عم زاد بھائی کی موت پر آوازے کسے گئے۔ حضرت قبلہ عالم قدس سترہ جیسی شخصیت گرامی کی تصنیف لطیف پرشہادت اعتراضات کیے گئے۔ اور پھر خود ان کی اپنی ذات ایک طویل پریشانی اور زیر باری کا شکار ہوئی کس حد تک دانش مندانہ تھا۔

## مولوی محمد حسن فیضی

اس جواں مرگ عالم و فاضل کا ذکر خیر اس کتاب میں رُوید اور جلسہ لاہور کے اُس ایڈریس سے چلا آ رہا ہے جو اُس نے حضرت کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ یہ صاحب مدرسہ انجمن نعمانیہ میں نائب مدرس تھے اور اپنے پرنسپل اور غالباً اُستاد جناب مولانا غلام احمد کے ہمراہ حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کے عقیدت مندوں میں شامل تھے۔ بے نقطہ نظم و نشر لکھنے کے باعث فیضی مشہور ہو گئے تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک طویل بے نقطہ قصیدہ لکھ کر، مرزا غلام احمد قادیانی کے پاس سیالکوٹ جا پہنچے مگر مرزا صاحب اور اُن کے حاشیہ نشین تو اس کی اڑان پر قادر نہ ہو سکے۔ یہی وجہ تھی کہ جب مرزا صاحب نے حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کو تفسیر نویسی کا چیلنج دیا تو مولوی فیضی نے اُن کی علیت سے واقفیت کے باعث ایک مطبوعہ اشتہار کے ذریعہ مرزا صاحب کو جو ابا چیلنج کیا کہ حضرت پیر صاحب کی ذات گرامی تو بہت ہی بلند ہے۔ پہلے آپ میرے ساتھ اپنی ہی تمام شرائط پر تفسیر نویسی کا مقابلہ کر لیجئے۔ اس اشتہار میں انہوں نے بعض باتیں بہت پتے کی لکھیں۔

۱۔ کسی عربی عبارت کے متعلق یہ دعویٰ کرنا کہ اس کے انداز فصاحت کا مقابلہ کوئی شخص نہیں کر سکتا، آج سے پہلے صرف قرآنی عبارت کا ہی خاصہ تھا۔

۲۔ بے شمار غیر مسلم عرب فضلاء کی تصانیف، فصاحت و بلاغت میں اعلیٰ پایہ کی تسلیم کی جا چکی ہوئی ہیں۔ کئی غیر مسلم بھی قرآن مجید کے مُفسر اور حافظ ہو گزرے ہیں۔ اس لیے عربی نویسی رسالت اور مجددیت کا معیار نہیں ہو سکتی۔ اگر آپ کے مقابلہ میں اس ملک کے علماء عربی نویسی میں ہار بھی گئے، تو بھی دُنیا کے علماء آپ کے دعویٰ کو تسلیم نہیں کریں گے۔ اور

۳۔ آپ نے حضرت پیر صاحب کو دعوت کے اشتہار میں لکھا ہے کہ کوئی غلطی ہو یا نسیان پر معمول نہیں کی جائے گی۔ حالانکہ خود اسی اشتہار میں محضات کو آپ نے دو دفعہ محضات لکھ دیا ہے۔



## مخالفین کا حضرت کی تصانیف کو غیروں سے منسوب کرنے کا رجحان

حضرت قبلہ عالم قدس برہ کی تصانیف کو اغیار سے منسوب کرنے کی کوشش کوئی نئی چیز نہیں۔ اس سے پہلے بھی مرانیوں نے شمس الہدایت کو جناب مولینا محمد غازی کی تالیف قرار دینے کی کوشش کی تھی۔ چنانچہ ڈاکٹر بشارت احمد قادیانی نے اپنی کتاب "مبذہ اعظم" مطبوعہ ۱۹۴۳ء میں اس کی طرف واضح اشارہ کیا ہے۔ اور اسی طرح ایک اور قادیانی سیرت نگار دوست محمد شاہد نے بھی تاریخ احمدیت "حصہ سوئم" میں فرضی روایات کی بناء پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت پیر صاحب پہلے تو مرزا صاحب کے مداح تھے مگر مولویوں کے کہنے میں اگر مخالفت پر اتر آئے لیکن ارباب فہم و درایت پر قادیانیوں کی یہ دیرینہ چالیں خوب روشن ہیں۔ افسوس ان لوگوں نے حضرت کی تصانیف کو آپ کے تلامذہ اور مستفیدین کے ساتھ منسوب کرتے وقت یہ بھی خیال نہ کیا کہ اس منطق کا نتیجہ تو خود ان کے خلاف جاتا ہے یعنی جب حضرت کے بحر علم و عرفان سے پیاس بجھانے والوں کی تحریرات نے علم مرزائیت میں اس قدر تہلکہ مچا دیا تو اگر آپ بنفس نفیس قلم اٹھاتے تو کیا حشر برپا ہوتا۔ اور یہی وجہ تھی کہ مرزا صاحب، حضرت قبلہ عالم قدس برہ کے سامنے آنے کی جرأت نہ کر سکے۔

قادیانیوں کے علاوہ غیر تقلیدین بھی الفتوحات القدیہ کو کسی جناب مفتی غلام مرتضیٰ اور کسی جناب مولینا محمد غازی کی طرف منسوب کرتے رہے نیز مولوی عبد الاحد خان پوری دو افروش راولپنڈی نے بھی جھوٹ ٹوٹ لکھ مارا کہ مولوی محمد غازی نے ایک جگہ ذکر کیا کہ حضرت کی فلاں کتاب میں نے لکھی ہے۔ اس پر مولینا مرحوم کو اپنا حلف نامہ شائع کرنا پڑا کہ میں نے ایسا نہیں کہا اور یہ بیان میری طرف غلط منسوب کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر بشارت احمد کہتے ہیں کہ شمس الہدایت کی اردو بے محاورہ ہے اور اسے پڑھتے ہوئے آدمی پٹری سے اتر جاتا ہے۔ وہ درست کہتے ہیں۔ کیونکہ ایک اردو دان طیب یا انگریزی دان فلاسفر، قرآن و حدیث اور مفسرین و محدثین کے محاورات کی پٹری پر واقعی نہیں چل سکتا۔ عام آدمی کا تو ذکر ہی کیا یہ واقعی ایسی دشوار گزار پٹری ہے کہ ان کی جماعت کے سب سے بڑے فاضل مولوی محمد احسن امر وہی بھی محض لکھ طیبہ کے معنی سمجھنے میں اور خود مرزا صاحب اور حکیم نور الدین حقیقہ معجزہ کے سوال پر ہی اس سے اتر جاتے ہیں۔

حضرت قبلہ عالم قدس برہ کے مخطوطات، محاورات اور انداز تحریر سلف صالحین کے رنگ میں ہیں۔ آپ سوچتے ہی عربی میں ہیں۔ اور یہی آپ کا اصل اور حقیقی فضل و کمال ہے۔ پھر اپنی عربی کی سوچ کو حسب ضرورت اردو یا فارسی کے ترجمہ کا لباس پہناتے ہیں۔ شمس الہدایت کے ابتدائی حصے میں ہی حضرت قبلہ عالم قدس برہ نے ڈاکٹر صاحب کے ارباب یورپ "تعلیم یا فیکان لندن" اور اردو خوان زعمی مولوی فاضل حضرت کو مخاطب کر کے اپنے محاوروں سے آگاہ فرما دیا ہے۔ قادیان کی سودیشی ثبوت تو عربی نویسی کو ہی اپنا کمال سمجھ رہی ہے۔ اور حضرت قبلہ عالم قدس برہ کی تو ماشاء اللہ یہ اپنے گھر کی چیز ہے جس کی کیفیت کوئی سمجھنا چاہے تو حضرت حاجی امداد اللہ علیہ الرحمۃ اور مولینا حاجی رحمت اللہ مہاجرکتی سے پوچھے۔ جناب مولینا طلع اللہ علی گڑھی، مولینا احمد علی سہارن پوری۔ استاد النمل مولینا احمد حسن کانپوری، علمائے دیوبند کے مقتدر مولوی اشرف علی صاحب تھانوی، فاضل اجل مولانا فضل حق رام پوری، مولینا مولوی عبد اللہ ٹوکی، علامہ نور شاہ کشمیری اور مناظر زمان مولوی نذیر احمد انیسٹروی سے دریافت کرے جو فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے تمام علوم حضرت قبلہ عالم قدس برہ کے جلوں دست بستہ حاضر اور تصرف کے منظر معلوم ہوتے ہیں۔ فالحمد لله علی ذالک۔



## الحیثہ بالجیٹ

۱۹۰۴ء میں ختم ہونے والے قادیانی مقدمات کے بعد، ۱۹۰۷ء میں پھر ایک مرتبہ قادیانیت کی طرف سے حضرت کے متعلق ایک کارروائی کا پتہ چلتا ہے۔ شاید اس سال مرزا صاحب نے پھر کوئی زبانی یا تحریری پیشین گوئی داغی ہوگی جسے سن کر یا پڑھ کر نواب محمد حیات قریشی سکھ ضلع سرگودھا کے والد بزرگوار میاں محمد شیشی جو حضرت قبلہ عالم قدس برہہ کے پیر بھائی اور محبت صادق تھے، پریشانی کے عالم میں گولڑہ شریف پہنچے اور عرض کی کہ مرزا قادیانی کہتا ہے۔ اس آنے والے جیٹھ کے مہینہ میں پیر صاحب گولڑہ کا انتقال ہو جائے گا۔ لہذا آپ اپنی حفاظت کا مناسب انتظام رکھیں مبادا کوئی حملہ کر دے۔ حضرت نے انہیں تسلی دے کر فرمایا کہ میاں محمد موت تو برحق ہے اور اُس سے مفر نہیں مگر تسلی رکھو! انشاء اللہ اس جیٹھ میں تو میں نہیں مرتا۔ جب اگلے جیٹھ کا مہینہ آیا تو مرزا صاحب کا انتقال ہو گیا۔ اُس سال جب سیال شریف کے عرس پر ملاقات ہوئی تو حضرت قبلہ عالم قدس برہہ نے میاں صاحب سے فرمایا:۔ الْحَیْثُ بِالْجَیْٹھ یعنی جیٹھ جیٹھ سے بدل گیا۔

قادیانیت کے خلاف حضرت کا معرکہ آپ کی اسلامی خدمات میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے جس کا چرچا برصغیر منہ سے نکل کر دیگر اسلامی ممالک تک بھی پہنچا۔ اُس وقت سے تمام مسلمان مؤرخ اور محقق اپنی کتابوں اور تحریروں میں تسلیم کرتے چلے آئے ہیں کہ حضرت قبلہ عالم گولڑوی قدس برہہ کی علمی اور روحانی قیادت اس تحریک کی شکست میں ایک کارگر حربہ ثابت ہوئی۔ اس سلسلہ میں جناب ابوالقاسم رفیق دلاوری جو ایک مشہور نقاد اور محقق ہیں کی تصنیف ”امۃ تبلیس“ قابل ذکر ہے۔

## معرکہ قادیانیت کے متعلق حضرت قبلہ عالم قدس برہہ کا ایک اہم بیان

ذیل میں تبرکاً حضرت قبلہ عالم قدس برہہ کے ایک اہم بیان پر اس طویل بحث کو ختم کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے جس سے اجمالی طور پر اس تمام معرکہ کا پس منظر سامنے آجاتا ہے۔ یہ بیان تصنیف چشتیائی کی اشاعت کے موقعہ پر شائع ہوا تھا۔

قابل توجہ اہل اسلام

اس مہمچران، خوشہ چین علمائے کرام کو مطابق قول السلامۃ فی الوحده گوشہ نشینی پسند رہی ہے۔ تصنیف و تالیف کا شوق نہیں کیونکہ یہ امور یا تو بغرض شہرت و نام آوری، یا بغرض حصول دولت کیے جاتے ہیں سو اس خاکسار کو ان دونوں امور سے نفرت ہے آج کل کے ابنائے زمان اُن کمالات کو پسند کرتے ہیں جو منجملہ تعلیمات یورپ کے ہیں اور جس سے یہ عاجز ناواقف ہے۔ اُس طرزتِ دیم سے جس پر زمانہ سلف کے بزرگان دین تصنیف و تالیف کرتے آئے ہیں اور جس سے اس مہمچران کو قدرے موافقت ہے، نفرت رکھتے ہیں۔ باوجود ان موافقات کے چند اجاب کے اصرار پر رسالہ شمس الہدایت لکھا گیا تھا جس سے مراد نہ تو طلب شہرت نہ حصول دولت تھی بلکہ اصل غرض یہ تھی کہ اصلاح کلمۃ الحق میں کوتاہی نہ ہو اور قیامت میں باز پرس سے بچ جاؤں اور اگر ان اوراق کی تصنیف سے گم کردہ راہ رو، براہ آجائیں یا متزلزل الاعتقبات دگرگاہ ہونے سے بچ جائیں۔ تو عند اللہ مستحق ثواب ٹھہروں۔

اس رسالہ کے شائع ہونے سے کچھ مدت بعد مرزا صاحب قادیانی اور اُن کے مریدوں کی طرف سے بجائے

کسی جواب کے مباحثہ کے لیے اشتہار شائع ہونے شروع ہوئے۔ ہر چند مباحثہ کے لیے کل شرائط مرزا قادیانی نے خود ہی تجویز کی تھیں۔ اس طرف سے نہ تو کوئی شرط پیش ہوئی اور نہ کسی شرط کی ترمیم کی درخواست کی گئی اور یہ خادم الفقراء محلّائے کرام اور مشائخ عظام تاریخ مقررہ پر لاہور پہنچ کر کئی روز تک محمدن ہال انجمن اسلامیہ پنجاب لاہور میں بغرض انتظار مرزا صاحب قادیانی ٹھہرا رہا مگر مرزائے قادیانی، قادیان سے باہر نہ نکلا۔ اس تمام اقامہ کی حوام نے بلا میری اطلاع کے تشہیر کر دی تھی۔ اس لیے اب اس کی تشریح کی کوئی ضرورت نہیں۔

بہت دیر بعد شمس الہدایت کے جواب میں مرزا قادیانی کے امر دہی مرید نے شمس باذنہ لکھتی اور مرزا نے "تفسیر فاتحہ" چھپوائی تو دوبارہ اہل اسلام اور میرے احباب نے مجھے مجبور کیا کہ اس کے جواب میں قلم فرمائی کروں گو بہت کچھ انکار کیا گیا اور کہا گیا کہ

آں کس کہ زشت آن و خبر زونہ دہی

آن ست جوابش کہ جوابش نہ دہی

لیکن پھر بھی سوال پیش آیا کہ مرزا قادیانی اور اس کے مریدوں سے کیا غرض ہے جو ائمہ مسلمانان ہند و پنجاب کے فائدے کے لیے ہی سہی لہذا یہ چند اوراق لکھ کر مولوی محمد غازی صاحب کے حوالہ بغرض طبع کر دیئے کہ وہ اسے کتاب کی صورت میں چھپوا کر میرے پاس لائیں تاکہ یہ محلّائے کرام اور معززین اسلام میں بدستور سبالی مہنت تقسیم کی جائے۔ کیونکہ مجھے اس کی اشاعت سے مقصود نفع اہل اسلام ہے نہ کہ تجارت۔ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ۔

مُحِبُّ الْفُقَرَاءِ مہر علی شاہ عفی عنہ

۱۔ شاہی مسجد لاہور کے جلسہ کا حوالہ دیا گیا جس میں مجلہ محلّائے کرام اور صوفیائے عظام نے آئندہ مرزا صاحب کو مخاطب کرنے سے منع فرمایا تھا۔



## چھٹی فصل

# تحریکِ ہابیت کا مقابلہ

اُس زمانہ میں مملکت ہند میں دیابیت نے زور پکڑنا شروع کر دیا تھا اور تصوف و اہل تصوف کو ہدف بنا رکھا تھا اس تحریک کو مولوی اسماعیل دہلوی اور مولوی عبد اللہ غزنوی ثم الامرتسری کی تعلیمات سے، غیر متدین کے وجود اور خود اہل سنت میں سے کئی سرگرم داعی مل جانے کے باعث تقویت ہوئی۔ یہ لوگ تاویلوں کے جال پھیلائے ہوئے بزرگانِ دین کے اعراس پر جا پہنچتے اور زائرین کو قبر پرستی اور حدیثِ شذرحال جس کا ذکر نیچے آئے گا، کے طعنے دے کر پھسانے کی کوشش کرتے جس کی وجہ سے اکثر سادہ لوح عقیدت مندان ان کی باتوں میں آکر بھٹک جاتے۔

پاک پن شریف میں حضرت گنج شکر کا سالانہ عرس اس گروہ کی معاندانہ اور مخالفانہ کوششوں کا خصوصی مرکز بنا ہوا تھا۔ لہذا حضرت ثانی سیالوی کے ایما پر حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کئی سال تک اس تقریب میں شمولیت فرماتے رہے۔ اور امرتسر، قصور و ریاست بہاولپور کے غیر متد علماء کے ساتھ توحید، شرک، سنت، بدعت، زیارتِ قبور، بہشتی دروازہ، نذر و نیاز اور پیری مُردی وغیرہ مسائل پر کئی اہم مذاکرات میں شرکت فرمائی۔ جن کی تفصیل اس کتاب کے مناظرات و تصانیف کے ابواب میں دی گئی ہے۔

قیونہ کئی مناظرین نے اپنے مسلک سے توبہ کی اور متحد آپ سے بیعت بھی ہوئے۔

## حدیثِ شذرحال

حدیثِ بخاری:۔ لَا تَشُدُّ وَالرَّحَالَ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ (سفر کا اہتمام تین مساجد، مسجد الحرام، مسجد نبوی، اور مسجد اقصیٰ کے سوا اور طرف نہ کیا کرو) کا یہ مطلب کبھی نہیں لیا گیا تھا کہ ان مساجدِ ثلاثہ کے علاوہ اور کسی طرف بھی حصولِ ثواب کی خاطر سفر متوجع ہے ہمیشہ ہی معنی لیے جاتے رہے کہ ان مقدس مساجد میں عبادت کا ثواب علی فرق مراتب زیادہ ملتا ہے اور دنیا کی باقی مساجدِ ثواب میں برابر ہیں کسی کو کسی پر فضیلت نہیں۔ چنانچہ اس مفہوم کی تائید مُسنَدِ امام احمد کی اس روایت سے ہوتی ہے جو یہ الفاظِ ذیل ہے۔

لَا يَنْبَغِي لِلْمُصَلِّي أَنْ يَشُدَّ رَحَالَهُ إِلَى مَسْجِدٍ يَنْتَبِعِي فِيهِ الصَّلَاةُ غَيْرِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصَى وَالْمَسْجِدِ نَبِيٍّ (یعنی کسی نمازی کو مناسب نہیں کہ کسی مسجد کی طرف اولے نماز کی نیت سے سفر کرے سوائے مسجدِ حرام اور مسجدِ اقصیٰ اور میری مسجد کے) تفصیل کے لیے فتح الباری اور صنی شروح بخاری، کتاب التہجد باب فضل الصلوة فی مسجد مکہ و مدینہ ملاحظہ ہوں۔

اس حدیث کے امتناعی احکام کو سب سے پہلے شیخ ابن تیمیہ نے زیارتِ روضہ رسولؐ کے خلاف استعمال کیا۔ بعد کے دور میں عبد الوہاب نجدی اور ان کے ہم مسلک اس نرالے استدلال سے کام لیتے رہے۔ ان کے علاوہ تمام ائمہِ مسلمین نے

خیر القرون سے آج تک اس حدیث شریف کا مطلب نہیں لیا۔

تجزیہ بالا کے بعد زیارتِ روضہ رسولؐ سے منع کرنے والوں کے پاس اس مسئلہ کے متعلق فقط یہ دلیل باقی رہ جاتی ہے کہ حج عرفات، جہاد، تحصیل علم، خدمتِ خلق، سیاست، تجارت یا دیگر شرعی ضروریات کے لیے سفر کا جواز تو اپنی اپنی جگہ واضح ہے لیکن نبی کریمؐ کی قبر شریف کی زیارت کے لیے سفر کا جواز کہیں سے ثابت نہیں ہے۔

نیز کہتے ہیں کہ ارشاداتِ قرآنی :-

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا (سُورۃ نساء آیت ۶۴)

اور اگر یہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔ آپ کے پاس آتے اور اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتے اور رسولؐ بھی ان کے لیے بخشش مانگتے تو وہ اللہ کو بخشنے والا مہربان پاتے

اور

وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ تُعْتَدِ لَهُ الصَّوْتُ فَقَدْ وَفَّعَ أَجْرَهُ عَلَى اللَّهِ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا (سُورۃ نساء آیت ۱۰۰)

اور جو کوئی راہِ خدا میں وطن چھوڑ جائے وہ زمین میں کُشادگی اور وسعت پائے گا۔ اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف مہاجر ہو کر اپنے گھر سے نکلے پھر اُسے موت آجائے تو بے شک اُس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

کے احکام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد منقطع ہو چکے ہیں۔ اب نہ مستغفرین اُمت کے لیے (معاذ اللہ) یہ سہارا باقی رہ گیا ہے۔ اور نہ دار الحرب کے مسلمان مثلاً غدر کے زمانہ کے علمائے ہند یا اس کے بعد اشتراکیت اور مشرکین بھارت کے تم زدہ ترکستانی یا کشمیری مسلمان اپنی جانیں اور ایمان مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں سلامت لے جا کر مہاجر الی اللہ و رسولہ کھولنے کے مستحق ہو سکتے ہیں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ یہ حضرات اپنی غمازوں میں مسلسل و متواتر السَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ کہتے چلے آ رہے ہیں۔ جس سے مہاجر الی اللہ و رسولہ مندرجہ آیتِ بالا کے مفہوم کی تائید ہوتی ہے۔

## زیارتِ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تائیدی احادیث

مندرجہ ذیل احادیث سے زیارتِ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جواز ظاہر ہے۔ مخالف حضرات ان سب احادیث کو ضعیف قرار دیتے ہیں مگر یہ تسلیم نہیں کرتے کہ جہاں تک ضعیف روایت کا تعلق ہے لَا تَشْکُ وَالْوَحَالُ والی حدیث کے بعض راویوں کو بھی غیر معتبر اور عبد اللہ بن مافع کو مجروح کہا گیا ہے۔

جس نے میری قبر کی زیارت کی اُس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی۔

۱۔ مَنْ زَارَ قَبْرِي وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي

جس نے میری قبر کی زیارت کی اُس کے لیے میری شفاعت جائز ہو گئی

۲۔ مَنْ زَارَ قَبْرِي حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِي

جس نے میری موت کے بعد میری زیارت کی تو گویا اُس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔

۳۔ مَنْ زَارَنِي بَعْدَ مَوْتِي فَكَأَنَّمَا زَارَنِي فِي حَيَاتِي۔



۴۔ مَنْ حَجَّ الْبَيْتَ وَلَعَزَّ دُرِّي فَقَدْ جَفَانِي۔

جس نے بیت اللہ کی حج کی اور میری زیارت کے لیے نہ آیا تو بے شک اُس نے مجھ پر ظلم کیا۔

۵۔ مَنْ جَاءَنِي زَائِرًا لِحِمْلِهِ حَاجَةً إِلَّا يَارِقِي كَانَ حَقًّا عَلَيَّ أَنْ أَكُونَ لَهُ شَفِيعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ

جو کوئی میری زیارت کے لیے آیا۔ اور اُس میں میری زیارت کے علاوہ اور کوئی حاجت نہیں رکھتا تو مجھ پر واجب ہے کہ روز قیامت اُس کی شفاعت کروں۔

احادیثِ سندِ رجہ بالا میں نمبر ۲ کے متعلق امام ابن حجر مکی نے صَحَّحَهُ جَمَاعَةٌ مِّنْ أَيْمَةِ الْحَدِيثِ کے الفاظ اور نمبر ۳ کے متعلق امام سبکی نے أَجْوَدُ الْأَسْنَادِ کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ علاوہ ازیں شیخ محقق دہلوی نے بھی اپنی مشہور کتاب جذبِ الفتوب میں احادیثِ مذکورہ سے استحبابِ موقوفہ ثابت فرمایا ہے۔

## زیارتِ قبور

علاوہ ازیں جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنے عمل شریف سے بھی ان احادیث کی تائید و تصدیق ہوتی ہے یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارہا شہدائے اُحد اور جنت البقیع میں مدفون حضرات کی قبروں کی زیارت فرمائی والدہ ماجدہ کی مزار پر ہفت ام ابیہ تشریف لے گئے۔ صحابہ کرامؓ کو اہل قبور کی زیارت کی اجازت بخشی اور وہاں کے آداب مقرر فرمائے۔ اولیاء اللہ اور صالحین اُمت، سلف سے خلف تک، زیارتِ روضۃ الرسولؐ کے لیے سفر کرتے رہے ہیں۔ شیخ ابن تیمیہؒ اور محمد بن عبد الوہاب کی تعلیم کی روشنی میں تو اُمتِ مرقومہ کا تیرہ صد سالہ عمل غیر شرعی ہو جاتا ہے۔ اور فقہ فی الدین اور استنباط مسائل کی حقیقت بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے۔ اور اجماعِ اُمت صرف وہی رہ جاتا ہے جس میں سندِ رجہ بالا دو حضرات کو اختلاف نہ ہو۔

## غیر مقلدین کے ساتھ مناظرات

حضرت نے سیفِ چشتیائی میں فرقِ باطلہ کا ذکر کرتے ہوئے غیر مقلدین کے پیروؤں کی فہرست میں محمد بن عبد الوہابؒ کی نام لکھی (تاس ۱۲۰ھ) کا بھی ذکر کیا تھا۔ جس کی وجہ سے ان کی طرف سے مناظرانہ چھیڑ چھاڑ شروع ہو گئی۔ حالانکہ اس سے پہلے حرین شریفین اور دیگر مالک اسلامیہ کے علماء اہل سنت اپنی اپنی تصانیف میں فرقہ وہابیہ کو گمراہ اور خارجی قرار دے چکے تھے۔ چنانچہ علامہ زینی دحلان مفتی مکرم کی کتاب الدرر السنیہ اس پر شاہد ہے۔ اور فقہ حنفی کے مشہور عالم علامہ ابن عابدین شامی نے بھی حاشیہ درمختار باب الخوارج میں فرقہ وہابیہ کو خوارج میں شمار کیا ہے اور اُس وقت کے اکثر علماء ہند بھی محمد بن عبد الوہاب کی تردید میں بہت کچھ لکھ چکے تھے۔ چنانچہ مولوی محمد حیدر اللہ خان درانی المجددی النقشبندی اپنی کتاب درۃ الدرائی میں لکھتے ہیں کہ مؤرخ مطہرون نے اپنی کتاب جغرافیہ عمومیہ مطبوعہ مصر کی تیسری جلد عرب و رفاہ بک ناظر مدرستہ الاسلام میں لکھا ہے کہ محمد بن عبد الوہاب نے لوگوں کے سامنے یہ عقیدہ پیش کیا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگرچہ خدا کے رسول اور دوست ہیں مگر اُن کی مدح اور تعظیم از قبیل شرک ہے اور چونکہ لوگوں کا یہ شرک اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آیا لہذا اُس نے مجھے اپنی طرف سے بھیجا ہے تاکہ میں لوگوں کو سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کروں۔

پس جو کوئی مجھے قبول کرے گا وہ دوستوں میں سے ہے اور جو میرا حکم نہ مانے گا وہ عذاب کا مستحق ہے۔ اور اُس کا قتل بلاشبہ واجب ہے۔

## علمائے مکہ کی طرف ابن عبد الوہاب نجدی کا رسالہ دعوت

محمد بن عبد الوہاب کا جو رسالہ علمائے مکہ کی طرف بطور دعوت و محبت بھیجا گیا تھا اُس میں تحریر تھا کہ جو شخص نبی کو اپنا ولی اور شفیع سمجھتا ہے وہ اور ابوہل شرک میں برابر ہیں جو شخص اپنی حاجت کے وقت یا محمد کہتا ہے اگرچہ اُن کے متعلق سب باتوں میں بندہ عاجز ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو تو بھی مُشرک ہو جاتا ہے۔ اور تجھے ان باتوں میں ہمارا شیخ ابن تیمیہ پس ہے۔ اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ محمد کی قبر اور مشاہد اور مساجد اور آثار کی طرف سفر کر کے جانا شرک اکبر ہے۔

اسی رسالہ میں مزید یہ تحریر تھا:-

أَمَّا السَّابِقُونَ فَاَللَّاتُ وَالشَّوَاءُ وَالْعُزَّىٰ وَأَمَّا  
الْأَحِقُّونَ مُحَمَّدٌ وَعَلَىٰ وَعَبْدُ الْقَادِرِ (معاذ اللہ)  
حالانکہ قرآن فرماتا ہے:-

وَتَعَزَّزُوا وَتَوَقَّزُوا (سورہ فتح ۹)  
اور فرماتا ہے:-

وَمَنْ يُعْظِمِ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ  
(سورہ حج آیت ۳۲)  
شعائر اللہ کی تعظیم قلوب کے تقویٰ سے پیدا ہوتی ہے۔

اور شعائر اللہ کیا ہیں۔ قربانی کے اونٹ کو خدا شعائر اللہ میں شمار فرماتا ہے۔ وَالْبُيُوتَ جَعَلْنَاهَا أَلْكَوْمًا مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ۔ پھر قرآن فرماتا ہے:-

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ  
رَاكِعُونَ (المائدہ- آیت ۵۵)  
تمہارا دوست تو اللہ اور اُس کا رسول اور ایمان دار لوگ ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے اور عاجزی کرنے والے ہیں۔

اسی طرح نبی کریم کو اپنا شفیع سمجھنے کے متعلق قرآن کریم کا ارشاد ہے:-  
وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا  
الرَّحِيمًا (النساء ۶۴)  
یا رسول اللہ! اگر ان لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا تو آپ کے پاس آتے اور اللہ سے اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرتے اور رسول (یعنی آپ) بھی ان کے حق میں اللہ سے بخشش مانگتے تو یہ لوگ یقیناً اللہ کو تواب اور رحیم پاتے۔

اور لَا تَشْدُ وَالرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ والی حدیث کی رو سے مسجد نبوی کی طرف سفر کے استحباب سے توجہ دہائیوں کو بھی انکار نہیں لیکن اس کے باوجود ابن عبد الوہاب آجناہ کی مساجد اور آثار کی طرف سفر کو بدستور شرک اکبر کہہ رہا ہے پس عرب معاصرین نے کچھ غلط نہیں کہا تھا کہ ابن عبد الوہاب نے علم کی کسی صنعت میں بھی تکمیل نہیں کی تھی۔ اور طالب علمی کے ایام



میں محض سید کذاب اور اسوہ ضعیف کے سوانحات ہی پڑھتا رہتا تھا۔ نیز علم و ادراک کی طرح قوتِ اظہار اور اسلوبِ کلام میں بھی ناقص تھا۔ البتہ جوشِ غضب اور اشتعالِ طبع میں منفرد تھا۔

## محمد بن عبد الوہاب نجدی کی عہدگی عقاید کے متعلق مولوی رشید احمد صاحب گکوہی کا فتویٰ

تعب ہے کہ مولوی رشید احمد گکوہی فتاویٰ رشیدیہ میں شیخ محمد بن عبد الوہاب کے عقائد کو عمدہ تحریر کرتے ہیں حالانکہ ان میں سے ایک ایک عقیدہ کی براہِ راست زرخود مولوی صاحب کے اپنے شیخ اور پیرومرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمتِ اعلیٰ کی ذاتِ گرامی پر پڑتی ہے جن کا ارشاد ہے :-

شَفِيعَ عَاصِيَاں ہُو تُم وَسَيِّئَ بے کَسَاں ہُو تُم  
تہیں چھوڑ اب کہاں جاؤں بتاؤ یا رسول اللہ  
کرم و سراؤ ہم پر اور کرو حق سے شفاعت تُم  
ہمارے جسم و عصیاں پر نہ جاؤ یا رسول اللہ

نیز فرماتے ہیں :-

کے ہے شوقِ نبی یہ آکر چلو مدینے چلو مدینے  
میں ہوں گا دل سے تمہارا رہبر چلو مدینے چلو مدینے  
ہلاکتِ امداد اب تو آئی جو فوجِ عصیاں نے کی چڑھائی  
نجات چاہو تو اُسے برادر چلو مدینے چلو مدینے

اور مولوی رشید احمد گکوہی کے برادرِ طریقت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اپنی کتاب شیم الجیب تم الطیب میں فرماتے ہیں :-

أَنْتَ فِي الْأَضْطِرَارِ مُعْتَمِدِي  
کشمکش میں تم ہی ہو میرے ولی  
مَسْنِي الضَّرُّ سَيِّدِي سَنَدِي  
فوجِ کلفت مجھ پہ آ غائب ہوئی  
فَالْتَمَسْتُ النَّعَالَ ذَاكَ فَتَدِي  
نعل بوسی ہوتی کافی آپ کی

يَا شَفِيعَ الْعِبَادِ خُذْ بِيَدِي  
دستگیری کیجئے میری نبی  
لَيْسَ لِي مَلْجَأٌ سِوَاكَ آيْغُثْ  
بُز تمہارے ہے کہاں میری پناہ  
لَيْسَتْنِي كُنْتُ تُرَبِّ طَيِّبَتِكُمْ  
کاش ہو جاتا مدینہ کی میں خاک

## بعض اہل طریقت رجعت کی زد میں

ابن عبد الوہاب پر کچھ عہد نہیں وہ تو اس کو بچہ سے محض نابالغ تھے۔ البتہ جب اس ملک کے بعض مدعیانِ طریقت بھی ان کے عقائد کو اپنا کر عشقِ رسول کا راستہ ہمیشہ کے لیے بند کرتے نظر آتے ہیں تو حیرانی کی حد نہیں رہتی اور اس طریق پر سوائے رجعت کے اور کسی لفظ کا اطلاق صحیح معلوم نہیں ہوتا۔ مولوی عبد اللہ غزنوی اور ان کے صاحبزادے مولوی عبد الجبار اہل حدیث ہونے کے ساتھ ساتھ اہل طریقت بھی کہلاتے تھے۔ مولوی عبد اللہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت کوٹہ والا رحمۃ اللہ

علیہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ اور یہی حال مولوی حسین علی صاحب ساکن واں بھجراں کا تھا۔ جن کے شیخ طریقت نے اپنے تجربہ و مشاہدہ کی بنا پر ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تو ذکر ہی کیا ان کی تو بہت ہی بڑی شان ہے بعض اوقات آنجناب کے غلاموں پر بھی علم غیب عطائی کی کیفیات اس طرح طاری ہوتی ہیں کہ تمام رُوسے زمین پر کوئی چیز بھی ان کے مشاہدہ سے باہر نہیں رہتی مگر مولوی حسین علی بول اُٹھے کہ میرے نزدیک تو ایسا عقیدہ کُفر ہے۔

## حضرت کے فتویٰ کے خلاف مخالفین کا اشتہار

بہر حال جب سیفِ چشتیائی کی مانگ بڑھی اور اس کی مسلسل اشاعت ہونے لگی تو مولوی عبداللہ غزنوی کے ایک مُردِ مولوی عبدالاحد خان پوری نے طاعون زدہ مقام سے خروج کے متعلق حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کے ایک فتویٰ کو سامنے لاتے ہوئے بحث و مباحثہ کی ابتدا کی مولوی رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ تھا کہ

”طاعون زدہ علاقہ میں بلا ضرورت جانا گناہ ہے اور طاعون زدہ جگہ سے بخوف طاعون بھاگنا حرام ہے البتہ ایک محلہ سے دوسرے محلہ میں اور اسی شہر کے آس پاس جنگلوں اور باغوں میں چلے جانے میں مضائقہ نہیں ہے۔ ہاں اگر سبستی والے چھوڑ کر چلے جائیں اور ایک شخص بھی وہاں نہ رہے تو یہ درست ہے۔“

اس مضمون کا ایک فتویٰ مولوی عبدالغفار مدرس مدرسہ انوار العلوم نو انگریز ضلع بلیانے بھی دیا تھا اور حضرت قبلہ عالم قدس سترہ نے ایک استفتاء پر ان فتوؤں کی تائید فرمائی تھی اور مزید تفصیلی بحث کر کے دلائل و براہین دیئے تھے۔ آپ کا یہ مفصل فتویٰ قادی مہر میں درج ہے۔

مولوی عبدالاحد خان پوری کی تحریک پر حضرت کے اس فتویٰ کی تردید میں ایک اشتہار جاری کیا گیا جس میں طاعون زدہ مقام سے خروج کو، خواہ بقصد علاج اور حصولِ صحت ہی کیوں نہ ہو مطلق حرام اور اس کے جائز قرار دینے والے کو کافر کہا گیا۔ اور دلیل میں یہ آیت پیش کی گئی :-

اَلْكَرَّارِیْنَ اِلَیَّ الَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَهُمْ اَلَا اَنْتَ اِلَیَّ حَذَرَ الْمَوْتِ۔ (البقرہ آیہ ۲۲۳)

کیا تم نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جو موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکلے حالانکہ وہ ہزاروں تھے۔

اس پر گولڑہ شریف کے ایک طالب علم مولوی قائم علی چشتی فاضل لاہوری نے اس آیت کے متعلق مولوی صاحب خاٹوری پر بذریعہ اشتہار چند طالب علمانہ سوالات کیے اور لکھا کہ اگر مولوی صاحب بالمشافہ اَمَنْتُ بِاللّٰہِ کے معنی پوری طرح سمجھائیں تو انہیں مبلغ یک صد روپے بطور انعام دیئے جائیں گے۔

## الفتوحات الصمدیہ

اس کے جواب میں مولوی عبدالاحد نے ایک رسالہ مسمیٰ ”الابیان والافاضات“ تالیف کیا اور حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کو مخاطب کر کے دس علمی سوالات تحریر کرتے ہوئے آخر میں لکھا کہ اگر میرا صاحب نے ان سوالات کے جوابات تحریر فرمائے تو انہیں بھی مؤلف پر سوالات کرنے کا حق حاصل ہوگا حضرت کے ایک عقیدت مند مفتی غلام مرتضیٰ مدرس اعلیٰ دارالعلوم نعمانیہ لاہور ان سوالات کے جواب شائع کرنا چاہتے تھے مگر ایک مخلص کے مشورہ پر حضرت نے خود جوابات لکھوائے۔ اور ساتھ ہی بارہ سوالات بھی تحریر



فرمائے جو آپ کی کتاب الفتوحات الصمدیہ میں شائع ہوئے۔ مولوی عبدالاحد کی کتاب البیان والاغاثہ کے جواب میں مفتی صاحب موصوف نے "التبسیان والحماسہ" شائع فرمائی۔

یہ مولوی عبدالاحد خان پور ضلع ہزارہ کے باشندے تھے۔ طبابت کرتے تھے اور وہابیت کے الزام میں ترک وطن پر مجبور ہو کر اوپنڈی آگئے تھے۔ جہاں گذر اوقات کی معقول سبیل نہ پا کر مولوی عبدالجبار غزنوی امرتسری کی سفارش پر دربار گولڑہ شریف میں چند سے بطور مہمان اور طالب علم قیام پذیر رہے تھے۔ قادیانی معرکہ میں حضرت کے ہمراہ لاہور بھی گئے تھے اور بعض کتابوں کا سبق لینے کے لیے آپ کے درس میں بھی شامل ہوتے رہے۔ ان کی اپنی علمیت تو ایسی نہ تھی کہ وہ دس سوالات تجویز کرتے۔ اس لیے شروع سے ہی سب پر روشن ہو چکا تھا کہ امرتسری کی جماعت اہل حدیث اس مناظرہ چھیڑ چھاڑ کی پشت پر ہے علیٰ ہذا القیاس حضرت کے سوالات کی مخاطب بھی یہی جماعت تھی۔ حضرت نے اپنے سوالات کے خاتمہ پر تحریر فرمایا تھا کہ گو ہمارے سوالات قریب ایک سو کے لکھے ہوئے ہیں مگر خیال اس کے کہ جواب سے جواب ہی ہو گا پھر کیوں تبصیح اوقات کریں۔ لہذا انہی پر اختتام کیا جاتا ہے۔

## عجلہ بردو سالہ

جب ان سوالات کو کیے ہوئے دو سال گذر گئے اور فریق مخالف کی طرف سے کوئی جواب شائع نہ ہوا تو جناب مولانا محمد غازی صدر الامام گولڑہ شریف نے ایک رسالہ "عجلہ بردو سالہ" کے نام سے شائع کیا جس میں بعض مضامین حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کے افادات سے تھے۔ اس دوران جماعت اہل حدیث کے بعض ارکان یہ بیان دیتے رہے کہ پیر صاحب کے سوالات کے جوابات عنقریب بڑی شان سے شائع کیے جا رہے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اس جماعت نے اس موضوع پر اپنے ہم خیال علمائے نجد اور مصر سے بھی استفادہ کیا۔ اور پوری کوشش کی۔ مگر حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کی پیش گوئی کے مطابق ان سے قطعاً کوئی جواب نہ بن پڑا۔ اور بالآخر مولوی عبدالاحد نے ایک ٹریکٹ شائع کیا جس میں اپنے سوالات کے بعض جوابات پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا کہ چونکہ ہمارے سوالات کے جوابات پیر صاحب نے تسلی بخش نہیں دیئے ہیں اس لیے پیر صاحب کے سوالات کے جواب دینے کی ہم پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی ہے۔

## حضرت شیخ اکبر کی تائید میں انعامی دعوت مناظرہ اور علمائے اہل حدیث کا سکوت

مولوی صاحب خانپوری نے اپنے رسالہ جات میں حضرت شیخ اکبر رحمی الدین ابن عربی قدس سترہ العزیز کی شان میں تشبیح و تحفیر سے کام لیا تھا جس پر حضرت کے کچھ عقیدتمندوں کی طرف سے ایک اشتہار شائع کر کے اہل حدیث کے علماء کو انعامی دعوت مناظرہ دی گئی مگر ان کی طرف سے کوئی جواب موصول نہ ہوا۔ البتہ ان کی جماعت کے ایک فاضل عالم مولوی ابوالوفاء شامہ اللہ صاحب نے اپنے اخبار اہل حدیث "مورخہ ۱۴ فروری ۱۹۱۳ء" میں مولوی صاحب خانپوری کے طرز تحریر کی مذمت کی۔ اور لکھا۔

کچھ شک نہیں کہ قاضی عبدالاحد صاحب ہماری جماعت اہل حدیث کے بڑے سرگرم ممبر ہیں۔ ایسے سرگرم ہیں کہ بڑے بڑے نامور علماء اور محدث بھی آپ کے خیال میں اہل حدیث نہیں۔ اس لیے ان کی نسبت زیادہ وزن دے کر دینے کا ہم کو بہت زیادہ حق ہے۔ لہذا ہم خدا لگتی کہنے کو برادری کے حقوق سے محنت دم جان کر صاف کہتے

ہیں کہ ہمارے بھائی سراسر قصور وار ہیں۔ کیونکہ ان کا لہجہ اور اسے مطلب کا رنگ اور طرزِ تحریر مکروہ ہے اور نہایت مکروہ ہے ہم سمجھتے ہیں کوئی شریف آدمی نہ اس قسم کی تحریر کر سکتا ہے نہ پڑھ سکتا ہے۔ قاضی صاحب چونکہ اہل حدیث اور ہمارے شہرِ امرتسر کے مقتدر عالم مولانا عبدالجبار صاحب غزنوی کے شاگرد اور مرید ہیں اس لیے ان کے دلیہ سے ہم بہت ناام ہیں اور کھلے لفظوں میں کہتے ہیں کہ ان کی وجہ سے ہماری ساری جماعت اگر بدنام ہو تو بے جا نہیں۔ یہ ایسے صاحبِ کمال ہیں کہ جو ان کے سامنے آیا، گالیوں کی بوجھاڑ سے ایسا کر دیتے ہیں کہ اُنڈہ نہ سکے خواہ شرفاء کی نگاہ میں خود ہی ذلیل ہوں۔“

## حضرت قبلۂ عالم قدس سترۃ کی تصنیف اعلیٰ کلمۃ اللہ

ان ہی ایام میں اعلیٰ کلمۃ اللہ کے نام نامی سے حضرت قبلۂ عالم قدس سترۃ کی ایک تصنیف فارسی زبان میں شائع ہوئی جس میں دَمَا اُھلِ بِلَغَا اللہ کی تفسیر کے علاوہ سماعِ موتی، مسئلہ حرمتِ ذبیحہ فوق العقدہ، استدلالِ قبورِ صالحین وغیرہ پر تحقیق کے ساتھ ساتھ جماعتِ غیر متقلدین کے اعتراضات کا جواب بھی دیا گیا تھا۔ ان میں بعض مسائل از قلم استدلالِ مجددِ تعلیمی علمِ غیبِ حاضر ناظر وغیرہ پر خود متقلدین میں شدید اختلاف پیدا ہو گیا تھا اور بریلوی اور دیوبندی ناموں سے دو گروہ بن گئے تھے۔ ان مسائل پر حضرت قبلۂ عالم قدس سترۃ کے مسلک کے متعلق تفصیلی بحث تصانیف کے باب میں آئے گی۔ مخطوطات اور مکتوبات کے باب میں آپ کے ارشادات سے پوری طرح واضح ہو جاتا ہے کہ متقلدین کے ان فرقوں کے درمیان رفعِ اختلاف کا آپ کو کس قدر خیال تھا۔

۱۔ شمسِ اہدایت کی تصنیف میں مولوی عبدالجبار صاحب کا ایک مکتوب پہلے درج ہو چکا ہے۔ اب حضرت قبلۂ عالم قدس سترۃ کی ایک اور مشہور کتاب تحقیقِ الحق کی تعریف میں مولوی صاحب مدد کے صاحبزادے مولوی داؤد غزنوی کا یہ قول ملاحظہ ہو کہ مفتی محمد حسن صاحب علیہ خیر الدین ثم جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور سے یہ کتاب ماریٹہ برائے مطالعہ لے گئے۔ اور واپس طلب کیے جانے پر کہہ دیا کہ مولیٰ سنا ایسی کتابیں ہاتھ آجائیں تو واپس دینے کے لیے نہیں ہوتیں مفتی صاحب فرماتے تھے کہ میں خود یہ نادر کتاب ماریٹہ ایبٹ آباد کے ایک دوست سے لایا تھا۔ (حسب روایت حاجی ملک محمد خداجی ٹوانہ)



## ساتویں فصل

## حضرت قبلہ عالم قدس سرہ اور تحریک خلافت

انڈین نیشنل کانگریس نے انیسویں صدی عیسوی سے ہندوستان کی آزادی کی تحریک چلا رکھی تھی۔ بیسویں صدی کے آغاز میں ایک انقلابی پارٹی بنگال میں بھی پیدا ہو گئی۔ لیکن شمالی ہند اور پنجاب میں ان تحریکات کا کوئی خاص نمایاں اثر نہ تھا۔ کانگریسی تحریک تمام تر ہندوانہ تھی جس کا قومی ترانہ ہند سے ماترم تھا۔ یہ ترانہ کسی زمانہ میں بنگالہ کی اسلامی حکومت کے خلاف بغاوت پیدا کرنے کے لیے موڑوں کیا گیا تھا۔ غنیشٹ یعنی کانگریسی مسلمانوں کا وجود آٹے میں نمک کے برابر بھی نہ تھا۔ کانگریس اپنے پورے زوروں پر اس وقت آئی جب پہلی جنگ عظیم (۱۸-۱۹۱۴ء) کے اتحادی فاتحین نے ترکی کے حصے بخرے کرنے شروع کیے اور مسلمان تحریک خلافت شروع کر کے دھڑا دھڑکا کر اس میں شامل ہونے لگ گئے۔ دوران جنگ کانگریس کے بڑے بڑے بنیادوں نے ہندوستان اور افریقہ سے برطانیہ کی بھرپور امداد کی تھی مگر اس کے باوجود اگر خلافتی مسلمان کانگریس میں شامل ہو کر اس کو تقویت نہ پہنچاتے تو ہندوؤں کا مطالبہ غالباً ڈومنین سٹیشن (داخلی خود مختاری) سے آگے نہ بڑھ سکتا۔ یہ ہندو مسلم اجتماعی طاقت ہی تھی جس نے بالآخر حکومت برطانیہ کو جھکنے پر مجبور کر دیا۔

## حضرت قبلہ عالم قدس سرہ اور ملکی سیاست

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کا منصب چونکہ مسلمانوں کی مذہبی اور روحانی بہبود کا تھا۔ اس لیے آپ کا واسطہ ملکی سیاست سے اسی حد تک پڑتا تھا جس حد تک وہ آپ کے اس منصب جلیلہ پر براہ راست اثر انداز ہوتی تھی۔ جنگ کے ایام میں ایک زیادہ مستعد ریکروٹنگ آفیسر نے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مگر سرحد اور پنجاب کی اکثر مارشل قوتیں آپ کی ارادت مند ہیں۔ اگر آپ انہیں ملک اور بادشاہ کی خدمت کے لیے فوج میں بھرتی ہونے کی ترغیب دیں تو نہ صرف میرے محکمہ کی مشکلات بہت حد تک آسان ہو جائیں گی بلکہ گورنمنٹ بھی بے حد مشکور ہوگی۔ حضرت نے فرمایا، مگر اسے اسلام موجودہ حالات میں انگریزوں کی فوجی ملازمت کو جائز قرار نہیں دیتے۔ اگر کوئی شخص مجھ سے فوجی ملازمت کے متعلق دریافت کرتا ہے تو میں اسے اس کی شرعی حیثیت سے آگاہ کر دیتا ہوں۔ آپ لوگ کسی مسلمان اہل علم سے توقع نہ رکھیں کہ وہ لوگوں کو خلافت شرع کام کا مشورہ دے گا۔ چنانچہ جب کشتن صاحب راولپنڈی نے آپ کو ایسی قسم کا ایک پیغام بھیجا جس میں آپ سے بعض مسلمان سیاست دانوں کو امتناعی ہدایات دینے کا مطالبہ کیا گیا تھا تو آپ نے یہ جواب تحریر فرمایا جو مکتوبات شریف میں طبع ہو چکا ہے:-

”از مہر علی شاہ۔ بجواب پیغام کشتن صاحب

آپ کا پیغام دوبارہ امتناعی ہدایت بعض مخالفین دولت برطانیہ پہنچا اگر مجھے غیر اسلام اور غیر اہل اسلام کا طرفدار سمجھ کر مخاطب بنایا گیا ہے تو یہ خیال بالکل غلط اور خلافت واقعہ ہے۔ مگر اس وجہ سے مخاطب بنایا



گیا ہوں کہ گروہ مخالفین دولتِ برطانیہ سے متفق نہیں ہوں تو میرا مخالف بوجہ اصولِ اسلامیہ تجاویزِ جزیریہ میں ہے نہ مطلقاً اور نہ اصل مدعی اور غایت و نتیجہ میں۔ مجھ سے مطلوبہ ہدایت اُسی صورت میں مقصور ہو سکتی ہے کہ مقاماتِ مقدسہ مکہ و مدینہ و بغداد و بیت المقدس پر قبضہ چھوڑا جائے۔ ورنہ معاذ اللہ دائرۃ اسلام سے خارج ہو کر آپ کے پیغام کی تعمیل بالکل ناممکن ہے۔ والسلام علی من اتبع الهدی۔ والحمد لله اولاً و آخراً۔  
العبد المشتکی الی اللہ المدعو بہ مہر علی شاہ بقلم خود۔ از گولڑہ۔

## تحریکِ خلافت کے اسباب

اسلامی دنیا میں سلطانِ ترکی کو مقاماتِ مقدسہ کے خادم اور ایک بڑی اسلامی مرکزی سلطنت کے سربراہ کی حیثیت سے خلیفۃ المسلمین کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا جب یورپ اور امریکہ کا برہمن خود اس مردِ بیکار کو عملاً ختم کر دینے کا منصوبہ مکمل ہو گیا تو برطانوی ہند کے مسلمانوں کو جو اپنی حکومت تو کھو چکے تھے مگر سلطنتِ عثمانیہ کو اسلامی شوکت کی آخری یادگار سمجھتے تھے انتہائی صدمہ ہوا۔ چنانچہ عوام اور سیاسی لیڈروں کے علاوہ فرنگی محل، ندوہ، دیوبند، تونسہ شریف اور سیال شریف وغیرہ کے دینی اور روحانی مراکز کے علماء اور مشائخ بھی خلافتِ اسلامیہ کے تحفظ پر کمر بستہ ہو گئے۔ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ نے بعض اصحاب مثلاً حضرت مولانا غلام محمد شیخ الجامعہ بہاول پور، مولانا بکرت علی پروفیسر اسلامیہ کلج پشاور، حکیم شمس الدین زریابادی اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری امرتسری وغیرہ نے بھی اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

## اسلامی خلافت کے متعلق علمائے راسخین کا مسلک

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ اور بعض دیگر علمائے راسخین مثلاً حضرت سید دیدار علی شاہ لاہوری، جناب مولوی محمد علی مونگیری صوبہ بہار کے علاوہ مولوی اشرف علی صاحب دہلوی جو ہر مسئلہ کو خالص شرعی نقطہ نظر سے دیکھنے کے عادی تھے۔ ترکی سلطنت کو اسلامی خلافت کا درجہ نہیں دیتے تھے تاہم ان حضرات کی مکمل ہمدردی اُس وقت تک ترکوں کے ساتھ رہی جب تک اُن کی انقلاب پسند جماعت نے برسرِ اقتدار آکر اس بات کا اعلان نہ کر دیا کہ ہماری حکومت کا کوئی مذہب نہیں۔ مثلاً جنگِ طرابلس اور جنگِ بلقان میں حضرت قبلہ عالم قدس سرہ نے گھر کے زیورات اور اصطل کے گھوڑے تک بیچ کر ترکوں کی امداد کے لیے چندہ دیا تھا۔ طرابلس کی جنگ کے زمانے میں کئی بار غازی انور پاشا جو اُن دنوں انور بے کہلاتے تھے کا ذکر عزت اور محبت کے لہجہ میں فرمایا اور اُن کے حق میں دُعا کرتے خیر فرمائی۔ حتیٰ کہ تحریکِ خلافت کے دنوں میں بھی آپ نے اُن مخلصین کو جو اس میں عملی حصہ لے رہے تھے منع نہیں فرمایا۔

## اپنے مسلک کے باوجود حضرت نے مخلصین کو تحریکِ خلافت میں حصہ لینے سے منع نہیں فرمایا

جیسے کہ اوپر ذکر ہو رہا تھا اپنے شرعی مسلک کے باوجود آپ نے اپنے مخلصین کو تحریکِ خلافت میں کام کرنے سے منع نہیں فرمایا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں مولانا غلام محمد گھوٹوی شیخ الجامعہ بہاولپور لکھتے ہیں:-  
تحریکِ خلافت کی ابتداء تھی۔ اور میں اس تحریک کا بہت بڑا علم بردار تھا۔ حکومت نے میری گرفتاری کے وارنٹ جاری کر دیئے۔ مجھے کسی ذریعہ سے پہلے تپہ چل گیا۔ لہذا میں بھاگ نکلا اور سیدھا گولڑہ شریف جا پہنچا



حضرت قبلہ عالم فجر کی نماز کے بعد مہمانوں کو رخصت کر رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر فرمایا، غلام محمد کیا بات ہے میں نے عرض کی کہ تنہائی میں عرض کروں گا۔ عادت مبارک تھی کہ تنہائی اور خلوت کے وقت لوگوں کو اٹھا دیتے تھے، مگر اُس روز خلافِ عادت مسجد کے جنوب مشرقی منارہ کے پاس تشریف لا کر میری عرض کو استماع فرمایا اور ارشاد کیا کہ کل دس بجے جواب دوں گا۔ چنانچہ دوسرے دن دس بجے بلا کر ایک تعویذ عطا فرمایا اور زبان مبارک سے فرمایا بِحَوْلِ اللَّهِ وَقُوَّتِهِ لَا يَفْتَدِي أَحَدٌ عَلَيْنَا۔ (اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور قوت سے ہم پر کوئی ایک بھی قدرت نہ پاسکے گا۔ حزب البحر) واپس چلے جاؤ کوئی بال بھی بیکار نہ کر سکے گا۔ میں نے عرض کی تقریریں کرتا رہوں یا چھوڑ دوں تو فرمایا جو میرا کام تھا میں نے کر دیا ہے۔ تقریریں کرنا یا نہ کرنا تمہاری اپنی رائے پر منحصر ہے۔ گویا یہ آپ کے اُس اسلامی نظریہ کا ثبوت ہے کہ فروعی معاملات میں اور مسائل میں اپنے اپنے دلائل کے پیش نظر ہر فرقہ آزاد ہے۔ البتہ تشدد، تعصب اور ایک دوسرے کے خلاف کیمچ اچھالنا تفریق فی الدین کے مترادف اور سخت ممنوع ہے۔

۱۹۰۸ء میں سلطان عبدالحمید خان جب تختِ ترکیہ سے معزول کیے گئے تو حضرت قبلہ عالم قدس سرہ نے بہت رنج اور افسوس کا اظہار فرمایا تھا کیونکہ جیسے کہ بعد میں سب پر روشن ہو گیا یہ معزولی دراصل سلطنتِ ترکیہ کے زوال و انتشار کا پیش خیمہ تھی۔ اس کے بعد سب سے پہلے تو بلغاریہ ہاتھ سے گیا۔ پھر آسٹریا نے مختلف ترکی علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ اٹلی نے ۱۹۱۱ء میں ڈول مغرب کے اشاروں پر طرابلس میں جنگ چھیڑ دی جس میں کافی علاقہ ترکوں کے ہاتھ سے جاتا رہا۔ پھر ۱۹۱۲ء میں پہلی جنگ عظیم شروع ہونے پر شومنیِ قسمت سے ترکوں نے جرمنی کا ساتھ دے کر اپنی رہی سہی طاقت بھی کھودی۔ اتحادیوں نے عرب ممالک میں بغاوتیں کر کر کر بتدریج ۱۹۱۶-۱۷ء تک شام، حجاز، فلسطین و عراق سب علیحدہ کر لیے۔ اور وہ عظیم ترکی سلطنت جو سلطان عبدالحمید خان کے زمانہ تک بلغاریہ سے بحیرہ عرب اور طرابلس تک پھیلی ہوئی تھی۔ فقط ایک مختصر سے علاقہ پر محدود ہو کر رہ گئی۔ سلطان عبدالحمید خان کے بعد ترکوں نے سلطان محمد خامس اور پھر سلطان عبدالحمید خان کو خلیفہ بنایا۔ لیکن آخر کار ترکی میں نئی جمہوریت کے شوق نے خلافت کی بساط ہی الٹ کر رکھ دی جس سے نہ صرف تمام عالم اسلام میں صعب ماتم بچھ گئی بلکہ خود ترکوں کی اسلامی مرکزی حیثیت ختم ہو جانے کے باعث یہ صورت اُن کے لیے بے حد ضعیف کا باعث بنی۔

یہ درست ہے کہ سلطان موصوف میں کچھ خامیاں ضرور ہوں گی۔ مگر جہاں تک دینداری اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عقیدت و محبت کا تعلق ہے سلطان ایک منفرد حیثیت کا مالک تھا۔ پڑھے لکھے لوگ جانتے ہیں کہ جب پیرس میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایک تھیٹر کیل ڈرامہ اسٹیج کرنے کا منصوبہ زیرِ تجویز تھا تو سلطان عبدالحمید خان کس قدر غضبناک ہوا تھا اور تلوارِ نیام سے نکال کر اعلان فرمایا تھا کہ جب تک عیسائی دنیا بائی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس ناپاک عزم سے باز نہیں آئے گی یہ تلوار باہر ہی رہے گی اور اس مضمون کا ایک تار فرانسیسی حکومت کو بھی روانہ کیا تھا جس سے نہ صرف فرانس بلکہ تمام یورپ تھرا اٹھا تھا۔ اور معذرت خواہی کے ساتھ اُس پر دگرام کو ختم کر دیا گیا تھا۔ یونانیوں کے ساتھ سلطان موصوف کے مجاہدانہ کارناموں کا ذکر کرتے ہوئے بیسویں صدی کے مشہور مصری ادیب و شاعر احمد شوقی اپنی نظم صدی الحرب میں سلطان سے خطاب کرتے ہیں :-

بسیفک یعلو الحق والحق اغلب  
وینصر دین اللہ ایان تضرب  
تیری تلوار کے ذریعہ حق کو بلندی ملتی ہے اور حق ہمیشہ غلبہ پائے والا ہے۔ اور جہاں جہاں تو شمشیر کے جوہر دکھاتا ہے۔ دین کو مدد ملتی ہے۔



علاوہ ازیں مولیٰ رحمت اللہ مہاجر مکی کو جن کی حضرت قبلہ عالم قدس برتر سے خاص عقیدت کا ذکر پہلے آچکا ہے، سلطان موصوف نے مشہور عیسائی مناظر پادری فنڈر سے مناظرہ کے لیے بعد اعر از طلب فرمایا تھا جس کے فرار کے بعد مولیٰ کو بڑے ترک اعتقاد کے ساتھ ہدایا و تحائف دے کر واپس مکہ معظمہ روانہ کیا۔

حضرت قبلہ عالم قدس برتر کے فرزند ارجمند جناب بابو جی، مظللہ العالی آج تک سلطان عبدالحمید خان کا نام بہت احترام سے لیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ سلطان کے عشق رسولؐ کے باعث مجھے اُن سے غائبانہ انس ہے چنانچہ جب آپ حضرت مولیٰ نے روم رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی زیارت کے لیے ترکی تشریف لے گئے تو خاص طور پر سلطان عبدالحمید خان کے مدفن پر جا کر فاتحہ پڑھی۔

## تحریک خلافت میں ہندو کانگریس کے ساتھ تعاون کا مسئلہ

جب خلافت کا مسئلہ اپنے دیگر متعلقہ مسائل کے ساتھ بطور استفتاء ان علمائے ابنائین کی خدمت میں پیش ہوا تو ان بزرگان نے اپنا فی الضمیر نہایت واضح الفاظ میں بیان فرمایا اور اسے عامہ کی شدت کی ذرہ بھر بھی پرواہ نہ کی اب مسائل نے اس ترتیب سے صورت اختیار کی۔

- ۱۔ کیا حکومت ترکیہ خلافت اسلامیہ نبویہ کا حکم رکھتی ہے؟
  - ۲۔ آیا خلافت کے استحکام کے لیے ہندو کانگریس کا تعاون اور ان صورت حالات کے تحت مسلمانوں کے لیے مسٹر گاندھی کی قیادت جائز ہے؟
  - ۳۔ آیا ہندوؤں کی معاونت حاصل کرنے کے لیے گوکشی کو بند کیا جائے؟ اور
  - ۴۔ کیا انگریزوں کی اسلام دشمن حکومت کی وجہ سے ہندوستان دارالحرب بن چکا ہے اور مسلمانوں کے لیے اس ملک سے ہجرت واجب اور جائز ہو گئی ہے؟
- پہلے مسئلہ پر کارکنان تحریک خلافت کا فتویٰ یہ تھا کہ سلطان روم کی ترکی حکومت اسلام کی رو سے خلافت جاریہ ضروریہ کا حکم رکھتی ہے۔

حضرت قبلہ عالم قدس برتر کا ارشاد تھا کہ صحیح حدیث کی رو سے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف تیس برس تک اسلامی خلافت (راشدہ) قائم رہی۔ بعد ازاں سلطنت ہو گئی تھی جس کے لیے حدیث شریف میں "عضوضیت" اور جبر کا مفہوم آیا ہے۔ اگر مذہب اسلام ایسی سلطنت کو خلافت جاریہ ضروریہ قرار دیتے ہوئے اس کے جواز کی ذمہ داری قبول کرے تو یزید ابن معاویہ اور منصور عباسی بھی، سلاطین جابرہ کی بجائے خلفائے نبوی قرار پائیں گے۔ اور حضرت امام حسین اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہما جو ان کے حکم سے شہید کیے گئے معاذ اللہ باغی کہلائیں گے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے "تجۃ اللہ البالغہ" جلد دوم کے باب الفتن میں بخاری شریف کی حدیث کی رو سے یزید کو "دعاۃ الضلال" یعنی گمراہی کی طرف بلانے والوں میں شمار فرمایا ہے۔ لہذا جو شخص ضلالت اور گمراہی کا داعی ہو اسے کوئی بھی صاحب انصاف، خلیفۃ المسلمین کے مقدس منصب کا مستحق نہیں سمجھ سکتا۔

## ہندوؤں کے ساتھ تعاون

کانگریس کے ساتھ تعاون اور مسائل ۲ تا ۴ مندرجہ بالا کے متعلق جناب شیخ الجامعہ حضرت کے مسلک کو یوں بیان کرتے ہیں۔



”خلافت کمیٹی کی تفصیل یہ ہے کہ پہلی جنگ عظیم میں جو اگست ۱۹۱۴ء کو شروع ہوئی تھی خلافت عثمانیہ نے انگریزوں کے خلاف اعلان جنگ کیا تھا جس میں بالآخر ترکوں کو شکست ہوئی اور بہت سے صوبے یعنی شام، فلسطین، عراق و عرب وغیرہ اُن سے چھین گئے اور ترکی شہنشاہیت کا خاتمہ ہو گیا۔ مسلمانان ہند اس واقعہ سے بہت پریشان ہوئے اور مولانا محمد علی مرحوم و منظور نے تجویز کی کہ مسلمان اس ملک سے ہجرت کر جائیں۔ مولانا محمد علی مسلمانوں کے غلصہ لیڈر تھے اور بہت پر جوش مسلمان تھے۔ مولیسنا تاج محمود سندھی نے اس تحریک کو عملی جامہ پہنایا اور مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد کو لے کر افغانستان کی طرف روانہ ہو گئے۔ اشن راہ اصلاح ہزارہ و پشاور کے ہزاروں مسلمان بھی اُن کے ساتھ ہو لیے۔

حضرت قبلہ عالم قدس برہ سے جب اس کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس ہجرت کے جواز کی کوئی وجہ کتاب و سنت اور دیگر دلائل شرعیہ سے نہیں ملتی۔ نہ اس قسم کی ہجرت صحابہؓ نے کی ہے۔ وہ ہجرت تو اس واسطے تھی کہ مسلمانوں کو اقامت دین سے شریک منع کرتے تھے تا آنکہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد از جمع بنی ہاشم و بنی عبد المطلب شعب ابی طالب میں محصور ہونا پڑا۔ مگر یہاں ایسے اسباب موجود نہیں۔ نیز ہندوستان میں سات کروڑ مسلمان ہیں۔ اگر بالفرض سب پر ہجرت فرض ہے تو کوئی ملک اتنی بڑی جماعت کو بسا نہیں سکتا۔ پس بوجہ فقدان استطاعت یہ فرض ساقط ہے۔ اور اگر سب پر فرض نہیں، بعض پر فرض ہے تو اس ترجیح بلامرجح کی توجیہ نہیں ہو سکتی۔

نیز آپ نے فرمایا کہ سب سے پہلے مسلمانوں کو اپنی اصلاح کرنا چاہیے ہجرت کرنے والوں میں بہت تھوڑے نمازی ہیں جب نماز جیسے ضروری امر کا التزام نہیں تو الاہم فالاہم کے اصل کے ماتحت پہلے اس فرض کو قائم کرنا چاہیے۔

یہ بھی فرمایا کہ عنقریب اس غیر شرعی ہجرت کا نتیجہ خراب نکلمے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ایک ہفتہ کے بعد مسلمانوں نے واپس آنا شروع کر دیا۔ بہت سے لوگ جو اصل میں جاسوس تھے اور ساتھ شریک تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کو واپسی کی رغبت دلانی شروع کی۔ افغانستان کے تخت پر اگرچہ امان اللہ مہکتی تھا جو انگریزوں کے خلاف تھا مگر وہ اتنے کثیر تعداد لوگوں کی مستقبل میں بانی و ضیافت سے کیسے بردا آزما ہو سکتا تھا۔ مہاجرین میں اکثریت مفلس اشخاص کی تھی چنانچہ جب واپس ہوئے تو بہت ذلت اور خواری کا سامنا کرنا پڑا جاتے وقت اپنی زمینیں اور مکانات نہایت سستے داموں بیچ گئے تھے۔ واپس آئے تو رہنے کو ٹھکانہ بھی نہ تھا اور نہ گذران کے لیے کوئی ذریعہ معاش۔ جاہلادیں زیادہ تر ہندوؤں نے خرید کر لی تھیں جتنی کہ پشاور کی تحصیل صوبائی سب کی سب ہندوؤں کے ہاتھ بک گئی تھی۔ آخر انگریزوں کے پاس جا کر منت سماجت کی تو انہوں نے ایک قانون پاس کیا کہ مہاجرین کی زمینیں اور مکانات اُن ہی قیمتوں پر واپس کیے جائیں جن پر خریدے گئے تھے۔ (چنانچہ اس دور کے ایک مشہور سیاسی کارکن ظفر حسن ایک اپنی کتاب ”آپ بیتی“ حصہ اول میں تحریر ہجرت کے متعلق رقمطراز ہیں: ”نتیجہ یہ ہوا کہ ہزاروں سادہ لوح مسلمان اپنے گھر بار سے محروم ہوئے۔ افغانستان پر مالی بوجھ پڑا۔ ہندوستانی مسلمان افغانوں سے اور افغان ہندوستانی مسلمانوں سے کبیدہ خاطر



ہوئے۔ اگر کسی نے اس سے فائدہ اٹھایا تو وہ صرف انگریز تھے۔ ایک اور مقام پر موصوف لکھتے ہیں کہ ان کارروائیوں سے ترکوں کو مدد تو ضرور ملی لیکن اس سے ہندوستان کی آزادی کا راستہ نہ کھلا۔ صرف انگریزوں کے لیے ہندوستان میں قدرے پریشانی بڑھ گئی مگر ان کو کوئی زیادہ نقصان نہ پہنچا۔

دوسرا مسئلہ اعانت کا تھا۔ خلافت کی کمیٹی کے ممبروں نے طے کیا کہ ہندوؤں اور سکھوں اور دیگر ہندوستانی قوموں سے امداد حاصل کرنی چاہیے اور مسٹر کرم چند گاندھی جو بعد میں مہاتما گاندھی کے نام سے مشہور ہوئے خود بخود مسلمانوں سے مل گئے اور ان کے اتباع میں باقی ہندو لیڈر بھی مسلمانوں کی ہمدی کا دم بھرنے لگے جی کہ ہندو مسلم اتحاد کا بہت بڑا پرچار شروع ہو گیا۔ اور بڑے بڑے جو شیے مسلمان جن کی زبانیں شعلے برساتی تھیں کانگریس میں شامل ہو گئے جو ایک بہت بڑی قومی جماعت تصور ہونے لگ گئی۔ کانگریس کی اس قوت اور ترقی کا اصل باعث اس میں مسلمانوں کی شمولیت تھی جس نے اسے ہندو کانگریس کی فرقہ دارانہ پوزیشن سے انڈین نیشنل کانگریس کی عمومی نمائندگی کی پوزیشن پر لا کھڑا کیا۔ اس کی طرف مسلمانوں کے رجوع کا ایک اور باعث بھی ہوا اور وہ یہ تھا کہ مولینا محمد الحسن دیوبندی جو بعد میں شیخ الہند کے نام سے مشہور ہوئے ان ایام میں جزیرہ مالٹا سے رہا ہو کر واپس ہندوستان تشریف لے آئے تھے اور اس تحریک کے بڑے حامی ہو چکے تھے۔ ان کی معیت میں بلکہ ان کے اتباع میں تمام دیوبندی علماء استثنیٰ جناب مولوی اشرف علی تھانوی اس تحریک میں شامل ہو چکے تھے۔ اس وقت دو مسئلے شرعی پیدا ہو گئے۔ ایک یہ کہ دین کے کام یعنی احیائے خلافت اسلامیہ

۱۔ جناب مولوی اشرف علی تھانوی کے خلیفہ مولوی احتشام الحق تھانوی صاحب کا ایک بیان اخبار روزنامہ کوہستان مورخہ ۲۵ نومبر ۱۹۶۵ء میں آیا ہے جسے یہ دکھانے کے لیے یہاں درج کیا جاتا ہے کہ دین میں گہری نظر رکھنے والے علماء مسٹر گاندھی کو کس نظر سے دیکھتے تھے۔

چند روز ہوئے ایک مجلس میں مولانا احتشام الحق تھانوی نے گاندھی جی کا ایک ویسپ واقعہ سنایا۔ فرمایا کہ تحریک خلافت کا ابتدائی زمانہ تھا اور مسلمان ابھی پوری طرح میدان میں نہیں اترے تھے۔ تحریک میں گاندھی جی کی پچسی بعض دورانہ میں مسلمانوں کے لیے حیرت کا موجب بنی ہوئی تھی۔ اور آپس میں یہ پوچھا جا رہا تھا کہ گاندھی جی کس مقصد کے تحت تحریک پر اتنے مہربان ہیں۔ انہی ایام میں گاندھی جی نے حکیم اجمل خان مرحوم کو مشورہ دیا کہ تحریک کے لیڈروں کو چاہیے کہ مولویوں اور مذہبی دیوانوں کو اپنے ساتھ لائیں۔ گاندھی جی کا خیال تھا کہ ان کے بلائے بغیر تحریک قوت نہیں پکڑ سکتی اور عوامی تحریک نہیں بن سکتی چنانچہ اس مشورے کے مطابق خلافت کے زعماء کا ایک وفد جس میں حکیم اجمل خان، مولینا محمد علی، مولینا شوکت علی اور دوسرے لیڈر شامل تھے بہار کے ضلع مونگیر میں مولینا محمد علی مونگیری سے ملنے کے لیے گئے۔ مولینا صرف اپنے علاقے میں ہی نہیں بلکہ اس سے باہر بھی بڑی نوثر شخصیت تھے۔

مولینا محمد علی مونگیری اور مسٹر گاندھی کا مکالمہ

وفد کے ہمراہ جب گاندھی جی بھی مولینا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو گاندھی جی نے مولینا سے بہت ادب کے ساتھ کہا کہ مولینا، میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کیا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت سے بے حد متاثر ہوا ہوں۔ آپ دنیا کے عظیم ترین انسان تھے۔ اس کے علاوہ میں نے قرآن حکیم کا مطالعہ کیا ہے۔ عظیم کتاب ہے اور اس (باقی صفحہ)



میں کافر کی امداد یعنی جائز ہے یا نہیں۔ دوسرے عدم تعاون یعنی گورنمنٹ انگلشیہ سے ترک موالات و ترک تعاون۔ کیونکہ جو حضرات کانگریس میں شامل ہو گئے تھے وہ ہندوؤں کے ساتھ تعاون اور موالات کے بے حد حامی تھے اور انگریز کے ساتھ تعاون و اشتراک عمل کے سخت مخالف۔ ہندوؤں کے لیے گنہگار یا قابلِ بُراشت تھی اس لیے اکثر بڑے بڑے کانگریسی مسلمانوں نے زور شور سے کہنا شروع کر دیا تھا کہ گائے کا ذبیحہ ہندوستان میں موقوف ہونا چاہیے حکیم حافظ محمد اجمل خان مرحوم و معذور نے تو اس کے متعلق علماء سے ایک فتویٰ بھی حاصل کر لیا تھا۔ اور امرتسر کے مولوی عبدالحق ایڈیٹر رسالہ اہلسنت والجماعت نے ایک رسالہ گائے کے گوشت کی کراہت میں بھی لکھ ڈالا تھا۔ کہتے ہیں مہاتما جی سے جب ہندو سوال کرتے کہ آپ مسلمانوں کے ساتھ اس قدر کیوں مل گئے ہیں تو وہ فرماتے تھے کہ میں گائے کی مخالفت کے لیے مسلمانوں کو اپنے ساتھ ملا رہا ہوں۔ چنانچہ گائے کے ذبیحہ کی یہی مشروعیت کا بھی ایک مسئلہ پیدا ہو گیا تھا۔ غرض مسلمانوں کی بڑی بڑی جماعتیں یعنی خلافت کمیٹی اور جمعیتہ العلماء ہند اپنے لائحہ عمل کو، کانگریس کے پروگرام کے مطابق تیار کرتی تھیں۔ اور کانگریس کی کرتادھر تا چونکہ صرف مہاتما گاندھی کی ذات تھی۔ اس لیے گویا مہاتما جی تمام ہندوؤں اور مسلمانوں کے مشترکہ اور واحد لیڈر تھے جو بھی فرماتے اُس کی تعمیل ہوتی۔ اُن کی خوشنودی کی خاطر مسلمان مقرر جلسوں میں ابتدا ہی ذبیحہ گاو کی ممانعت کے مسئلہ سے کرتے مہاتما جی نے عدم تعاون، کھدر کے پرچار اور چرخہ کاٹنے کی تحریک چلائی اور کانگریسی مسلمانوں نے ان سب پر صاف کیا۔ غرضیکہ ایک مہاتما کی ذات محور تھی اور تمام ہندوستان اُن کے گرد گردش کُناں تھا۔

حضرت سے جب سوال کیا گیا کہ مہاتما جی جو سائق دھرمی ہندو ہیں اور جن کا ارشاد ہے کہ میں بُت پرست ہوں اور بُت پرستی پر فخر کرتا ہوں۔ کیا مسلمانوں کے لیے اُن کے احکام کے تحت چلنا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ تو آپ نے ناجائز فرمایا اور کہا کہ مسلمان کے لیے چار امور پر عمل پیرا ہونے کا حکم ہے۔ (۱) کتاب اللہ (۲) سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم (۳) اجماع الامة (۴) قول مجتہد۔ مہاتما گاندھی (قسم کے لوگوں) کے قول کا اتباع کہیں نہیں آیا۔ بلکہ لات قرئیٰ نار اھما کا حکم تو حدیث میں ہے یعنی مسلمانوں اور مشرکین کی آگ بھی ایک دوسرے

(حاشیہ بقیہ صفحہ گذشتہ)

نے میرے دل و دماغ پر گہرا اثر کیا ہے۔

مولانا مٹھیری گاندھی جی کی ان باتوں کو خاموشی سے سنتے رہے اور جب گاندھی جی اپنی بات کہہ چکے تو مولانا نے پوچھا۔ مجھے تو آپ اسلام کی وہ بات بتائیے جو آپ کو پسند نہیں آئی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے اُس کمزور پہلو سے آگاہ کیجئے جسے آپ نے اچھا نہیں سمجھا۔ گاندھی جی اس سوال کے لیے تیار نہ تھے۔ کچھ چونکے اور فوراً بولے۔ ایسا تو کوئی پہلو میری نظر میں نہیں آیا۔ اس پر مولانا مٹھیری نے سوال کیا۔ تو پھر آپ نے ابھی تک اسلام قبول نہیں کیا؟ گاندھی جی کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ مولانا خفا ہو گئے اور فرمایا کہ آپ نے جو کچھ کہا غلط ہے۔ آپ ہمیں صرف پھانسا چاہتے ہیں۔ صیاد بھی پرندوں کو پکڑنے کے لیے انہی کی بولیاں بولا کرتا ہے۔ (میرزا احسان بی سلسے کی ڈائری)۔

حضرت مولانا محمد علی مٹھیری بہار کے ایک مشہور شیخ طریقت اور حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کے استاد بھائی تھے۔ سہارن پور میں حضرت مولانا احمد علی محدث کے شاگردان عظام سے تھے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما۔

کو نہ دیکھے گی۔

علمائے تحریک خلافت قرآن منافی کا قصہ پیش کیا اور اِنَّ اللّٰهَ لَيُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّيْنَ بِالزَّجَلِ الْفَاجِرِ (بے شک اللہ تعالیٰ اس دین کی مدد ایک فاسق فاجر سے بھی کرا لیتا ہے) والی حدیث پیش کی تو حضرت قبلہ عالم قدس برہ نے فرمایا کہ لَا اَسْتَعِيْنُ بِمُشْرِكٍ (میں مشرک سے مدد نہیں لیتا) کا بھی جنگ بدر کے موقع پر صراحتہ ورود ہے اور منافی پر اسلام کے ظاہری احکام نافذ ہوتے ہیں۔ تا آنکہ ایک وقت اُن کے جنازے بھی پڑھے جاتے تھے اور وہ نمازیں مسلمانوں کے ساتھ شریک ہوا کرتے تھے۔ ہاں کافر مجاہد سے کہیں اعانت طلب فرمائی ہو تو دیکھ لائیے اور اِنَّ اللّٰهَ لَيُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّيْنَ والی حدیث میں اللہ تعالیٰ کے تائید فرمانے کا ذکر ہے تو اللہ تعالیٰ تو ہر طرح اپنے دین کی تائید فرماتے ہیں۔ وہ کوئی مکلف نہیں ہیں کہ یہ کریں وہ نہ کریں مگر مسلمان مکلف ہے۔ اس کو وَلَا تَرْكُؤْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمْ النَّاسُ (سورہ ہود - ۱۱۳) مت مجھ کو ظالموں کی طرف پس لگے گی تم کو آگ) کا حکم ملا ہوا ہے۔ وہ کیسے مشرک سے اعانت طلب کر سکتا ہے۔ اِنِ الثَّوْبَانِ مِنَ السَّهْمِ۔

بعض لوگ اس آیت سے ہندوؤں کی موالات پر دلیل لاتے تھے :-

لَا يَنْهٰكُمْ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَعَنُوْا لَقِيْقَاتِ لُؤْكُوْكُمْ  
فِي الدِّيْنِ وَلَعَنِيْ خُرْجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ  
اَنْ تَبْرُوْهُمْ وَتَقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ۔  
اللہ تعالیٰ تمہیں منع نہیں فرماتا اُن لوگوں سے کہ  
تم سے نہیں لڑے اور تمہیں تمہارے گھروں سے  
نہیں نکالے۔ یہ کہ تم اُن سے انصاف اور  
احسان کرو۔

سورہ الممتحنہ - ۸

مگر یہ غور نہ کرتے تھے کہ اس آیت کا حکم کیا ہے۔

الغرض حضرت قبلہ عالم قدس برہ نے ہندو سے موالات کے جواز کا انکار فرمایا۔ بلکہ فرمایا کہ یہود اور مشرکین کی عداوت قرآن شریف میں صراحتہ مذکور ہے پس ترک موالات ہندو اور انگریز اور یہود سب سے ہونی چاہیے۔ تفریق اور ترجیح بلا مرجع ٹھیک نہیں۔ نیز آپ نے کھدر کے استعمال کو تسلیم نہ کیا اور فرمایا کہ فقہ اور دین کی کتابوں میں ایسا کوئی حکم نہیں۔ اور فوج گاؤں کی قباحت کو آپ نے رد کیا۔ فرمایا فوج گاؤں کی خوبیاں اور فضیلت مذکور ہے۔ اس طرح آپ نے مہاتما جی کی تمام باتوں کو تسلیم کرنے سے انکار فرمایا۔ جس کی وجہ سے سب لیڈر آپ سے ناراض ہو گئے۔

تعب ہے کہ بعض لیڈر میں جنگ کے زمانہ میں گورنمنٹ کی اعانت کرتے رہے اور رنکروٹ بھی بھرتی کرتے رہے۔ مگر حضرت قبلہ عالم قدس برہ جنگ کے دوران میں بھی حکومت کی برابر مخالفت کرتے رہے۔ فوجی بھرتی کو بھی ناجائز قرار دیا اور رنکروٹنگ آفیسر کو بھی واضح الفاظ میں بتا دیا کہ میں فوجی بھرتی کا مخالفت ہوں۔ مجھ سے یہ توقع نہ رکھیں کہ میں غلصہ کو فوج میں بھرتی ہونے کا مشورہ دوں گا۔ مگر جب بعض لیڈروں کو حسب خواہش مرتبہ جات اراضی نہ ملے تو وہ مخالفت پٹل گئے اور حضرت کو سرکار کا خیر خواہ ظاہر کرنا شروع کر دیا۔



## انگریز حکومت کی طرف سے جاگیر کی پیش کش

یہاں پہنچ کر حضرت شیخ الجامعہ لکھتے ہیں کہ اس موقع پر حکومت برطانیہ نے چار سو مربع نہری زمین کی جاگیر حضرت قبلہ عالم قدس بترہ کو دینے کی پیش کش کی تھی۔ اس ضمن میں گورنمنٹ کا جو افسر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اُس نے اس جاگیر کے بے ضرر بلکہ قانوناً اور اخلاقاً جائز ہونے کے یہ دلائل پیش کیے کہ حکومت پر واجب ہوتا ہے کہ اپنی رعایا کی تعلیمی بہبود کے لیے مالی امداد دیتی رہے۔ چنانچہ مختلف کالجوں اور یونیورسٹیوں کو گرانٹ دی جا رہی ہے۔ یہ خانقاہ بھی ایک تعلیمی ادارے کا حکم رکھتی ہے جہاں رعیت کا ایک بڑا حصہ دینی تعلیم اور روحانی تربیت حاصل کرنے کے لیے حاضر رہتا ہے۔ پس یہ گرانٹ انہی لوگوں کی امداد کے لیے ہے۔ ہم سے پہلے مغل اور پٹھان حکومتیں بھی رعایا کے ہندو، مسلم، جینی اور سکھ طبقوں کو ایسی جاگیریں دیتی چلی آتی ہیں جو ہم نے بدستور قائم رکھی ہوئی ہیں۔ ہر نئی حکومت کو ایسی چیزیں ورثے میں ملتی ہیں۔ اور وہ ان کے قیام کے لیے بین الاقوامی دستور کے ماتحت ذمہ دار ہوتی ہے۔

اس افسر نے یہ بھی کہا کہ آپ کو اس اراضی کے انتظام میں کسی قسم کی تکلیف برداشت نہیں کرنا پڑے گی بلکہ آپ چاہیں تو ضلع کا کلکٹر بطور کورٹ آف وارڈز اس کا انتظام کرے گا اور ہر فصل پر اس کی آمدنی نقدی کی صورت میں خانقاہ میں داخل کرادی جائے گی۔

حضرت نے یہ تقریریں کر فرمایا کہ جو حکومت ہم پر اتنا بڑا احسان روا رکھے تو بطور انسان ہم پر بھی یہ فرض عائد ہونا چاہیے کہ کسی نہ کسی رنگ میں اس احسان کا معاوضہ ادا کریں۔ اور اگر عملاً اور کچھ نہ کر سکیں تو ازراہ شکر گزاری کہی کبھار اس حکومت کے بڑے بڑے کارپردازوں کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام ہی کر آیا کریں۔ لیکن میں تو اتنا کرنے سے بھی معذور ہوں جو لوگ یہاں آتے ہیں یا کچھ عرصہ یہاں رہ کر دینی تعلیم یا روحانی تربیت حاصل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے اخراجات اور ضروریات کی کسی نہ کسی صورت میں بہتر کفالت فرمادیتے ہیں۔

اس واقعہ کا ذکر کرنے کے بعد شیخ الجامعہ تعجب کا اظہار فرماتے ہیں کہ ایسے شخص کے متعلق قسم قسم کے الزامات تراشے گئے۔ اور اجانب تو اجانب بعض اپنے بھی اس میں شریک ہو گئے مگر اللہ تعالیٰ نے بعد میں اپنے مقبول بندے کی رائے کو سچا ثابت کر دیا۔ مہاتما گاندھی نے انھیں پھر لیں مسلمانوں کے خلاف شدہ کی تحریک شروع کر دی گئی۔ خلافت کمیٹی نے ایک مرتبہ سوامی شرودھانند دتھن اسلام کو دہلی کی جامع مسجد میں منبر پر بٹھا کر تقریر کروائی تھی جس کے فوٹو لے کر ہندو مبلغ یوپی کے طول عرض میں پھیل گئے اور دور افتادہ علاقوں میں جا کر ہزاروں مسلمانوں کو یہ دھوکا دیا کہ دیکھو سوامی جی مسجد کے منبر پر اس لیے بیٹھے ہیں کہ تمام مسلمان ہندو ہو گئے ہیں۔ ان تصاویر کو دیکھ کر بہت سے مسلمان اسلام سے منحرف ہو گئے۔ اور یہ ثابت ہو گیا کہ خود ہندو بھی عمار بنی الدین تھا غرض حضرت قبلہ عالم قدس بترہ اسلام کی اصلی روش پر قائم رہے اور کوہ وقار ثابت ہوئے۔ اور دوسرے اکثر لوگ صراطِ مستقیم چھوڑ کر بالآخر کف افسوس ملتے ہوئے حضرت کی روش کے قائل ہوئے۔ ان موقع پر اللہ کریم کے حضرات میں خود شیخ الجامعہ کی ذات گرامی بھی تھی جو حسب تحریر خود کسی زمانہ میں طمان اور نواحی اضلاع کے علمائے دین میں تحریک خلافت کے روح رواں تھے۔



## کانگریس کے تعاون سے مولینا عبدالباری کا رجوع

حضرت مولینا عبدالباری فرنگی علی کو اس تحریک اور جمعیتہ العلماء ہند کے ارکان میں صدر الصدور کی حیثیت حاصل تھی۔ ان دنوں کانگریسی مسلمانوں میں گاندھی جی کے بعد علی برادران اور مولینا ابوالکلام آزاد کا مقام تھا اور مولینا عبدالباری مولینا محمد علی جوہر کے پیروں میں اور ابوالکلام کے استاد تھے۔ آپ مولینا سید عین القضاۃ لکھنوی کے شاگردوں میں سے تھے۔ آپ کے برادر حقیقی مولینا عبدالباقی کو خواب میں سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہوا تھا کہ وہاں یعنی حجاز مقدس میں سکونت اختیار کریں۔ چنانچہ آپ نے وہاں ایک مدرسہ بھی جاری کیا تھا۔ مولینا عبدالباری آخر کار ان تحریکوں اور ہندو مسلم اتحاد سے ایسے دل برداشتہ ہوئے کہ جب آ رہے کے مسلمانوں پر مظالم ڈھائے گئے تو آپ نے کانگریسی لیڈروں کو متنبہ کیا کہ اگر ہندو باز نہ آئے تو میں ان کے خلاف عام جہاد کا فتویٰ جاری کر دوں گا۔

مولینا عبدالباری نے خلافت اور ہجرت کی تحریکوں پر حضرت قبلہ عالم قدس برہ کے مسلک سے آگاہ ہو کر آپ کی خدمت میں خط لکھ کر چند سوالات کی وضاحت طلب کی تھی۔ یہ مکتوب اور اس کا جواب مکتوبات طہیات، مہرِ حقیقیہ میں شائع ہو چکے ہیں جن کی نقل اس کتاب کے باب مکتوبات و مکتوبات میں دی جا رہی ہے۔

## مولوی محمد اسحق مانسہروی کا چیلنج

تحریک خلافت کو علاوہ دیگر علمائے کرام کے حضرت خواجہ ضیاء الدین سیالوی کی بھی پُر زور تائید حاصل تھی جمعیتہ العلماء ہند نے ان سے بھی ایک فتویٰ دلوا دیا تھا کہ اب انگریز کی ملازمت حرام ہے۔ اور ان پر زاہد صاحب کے ذریعہ حضرت قبلہ عالم قدس برہ پر بھی اثر ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ حضرت خواجہ صاحب موصوف سنہ ۱۳۰۹ھ میں سیال شریف کی گدی پر فائز ہوئے تھے اور خدمتِ قوم کے لیے ایک خاص جذبہ اور دردمند دل رکھتے تھے۔ ان کے والد گرامی حضرت خواجہ محمد دین المعروف حضرت ثانی سیالوی رحمۃ اللہ علیہ جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے حضرت قبلہ عالم قدس برہ سے دلی محبت و شفقت رکھتے تھے ابتدا میں حضرت خواجہ ضیاء الدین کے مراسم بھی حضرت قبلہ عالم قدس برہ کے ساتھ اُسی نہج پر تھے مگر بعد میں مسئلہ مندرجہ بالا پر اس حد تک شکر رنجی بڑھ گئی کہ ان کے ایما سے سیال شریف کے ایک عرس کے موقع پر مولوی محمد اسحق مانسہروی حضرت قبلہ عالم قدس برہ سے بحث مباحثہ و مناظرہ کے لیے پہنچ گئے۔ مولوی صاحب دراصل ایک سیاسی کارکن تھے اور وہاں ہی کی طرف مائل۔ پیروں اور گدی نشینوں کے بھی خلافت تھے چنانچہ اپنے مبلغِ علم کے باعث حضرت قبلہ عالم قدس برہ کے سامنے آنے کی قوجرات نہ ہوئی البتہ مسجد سیال شریف میں ایک دھواں دھار تقریر کے دوران یہ کہہ دیا کہ کہاں ہیں خلافتِ اسلامیہ کے مُسکّر انہیں میرے سامنے لاؤ کہ یہاں مسجد میں میرے ساتھ مناظرہ کریں۔ چونکہ اشارہ واضح طور پر حضرت قبلہ عالم قدس برہ کی ذاتِ گرامی کی طرف تھا اس لیے حاضرین میں ایک شور مچا ہو گیا۔ سیال شریف کے عرس پر لوگ دُور دُور سے حضرت قبلہ عالم قدس برہ کی زیارت کو آتے تھے جن میں ارادت مند اور غیر ارادت مند سب شامل ہوتے تھے۔ ان میں سے بعض اہل علم نے اُسی وقت مولوی محمد اسحق کے چیلنج کو قبول کر کے کہا کہ پہلے ہمارے ساتھ مناظرہ کر لو جو حضرت پیر صاحب کے شاگردوں کی سی حیثیت بھی نہیں رکھتے ہیں۔ بات یہاں تک بڑھی کہ پولیس کو حفظِ امن کے خیال سے مولوی صاحب کو فوراً وہاں سے رخصت کرنا پڑا۔



## مولوی ظفر علی خان کی حاضری

پنجاب کے سیاسی لیڈر اور روزنامہ زمیندار کے فاضل مدیر مولوی ظفر علی خان، سنہ ۱۹۲۰ء میں حضرت قبلہ عالم قدس برترہ کے ساتھ خلافت اور ہجرت کے موضوع پر گفتگو کے لیے گولڑہ شریف حاضر ہوئے۔ صبح کا وقت تھا۔ حضرت قبلہ عالم قدس برترہ، جناب حضرت اجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف پر موجود تھے۔ مولوی ظفر علی خان خلافت، ہجرت، ترکوں کے خلاف عربوں کی بغاوت، شریف مکہ کا انگریزوں کے ساتھ گٹھ جوڑ اور ہندو کانگریس کے ساتھ تعاون کی ہنگامی ضرورت وغیرہ مسائل پر بولتے رہے۔ مگر جب حضرت قبلہ عالم قدس برترہ نے شرع شریف کی روشنی میں ان معاملات پر اپنا مسلک بیان فرمایا تو خاموش رہ گئے۔ اور کوئی مزید بات نہ کر سکے۔

## اسلامیاء ہند کی آزادی کے لیے دُعا

مولوی ظفر علی خان اہل دل ہونے کی کئی خصوصیات رکھتے تھے۔ حضرت قبلہ عالم قدس برترہ کی صحبت کا اثر لے کر جلتے ہوئے ایک پتے کی بات عرض کر گئے کہ جناب، میں تو اہل اللہ کے اس دربار میں مسلمانان ہند کے لیے سلطنت مانگنے آیا ہوں۔ حضرت نے کچھ توقف کے بعد فرمایا: میں دُعا کرتا ہوں، آپ بھی دُعا کریں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس ملک کے مسلمانوں کو آزادی نصیب فرمائیں اور ایسی حکومت بخشیں جو ان کے دین کی خدمت کر سکے۔ چنانچہ حضرت کے وصال کے دس سال بعد ہی اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے مقبول بندے کی دُعا کا اثر ظاہر فرمایا اور پاکستان عالم وجود میں آگیا۔ اللہ تعالیٰ اسے قائم رکھیں اور اس کے باشندوں کو خدمت دین کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

## عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي فِي بَصِيرَةٍ کے معرّفہ اور نکرہ ہونے کا سوال

حضرت بابو جی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ انہی دنوں مولوی ابوالکلام آزاد کا ایک مضمون شائع ہوا اور حضرت کی نظر سے گذرا۔ جس میں آیت کریمہ ذیل کی تشریح میں لکھا تھا کہ میں خلافت کی تحریک اور ہندو مسلم اتحاد کے معاملہ میں بصیرت پر ہوں۔

عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي (سورۃ یوسف ۱۰۸) کہ دو میرا اور میرے تابعداروں کا بصیرت کے ساتھ یہ راستہ ہے کہ میں لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔

حضرت قبلہ عالم قدس برترہ نے مولوی ظفر علی خان کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے مجلس میں اپنے موجودہ متعلقین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ بعض لوگ اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے مدعی ہیں کہ وہ ان معاملات میں بصیرت پر ہیں۔ لیکن اگر کوئی سوال کرے کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں بصیرۃ کو نکرہ کیوں کہا ہے اور معرّفہ (البصیرۃ) کیوں نہیں فرمایا تو اس کی وجہ بیان نہیں کر سکیں گے۔ حضرت کے ایک مخلص مولانا محمد الغفور ہزاروی مرحوم بیان کرتے تھے کہ میں کچھ عرصہ تک بعض قومی تحریکوں میں مولوی ظفر علی خان کے ساتھ کام کرتا رہا ہوں انہوں نے ایک دن مجھے بتایا تھا کہ جب میں گولڑہ شریف سے راولپنڈی واپس پہنچا تو وہاں مولوی ابوالکلام آزاد کو بھی خلافت و ہجرت کے موضوعات پر گفتگو کی غرض سے گولڑہ شریف جانے کے لیے تیار پایا میں نے حضرت پر صاحب کے مندرجہ بالا ارشاد کا ذکر کرتے ہوئے ان سے کہا کہ اگر بصیرۃ کے نکرہ یا معرّفہ ہونے کا جواب معلوم ہے تو بے شک جائیے۔ چنانچہ آزاد صاحب



نے جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور واپس چلے گئے۔

دربار گولڑہ شریف کے علماء مولینا مولوی محمد غازی اور قاری عبدالرحمن جو پوری کے ساتھ چائے پیتے ہوئے مولوی ظفر علی خان نے اثنائے گفتگو قاری صاحب کے ہجرت کے متعلق شرعی وجہ کے سوال پر بلا تامل کہہ دیا کہ شرعی وجہ تو قطعاً کوئی نہیں، صرف اتنی بات ہے کہ ہم انگریز حکومت پر اپنی ناراضگی واضح کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سن کر قاری صاحب جو پہلے اس تحریک کی طرف مائل تھے، بے حد نادام ہوئے۔ اور جب یہ بات حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کی خدمت میں عرض کی گئی تو آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ یہ وجہ تو عقلاً بھی درست نہیں کیونکہ جب کمزور قوی سے روٹھے گا تو قوی جو خوف خدا نہیں رکھتا یہی کہے گا کہ روٹھتا ہے تو بے شک روٹھے میرا کیا بگاڑ لے گا۔

## ظفر علی خان کے خلاف شہادت دینے سے انکار

اسی اثناء میں حکومت نے مولوی ظفر علی خان کی حضور ضلع کمپل پور میں ایک تقریر کی بنا پر ان پر حکومت کے خلاف بغاوت کے الزام میں ایک مقدمہ چلانا چاہا۔ ان دنوں چونکہ علاقہ چھپہ ہزارہ میں تحریک خلافت کا زور تھا اس لیے حکومت کی طرف سے استغاثہ کی شہادت دینے والا کوئی نہ ملتا تھا۔ بامجبوری ملک سر محمد امین آنریری مجسٹریٹ شمس آباد اور ایک ذیلدار کی شہادت رکھی گئی مگر ان کی زندگیاں خطرے میں پڑ گئیں۔ بنوں کے سید لعل شاہ ان دنوں کمپل پور میں سپرنٹنڈنٹ پولیس تھے ان کے سیاسی دماغ نے یہ چال چلی کہ مولوی ظفر علی خان کی گولڑہ شریف والی گفتگو کی بنا پر حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کا اسم گرامی بھی گواہان استغاثہ میں درج کر دیا۔ حضرت قبلہ عالم قدس سترہ نے تو خیر مولوی ظفر علی خان کے خلاف گواہی دینے سے انکار کر دیا۔ مگر اس کا اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ جب لوگوں نے آپ کا نام نامی فرست گواہان میں دیکھا تو گواہان مندرجہ بالا کے خلاف ان کا جوش خروش قطعاً جاتا رہا اور اپنے گھروں میں خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔

## مولوی ظفر علی خان کا میسٹر گاندھی سے بگاڑ

کچھ عرصہ بعد مولوی ظفر علی خان کانگریس سے الگ ہو گئے اور میسٹر گاندھی سے ایسا بگاڑ ہوا کہ ان کی شان میں مندرجہ ذیل اشعار کہہ ڈالے۔ اس اختلاف کی ابتدا کراچی میں کانگریس کے سالانہ اجلاس میں ہوئی جب کہ مولوی ظفر علی خان جلسہ کی کارروائی نماز کے لیے بند کرنا چاہتے تھے کہ نماز کے بعد پھر شروع کی جائے۔ گاندھی جی نے اس سے انکار کر دیا جس پر یہ واک آؤٹ کر گئے۔ گیٹ میں سے نکل رہے تھے کہ ایک ہندو خاتون رضا کار نے آوازہ کسائی مولانا، کیا آپ عرب سے تشریف لائے ہیں؟

اے سامری وقت کہ گاندھی ہے تیرا نام کہتے ہیں نصاریٰ کا تجھے بندہ بے دام

ہندو کو مسلمان سے لڑانا ہے تیرا کام ہم کو نفل آتا ہے جو ہوگا تیرا انجام

اے دشمن اسلام

تقدیر وطن کی اُسی دن سے ہوئی کھوئی جب شیخ کے تہد سے ملی تیری لگوئی

اور چادر تہذیب عرب ہو گئی چھوئی ہم قابلِ اہسام ہیں تو مائلِ اودام

اے دشمن اسلام



تحریک خلافت اور ہندو مسلم تعاون کے خلاف حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کے مساک کی صحت کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوگا کہ خود مولوی ظفر علی خان کے قلم سے اُس کی تصدیق ہو رہی ہے۔ حضرت شیخ اکبر نے ایک مقام پر لکھا ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، وقت کے ولی سے کام لے کر اُمت میں اپنی پاک منشاجاری فرماتے ہیں۔ یعنی ولی کی رُوحیت اور نبوت سے توہمات اور اشارات حاصل کر کے رائے عامہ میں منشائے الہی کے مطابق انقلاب پیدا کرتی ہے۔ گویا یہاں الہی پروگرام کچھ اور ہی تھا۔ یعنی ہندو کے ساتھ اتحاد میں نہیں بلکہ مخالفت میں پاکستان کی داغ بیل پڑنا تھی۔

## تحریک ہجرت میں رائے عامہ کا طوفان

تحریک خلافت کے ایام میں رائے عامہ کا طوفان اس ملک یعنی ہندوستان میں صرف آسانہ عالیہ گولڑہ کی چٹان سے ٹکرایا۔ اخبارات نے مخالفانہ ادائیغے لکھے شعراء نے جو یہ اشعار کہے۔ پریس اور پریٹ فارم سے جو متواتر حملے ہوتے رہے اُن میں علماء و مشائخ کے طبقہ نے بھی دل کھول کر حصہ لیا۔ بلکہ بعض اپنا کھلانے والوں نے بھی مخالفت کی۔

حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کے ایک ارادت مند مولوی صاحب نے ہزارہ سے لکھا کہ حضرت، ہم تو اللہ کی راہ میں ہجرت کر رہے ہیں۔ آپ پیری مریدی سنبھال کر بیٹھے رہیے۔ یہ صاحب اگلے مہینے ہی اشکِ ندامت بہاتے ہوئے واپس لوٹ آئے اور کہتے تھے کہ اگر کابل کی طرف قبلہ ہوتا تو ادائیگی نماز کے لیے بھی اُس طرف رخ کرنے کو جی نہ چاہتا۔

## حکیم شمس الدین وزیر آبادی — حضرت کے ایک سرگرم خلافتی مرید

وزیر آباد کے حکیم شمس الدین حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کے ایک روشن دماغ مگر تنک مزاج مرید تھے طالب علمی کے زمانہ میں حضرت کے ہم درس بھی رہ چکے تھے طب یونانی میں بہت شہرت کے مالک تھے۔ اکثر دہلی اور بمبئی کے امراء کا شرعیہ علاج کیا کرتے۔ انہیں سیاسی سوچ بوجھ کا بھی بڑا دعویٰ تھا۔ تحریک خلافت کے ایام میں شکوہ کے طومار لکھ کر حضرت کی خدمت میں بھیجے جن کے مختصر جوابات مکتوباتِ طبابت میں درج ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت بابو جی قبلہ مدظلہ کسی سفر کے دوران حکیم صاحب کے آبائی گاؤں کے قریب سے گزرے تو معلوم ہوا کہ حکیم صاحب گاؤں ہی میں ہیں۔ چنانچہ آپ انہیں ملنے کے لیے تشریف لے گئے حکیم صاحب بہت مدارات سے پیش آئے مگر حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کی شان میں وہ جلی کٹی سُنائیں کہ جناب بابو جی کے ہمراہی دل برداشتہ ہو کر لا حول پڑھتے ہوئے باہر نکل گئے۔ خلافت کے انکار، ہندو مسلم اتحاد کی مخالفت اور انگریزوں کی خاطر داری کے علاوہ حکیم صاحب نے حضرت پر یہ الزام بھی لگایا کہ آپ مجھے ایک ہندو عورت کے جال تک سے نہ چھڑا سکے، کیسے پیر ہوئے؟ حکیم صاحب ہندو مسلم اتحاد کی زد میں ایک ہندو عورت پر فریفتہ ہو گئے تھے۔ کہنے لگے ہم طبیبوں کے پاس جب کوئی مریض آتا ہے۔ اگر وہ لاعلاج ہو تو ہم صاف کہہ دیتے ہیں کہ اس کا ہمارے پاس علاج نہیں اور علاج سے انکار کر دیتے ہیں۔ اگر میں روحانی طور پر لاعلاج ہی تھا تو حضرت نے مجھے صاف کیوں نہ کہہ دیا۔ اور کیوں بیعت کر کے مجھے دھوکا دیا۔

حضرت بابو جی قبلہ اس بے تکلف ارادت مند کی باتیں سُن کر مسکراتے رہے۔ آپ حکیم صاحب کو حضرت کے اُستاد بھائی ہونے کی نسبت سے چچا کہا کرتے تھے جب حکیم صاحب اپنے دل کا غماز نکال چکے تو بابو جی نے فرمایا، چچا اب میری بات بھی سُنئے اور جو سوال میں پوچھوں اُن کے جواب دیجئے۔ پھر بابو جی نے پوچھا۔ کیا آپ نے علم طب پڑھا ہے؟ حکیم صاحب نے جواب دیا۔



ہاں پڑھا ہے۔ بابو جی نے پوچھا کہاں پڑھا ہے تو حکیم صاحب نے اپنے کسی اساتذہ کے نام گنوائے۔ پھر پوچھا۔ ان استادوں نے اس علم کے متعلق جو ہدایات آپ کو دی ہوں گی، آپ نے یقیناً ان کی پوری پوری تعمیل کی ہوگی۔ اس فن کے مطالعہ اور حصول پر اپنا وقت اور اپنا دماغ خرچ کیا ہوگا۔ اور کافی محنت کے بعد آپ کو ایک ایسے کامیاب طبیب کا مقام حاصل ہوا ہوگا جس سے مخلوق خدا زندگی اور موت کے درمیان پر مشورہ اور امداد حاصل کر کے شفا پاتی ہے۔

حکیم صاحب کہنے لگے، بالکل درست ہے۔ بابو جی نے دریافت فرمایا، اگر کوئی مریض آپ کے پاس آئے اور آپ اُسے علاج کے لیے قبول کر لیں۔ مگر وہ نہ تو آپ کی تجویز کردہ دوا استعمال کرے نہ آپ کے بتلائے ہوئے پریسز کا خیال رکھے اور پھر بیماری کے دور نہ ہونے کی شکایت کرتے ہوئے الزام آپ پر دھرے تو آپ اُس کے متعلق کیا کہیں گے حکیم صاحب نے ایک موٹی سی گالی دے کر کہا کہ وہ مریض ایسا ہوگا اس میں میرا کیا قصور۔ بابو جی نے فرمایا جس وقت آپ نے حضرت کو اپنا روحانی استاد بنایا تھا تو انہوں نے آپ کو دینی اور روحانی ترقی کے لیے ضرور کچھ ہدایات دی ہوں گی یعنی صوم و صلوٰۃ کی پابندی کی تاکید کی ہوگی اور کچھ اور وظائف بھی بتلائے ہوں گے۔ کیا آپ نے ان ہدایات پر عمل کیا؟ حکیم صاحب نے جواب دیا، نہیں بابو جی نے فرمایا کہ ایسی صورت میں اُس گالی کا مصداق کیا آپ خود نہ بنجئے۔ اس میں حضرت کا کیا قصور ہوا۔

بعد میں جب ہماریوں نے حضرت بابو جی سے شکایت کی کہ آپ ہیں کیسے شخص کے پاس لے آئے جو حضرت قبلہ عالم قدس کا اس قدر مخالفت ہے تو آپ نے فرمایا کہ میں پیری مریدی سے الگ ہو کر اس شخص کو محض ایک آشنا کی حیثیت سے مٹا ہوں۔ پیر جانے اور ان کا مرید جانے۔ پھر فرمایا کہ میں نے دیکھا ہے اہل اللہ مرید کے دل پر نظر رکھتے ہیں اور اخلاص کے معنی یہی ہیں کہ جو دل میں ہو وہی زبان پر آئے اور یہ بھی فرمایا کہ ان اللہ والوں کو اکثر ہاتھ پکڑنے کی لاج ہوتی ہے۔ مرید چھوڑنا بھی چاہیے تو یہ نہیں چھوڑتے اور آخری دم تک اُس کے حسن عاقبت کے لیے متوجہ رہتے ہیں۔

## حکیم صاحب سے خلافت کے متعلق خط و کتابت

جناب بابو جی مدظلہ العالی کے مندرجہ بالا خیال کی تائید حضرت قبلہ عالم قدس برہ کے خطوط سے بھی ہوتی ہے جو آپ نے حکیم صاحب کو جواباً تحریر فرمائے تھے۔ ایک خط میں ارشاد فرماتے ہیں:-

”مہربان جن حکیم شمس الدین صاحب حفظک اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ عنایت نامہ کاشف مافیہا ہوا۔ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اس وقت آپ خدائے دُعا کریں کہ فیصلہ ترکوں کے حق میں ہو۔ پہلے عنایت نامہ جات میں دُعا کو بے معنی اور لاشے قرار دیا گیا تھا اور آخری عنایت نامہ میں دُعا سے آویزش موجب تعجب ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ جو کچھ آپ کو کرنا چاہیے تھا اور نہایت آسان تھا اُس کا وقت گزر چکا ہے۔ الخ

ایسے فقرات کے متعلق گفتگو ملاقات پر رہنے دیجئے۔ آپ خواہ کچھ سمجھیں اور خواہ ہم اس قابل نہیں۔ مگر ہم بہ لحاظ اخوت اسلامی و حق صحبت سالہا گذشتہ آپ کی ہی خواہی میں قاصر نہ ہوں گے۔ اور ہمیں کب یہ دعویٰ تھا کہ ہم ایسے ہیں اور ایسے، اور ہم نے کب آپ کو پنجاب میں بلانے کی تکلیف دی تھی۔ وہی لایا جس کے ہاتھ میں ملکوت کل مثنیٰ ہے۔ وہی صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔



گوئیں ایک ایسا بون مگر سب بزرگان دین میں آپ کا ایسا زعم بالکل غلط ہے۔ آپ کے سچ کے مقابلے میں سچ کہنا ضروری سمجھا جاتا ہے کہ آپ میں مادہ سورِ غنی کا غالب ہے۔ ہمارے متعلق آپ کے خیال (خیر خواہی برطانیہ وغیرہ وغیرہ) بالکل غلط اور خلافت واقعہ ہیں۔ شخص کو اپنے قلبی عقائد اور ادراکات پر علم ہوتا ہے و کفی باللہ شہیداً پھر کیونکر نہ کہوں کہ آپ میں مادہ سورِ غنی اور کج فہمی غالب ہے۔ آپ کے ہدایت نامہ جات میں کتاب اللہ اور کتاب الرسول سے اصلاً کام نہیں لیا گیا آج کل کے لوگوں کی طرح صرف خیالی امور مبنی علیہا قرار دی گئی ہیں۔ آپ جیسے تحصیل یافتہ انسان سے ایسے معلومات کا ظہور مقام حیرت ہے۔ آپ ناراض تو ضرور ہوں گے مگر ہماری اس پیشین گوئی کو یاد رکھنا کہ آپ کے حق میں ہم ویسے ہی ہیں اور ہوں گے جو پہلے تھے۔ ہم کو آپ سے مدح یا ذم یا لوگوں کے مطاعن سے بچنا جیسا کہ آپ لکھتے ہیں ملحوظ نہیں اُس عَلِیم اور لطیف قبل کل لطیف نے محض اپنے فضل و کرم سے امور مذکورہ کو ملتفت ایسا نہیں چھوڑا (وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ) آپ کا ویسا ہی دُعا گو جیسا کہ تھا۔ از گولڑہ بقلم خود۔

آپ حکیم صاحب کے نام ایک اور خط میں امورِ معتزضہ پر اپنا مسلک واضح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں :-

(الف) مدتِ مدیدہ سے ہمارا خیال دربارہ عدم جواز فوجی ملازمتیں و مجسریٹی خاص و عام پر روز روشن کی طرح ظاہر ہے اور بفضلہ تعالیٰ بحسب ہدایات ہمارے بہت لوگوں نے ترک بھی کر دیں۔

(ب) ہمارا تفرقہ جمیعتِ آزاد سے اصولِ شرعیہ پر مبنی ہے۔ وہ بھی بعض امور میں، نہ مطلقاً اور نہ اس بنا پر کہ معاذا اللہ ہمیں کفار کی طرف ذاری منظور ہے۔ چنانچہ آپ نے ہمارے قول سے (کہ کافر کا طرفدار من جہت الکفر کافر ہوتا ہے) استنباط کیا ہے اور شکوکِ اربع میں سے اول ہی تحریر فرمایا (اول میرے خیال میں آپ گورنمنٹ کے طرفدار تو ہیں مگر من جہت الکفر نہیں الخ حضرت صاحب آپ کی بڑی مہربانی ہوگی جو آپ گورنمنٹ کے اُن احسانات کو تحریر فرمائیں گے جن کے باعث آپ طرفدار ہیں)

جواباً گزارش ہے کہ آپ نے پہلے عنایت نامہ میں تحریر فرمایا تھا کہ آپ راقم کو لوگ گورنمنٹ کا طرفدار کہتے ہیں۔ ان کی تردید میں مجلہ ذیل میں نے لکھا تھا "کافر کا طرفدار من جہت الکفر کافر ہوتا ہے" جس سے مطلب یہ تھا کہ ایسے وقت میں جب کہ اسلام اور کفر کا مقابلہ ہو، کافر کا طرفدار مسلمان نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہی ہوگا جس کو کفر مرغوب و محبوب ہو اور من جہت الکفر اُس کی طرف ذاری کرے اور بھلا اللہ و احسانہ میں مسلمان ہوں۔ گویا اثبات المدعی باطلالِ نقیضہ در رنگِ قیاس استثنائی ٹھہرا۔ قید (من جہت الکفر) بوجہ اس کے کہ اس کو صحتِ قضیہ میں دخل ہے۔ ضروری الذکر ٹھہری۔ اور قضیہ مذکورہ بالا میں بعد ملاحظہ مقابلہ اسلام و کفر اس احتمال کی گنجائش ہی نہیں جس کو آپ نے ملے کر استفسار فرمایا ہے کہ حضرت صاحب الخ۔ تعجب اس پر ہے کہ باوجود مانعین ایک ملاحظہ مقابلہ دوسرا ہمارا معاملہ دروش مذکور الصدر جس سے آپ بخوبی واقف ہیں و عموم نقیض قید یعنی لامن جہت الکفر اسی احتمال کو لیا اور اس میں انحصار سمجھا اور استفسار فرمایا۔ الزام و دفع الزام میں جانبین کو ملاحظہ وقت و مقابلہ منظور ہے نہ اطلاق تاکہ منوطیت حکم بالقیید المذكور نفیاً و اثباتاً مقصود ہو کما فی العقائد۔ ہاں اس پہلو کو بھی ہم عند الملاقات بیان کریں گے جس پر الزام عائد نہ ہوگا۔"



## حکیم صاحب کے اشکِ ندامت

جب ترکوں نے خلافت کا قضیہ خود ہی بنادیا، جب ہندو مسلم اشتراک و اتحاد کی کشتی مدینِ مومن مالویہ، موتی لال نہرو اور شری عابد نے گنگا جمن کے سنگم میں ڈبو دی۔ جب ہجرت کرنے والے مسلمانوں کا انجام نظر آیا اور اُس میں ہندو کی گہری سازش کے بخیئے اُدھر کر سامنے آ گئے۔ اور آ رہ کے مذہبی فسادات میں فرنگی محل کے خلافتی مشائخ خود ہندو کے خلاف جہاد کا فتویٰ دینے کو تیار ہو گئے۔ تو حکیم شمس الدین کو اپنے نظریات کا سُراب دکھائی دیا اور حضرت قبلہ عالمِ قدس برترہ کے پُر وقار اور با عظمت مہتمم کا پتہ چلا کہ نہ تو انگریز کے روایتی دار و رس سے آپ مرعوب ہیں کہ عین جنگ اور اقتدار کے زمانہ میں اُس کی فوجی ملازمت کو ناجائز قرار دے رہے ہیں نہ آپ کو کسی قسم کا لالچ ہے کہ انگریز کی کئی سو مرتبہ زمین کی جاگیر ٹھکرا رہے ہیں۔ نہ وجاہت کی طلب ہے کہ اپنے صاحبزادے کے لیے آئری عبسٹری کی پیش کش مسترد فرما رہے ہیں۔ شاہی دربار میں شمولیت سے، جسے اُس زمانہ میں حکیم صاحب اور اُن کے ہم نوا عزت کا باعث سمجھتے تھے یہ کہہ کر انکار فرما رہے ہیں کہ بادشاہوں کے دربار میں درویش کا کیا کام، کمشنر اور ڈپٹی کمشنر بلائیں تو جواب دیتے ہیں کہ مجھے تم سے کوئی کام نہیں اس لیے میں نہیں آ سکتا۔ تمہیں اگر مجھ سے کوئی کام ہے تو یہاں آ سکتے ہو۔ الغرض نہ حکومت سے خائف، نہ لیڈروں کے طعن و تشنیع کا ڈر، نہ عوام اور اپنے ارادت مندوں کے بدظن ہونے کا اندیشہ، قدم ہے کہ عبادہ حق سے نہیں ہٹتا۔ اگر تعلق ہے تو محض اللہ اور اُس کے رسول سے اور اسی تعلق کی بنا پر اُس کی مخلوق کی خیر خواہی ہر حال میں مقصود اور پیش نظر ہے۔

اس کے بعد حکیم صاحب تھوڑا ہی عرصہ زندہ رہے۔ آخری مرتبہ جب گولڑہ شریف حاضر ہوئے تو بہت دُور ہی سے تانگے سے اتر کر پیادہ ہو لیے۔ شیخ الجامعہ لکھتے ہیں کہ آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور کہتے تھے کہ افسوس مہم نے حضرت کو نہ جاننا پہچانا۔

## پشاور کے خلافتی کارکنوں کا وفد

حضرت کے ایک مخلص ارادتمند اور مستفید پروفیسر برکت علی اسلامیہ کالج پشاور بیان کرتے تھے کہ جب لوگ افغانستان کی ہجرت سے واپس ہوئے تو پشاور کے بعض خلافتی کارکنوں نے مجھے آکر کہا کہ کابل کے ایک مجذوب فقیر نے بعض مہاجرین سے کہا ہے کہ حضرت داتا گنج بخش لاہوری تو انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنا چاہتے ہیں مگر خواجہ غریب نواز اجمیری نہیں چاہتے۔ گولڑہ والے پیر صاحب سے خواجہ غریب نواز کی بارگاہ میں سفارش کراؤ چنانچہ میں ان کارکنوں کے مجبور کرنے پر گولڑہ شریف پہنچا۔ جناب مولانا محمد غازی کو ساتھ لے کر حضرت قبلہ عالمِ قدس برترہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ واقعات عرض کیے مگر آپ نے کوئی توجہ نہ فرمائی بلکہ چہرہ مبارک پر کچھ تکذیب کے آثار ظاہر ہوئے۔ اس پر جناب مولانا صاحب نے پہلو بدل کر عرض کی کہ حضرت شیخ اکبر نے لکھا ہے کہ کوہِ اُوقیس (مکہ معظمہ) پر ہر جمعہ کے روز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خاص دربار منعقد ہوتا ہے جس میں دنیا کی سلطنتوں کے معاملات طے کیے جاتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر سلطنت کا کوئی نہ کوئی وکیل اس دربار میں حاضر ہو کر معاملات پیش کرتا ہوگا۔ لہذا انگریزی سلطنت کا بھی ضرور کوئی وکیل ہوگا۔ اس کے جواب میں حضرت قبلہ عالمِ قدس برترہ نے صرف حافظ کا یہ شعر پڑھ دیا۔

حدیثِ مطرب دے گو درازِ جہم کم تر جو کہ کس نکشود و نہ کشاید بحکمت ایں معمارا



## آٹھویں فصل

# حضرت قبلہ عالم قدس سرہ اور حکومت برطانیہ

قبل ازیں ذکر آچکا ہے کہ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کے دور مبارک میں برطانیہ کا ستارہ اقبال عروج کمال پر تھا خصوصاً ہندوستان میں برطانوی سلطنت پورے زوروں پر تھی۔ امراء اور والیان ریاست انگریز کا دم بھرتے تھے بلکہ اکابرین اُمت بھی اس کے دربار میں باریابی کو مسلمانوں کے لیے معاشی بہبودی اور سیاسی اقتدار کا باعث سمجھتے تھے۔ باایں ہمہ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ نے کبھی بھی اس غیر مسلم حکومت وقت کی طرف داری اور تعلق سے اپنے دامن تقدس کو آلودہ نہ ہونے دیا۔ اور ساتھ ہی ایسی تحریکات میں بھی شرکت سے احتراز فرمایا جن کا منشور کتاب و سنت کے خلاف تھا۔

## انگریز شہنشاہ کے دربار میں شمولیت سے انکار

۱۹۱۱ء میں جارج پنجم کے دہلی دربار میں شمولیت کے لیے مذہبی پیشواؤں کی سلک میں حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کو بھی دعوت نامہ موصول ہوا تو آپ نے جواباً لکھوایا کہ مجھے اس حاضری سے معذور رکھا جائے حکومت کو اس انکار میں سیاسی اور انتظامی خدشات نظر آئے کیونکہ آپ صرف ہندو پنجاب کے ہی مذہبی پیشوا نہ تھے بلکہ سرحدی پٹھانوں اور آزاد قبائل کے بھی پیرو و مرشد تھے۔ کمشنر اوپنڈی نے پہلے ایک پٹھان مجسٹریٹ ڈپٹی مظفر خان کو اور پھر آپ کے ایک مخلص ارادت مند میاں شیخ احمد سکھ ٹھکانہ گورمانی ضلع مظفر گڑھ کو آپ کی خدمت میں روانہ کیا۔ انہوں نے حضرت سے عرض کیا کہ آپ کو سفر میں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ آپ کے لیے ریل گاڑی کا ایک علیحدہ ڈبہ ریزرو کر دیا جائے گا۔ اور صرف ایک دن کے لیے جب کہ شہنشاہ مذہبی رہنماؤں کا سلام لیں گے آپ کو دربار میں جا کر اس کے حق میں دُعا کرنا ہوگی۔ مگر حضرت رضامند نہ ہوئے اور کمشنر کی رو بہکار پر تحریر فرمایا کہ میں ایک درویش ہوں اور درویشوں کی حاضری شاہی درباروں میں کبھی مناسب خیال نہیں کی گئی۔ تاہم اس حکومت میں ہمارے سچے مذہب اسلام کے ارکان پر کوئی پابندی نہیں ہے اس لیے میں بادشاہ کے حق میں یہیں سے دُعا کرتا ہوں۔

دربار کے منعقد ہو جانے کے بعد اُس سال جب آپ حسب معمول پاک پتن شریف کے عرس پر گئے تو ایک روز سر مجلس دیوان سید محمد تاجادہ نشین پاک پتن شریف سے فرمایا کہ آپ کا دہلی دربار میں شامل ہونا اس وجہ سے درست تھا کہ آپ کی ایک حیثیت جاگیر دار ہونے کی بھی تھی جو اسلامی حکومتوں کے وقت سے چلی آرہی ہے۔ دہلی اور علی گڑھ کے بعض دوستوں نے مجھے لکھا تھا کہ آپ ضرور آئیں کیونکہ اس میں اسلام کی عزت ہے مگر میں نے جواب دیا کہ میرے نزدیک ذلت ہے۔ اس پر جناب دیوان صاحب نے اس امر کی تصدیق کی کہ واقعی آپ کا ارشاد بجا ہے کیونکہ بڑے ادب سے جھک کر بادشاہ کو نذرانہ پیش کرنے کا منظر ایک باعزت مسلمان کے لیے حقیقتاً ناقابل برداشت تھا۔

## اس انکار پر حکومت برطانیہ کا رد عمل

حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کے منصرم خط و کتابت ملک سلطان محمود خان بیان کرتے تھے کہ جب دہلی دربار کے کوآلف ٹائمر آف لنڈن میں شائع ہوئے تو حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کے انکار شمولیت کے ساتھ تحریر تھا کہ آپ سرحدی پٹانوں اور قبائلیوں کے سپر ہیں۔ اور اس انکار کے وجہ ان لوگوں کی حکومت سے کشمیری کی بنا پر سیاسی قسم کے ہیں جن پر حکومت کو نظر رکھنا چاہیے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پنجاب کے لیفٹیننٹ گورنر سر ٹونی ڈین نے اپنی کونسل کے اجلاس بمقام شملہ میں کہا کہ میری گورنمنٹ پیر آف گوڑہ کے اس انکار کی اصلی وجہ معلوم کرے گی اور تحقیقات کے بعد مناسب اقدام کرے گی۔ چنانچہ راولپنڈی کے کمشنر نے ڈپٹی مظفر خان شریف کے ذریعہ آپ کو بلوایا۔ خان صاحب نے حاضر ہو کر عرض کی کہ آپ کی ملاقات سے یہ معاملہ رفع دفع ہو جائے گا اور بذریعہ ریل گاڑی آمد و رفت پر صرف تین گھنٹے صرف ہوں گے۔ اور اگر عصر کے بعد حسب معمول سواری کے دوران ٹوپی رکھتے ہوئے کمشنر صاحب سے مل لیں تو اور بھی کم وقت لگے گا حضرت نے فرمایا کہ میں تین منٹ کے لیے بھی اس مسجد کو چھوڑ کر جانے کے لیے تیار نہیں کمشنر صاحب سے کہہ دیجئے کہ وہ یہاں آجائیں۔

سرحد اور پنجاب میں اس خبر سے ایک سبب کی کیفیت پیدا ہو گئی بعض ذمی اثر لوگ لیفٹیننٹ گورنر سے بھی ملے۔ اور انتظامیہ کی طرف سے بھی اس بے اطمینانی و سبجان کی خفیہ اطلاعات گورنمنٹ کو پہنچیں۔ اُدھر گورنمنٹ کے قانونی مشیر (ریگل ریمبرنسر) نے رائے دی کہ جو شخص گورنمنٹ کا ملازم یا وظیفہ خوار نہیں اس کی طرف سے دہلی دربار میں شمولیت یا کسٹرن کی تحقیقات میں حاضری سے انکار کسی قانون کی خلاف ورزی نہیں ہے۔ آخر کار لیفٹیننٹ گورنر نے کمشنر راولپنڈی سے کہا کہ کسی روز خود جا کر پیر صاحب سے ملیں تاکہ ان کے وسیع حلقہ اثر میں بے چینی اور کشیدگی ختم ہو۔ چنانچہ ایک روز کمشنر صاحب خود ڈپٹی مظفر خان اور پشاور کے میاں کریم بخش سیٹھی کی معیت میں گوڑہ شریف پہنچے۔ اور حضرت قبلہ عالم قدس سترہ سے مل کر اس کشیدگی کو رفع کیا۔

## ڈاکو کا جنازہ پڑھنے پر ڈپٹی کمشنر کی رو بکار کا جواب

سال ۱۹۱۱ء کے دہلی دربار میں شمولیت سے انکار کے ایام میں بعض حاسدین کو حق عداوت ادا کرنے کا موقع مل گیا۔ اور ان کی غلط شکایات پر انگریز افسران بھی جذبہ انتقام کی تسکین کے لیے بار بار آمادہ ہوتے مگر کچھ کرنے سکتے تھے۔ آپ پر یہ الزام لگایا گیا کہ آپ مواضعات میرا باد یہ میرا کو اور مضافات گوڑہ کے چوروں اور ڈاکوؤں کے سپر ہیں۔ اور مفروضہ ڈاکوؤں کے بال بچوں کی پرورش کرتے ہیں۔ ان ہی دنوں جہاندا نامی ڈاکو کو پھانسی کی سزا ملی۔ اور جامع مسجد راولپنڈی میں اس کا جنازہ پڑھا گیا حضرت قبلہ عالم قدس سترہ اتفاقاً جمعہ کی نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں موجود تھے۔ اور نماز جمعہ کے بعد نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔ مخالفین نے اس واقعہ کو اس رنگ میں پیش کیا کہ اس ڈاکو کا جنازہ پڑھنے سے علماء نے انکار کر دیا تھا مگر آپ نے جنازہ پڑھوایا۔ ڈپٹی کمشنر نے اس کے متعلق ایک رو بکار کے ذریعہ حضرت سے جواب مانگا۔ آپ کے جواب کے بعض فقرات یہاں بعینہ درج کیے جاتے ہیں۔

”ا۔ اگر آپ بحیثیت منصب ڈپٹی کمشنر کے چوری یا ڈاکہ یا قتل بے گناہ کو برامانتے ہیں تو ہم بہ لحاظ یدایت کتاب آسمانی و عقلی امور مذکورہ بالا کو حرام و ناجائز سمجھتے ہیں۔“



۲۔ جرائم مذکورہ کا مرتکب یا مجرموں کا معاون دُہی شخص ہو سکتا ہے جو اعلیٰ درجہ کا جاہل ہو یا لالچی ہو۔  
 ۳۔ پیر کے معنی یہ ہیں کہ ہر ایک کو آسمانی کتاب کے مطابق ہدایت کرے۔ اور مُرید کہلانے کا مستحق دُہی شخص ہے جو بحسب ہدایت پیر کے عمل کرے بفضلہ تعالیٰ آبا و اجداد سے آج تک ہمارا پیشہ ہی چلا آتا ہے کہ مُریدوں کو اچھے کاموں کی ہدایت کرتے ہیں اور بُرے کاموں سے روکتے ہیں۔ جس نے تعمیل نہ کی وہ ہمارا مُرید نہیں ہو سکتا۔ ہاں ایسے لوگ نام کے مُرید ہوتے ہیں نہ کام کے۔

۴۔ ہم کو ہمارا خدائے تعالیٰ بغیر مجرموں کے چُنکے اچھی طرح رزق پہنچاتا ہے اس لیے ہمیں مجرموں کی اعانت اور اُن سے لالچ رکھنے کی ضرورت کیا ہے۔ کیا ہم بھی پرلے درجے کے جاہل ہیں یا لالچی؟

۵۔ آپ کو اپنا منصب اور اپنے اعلیٰ حاکم کبشنر صاحب بہادر یا لاٹ صاحب بہادر کا خوف اُمور بالالکی اجازت نہیں دیتا تو ہم کو اپنا منصب یا اپنے حاکم حقیقی جل شانہ کا خوف کیسے اجازت دے سکتا ہے؟ اگر ہم ایسے ہی ہیں تو ہزار ہا باخبر، با علم اور با دیانت لوگ ہم سے علیحدہ کیوں نہیں ہوتے؟ اگر گنہگار ہیں تو ذاتی گناہ کے مرتکب ہوں گے نہ کہ مخلوقِ حسد کا گلا کاٹنے والوں کے خیر خواہ۔

۶۔ اس میں شک نہیں کہ مجرموں کے بال بچے یا بیوگان بحالت بے کسی روٹی کھانے کو بھی آجاتے ہیں جب سرکارِ عالی ان پر رحم فرما کر ان کو اپنے ملک سے خارج نہیں کرتی تو سرکار کی رعایا سے اگر کسی آسودہ حال کے دروازہ سے روٹی مانگ لیں تو کیا قیامت ہے؟ یہ بھی یعنی ایسی حالت میں آنے کا کبھی ساہا گزرنے پر اتفاق ہوتا ہوگا۔

۷۔ یہ بھی واقعی بات ہے کہ مجرموں کے پس ماندگان اپنے خیال کے مطابق آکر دُعا کرتے ہیں جس پر ان کے لیے یہ دُعا کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت کرے اور نیک اعمال کی توفیق بخشے نہ یہ کہ دُعا ایسے کام کرتے رہیں اور سزا یاب نہ ہوں۔

۸۔ میسائی لوگ اگر اپنے اعتقاد کے مطابق اپنے مجرموں کے واسطے اپنے پیر پادری سے دُعا کرائیں اور دُعا بھی یہ کہ خدائے تعالیٰ ان کو راہِ راست پر لائے تو کیا پادری صاحبان کو بوجہ اس دُعا کرنے کے مجرموں کی تعزیر میں شریک کیا جائے گا؟ عقل و انصاف اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دیتے۔

۹۔ رہا یہ کہ پھر مختلف زبانوں سے جناب کی خدمت میں شکایتیں کیوں ہوتیں جو اباً معروض ہے کہ اُنہوں نے یہ نہیں سوچا کہ واقعی مُرید کون ہوتے ہیں اور نام کے کون۔ دُوسرے یہ کہ اُن کے اطفال یا پس ماندگان کے آنے جانے کی نسبت سوچتے ہیں کہ یہ امانت نہیں تو کیا ہے وغیرہ وغیرہ جو بات جن کا منشا بغیر کم فہمی یا حسد کے عاقل کے نزدیک اور کچھ نہیں۔

۱۰۔ ہمارا بھاری عیب یہ ہے کہ قتل اور خوشامد مزاج میں نہیں جس کی وجہ سے خوشامد طلب ناخوش ہو سکتے ہیں اور ناخوش ہو کر خلافتِ واقعات گوش گزار کرتے ہیں۔

۱۱۔ جمعہ کے روز بغرض نماز مسجد جامعہ میں ہمارا حاضر ہونا ہوا۔ بعد فراغت از نماز حسبِ عادت مرتبہ ملک کہ آؤ جنازہ پڑھ لیا جائے۔ سب لوگ جنازہ پڑھنے لگے ہم بھی شامل ہوئے۔ کیا اس جنازہ پڑھنے سے یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ یہ مُردہ ہم سب کے نزدیک نیک چلن تھا اور اس کی بد اعمالیوں پر راضی ہیں؟ البتہ یہاں پر یہ دیکھنا منظور ہے کہ ہمارا مذہب اسلام ایسے



شخص پر نماز جنازہ پڑھنے کی اجازت دیتا ہے یا نہ دوسری (یعنی اجازت نہ دینے کی) صورت میں بیشک جنازہ پڑھنے والے خلاف مذہب کہلانے کے مستحق ہو سکتے ہیں نہ اس الزام کے کہ یہ لوگ اس میت کے اعمال پر خوش تھے اور اُس کے معاون۔ آج تک ایسے لوگوں کا جنازہ پڑھنے والوں پر یہ الزام کبھی نہیں لگایا گیا اور نہ لگایا جاسکتا ہے۔“

اسی زمانہ میں ایک مسلمان افسر نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ گوجے پہلے سے شرفِ نیاز حاصل نہیں ہے مگر میں عرصہ سے آپ کا غائبانہ معتقد ہوں اور آج یہ بتانے کو حاضر ہوا ہوں کہ گورنمنٹ کے پاس رپورٹ کی گئی ہے کہ آپ کو اس ملک سے جلا وطن کر دیا جائے حضرت یہ سن کر مسکرا دیئے اور فرمایا کہ جو گورنمنٹ مجھے جلا وطن کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اُسے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے خود اُس کے متعلق کیا ارادے ہیں۔ اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد برطانوی حکومت، جرمنی کے ساتھ موت و حیات کی جنگ یعنی جنگ عظیم اول ۱۹۱۴-۱۸ء میں مبتلا ہو گئی اور جلا وطنی کی رسل دھری کی دھری رہ گئی۔

## حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی بارگاہِ عالی میں استغاثہ

ان ہی ایام میں حضرت قبلۂ عالم قدس سترۂ نے بحضور جناب غوث پاک رضی اللہ عنہ پنجابی زبان کے مسند درج ذیل اشعار میں استغاثہ پیش کیا تھا۔

رور و لکھئے چٹئیے درداں بھرئیے، پتر پھیں بغداد دے واسیاں دا  
دیہویں جاسینہڑا دکھاں بھریا انہاں اکھیاں درس پیا سیال دا  
آہیں سولال بھریاں سینے سترے وچوں بھگن حال ابھیردا واسیاں دا  
تیرے مڈھ قدیم دے بردیاں نوں لوک دس دے خوف چڑا سیال دا  
دیکھ کر مہرتوں مہر ملی تے کون باجھ تیرے اللہ واسیاں دا

## انگریز سپرنٹنڈنٹ پولیس سے مفروضوں کے متعلق گفتگو

اسی دوران ایک دفعہ سپرنٹنڈنٹ پولیس ضلع راولپنڈی گولڑہ شریف آیا اور حضرت سے کہنے لگا کہ موضع میرا باد یہ وغیرہ کے بعض اشخاص ڈاکہ زنی اور قتل کے مقدمات میں مفروض ہیں اور ہمیں اطلاع ملی ہے کہ وہ آپ کے مرید ہونے کی حیثیت سے آپ کی خانقاہ میں پناہ لیتے ہیں۔ اور اسلحہ وغیرہ یہاں رکھتے ہیں۔ حضرت قبلۂ عالم قدس سترۂ نے جواب دیا: میرے پاس لوگ نماز اور دینی ہدایت کے لیے آتے ہیں میں انہیں نیکی کا امر کرتا ہوں اور گناہ کے کاموں سے منع کرتا ہوں۔ جو یہاں ٹھہر جاتے ہیں بحیثیت مہمان اُن کی تواضع کی جاتی ہے۔ مجھے معلوم نہیں ہوتا کہ ان میں کسی شخص کی قانونی حیثیت کیا ہے۔ اگر کوئی مفروض یہاں آجائے یا اسلحہ لے آئے تو پکڑ لیا کیجئے۔ نیز فرمایا: ایک بات اور سن لیں اور اپنی سرکار کو پہنچا دیں کہ میں غائب جانا ہوں کہ تمہاری نسبت میرے متعلق کیا ہے لیکن یاد رکھنا یہ عزت جو مجھے ملی ہوئی ہے اس کے دینے والے تم نہیں ہو، کوئی اور ہے۔ اور اگر اس عزت کے دینے والے تم نہیں تو اس کے لینے والے بھی تم نہیں ہو سکتے۔ اگر لے گا تو وہی لے گا جس نے دے رکھی ہے۔ اس سے پہلے رائے صاحب دیوی دیال انسپکٹر پولیس راولپنڈی کی ایک چٹھی پنچمی متی جس میں حضرت قبلۂ عالم قدس سترۂ کی طرف لکھا گیا تھا کہ آپ مورخہ ۲۷ دسمبر ۱۹۱۳ء کو سپرنٹنڈنٹ صاحب پولیس کی کوٹھی پر انہیں ملیں۔ اور حضرت نے یہ جواب لکھوا دیا تھا کہ میں



بوجہ مصروفیت اپنے کام کے صرف نماز عصر کے بعد فارغ ہوتا ہوں لہذا معذوریوں۔ صاحب بہادر مجھ سے جس امر کی دریافت کرنا چاہیں خود تشریف لاکر یا بوساطت عملہ ماتحت دریافت فرما سکتے ہیں۔ چنانچہ یہ جواب موصول ہونے پر سپرنٹنڈنٹ پولیس آئے اور تذکرہ بالا گفت و شنید ہوئی۔

پہلی جنگ عظیم کے بعد رولٹ ایکٹ کے خلاف ہنگاموں کے دوران جلیانوالہ باغ امرتسر کی فائرنگ کے ہیرو، بدنام زمانہ سرمایہ کار لیفٹیننٹ گورنر پنجاب کی یہاں سے روانگی کے وقت طبقہ اُمراء اور بعض سجادہ نشینوں نے الوداعی پارٹی کے دوران لاہور میں ایک سپانسامپش کیا جس میں انگریزی راج کی تعریف و توصیف کی گئی تھی۔ اس موقع پر کیشنر اوپنڈی اور دیگر متعدد اُمراء و حکام کے شدید اصرار کے باوجود حضرت قبلہ عالم قدس سترہ نے اس اجتماع میں شرکت سے قطعاً انکار فرمایا۔ ملک سر عمر حیات خان ٹوانہ کے بے حد تعاضدا و اصرار پر بالآخر اپنے صاحبزادہ جناب بابو جی مدظلہ العالی کو شمولیت کے لیے یہ فرماتے ہوئے بھیج دیا کہ ملک عمر حیات خان غربائے کام کرتا ہے اور اس وجہ سے مجھے اُس کا خیال ہے۔ لہذا جناب بابو جی مدظلہ العالی طوعاً و کرہاً لاہور تشریف لائے۔ ملک عمر حیات خان نے کہا کہ آپ خود کوئی بات نہ کیجئے گا جو کچھ ہم کہیں آپ صرف ہاں میں ہاں ملا دیں جناب بابو جی نے دریافت فرمایا آپ لوگ کیا کہیں گے تو ملک صاحب نے انگریزوں کے لیے مدحیہ الفاظ کہے۔ بابو جی نے فرمایا میں اس کی تو تائید نہیں کر سکتا کیونکہ یہ صحیح نہیں ہے۔ اس پر ملک صاحب نے بابو جی کی شمولیت کو مناسب نہ سمجھا۔ چنانچہ آپ اُن سے فارغ ہو کر واپسی سے قبل جب جناب دیوان سید محمد سجادہ نشین پاک پتن تشریف سے ملے تو انہوں نے باصرار رک لیا اور اپنے ہمراہ پارٹی میں لے گئے۔ بابو جی فرماتے ہیں کہ مجھے کچھ علم نہ تھا کہ ایسے اجتماعات کے طور طریقے اور آداب کیا ہوتے ہیں۔ ایک کاغذ پر سب کے دستخط کرائے گئے۔ میں نے بھی اس خیال سے کہ حاضرین کی فرست ہے دستخط کر دیئے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ دستخط سپانسامہ کے سلسلہ میں تھے سخت افسوس ہوا مگر اُس وقت مجبوری تھی اور کچھ نہ ہو سکتا تھا۔

تعب ہے کہ مولوی ظفر علی خان مرحوم مدیر اخبار زمیندار نے اُن مشایخ و سجادہ نشینوں کے خلاف جو نظم شائع کی اُس میں حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کا ذکر کیسے کر دیا۔ حالانکہ سب پر روشن تھا کہ آپ اس اجلاس میں قطعاً شریک نہیں ہوئے اور نہ ہی اسے پسند فرمایا تھا۔

## ایک انگریز ڈپٹی کمشنر کی حاضری اور عقیدت

حضرت شیخ الجامعہ نے اپنے مسودات میں ایک ڈپٹی کمشنر کا واقعہ بدیں انداز تحریر کیا ہے۔ ایک انگریز افسر جو پہلے فوج میں رہ چکا تھا اور اوپنڈی میں بطور ڈپٹی کمشنر تعینات ہوا اور اُس نے دیہاتی دورہ کے سلسلہ میں گورنر تشریف کے قریب کپ لگوا یا۔ اُسے توقع تھی کہ پیر صاحب سلام کے لیے آئیں گے مگر آپ نہ گئے۔ آخر اُس نے دربار تشریف کے بالکل قریب کپ لگوا یا اور مقیم ہوا۔ ملک گلاب خان سکھ حسن ابدال اور دیگر نیاز مندان نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ مقامی افسر ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آج عصر کے بعد جب آپ سواری کی غرض سے تشریف لے جائیں تو چند منٹ کے لیے توقف فرما کر ڈپٹی کمشنر صاحب سے ملتے جائیں۔ مگر آپ نے اُس روز سواری کے وقت کپ کا راستہ ہی چھوڑ دیا۔ اس سے کچھ پہلے ارباب حکومت نے سڑی علاقہ کی ایک مہم کو مشکل تمام کر کیا تھا۔ اور حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کے اُس علاقہ میں پیری مریدی کے وسیع اثر سے بخوبی آگاہ ہو چکے تھے۔ کہتے ہیں کہ ڈپٹی کمشنر صاحب کے ایک قادیانی مسلمان نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حالات کو



کچھ اس انداز میں اُن کے پیش کیا کہ اُسے یقین ہو گیا کہ حضرت واقعی انگریزوں کے مخالف ہیں۔ شیخ الجامعہ لکھتے ہیں کہ اس صورت حال کے پیدا کرنے میں بعض مقامی حاسدین کا بھی ہاتھ تھا جو بظاہر ایسے نیاز کا اظہار کرتے تھے کہ آتے جاتے دربار شریف کے قریب احتراماً سواری پر سے اتر پڑتے تھے۔

چنانچہ ڈپٹی کمشنر صاحب نے واپس راولپنڈی پہنچ کر حضرت کی طرف ایک روبکار بھیجی کہ آپ بروز سوموار تین بجے میری کوٹھی پر آکر مجھے ملیں۔ حضرت نے اس روبکار کی پشت پر لکھا کہ ملنے کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ مجھے آپ کے ساتھ کوئی کام ہو۔ سو مجھے تو آپ کے ساتھ کوئی کام نہیں ہے۔ اور دوسری وجہ یہ کہ آپ کو میرے ساتھ کوئی کام ہو۔ اگر ایسی بات ہے تو پھر آپ کو یہاں میرے پاس آنا چاہیے کیونکہ ہمیشہ ضرورت مند کو ہی جانا پڑتا ہے۔ ایک غیر ضرورت مند کو حاضری کا حکم دینا نظر ثانی کا مستلج ہے۔

قاضی سراج الدین بیرٹراُس زمانہ میں سرکاری وکیل تھے۔ ڈپٹی کمشنر صاحب نے انہیں مشورہ کے لیے بلایا۔ قاضی صاحب نے سمجھایا کہ آپ ایسے شخص سے الجھنا چاہتے ہیں جو دونوں جہان پر لات مارے ہوئے ہے۔ اور خدا کے سوا دنیا اور مافیہا سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ نیز ایک جنگ کو مشکل ختم کیا ہے اور دوسری بلا وجہ شروع کرنا چاہتے ہیں۔

قاضی صاحب کا پہلی جنگ سے اشارہ سرحدی علاقہ کی مہم سے تھا۔ چنانچہ ڈپٹی کمشنر صاحب کی سمجھ میں بات آگئی اور انہوں نے حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کو اطلاع بھجوائی کہ میں خود ملاقات کے لیے آؤں گا چنانچہ تیسرے چوتھے روز اپنی میم صاحبہ و لڑکی سمیت آیا۔ حضرت بابو جی مدظلہ اور ملک گلاب خان نے دربار شریف سے کچھ آگے جا کر اُن کا استقبال کیا تو انہیں دیکھ کر کہنے لگا۔ ہم اگر بادشاہ ہیں تو پیر صاحب بھی شہنشاہ ہیں۔ اگر وہ ہمیں ملنے نہیں آئے تو ہم اُن سے ملنے کے لیے آگئے ہیں۔ ملاقات پر حضرت قبلہ عالم قدس سترہ نے ڈپٹی کمشنر صاحب سے توبہ تھ لایا۔ مگر جب میم صاحبہ نے ہاتھ بڑھایا تو آپ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ اُس نے اپنے خاوند سے کہا کہ شاید میں بہت گنہگار ہوں اس لیے پیر صاحب نے مجھ سے ہاتھ نہیں ملانا چاہا۔ ڈپٹی کمشنر صاحب نے ان الفاظ کی ترجمانی حضرت سے کی تو آپ کی طبیعت پر اس انگریز عورت کی بے نفسی اور انکساری کا اثر ہوا اور فرمایا کہ یہ بات نہیں۔ بلکہ مذہب اسلام میں غیر عورتوں سے ہاتھ ملانے کی اجازت نہیں۔ اُن کی لڑکی نے کہا بے شک بائبل مقدس میں بھی یہی حکم ہے۔

دوران گفتگو ڈپٹی کمشنر صاحب نے سوال کیا کہ آیا آپ کے پاس کوئی جاگیر ہے تو حضرت نے فرمایا کہ مشرق سے مغرب تک حضرت غوث پاک کی جاگیر ہے جو ہمارے جدِ امجد ہیں۔ اور یہ سارا ملک ہم کو جاگیر میں ملا ہوا ہے۔ لڑکی نے حضرت کے ہاتھ والی تسبیح کے متعلق دریافت کیا کہ یہ کیا چیز ہے۔ فرمایا، اس پر میں اپنے مالک کا نام لیتا ہوں۔ اُس نے پوچھا آپ کا مالک آپ کو تنخواہ کیا دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ آپ لوگوں کی طرح تنخواہ مقرر نہیں بلکہ میرا مالک میری تمام ضروریات کے مطابق عطا کرتا ہے اور بے حد و حساب دیتا ہے۔ پھر وہ پوچھنے لگی کہ کیا آپ جو کچھ اپنے خدا سے مانگیں وہ آپ کو دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا اگر وہ چیز ہمارے لیے بہتر ہو تو عطا فرماتا ہے اور اگر اُس میں ہمارا نقصان ہو تو نہیں دیتا۔ جیسے مضمون بچہ روٹی کو ہاتھ مارتا ہے۔ مگر ماں اُسے دودھ دیتی ہے کیونکہ بچے کا معدہ روٹی کو ہضم نہیں کر سکتا۔

گرمی کا موسم تھا۔ اور بارش کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی۔ لڑکی نے کہا۔ اگر ایسی بات ہے تو آپ بارش کے لیے دعا کریں۔ کیونکہ آج کل بارش ہمارے لیے مفید معلوم ہوتی ہے۔ حضرت اُس کی اس دانائی کی بات پر مسکرائے اور فرمایا ہم دعا



کہتے ہیں۔ اگر بارش مفید ہے تو ہو جائے گی۔ پھر تمام حاضرین کو مخاطب کر کے بارش کے لیے دعا کرائی۔ اور ساتھ ہی خود بھی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی۔ چنانچہ اُسی روز بارش ہو گئی۔ حضرت بابو جی مدظلہ فرماتے ہیں کہ ڈپٹی کمشنر ایسا متاثر ہوا کہ جاتے ہوئے کہا پیر صاحب ہم آپ کی چائے پینے کل پھر آئیں گے۔ چنانچہ دوسرے دن پھر حاضر خدمت ہو کر دعا کا طلب گار ہوا۔ اسی طرح ایک اور انگریز افسر نے آپ سے زینہ اولاد کے لیے درخواست کی تھی۔ شہر سے باہر کمپ میں اُس کا قیام تھا۔ حضرت نے خدمت کو کھانا پہنچانے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ پرتکلف کھانا دیا گیا۔ مگر اُس کی میم صاحبہ نے نگر سے دال منگو کر کھائی۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے بڑا عطا کیا۔ پھر وہ ساہیوال (منگمری) سیشن جج مقرر ہوا۔ ایک قتل کے ملزم کو جس کا مقدمہ اُس کی عدالت میں زیر سماعت تھا اُس کی حضرت قبلہ عالم قدس بترہ سے عقیدت کا علم تھا۔ اُس نے اپنی صفائی کے گواہوں کی فرست میں حضرت کا نام تحریر کرادیا۔ سبیل پیش ہونے پر اُس نے ملزم سے پوچھا کہ کیا پیر صاحب تمہاری صفائی کی شہادت دیں گے؟ ملزم نے ویسے ہی کہہ دیا کہ جی ہاں دیں گے۔ اُس نے یہ بات یاد کرتے ہوئے اُسے فوراً بری کر دیا۔

کئی سال بعد ایک انگریز، انگلستان سے آکر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں علاقہ کھوڑ میں تیل و پٹرول کی تلاش میں آیا ہوں۔ فلاں صاحب نے جو یہاں ڈپٹی کمشنر رہ گئے ہیں اور بعد میں کمشنر ہو کر ریٹائر ہوئے تھے، انگلستان میں مجھے کہا کہ تیل کے کنویں کھودانے سے پہلے پیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کرانا۔ حضرت قبلہ عالم قدس بترہ نے فرمایا کہ ہاں وہ صاحب میرے آشنا تھے اور پھر دعا فرمائی۔

## نویں فصل

## حضرت دیوان صاحب اک پتن شریف کی عقیدت

حضرت دیوان سید محمد سجادہ نشین درگاہ سلطان الزاہدین حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ پاک پتن شریف کی استاد پر حضرت قبلہ عالم قدس برہ نے انہیں سلسلہ شریف چشتیہ صابریہ کے اور او و وظائف اور ارشاد کی اجازت عطا فرمائی تھی۔ سلسلہ شریف چشتیہ نظم سامیہ میں وہ پہلے سے ہی اپنے نانا بزرگوار حضرت دیوان اللہ جوایا سے بیعت تھے۔ حضرت قبلہ عالم قدس برہ کے ساتھ ان کے روابط کی تقریب یہ ہوئی کہ دیوان اللہ جوایا لا ولد تھے لہذا اپنے وصال سے پہلے انہوں نے اپنے نو عمر نواسے اور متبشی دیوان سید محمد کو بذریعہ وصیت اپنا جانشین نامزد کیا۔ لیکن ان کے انتقال کے بعد ان کے بار شوخ بھتیجے میاں فتح محمد زبردستی گدی پر قابض ہو گئے۔ دیوان سید محمد کی طرف سے دیوانی دعویٰ ہوا مگر خارج ہو گیا۔ انہوں نے اپیل کی تو فریق مخالف نے انہیں قتل کی دھمکی دی اور جان لینے کے دیرپے ہو گئے۔ لہذا دیوان سید محمد کو جان بچانے کے لیے ریاست پٹیالہ کے ایک گاؤں میں جا کر پناہ لینا پڑی۔ اس دوران میاں فتح محمد نے خاندان چشتیہ کے تمام مشہور سجادہ نشینوں سے اس مضمون کے ایک محضر نامے پر دستخط کروا لیے کہ میاں سید محمد کم عمر ہیں اور پاک پتن شریف جیسی گدی کے لیے میاں فتح محمد ہی مؤردن و مستحق ہیں جب یہ محضر نامہ دستخطوں کے لیے گورنر شریف پہنچا تو حضرت قبلہ عالم قدس برہ نے دستخط کرنے سے انکار فرمادیا۔ میاں فتح محمد کے حضرت ثانی سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ کوشش و اصرار کے جواب میں حضرت نے فرمایا کہ آپ کا فرمان بجا مگر میرا دل اس طرف راغب نہیں ہوتا۔

اس روحانی بشارت کی اطلاع کسی طرح حضرت دیوان سید محمد کی والدہ صاحبہ کو ہو گئی۔ لہذا جب چیف کورٹ تک ان کی اپیلیں نامنظور ہو گئیں تو مائی صاحبہ نے اپنے ایک لاہور کے عزیز میاں خدابخش نامی کے ذریعے حضرت قبلہ عالم قدس برہ کی خدمت میں توسل اور استداع کی درخواست کرتے ہوئے عرض کی کہ آئندہ اپیل کے لیے بہت رقم کی ضرورت ہوگی اگر آپ اجازت بخشیں تو کوشش کی جائے حضرت نے فرمایا کہ اگر گنجائش ہے تو ہمت کریں۔ چنانچہ آپ کی دعا کے بھروسہ پر مائی صاحبہ نے اٹھارہ ہزار روپیہ قرض لے کر پریوی کونسل لندن میں اپیل دائر کرادی۔ جہاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے دیوان سید محمد کے حق میں فیصلہ ہوا اور وہ بالآخر گدی پر متمکن ہو گئے۔

کچھ عرصہ بعد حضرت قبلہ عالم قدس برہ نے پاک پتن شریف کی حاضری کا ارادہ فرمایا۔ اور مولوی محبوب عالم صاحب آپ کی رہائش کا انتظام کرنے کی خاطر وہاں پہنچے۔ عرس شریف کا موقع تھا اس لیے جب انہوں نے دیوان صاحب سے حضرت کے ارادہ کا ذکر کر کے قیام کی درخواست کی تو وہ خاموش رہے۔ اس وقت تک دیوان صاحب کے ساتھ حضرت قبلہ عالم قدس برہ کا یا آپ کے خدام کا براہ راست کوئی تعارف یا تعلق نہیں تھا۔ اور نہ باہم خط و کتابت کی نوبت ہی آئی تھی۔ اس لیے مولوی صاحب نے دیوان صاحب کی خاموشی کو انکار پر محمول کر کے جب بدیں خیال اٹھنا چاہا کہ شہر میں کسی کرائے کے مکان کا انتظام کرنا چاہیے، تو



دیوان صاحب نے انہیں روک کر فرمایا کہ میں یہ سوچ رہا ہست کہ ایسے خصوصی مہربان بزرگ کے لیے جنہوں نے ایک نازک وقت پر بغیر کسی تعارف کے میری امداد فرمائی کوئی جگہ مناسب ہوگی۔ میری خواہش تھی کہ آپ کا قیام موتی محل میں ہو لیکن چونکہ وہاں عرس کے موقع پر بعض دیگر حضرات قیام فرماتے ہیں۔ اس لیے مجھے اندیشہ تھا کہ مبادا وہ حضرات محسوس کریں۔ مگر آپ میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ آپ کی جائے قیام موتی محل ہی ہوگی۔ دوسروں کے متعلق حضرت باوا صاحب جانیں اور وہ صاحبان جانیں۔

### پہلی ملاقات پر دیوان صاحب کا تاثر

جب حضرت قبلہ عالم قدس بترہ پاک پتن شریف پہنچے اور دیوان صاحب سے ملاقات کی تو دیوان صاحب بیان فرماتے تھے کہ آپ کو دیکھ کر میں تعظیماً اٹھ کر تو ہلا کر میرے دل میں آپ کے متعلق جو حسن ظن تھا وہ جاتا رہا۔ میرا خیال تھا کہ حضرت کے سر پر روئی کی ٹوپی ہوگی۔ کمر میں نیلے یا جو گیارنگ کا تہم ہوگا۔ اور گلے میں قدرے نیلا اور مستعملہ لباس سا کرتا ہوگا۔ کیونکہ اُس وقت تک ایک فقیر اور ولی اللہ کی ہیئت اور لباس کا یہی نقشہ ہمارے ذہن میں تھا۔ مگر دیکھا تو ماشاء اللہ نہایت خوبصورت گھنگھریالی زلفیں، نفیس کلاہ پر سفید عمامہ، پارچات مصطفیٰ اور سفید رنگ جن پر چٹھہ پہن رکھا تھا۔ میں نے سمجھا کہ دنیا دار ہیں۔ اور اٹھ کر بیٹنے پر دل ہی دل میں افسوس بھی ہوا۔ لیکن حضرت نے میرے خطبہ دل پر مطلع ہو کر مجلس میں اپنے ایک ارادت مند افسر مال سے مخاطب ہو کر دریافت فرمایا کہ جب آپ لوگ اپنے کسی افسر سے ملاقات کے لیے جاتے ہیں تو کیا اچھا لباس پہن کر جاتے ہیں یا میلہ کچھلا اور پٹا پڑانا؟ اُس نے عرض کیا کہ اگر ہم اچھا لباس پہن کر نہ جائیں تو افسران بُرا منائیں گے۔ اس پر حضرت نے فرمایا کہ جب دنیاوی افسروں کی حاضری کے یہ آداب ہیں تو جو دینی پیشوا اور صاحب سجادہ ہو اُس کے دربار میں حاضری کے آداب کا خود خیال کر لیں۔ نیز حدیث شریف میں ہے کہ خدا جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔

دیوان صاحب کہتے تھے کہ یہ سن کر میں اپنے خطبہ دل پر نادم اور پشیمان ہوا۔ اور پھر عمر بھر میرے دل میں حضرت کے متعلق کبھی کبھی تسم کا شک و شبہ پیدا نہیں ہوا۔

### لباس اور سواری کے متعلق ایک انگریز افسر کا اعتراض اور اُس کا جواب

اس خوش پوشی کے متعلق ایک اور واقعہ بھی بہت مشہور ہے۔ بالوکرم بخش ہیڈ کلرک دفتر پولیس راولپنڈی جو گوجر خاں کے رہنے والے اور حضرت قبلہ عالم قدس بترہ کے ارادت مند تھے۔ ایک عرس کے موقع پر گوڑہ شریف حاضری کے لیے اپنے انگریز میئر منڈنٹ پولیس سے ایکٹن کی رخصت لینے کے لیے اُن کے سامنے پیش ہوئے۔ کپتان صاحب نے کہا: یہ آپ کا پیر صاحب کیسا پیر ہے؟ ہم سے زیادہ اچھے گوڑے پر سواری کرتا ہے اور ریشیوں کا لباس پہنتا ہے۔ پیر فقیر تو وہ ہوتا ہے جو کوئی مکان اور سامان نہیں رکھتا۔ جہاں رات آجاتی ہے روٹی مانگ کر کھالیتا ہے اور مسجد وغیرہ میں پڑ کر سو رہتا ہے۔ پھر کہنے لگا: اچھا جاؤ اور ہماری طرف سے پیر صاحب سے یہ بھی پوچھنا کہ آپ کے پاس اسلحہ کتنا ہے؟ یہ وہ زمانہ تھا جب ۱۹۱۱ء کے دربار دہلی میں شمولیت سے انکار پر حضرت سے انگریز افسران بہت ناراض تھے جب بالوکرم بخش نے یہ باتیں حضرت قبلہ عالم قدس بترہ کی خدمت میں عرض کیں تو آپ نے فرمایا: اچھا، مگر تم اُسے جواب نہ دے سکو گے۔ میں خود ہی جواب دوں گا۔ چنانچہ اسی سال جب آپ سیال شریف کے عرس سے واپسی پر حسب معمول کچھ وقت کے لیے راولپنڈی میں قیام پذیر تھے۔ اور عصر کے وقت ایک مجلس کی فٹن میں ٹوپی رکھ کی طرف



جار ہے تھے تو راستہ میں وہی سپرنٹنڈنٹ پولیس گھوڑے پر سوار آتا نظر آیا۔ آپ نے خدام سے پوچھا۔ کیا یہ انگریز یہاں کا پولیس کپتان ہے؟ جواب اثبات میں ملنے پر آپ نے اُس کے قریب پہنچ کر فٹن رکوائی اُس نے آپ کو سلام کیا۔ جس کا جواب دیتے ہوئے آپ نے فرمایا آپ کا پیغام پہنچا تھا۔ اب جواب سن لیں۔ آپ نے کہا تھا کہ فقیر اچھے گھوڑے پر کیوں سواری کرتا ہے اور اچھا لباس کیوں پہنتا ہے۔ آپ اپنے افسروں کو خوش کرنے کے لیے اچھے گھوڑے پر سوار ہوتے ہیں اور اچھا لباس پہنتے ہیں۔ اگر فقیر اپنے افسر کی خوشی کے لیے جو سارے افسروں کا افسر اور بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ اور جس کے ہاتھ میں سارے افسروں اور بادشاہوں کی جان ہے اچھے گھوڑے پر سوار ہو اور اچھا لباس پہنے تو اس میں کیا بُرائی ہے۔ اور آپ نے پوچھا تھا ہمارے پاس تمہارا کتنے ہیں۔ فقیر کا ہتھیار فقط تیغ ہے جو آپ کے تمام اسلحہ سے زیادہ کاری ہے۔ اس جواب سے وہ انگریز افسر نادام سا ہو کر رہ گیا۔ اور آپ آگے روانہ ہو گئے۔

### حضرت دیوان صاحب کے لیے اولادِ نرینہ کی دعا

حضرت بابو جی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ ایک دن میاں تاجا قوال نے امرتسر میں کہیں سے سنا کہ دیوان صاحب کے نرینہ اولاد ہو ہی نہیں سکتی۔ اور اس بارہ میں کسی جاؤ و گراؤ کا ذکر بھی ہوا۔ جب اُس نے مجھ سے ذکر کیا تو میں نے کہا کہ حضرت کی خدمت میں عرض کرو چنانچہ اُس کے عرض کرنے پر حضرت نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ قادر ہے۔ سحر کا کچھ اثر نہیں ہوگا۔ اور دعا فرمائی۔ چنانچہ اگلے سال ہی حضرت دیوان غلام قطب الدین تولد ہوئے اور مخالفین کے جاؤ و بے اثر ہو کر رہ گئے۔

نوموود کے نام رکھنے کا واقعہ حضرت دیوان سید محمد خود اس طرح بیان فرمایا کرتے کہ میں قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس شریف پر دہلی گیا ہوا تھا۔ اور وہاں میرے دل میں بار بار خیال آتا تھا کہ میرے بیٹے کا نام غلام قطب ہو۔ حضرت کی خدمت میں نام تجویز فرمانے کے لیے عرض کیا ہوا تھا۔ جب دہلی سے واپسی پر پاک پتن شریف میں حضرت کا خط ملا تو اسی فکر میں کانپتے ہاتھوں سے کھول کر پڑھا تو آپ نے غلام قطب الدین ہی نام تجویز فرمایا ہوا تھا۔

### جناب خواجہ حسن نظامی دہلوی

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ اور حضرت دیوان سید محمد کے باجم بہت ہی خاص تعلقات تھے حضرت اقدس زمانہ استغراق تک عموماً ہر سال حضرت بابا صاحب گنج شکر قدس سرہ العزیز کے عرس مبارک پر پاک پتن شریف جاتے رہے۔ جہاں ادائے رسومات میں دیوان صاحب کی طرف سے آپ کو ایک خصوصی امتیاز اور اختیار حاصل رہا۔ چونکہ عرس شریف کے موقع پر پاک پتن شریف میں بے حد ازدحام خلافت ہوتا تھا اس لیے ہر مکتبہ فکر کے لوگوں کو حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کی ذات شریف سے استفادہ کا موقع ملتا تھا۔ سلطان المشائخ حضرت محبوب الہی کے سجادہ نشین جناب خواجہ حسن نظامی کی ملاقات بھی حضرت سے یہیں ہوتی اور ان کے اصرار پر حضرت نے انہیں بیعت بھی فرمایا۔ خواجہ صاحب حسن تحریر کے لیے دعا کے طالب ہوئے تو آپ نے دعا کر کے کوئی خالص طریق بھی تلقین فرمایا۔ جس کی برکت سے خواجہ صاحب اپنے وقت کے مشہور اہل قلم ہوئے اور مصوٰفہ فطرت کا لقب پایا۔

حضرت نے خواجہ حسن نظامی کے لیے حسن تحریر اور مددِ عطا اللہ شاہ بخاری کی استدعا پر ان کے لیے حسن تقریر کی دعا فرمائی تھی۔ اور بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے دونوں صاحبان کو متنبہ فرمادیا تھا کہ تحریر و تقریر کی فصاحت مقامِ خطر بھی ہے۔ ان کے صحیح استعمال کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔



خواجہ صاحب اپنے رسالہ منادی میں ہمیشہ حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کو اپنا شیخ طریقت تسلیم فرماتے رہے۔ آنجناب کے احوال پر گولڑہ شریف میں حاضر ہوئے۔ اور ایک خصوصی مقالہ منادی میں شائع کیا۔ خواجہ صاحب بے حد روادار طبیعت اور مرخجان مریخ قسم کے انسان تھے۔ ابتداء قادیانیوں کے حق میں نرم خیالی کے باعث علماء میں معتبوب تھے۔ مگر بالآخر ۱۹۳۵ء کے پرچہ میں اعلان کیا کہ میرے پیرو مرشد حضرت مولانا سید مہر علی شاہ چشتی نظامی سجادہ نشین گولڑہ شریف کا ایک بیان میری نظر سے گزرا جس میں حضرت اقدس نے ایک فیصلہ کن حکم صادر فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ قادیانی اپنے عقائد مخصوصہ کے سبب مسلمان نہیں کہلا سکتے اس واسطے کسی مسلمان کو ان سے کسی قسم کا تعاون جائز نہیں۔

پاک پتن شریف میں، مولوی غلام قادر سکھ منچ آباد ضلع بہاول نگر اور بعض علمائے قصور کے حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کے ساتھ زیارت قبور، استمداد اولیہ اللہ اور ہشتی دروازہ کے مسائل پر مناظرات، خصوصاً مولوی غلام قادر کی آپ سے بیعت کا ذکر باب ششم میں آئے گا۔ افسوس کہ ان روح پرور مجالس کا ریکارڈ نہیں مل سکا۔ ورنہ اس موضوع پر ایک مستقل کتاب تیار ہو سکتی تھی۔

جناب بابو جی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت قبلہ عالم قدس سترہ پاک پتن شریف جانے کو تیار ہوئے اور مجھے فرمایا کہ تم گھر پر ہی رہو بسنگر اور مہمانوں کا خیال رکھنا اور نماز باجماعت اور اوقات مکتب کی پابندی کرنا۔ مجھے چونکہ دیوان صاحب کے ساتھ قلبی لگاؤ اور دلی تعلق تھا اس لیے میں ساتھ جانے پر مہر تھا مگر حضرت نہ مانتے تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ بعد نماز عصر اپنی والدہ محترمہ یعنی میری دادی صاحبہ کے سلام کے لیے گھر حاضر ہوا کرتے تھے چنانچہ میں بھی ساتھ ہوا۔ اور جب گھر کے قریب والی جھاڑی کے پاس پہنچے تو میں نے پھر ساتھ چلنے کے لیے عرض کی۔ حضرت نے فرمایا کہ کسی کے مزار پر حاضر ہونے کا مزاج ہے کہ آدمی صاحب مزار سے کم از کم گفتگو تو کر سکے۔ میں نے عرض کیا کہ اب تو میرا جانا اور بھی ضروری ہو گیا ہے۔ کیونکہ آپ تو حضرت باوا صاحب کے لیے جاتے ہیں اور وہ آپ سے گفتگو فرماتے ہیں۔ میں تو دیوان صاحب کی محبت کی وجہ سے جاتا ہوں اور وہ مجھ سے گفتگو فرماتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے تبسم فرمایا اور اجازت دے دی۔

## بظاہر مطالعہ و شغل تسبیح اور بہ باطن حضرت باوا صاحب گفتگو

جناب بابو جی مدظلہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت پاک پتن شریف میں قیام فرماتے اور صبح کے وقت طائف سے فارغ ہو کر کتاب فتوحات مکیہ سامنے رکھے ہوئے تسبیح کا شغل فرما رہے تھے کہ دیوان صاحب ملاقات کو آئے اور دس پندرہ منٹ تک دروازہ میں کھڑے رہے مگر آپ نے توجہ نہ فرمائی۔ میں سخت حیران تھا کہ دیوان صاحب کھڑے ہیں اور حضرت ان کی طرف توجہ نہیں فرماتے۔ ایک ہمراہی سستی شیراز خان حضرت کو توجہ دلانے کے لیے آگے بڑھنے لگا تو دیوان صاحب نے منع کر دیا۔ اور مجھ سے فرمایا کہ حضرت ابھی مصروف ہیں۔ میں اتنے میں باوا صاحب کو سلام کر آؤں اور کچھ اور امور بھی طے کرتا آؤں تقریباً ایک گھنٹہ بعد دیوان صاحب دوبارہ آئے لیکن حضرت پھر متوجہ نہ ہوئے اور اپنے شغل ہی میں مصروف رہے۔ میں دل گرفتہ تھا کہ دیوان صاحب حضرت گنج شکر کے سجادہ نشین ہیں مگر حضرت متوجہ نہیں ہو رہے ہیں۔ دیوان صاحب پندرہ بیس منٹ تک منتظرہ کر رہے تھے کہ حضرت ابھی مشغول ہیں میں جاتا ہوں جب آپ فارغ ہوں مجھے اطلاع کرا دیں، تشریف لے گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ گیا۔ مگر

لے اس قسم کے کسی فتویٰ کی حضرت قبلہ عالم قدس سترہ سے نسبت کی ذمہ داری جناب خواجہ صاحب پر ہے۔

کبیدہ خاطر تھا۔ اور بار بار سوچتا کہ حضرت نے دیوان صاحب کی طرف کیوں توجہ نہیں فرمائی۔

بہر حال کچھ وقت کے بعد اطلاع ملی کہ حضرت اب فاسخ ہیں۔ میں چاہتا تھا کہ دیوان صاحب اب نہ جائیں۔ اس لیے جب وہ جانے کے لیے اُٹھے تو میں نے عرض کی کہ اب نہ جائیں۔ عصر کے وقت جب حضرت اس طرف آئیں گے تو ان سے مل بیٹھے گا۔ دیوان صاحب نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھی اور فرمایا: خبردار، ایسی کوئی بات منہ سے نہ نکالنا۔ میں ایک مرتبہ ایسا کر چکا ہوں جس کا مجھے آج تک انوس ہے میں ابھی حضرت کے سلام کے لیے جاتا ہوں۔“

قبلہ بابو جی مدظلہ فرماتے ہیں کہ حضرت کے جتنے بھی ملنے والے تھے، دیوان صاحب جیسی محبت اور اخلاص ان میں سے کسی میں بھی نہ تھا۔ بہر حال جب ہم حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ دیوان صاحب کے ساتھ نہایت شفقت اور مہربانی سے پیش آئے اور فرمایا دیوان صاحب مجھے معلوم ہے کہ آپ تشریف لائے۔ مگر چونکہ اُس وقت میں حضرت باوا صاحب سے مصروفِ تکلم تھا اس لیے آپ کی طرف توجہ نہ ہو سکا مبادا ان کی شان میں بے ادبی یا گستاخی ہو جائے۔

قبلہ بابو جی مدظلہ نے فرمایا گویہ بات حضرت کے مشرب کے خلاف تھی اور آپ اس قسم کی باتیں نہیں کیا کرتے تھے۔ مگر اُس روز شاید اس لیے ایسی بات فرمائی کہ دیوان صاحب کی طبیعت پر کسی قسم کا طلال نہ رہا۔



## دسویں فصل

## وایان ملک اور رسائے عظام کا آپ سے توسل

## امیر حبیب اللہ خان والئی افغانستان

امیر حبیب اللہ خان والئی کابل، ایام شہزادگی میں خفیہ طور پر حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کی خدمت میں دُعا کے لیے حاضر ہوئے تھے۔ عملاتی سازشوں اور سوتیلے رشتوں کی جانب سے اگر مادر شاہ بانو بد سے کی قسم کے اعتراضات کے باعث اُن کی ولیعہدی خطرہ میں پڑی ہوئی تھی حضرت قبلہ عالم قدس سترہ نے دُعا بھی فرمائی اور دو روز مہمان بھی رکھا۔ مگر کسی کو امیر حبیب اللہ خان کی آیدیا روانگی کی خبر نہ ہوئی۔ حضرت کے ایک غلام خان زادہ قُل احمد خان ہزاروی کو البتہ بہت بعد میں معلوم ہو گیا تھا۔ اُن کا بیان ہے کہ ایک روز حضرت قبلہ عالم قدس سترہ نے مجھے فرمایا کہ قُل احمد بعض مہمان اپنے مرتبہ کا اظہار نہیں کرتے۔ اس لیے تم لوگ خود اُن کی قدر پہچان کر حسب مرتبہ خوراک اور تواضع کا مناسب خیال رکھا کرو۔ اس پر میں نے سمجھ لیا کہ کوئی خاص مہمان آنے والا ہے دوسرے یا تیسرے روز برسات شروع ہو گئی۔ اور کئی روز تک متواتر رہی۔ ایک رات تہجد سے کچھ پہلے اچانک میری آنکھ کھل گئی اور حضرت کے حجرہ مبارک کی طرف کشش محسوس ہوئی۔ میں وہاں گیا تو دیکھا کہ تین اشخاص درختوں کے نیچے کھڑے ہیں۔ اور حجرہ مبارک کا دروازہ بند ہے۔ ان لوگوں نے پوستینیں پہن رکھی تھیں۔ کہتے تھے سرحد پار سے آئے ہیں اور آدمی ات کے بعد پشاور سے آنے والی ریل گاڑی سے اترے تھے۔ ان میں سے ایک شخص جو نسبتاً کم عمر تھا کئی بار تخلیہ میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا۔ دو روز قیام کے بعد یہ لوگ واپس چلے گئے۔ کچھ عرصہ بعد پاک پتن شریف سے واپسی پر حضرت لاہور میں قیام فرماتے تھے کہ سابق امیر کابل سردار یعقوب خان نے جو اُن دنوں بجاالت نظر بندی لاہور میں رہتے تھے بذریعہ خاص آدمی حضرت سے علیحدگی میں ملاقات کی اجازت لے کر شام کے وقت چڑیا گھر کے عقب والے مزار شریف کی مسجد میں حضرت کی خدمت میں حاضری دی۔ اُس وقت حضرت کا ایک خادم باہر وضو کر رہا تھا، دوسرا کچھ دُور ذکر جہر میں مصروف تھا۔ قُل احمد خان کہتے تھے کہ میں تنہا حضرت کے پاس بیٹھا تھا۔ سردار صاحب موصوف نے پرمعنی نگاہ سے میری طرف دیکھا جس پر حضرت نے فرمایا کہ یہ اپنا ہی درویش ہے۔ جو کچھ کہنا ہو بلا خوف و خطر کہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے مقبول ہیں۔ دُعا فرمادیں میرا حق مجھے واپس مل جائے۔ آپ نے فرمایا کہ تخت کابل کے لیے اس سے قبل میں سردار حبیب اللہ خان کے حق میں دُعا کر چکا ہوں۔ آپ کی حُسن عاقبت کے لیے دُعا کرتا ہوں۔ اور ہاتھ اٹھا کر دُعا فرمائی۔

خان زادہ قُل احمد خان کہتے تھے کہ اس سے کچھ عرصہ بعد جب امیر حبیب اللہ خان تخت نشین ہوئے تو مجھے حضرت کے یہ الفاظ یاد آئے لیکن صحیح تہ اُس وقت چلا جب شہزادہ میں امیر موصوف ہندوستان کے سرکاری دورہ پر آئے اور دہلی کے چاندنی چوک میں اُن کا جلوس دیکھ کر میں نے پہچانا کہ اس بادشاہ کو میں دو دن تک اپنے ہاتھ سے چائے تیار کر کے پلاتا رہا ہوں۔



۱۹۲۸ء میں امیر امان اللہ خان جلاوطن ہوا تو حضرت نے فرمایا کہ وہ حکومت افغانستان کا اہل نہ تھا۔ اور اُس کے کام شرع شریف کے مطابق نہیں تھے۔ سرحدی پٹھانوں اور افغانوں کے حال پر حضرت قبلہ عالم قدس سرف کی خاص توجہ تھی جس کی وجہ سے برطانوی حکومت کے کارپردازان بھی ایک موقع پر آپ کے متعلق شکوک و شبہات میں مبتلا ہو گئے تھے۔

امیر حبیب اللہ خان کے والد امیر عبدالرحمن خان والی افغانستان کی بھی حضرت کے ساتھ خط و کتابت کا حال کسی رسالہ میں نظر سے گذرا ہے تفصیل معلوم نہیں ہو سکی۔ البتہ اتنا معلوم ہے کہ حضرت کے ایک بہت بڑے ارادت مند اور مشہور و مخلص قاضی قدرت اللہ سکند قاضی خیل پشاور امیر موصوف کی دعوت پر اکثر وعظ کہنے کے لیے کابل جایا کرتے تھے۔

## نواب صاحب بہاول پور

نواب صادق محمد خان سادس امیر بہاول پور کو بھی حضرت سے بہت نیاز اور عقیدت تھی۔ اُن کی طرف سے اکثر مہمانت میں عرضداشتیں پہنچتی رہیں اور مقاصد حل ہوتے رہے۔ مگر اُن کی بیعت کی تنا پوری نہ ہوئی۔ ۱۹۲۵ء میں ریاست بہاول پور کے دو عہدے دار غلام حسن خان ناظم اور محمد امین خان سپرنٹنڈنٹ پولیس جو حضرت کے مخلصین و ارادت مندوں میں سے تھے۔ گولڑہ شریف حاضر ہوئے اور حضرت قبلہ عالم قدس سرف کی خدمت میں عرض کی کہ نواب صاحب گولڑہ شریف آنے کو تیار تھے بلکہ اپنا ڈیڑیل گاڑی کے ساتھ لگوانے کے لیے ریلوے کو لکھ بھی دیا تھا مگر اچانک سرکاری کام سے دہلی جانا پڑ گیا۔ اب ایسی پرہیاں کی حاضری کا پروگرام طے ہو گا۔ اس پر حضرت نے فرمایا کہ محلات سے نواب صاحب کے صاحب اختیار ہونے کے لیے دُعا کا پیغام آیا تھا۔ سو اللہ تعالیٰ نے اُن کی تاج پوشی کرادی ہے۔ اس سے زیادہ اُن کی آمد و رفت یا والیان ریاست کے ساتھ پیری مُریدی کا تعلق مجھے پسند نہیں کیونکہ حاجت مند لوگ سفارش کی توقع رکھتے ہیں۔ اور مجھے نہ سفارش کرنا اچھا لگتا ہے اور نہ اس سے انکار۔

## نواب ولی الدولہ حیدر آباد دکن

ریاست حیدر آباد دکن کے ایک رئیس نواب ولی الدولہ کی حضرت سے بیعت تھی۔ بیماری کے سلسلہ میں ڈاکٹروں نے اُنہیں بحری ہوا خوری کے لیے لندن جانے کا مشورہ دیا۔ نواب صاحب نے آپ کی خدمت میں اجازت کے لیے عرض کیا تو آپ نے لکھ بھیا کہ اگر بحری ہوا ہی کھانا ہے تو بجائے لندن کے حج بیت اللہ اور مدینہ شریف کی زیارت کو جائیے بحری ہوا خوری کا مقصد بھی پورا ہو جائے گا۔ اُن کو شراب کی عادت تھی۔ اُسی سال (۱۹۳۳-۳۴ء) نواب صاحب بہاول پور اور اُن کے ہمراہ جناب شیخ الحبیب رحمہ بھی حج کے لیے گئے جب جدہ پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ نواب ولی الدولہ نے شراب کے تمام کبس جو ہمراہ تھے، سمندر میں پھینکوا دیئے اور سچے دل سے توبہ کی۔ فریضہ حج ادا کرنے کے بعد مدینہ عالیہ پہنچ کر فوت ہو گئے۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک اُن کا جنازہ روضہ عالیہ کے سامنے پڑا رہا۔ دیکھنے والے رشک کرتے تھے کہ یہ کون خوش نصیب انسان ہے حضرت شیخ الجامعہ نے اُنھ کو تعارف کرایا کہ یہ میرا پریمانی ہے۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ علی پوری بھی وہاں موجود تھے۔ انہوں نے فرمایا لوگو، دیکھو باغذا انسان سے تعلق و نسبت کے کیسے عمدہ نتائج پیدا ہوتے ہیں۔

## نواب صاحب انب در بند

ریاست انب در بند کے سابق نواب صاحب عالم نواب زاوگی کے ایام سے ہی حضرت کی خاص عنایات سے شرف



سرفراز تھے۔ ان کی جانشینی کو خطرہ لاحق ہو گیا تھا جو آپ کی دعا اور توجہ سے دور ہوا۔ اُن کے صاحبزادے جو اس وقت والی رست ہیں اور جن کا اسم گرامی نواب محمد فرید خان ہے نے راقم سطور ہذا کو مستدرجہ ذیل خط لکھا ہے :-

”یوں تو میرے والد بزرگوار کو بھی حضورؐ کی غلامی کا شرف حاصل رہا ہے میں ۱۹۲۱ء میں جناب خان بہادر قاضی سراج دین سکندر اولپنڈی کے ہمراہ بغرض بیعت حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا حضورؐ نے بڑی عنایت سے مجھے غلامی میں منسلک فرمایا۔ نماز کی پابندی کی تاکید کے ساتھ کچھ اوراد و وظائف بھی تلقین فرمائے۔ دُنیوی تکلیفات و حوادث میں حق تعالیٰ کے بعد میں حضورؐ کی یاد کو دل میں رکھا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ خواب میں حضورؐ نے فرمایا کہ تو ہر وقت اپنی تکلیفات میں ہمیں یاد کرتا رہتا ہے۔ اس لیے ہم تمہیں ایک وظیفہ بتلاتے ہیں جو مستردہ اوقات نماز کے بعد ایک دفعہ پڑھ لیا کرو۔ صبح بیدار ہونے پر خواب تو مجھے یاد رہا لیکن وظیفہ بھول گیا۔ میں نے ایک چٹھی حضورؐ کی خدمت میں ارسال کی اور سارا خواب بھی اُس میں لکھ کر عرض کی کہ وظیفہ تو بھول گیا ہوں صرف ایک لفظ ”عظیم“ یاد رہ گیا ہے۔ بواپسی حضورؐ نے وہی وظیفہ مجھے لکھ کر بھیج دیا۔ شرف غلامی کے بعد بفضلِ خدا میں اپنے آپ میں ایک انقلاب محسوس کرتا ہوں جب مجھے نماز کی تاکید فرمائی تھی تو وہ الفاظ مبارک بندوبست کی گولی کا کام کر گئے تھے حضورؐ کے اُس ارشاد کی برکت سے آج تک ایک نماز بھی مجھ سے قضا نہیں ہوئی۔“

### سردار محمد علی خان گھیبہ

علاقہ گھیبی کے نامور رئیس سردار محمد علی خان گھیبہ کو حضرتؐ کے ساتھ بیعت کا شرف حاصل تھا۔ آخری عمر تک اولادِ زینہ سے محروم تھے۔ ایک روز حضرتؐ نے بذریعہ خاص آدمی خط بھیجا جس میں تحریر تھا کہ فوراً دوسری شادی کر لو چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور نکاح کے چند ماہ بعد فوت ہو گئے۔ اسی نکاح سے سردار محمد نواز خان تولد ہوئے۔ وہ بھی حضرتؐ کے عقیدت مندوں میں سے تھے۔ ان کے متعلق حضرتؐ کے سال کے بعد آپ کی نماز جنازہ پڑھانے کی ایک غلط روایت مشہور ہو گئی تھی۔ نماز جنازہ میں شامل ہونے کا شرف ان کو ضرور حاصل ہوا تھا مگر حضرتؐ کی نماز جنازہ آستانہ عالیہ کے امام مسجد جناب قاری غلام محمد شادری نے پڑھائی تھی۔

### نواب سر عمر حیات خان و سر خضر حیات خان ٹوانہ

کالہہ اسٹیٹ ضلع سرگودھا کے نواب جنرل سر عمر حیات خان ٹوانہ کو بھی آپ سے شرف بیعت حاصل تھا جس کی بدولت زعفران شراب نوشی کی عادت سے بچ گئے تھے بلکہ پانچ وقتہ نماز کی پابندی کے ساتھ ساتھ حج بیت اللہ شریف اور زیارتِ روضہ اطہر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی سعادت سے بھی مشرف ہوئے۔ اس ضمن میں مشہور ہے کہ خواہن ہزارہ میں سے حضرتؐ کے ایک مخلص ملک سر عمر حیات خان کے مقروض تھے۔ قرضہ کی رستم زیادہ تھی جسے وہ یکشت ادا کرنے سے قاصر تھے۔ مُہلت لینے اور آسان اقساط کے ذریعہ ادائیگی کی اجازت کے لیے حضرتؐ کا سفارشی خط لے کر ملک صاحب کے پاس گئے۔ ملک صاحب اُس وقت تک حضرتؐ سے بالکل متعارف نہ تھے لیکن اس کے باوجود حضرتؐ کے گرامی نامہ کا اس قدر اہتمام کیا کہ قرضہ معاف کرتے ہوئے رسید وصولی قرضہ لکھ کر حاملِ گرامی نامہ کے حوالے کر دی۔

ان کے صاحبزادے نواب ملک سر خضر حیات خان سابق وزیرِ اعظم پنجاب کی بھی حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کے ساتھ عقیدت



کی بدولت اب یہ کیفیت ہے کہ اکثر با وضو رہتے ہیں اور مجالس سماع و ذکر میں اُن پر رقت و گریہ کی حالت طاری رہتی ہے۔ کسی زمانہ میں حضرت سے وزارت کی دعا کے متمنی ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضرت کے وصال کے وقت وزیر اور بعد میں پنجاب کے وزیر اعلیٰ ہوئے۔

## نواب میاں محمد حیات قریشی

اپنے زمانہ کے فوجان امیر زادوں میں سے صابو وال ضلع سرگودھا کے نواب میاں محمد حیات قریشی پر حضرت قبلہ عالم قدس بہت زیادہ شفقت فرماتے تھے۔ ان کے والد بزرگوار جناب میاں محمد قریشی، حضرت کے پیر بھائی تھے۔ اور یہ خود یعنی نواب میاں محمد حیات حضرت ثانی سیالوی کے ارادت مند تھے لیکن روایت ہے کہ کسی نے حضرت سے سوال کیا تھا کہ حضور کو اپنے اراد مندوں میں سے کون زیادہ عزیز ہے تو فرمایا کہ محمد حیات اچھا لگتا ہے۔

یہ حضرات اوسط درجہ کے مرفہ الحال زمیندار خاندان سے تعلق رکھتے تھے مگر حضرت کی توجہ سے اب ان کا شمار ضلع بلکہ کمشنری کے چوٹی کے روسا میں ہوتا ہے۔ نواب صاحب مرحوم معمولی انگریزی تعلیم کے باوجود صوبائی سروس کمیشن کے ممبر رہے۔ اور نواب کا خطاب بھی حاصل کیا۔ دنیوی ترقی کے ساتھ ساتھ دینداری میں وہ ممت حاصل کیا کہ بقول شخصہ خدائے تعالیٰ نے چاہا تو بوجہ شہر امرائے زمان میں سے بطور مثال پیش کیے جاسکتے ہیں مفتی محمد حسن جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور بیان کرتے ہیں کہ میاں صاحب نے اپنی بیماری کے دوران تجلیہ میں انہیں وصیت کی تھی کہ اگرچہ میری کوئی نماز قضا نہیں ہوئی مگر میں نے احتیاطاً اپنے لڑکے میاں محمد ذکر سے کہہ رکھا ہے کہ میرے بعد میری تین برس کی نمازوں کی قضا کا صدقہ یعنی فدیہ ادا کر دے۔ اور آپ اُسے میری موت کے بعد فوراً یاد دہانی کرا کر ادا کرادیں۔

## سر سکندر حیات خان بہادر میاں مشتاق احمد خان گورمانی و نواب عبداللہ خان آف خان گڑھ

حضرت کے فیضانِ نظر سے آپ کے بہت سے عقیدت مند شرفاء باوجود اوسط درجہ کی تعلیم و مالی حالت کے ترقی کے بلند ترین مراحل طے کر کے حکومت و وقت کے اعلیٰ ترین مناصب پر فائز ہوئے اور ملک کے سرکردہ سیاسی لیڈروں میں شمار کیے گئے۔ ان میں واہ ضلع کیمبل پور کے سردار سر سکندر حیات خان سابق وزیر اعظم و گورنر پنجاب اور ٹھٹھہ گورمانی ضلع مظفر گڑھ کے خان بہادر میاں مشتاق احمد خان گورمانی سابق گورنر مغربی پاکستان کے نام بطور مثال پیش کیے جاسکتے ہیں۔ سر سکندر پر حضرت کی اوائل سے ہی نظر عنایت تھی۔ اور وہ اپنی کامیابیوں کو بالعموم حضرت کی توجہ اور آپ کے فرمودہ و طائف کی پابندی کے ساتھ منسوب کرتے تھے اور میاں مشتاق صاحب تو نہ صرف خود آپ سے بیعت تھے بلکہ میاں صاحب کے والد صاحب بھی حضرت سے بیعت تھے۔ ان دونوں صاحبان کا تعلق حضرت کے جواں سال عقیدت مندان کے طبقہ سے ہے۔ اور نواب عبداللہ خان سکندر خان گڑھ کا شمار حضرت کے متفہمین ارادت مندوں میں ہوتا ہے۔ ان کی بیعت اور دنیوی مشاغل کے ساتھ ساتھ دینداری کا کچھ ذکر باب کرامات کتاب ہذا میں بھی آئے گا۔

حاجی میاں کریم بخش، میاں عبد الرحیم و میاں عبد الکریم سیٹھی پشاور و میاں امام بخش سوداگر ملتان حضرت قبلہ عالم قدس تہرہ کے صاحبِ ثروت مگر درویش صفت ارادت مندان میں سے یہ چار حضرات سرفہرست ہونے کے قابل ہیں۔



ان صاحبان کا برصغیر پاک و ہند میں اور مالک افغانستان، ایران، ترکستان، چین اور روس و انگلستان وغیرہ میں کروڑوں لوگوں کا کاروبار تھا مگر اپنے شیخ کریم کے ساتھ صحیح تعلق اور نسبت کی بدولت درویشانہ زندگی بسر فرماتے تھے۔ سیٹھی کریم بخش و عبد الرحیم نے زائرین کی سہولت کے لیے دامن کوہ میں پہاڑی نالوں اور کھڈوں سے پٹی ہوئی اس سرزمین گولڑہ شریف میں ریلوے اسٹیشن سے لے کر آستانہ عالیہ تک تین میل لمبی سڑک تعمیر کرائی۔ نیز تعمیر مرکز میں بھی پیش از پیش جھٹہ لیا۔ یہ چاروں حضرات آپ کے ابتدائی زمانہ کے ارادت مندوں میں سے ہیں۔ جن کی صحیح اسلامی زندگی کی برکات کا عکس ان کی اولاد میں بھی نمایاں ہے۔

## بعض نو عمر امیر زادے

خانزادہ قل احمد خان جن کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ خواہن درو ساہ ہزارہ میں سے تھے بچپن میں حضرت کی زیارت کو آئے اور یہیں کے ہو گئے۔ گولڑہ شریف میں ہی چند درسی کتب کا مطالعہ کیا اور سنہ گھر شریف کی خدمت کرتے رہے۔ پھر حضرت کے ارشاد کی تعمیل میں کچھ عرصہ حکیم شمس الدین گجراتی کے پاس دہلی اور بمبئی میں گزار کر علم طب حاصل کیا مگر حقیقی شغل مولینا محبوب عالم ہزاروی اور ملک سلطان محمود نواز شاہ پوری وغیرہ احباب کی طرح ہمیشہ نظارہ جمال شیخ ہی رہا۔ حضرت خواجہ محمود تونسوی ایک بار اجازت لے کر ان کو اپنے ہمراہ لے گئے۔ اور کہتے ہیں کہ جتنے روز بھی وہاں رہے عین فراق شیخ میں آنکھیں گریاں ہی رہیں۔ ناپارائمنوں نے واپس گولڑہ شریف بھیج دیا۔

اولیاء اللہ بالخصوص ارباب چشت اہل بہشت کے آستانوں پر اکثر امیر خسرو صفت امیر زادے دکھائی دیتے ہیں۔ جو لطیف مزاج، خوش پوش اور سخن سنج ہونے کے ساتھ ساتھ، تصوف کے لیے بھی جو دراصل روح مذہب ہے ایک والہانہ ذوق رکھتے ہیں۔ یہی ذوق انہیں زندہ خرابات ہونے سے اور بالآخر ہلاکت سے بچا لینے کا باعث ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جب ہم کسی قوم کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں۔ تو سب سے پہلے اُس کے امراء کو گناہوں میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ لہذا ارباب تصوف کی نظر میں اس نوع یعنی امیر اور امیر زادوں کی اصلاح نہایت ضروری ہوتی ہے۔

حضرت امیر خسرو دہلوی نے جناب محبوب الہی قدس سرہ العزیز کی شان میں کہا تھا کہ

ہر قوم راست را ہے، دینے و قبلہ گا ہے

من قبلہ راست کردم بر سمت کج کلا ہے

حضرت خواجہ نظام الدین چشتی اور نگ آبادی کے ایک رئیس زادہ غلام نے اپنے شیخ کی جناب میں یہ عرض کیا۔

آتش بہ دلم جمال رویت افروخت وز شعلہ آں فرد ہستی ہمہ سوخت

زلف تو مرا بہ بست، مژگان تو کشت حُسن تو مرا حسد یہ عشق تو فروخت

اور حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کے ایک غلام بے دام جناب خواجہ محمد اسماعیل المتخلص بہ عیسیٰ امرتسری نے آپ کو اس طرح مخاطب کیا کہ

اے کہ از سرتا بہ پا نور احسہ مہر علی، مہر سپہر الصمد

قبلہ من کعبہ من کوئے تست دین و ایم غم جمال زوئے تست

سنگِ بابِ توستِ بیتِ اللہ من  
 ہیچ در ہیچ آمدہ گیوئے تو  
 بہر عاشق یا شبِ یلداست ایں  
 یا برائے مرغِ دل جامِ است ایں  
 حجِ بیتِ اللہ جمالِ روتے تو  
 حسنِ سیمائے تو شرحِ دانش  
 یا کہ ایں اعجازِ ختمِ المرسلین  
 یا خطِ تفتِ دیرِ حق آگاہِ ست ایں  
 یا سراپا لوحِ اِلَّا اللہ ست ایں  
 نقشِ پائے توستِ سجدہ گاہ من  
 ہچو سنبُل زلفِ عنبرِ بونے تو  
 یا خلافِ کعبہ یا لیلِ است ایں  
 یا شبِ وصل آمدہ شامِ است ایں  
 آسمانِ گرمِ طوافِ کوئے تو  
 یا مہِ دو ہفتِ شبِ جلوہ نما  
 یا چمنِ ماسے کہ روشنِ بر زمین  
 یا خطِ تفتِ دیرِ حق آگاہِ ست ایں  
 یا سراپا لوحِ اِلَّا اللہ ست ایں



گیا رہویں فضل

# آزمائش کی چست گھڑیاں

یہ قدرت کا قانون ہے کہ ہر عروج و کمال کو اپنی اترتائی منازل میں ابتدا اور آزمائش کی مشکل ترین رکاوٹوں کو عبور کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ جب حضرت قبلہ عالم قدس بترہ کی شہرت کا دور دورہ ہوا تو کسی حلقہ فکر میں رشک نے کروٹ لی۔ کہیں حسدیں بجیں ہوا، اور کہیں بغض و عداوت نے تعصب و الحاد سے رشتہ جوڑ کر سر اُٹھا کرنا شروع کیا۔

حضرت کی ذات پر بعض حاسدین کے ناکام حملے

تلواریں برہمنہ | ایک حاسد جان لینے کے درپے ہوا اور کئی جتن کیے مگر

دشمن چہ کند چوں مہرباں باشد دوست

پہلے ایک اُجرتی قاتل کو خنجر دے کر بھیجا جو موٹھ پا کر پلنگ کے نیچے چھپ گیا۔ آپ مسجد میں عشاء کی نماز ادا کر کے واپس آکر پلنگ پر لیٹ گئے۔ لیکن اُسے حملہ کی جرأت نہ ہوئی۔ اتفاقاً کروٹ بدلتے وقت آپ کا بازو نیچے ٹک کر اُسے جا لگا۔ جس پر وہ پسینہ پسینہ ہو کر بھاگ کھڑا ہوا۔ کچھ عرصہ بعد یہ شخص کسی مفت میں ماخوذ ہو کر قید ہو گیا۔ کہا کرتا تھا کہ اس معاملہ میں بے قصور ہوں۔ البتہ حضرت پر حملہ کرنے کے اقدام کا گنہگار ہوں۔ اور یہ سزا اُسی قصور کی ہے۔

ایک اور شخص برہمنہ تلوار لے کر آیا۔ آپ درختوں کے نیچے چار پانی پر لیٹے تھے مگر جاگ رہے تھے۔ شیخ الجامعہ اپنے مسودہ میں لکھتے ہیں کہ حضرت فرماتے تھے جب اُس شخص نے چار پانی کے برابر آکر تلوار اٹھائی تو میں نے خیال کیا بس ابھی اس در دوسر کا قصہ تمام ہوتا ہے مگر وار نہ پڑا۔ میں نے اُسے کہا کہ بھئی اپنا کام کیوں نہیں کرتے جس پر تلوار پھینک کر وہ میرے قدموں سے پیٹ گیا اور رونے لگ پڑا۔

سالن میں زہر

ایک شخص ساگ کا سالن پکا کر اور اُس میں زہر ملا کر لایا۔ آپ کو شبہ تو ہو گیا تھا مگر اُس کی دلجوئی کے لیے دو تین گھنٹے کھا لیے جس کی وجہ سے بعد میں اُس زہر کا معمولی سا اثر بھی ہوا۔ شیخ الجامعہ لکھتے ہیں کہ حضرت فرماتے تھے۔ مجھے شبہ تو ہو گیا تھا کہ اس میں زہر ہے لیکن اگر نہ کھاتا تو وہ لوگ شرمندہ ہوتے۔ نیز اُن کے ارادوں اور پیہم اقدامات سے زندگی بیچ معلوم ہونے لگی تھی۔ پھر غیب ال بھی آیا کہ موت کا وقت مقرر ہے۔ اگرقت دیر میں ابھی نہیں ہے تو اس زہر کا کچھ ضرر نہ ہوگا۔

آدابِ دل کی کیفیتیں عقل کی دسترس سے باہر ہوتی ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ حضرت خالد بن ولیدؓ سے شکست کے بعد ایک ایرانی جنرل نے گرفتاری کے وقت زہر چاٹنے کی کوشش کی۔ مگر اُسے پکڑ کر ایسا کرنے سے روک دیا گیا۔ اور معاملہ حضرت خالدؓ

کے پیش ہوا۔ انہوں نے بسم اللہ پڑھ کر وہ زہر خود کھالیا اور فرمایا کہ موت اللہ تعالیٰ کی مشاقت میں ہے چنانچہ ان پر زہر کا کوئی اثر نہ ہوا۔ یہاں بھی غالباً اسی قبیل کا کوئی تاثر مقصود تھا۔

## جادو کا وار

پھر سری نگر کے ایک برہمن سے جادو کروایا گیا اور آپ سخت بیمار ہو گئے۔ بے ہوشی کے دوڑے پڑنے لگے۔ اور آپ بے حس و حرکت پڑے رہتے۔ اس حالت میں کوئی مہینہ بھر گزر گیا۔ تو وہ دشمن جان خوشی میں آکر شیخی مارنے لگا کہ کشمیری پنڈت نے سردھڑ کی بازی لگا دی ہے صرف دس دن باقی رہ گئے ہیں ان کا کام تمام ہو جائے گا۔ اگر ان کا کام تمام نہ ہوا تو وہ کہتا تھا کہ میں ختم ہو جاؤں گا۔ جب یہ بات مولیٰ ناما محبوب عالم کے کانوں تک پہنچی تو انہوں نے حضرت کے کان میں چلا کر کہا کہ آپ پر ایک کشمیری پنڈت نے جادو کر کے معمولات دریا میں بہا دیئے ہیں۔ اور مخالفین بغلیں بجا رہے ہیں۔ مولوی محبوب عالم یہ کہہ کر بے اختیار ڈھارس مار کر رونے لگ گئے۔ وہ کہتے تھے کہ میرا اس طرح رونا تھا کہ حضرت فوراً اٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور فرمانے لگے۔ میں سمجھ رہا تھا کہ مرض کا آزار ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہمان بن کر آیا ہے۔ کافر کا جادو مجھے نہیں مار سکتا، جادو تسلی رکھو۔

## چاہ کن راجاہ درپیش

پھر معلوم ہوا کہ وہ کشمیری کا فراس اچانک شفا یابی کی اطلاع پا کر حضرت پر حیدر شاہ جلال پوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر گڑ گڑایا کہ حضرت قبلہ عالم قدس سترہ سے معافی دلوادیں یا خود نظر کرم اور توجہ فرمائیں۔ مگر انہوں نے فرمایا تم نے ہمارے گوہر شب چراغ کو ضائع کرنا چاہا تھا۔ ہمارے پاس تمہارے لیے پشکار کے علاوہ کچھ نہیں ہے چنانچہ وہ واپس سری نگر چلا گیا۔ جہاں پہنچ کر اپنے ہی سحر کی ناکامی کے رد عمل سے ہلاک ہو گیا۔ جادو کرنے والا بھی زیادہ عرصہ زندہ نہ رہا۔ البتہ حضرت کے ایمان پر اس کی شخصیت ہمیشہ پردہ اخلاص میں رہی۔

## قرابت داروں سے حضرت کا سلوک

بڑے پیر صاحب حضرت پیر فضل دین شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے غلبہ حال کے باعث متاہل زندگی اختیار نہ فرمائی تھی۔ انہوں نے حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کے علاوہ کسی دیگر عزیز کو خلافت اور ارشاد خلق کے قابل نہ سمجھا تھا۔ اور حضرت ماشاء اللہ بڑے پیر صاحب کی حیات و موجودگی میں ہی مزاج خلایق ہو چکے تھے۔ حضرت نے اس خیال سے کہ بڑے پیر صاحب کے زیادہ قریبی اعزاء کو یہ امر ناگوار نہ گزرے، ابستہ دار میں اپنے نخیال یعنی قصبہ حسن ابدال میں سکونت پذیر ہونے کا قصد فرمایا۔ مگر بڑے پیر صاحب نے اجازت نہ دی۔ پھر قصبہ گولڑہ شریف سے کچھ دور ایک ڈیرہ پر رہائش اختیار فرمائی۔ مگر بڑے پیر صاحب نے کہلا بھیجا کہ میرے پاس آکر رہو ورنہ جہاں بھی تم رہو گے میں خود وہیں چلا آؤں گا۔ تمام عزیزوں کے ساتھ حضرت کا سلوک ہمیشہ مثالی رہا۔ آپ کے لشکر سے دیگر مستحقین کی طرح ان کو بھی مالی امداد ملتی رہی۔ لشکر شریف کے ساتھ متعلقہ درس کے علماء ان کے بچوں کی تعلیم پر بھی توجہ رہے۔ اور آپ کا دست دُعا ان کی دُنیوی اور اُخروی صلاح و فلاح کے لیے ہمیشہ دراز رہا۔ بڑے پیر صاحب کے بعد تقریباً تمام خاندان آپ سے بحیثیت ہوا اور ہر قسم کے دینی و دُنیوی مفادات آپ کی بدولت ان کو حاصل ہوتے رہے۔ اگر کسی سے ظاہری یا اندرونی کدورت کا اظہار



بھی ہوا تو آپ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے مصداق اُس عزیز کو زیادہ سے زیادہ ترنُطعت و کرم سے نوازا۔ اور یہی حالت اب تک آپ کے فرزند ارجمند جناب بابو جی مدظلہ کے سلوک و شفقت کی ہے۔ صالحین اُمت کو سنتِ انبیائے کرام علیہم السلام کی پیروی میں اس نکلنے سے گزرنہی پڑتا ہے۔ اور اسی سے ان کی مٹوا کر اُمّا کی شان، عظمتِ کردار اور قُربِ کردگار کی نشان دہی ہوتی ہے۔

## بعض معاصرانہ چشمکیں

اس دوران میں دیگر معاصرین کے علاوہ خود راہِ سلوک کی بعض محترم شخصیتوں کی جانب سے بھی بعض دُشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ حضرت کے علمی مناظرات کو مولویت کا طعنہ دیا گیا۔ آپ کے استغناء کو غرور سے، اور استغراق کو بے نیازی سے تعبیر کیا گیا۔ لیکن آخر کار اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ تمام غلط فہمیاں رفع ہو کر عداوتیں اور چشمکیں اخلاص و نیاز میں تبدیل ہو گئیں۔

دُرود شریف کبریتِ احمر میں جو اورادِ غوثیہ قادریہ کے معمولات میں سے ہے۔ اور خاندانِ حشت کے وظائف میں بھی شامل ہے۔ ایک جگہ فَاغْشَوْ شَبَّ مِنْهُ الْقَفْرُ کسی طرح فَاغْشَوْ شَبَّ تحریر ہو گیا ہوا تھا۔ چنانچہ سیال شریف کے عرس پر حضرت نے اس غلطی کی طرف توجہ دلائی تو بعض حلقوں میں اعتراض کیا گیا کہ اب پیر صاحب گولڑہ شریف، اپنے مشائخ کے وظائف میں بھی علمی اصلاح کا زور شور دکھلانے لگے ہیں مگر حضرت ثانی سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایما پر تحقیق کی گئی تو حضرت کی تصحیح درست پائی گئی جس کی وجہ سے وظائف کی کتابوں میں اس کے مطابق اصلاح کر دی گئی۔ لغاتِ عربی (مجدد) کے مطابق اَغْشَوْ شَبَّ سرسبز ہونے کے معنی میں آتا ہے جس سے اس عبارت کا مطلب ہوتا ہے کہ صحرا سبزہ زار بن گئے۔ اور غشَب بعض کتب میں بمعنی قسَم ہے مفصل عبارت درج ذیل ہے:-

وَأَنْزَلْنَا مِنَ الْمُنْزَنِ بِدَعْوَتِهِ فِي غَامِ الْمُحْضِلِ  
وَالْجَدْبِ وَابِلِ الْغَيْثِ وَالْمَطَرِ فَاغْشَوْ شَبَّ  
مِنْهُ الْقَفْرُ وَالصَّخْرُ وَالْوَعْدُ وَالسَّهْلُ وَالزَّمَلُ  
وَالْحَجَرُ وَالْمَدَرُ۔

اور نازل فرمائی تو نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا سے  
قطر اور خشک سالی میں مُوسلا و ہار بارش پس سرسبز ہوئی اُس  
سے زمین سُکھی اور پتھریلی اور کڑی اور نرم اور رنگستان  
اور تھپڑ اور اینٹیں۔

ایک مرتبہ سیال شریف کے عرس کے موقع پر بعض صاحبان نے اعتراض کیا کہ دُوسروں کی طرح حضرت خود اُٹھ کر قوال کو ویل کاروپہ کیوں نہیں دیتے۔ اُس وقت قوال یہ مصرعہ پڑھ رہا تھا۔ ع

من ذاتِ بختِ مظلّم من منِ نسیم

حضرت ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو اس اعتراض کے متعلق اطلاع ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ جب سالک ایسے مصرعہ میں مستغرق ہو تو اُسے ویل دینے کا ہوش ہی کہاں ہوتا ہے۔ صوفی کلام کی طرف متوجہ ہو یا اُٹھ کر ویل دینے کی طرف۔ بعد میں فرمایا، تم لوگ ایک ایسے شخص پر اعتراضات کرتے ہو جس کے نزدیک زہِ خالص اور عزت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ روپے پیسے کی سنبھال اور دیکھ بھال خدام کے ذمہ ہے۔ وہی اُٹھ کر ویل دے دیتے ہیں۔



## شمس الہدایت پر مولوی محمد ذاکر گوبی کا اعتراض اور رجوع

جب حضرت نے قادیانیت کے خلاف شمس الہدایت کتاب شائع فرمائی تو معلوم ہوا کہ مولوی محمد ذاکر گوبی نے اس پر کچھ اعتراضات کیے ہیں چنانچہ جب آپ عرس کے موقع پر سیال شریف حاضر ہوئے تو حضرت ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مولوی محمد ذاکر سے فرمایا کہ پیر صفا کے سامنے اپنے اعتراضات بیان کرو۔ اور جب حضرت نے مولوی صاحب کے تمام اعتراضات کا ثانی جواب دے دیا تو نہ صرف مولوی صاحب نے اپنے اعتراضات سے رجوع کر لیا۔ بلکہ جب اگست ۱۹۰۹ء میں حضرت، مرزا قادیانی کے ساتھ مناظرہ کی غرض سے لاہور تشریف لے گئے تو مولوی صاحب آپ کے علمائے ہرکاب میں شامل تھے۔

## جناب مولوی عبداللہ گڑھی افغاناں کا اعتراض و اصرار

اسی طرح جناب مولوی عبداللہ سجادہ نشین گڑھی افغاناں ضلع کیمبل پور نے بھی اس کتاب پر چند اعتراضات شائع کرائے۔ چونکہ ان کے عم بزرگوار جناب مولوی محمد فاضل، خواجہ خواجگان حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی کے خلیفہ مجاز تھے۔ اس لیے اس نسبت سلسلہ و خاندان کی رعایت سے حضرت نے ان اعتراضات کے جوابات تحریر فرما کر بجائے شائع کرنے کے براہ راست مولوی صاحب کو بھجوا دیئے۔ مگر جب اس کے بعد بھی انہوں نے اپنی بعض مجالس میں ان اعتراضات پر اصرار کیا تو یہی خط جس میں حضرت نے جوابات تحریر فرمائے تھے، حضرت کے ایک مخلص جناب مولوی محمد چراغ چکوڑی نے شائع کر دیا۔ ان اعتراضات و جوابات کی تفصیل حضرت کے مکتوبات مہر حقیقیہ میں موجود ہے۔

## حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی کی ملاقات کے لیے سفر

حضرت کے کسی معاصر نے حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جا کر کہا کہ پیر صاحب گولڑہ شریف دیوبندی علمائے علم حاصل کر آئے ہیں۔ اور مولویوں کی طرح مرزا قادیانی سے الجھ پڑے ہیں۔ ورنہ صوفیاء کو مناظروں سے کیا واسطہ؟ نیز یہ کہا کہ دیوان صاحب اجیری کے پیر بن کر اتر آگئے ہیں۔ چنانچہ حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان باتوں کا ذکر تونسہ شریف کے عرس پر حضرت ثانی سیالوی سے فرما کر غالباً یہ بھی کہا کہ آپ کے شاہ صاحب (یعنی حضرت قبلہ عالم قدس سرہ) یہاں کبھی نہیں آئے۔ حضرت ثانی نے سیال شریف کے عرس کے موقع پر حضرت قبلہ عالم قدس سرہ سے یہ سارے واقعات بیان فرما کر مشورہ کیا کہ کبھی تونسہ شریف بھی حاضری دے آئیں۔ کیونکہ حضرت خواجہ صاحب کی طبع پر کچھ بار معلوم ہوتا ہے جس کا رفع کرنا ضروری ہے۔ حضرت نے کہا میں یہیں سے چلا جاتا ہوں۔ جولائی کا مہینہ تھا اور مجوزہ سفر بھی نہایت گرم علاقہ کا تھا مگر اس کے باوجود آپ فوراً روانہ ہو گئے۔ حضرت ثانی نے ڈیرہ غازی خان میں اپنے ایک ارادت مند افسر نواب ملک خدا بخش ٹوانہ کو تار دیا جنہوں نے استقبال کر کے آپ کو ایک دن اور رات مہمان رکھ کر وہاں سے آگے گھوڑوں اور ساندنیوں پر تونسہ شریف روانگی کا انتظام کر دیا۔ یہ سفر اس زمانہ میں کچھ غیر منظم سا تھا۔ پہلی منزل صدر الدین کے معتم پر ہوئی۔ وہاں اگرچہ ڈاک بنگلہ تھا۔ مگر قرب و جوار میں کوئی آبادی نہ تھی۔ اور حضرت کے ہرکاب قریباً تیس اشخاص تھے مولوی محبوب عالم نے عرض کیا کہ معلوم ہوتا ہے آج فاقہ رہے گا آپ نے فرمایا اللہ کافی ہے۔ چنانچہ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ دور کے ایک گاؤں کے کچھ لوگ پکا پکایا پر تکلف کھانے لے کر پہنچ گئے اور



حضرت کے قافلہ نے شکم سیر ہو کر پلاؤ زردہ وغیرہ کھایا معلوم ہوا کہ ایک راہرو نے گزرتے ہوئے گاؤں والوں کو اطلاع دی تھی کہ پیر صاحب گولڑہ شریف آئے ہوئے ہیں۔ گویا اُس زمانہ میں بھی حضرت کے نام نامی کی شہرت ان دُور دراز علاقوں تک پہنچی ہوئی تھی۔ اس جگہ بھی لوگ کثرت سے بیٹھتے ہوئے۔ اور آئندہ مسندوں پر بھی۔ کیونکہ آپ کی آمد کی خبر آپ کے پہنچنے سے پہلے پہنچ جاتی رہی۔ اگلی رات سید شاہنوائی کی دعوت پر ان کے گاؤں میں قیام فرمایا اور اس طرح تیسرے چوتھے روز تونہ شریف جا پہنچے۔

## ملاقات

تونہ شریف میں حضرت ثانی سیالوی اور نواب ملک خدا بخش کے اطلاع نامے پہنچ چکے ہوئے تھے۔ مگر کوئی خاص انتظام نہ تھا۔ آپ کے پہنچنے پر تحصیل کے قریب والی سرائے میں جہاں عام لوگ ٹھہرتے تھے، آپ کے قیام کا انتظام کیا گیا۔ حضرت خواجہ اللہ بخش سے پہلی ملاقات سرسری طور پر نماز کے بعد ہوئی اور اُس میں رسمی سلام اور مزاج پرسی کے علاوہ اور کوئی بات نہ ہوئی۔ اگلے روز مجلس میں ملاقات پر حضرت خواجہ صاحب نے دریافت فرمایا: سائیں کیوں آئے وے؟ یعنی صاحب، کیسے آنا ہوا؟ آپ نے فرمایا: از خود نہیں آیا، بھیجا گیا ہوں۔ اور اپنے پیر زادہ کے ارشاد کی تعمیل کر رہا ہوں۔ خواجہ صاحب نے تعلیم کے متعلق سوال کیا کہ کیا کچھ پڑھا ہے اور کہاں سے پڑھا ہے؟ جب جواب دیتے ہوئے دورۂ حدیث کے ضمن میں حضرت نے اپنے اُستاد مولیٰ سنا احمد علی سہارنپوری کا نام لیا تو خواجہ صاحب بولے۔ وہ تو بہت بڑا وہابی تھا۔ حضرت نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ اُن پر رحمت فرمائے وہ بہت بڑے سخی تھے۔ البتہ صوفیائے کرام کی رسوم کے پابند نہ تھے۔ حضرت کے قادیانی مناظرات کے متعلق خواجہ صاحب نے اعتراض کیا تو حضرت نے فرمایا، میں اس امر میں معذور ہوں۔ کیونکہ جس طرح مرزائی دلائل دیتے ہیں۔ اگر کوئی اور صاحب علم اُن کی تردید کر سکے تو مجھے مناظرات کی کیا ضرورت ہے۔ بصورت دیگر میرا سکوت نامناسب ہے۔ اگر مسلمان ہی نہیں رہیں گے تو صوفیائے کرام تصوف کی تعلیم کسے دیں گے؟

پھر مولیٰ رحمت اللہ مہاجر کی اور دیوان غیاث الدین ابمیری کی بیعت کا ذکر آگیا۔ جب خواجہ صاحب نے مولیٰ رحمت اللہ کے ساتھ حضرت کی ندائے یار رسول اللہ پر گفتگو کی تفصیل سنی تو ازراہ انکسار فرمایا۔ شاہ صاحب، اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔ ہمارے ساتھ تو عرب شریف میں جب کبھی مزارات پر بوسہ اور سلام کی بحث کی نوبت آتی، تو ہم صرف یہ شعر پڑھ دیتے تھے۔

از خدا جو نیم تو فیک آدب بے ادب محروم ماند از لطف ب

اس پہلی مجلس کا یہ اثر ہوا کہ حضرت کا سامان سرائے سے دیوان خانہ میں منتقل کیا گیا اور کئی قسم کے مشروبات اور فاکہات مہیا کیے گئے۔ نیز حُضْرَامِ خاص آپ کی تواضع پر مقرر ہوئے۔ آپ نے پانچ روز تونہ شریف میں قیام فرمایا۔ اور ہر روز جناب خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ علم و عرفان کی صحبتیں رہیں۔

ایک مجلس میں حضرت غوث الاعظم کا قول شریف قد می ہذا علی رقبۃ کل ولی اللہ (میرا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہے) زیر بحث آگیا۔ حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا۔ ہم تو اپنے پیرانِ عظام پر کسی کو فضیلت نہیں دیتے۔ حضرت پیرانِ پیر کا یہ فرمان کچھ اس قسم کا معلوم ہوتا ہے جیسے ایک لاڈلا بچہ بزرگوں کی مسند پر بیٹھنے کے لیے ضد کرے اور وہ سپار کی وجہ سے اُس کے لیے اپنی کرسی خالی کر دیں۔

جناب شیخ الجامعہ جنہوں نے اس ملاقات کی پوری تفصیل اپنے مسودات میں قلمبند کی ہے اس مقام پر لکھتے ہیں:-  
یہاں حضرت کو قدسے جوش سا آگیا اور آپ کی رگ ہاشمی پھرک اُٹھی۔ آپ نے فرمایا دیکھنا یہ ہے کہ آیا حضرت



غوث الاعظم کا یہ قول شطیحات کی قسم سے تھا جو عالم نگر میں اولیائے کرام سے صادر ہوتے ہیں۔ جیسے سلطان العارفين حضرت بايزيد بسطامي نے سُبْحَانِي مَا اَعْظَمَ شَانِي کہا تھا اور بعد میں ہوش آنے پر توبہ کر لی تھی۔ یا آنجناب نے یہ کلمات بقائمی ہوش و حواس ارشاد فرمائے اور ہمیشہ ان پر قائم رہے۔

پھر حضرت قبلہ عالم قدس سترہ نے فتوحات مکیہ، بہجۃ الاسرار، نغات الانس اور عربی فارسی کی دگرگنی معتبر کتب کے حوالہ جات سے اور حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی، شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی، شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور مولانا عبد الرحمن جامی رحمہم اللہ کے کلمات نظم و نثر سے ثابت فرمایا کہ حضرت غوث الاعظم اس فرمان کے لیے منجانب اللہ مامور تھے۔ اور یہ چیز بھی متصور ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جملہ اولیاء اللہ پر آپ کی فضیلت واضح کرنا منظور و مطلوب ہو۔ اس فضیلت پر متقدمین و متاخرین ہر زمانہ میں متفق چلے آئے ہیں۔ حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین اجمیری نے حضرت غوث الاعظم کا یہ ارشاد گرامی سن کر کہا تھا۔ "بَلْ عَلٰی رَاسِیْ وَ عَیْنِیْ" (بلکہ میرے سر اور آنکھوں پر) اور موجودہ دور میں حضرت شیخ احمد سرمدی اپنے مکتوبات شریف میں حضرت غوث الاعظم کے اس داعی اور عالم گیر منصب کا ذکر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہر ولی اللہ کو آپ ہی کی وساطت سے نعمت ملتی ہے۔

حضرت نے اس ضمن میں ایک ولی اللہ کا واقعہ بھی بیان فرمایا، جنہوں نے گردن تو جھکا دی تھی مگر خیال گزرا کہ میں حضورِ خاص میں ہوں۔ اس کے باوجود شیخ عبدالقادر کو کبھی نہیں دیکھا۔ اس پر حضرت غوث الاعظم نے اُس کے خیال سے مطلع ہو کر اُسے کہلا بھیجا کہ میں حضورِ خاص الخاص اور مقام مخدع میں رہتا ہوں جہاں سے میں تمہیں دیکھتا ہوں لیکن تم مجھے نہیں دیکھ سکتے۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ فلاں وقت پر بارگاہِ الہی سے تمہیں جو خلعت عطا ہوئی تھی۔ اور جس کی کیفیت سورۃ فاتحہ پر مبنی تھی وہ میرے ہی ہاتھوں تم نے وصول کی تھی۔

اس سلسلہ پر ۱۳۳۱ھ میں حضرت قبلہ عالم قدس سترہ نے کتاب انوارِ قادریہ پر تقریظ تحریر فرما کر مفصل بحث کی تھی جس کی نقل باب اول کتاب ہذا میں آچکی ہے۔

حضرت شیخ الجامعہ نے حضرت خواجہ محمود تونسوی کی زبانی سید نجیب علی احمد پوری کے حوالہ سے روایت تحریر کی ہے کہ حضرت خواجہ اللہ بخش رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روز فرمایا کہ غوث زمان حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی کا ارشاد ہے کہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی نے فرمایا ہے بر شیراں شرف دارد سگ در گاہ جیلانی "مگر میں کہتا ہوں کہ بر شیراں شرف دارد سگ در گاہ جیلانی" تونسہ شریف سے واپسی کے وقت حضرت خواجہ اللہ بخش نے حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کی سواری کے لیے اپنا خاص گھوڑا عنایت فرمایا اور اعزاز و اکرام سے رخصت کیا۔ اس ملاقات کی کامیابی سے حضرت ثانی سیالوی اور حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کے اراد مندوں اور خیر خواہوں کو بے حد مسرت ہوئی۔

تونسہ شریف کی ان پرکیت صحبتوں کے باعث، حضرت قبلہ عالم کے احباب کرام میں ایک اور پیر زادہ صاحب کا اضافہ ہوا۔ جو حضرت خواجہ اللہ بخش کے منجملے صاحبزادہ، حضرت خواجہ محمود تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی تھی۔ جن کے صوری، دہنی اور روحانی محاسن نے دربارِ تونسوی میں ارشاد کی ایک الگ مسند بچا دی اور ہدایت کا ایک اور چرخ روشن کیا۔ مکتوباتِ طیبات یعنی مہرِ چشتیہ میں حضرت کے ساتھ ان کی خط و کتابت کے متعدد دہل افروز مرقعے نظر آتے ہیں۔



## بارہویں فصل

# حضرت کے ہنگامی اور مقررہ سفر

## پاک پتن شریف کے سفر میں مقامات قیام

حضرت قبلہ عالم قدس بڑا فرمایا کرتے تھے کہ سفر سے میری غرض ہمیشہ اعلا رکلمہ اللہ یا اہل اللہ کی زیارت ہوا کرتی تھی۔ ان دو مقاصد کے علاوہ مجھے سفر پسند نہیں تھا۔ سال بھر میں آپ کے صرف دو سفر مقرر تھے جو بجز کسی خاص عذر کے نہایت باقاعدگی سے انجام پاتے تھے۔ ماہ محرم کے پہلے ہفتہ میں آپ اپنے صابری و نظامی چشتی سلاسل کے سرخیل، شیخ اکبر اور سید الطافین حضرت بابا سید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک پر پاک پتن شریف جایا کرتے اور ماہ صفر کے چوتھے ہفتہ میں اپنے مرشد طریقت حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس میں بمقام سیال شریف ضلع شاہ پور سرگودھا شرکت فرمایا کرتے تھے۔

جب پاک پتن شریف کو جانے والی ریلوے لائن ابھی تیار نہیں ہوئی تھی تو ساہی وال منگمری تک ریل میں سفر کر کے آگے ٹانگوں میں جایا کرتے تھے مگر ریلوے لائن کے تیار ہو جانے کے بعد کبھی براستہ لاہور و قصور اور کبھی براستہ گندیاں مظفر گڑھ۔ ملتان و لودھراں تشریف لے جاتے۔

گندیاں کی طرف سے ریلوے سفر میں میاں شیخ احمد گروانی سکنا ٹھٹھہ محبوب ضلع مظفر گڑھ، نواب عبداللہ خان سکنا خان گڑھ ضلع مظفر گڑھ، حاجی میاں امام بخش سکنا ملتان، میاں محمد بخش گھوڑہ اور حضرت سید محمد دوم صدر الدین شاہ گیسلانی سجادہ نشین حضرت موسیٰ پاک شہید رحمۃ اللہ علیہ (دربار پیران پیر ملتان) کی دعوت قبول فرمایا کرتے تھے۔ ریلوے اسٹیشن شاہ عالم پر بالعموم مولوی نور محمد اور محل کے دیگر مخلصین کے استفادہ کے لیے ایک دن اور رات قیام فرماتے۔ جناب شیخ الجامعہ لکھتے ہیں کہ میاں شیخ احمد گروانی کے انتقال کے بعد کچھ عرصہ کے لیے ضلع مظفر گڑھ کا قیام ترک ہو گیا تھا۔ مگر میاں محبوب علی اور میاں مشتاق احمد گروانی کے پاک پتن شریف حاضر ہو کر استدعا کرنے پر آپ پھر وہاں تشریف لے گئے اور سبق میں سورۃ الباقیہ کی تفسیر فرما کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت میں ایسے استدلال قائم کیے کہ حاضرین میں سے جو افراد شیعیت کی طرف مائل تھے راہ راست پر آ گئے۔

قصور کے استدعا پس پڑھاں کے نواب شہباز خان دفع باز خان کی دعوت مقرر تھی اور لاہور کے مخلصین میاں محمد دین وغیرہ کے یہاں بھی ایک آدھ روز قیام فرمانے۔ ایک مرتبہ علاقہ پیر محل میں مشہور صوفی شاعر حضرت علی حیدر میاں کے مزار واقع موضع قاضی غالب پر تشریف لے گئے کیونکہ ان کی اولاد میں سے بعض مخلصین نے حضرت دیوان سید محمد کے ذریعہ سفارش کرائی تھی اس موقع پر جناب سید قطب شاہ سکنا سندیلہ انوالی نے بھی آپ کی دعوت کی تھی۔



## سفر سیال شریف کے دوران مقامات قیام

سیال شریف کے سفر میں عموماً بذریعہ ریل خوشاب پہنچ کر سردار بہادر خان بلوچ کے یہاں ایک رات قیام رہتا۔ اگلی صبح کشتی میں سوار ہو کر دریا کے راستے نواب میاں محمد حیات قریشی کے ہاں صابو وال تشریف لے جاتے اور ۲۲ صفر کو سیال شریف پہنچتے۔ ۲۳ کو عرس کے گزرنے پر بالعموم میاں محمد خان لاہری کوٹ چو غٹہ میاں محمد و ان کے صاحبزادے نواب محمد حیات قریشی سکند صابو وال۔ رانا شہادت خان مانگو وال سردار نبی بخش میکن چک ۸۹ شمالی۔ مہر عبدالرحمن و مہر جہان داد خان لک سکند ڈیرہ سادہ لک چوہدری ولی داد و زیاد بخش لک سکند سکسٹر مہر صاحب داد خان، ولی داد خان، برخوردار خان بلوچ عاقل شاہ۔ سید علی حسین شاہ سید محمد شاہ، مولوی فضل حق، میاں جلال قصاب (شاہ پور)۔ چوہدری راجے خان شاہ پور صدر۔ میاں سردار بخش نگیانہ کالو وال اور ملک سر عمر حیات خان، جنر حیات خان ٹوانہ کالہ کے ہاں ایک ایک وقت یا دن رات قیام فرماتے ہوئے واپس تشریف لے جاتے۔ واپسی کے لیے اکثر بھلو وال یا جیٹھ ٹیشن سے ریل گاڑی پر سوار ہوتے بعض اوقات چکوڑی شریف ضلع گجرات، وزیر آباد گوجران وغیرہ میں قیام فرما کر مخلصین اور مخلوق خدا کو مستفید فرماتے تھے۔ اس طرح اس سفر میں کبھی ایک ایک مہینہ تک گزر جاتا۔ سیال شریف سے واپسی پر عموماً راولپنڈی میں بھی کچھ قیام فرماتے اور عصر کے بعد ٹوپی رکھ جنگل کی طرف جایا کرتے۔ ۱۹۱۴ء میں اس سفر سے واپسی پر بھیرہ بھی تشریف لے گئے اور میراں سید محمد احمد رحمۃ اللہ کے مزار کی زیارت کی۔ مزار شریف پر قدموں کی طرف ہاتھ رکھا اور بس میں فرمایا کہ مجھے حضرت ثالث سیالوی (خواجہ ضیاء الدین) نے بتلایا ہے کہ حضرت میراں صاحب بھی وحدت الوجود کا مسلک رکھتے تھے۔ اس سفر میں ایک مرتبہ علاقہ سون کوستان نامک میں بھی تشریف لے گئے وہاں بے شمار لوگ جمع ہوئے اور ایک قیسی موضع علی کا مشہور مجذوب حضرت میاں بُندی جو خود مرجع خلافت تھا اپنے گوشہ تنہائی سے نکل کر آپ کی پیشوائی کے لیے آگیا ایک طمس پر کپڑا باندھ کر بطور غلم ہاتھ میں لے رکھا تھا اور حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کی سواری کے جلوس سے آگے آگے نعرے لگا رہا تھا کہ ”لوگو جہان واپس آیا ہے“ یعنی اے لوگو تمام عالم کا پیر آ رہا ہے۔

## میاں بُندی مجذوب کا آپ کے نام خط

سیال شریف کے قیام کے دوران ایک مرتبہ ایک شخص ان مجذوب حضرت میاں بُندی کا ایک خط حضرت کی خدمت میں لایا۔ آپ نے کھول کر دیکھا تو کاغذ پر ایک کونڈہ سے چند ٹیڑھی سیدھی لکیریں ڈالی ہوئی تھیں بعض خدام نے عرض کی کہ حضرت یہ تو لکیریں سی ٹیڑھی ہوئی ہیں۔ فرمایا اس تحریر کو پڑھنے کے لیے نور عرفان کی ضرورت ہے۔ پھر خط لانے والے شخص سے فرمایا۔ تم لوگ فقیروں کے پاس اس لیے جاتے ہو کہ کسی خوبصورت عورت کا خاندان مرجائے یا اُسے طلاق ہو جائے اور تم اُسے اپنی بیوی بنالو۔ وہ رو پڑا اور کہنے لگا۔ حضرت عشق نے دیوانہ کر رکھا ہے۔ حضرت قبلہ عالم قدس سترہ نے اُسے ایک تعویذ دیا اور دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اُس کے دل کو اپنی طرف پھیر لیں۔

## حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ اور ایک صاحب مزار کی خط و کتابت

یہاں حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ چسپی سے خالی نہ ہوگا۔ اُن کے کبریٰ طالب علم نے دہلی کے قریب



ایک میلہ پر جانے کی اجازت مانگی جو کسی غیر معروف بزرگ کے مزار پر لگتا تھا۔ آپ نے فرمایا وہاں لہو و لعب اور ناچ گانے کا سلسلہ رہتا ہے کیوں جاتے ہو۔ اُس نے اصرار کیا تو آپ نے ایک رقعہ لکھ دیا کہ اسے مزار پر رکھ دینا۔ اس طالب علم کو میلہ کی حدود سے باہر ہی ایک درخت کے نیچے ایک کبل پوش فقیر بیٹھا ہوا ملا جس نے کہا کہ لاؤ وہ کاغذ جو تمہارے مولوی صاحب نے بھیجا ہے چنانچہ وہ کاغذ لے کر اُس نے ایک ٹھیکری پر کونے سے کچھ نشان لگائے اور کہا فوراً واپس جاؤ اور یہ ٹھیکری اپنے مولوی صاحب کو دے دینا۔ چنانچہ اُس لڑکے پر ہیبت سی طاری ہو گئی اور وہ میلہ دیکھے بغیر ہی وہیں سے لوٹ آیا اور ٹھیکری حضرت شاہ صاحب کے پیش کی۔ شاہ صاحب ٹھیکری پر نظر ڈال کر منہس پڑے اور حاضرین کی دریافت پر فرمایا کہ ہم نے صاحب مزار کو لکھا تھا کہ بزرگ ہو کر اتنا تصرف نہیں رکھتے کہ لوگوں کو اُس بدعت سے روکیں جو وہ آپ کی قبر پر کر رہے ہیں۔ انہوں نے جواب میں لکھا ہے کہ آپ اپنے درس کے ایک شاگرد لڑکے کو نہیں روک سکے تو میں خدا کی اتنی مخلوق کو کیسے روک سکتا ہوں۔ اور میرا کیا ہے میں تو یہاں باہر نکل کر بیٹھا ہوں خالی قبر پر جو چاہیں کرتے رہیں۔

## بعض ہنگامی سفر

ان مقررہ سفروں کے علاوہ اس زمانہ ارشاد میں حضرت قبلہ عالم قدس ہترہ نے کئی ہنگامی سفر بھی کیے۔ اپنے پیر زادوں اور بعض دیگر مشائخ کی اولاد اور بعض اوقات اپنے کسی خاص مخلص کی شادی غمی کی تقریب میں شرکت کے لیے بھی تشریف لے گئے۔

## اسلامیہ کالج پشاور میں تعمیر مسجد کا اشارہ

اسلامیہ کالج پشاور کی تعمیر کے لیے چیف کمشنر نے چندہ کی اپیل کی، تو میاں عبدالرحیم نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ کالج میں طرز تعلیم انگریزی اور غیر اسلامی ہوگی۔ چندہ دینے سے دل گھبراتا ہے اور چیف کمشنر کو انکار کرنا بھی مشکل ہے آپ تو جہ فرمائیں آپ نے دعا فرمائی اور لکھا کہ مطمئن رہو۔ جو کچھ پردہ غیب سے ظاہر ہوگا بہتر ہوگا۔ خط ملتے ہی سیٹھی صاحب کے دل میں خیال گزرا کہ کیوں نہ کالج میں مسجد تعمیر کرانے کی پیش کش کی جائے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور اُسے خوشی قبول کر لیا گیا۔ چنانچہ سیٹھی صاحبان نے کالج کی عالیشان مسجد تعمیر کروادی۔

## پشاور میں حضرت اخوند دراز زندہ صاحب کے مزار پر

سیٹھی کریم بخش بیان کرتے تھے کہ ایک بار آپ سفر پشاور کے دوران حضرت اخوند دراز زندہ صاحب کے مزار پر فاتحہ کے لیے تشریف لے گئے۔ قریب پہنچ کر بہت تیز قدموں سے چل کر مزار پر پہنچے۔ بعد میں میرے اصرار پر فرمایا کہ ”اخوند صاحب مزار سے محل کر میری ملاقات کے لیے آرہے تھے اس لیے میں نے احترام کی غرض سے پیش قدمی کی۔“

ایک ایسا ہی واقعہ علاقہ سٹون میں حضرت کے ایک مخلص شاگرد مولوی بیدل صاحب مرحوم کا ہے۔ جب اشنائے سفر آپ اُس کی قبر پر بغرض فاتحہ تشریف لے جانے لگے تو ایسا معلوم ہوا کہ آپ ہاتھ کے اشارے سے اُسے ہدایت کر رہے ہیں کہ اپنی جگہ پر رہے۔ بعد میں آپ نے بعض مخلصین کے اصرار پر فرمایا کہ اس کی نسبت اتنی قوی ہے کہ میں نہ روکتا تو باہر نکل کر ملاقات کرتا۔ اس قسم کے واقعات اُن لوگوں کے لیے جو عالم مثال اور حیات برزخی سے خبر رکھتے ہیں بعید از قیاس نہیں۔ حضرت شیخ

احمد رفائیؒ اور حضرت جلال الدین بخاریؒ سے متعلقہ ایسے ہی واقعات قبل ازیں بیان ہو چکے ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے کتاب التوح مصنف علامہ ابن قیمؒ اور شرح الصدور مصنف علامہ سیوطیؒ ملاحظہ ہوں۔

ایک بار آپؒ غالباً ۹۲۴ھ میں پاک پتن شریف کے سفر کے دوران بہاول پور بھی تشریف لے گئے۔ نواب صاحب بہاول پور جن کو اُس وقت تک بوجہ کم سنی سرکار انگلشیہ کی طرف سے اختیارات تفویض نہیں کیے گئے تھے، آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نماز جمعہ آپؒ کے ساتھ پڑھی۔ قاری غلام محمد صاحب پشاوری نے خطبہ جمعہ پڑھایا۔ جس میں نواب صاحب کے لیے دعائیہ کلمات بھی پڑھے گئے۔ حیدرآباد دکن کے نواب ولی الدولہ جو بہاول پور میں مقیم تھے اسی موقعہ پر بیعت ہوئے اور بعد میں گولڑہ شریف بھی حاضر ہوئے۔

پیران کلیہ کے سفر کے حالات باب مسن ظرات میں منقول ہیں۔ اور سفر بھوپال کے حالات باب سیر و سدا میں بیان کیے گئے ہیں۔ ایک مرتبہ علی گڑھ بھی اپنے استاد مولانا لطیف اللہ صاحب کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ جس کی تفصیل باب دوم میں گزر چکی ہے۔



## تیرھویں فصل

## تنظیم اوقات اور شمائل و خصال

شیخ الجامعہ صاحب کی قلمی یادداشت سے اقتباس

حضرت کے اوقات مشاغل اور بعض شمائل و خصال کی تفصیل جناب شیخ الجامعہ صاحب نے اپنی قلمی یادداشت میں اس طرح بیان کی ہے :-

اشغال :- ہمیشہ ذکر و شغل اور ارشاد و مخلوق میں وقت صرف فرماتے تھے۔ فجر کی نماز کی سنتیں پڑھ کر حجرہ شریف سے مسجد میں تشریف لاتے مسجد میں امام کا انتظار فرماتے جب کبھی امام صاحب بوجہ بارش یا بیماری کے نہ آسکتے تو کسی دوسرے قابلِ امامت مخلص کو امام بنالیتے۔ بعد ازاں ایسی نماز فرض آیتہ الکرسی اور سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ پڑھ کر دعائیں مانگا کرتے تھے۔ پھر ذکر جہر فرماتے اور تین چار بار کلمہ شریف پڑھ کر دوبارہ دعا فرماتے۔ پھر مکرر ذکر کلمہ شریف بالجہر فرما کر تیسری دفعہ دعائیں مانگا کرتے تھے۔ اُس کے بعد عادت مبارک تھی کہ دس بجے تک اوراد و وظائف میں مشغول رہتے کبھی یہ شغل مسجد میں ہی ادا ہوتا اور کبھی حجرہ شریف میں۔ اس شغل کے دوران کسی کے ساتھ کلام نہیں فرماتے تھے۔ ویسے بھی آپ کا قدرتی رُعب ایسا تھا کہ کسی کو بے تکلف ہو کر گفتگو کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ صبح کے ان اُردا کے دوران خاص طور پر کوئی بغیر اجازت آپ کے نزدیک نہیں جاتا تھا۔ کیونکہ بعض وظائف کی نوعیت ایسی ہوتی تھی کہ پاس پھٹنے والے کے مجنون ہونے کا اندیشہ ہوتا تھا۔

ارشاد و تلقین :- ساڑھے دس گیارہ بجے دن حجرہ سے باہر دیوان خانہ میں تشریف لاتے۔ اُس وقت ہر شخص کو اپنے عرائض پیش کرنے کی اجازت ہوتی تھی۔ اس دوران ارشاد و تلقین کا سلسلہ بھی جاری رہتا اور مخلصین سے سلسلہ تکلم بھی۔ تعویذ اور دم بھی جاری رہتے اور بعض اوقات اسباق کا شغل بھی شروع ہو جاتا۔ مثنوی شریف مولانا سائے روم، فتوحات مکیہ، مثنوی اعظم، بخاری شریف، شرح چھینی، یہ مختلف کتابیں میں نے آپ کو اس مجلس میں پڑھاتے دیکھا ہے۔ بارہ یا ساڑھے بارہ بجے حجرہ میں تشریف لے جاتے کھانا کھا کر قیلولہ فرماتے اور تقریباً ایک گھنٹہ آرام فرما کر اٹھا کرتے۔ ضروریات سے فارغ ہو کر وضو کر کے اول وقت نماز ظہر کے لیے مسجد میں تشریف لے جاتے ظہر کے بعد حجرہ شریف میں جا کر ذکر الہی میں مشغول رہتے مگر اُس وقت اگر کوئی آدمی کچھ عرض کرنا چاہتا تو اُسے اجازت ہوتی تھی بلکہ بعض دفعہ مخصوص لوگوں کی مختصر سی خاص مجلس بھی منعقد ہو جاتی تھی۔ پھر اُسی وضو سے نماز عصر کے لیے مسجد میں تشریف لے جاتے۔ نماز عصر کے بعد اپنے سامنے ختم شریف خواجگانِ چشتیہ و قادریہ پڑھواتے اور ایصالِ ثواب کے لیے راولپنڈی کے ایک نوجوان کے ساتھ ایسا ہی واقعہ ہوا۔ اُسے حضرت نے فرما رکھا تھا کہ وقت بے وقت دیکھ کر آیا کرو مگر وہ حضرت کا کرم دیکھ کر بے تکلف ہو گیا اور ایک رات حضرت کے قریب نفل کی حالت میں چلا گیا آپ نے ہوں۔ ہوں کر کے روکا مگر وہ نہ رکا۔ کہہ کر کے اندر قدم رکھتے ہی کسی تہلی کی زد میں آکر دیو ہو گیا۔ پھر دو روز چپ چاپ رہتا رہا کبھی اُن کا تاکہ بھول ہو گئی۔ پھر زبان بند ہو گئی۔ حضرت سے دعا اور دم کرواتے رہے مگر فائدہ نہ ہوا۔



بعد مسجد سے نکل کر کبھی حجرہ میں چلے جاتے اور کبھی سرائے سے باہر اعیان کے سامنے والے چبوترے پر جا کر گھوڑے پر سوار ہو کر باہر تین چار میل دور بستی میرا دیہ تشریف لے جاتے یا کبھی اُس سے بھی آگے۔ نماز مغرب اور نماز عشاء باہر ہی ادا کرتے اور وہیں ذکر و شغل جاری رہتا۔ کافی رات گئے واپس آ کر کھانا تناول فرما کر سو جاتے۔ تہائی رات باقی رہے پھر سیدار ہو کر تہجد کی تیاری فرماتے اور وضو کے بعد سبز چائے نوش فرماتے۔

**رمضان شریف کے اوقات :-** رمضان شریف میں مغرب اور عشاء کی نماز اپنی مسجد میں ادا فرماتے اور عصر کے وقت سواری کا دستور ترک ہو جاتا۔ تراویح میں ہر روز صرف سوا پارہ قرآن شریف سنا کرتے مقتدیوں کی رعایت مد نظر ہوتی تھی نماز فجر کے بعد اپنے والد ماجد کے مزار پر بیٹھا کرتے اور وہیں واپس جانے والوں کو رخصت فرماتے۔ اسی طرح ظہر کی نماز کے بعد بھی وہیں پریشست ہوتی۔

تفہیم ذکر حسب استعداد فرماتے تھے بعض اشخاص کو بیعت کے بعد دس بار کلمہ شریف، دس دفعہ درود شریف اور دس دفعہ قل ھو اللہ اُحد پڑھنے کی تلقین فرماتے اور بعض کو صرف پہلے دو امور کا ارشاد فرماتے تھے۔ تلقین نہایت نرمی اور آہستگی سے فرماتے۔ جب دس دفعہ کلمہ شریف کا امر فرماتے تو زبان سے کلمہ شریف لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ بھی پڑھتے تھے۔ درود شریف کا ارشاد ہوتا تو درود شریف پڑھتے اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ بعض لوگ عرض کرتے کہ سیدنا محمد پڑھیں یا نہیں؟ آپ فرماتے کہ مجھے یونہی ارشاد ہوا ہے جیسا میں نے بتایا بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ ناجائز ہے اور سیدنا کا نام لانا لازم ہے۔ یہ درحقیقت اُن کی نادانیت کا نتیجہ ہے۔ حضرت کا عقیدہ یہ نہیں تھا کہ سیدنا کہنا ممنوع ہے۔ آپ کی غرض یہ تھی کہ مجھے اپنے بزرگوں سے اسی طرح پہنچا ہے۔ یہ سلسلہ مسلم ہے کہ اوراد میں تغیر و تبدل نہیں کرنا چاہیے۔ حدیث شریف میں ہے :-

”قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِذَا آتَيْتَ مَضْجِعَكَ فَتَوَضَّأْ وَصُوتَكَ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلَى شِقِّكَ الْيُسْرَى ثُمَّ قُلِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ إِلَيْكَ وَفَوَضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ وَالْجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ رَغْبَةً وَرَهْبَةً إِلَيْكَ لَا مَلْجَأَ إِلَّا إِلَيْكَ وَلَا مَنْجَأَ إِلَّا إِلَيْكَ اللَّهُمَّ أَمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ وَنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ فَإِنْ مِتُّ مِنْ لَيْلَتِكَ فَأَنْتَ عَلَى الْفِطْرَةِ - وَاجْعَلْهُنَّ آخِرَ مَا تَكَلَّمُ بِهِ قَالَ فَرَدَّدَتْهَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا بَلَغَتْ اللَّهُمَّ أَمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ قُلْتُ وَرَسُولِكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ قَالَ لَا وَنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ“

علامہ ابن ماسیہ بخاری میں فرماتے ہیں :- ”إِنَّ الْفَاظَ الْأَذْكَارَ تَوْقِيفِيَّةٌ فِي تَعْيِينِ اللَّفْظِ وَتَعْيِينِ الثَّوَابِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِي صَحِيحِهِ مِنْ حَدِيثِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ“

اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت براء بن عازبؓ کو ایک عمل ارشاد فرمایا کہ جب اپنے بستر پر لیٹے لگو تو پہلے نماز کا وضو کرو۔ پھر دائیں کروٹ لیٹ کر یہ پڑھا کرو۔ اللَّهُمَّ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ إِلَيْكَ وَالْجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ رَغْبَةً وَرَهْبَةً إِلَيْكَ لَا مَلْجَأَ إِلَّا إِلَيْكَ وَلَا مَنْجَأَ إِلَّا إِلَيْكَ اللَّهُمَّ أَمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ وَنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ فَإِنْ مِتُّ مِنْ لَيْلَتِكَ فَأَنْتَ عَلَى الْفِطْرَةِ۔ علامہ ابن ماسیہ فرماتے ہیں کہ وظائف اور اوراد کے الفاظ توقیفی ہوتے ہیں۔



بولفظ رہنا بتائے اُسے بدلنا جائز نہیں۔ چونکہ درود شریف کی روایت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے اُس میں سیدنا کا کلمہ وارد نہیں۔ اسی بناء پر حضرت سیدنا کا کلمہ نہیں پڑھاتے تھے اور یہ اتباع سنت تھا جو آپ کا اور ہمارا اور بچپنا تھا۔ اتباع سنت میں جو شغف حضرت کو تھا بہت کم لوگوں میں دیکھا گیا۔

جس شخص کو اہل پاتے کچھ دوسرے وظائف اور شغل بھی فرمادیتے۔ ایک دفعہ قاری صاحب حضرت سے بہت سے اُردو اور وظائف کی اجازت طلب کر رہے تھے۔ گرمی کا موسم تھا اور رمضان المبارک کا مہینہ میں نے اُردو سے مذاق کہا کہ قاری صاحب آپ نے اتنے سارے وظائف پڑھنے تو ہیں نہیں، کیوں اس گرمی میں حضرت کو تکلیف دے رہے ہو۔ آپ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا: تکلیف مجھے دے رہا ہے تمہیں تو نہیں دے رہا، تم کیوں دخل درمغول دیتے ہو؟

عادت مبارک تھی کہ باتیں بہت کم کرتے تھے مجلس میں بیٹھتے تو بھی ذکر میں مشغول رہتے۔ یقین و تدبیر کے دوران بھی ذکر جاری رہتا تھا۔ کسی نے کوئی عرض کرنا چاہی آپ نے اجازت فرمائی۔ وہ بیان کرتا رہتا آپ سنتے بھی رہتے اور تسبیح بھی چلتی رہتی۔ اُس نے عرض ختم کی۔ آپ نے جواب ارشاد فرمایا اور تسبیح پھر شروع ہو گئی خیر الکلام ماقول و دل کا عجیب نمونہ تھا۔ میں آدھ آدھ گھنٹہ ایک بات عرض کرتا رہتا۔ آپ سن کر ایک دو لفظ فرمادیتے جو سب کا جواب ہوتا تھا۔

## متعلقین سے وفاداری کا معاملہ

حضرت کی عادت مبارک تھی کہ اپنے متعلقین سے نہایت وفاداری کا معاملہ فرماتے تھے ہمیشہ انہیں نصیح اور خیر خواہی سے نوازتے۔ اُن کے حالات دریافت فرماتے۔ اُن پر اس قدر نوازش فرماتے کہ لوگ آپ کو محض پیری نہیں بلکہ اپنا ملجا و مادی اور سب سے زیادہ خیر خواہ سمجھتے تھے۔ ہر غم کی کشادگی، ہر درد کی دوا، ہر تکلیف کا مداوا حضرت کی ذات تھی۔

ایک دفعہ مجھے عرق النساء کی تکلیف ہوئی۔ یہاں تک کہ چار پانی سے اٹھنا دشوار ہو گیا۔ درد کی شدت کے باعث غشی طاری ہو جاتی تھی۔ کروٹ بدلنے کی ہمت بھی نہ تھی۔ انہی دنوں حضرت کو پاک پن تشریف لے جاتے ہوئے ٹھٹھہ محبوب میں قیام فرمانا تھا جہاں پر عسری میری عادت مستمرہ تھی مگر تکلیف کی وجہ سے عسری محال طلبہ کی ایک جماعت آپ کی خدمت میں وہاں حاضر ہوئی تو حضرت نے استفسار فرمایا: تمہارا مولوی کہاں ہے؟ انہوں نے میری حالت بیان کی۔ آپ نے اُسی وقت میاں شیخ احمد رحمہ اللہ کو فرمایا کہ ایسے سوت کی سات تانیں لاؤ جس کے کاتنے والی عورت کا باپ اور خسر دونوں زندہ ہوں۔ وہ منگو کر اُن پر دم کر کے اور چند گانٹیں لگا کر طلبہ کو دیں اور فرمایا کہ انہیں مولوی صاحب کے گلے میں باندھا جائے۔ اتفاقاً مجھے اُس شام غیند آگئی۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت گلاس اور بوتل ہاتھ میں لیے مجھے دوا پلا رہے ہیں۔ میں گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔ چند منٹ بعد پھر غیند آگئی۔ اور دوبارہ وہی حالت دیکھی۔ اس کے بعد میں نے محسوس کیا کہ درد جاتا رہا اور جسم میں ایک گونہ طاقت بھی آگئی ہے۔ فوراً حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے کو تیار ہو گیا اور دوسرے روز صبح کے وقت سداواں ریوسے اسٹیشن پر حضرت کی قدمبوسی کے لیے کھڑا تھا حضرت تشریف لائے تو دُور ہی سے فرمایا: سنا ہے تم بیمار ہو گئے ہو؟ میں نے عرض کیا: آپ نے بے توجہی جو فرمائی تھی بیمار کیوں نہ ہوتا؟ فرمایا: کیا توجہ نہیں کی؟ میں نے عرض کیا: تو پھر کیا میں حاضر نہیں ہو گیا؟



## معاندین سے حسن سلوک

مخلصین سے زیادہ معاندین کے ساتھ حسن سلوک کی عادت کر لی تھی۔ ایک دفعہ ایک صاحب حضرت کی مجلس میں حاضر ہوئے اور ایک روپیہ نذر رکھ کر مناسب معیت پر بیٹھ گئے۔ جب نذر بردار نذر اٹھانے کے لیے آیا تو آپ نے خلافِ عادت اُسے فرمایا کہ اس روپیہ کو پڑا رہنے دو جب تمام لوگ اپنی حاجات پیش کر کے چلے گئے تو اُن صاحب کو بلایا اور دریافت فرمایا کہ کیسے آئے ہیں۔ اُنہوں نے عرض کی کہ فلاں تحصیلدار جو آپ کا مخلص ہے اُس کی طرف سفارش نامہ لکھوانا ہے۔ آپ نے کاغذ قلم منگو کر اپنے ہاتھ سے اُن تحصیلدار کی طرف خط لکھ کر اُنہیں دیا اور بدایت فرمائی کہ یہ خط اُنہیں گھر پر جا کر دیا جائے کچھری میں نہیں۔ جب وہ صاحب اُنہوں نے لگے تو فرمایا یہ اپنا روپیہ بھی لیتے جائیں۔ اُنہوں نے بہت معذرت کی مگر آپ نے اسرار فرمایا چنانچہ وہ روپیہ لے کر چلے گئے۔ اُن کے چلے جانے کے بعد میں نے روپیہ کی واپسی کا سبب پوچھنے کی جرأت کی۔ فرمایا کہ یہ ہمیشہ مجھے بُرے الفاظ سے یاد کیا کرتا ہے اور معاند ہے۔ اب ضرورت کے وقت اُس نے یہ خیال کر کے روپیہ پیش کیا تھا کہ اس سے سفارش نامہ لکھوانے میں مدد ملے گی میں نے اس لیے روپیہ واپس کر دیا اور سفارش نامہ بھی خود لکھ کر دیا۔

سختاوت بہت پوشیدہ طور پر کرتے۔ ایک دن عصر کی نماز کے بعد مسجد میں تشریف فرما تھے۔ ملنے والے رخصت ہو کر چلے گئے میں اکیلا پاس بیٹھا تھا۔ مجھے قریب بلا کر ایک کاغذ کی تھیلی سی دی کہ اُس شخص کو دے دو جو لوگر کے دروازہ پر کھڑا ہے۔ میں جا کر دے آیا۔ میں اُسے پہچانتا نہیں تھا مگر کوئی سفید پوش حاجت مند معلوم ہوتا تھا۔

## دُنیا سے بے توجہی

دُنیا کی طرف سے بے توجہی حضرت کی ذاتِ مبارک کا خاصہ تھا۔ مسجد میں حضرت اُچی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر مختلف اوقات میں بیٹھا کرتے۔ زائرین کی طرف سے نذرانہ اور ہدایا کا سلسلہ بارش کی طرح جاری رہتا۔ لیکن جب آپ اٹھ کر تشریف لے جاتے تو اُدھر اکٹھا کھڑا کبھی نہ دیکھتے اور میاں محمد صاحب یا کوئی دوسرا بزرگ اُن نذرانوں کو اٹھا کر غلام محمد صاحب لانگری کو دے آتا۔ اسی طرح سفر میں بعض اسٹیشنوں پر گاڑی رکنے کے دوران یہی کیفیت ہوتی تھی آپ کی طرف سے کوئی حساب یا نگہداشت ان چیزوں کی نہیں ہوتی تھی جو کچھ اکٹھا ہوتا لانگری اپنے پاس رکھتا اور لوگر وغیرہ پر خرچ کرتا رہتا۔

## دوستی اور دشمنی کے متعلق نظریہ

جناب شیخ الجامعہ صاحب نے اپنے قلمی مسودات میں حضرت کی ذات اور خاندان کے ساتھ غلط فہمی یا حسد کی بنا پر لوگوں کی مخالفت اور پر خاش کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ صرف یہ بتانا ہے کہ دوستی اور دشمنی کے متعلق اس گھرانے کا نظریہ کچھ مختلف ہے۔ ان کی نظروں میں اصل دشمن انسان کا اپنا نفس ہے اور اصل دوست اللہ تعالیٰ کی ذات۔ یہ اپنا وقت نفس پر فتح حاصل کرنے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہونے کی کوشش میں صرف کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک دوست اور دشمن ہمہ از دوست ہیں۔

حضرت بابو جی مدظلہ اس بارہ میں اپنے والدِ کریم کے ارشادات کی وضاحت میں فرمایا کرتے ہیں کہ جنہیں تم لوگ ہمارا دشمن



سمجھتے ہو وہ ہمارے لیے فائدہ کا موجب بنتے ہیں۔ تمہاری قصیدہ گوئی اور مبالغہ آمیز تعریف ہمیں فتنہ میں مبتلا کرتی ہے اُس کے برعکس دشمن ہمارے نقائص اور عیب گنوا تا ہے۔ اگر درست ہوں تو ہم اصلاح کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اگر غلط ہوں تو خدا کا شکر ادا کرتے ہیں۔ دشمنوں کی ایذا رسانی پر ہم صبر کرتے ہیں اور اجر پاتے ہیں۔ باوجود اُن کی مخالفت کے ہم اُنہیں اپنے خدا کی مخلوق سمجھ کر اپنی دعاؤں میں شامل رکھتے ہیں اور اس طرح بھی عذاب اللہ باوجود ہوتے ہیں۔

## حضرت مائی صاحبہ کی برکات کے خصوصی اثرات

حضرت قبلہ عالم قدس سترہ نے ایک مرتبہ اپنی اہلیہ محترمہ کے اوصاف حمیدہ کا اظہار فرماتے ہوئے اعتراف فرمایا تھا کہ مجھے علم و فقر میں جو کچھ حاصل ہوا ہے اُس کے اسباب میں اس خاتون کے صبر و قناعت اور خدا پرستی کا بڑا حصہ ہے۔ اس نے مجھے طلب مولیٰ کی راہ میں آزاد چھوڑ دیا اور کبھی اپنے مطالبات سے میرے راہ میں حائل نہیں ہوئی۔ حضرت کے وسیع حلقہ ارادت کی مستورات میں حضرت مائی صاحبہ کی بے غسی، خدا پرستی اور قبولیتِ دعا کے تذکرے آج تک زبان زدِ خلق ہیں۔ وہ قبلہ عالم قدس سترہ کے وصال کے بعد تھوڑے عرصہ تک ہی زندہ رہیں مگر اُن کی تربیت کا اثر اس گھرانے میں ابھی تک جاری و ساری ہے۔

## حضرت کی خوراک

شیخ ابجامعہ صاحب لکھتے ہیں:-

عادت مبارک تھی کہ عشاء کی نماز کے بعد ایک دو لقمے تناول فرما کر وضو کر کے بظاہر سو جاتے تھے۔ مگر دراصل جاگتے رہتے اور پاس انفاس میں رات گزار دیتے۔ میں نے ایک رات آپ کے گھوٹ کے قیام کے دوران دیکھا کہ عشاء کی نماز ادا کر کے وضو فرما کر بظاہر سو گئے۔ میں تمام رات دروازہ پر بیٹھا رہا۔ آخر شب قریباً چار بجے آپ نے اُٹھ کر اُسی وضو سے نماز تہجد پڑھی۔ اور اکثر یہی معمول تھا۔ باوجود کم خوری کے جسمانی قوت اس قدر تھی کہ شاید ایک روز ایک پہلوان خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں کشتی لڑنے جا رہا ہوں میرے لیے فتح کی دعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ ذرا میرے پاؤں دالو کہ تمہاری طاقت کا اندازہ کروں۔ اُس نے پاؤں دابنے شروع کیے۔ سردی کا موسم تھا مگر دو منٹ بعد ہی اُس کا پسینہ بہنا شروع ہو گیا۔ آپ نے دیکھا تو فرمایا۔ تم تو شاید بہت زور لگا رہے ہو مگر مجھے محسوس بھی نہیں ہو رہا کہ میرے پاؤں دلیے جا رہے ہیں۔ قلتِ خوراک کے باوجود اتنی طاقت اور برداشت محض التفاتِ خداوندی سے تھی۔

آخر عمر میں جب آپ صاحب فراموش ہو گئے تو فرمایا کرتے تھے کہ پچیس سال سے میں نے غذا زیادہ ترک کر رکھی ہے میری مجموعی خوراک غالباً دو تین چھٹا تک فی ہفتہ سے زیادہ نہیں ہوگی۔ اب معدہ کو ہضم کی عادت نہیں رہی جو چیز معدہ میں جاتی ہے وہیں رکھی رہتی ہے۔

اس کے باوجود جسم مبارک اتنا مضبوط تھا کہ فولاد کا معلوم ہوتا تھا۔ پاؤں دابنے کے وقت اگر القف تانا ہاتھ جسم مبارک پر پڑ جاتا تو ایسے معلوم ہوتا کہ لوہے یا پتھر پر پڑا ہے۔ دابنے سے جسم مبارک دبنا نہیں تھا بلکہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھرتا ہے۔

## استاد زادوں کا احترام

استاذہ اور اُن کی اولاد کے احترام کے متعلق شیخ الجامعہ صاحب لکھتے ہیں :-  
 میں نے اکثر دیکھا ہے کہ جہاں جہاں حضرت نے تعلیم پائی وہاں کے تمام باشندوں کا آپ بے حد احترام فرماتے تھے۔ استاد زادگان کے احترام کی تو حد ہی نہ تھی۔ مومنہ بھوئی کے مولوی صاحبان کے ساتھ حضرت کا سلوک ضرب المثل تھا۔ انکے استاد حافظ سلطان محمود صاحب کے صاحبزادے مولوی شمس الدین صاحب کو آپ خود بخاری شریف پڑھایا کرتے اور جب اُن کا انتقال ہوا تو اُن کی تعزیت کے لیے انکے تشریف لے جا کر وہاں اپنے خرچ سے وسیع پیمانے پر طعام پکوا کر تقسیم فرمایا۔ اُس کے بعد مدت العمر تمام کنبے کی خبر گیری فرماتے رہے۔ انکے کا کوئی آدمی بننے آتا تو اُس کا خاص خیال فرماتے۔ بلکہ وادی سون کا تمام علاقہ حافظ سلطان محمود صاحب کی وجہ سے حضرت کے نزدیک قابل احترام ہو گیا تھا۔

## حضرت کا حلیہ مبارک

حضرت قبلہ عالم قدس برہہ کا حلیہ مبارک اس طرح بیان کیا گیا ہے :-  
 رنگ گندم لوں۔ پیشانی بلند اور چمک دار۔ آنکھیں سمورا اور رعب آفرین۔ ناک ستواں، ابرو گھنے اور کماندار، لب متوسط، دہن مندرخ، دندان روشن اور جدا جدا، ریش گھنی اور تباہ سینہ، گیسو گھنگھریالے اور کانوں تک دراز، سینہ کشادہ، بطن خمیدہ، رُخسار کم گوشت، انگشت طام اور باریک، کف دست کشادہ، قدم مبارک میاں مگر مجلس میں بیٹھے ہوئے بلند و بالا معلوم ہوتے تھے۔ قدیم شریف نرم اور نازک جسم گٹھا ہوا اور متوسط۔

حضرت کے فوٹو بھی ملتے ہیں جو عقیدت مند اور عشاق حضرت آپ کی عمر کے مختلف ادوار میں لیتے رہے۔ ان میں سے ایک حضرت خواجہ محمد دین صاحب (حضرت ثانی) سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں سیال شریف کے عرس کے موقع پر لیا گیا اور دوسرا آپ کے زمانہ استغراق کا ہے۔ اول الذکر فوٹو میں حضرت ثانی صاحب سیالوی اور دربار شریف کے کئی خلفائے کرام بھی موجود ہیں۔ حضرت خود تصویر کشی کو پسند نہیں فرماتے تھے اور شدت سے روکتے تھے۔ چنانچہ یہ چند تصاویر بھی آپ کی اجازت یا علم کے بغیر ہی لی گئیں۔

## حضرت کا لباس

آپ کو سفید لباس پسند تھا جس کی لطافت اور لطافت قابل دید ہوتی تھی۔ ہٹھے کی شلوار، موسم کے لحاظ سے خاصہ یا مل کا کھلی آستینوں والا کُرتہ، اور سفید مل کی ہلکی مایہ لگی ہوئی پگڑی پہنتے تھے۔ دستار مبارک بخاری قسم کی نوکدار کلاہ پر بندھی ہوتی تھی۔ کرتے کے اوپر واسکٹ اور لمبا کھلے کاروالا فراک کوٹ یا چٹخہ ہوتا تھا۔ بعض اوقات دھوپ میں پگڑی اور دوش مبارک پر لنگی یا چادر ڈال لیتے تھے۔ پاؤں میں گھسی نوڑ کی نفیس اور نصف طلا دار پاپوش استعمال فرماتے تھے۔ ہاتھ میں ہمیشہ تسبیح رہتی تھی گھوڑے کی سواری کے وقت بھی چھڑی کی ضرورت محسوس نہیں فرماتے تھے۔ شہریر سے شہر گھوڑا بھی حضرت کے قریب آتے ہی رام ہو جاتا۔



سوار ہونے سے پہلے آپ اپنی تسبیح ویسی زین کے اٹھے ہوئے ہتھ سے پیٹ دیتے اور پھر سوار ہوتے۔ گھوڑائیوں سر جھکا کر کھڑا رہتا جیسے ”سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ“ کے معنی سمجھتا ہے۔

حضرت کے لباس اور استعمال کی تمام دوسری چیزیں مثلاً تسبیح، بنگھی اور مسواک وغیرہ آپ کے حجرہ مبارک میں بطور تبرک شیشہ دار الماریوں اور میزوں میں رکھی ہیں۔ آپ کا بستر اپنے اصلی مقام پر اسی طرح لگا ہے اور چھپر کھٹ اور مچھروانی تنی ہوتی ہے آپ کے عرس اور عیدین کے موقع پر ارادت مندان تبرکات کی زیارت بڑے شوق اور عقیدت سے کرتے ہیں اور آپ کے ہم عصر کی آنکھوں کے سامنے وہی پُرانا نقشہ پھر جاتا ہے۔ اس کمرہ کے برابر والے مجلس خانہ میں لائبریری ہے جس میں ہر فن کی کافی کتب ہیں موجود ہیں۔

## آواز و گفتار

آواز مبارک شیریں، پُر سوز اور بادستار تھی۔ یوں متانت سے گفتگو فرماتے کہ ایک ایک لفظ گنا جاسکے اور یاد رہ جائے۔ اکثر لوگ اپنا تجربہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت نے انہیں کافی طویل اور اوڑھنے والے جواہر ہاں سے بارش لینے سے دماغ میں نقش ہو گئے۔ اور پھر کبھی فراموش نہیں ہوئے۔ یہ چیز حضرت کی کرامات سے شمار ہوتی تھی۔

## چال اور رفتار

رفتار اور چال ڈھال میں اہل علم کو وقار اور سلامت روی نظر آتی تھی اور اہل دل کو ایک بانگین اور محبوبیت۔ جب آپ کسی گروہ یا جمعیت میں تشریف لاتے تو تمام فضا میں عقیدت اور محبت کی خوشبو پھیل جاتی اور دیکھنے والوں میں مسرت کی ایک لہر دوڑ جاتی۔ اکثر لوگ دست بوسی کے لیے جھوم کر کے آجاتے اور بعض لوگ دُور کھڑے ہی قربان، قربان کہہ کر اپنی پیاس بجھا لیتے جھوم کور وکنے کے لیے خدام کو ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑ کر حضرت کے گرد حلقہ بنا پڑتا۔ کئی اشخاص صرف حضرت کے لباس کو چھو کر ہی اپنے ہاتھ جھوم لیتے۔ پشاور کے ایک جوان الطاف الہی رنگین نے ایک روز حضرت کو گھوڑے پر سوار اڑد حام خلق میں گھرے ہوئے دیکھ کر یہ شعر پڑھا تھا۔

تم شہسوارِ حسن ہو لگ جائے گی نظر گھوڑے سے اُتر دو آنکھ بچا کر رکاب کی  
حضرت کی شان میں اسی شعر کا کہا ہوا ایک اور مصرعہ ہے :- ع جان الطاف الہی صدقہ جانِ شما

## حضرت کی اسب سواری

آپ اطباء کے مشورہ پر بعد نماز عصر اسب سواری کی غرض سے نکلا کرتے تھے اور دیہات ”میرا باد“ اور میرا کوٹ بلکہ بعض اوقات قصبہ راولپنڈی اور رکھ پوٹی کے مضافات سے ہو کر عشاء کے بعد واپس تشریف لایا کرتے۔ ایک مجلس سید صدیق شاہ نے آپ کی حفاظت کے خیال سے عرض کی کہ ایک خادم کو ہمراہ رکھا کریں اور اپنی اس استعا کو تقویت دینے کے خیال سے فرمانِ خداوندی خذْ وَاحِذْ دُکھڑ یعنی اپنی حفاظت کا سامان کر لیا کرو۔ کا حوالہ بھی دیا حضرت نے فرمایا، شاہ صاحب، وَاللّٰهُ يَعْصِيْكَ مِنَ النَّاسِ (اللہ تعالیٰ آپ کو انسانوں سے محفوظ رکھے گا) بھی تو اسی ذات

عالی کا ارشاد ہے۔ شاہ صاحب نے عرض کی، حضرت یہاں لفظ لَعِصْمَت میں حرف کاف صیغہ واحد حاضر ہونے کی وجہ سے صرف جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی شان میں وارد ہو کر محض آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی حفاظت کی ضمانت کا اظہار کر رہا ہے۔ اس پر حضرت نے فرمایا، شاہ صاحب، ہم بھی تو اسی کاف کی ادٹ میں ہیں۔ گویا جناب رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے بحیثیت مجبوری پناہ بے کساں ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے مقام فانی الرسول کی طرف بھی ایک لطیف پیرا میں اشارہ فرمایا۔

## ایک مخلص کے دلی خطرہ کا از خود جواب

یہی سید صدیق شاہ بیان کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں اپنے گاؤں سے گولڑہ شریف آ رہا تھا جب چکوال پہنچا تو کسی کی زبانی سنا کہ حضرت نے ایک گھوڑی حسد سے فرمائی ہے۔ میرے دل میں وقتی طور پر خیال گزرا کہ میرے شیخ تو ولی کامل ہیں انہیں ان دنیا داروں سے کیا غرض۔ جب حاضر خدمت ہوا تو خود بخود فرمانے لگے۔ شاہ صاحب مجھے اظہار نے مجبور کیا ہے کہ گھوڑے کی سواری کا التزام کیا جائے۔ اس ضرورت کے پیش نظر میں نے گھوڑی خرید کی ہے۔ چنانچہ میں اپنا وہ دلی خیال یاد کر کے بے حد نادام ہوا۔

اس کے بعد حضرت کے اصطلح میں بہترین گھوڑے آتے رہے۔ آپ کی شاہ سواری کا بھی اپنے والد محترم حضرت اجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرح یہ عالم تھا کہ سرکش سے سرکش جانور بھی رام ہو جاتے تھے۔ ایک بار ملک احمد خان ٹوانہ نے ایک شیش قیمت گھوڑی جو ان سستے ایام میں بھی مبلغ چار ہزار روپے میں آئی تھی، آپ کی نذر کی۔ آپ سیال شریف سے رخصت ہو رہے تھے کہ یہ گھوڑی آپ کے سامنے لائی گئی۔ گرمی کا موسم تھا۔ آپ نے سوار ہو کر چھتری مانگی۔ ملک صاحب نے عرض کی کہ حضرت، گھوڑی نئی ہے چھتری کو برداشت نہیں کرے گی اور ڈرے گی۔ آپ نے فرمایا، چھتری بند کر کے مجھے دے دو۔ پھر آپ نے چھتری کھول کر گھوڑی کو دوڑایا اور موضع مانگودال تک دوڑاتے آئے۔ گھوڑی نے بدکنے کا نام بھی نہ لیا۔ بلکہ بعد میں منگ شریف کا کوئی بھی خادم اس پر آسانی سواری کر لیتا تھا۔

## حضور نام گھوڑے کا اظہارِ ادب

حضرت کی سواری کے ایک گھوڑے کا نام حضور مشہور ہو گیا تھا۔ جب تک آپ اس پر وظائف پڑھتے رہتے یہ آہستہ خرام رہتا۔ مگر جب آپ فارغ ہو جاتے تو ایک نخت تیز رفتار ہو جاتا۔ ایک روز سواری کے دوران آپ کی لنگی نیچے گر گئی۔ گھوڑا اگر آگے قدم رکھتا تو اس پر پڑتا۔ اس لیے گھوڑا ایک دم رُک گیا اور ہانکنے پر بھی نہ چلا۔ حضرت نے خادم سے فرمایا کہ دیکھو گھوڑا کیوں رُک گیا ہے۔ اُس نے دیکھا تو آپ کی لنگی نیچے گری پڑی تھی اور گھوڑے نے بے پاس ادب اپنا وہ پاؤں جو اُس پر پڑنے والا تھا اٹھا رکھا تھا۔ سبحان اللہ! مَنْ لَهُ الْمَوْلَىٰ فَلَهُ الْكُلُّ (جس کا خدا ہے، اُس کا سب کچھ ہے)

## پاک پن شریف میں ایک گھوڑے کی سرکشی

حضرت دیوان سید محمد سجادہ نشین پاک پن شریف نے جو حضرت قبلہ عالم قدس سرفا سے بے حد عقیدت و محبت



رکھتے تھے، حضرت کی سواری کے لیے ایک گھوڑا مختص کر رکھا تھا جس پر تمام سال کوئی شخص سوار نہ ہوتا۔ اور فقط آپ ہی حضرت بابا صاحب کے عرس شریف کے دوران اُس پر سواری فرماتے تھے۔ سال بھر زین نہ ڈالنے کی وجہ سے گھوڑا سرکش ہو جاتا۔ اس لیے احتیاطاً حضرت کی تشریف آوری سے کچھ روز قبل دیوان صاحب اپنے بھائی جناب میاں غلام رسول سے فرماتے کہ اگرچہ مجھے یقین ہے کہ حضرت اس کی سواری میں کوئی تکلیف محسوس نہیں فرمائیں گے۔ تاہم بہتر ہے کہ آپ اسے کچھ رواں کریں۔ ایک مرتبہ حضرت اس گھوڑے پر سوار تھے کہ موتی محل کے قریب کچھ ایسے اندازیں کودا کہ زین کا تنگ نیچے سے ٹوٹ گیا اور آپ نے نہایت اُپر کو اُچھلے۔ لوگوں میں شور مچ گیا کہ آپ گر گئے اور ایک شخص دوڑتا ہوا دیوان صاحب کی خدمت میں اطلاع کے لیے پہنچا لیکن دیوان صاحب فرمانے لگے تم غلط کہتے ہو، حضرت نہیں گر سکتے اتنے میں آپ بھی تشریف لے آئے اور دیوان صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا، یہ غلط نہیں کہتے ہیں واقعی زین سمیت گھوڑے سے کافی اُپر اُٹھ گیا تھا لیکن پھر محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے بعد زین گھوڑے کی پشت پر آکر مستقر ہو گیا۔ دیوان صاحب عموماً سال میں ایک دو اچھے گھوڑے آستانہ عالیہ گولڑہ شریف بھجوا دیا کرتے تھے۔ چونکہ اُن ایام میں موٹر کاریں ابھی عام نہیں ہوئی تھیں۔ اس لیے اصطلح میں اچھی قسم کے نرمادہ گھوڑوں کی کثرت تھی۔ مگر کبھی کسی جانور کے دوسرے کے ساتھ لڑنے کی نوبت نہ آتی اور نہ کسی قسم کا شور و شغب ہوا۔ اکثر لوگ یہ صورت حال دیکھ کر حیران ہوتے تھے اور اسے صرف آستانہ عالیہ کی خصوصیت قرار دیتے تھے۔

## ڈھیری شاہان کی بارات کا واقعہ

جناب شیخ الجامعہ نے اپنے مسودات میں تحریر فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ گولڑہ شریف سے ایک بارات موضع ڈھیری شاہان گئی۔ وہاں کے رواج کے مطابق نیزہ بازی کا مظاہرہ کیا گیا۔ لڑکی والوں نے شرط عائد کی کہ جب تک گولڑہ شریف کے سوار میخ اکھاڑ کر باہر نہیں پھینکیں گے اُس وقت تک نکاح نہیں ہوگا۔ تین روز تک نیزہ بازی ہوتی رہی مگر گولڑہ شریف و اُس کے مضافات کا کوئی سوار میخ اکھاڑ کر باہر نہ پھینک سکا۔ آخر حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کی خدمت میں حاضر ہو کر انہوں نے عرض کیا کہ اب آپ ہی اس مشکل کو حل فرمائیں۔ چنانچہ حضرت اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر وہاں تشریف لے گئے۔ پہلے جا کر میخ کا بغور معائنہ فرمایا اور پھر نیزہ ہاتھ میں لے کر گھوڑا دوڑایا اور میخ کو اکھاڑ کر باہر پھینک دیا۔ لوگ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ میخ کے ساتھ عام گھریلو آٹا پیسنے والی چکی کا ایک پتھر لاپٹ بھی نکل کر باہر آں گرا۔ جس کے سوراخ میں میخ کو پھنسا یا گیا تھا۔

## معنوی جمالیات کے علاوہ صوری محاسن پر نظر

حضرت کی نگاہِ لطف اور شفقت بھری مکی مسکراہٹ میں ایک عجیب کیفیت اور انداز تھا۔ جسے محسوس تو کیا جاسکتا تھا مگر بیان کرنا ممکن نہ تھا۔ آپ کی پہلی نظر میں شکار ہونے والے آج بھی سینکڑوں باقی ہیں۔ بحرحہ شریف کا نام ہی عشق آباد پڑ گیا تھا جو ابتداً دیوان صاحب پاک پتن نے تجویز فرمایا تھا۔

سلسلہ چشت اہل بہشت کے مجدد بزرگانِ کرام معنوی جمالیات کے ساتھ حسن ظاہری سے بھی مالا مال ہوتے تھے۔ اور اُن کے باہمی تعلق اور نسبت میں نظر پاکباز کا بھی ایک غالب عنصر شامل ہوتا تھا۔ خود حضرت کی ذات جسے ازل سے اس سلسلہ قدس کی سرمدی مہمت تدبیر ہوئی تھی اپنے شیخ پر عاشق ہو کر مرید ہوئے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ابتدا میں جب کسی کا بل شیخ طریقت

کی تلاش تھی تو دل چاہتا تھا کہ کوئی ایسا شخص ملے جو معنوی حُسن کمال کے ساتھ ظاہرہ خوبی اور جمال سے بھی مالا مال ہو۔ چنانچہ سیال شریف میں جب اپنے اُستاد مولوی سلطان محمود صاحب کے ہمراہ حاضری کا اتفاق ہوا تو حضرت خواجہ صاحبؒ پر نظر پڑتے ہی دل فریفتہ ہو گیا۔ درحقیقت یہ نسبت اُس صفتِ خداوندی کا کرشمہ ہے جس کے متعلق حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ ”اللَّهُ جَمِيلٌ وَ يُحِبُّ الْجَمَالَ“ حضرت صدیق اکبرؓ سے سوال ہوا تھا کہ آپ کو دنیا میں سب سے زیادہ کیا چیز پسند ہے۔ تو فرمایا اَلنَّظَرُ إِلَى وَجْهِ رَسُولِ اللَّهِ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)

یہ خط یہ رُخ یہ جبین لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ	نبی کا مصحف پُر نور ہے کلام اللہ
تو دوسرا بھی ہے وَالْفَجْرُ سے جمال اللہ	جو ایک عارضِ انور ہے واضعِ تنویر
ادھر کی طسّہ وَاللَّيْلُ ہے کلام اللہ	ادھر کی زلفِ مغنبر ہے سورتِ حَم
جبین پاک ہے وَالشَّمْسُ خوش جمال اللہ	حضور! عارضِ انور کا خال ہے وَالنَّجْم
یہ دل کلیم تو دل کی زباں کلام اللہ	یہ بسم نور ہے واللہ اور مُطلق نور
الف کو جیسے چھپائے ہوئے ہے بسم اللہ	اسی طرح سے چھپائے ہوئے ہے دل حق کو

ادب سے درد کی جانب سے اے صبا کہہ دے

ببارگاہِ رسولِ کریم صَلَّی اللہ

درد کا کوروی



## باب ششم

وصال اولاد و احفاد اور متوسلین

## پہلی فصل

# بیماری اور ضعف

## خواب و خور سے بے نیازی

یہ حقیقت ہے کہ کم خوردن، کم نشتن و کم گفتن ابتداء ہی سے حضرت کے معمولات سے رہے۔ دائمی ذکر اور پاسِ انفس کے شغل نے آپ کو خواب و خور سے بے نیاز کر دیا تھا۔ خود فرمایا کرتے تھے کہ طالبِ علمی کے زمانہ میں بھی کئی دنوں تک کچھ نہ کھاتا تھا۔ لیکن بھوک کی چنداں تکلیف محسوس نہیں ہوتی تھی۔ غالباً اسی وجہ سے آخر عمر میں معدہ نے کام کرنا چھوڑ دیا اور بجلی شروع ہو گئی تھی۔ یہ بے چین کر دینے والا مرض کبھی کبھی دورہ کرتا اور بعض اوقات ہفتوں چھپا نہ چھوڑتا۔

## ارادت مندوں کے دکھ درد کا احساس

بایں ہمہ اکثر بہتر سال کی عمر تک حضرت کی صحت خاصی اچھی رہی۔ مگر ۱۹۲۸-۲۹ء سے ضعف کے آثار بڑھنے لگے۔ اس کا باعث محض بیماری ہی نہ تھی۔ کثرتِ مشاغل اور لوگوں کے دکھ درد کے روز افزوں احساس کو بھی اس میں کافی دخل تھا۔ گولڑہ جکشن پر کوئی گاڑی ایسی نہیں آتی تھی جس میں دس پندرہ زائرین دور دراز سے نہ پہنچتے ہوں۔ اور نواحی علاقہ جات سے تو تنگوں، سائیکلوں اور موٹر کاروں سے آنے والے ارادت مندوں کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ ہر شخص کچھ اُمید لے کر حاضر ہوتا اور پوری توجہ حاصل کر کے واپس جاتا۔ کوئی غم دنیا پیش کر رہا ہے تو کوئی فکر عقبے۔ اس سے کہیں زیادہ تعداد میں دکھ بھرے خطوط روزانہ موصول ہوتے جو مین و عین پیش کر دیے جاتے۔ وحدت الوجود کے مسلک کے باعث مخلوق کے مصائب ذاتی مصائب بن کر رہ گئے تھے۔ کسی کی بے وقت موت یا غم و اندوہ کی کہانی پیش کی جاتی تو طبع مبارک بے چین ہو جاتی اور بار بار سر د آہیں بھرتے رہتے۔

## مظہرِ رحمتِ عالم

حضرت اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ابتداء میں حضورِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحت بہت اچھی تھی۔ آخر میں اُمت کے غم نے اس قدر نڈھال کر دیا تھا کہ بیٹھ کر نوافل پڑھنے لگے تھے کبھی ایسا بھی ہوتا کہ رات کی نماز میں یہ آیت پڑھتے اور روتے رہتے۔

ان تَعَذَّبْنَهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ  
فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔ (سورہ مائدہ - ۱۱۸)

ترجمہ: اگر تو ان کو عذاب کرے تو یہ تیرے ہی بندے ہیں اور اگر تو ان کو معاف کر دے تو بے شک تیری ذات عزیز و حکیم ہے۔



وَلِلّٰهِ دَرُ الْعَاثِلِ جو اس غمخواری کو مد نظر رکھ کر کہتا ہے ۔

تُو غنّی از ہر دو عالم من فقیر  
روزِ محشر عذر ہائے من پذیر  
در حسابم را تو بسنی ناگزیر  
از نگاہِ مُصطفیٰ پنهان بگیر  
آخری عمر میں حضرت کی کیفیت قلبی حضورِ رحمتِ عالم کی محبتِ اُمت کا کامل مظہر تھی۔

## افزونہ مشاہدہ

حضرت کا سن شریف بچوں بچوں بڑھ رہا تھا مشاہدہ تیز تر ہوتا جا رہا تھا ۱۹۲۵ء میں یہ حالت ہو گئی تھی کہ خلوت ہو یا جلو، ایک وجدانی کیفیت طاری رہتی۔ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد ایک آہ بھر کر سر اٹھا لیتے اور باطنی کیفیات کے درود کے باعث چہرہ مبارک کا رنگ کبھی زرد، کبھی سبز اور کبھی سُرخ مائل ہو جاتا اور پھر وہی کیفیت طاری ہو جاتی۔ اپنے نظامِ اوقات کے تحت مجلسِ خانہ میں بدستور گھنٹہ دو گھنٹہ کے لیے تشریف لاتے مگر محفل پر خاموشی طاری رہتی۔ حاضرین میں سے بعض پر یہ کیفیت دیکھ کر گریہ طاری ہو جاتا اور بعض حسرت بھری نگاہ سے دیکھتے اور سوچتے رہ جاتے کہ خدا جانے کیا ہونے والا ہے۔ اُن دنوں اکثر یہ شعر فرماتے تھے ۔

نعمتِ مِ گفتگو ہے نہ محلِ جستجو ہے

دل بے نوا نے میرے جہاں چھاؤنی ہے چھائی

نوار دُزائیں کے لیے حضرت چپ چاپ اپنا دست مبارک مصافحہ کے لیے بڑھا دیتے۔ البتہ سلام کا جواب دیتے۔ اور کبھی کبھی اپنا یہ پیارا دستوری فقرہ فرما دیتے کہ خیریں آئے دے۔ (آپ خیریت سے آئے ہیں؟)

## بشارات

اس زمانہ میں بعض صاحبِ عرفان مخلصین اور محبین کو خوابوں میں آپ کی اس کیفیت کے بارے میں تسلی دلائی گئی چنانچہ عُتان میں ایک سید صاحب نے استخارہ کے بعد کہا کہ اُنہیں حضورِ غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ جنہوں نے حضرت کے متعلق فرمایا کہ وہ ایک ایسا مقام طے کر رہے ہیں جہاں مشائخ کی امداد نہیں پہنچتی۔ مگر اس مرحلہ پر بھی ایک ایسا شخص ہے جو برابر اُن کی مدد اور رہنمائی کر رہا ہے (اس سے مراد اُن کی اپنی ذاتِ مقدس تھی جن کا فرمان قَدْ جِئْتُ هَذِهِ عَلَى رَقَبَةٍ كُلِّ وَلِيٍّ اللّٰهِ ہے۔ رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہما وعلیہم اجمعین)

## ایک شکوہ امیر گزارش

اس زمانہ میں ملک سلطان محمود خان صاحب ثوانہ منصرم مراسلات کے چھوٹے بھائی میجر ملک غلام حسین خان

لے الہ العالین! تو دونوں عالم سے بے نیاز ہے اور میں محتاج ہوں۔ اول توقیاست میں میرا عذر گناہ قبول نہ کر بخش دے لیکن اگر ضرور حساب ہی لینا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ سے پوشیدہ لینا۔  
(فیض)

حاضر خدمت ہوئے۔ دربار میں مختلف النوع خوابوں اور مکاشفات کے باعث یہ چرچا عام تھا کہ آپ کی یہ حالت کسی بیماری کے باعث نہیں بلکہ آپ کے اپنے مسلسل مجاہدہ کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ ملک صاحب مجرہ شریف میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: سرکارِ نبوت تو آپ کو طے سے رہی۔ اُسے تو اللہ تعالیٰ نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم فرما دیا تھا۔ اب اس سے نیچے اور کون سا ایسا بلند مقام رہ گیا ہے جس کے لیے آپ نے اپنی جان کو اس قدر تکلیف میں ڈال رکھا ہے اور اپنے غلاموں کو دن رات دُلا رہے ہیں؟ اگر اپنے آپ پر رحم نہیں آتا تو مخلوق خدا پر ہی رحم فرمائیے۔ اس پر آپ نے مسکرا کر ملک سلطان محمود سے فرمایا: ”دیکھو یہ تمہارا بھائی کیسی باتیں کرتا ہے۔“ اور پھر اپنے شغل میں مصروف ہو گئے۔

## طبی مشوروں پر ہوا خوری کا التزام

اُس زمانہ میں ضعیف جسمانی کے باعث سواری ترک ہو چکی تھی مگر ڈاکٹروں کی تاکید تھی کہ تفریح اور ہوا خوری کا التزام ضروری ہے۔ چنانچہ کچھ عرصہ کے لیے نماز عصر کے بعد تھوڑی دُور چل قدمی فرمانے لگے۔ مگر جب اس میں بھی دُشواری ہوئی تو حضرت ثانی سید غلام محی الدین المعروف جناب بابو جی صاحب مدظلہ العالی نے طبی مشورہ کے تحت موٹر کار خرید لی جس میں ہوا خوری کے لیے روزانہ دس بارہ میل باہر تشریف لے جایا کرتے۔

## کار کا حادثہ

ایک مرتبہ سواری کے دوران کار کو حادثہ پیش آیا۔ شاہراہِ اعظم پر نگ جانی کی طرف سے واپس آتے ہوئے حضرت نے فرمایا کہ نماز مغرب کا وقت قریب ہے۔ کار کو روک کر کہیں نماز ادا کر لیں۔ ایک ہمراہی نے عرض کیا کہ ابھی سُوُج غروب نہیں ہوا۔ نماز کے وقت تک گولڑہ شریف کے موڑ پر واقع خانقاہ تک پہنچ جائیں گے۔ چنانچہ سفر جاری رکھا گیا۔ تھوڑی دُور آگے چل کر جھنگی سیدیاں کے قریب اچانک کار شُرک سے اتر کر اُلٹ گئی۔ حضرت صاحب اور بابو جی تو باہر گرے مگر دیگر ہمراہی یعنی مولوی محبوب عالم صاحب اور لال خان ڈرائیور کار کے نیچے آ گئے۔ اُس وقت بابو جی صاحب نے اکیلے ہی اُن کو باہر نکالا۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ تکلیف نماز مغرب میں تاخیر کا خوف نہ کرنے پر غیرت الہی کے باعث پیش آئی ہے اور انشاء اللہ سُود مند ثابت ہوگی۔

## لنگر غوثیہ کا بذل و سخا

مہمانوں کی جو کثرت دربار گولڑہ شریف میں دیکھنے میں آتی ہے کہیں اور کم ہی نظر آتی ہوگی۔ حضرت کے زمانے میں دو بڑے عرس منائے جاتے تھے۔ ایک حضور غوث الاعظم رحمہ اللہ جیلانی کا اور دوسرا حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری کا۔ ان عرس پر اُس زمانہ میں بھی ہزاروں کا اجتماع ہو جاتا تھا۔ اس کے علاوہ عظام اور اُن کے متعلقین اور مدرسین اور طلباء جن کی تعداد اڑھائی تین سو سے کم نہ ہوگی۔ دربار شریف سے متعلق طور پر بہرہ اندوز ہوتے تھے۔ لنگر کی آمدنی زیادہ تر نذر و نیاز پر منحصر تھی۔ تاہم بذل و سخا دریا کے پانی کی طرح جاری ہی رہتی تھی۔ اس لیے آپ کبھی صاحبِ زکوٰۃ نہ بنے۔ ”لیفٹوالتِ طیبات“ میں مذکور ہے کہ حضرت بعض اوقات اس چیز پر اظہارِ شکر فرماتے تھے۔ ایک بار فرمایا کہ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لنگر



کی بھی یہی کیفیت تھی کہ کبھی قرضدار ہو گیا اور کبھی مالدار، مگر مستوجب زکوٰۃ نہ ہوا۔ یہ اوّل اور تیسیموں کے وظیفے مقرر نہ رہے تھے۔ پشاور کے بعض متمول مریدین جو کابل، بخارا اور وسط ایشیا کے ممالک میں تجارت کرتے تھے۔ جب انقلاب روس کے باعث مفلس ہو کر رہ گئے تو سالہا سال تک لنگرِ خوشیہ سے اُن کی پرورش ہوتی رہی۔ ایسے متعدد اور خاندانوں کے وظائف بھی مقرر تھے۔

## تصفیہ مابین سُنی و شیعہ کی تالیف

اس زمانہ میں شیعہ سُنی مباحثات کا ایک نیا دور چلا تھا۔ فریقین کے بعض متشدد مصنفین نے ایسی کتابیں شائع کیں، جن میں تعصب زیادہ اور انصاف کی رعایت کم تھی حضرت کی خدمت میں معاملہ پیش ہوا تو تصفیہ مابین سُنی و شیعہ کے عنوان سے ایک رسالہ لکھنے کا ارادہ فرمایا اور کچھ روز تک اپنے منصرم مراسلات خان بہادر مولوی شیر محمد صاحب لاہوری ریٹائرڈ پولیٹیکل ایجنٹ گلگت کو چند ابواب لکھواتے بھی رہے۔ مگر بیماری اور روز افزوں کیفیتِ استغراق کے باعث قیمتی افادات کما حقہ پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکے۔ خان بہادر مولوی صاحب کی وفات پر اُن کے کاغذات میں سے اس تالیف کے جو مضامین دستیاب ہوئے اُن میں سے چند اقتباسات انشاء اللہ باب الثنائین میں ہدیہ ناظرین کیے جائیں گے۔

## علامہ اقبال کا عریضہ

زمانہ استغراق کے اوائل میں جناب ڈاکٹر سر محمد اقبال مرحوم کا ایک عریضہ موصول ہوا جس میں زمان و مکان پر حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "فتوحات مکیہ" کے ایک باب کی وضاحت کے لیے استدعا کی گئی تھی۔ یہ خط ملک سلطان محمود صاحب ٹوانہ نے جو خان بہادر مولوی صاحب کی وفات پر مراسلات کی خدمت پر مامور ہوئے تھے، ایک خاص وقت میں حضرت کو متوجہ کر کے پیش کیا۔ آپ نے غور فرما کر سنا اور ارشاد فرمایا کہ کسی وقت جب میری طبیعت میں افادہ ہو، پیش کرنا تاکہ جواب لکھوا دیا جائے۔ جب کئی روز بعد ملک صاحب نے پھر یہ خط پیش کیا تو بوجہ علالت و تکلیف فرمایا کہ لکھ دو میں بیمار ہوں اس لیے جواب سے معذور ہوں۔ چنانچہ ملک سلطان محمود صاحب نے جواب میں لکھا کہ اقبال صاحب آپ اپنے ہی مشہور قول کے مصداق اس مکتب میں دیر سے پہنچے ہیں: "علامہ اقبال کو کیمبرج یونیورسٹی میں زمان و مکان (TIME AND SPACE) کے متعلق حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کے نظریہ پر یکچہر دینا تھا لیکن اُنہیں بھی موت نے مُہلت نہ دی۔ اُن کے عریضہ کی نقل اقبالنا" جلد اول میں شائع ہو چکی ہے۔ تاہم یہاں بھی درج کی جاتی ہے۔

لاہور، ۱۸۔ اگست ۱۹۳۳ء

مخدوم و مکرم حضرت قبلہ۔ السلام علیکم

اگرچہ زیارت اور استفادہ کا شوق ایک مدت سے ہے، تاہم اس سے پہلے شرفِ نیاز حاصل نہیں ہوا۔ اب اس محرومی کی تلافی اس عریضہ سے کرتا ہوں۔ گو مجھے اندیشہ ہے کہ اس خط کا جواب لکھنے یا لکھوانے میں جناب کو زحمت ہوگی۔ بہر حال جناب کی وسعتِ اخلاق پر پھر وسہ کرتے ہوئے یہ چند سطور لکھنے کی جرأت کرتا ہوں کہ اس وقت ہندوستان بھر میں کوئی اور دروازہ نہیں جو پیش نظر مقصد کے لیے کھٹکھٹایا جائے۔

میں نے گزشتہ سال انگلستان میں حضرت مجدد الف ثانیؒ پر ایک تقریر کی تھی جو وہاں کے دانشناس لوگوں میں بہت مقبول ہوئی۔ اب پھر اُدھر جانے کا قصد ہے اور اس سفر میں حضرت محی الدین ابن عربیؒ پر کچھ کہنے کا ارادہ ہے۔ نظرباں حال چند امور دریافت طلب ہیں۔ جناب کے اخلاق کریمانہ سے بعید نہ ہوگا۔ اگر سوالات کا جواب ثانی مرحمت فرمایا جائے۔

۱۔ اول یہ ہے کہ حضرت شیخ اکبرؒ نے تعلیم حقیقتِ زمان کے متعلق کیا کہا ہے اور ائمہ متکلمین سے کہاں تک مختلف ہے۔

۲۔ یہ تعلیم شیخ اکبرؒ کی کون کون سی کتب میں پائی جاتی ہے اور کہاں کہاں۔ اس سوال کا مقصود یہ ہے کہ سوال اول کے جواب کی روشنی میں خود بھی ان مقامات کا مطالعہ کر سکوں۔

۳۔ حضرات صوفیہ میں اگر کسی بزرگ نے بھی حقیقتِ زمان پر بحث کی ہو تو اُن بزرگ کے ارشادات کے نشان بھی مطلوب ہیں مولوی سید النور شاہ صاحب مرحوم و مغفور نے مجھے عربی کا ایک رسالہ مرحمت فرمایا تھا اُس کا نام تھا درایت الزمان۔ جناب کو ضرور اس کا علم ہوگا۔ میں نے یہ رسالہ دیکھا ہے۔ مگر چونکہ یہ رسالہ بہت مختصر ہے اس لیے مزید روشنی کی ضرورت ہے۔

میں نے سنا ہے کہ جناب نے درس و تدریس کا سلسلہ ترک فرمادیا ہے اس لیے مجھے یہ عرضہ لکھنے میں تاثر تھا۔ لیکن مقصود چونکہ خدمتِ اسلام ہے، مجھے یقین ہے کہ اس قصدیہ کے لیے جناب معاف فرمائیں گے۔ باقی التماس و دعا۔

مخلص محمد اقبال



## دوسری فصل

## عالمِ استغراق

## دریائے ناپید کنارِ توحید

محویت و استغراق کی حقیقت تو کچھ دہی حضرات جان سکتے ہیں جو اس وادی سے گزرے ہوں البتہ بزرگانِ دین کے احوال و سیر سے اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ تجلیاتِ الہی کے ورود سے توحید کے دریائے ناپید کنار میں عشاقِ الہی پر کچھ ایسی محویت کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے کہ تمام مایوس سے توجہ اور شور اٹھ جاتا ہے۔

عشق آں شعلہ است کو چوں بر فروخت  
ہر چہ جز معشوق باقی مجسم سوخت (رومی)

## استغراق میں عذرِ نماز کا استفسار

ویسے تو ہر دور کے مسانِ بادۂ توحید کے حالات میں ایسے واقعات بکثرت ملتے ہیں لیکن قرونِ وسطیٰ کے بزرگانِ دین میں حضرت قدوۃ العرفا مولانا رومی قدس سرہ اور متاخرین میں سے حضرت قطب العالم شیخ عبد القدوس گنگوہی قدس سرہ پر وصال سے کچھ مدت پہلے کو اعلیٰ استغراق وارد ہوئے۔ کچھ اسی قسم کے حالات حضرت قبلہ عالم گولڑوی قدس سرہ کی ذاتِ گرامی میں بھی زمانہ وصال سے قبل نظر آتے ہیں۔ اور ایسا کیوں نہ ہو۔ حضرت عارفِ رومی قدس سرہ کے فلسفہ تصوف کو اس آخری دور میں جس حد تک آنجناب نے سمجھا اور سمجھایا شارحِ کرام میں اس کی نظیر کم ملتی ہے۔ اور حضرت قطب العالم گنگوہی کی ذات سے تو آنجناب کو ایک خصوصی نسبت ہے۔ آنجناب کے جدِ امجد حضرت میراں شاہ قادر قمیص قدس سرہ کی حضرت قطب العالم گنگوہی سے نسبت اور استفادہ کے واقعات تفصیلاً اسی کتاب کے پہلے باب میں ناظرینِ کرام ملاحظہ کر چکے ہیں۔

بہر حال اس عجیب و غریب کیفیت کا ورود حضرت قبلہ عالم قدس سرہ پر ۱۹۳۲ء میں ہوا۔ اور ۱۹۳۵ء تک انتہا کو پہنچ گیا۔ پہلے نماز کے لیے مسجد کا حانا متعذر ہوا۔ پھر بستر پر نماز پڑھنے لگے۔ پھر اشاروں سے نماز ادا ہونے لگی اور آخر اشاروں سے بھی معذوری ہو گئی اور کائناتِ استغراق کی کیفیت رہنے لگی۔ ایک روز مسمو میں اگر علماء آستانہ کو بلوایا اور نہ مایا۔ مجھ سے اب نماز پوری طرح ادا نہیں ہو سکتی درمیان میں ہی رہ جاتی ہے۔ آپ صاحبان میرے معاملہ میں غور کر کے فتویٰ دیں کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ علماء حضرات آبدیدہ ہو کر چلے گئے۔ ایک روز پھر بلوایا اور فرمایا مجھے آپ کے شرعی فتویٰ کی حاجت ہے۔ اگر نماز اشارہ سے بھی پڑھنا شروع کروں تو جو اس و شور جواب دے جاتے ہیں۔

استادِ اعلیٰ جناب مولانا محمد غازی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پہلے تو خاموش رہے جب آپ نے دوبارہ یہی سوال فرمایا تو انہوں

نے عرض کیا کہ حضرت آپ تو جانتے ہی ہیں کہ استغراق اور سُکریں نماز نہیں ہوتی کیونکہ انسان مجبور و معذور ہوتا ہے۔ پھر اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ اللّٰہ تعالیٰ کسی کو اُس کی وسعت سے زیادہ مکلف بھی نہیں ٹھہراتا۔ یسُن کر فرمایا جزاکم اللہ خیر الجزا۔ یہ چیز آپ کے کمال پابندیِ شرع کی دلیل ہے کہ استغراق کامل میں بھی علماء دین کا شرعی حکم حاصل کرنا ضروری سمجھا۔ اس میں اصحابِ سلیم الحواس مدعیانِ جذب کے لیے بڑا سبق ہے۔

## وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ أَوْ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ كَابَاطْنِ مَدْلُول

جناب مولانا محمد غازی صاحبِ عالم بھی تھے اور عارف بھی۔ لَا تَقْرُبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ کے ظاہری معانی کے علاوہ علمِ اعتبار کے ماتحت اس فرمانِ نبی کے باطنی مدلول پر بھی وسیع نظر رکھتے تھے۔ بھلا پچاس برس اس پایہ کے ایک مقبولِ خدا کی جلو میں رہ کر عالمِ شاہد کے سُکر کی کیفیت اور ع

بخلوت کے منہم یادِ دوست بے ادبی ست

کے تعاضل سے کیسے بے خبر رہ سکتے تھے؟ اگرچہ اربابِ تحقیق کے نزدیک شرابِ عشق و توحید کے مستوں کا مستِ ام اور حکمِ اُمّ النجاشت کے نشہ اور مدہوشی کے احکام سے کہیں مختلف اور بلند و بالا ہے مگر قویٰ حسیہ کا تعطل دونوں میں قدرِ مشترک ہے اور اسی وجہ سے شرعاً جس طرح مجنون غیر مکلف ہے ویسے ہی مجذوب صاحبِ سُکر بھی پابندیِ احکام سے آزاد ہے۔ صاحبِ جذب و استغراق یوں بھی هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ کے باطنی مفہوم کی بنا پر ہمہ وقت نمازی میں ہوتا ہے۔

ہفت عشق از ہمہ ملت جداست  
حاشاں را مذہب و ملت جداست

## عرض و معروض کی کیفیات

ابتداء میں جب حالتِ صبح کے وقفے طویل ہوتے تھے۔ حاضر ہونے والوں کی معروضات سن کر ہاتھ اٹھا کر دعا فرما دیا کرتے تھے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ مصاحب خاص جناب مولوی محبوب عالم صاحبِ عرض کرتے حضورِ فلاں صاحب حاضر ہیں۔ ان کے مقصد کے لیے دعا فرمائیے۔ اور یہ کہہ کر خود دعا مانگ کر بلند آواز سے آمین کہتے اور حضرت بھی آمین فرما دیتے بسا اوقات یوں بھی ہوتا کہ صاحبِ حاجت کچھ عرض کرتا آپ اُسی مجلے کو دہرا دیتے اور اُس کی حاجت پوری ہو جاتی۔ چنانچہ ایک شخص کو ناف کی تکلیف تھی جسے اس علاقے میں گھن کہتے ہیں۔ اُس نے حاضر ہو کر عرض کیا: گھن دالکھ دیو یک تعویذ یعنی گھن کا ایک تعویذ لکھ دیجئے۔ آپ نے تین دفعہ یہی الفاظ دہرا کر دم فرما دیا اور وہ شخص فوراً ٹھیک ہو گیا۔ اسی طرح سید امام شاہ صاحب (مہر آباد تحصیل لودھراں) ذاتوں کے درویش مُستلا تھے۔ حاضر ہو کر عرض کیا: ڈاڈھی پٹیر ہے یعنی سخت درد ہے۔ حضرت نے ڈاڈھی پٹیر ہے کے الفاظ تین دفعہ فرما کر دم کر دیا تو درد جاتا رہا۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود گرچہ از خلق موم عبد اللہ بود

(اُس کا کہا ہوا اللہ کے کہے ہوئے کا حکم رکھتا ہے۔ اگرچہ اللہ کے بندے کے خلق سے ادا ہوتا ہے)



## مجاذیب اور اہل سُکر کی کثرتِ حاضری

زمانہ استغراق میں اربابِ سلوک اور صاحبِ منزل حضرات طبعی مقامات کے لیے دُور دُور سے کھینچے چلے آتے تھے۔ ان میں مجاذیب اور اہل سُکر کی کثرت ہوتی تھی۔ بیشتر حضرات حجرہ شریف میں جو عشق آباد کے نام سے مشہور ہو گیا تھا داخل ہو کر پٹنگ کی پائنتی کو بوسہ دیتے۔ کچھ دیر چپ چاپ آپ کو دیکھتے رہتے۔ اور پھر خود ہی دُعائے مانگ کر رخصت ہو جاتے۔ بستر مبارک پر باریک جالی کی چھڑانی لگی ہوتی تھی۔ اور جبین مبارک سے عرفانِ الہی کی تجلیات کا عکس اس میں سے چمن چمن کر آ رہا ہوتا تھا۔ نہ سوال ہوتا تھا نہ جواب۔

اے لقاے تو جوابِ ہمد سوال مشکل از تو حل شود بے قیل و قال  
(اے محبوب! تیرا دیدار ہی ہر سوال کا جواب ہے، تجھے دیکھ لینے سے ہی کچھ کہے سنے بغیر مشکل حل ہو جاتی ہے)

## گمشدگیِ سایہ کی اطلاع

حضرت مولانا غلام محمد صاحب شیخ الجامعہ بہاول پور رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی یادداشت میں لکھا ہے کہ حضرت کے ابتدائے استغراق کے زمانہ میں ایک روز میں ایک غیر معروف راستہ سے جامعہ کی طرف جا رہا تھا۔ ایک سنسان گلی میں ایک مجذوب لٹا ہوا تھا۔ اُس نے اچانک سر اٹھا کر مجھے مخاطب کر کے کہا: "مولوی جی، تمہارے پیر کا کیا حال ہے؟" میں نے جواب دیا حضرت کی طبع مبارک آج کل کچھ ناساز ہے۔ کہنے لگا: "تمہارا پیر مگر کرتا ہے۔ دراصل اُس کا سایہ گم ہو گیا ہے۔ اور اس بات کو چھپانے کے لیے وہ چار پائی لے کر حجرہ میں پڑ گیا ہے۔ بیماری وغیرہ کچھ نہیں۔" مقامِ فنا فی الرسول پر فائز ہونے والے حضرات کے لیے ایسے آثار کا پایا جانا کچھ مستبعد نہیں۔

سیارِ دیدہ ام کہ یکے را دو کرد تیغ  
تلوارِ عشق ہیں کہ دو کس را یکے کند (حافظ)  
زین نے اکثر دیکھا ہے کہ تلوار ایک چیز کے دو ٹکڑے کر دیتی ہے۔ لیکن تلوارِ عشق کا  
تماشہ دیکھو کہ دو کو ملا کر ایک کر دیتی ہے۔

تفریحِ الخاطر کے مقدمہ میں حضرت بلالؓ اور  
حضرت اویسؓ قرنی کے بے سایہ ہو جانے کے متعلق بھی ثبوت ملتا ہے۔

## تیسری فصل

# کوائف وصال

[اس فصل میں حضرت کے استغراق، علالت اور وصال سے متعلق جو حالات بیان کیے گئے ہیں، انہیں بیشتر مولوی عبدالرحمن صاحب، بنگو ضلع کیمبل پور کے تحریر کردہ ان حالات سے حاصل کیا گیا ہے جو رسالہ منادی دہلی میں وصال کے کچھ عرصہ بعد شائع ہوئے تھے۔]

مقبولانِ خدا کے وصال کی باطنی کیفیات تو صاحبِ حال لوگ ہی جان سکتے اور بیان کر سکتے ہیں۔ یہاں صرف وہ واقعات درج کیے جاتے ہیں جو اس عالم اسباب میں آپ کے وصال سے کچھ عرصہ قبل ظہور میں آئے۔

ابتداءً تعمیرِ حال میں حضرت نے اپنے نفسِ زکیہ کو ریاضاتِ شاقہ اور مجاہداتِ شدیدہ میں ڈال کر خود کو ترکِ غذا کا عادی بنالیا تھا۔ رفتہ رفتہ بعدہ خدا سے غیر مانوس ہو کر لطیف اور نازک ہو گیا۔ چنانچہ آخری عمر میں تقاضائے بشری کے تحت اور طبی نقطہ نگاہ سے جب جسمانی طاقت کے تحفظ کے لیے ادویات کی ضرورت محسوس ہوئی تو ان کے قلیل استعمال سے ہی مستقل طور پر دورہ پچکی (فواق القلب) لاحق ہو گیا۔ اس کے بعد ایک ایسا مرض عارض ہوا جس کی تشخیص سے حکمتِ یونانی اور ڈاکٹری فن کے ماہرین عاجز ہو گئے۔ اس نامعلوم کیفیتِ مرض کی وجہ سے جسمِ مبارک کمزور ہوتا چلا گیا۔ یوں تو تقریباً دس برس تک مختلف تکالیف رہیں لیکن چار پانچ سال تک تو حضرت مسلسل صاحبِ فراش رہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ قدرتِ حضرت کے مجتہد اور معتقدین کو آنے والی بلا سے بھرپور مذاق کا ٹھکانہ بنا رہی ہے پچکی کے شدید دورہ اور دیگر تکالیف کی شدت کے باوجود حاضرِ آستانہ ہونے والے تمام زائرین کو حسبِ معمول، سابقہ اوقاتِ مقررہ پر باریابی کا شرف بخش کر فرداً فرداً تسلی بخش جوابات اور اطمینان دہ دعاؤں سے فیض یاب فرماتے رہے اور کسی کو توجہ سے کبھی محروم نہ رکھا۔ دریائے فیضانِ شدید سے شدید تکلیف میں بھی جاری رہا۔

خلقِ خدا کی ہر حال میں حضرت کے مدِ نظر رہی۔ اگرچہ حضرت بابو جی صاحب مدظلہ العالی کو عرصہ سے ارشاد و ہدایت کے لیے مجاز و مأمور فرما چکے تھے اور حضرت بابو جی بھی وقتاً فوقتاً حسبِ ضرورت و مجبوری تنائے اہل طلبِ خلقِ خدا کو مستفیض فرماتے رہتے تھے۔ تاہم شفقتِ کاملہ اور ہمتِ عالیہ کی بنا پر سلسلہٴ ارشاد کو آخر وقت تک (سوائے علالت کے ایک دو مواقع کے) خود بذاتِ اقدس انجام فرماتے رہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ حضرت بابو جی احتراماً، اور شیخِ کامل کے مقامِ طریقت کی نگہداشت کے باعث بیعت کرنے سے حتی الوسع احتراز فرماتے تھے۔

## عالمِ استغراق میں ایک دعا کی تلقین

تقریباً دو اڑھائی سال تک استغراق اور محویت کی حالت طاری رہی۔ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ جناب مولوی محبوب عالم



صاحب زائرین کے معروضات کو متعدد مرتبہ پیش کرتے تب آپ کسی وظیفہ کے ارشاد یا دعا سے مستفید فرماتے۔ راقم الحروف نے حضور کی زبان فیض ترجمان سے یہ دعا سنی ہے :-

اللَّهُمَّ افْتَحْ لَنَا بِالْخَيْرِ وَاجْعَلْ عَوَاقِبَ  
أُمُورِنَا بِالْخَيْرِ حُزْمَتِ سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ  
الہی ہمارا آغاز خیر رکھیے اور خاتمہ خیر رکھیے اور ہماری عاقبت  
امور کو بہتر بنائیے بقصدق حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم۔  
عالم استغراق میں کبھی کبھی تکلم کی طرف بھی رجوع فرماتے لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد پھر وہی کیفیت طاری ہو جاتی۔  
البتہ صبح کی طرف رجوع فرمانے اور پھر اعادہ استغراق کے وقت نسبتاً زیادہ شدت کی تکلیف محسوس فرماتے جس کی  
اصلیت صرف سیاحان منازل طریقت و ساکنان حریم حقیقت ہی جانتے ہوں گے۔ ہم محبوبان اسافل تنزلات کو کیا معلوم  
ہاں اتنا مہم و محموم سا خیال آتا ہے کہ ازل و احوال مقدسہ کو منقبات بشریت سے تعلقات منقطع کر کے پروانہ حقیقت میں نزع کی سی  
کیفیت محسوس ہوتی ہوگی۔ واللہ اعلم

### سُورَةُ يُوسُفَ کی تلاوت میں چار رقت انگیز مقامات

ایک دفعہ صبح کی کیفیت میں حضرت نے مولینا مولوی قاری غلام محمد صاحب مرحوم کو یاد فرما کر سُورَةُ يُوسُفَ سنانے کے لیے ارشاد فرمایا۔ دوران تلاوت چار مقامات پر حضرت ابدیدہ ہو گئے۔ ان میں سے پہلا مقام وَمَا أَبْرَأُ نَفْسِي اور دوسرا مِمَّا لَا تَذَرِيْبَ عَلَيْكَ الْيَوْمَ تھا۔ باقی دو مقامات راقم الحروف کو یاد نہیں رہے۔ ایک دفعہ حضرت نے صبح کی طرف رجوع فرمایا تو حضرت بابو جی مدظلہ العالی نے مجھ شریف (عشق آباد) کے دروازے کھلوائیے تاکہ تمام حاضرین مشاہدہ فیضان سے مستفیض ہو سکیں۔ راقم الحروف کو یاد نہیں کہ اس موقع پر سُورَةُ يُوسُفَ استماع فرمائی تھی یا سُورَةُ مَرْيَمَ۔ بعد استماع دعا کے لیے دست مبارک بارگاہ رب العالی میں اٹھائے تو حضرت بابو جی مدظلہ العالی نے حاضرین - غائبین - متوسلین - غیر متوسلین غرض سب اُمت مرحومہ کے لیے دعا کی استعا فرمائی۔

### آئندہ عرس پر صبح کی طرف رجوع کا وعدہ

ایک دفعہ جب صبح ہوا تو گیارہویں شریف کا عرس خوشیہ قریب تھا۔ حضرت بابو جی نے عرض کیا کہ عرس شریف قریب ہے اور خلق خدا دور دور سے عرس میں شرکت اور حضور کی زیارت کے لیے حاضر ہوگی۔ براہ کرم وعدہ فرمادیں کہ ان ایام میں صبح کی طرف رجوع فرمائے رکھیں گے۔ حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو وعدہ وفا ہوگا۔ چنانچہ گیارہ ربیع الثانی کے روز صبح سویرے آپ نے حسب وعدہ رجوع فرمایا۔

### ”ہمارے جیویں پھلاں تھیں حق تیویں سنسار کنوں“

اُس روز صاحب زادہ سعد اللہ صاحب سیالوی حاضر ہوئے تو حضرت (احسن تقویم کے مطابق زینت ظاہری میں) چنبیلی کے پھولوں کا ہار پہنے تشریف فرما تھے۔ آپ کی طبع لطیف کو پھولوں کے ساتھ خاص اُلفت تھی۔ اس موقع پر معتمد المراسلات ملک سلطان محمود صاحب کی زبانی سنا ہوا حضرت کا ایک مصرعہ یاد آگیا ہے۔

ع ”بہار ڈستے جیویں پھلاں تھیں حق تیویں سنسار کنوں“

یعنی جس طرح پھولوں سے بہار نظر آتی ہے اسی طرح جہان سے حق تعالیٰ کی ذات کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

”ہار نہیں جیت ہے“

صاحب زادہ سعد اللہ صاحب سیالوی کے بھائی صاحب زادہ عبداللہ صاحب نے ازراہ انبساط عرض کیا کہ آج تو آپ ہار پہنے بیٹھے ہیں متبسم ہو کر فرمایا کہ ”ہار نہیں جیت ہے“

”اچھایا را میں وعدہ کرناں“

قاضی نور عالم صاحب خوشنویس بیان کرتے ہیں کہ اُس روز حضرت نے عرس کے انتظام کی خوش اسلوبی پر خوشنودی کا اظہار فرمایا تو بابو جی مدظلہ العالی نے شکریہ ادا کر کے عرض کیا کہ وعدہ فرمائیے کہ ہمیشہ آپ کے زیر سایہ ایسا ہی بلکہ اس سے بھی بہتر انتظام رہے گا۔ فرمایا۔ جس طرح منظور خدا ہوگا۔ مگر حضرت بابو جی کے پختہ وعدہ کے اصرار پر فرمایا ”اچھایا را میں وعدہ کرناں“ (یعنی وعدہ کرتا ہوں) پھر ایک ارادت مند نے عرض کیا کہ ہم مُریدوں پر بھی ہمیشہ سایہ رہے۔ فرمایا۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔ پھر محفل ختم شریف کے وقت حضرت کے لیے مسند مقدس بالا خانے پر لگائی گئی۔ قوالوں نے آپ کی اپنی مشہور و مقبول نعت ”آج بسک ہتراں دی ودھیری اسے“ پڑھنی شروع کی جب اس مصرع پر پہنچے ع

ادھا مٹھیاں گالیں الا دھن جو حمر ادا دی سن کریاں

تو فطرت شوق سے آبدیدہ ہو گئے۔ عشا کے وقت راقم الحروف بھی حاضر خدمت ہوا۔ اُس وقت حضرت نے قصیدہ ابن الفارض کے یہ اشعار ذوقیہ زبان فیض بیان سے پڑھے۔

سَابِقُ الْأَطْعَانِ يَطْوِي الْبَيْدَ طَيَّ  
لَسْتُ الْبَشَرِ بِالشَّيْءِ نَايَا فَوَ لَهَا  
مُنْعِمًا عَزَّجَ عَلَى كُشْبَاتِ طَيَّ  
كُلُّ مَنْ فِي الْحَيِّ أَسْرَى فِي يَدَيْ

پھر ان اشعار کا اپنا فرمایا تو پنجابی ترجمہ ترجم سے پڑھتے رہے۔

سار باناں مسہ باناں راہیا  
آکھیں جا انہاں پیاریاں دل جاناں  
شالا جیویں خیمہ تھیوی ماہیا  
گوہڑے نیناں والیاں ستانیاں  
بن تساڈے ہک گھڑی سو سال دی  
لا پریاں دے کے لارے اوہ گئے  
اوہ گئے اوہ دل دے پیارے اوہ گئے  
داراں سر میں اُس انوکھڑے ڈھول توں  
بول سا نول یار روہی رولدے  
سارا عالم صدقے آکھاں بول توں  
بھلدے نہیں اوہ بول مٹھڑے ڈھول دے

اس کے بعد آپ اپنے شیخ حضور حضرت خواجہ سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر فرماتے رہے۔ پھر وادی حرم میں عشا کی سنتوں کے نہ پڑھنے پر حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے بالمشافہ مخاطب کے شرف سے سرفراز فرمانے کا ذکر فرمایا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔ آل رسول کو میری سنت ترک نہیں کرنا چاہیے۔



## صاحبزادی کون؟ صاحبزادہ کون؟ آپ کون؟

حضرت کے عالم استغراق کا ایک واقعہ حضرت بابو جی مدظلہ العالی یوں بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ جناب بڑی ہمشیرہ صاحبہ بغرض زیارت حاضر ہوئیں۔ فرمایا کون ہو؟ عرض کیا غلام محی الدین کی ہمشیرہ۔ فرمایا غلام محی الدین کون ہے؟ عرض کیا آپ کا فرزند۔ فرمایا آپ کون ہیں؟ عرض کیا مائی صاحبہ کی ہر عرض پر اسی قسم کا جواب فرمایا۔ اس قسم کا ایک اور واقعہ حضرت کے بھتیجے سید عبدالقادر صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ دانتوں کے درد میں مبتلا ہوا۔ کوئی علاج کارگر نہیں ہوتا تھا۔ ایک دن حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر دم فرمانے کے لیے عرض کیا۔ فرمایا کون ہے؟ عرض کیا۔ سید عبدالقادر۔ ارشاد ہوا کون عبدالقادر؟ عرض کیا گیا آپ کے برادر سید محمود شاہ صاحب کے فرزند۔ فرمایا۔ کون محمود شاہ؟ یہ سن کر میں واپس آ گیا۔ بعد میں ایک روز چنانک اس طرف توجہ فرمائی اور حافظ سراج دین صاحب کو بھیجا کہ جا کر سید عبدالقادر سے کہو کہ فلاں آیت سات دفعہ پڑھ کر دم کر لے۔ چنانچہ اطلاع ملنے پر صرف تین مرتبہ آیت پڑھنے کے بعد یہ پُرانی تکلیف بالکل رفع ہو گئی۔

## تجدید بیعت و ارشاد

ایک دفعہ صبح میں ہوئے تو لوگوں میں شور برپا ہوا کہ آپ بفضلہ بالکل خیریت سے ہیں اور باتیں فرما رہے ہیں خود بابو جی فرماتے ہیں کہ میں حاضر خدمت ہوا تو دیکھا کہ بالکل پہلے وقتوں کی طرح علمی مباحث جاری ہیں۔ مختلف کتب علوم کی عبارتیں نوک زبان سے پڑھ رہے ہیں۔ میں نے تجدید بیعت کی استدعا کی جسے قبول فرمایا اور کافی دیر تک مختلف زبانوں میں تلقین فرماتے رہے۔ (بابو جی نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے شرف بیعت متعدد دفعہ حاصل کیا ہے۔) فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں وہاں سے اٹھ کر چلا آیا لیکن لحظہ بہ لحظہ حالت معلوم کرنے کے لیے آدمی بھیجا رہا۔ کیونکہ اندیشہ تھا کہ کہیں یہ سب کچھ ہماری تسلی کے لیے ہی نہ ہو اور یہ الوداعی ملاقات ہی نہ ہو۔ کیونکہ اس کیفیت پر استغراق مشکل ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور تھوڑی دیر کے بعد خبر ملی کہ آپ پر پھر وہی کیفیت استغراق طاری ہو گئی ہے۔

## ایک مدنی شیخ کی پیشین گوئی

حضرت بابو جی حضرت کے وصال کے متعلق ایک اور واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ جب میں ۱۹۲۹ء میں پہلی مرتبہ حج پر گیا تو شیخ الجامعہ صاحب مرحوم بھی وہاں تھے ایک روز مسجد نبوی میں ایک دُبلا پتلا شخص عربی لباس پہنے آکر مجھ سے ملا اور میرا ہاتھ پکڑ کر آسمان کی طرف نظر اٹھائی۔ پھر لمبی سانس لے کر کہنے لگا کہ ۱۹۳۶ء میں ایک بہت بڑا انقلاب آئے گا۔ بابو جی فرماتے ہیں کہ اُس وقت میرے دل میں یہ خیال گزرا کہ غالباً یہ حضرت کے وصال کی طرف اشارہ ہے۔ چونکہ اُس شخص نے بہت کے لفظ کو نہایت لمبا کر کے کہا تھا۔ اس لیے میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ ظاہری اور باطنی انقلاب ہوگا۔ بندہ مؤلف نے عرض کیا کہ حضور فی الحقیقت ایسا ہی ہوا کیونکہ ۱۱ مئی ۱۹۳۶ء کو حضرت کا انتقال ہوا۔ اور ۱۲ مئی ۱۹۳۶ء کو، جب کہ آپ کا جسم اطہر سپرد مزار ہوا تھا، تو ایدورڈ ہشتم نے تخت و تاج چھوڑ دیا اور اُن کی جگہ جارج ششم نے لی۔ اس کے تھوڑا سا بعد دوسری جنگ عظیم اور آزادی ہند وغیرہ کے انقلابات بھی رونما ہوئے۔



## کیفیت وصال کا واقعہ

مارچ۔ اپریل ۱۹۳۷ء میں حضرت قبلہ عالم قدس برہ نے متعدد مرتبہ سورہ یسین، سورہ یوسف، سورہ تغابن، سورہ نمل، سورہ مزمل، درود مستغاث شریف، سلسلہ شریف مشائخ کرام، درود کبریت احمر اور دعائے کبیر ہولینا مولوی قاری غلام محمد صاحب مرحوم خطیب جامعہ سے استماع فرما کر حاضرین، غیر حاضرین، متوسلین، غیر متوسلین اور تمام اُمت مرحومہ کے لیے بارگاہ رب العزت میں دعا فرمائی۔ سن وصال کے ماہ محرم میں زائرین کی تعداد بتدریج بڑھتی گئی۔ حتیٰ کہ چھ سات سو یومیہ تک پہنچ گئی۔ ماہ صفر میں حضرت کو زکام اور معادی بخار کا عارضہ لاحق ہوا۔ جس سے بالآخر مایوس کن اثرات کا ظہور ہوا۔ آخری تین روزیہ کیفیت رہی کہ بار بار دستِ حق پرست دعا کے لیے اُٹھاتے۔ پھر اپنے چہرہ مبارک کے سامنے تک لے جاتے کبھی صفحہ پیشانی تک انگلیاں پہنچاتے۔ اس کے علاوہ مکمل سکوت کبھی کبھی نیاز مندوں کی بار بار کی التجا پر چشمِ حق میں دافرماتے۔

## آہ یومِ شنبہ ۲۹ صفر

یومِ شنبہ ۲۹ صفر ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۱ مئی ۱۹۳۷ء کی صبح کو نبض کی یہ حالت تھی کہ دابنے ہاتھ کی نبض رُک رُک کر چلتی تھی۔ اور بائیں طرف یعنی قلب مبارک کی طرف کی نبض حسب معمول جاری تھی۔ پھر پھر پیدے ۹۵ ہو کر پھر ۹۸ ہو گیا۔ گیارہ بجے حضرت کو مسند لگا کر تھوڑی دیر کے لیے بٹھایا گیا۔ پھر لٹا کر حسب دستور سُرمد لگایا گیا۔ بوقتِ عصر ساڑھے پانچ بجے دونوں ہاتھ اٹھا کر اشارہ فرمایا جس کی تعمیل میں آپ کو سہارا دے کر اُٹھایا گیا اور آپ تکیہ پر سہارا لیے بغیر سیدھے بیٹھ گئے۔ اس وقت حضرت نے اپنی گردن مبارک کو ذرا سا ایک طرف جھکا کر تبسم فرمایا جس کے تاثرات اور تنویات کی کچھ تفصیل حضرت کے ایک دیرینہ مرید حاجی محمد خدا بخش ٹوانہ کی زبانی ملاحظہ فرمائیے جو اُس وقت حاضر خدمت تھے۔ اُن کا بیان درج ذیل ہے:-

## مست، حیا، نیاز

میں پنگ مبارک کی پائنتی کی طرف حسرت و یاس میں رُخ انور پر نظر جمائے بیٹھا تھا اور درود شریف پڑھ رہا تھا کہ اتنے میں تبسم فرمایا اور میرے قلب و نظر کی گہرائیوں میں بجلی کو ند گئی۔ اس دِلنوازا اور ایمان افروز لبیسی تبسم میں مسرت، حیا اور نیاز کا ایک ایسا حسین امتزاج تھا کہ بے ساختہ زبان پر سبحان اللہ کا ورد جاری ہو گیا اور اُس وقت پردہ تصور پر تین مختلف مناظر کے نقوش ابھر آئے۔ (اولاً) قرآن مجید کی وہ بشارت یاد آگئی جس کی تفسیر خود حضرت قبلہ عالم قدس برہ کی زبان مبارک سے گوشتِ ضلع طمان کی ایک مجلس میں سُنی گئی تھی۔

بے شک بن لوگوں نے کہا اللہ ہمارا پروردگار ہے اور اس بات پر ثابت قدم رہے اُن پر ملائکہ نازل ہوتے ہیں جو کہتے ہیں مت خوف کرو اور مت غم کھاؤ اور بشارت سُنو اس جنت

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ هُنَّ أُولِيُكُفَّر



فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهُى اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدْعُونَ ۚ نَزَّلْنَاهُ مِنْ غَفُورٍ رَحِيمٍ ۝ (الحَمْدُ السَّجْدَةُ آيَات ۳۰ تا ۳۲)

کی جس کا تم نے مل گیا تھا۔ ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے دوست ہیں اور آخرت میں بھی۔ اور وہاں تمہارے لیے وہ سب کچھ ہے جس کی تمہارے جی خواہش کریں اور جو کچھ تم مانگو اللہ غفور رحیم کی مہمانی ہے۔

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس وقت ملائکہ رحمت اور مشائخ عظام کی ارواح طیبہ ارمغانِ بشارت نچھاور کر رہے ہیں۔ آپ کو مسرت ہو رہی ہے۔ ساتھ ہی مثنوی شریف کا وہ سبق یاد آ گیا جب حضرت یہ شعر پڑھتے تھے۔  
اَذْكُرُوا لِلّٰهِ كَارِهُرَ اَوْ بَاشِشِ نَيْتٍ اِرْجِعِي بِرِپَايَ كُلِّ قَلَّاشِ نَيْتٍ  
تو ہر آو باش نیت پر ایک عجیب ادا سے ہاتھ اٹھا کر جھٹک دیتے تھے  
(ثانیاً) حیا کے ضمن میں یوں محسوس ہوتا تھا جیسے مائیں اور سیلیاں کسی دلہن کو بنا سجا کر وفور شوق میں بلائیں لے رہی ہوں اور وہ لہجہ کر سکر رہی ہو۔

اور (ثالثاً) نیاز۔ گویا حضور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے حضرت کو عالمِ ناسوت کی کامیاب زندگی پر شاباش اور مبارک باد دے رہے ہیں اور آپ اپنے عجز و نیاز کا تھخہ پیش کر کے عرض گزار ہیں کہ یہ سب حضور کا ہی صدقہ ہے۔  
ساتھ ہی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی بارگاہ میں حضرت کا دائمی عجز و نیاز یاد آ گیا۔ عادت مبارک تھی کہ جب کسی اہل ذکر و ارادت مند کو سلسلہ شریف کی اجازت عطا فرماتے تو اپنے اسم گرامی کے سامنے اپنے قلم مبارک سے یہ الفاظ تحریر فرمادیتے۔ "الہی بعجز و نیاز مر علی شاہ عاقبت فلاں محمود گرداں۔"

## اسم ذات کی برق انگیز، طویل اور عمیق گونج

تھوڑی دیر کے بعد حضرت قبلہ عالم قدس سترۃ العزیز کو آپ کے اشارہ پر لٹا دیا گیا۔ ملک سلطان محمود صاحب معتمد صیغہ مرسلہ جو اُس وقت خدمت عالیہ میں حاضر تھے بیان کرتے ہیں کہ میں نے دست راست کی نبض پر ہاتھ رکھا تو وہ رُک رُک کر چلتی تھی لیکن بائیں ہاتھ کی نبض پوری طرح جاری تھی۔ بعد ازاں شاہباز اوج رُوحانیت نے اسم ذات شریف اللہ ایک دفعہ ہی آہستہ مگر ایسی طویل اور عمیق آوازیں زبانِ شوق اور قلبِ عرفان سے ادا فرمایا کہ اس کی گونج آپ کے دماغِ عالی سے لے کر قدم مبارک کے ناخنوں تک سارے بدن اطہر میں رگ وریشہ اور سینہ محلی کی وسیع گھائیوں میں پھیل گئی۔ اُس وقت ایک صاحب مسمیٰ کرم شاہ قریشی سکھ غوث پور قریشیاں ضلع ملتان حضور کے قدم مبارک دبا رہے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ قدم مبارک میں بجلی کی کرنٹ سی محسوس ہوئی اور میرے ہاتھ اٹھ گئے۔ یہ کیفیت عالمِ نمود کی الوداعی جھلک تھی جس میں آلِ مجتہد نورانیت سلطان الواصلین نے قاصدِ محبوب حقیقی، داعی وصال کا روحی لبیک سے خیر مقدم فرمایا۔ بہارِ نمود نے نمود بہار سے منتقل ہو کر چمنستانِ برزخِ اعلیٰ کی طرف توجہ منقطع کی اور منظرِ نمودِ صحیفہ رُخ انور پر زعفرانی رنگ مشاہدہ ہوا۔ چہرہ مبارک کیف وصال سے مجتہد نیاز نظر آیا۔ پھر دوبارہ متوسلین کو الوداعی تلقین میں اسی طرح اسم ذات شریف کا اعادہ فرما کر رو قبیلہ ہو گئے۔

صُورَتِ اَزْ بے صُورَتِی آمَد بُرُودِ باز شُدَانَا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ (رومی)



جب قاری مولیسنا غلام محمد صاحب مرحوم خطیب نے پیشانی مبارک کو الوداعی بوسہ دیا تو خدام کی یہ حالت تھی، کہ کوئی بے ہوش گم غم تھا، کوئی چیخ رہا تھا، کوئی نقش دیوار سکوت حیرت۔ یہ امر واقعہ ہے کہ اگر حضرت بابو جی دانت برکاتہ کا حوصلہ اور ضبط اس وقت توفیق الہی سے عملی صورت میں نمودار نہ ہوتا تو اس صدمہ جانکاہ سے حاضرین کا وہ حشر ہوتا کہ لازم تجبیز و تکفین مشکل ہی سرانجام پاسکتے۔

حضرت بابو جی صاحب عین وصال کے وقت اس کمرہ میں موجود نہ تھے۔ نیچے مہمان خانہ میں ملک سلطان محمود صاحب کے کمرہ میں تشریف فرما تھے اور بار بار آدمی بھیج کر خبر منگوا رہے تھے۔ خاندان چشت اہل بہشت میں حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ سے، جیسا کہ کتب مقدسہ بہشت بہشت وغیرہ سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے اور ان سے پہلی کتابوں میں بھی کہیں اشارات ملتے ہیں شیخ کریم کے وصال کے وقت نعمت کبریٰ اور عظمت کا وارث پاس نہیں ہوتا۔ اور یسنت اس سلسلہ شریف میں مسلسل چلی آ رہی ہے۔ اس کے علاوہ حضرت بابو جی مدظلہ کا اپنے عظیم الشان اور شفیق والد قدس سرہ سے حقیقی نیاز ایک با اخلاص مرید کی حیثیت سے بھی تشق کے درجہ کو پہنچا ہوا تھا۔ چنانچہ جب کبھی حضرت کو شدت کی جسمانی تکلیف ہوتی تو وہ تاثیر احساس اور وفور الم کی بنا پر اس تکلیف کو دیکھنا برداشت نہیں کر سکتے تھے۔

ان سب باتوں کے باوجود حضرت بابو جی نے کمال ضبط و حوصلہ سے تجبیز و تکفین کا مناسب ترین انتظام کرایا اور جائے وصال پر پہنچ کر غمزدہ حاضرین کو اپنے تسلی بخش کلمات سے صبر کی تلقین فرمائی۔ یہ بلاشبہ توفیق ربانی سے ممکن ہوا ورنہ آپ کے حساس اور منعم قلب سے ایسے نازک وقت پر اتنے حوصلے سے سعی عمل کی کسی کو اُمید نظر نہ آتی تھی۔

سجادہ نشین اور مشائخ کرام کو اور ان مخلصین کو جن سے نماز جنازہ میں شرکت کی توقع ہو سکتی تھی برقی پیغامات ارسال کیے گئے۔ کسی متعلقین و متوسلین خود حضور صاحب الوصال قدس سرہ کی روحانی کشش کے باعث اور بعض دوسرے سعادت مند حضرات رُویائے صادقہ کے ذریعہ شرکت نماز جنازہ کی نعمت سے مستفیض ہوئے۔ چنانچہ مزار اقدس کے پہلے محراب و رضوانی غلام سرور صاحب ساکن پوٹھی تھانہ مندرہ ضلع راولپنڈی کو حضرت نے وصال سے ایک روز پہلے خواب میں فرمایا کہ آج مہم بہت خوش ہیں کیونکہ کل بارگاہ رب العزت اور رفیق اعلیٰ کی طرف سفر کر رہے ہیں۔

## مستورات کے اوایلا پرچہ میں مبارک پر انقباض

حضرت کے جسد اطہر کو شرعی غسل دے کر آخری زیارت جسمانی کے لیے اہل بیت شریف کے پاس پہلے حرم سرائے میں پہنچایا گیا۔ بعض مستورات سے جو اس وقت حاضر تھیں سُنا گیا ہے کہ باہر سے آنے والی کچھ مستورات نے حسبِ عادت اوایلا وغیرہ شروع کر دیا جس سے چہرہ مبارک پر ناراضگی کا اثر پیشانی کے انقباض کی صورت میں ظاہر ہوا جب اوایلا بند کرایا گیا تو یہ انقباض مسرت میں تبدیل ہو گیا۔

## آخری زیارت، جنازہ اور تدفین

دوسرے دن بروز بدھ، یکم ربیع الاول ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۲ مئی ۱۹۳۷ء ایک بجے سے چھ بجے شام تک حضرت کی چارپائی مبارک کو آستانہ عالیہ کے مہمان خانہ میں ایک اونچی جگہ تخت پر رکھا گیا تاکہ زائرین آسانی جسد مقدس کی آخری



زیارت سے مستفیض ہو سکیں۔ بعد نماز عصر ساڑھے چھ بجے شام مولانا مولوی قاری غلام محمد صاحب مرحوم خطیب آستانہ کی امامت میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔ ایک اندازے کے مطابق جنازہ میں تقریباً ڈیڑھ پونے دو لاکھ افراد شریک ہوئے جن میں غیر مذاہب کے لوگ ہندو، سکھ، عیسائی وغیرہ بھی سینکڑوں کی تعداد میں شامل ہو کر سب سے پیچھے کی صفوں میں ہاتھ باندھ کر کھڑے رہے۔ وہ کہتے تھے آپ جگت گرو ہیں! اہل حدیث حضرات بھی کافی تعداد میں شریک نماز ہوئے۔ اس موقع پر محکمہ ریلوے کی طرف سے سپیشل ٹرینیں چلانے کا انتظام کیا گیا۔ اس کے علاوہ دوسری تمام گاڑیوں پر بھی جہاں کہیں ریلوے والوں کو زائرین کا ہجوم اسٹیشنوں کے درمیان پیدل سفر کرتے ہوئے نظر آتا تو گاڑی کو روک کر انہیں سوار کر لیتے اور گولڑہ اسٹیشن پر اتار دیتے۔ اس طرح زائرین کی کثیر تعداد کو نماز جنازہ میں حاضری کا موقع نصیب ہو گیا۔

آٹھ بجے شام آل قبلہ روحانیت، محبوب الہی، تشریف فرمائے وطن اصلی عالم قدس ہوئے حضرت کا جسم اطہر مسجد کے جنوبی باغ میں اُس جگہ دفن کیا گیا جس جگہ کے لیے حضرت نے بیماری کے دوران متعدد بار اظہارِ اشتیاق فرمایا تھا۔ (یعنی عالم استغراق جناب مولانا محبوب عالم صاحب سے فرمایا کرتے تھے ”مجھے باغ میں لے چلو“ پھر فرماتے۔ ”کب لے چلو گے؟“ اور اُس وقت خدام اور حاضرین کی سمجھ میں نہ آتا کہ یہ کیا پیغام ہے۔ فیض)

حضرت کے محبوب و متوسلین اب داغ مفارقت صوری کا ناقابلِ برداشت صدمہ اٹھا رہے ہیں مگر آپ کی یاد ہر وقت تازہ ہے۔ اور فیوضِ روحانی کی بارش روز افزوں ترقی پذیر ہے۔

ہرگز نمیداد آں کہ دلش زندہ شد بعشق  
جس کا دل عشق سے زندہ ہوا وہ کبھی نہیں مرنے لگا۔

ثبت است بر جسدِ یدہ عالم دوام ما  
دفترِ عالم پر ہماری دائمی زندگی لکھ دی گئی ہے)

## چوتھی فصل

## ملکی اخبارات و رسائل کے تاثرات

حضرت کے وصال پر قریباً تمام ہم عصر مشائخ کرام نے اظہارِ تعزیت فرمایا۔ حضرت سید احمد عطاء صاحب مدنی سجادہ نشینان صاحبزادگان دربار ہائے پاک پتن شریف، تونسہ شریف، سیال شریف، بسال شریف، میرا شریف و دربار حضرت موسیٰ پاک شہید غوث بہاؤ الحق صاحب ملتان، حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی، پیر جماعت علی شاہ صاحب و حافظ جماعت علی شاہ صاحب علی پوری اور متعدد دیگر حضرات خود تشریف لائے اور فاتحہ پڑھی۔ تعزیت ناموں کے انبار لگ گئے اور برصغیر کے اخبارات و رسائل نے تعزیتی مقالے شائع کیے، چونکہ ان تاثرات کی طرف توجہ بہت دیر سے کی گئی۔ اس لیے صرف چند ہی رسالوں اور اخباروں کے اندراجات دستیاب ہو سکے ہیں۔ ورنہ اُس وقت غالباً اس وسیع برصغیر کا کوئی بھی ایسا رسالہ اور اخبار نہ ہو گا جس نے اس موضوع پر اظہارِ خیال نہ کیا ہو۔ حضرت کے وصال کے حالات پر ایک طویل مضمون مصوٰرِ فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کے تقاضا پر یہاں سے آستانہ عالیہ کے ایک متوسل مولیسنا بعد الرحمن صاحب بنگوی نے ارسال کیا تھا جو خواجہ صاحب موصوف نے اپنے اخبار "نادی" دہلی میں نمایاں طور پر شائع فرمایا تھا۔ اس باب کی تیسری فصل اسی مقالے کے افادات پر مشتمل ہے۔ چند دیگر اخبارات و رسائل کے چیدہ چیدہ اقباسات درج ذیل ہیں :-

## ۱۔ اخبار "مُعین" اجمیر شریف ۲۴ مئی ۱۹۳۷ء

## مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ

.... حضرت علامہ پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ .... جیسے شیخِ کامل اور عالمِ باعمل کی رحلت عالمِ اسلامی کے لیے ناقابلِ تلافی صدمہ ہے۔ خصوصاً اس لیے کہ سرزمینِ ہند میں اب ایسی جامع برکات اور بزرگ شخصیتیں پیدا نہیں ہوتیں کہ ایک طرف علومِ اسلامی میں متبحرانہ و مجتہدانہ شان نظر آئے اور دوسری طرف فیوض و برکاتِ باطنی، مدارج و مراتبِ روحانی میں عرفاً حضرت سید احمد عطاء صاحب مدینہ عالیہ کے متاز ساداتِ کرام میں سے ہیں۔ اور آج کل حرمِ نبوی کی مجلسِ انتظامیہ کے نائب صدر ہیں۔ آپ کے والد بزرگوار ترکوں کے وقت میں حرمِ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زواریات کے خازن اعلیٰ تھے۔ ترکوں کے چلے جانے کے بعد آپ کچھ عرصہ حالاتِ زمانہ کی ناسازگاری کی وجہ سے ملک سے باہر رہے اور ہندوستان میں بھی کچھ عرصہ قیام فرمایا۔ یہاں گولڑہ شریف حاضر ہوئے تو حضرت کا اُس وقت زمانہ استغراق تھا۔ ایک روز قیام کے بعد واپس کاٹھیاواڑ تشریف لے گئے۔ وہاں احمد آباد میں تھے کہ ایک رات خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آستین مبارک اُونچا کیے ہیں جیسے وضو پانے کا ارادہ ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضور پانی لاؤں! ارشاد ہوا نہیں، میں گولڑا میں وضو کروں گا۔ وہاں مجھے دیگر انبیاء علیہ السلام کے ساتھ سید مہر علی شاہ کا جنازہ پڑھنا ہے۔ یہ سو کر اٹھے تو پریشان ہوئے۔ خواب اپنی ڈائری میں نوٹ کر لیا۔ دوسرے روز اخبارات میں حضرت کے وصال کی خبر پڑھی اور کچھ عرصہ بعد خود تعزیت کے لیے حاضر ہوئے۔ اُن کی زندگی کے چند اہم واقعات اسی کتاب میں کچھ اور جگہوں پر بھی درج ہیں۔



کالمین کا نمونہ ہو.....

## ۲۔ روزنامہ ”میںندار“ لاہور۔ ۱۲ مئی ۱۹۳۷ء

.... حضرت مولانا پیر علی شاہ مسند آرائے گولڑا شریف (ضلع راولپنڈی) مرحوم.... کے عقیدت کیشوں کی تعداد کئی لاکھ تک ہے۔ آپ ان مشائخ میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے جو صاحب بصیرت و حقیقت ہونے کے علاوہ علوم ظاہری میں بھی فاضل بالکل تھے... ہم اس حادثہ جانکاہ کو سلسلہ چشتیہ کے لیے ناقابل تلافی صدمہ سمجھتے ہیں۔

## ۳۔ ”سید ام سرحد“ ہری پور ہزارہ۔ ۱۷ مئی و ۲۲ جون ۱۹۳۷ء

ہندوستان کا آفتاب علم و فضیلت غروب ہو گیا

.... حضرت صاحب مرحوم صوبہ سرحد و پنجاب و ہندوستان کے بہت بلند پایہ عالم، فاضل اور خاندان چشت کے بلند ترین بزرگ ہادی و رہنما تھے۔ بلحاظ علم و عمل آپ کی نظیر اور ہمسر ہندوستان بھر میں نہ تھا۔ آپ کی روحانی برکات سے ہزار پابندگان خدا ہندوستان، مصر، شام، افغانستان میں فیضیاب ہو چکے ہیں۔ جو آپ کے حلقہ عقیدت و ارادت و بیعت میں داخل ہوا تقویت روحانی اُس کے ہم آغوش رہی۔ آپ کے چہرہ مبارک میں لمعات فیض تاباں رہتے تھے۔ آپ کے دیدار سے دل کو کیف و سرور حاصل ہوتا تھا۔ آپ کے عقیدت مندوں کا حلقہ وسیع تھا۔ مذاکرہ علمیہ و فن مناظرہ میں بلند پایہ تھے۔ مفسر تھے۔ محدث تھے۔ فقیہ تھے۔ صائم الدہر اور قائم النیل تھے۔

حضرت کو علم لدنی حاصل تھا۔ اجتہاد کا رتبہ رکھتے تھے۔ آپ کی وفات حسرت آیات و انتقال پر لال سے طول و عرض ہندوستان میں ماتم ہو رہا ہے۔ ایسی جلیل القدر ہستی کا دنیا سے اٹھ جانا ملک، قوم اور ملت کی بد نصیبی کا موجب خیال کیا جاتا ہے۔ آپ کے نورانی چہرہ میں ایک خاص ملاحظت تھی جو کہ میں نے آج تک کسی فرد بشر میں نہیں دیکھی۔ وہ سب خوبیاں اور نیکیاں موزن تھیں جو صحابہ کرام میں موجود رہتی تھیں۔ حضرت دُنیا سے ناپائدار سے سفر اختیار کر گئے۔ مگر آپ کی نورانی شعاعیں آپ کی محترم اولاد اور مریدوں میں ابد تک چمکتی رہیں گی۔ اور یہ سلسلہ قیامت تک رہے گا۔ ....

## ۴۔ روزنامہ ”وحدت“۔ دہلی۔ ۱۸ مئی ۱۹۳۷ء

آفتاب علم و عرفان غروب ہو گیا

.... حضرت پیر صاحب کا انتقال نہ صرف مسلمانان پنجاب بلکہ کل مسلمانان ہند کے لیے ایک غم انگیز حادثہ ہے۔ اُن کے انتقال سے ہندوستان کے مسلمان ایک ایسے عالم ربانی اور بزرگ ہستی سے محروم ہو گئے جو علم و فضل کا آفتاب اور پابندی شریعت، ریاضت، عبادت الہی اور تقدیس ذاتی میں فی زمانہ اپنی مثال آپ تھا۔ حضرت مرحوم کے علم و فضل کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ حضرت مولانا مفتی عبدالکافی صاحب مفتی اعظم کانپور (مرحوم)، حضرت مولانا احمد حسن صاحب کانپوری مرحوم، حضرت مولانا عبدالرحمن مہاجر کی آبادی، حضرت مولانا شاہ محمد غازی مہاجر کی مدرس مدرسہ مولتیہ وغیرہ جیسے علماء کرام آپ کے حلقہ مریدین میں شامل تھے... آپ پہلے بزرگ تھے جنہوں نے سب سے پہلے مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد کے خلاف آواز اٹھائی اور

”سیفِ چشتیائی“ جیسی مدلل و مبسوط کتاب تحریر فرما کر مسلمانانِ ہندوستان کو قادیانی عقائد سے آگاہ کیا اور ان کا رد فرمایا۔ قرآن مجید، قصیدہ ابنِ فارض، مثنوی مولینا روم اور دیوانِ حافظ کا درس بھی دیا کرتے تھے اور حاضرینِ مجلس پر سوز و گداز و عشقِ الہی کی عجیب کیفیات روحانی طاری ہو جاتی تھیں لیکن اب تقریباً دس سال سے آپ نے تمام مشاغلِ علمی کو ترک کر دیا تھا اور ریاضتِ الہی و عبادتِ الہی کے سوا کسی اور طرف متوجہ نہ ہوتے تھے۔

#### ۵۔ وزنامہ وحدت دہلی۔ ۲۶ مئی ۱۹۳۷ء

.... حضرت مرحوم کی ذاتِ گرامی منبعِ فیوض و کرم ہونے کے سبب اس زمانہ قحط الرجال میں مسلمانوں کے لیے موجبِ خیر و برکت تھی۔ اس لیے روہیل کھنڈ علماء پولیٹیکل کانفرنس کا یہ اجلاس آپ کے انتقالِ پر لال کو ایک ناقابلِ تلافی قومی و مذہبی نقصان سمجھتا ہے۔

#### ۶۔ ترجمان سرحد پشاور۔ ۲۰ مئی ۱۹۳۷ء

.... حضرت پیر صاحب .... عرصہ سے بے حد کمزور بلکہ عملاً صاحبِ فراش تھے۔ بہت بڑے پایہ کے عالم اور متقی بزرگ تھے۔ آپ کے مريدوں کی تعداد لاکھوں ہے جو پنجاب و سرحد اور دوسرے صوبوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ آپ کی وفات پر بے حد رنج و الم کا اظہار کیا جا رہا ہے۔

#### ۷۔ وزنامہ سیاست لاہور۔ ۲۱ مئی ۱۹۳۷ء

مولینا بہار الحق قاسمی کا بیان

.... حضرت مرشدی نور اللہ مرقدہ دورِ حاضر کے اکابر علماء اور اعظم صلحا میں سے تھے۔ یوں تو آپ کو اکثر علومِ عقلیہ و نقلیہ میں تجربہ حاصل تھا لیکن علمِ تصوف کے ساتھ خاص شغف اور طبعی لگاؤ تھا۔ بڑے بڑے علماء و صوفیاء تصوف کے دقائق و غوامض کو حل کرنے، بلکہ تصوف کی دقیق کتابوں کو درسا پڑھنے کی غرض سے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر رہتے تھے۔ تدبر و قار اور حکام سے استغناء آپ کے خاص اوصاف تھے مسلمانوں کی باہمی خانہ جنگی اور تکفیر سے حتیٰ الوسع اجترار فرماتے تھے۔ البتہ مرزا غلام احمد صاحب کی تکفیر کے باب میں علماء اسلام کے ہم نوا تھے۔ بلکہ مرزا آجہانی کی زندگی میں ان کے خلاف کلمہ حق کہنے والے بزرگوں میں حضرت پیر صاحب قدس سرہ کو خاص درجہ حاصل ہے۔ ان کے خلاف بعض لا جواب فاضلانہ اور کفر شکن تصنیفات آپ کی یادگار کے طور پر موجود ہیں۔ غرض حضرت کا وجود گرامی اس قحط الرجال میں مغنتاتِ روزگار سے تھا۔

#### ۸۔ وزنامہ پیسہ اخبار لاہور۔ ۱۴ مئی ۱۹۳۷ء

.... لاکھوں بندگانِ خدا کو آپ کی ذات سے عقیدت کا فخر حاصل تھا۔ اس زمانہ کفر و الجاد میں آپ کا وجود مغنتات سے تھا کیونکہ اس شہمہ فیض سے ہزاروں، لاکھوں اداوت مندوں کو فیضانِ اور جسمانی برکات حاصل ہوئیں۔ آپ کا آسمانہ عالی منبعِ فیوض تھا۔ دینیات کی تعلیم کا بھی انتظام موجود تھا۔ لنگر بھی جاری تھا۔ آپ کی ذات مقدس کے طفیل گولڑہ جیسے معمولی گاؤں کو



سارے ہندوستان میں شہرت حاصل ہوئی۔ آپ کی وفات حسرت آیات سے طبقہ صوفیاء اور طبقہ علماء دونوں کو ناقابل تلافی صدمہ پہنچا ہے۔ عالم دین کی موت ایک جہان کی موت کا محکم رکھتی ہے۔ گولڑا کی سرزمین آج ایک باعمل درویش کامل اور صوفی بزرگ کے سایہ عاطفت سے محروم ہو گئی ہے۔ ایسے باکمال حضرات ہمیشہ پیدا نہیں ہوتے۔ سچ ہے۔

قرن ہا باید کہ تا صاحب دے پیدا شود      بایزید اندر خراساں یا اویس اندر قرن  
نہ قرن میں دوسرا اویس قرنی پیدا ہوا نہ بسطام نے آج تک دوسرا بایزید پیدا کیا۔ گولڑا کو بھی دوسرے مہر علی شاہ کی ہمیشہ  
آرزو باقی رہے گی۔ لیکن سلسلہ موت و حیات لگا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی کو بعت نہیں۔ یہ دنیا و مافیہا  
سب فانی ہیں۔

ہر آن کہ زاد بنا چار بایدش نورشید      ز جام دہر متے کل مومن علیہا فان

urdukutabkhanapk.blogspot.com

## پانچویں فصل

## شعرا و اہلکار کا اظہار عقیدت مرثیہ و قطعہات تاریخ وصال

امیر عربیہ وصال حضرت قبلہ عالم گوروی

از حضرت شیخ محمد علی مدنی رفاعی برقی غوث الزماں قطب الاقطاب محبوب الشیخ سید پیر مہر علی شاہ قدس سرہ العزیز  
 شیخ محمد علی مدنی رفاعی حضرت غوث الزماں قطب الاقطاب محبوب الشیخ سید پیر مہر علی شاہ قدس الدبیرہ کامرثیہ کہتے ہوئے  
 فرماتے ہیں:-

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْبَاكَ نَصْرُ مَنْ اَللّٰهُ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ ۝۱۳۵۷  
 ۵۵ ۳۴۰-۹۰ ۶۶ ۲۹۲-۳۱۲

لِفَقْدِ مِثْلِكَ مِهْرٌ عَلَى شَاةِ تَبْكِي الْعُيُونُ وَلِعُرْسِكَ الشَّرِيفِ قَدْ حَضَرَ الْمُحِبُّونُ  
 اے خواجہ مہر علی شاہ آپ حبیبی ذات کے گم ہونے پر آنکھیں ہمیشہ روتی ہیں اور آپ کے عرس پر آپ کے پرانے حاضر ہیں  
 لَعَدُ خَانَتَانِ فِيكَ هَذَا الزَّمَانُ فَلَا كَانَ هَذَا الزَّمَانُ الْخَوْنُ  
 آپ کے معاملہ میں اس زمانے نے ہمارے ساتھ دھوکا کیا اب خدا کرے یہ دھوکے باز بھی نہ رہے  
 قَوَا آسَفَى كَمْ سَهَرْتَ اللَّيَالِي وَ أَظْهَرْتَ بَيْرَ الْجَمَالِ الْمُصُونُ  
 آپ کی وفات پر افسوس ہے آپ نے کتنی راتیں بیداری میں گزاریں اور باری تعالیٰ کے جمال  
 مسترکار اظہار فرمایا۔

وَأَوْضَعْتَ لِلطَّالِبِينَ الْهُدَى وَبَيَّنْتَ لَهُمْ مَا يَجْهَلُونَ  
 اور ہدایت طلب کرنے والوں کے لیے صراطِ مستقیم (سیدھا راستہ) اور وہ ہر چیز جس سے کہ وہ جاہل مطلق تھے  
 آپ واضح اور بیان فرماتے رہے

وَكَمْ رَدَدْتَ عَلَى الزَّائِعِينَ أَهْلَ الْبَدْعِ وَالضَّلَالِ وَالْفُتُونِ  
 اور بدعتیوں اور گمراہوں کی اور فتنہ بازوں کی کس قدر آپ نے تردیدیں فرمائی ہیں  
 وَذَلِكَ لِنُصْرَةِ هَذَا الدِّينِ وَلِكُتْلِهِمْ قَتْلًا لَا يَفْقَهُونَ  
 مذکورہ بالا تمام کا تمام محض اس دین کی مدد کی غرض سے تھا لیکن کیا کیا جائے کہ وہ ساری قوم ہی بے سمجھ ہے

سے یہ مرثیہ کی تاریخ نظم ہے۔



وَلَقَدْ رَمٰتَكَ الْمَمُوْنُ بِسِهَامِهَا فَمَا اَخْطَاكَ سِهَامُ الْمَمُوْنِ  
یقیناً موت نے اپنے تیروں سے آپ کی ذات گرامی کو نشانہ بنایا پس وہ موت کے تیرِ نشانہ پر بیٹھے  
ظَنَّاكَ لِنَفْعِ الْعِبَادِ تَبَقَّى فَنَابَتْ بِمَوْتِكَ تِلْكَ الظُّنُوْنُ  
ہمارا گمان تھا کہ آپ کی ذاتِ کریم بندوں کے فائدہ پہنچانے کے لیے زندہ رہے گی۔ مگر آپ کی اچانک  
موت نے ہمارے تمام گمان غلط ٹھہرائے۔

اَرَدْنَا بِمَوْتِكَ وَلَكِنَّا اَرَدْنَا مِنَ الدَّهْرِ مَا لَا يَكُوْنُ  
خدا سے ہم نے آپ کا زندہ رہنا مانگا تھا لیکن ہمارا یہ ارادہ حقیقتاً اس چیز کا ارادہ تھا جو سراسر نہ ہونے والی  
ہو۔ لہذا ہم کامیاب بھی نہ ہوئے۔

اِنَّمَا سِرُّنَا بِقَوْلِهِ اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ  
یقیناً ہمیں اللہ تعالیٰ کے اس قولِ مبارک نے خوش کیا ہے کہ اے لوگو معلوم کر لو کہ اولیاء اللہ پر نہ کوئی  
خوف ہے اور نہ کسی قسم کا غم ہے

وَلَقَدْ تَرَكْتَ لَنَا سِرًا مُّضِيًّا فَكَمْ لَهٗ مِنْ اَسْرَارٍ وَشُعُوْنٍ  
اور بخدا آپ نے ہمارے نفع کے لیے ایک ایسا چھپتا روشن سُرُج چھوڑا کہ اس کے رازوں اور بھیدوں کی  
انتہا کوئی معلوم نہیں کر سکتا یعنی اپنا جانِ شین فرزندِ ارجمند مدظلہ العالی

وَاَزْكٰى صَلٰوةٍ عَلٰی النَّبِيِّ مَا هَبَتْ رِيْحٌ وَمَا لَتْ غَصْبُوْنُ  
اور بہترین صلوٰۃ اور سلام خدا کے محبوبِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے ہیں جب تک کہ ہوائیں چلتی رہیں اور ٹہنیاں جھومتی رہیں  
وَاعْفِرْ يَا رَبِّ لَنَا ظِلْمًا عُبَيْدِكَ مُحَمَّدٌ عَلٰی وَاَوْصِلْهُ مَدِيْنَةَ الْمِيْمُوْنِ  
اے اللہ اپنے کترین بندہ یعنی اس مرثیہ کے شاعر محمد علی کو بخش دے اور بہت جلد اسے مدینہ مبارکہ میں پہنچا دے

## ۲۔ بروصالِ پرِلال حضرت قبلہ عالم گولر وی قدس سرہ

اَزْكٰى الْفَضْلِ مَوْلَانَا مَوْلٰی كَرَمِ الدِّیْنِ حَسَنٌ مَّحْمُوْمٌ وَبِیْرُ مُصْتَفٰی تَصَانِیْفِ كَثِیْرَةٍ وَبَلِیْغٍ وَمَنَظَرِ اَبْلُغْتِ وَاَبْجَاحِ سَكَنَ بِحِیْنٍ ضَلَعَ جَهْلُمُ  
آسمانِ راسخ بود گر خوں بسبارد بر زمین  
شد غروبِ آلِ مہرِ عالم تاب شد گیتی سیاہ  
رخت بستہ زینِ سراپوں رفت در دوارِ السلام  
خورد و ظلمان صفت کشیدہ منتظر بہرِ جمال  
جسم شد محبوب از مایک رُوحِ پاک او

باشد از بہرِ مریداں حضرت اقدس درِ بَیْر  
روزِ محشر مشیل جدِ خود شفیع المذنبین

اے اس سے مراد آجتاب کے خلعِ صدق قبلہ باوجودی مدظلہ العالی کی ذاتِ گرامی ہے۔

انجاء رہبرِ پشاور مورخہ ۱۶ مئی ۱۹۳۷ء

نوحہ وفاتِ حسرتِ آیاتِ قبلہ عالم گولڑہ شریف قدس سرہ

از جناب مآئل صدیقی پشاور

اللہ اللہ انقلابِ چرخِ رکیں  
وائے ویلا چھپ گیا زیرِ زہیں  
اٹھ گیا وہ شہِ نشینِ عارفین  
اٹھ گیا افسوس وہ سندِ وحید  
اٹھ گیا ماحدِ کلامِ اللہ کا  
آہ سونا ہو گیا بندوستان  
اٹھ گیا وہ مردِ میدانِ عمل  
انتقالِ خواجہ مہر علی  
مرگِ عالم ایک عالم کی ہے موت  
کر گئی پروازِ جب رُوحِ حضور  
بہرِ استقبالِ آئیں دُور کر  
گولڑہ کل تک جو تھا رشکِ جہناں  
صدمہ جانکاہ ہے میرے لیے  
کیا کہوں کس سے کہوں کیونکر کہوں  
چشمِ گریاں جسمِ لرزاں ہوشِ گم  
تھے مرے استاد کے استاد وہ  
تھے تسلیمِ الطبعِ عالی حوصلہ  
حاضر و غائب سے تھا یکسر سلوک  
عالم و فاضل بھی تھے درویش بھی  
تھے نہایت نرم دل سادہ مزاج  
اجتہاد ہے اب ہماری اے خدا  
ڈھانپ لے مرحوم کو رحمتِ تری

اٹھتے جاتے ہیں جہاں سے صاحبیں  
آسمانِ علم کا مہرِ نہیں  
اٹھ گیا وہ صدرِ بزمِ ساکین  
بزمِ اہلِ علم کا کُرسیِ نشین  
کس سے پوچھیں رمزِ قرآنِ نہیں  
اٹھ گیا ہندوستان کا فخرِ دین  
خواجہ مہر علی سلطانِ دین  
ہے مصیبتِ بہرِ قومِ مسلمین  
کم نہیں یہ حادثہ اُسے مسلمین  
چل بسی جب جانبِ خلدِ بریں  
جنتِ الفردوس سے خورانِ عین  
آج ہے ماتم کدہ وہ سرزین  
کیوں نہ ہوں میں مضطرب و اندوگین  
مجھ پہ جو گذرا ہے صدمہ ہم نشین  
دل پریشاں مضطرب جانِ حزیں  
پیرو مُرشد راہنمائے راہِ دین  
فیضِ بخش و خندہ رُوروشنِ جبین  
ظاہر و باطن میں تھے سب کے قریں  
صاحبِ عرفانِ ربِّ العلیین  
تھے وہ اک تصویرِ سلفِ الصالحین  
رسمِ فرما بہرِ ختمِ المرسلین  
صبر دے ہم سب کو ربِّ العلیین

مآئل مخلص کو ہو یا رب نصیب

عرصہ محشر میں قریب مخلصین

اے محمد الدین رازی



## انبارِ رہبرِ پشاور مورخِ حکیم جون ۱۹۳۷ء

وصالِ حُزنِ مالِ پُرلالِ حضرتِ پیرِ سیدِ مہر علی شاہ صاحبِ گوڑوی

بارِ شادِ حضرتِ مولائی اُستادی مولوی گل فقیر احمد صاحبِ پشاور

نتیجہٴ فکرِ جنابِ ماسٹر عبدالحق صاحبِ علوی شیخوپورہی معلمِ مشن سکول پشاور

شبِ فراقِ تو تنہا نہ خانِ دامنِ سوخت  
یقینِ بدم کہ مرا روزِ وصلِ خواہد ماند  
فغانِ ز ابریکِ ریزد بہ دامنِ خوں ہا  
قرارِ صبر و تحمل نہ ماند درِ حسدِ من  
سبکِ برفتی ز ما و سخنِ بسانِ زدی  
ز ضبطِ گریہِ پسندارِ آل کہ خاموشم  
مرا نہ شیوہِ ریا باشد و نہ اظہارِ م

چہ روزِ وصلِ تو آمد کہ جانِ جانم سوخت  
بلائے کُشتہٴ ایں طہر ز آسمانِ سوخت  
اماں ز برقِ تجستی کہ دیدگانم سوخت  
شرارِ آتشِ فرقتِ بہیں چنانم سوخت  
ز رفتنِ تو چہاں جبرِ دگرانم سوخت  
ز بس گر یستقم در دہاں ز بانم سوخت  
عیانِ بسوختم و ہم نہاں نہانم سوخت

شبِ فراقِ تو تنہا نہ خانِ دامنِ سوخت

چہ روزِ وصلِ تو آمد کہ جانِ جانم سوخت

رفتِ مہر علی رُوشِ از جہاں پوشید  
بروزِ سلخِ صفرِ رختِ سفرِ بر بستہ  
وصالِ احمد و چہلم ز خواجہ جیشانی  
فرازِ مسندِ ارشادِ خواجہ محی الدین  
زہے نصیبِ فلک کو بکام او گردد  
حُشا بباردش انوارِ رحمتِ باری  
ثوابِ ختمِ کلام و درودِ پیغمبرِ  
مباد آنکہ گریبانِ خود نہ چاک کند  
ہر آنکہ مقصدِ خاکِ پائے آل باشد

ہوا برِ رحمتِ حق دامنِ جوارش باد  
قیامِ منزلِ حضرتِ بے گوارش باد  
فتادہ جنتِ بوصلش کہ ہر دو یارش باد  
نشتہ بر فرقتِ حیرتِ تاجدارش باد  
طوافِ کوچہٴ خواجہ اگر مدارش باد  
ہجومِ لطفتِ ایزد سرِ مزارش باد  
برُوحِ اقدسِ انوارِ پل ہزارش باد  
بمیدِ آنکہ نہ دامانِ تار تارش باد  
ویلِ مغفرتش نزدِ حقِ پیارش باد

شہا معاوضہ علوی ز تو نمی طلبد

خزانِ عقلتِ اورا بَدَلِ بہارش باد

ہفتہ وار رہبرِ پشاور، جون ۱۹۳۷ء مطابق ربیع الاول ۱۳۵۶ء

نوائے غم

پیشکشِ مجبورِ قبلہ و کعبہ حضرتِ صاحبزادہ صاحبِ حسبِ الارشادِ اُستادی و مولائی حضرتِ مولانا

گل فقیر احمد صاحب خطیب جامع مسجد

برخصال حضرت قبلہ عالم قطب الاقطاب سید السالکین زبدۃ العارفین حاجی سید مہر علی شاہ صاحب  
چشتی قادری صدر نشین خانقاہ گولڑا شریف ضلع راولپنڈی پنجاب  
(پیش کردہ جناب سید ضیاء بھٹری قادری صدر دائرہ اُدبیہ پشاور)

ساقیا امروز بے کیف است جام زندگی  
مادر گیتی سیاه پوش است چوں شب تار  
سر زمین گولڑا امروز ماتم حسانہ شد  
بہر عالم تاب از پیش نظر ہیبت رفت  
حاصل کون و مکان یکجا گم کردہ ایم  
دید بے خواب است آن چشم غزالی اچہ شد  
شد لباس فقر از خون تمسک لاله زار  
آہ آہ مہر علی آہے سیکر صدق و صفا  
تا نمودی پردہ از چشم ظاہرین ما  
بسکہ انجم ریخت چشم اشک بار یککشال  
آہے کہ ذات پاک تو سرمایہ اسرار عشق  
آہے حسیل کعبہ دل آہے مسیح جان ما  
آستین جلوه فسکت بدیعیناستے  
از چراغ قلب تو گشتہ بسے دہا چراغ  
بود نطق گوہر نیت آیہ فردوس گوش  
بود از جبری ہزار و سہ صد و پنجاہ و شمش  
بست و نهم از صفر در یوم وصل مصطفیٰ  
حق دہد صبر و سکون بانو ابراہیم الدین سعید  
آہے شہنشاہ ولایت آہے امیر روزگار  
تا جدار معرفت آہے مستی بر حیات  
آہے تو شمس الدین تبریزی و مولانائے ما  
دیدہ ہائے گل فقیر احمد ہمہ طوفاں گرفت  
آن فقیر در گشت استاد مامولائے ما  
آنکہ از بحر تو یک جو بست در گزار عشق  
آتش در سینہ غم پرور اورا گرفت

خار خاں رنج و حسد ماں گام گام زندگی  
جز کف افسوس نبود حاصل لیل و نہار  
گولڑا ویراں چہ شد عالم ہمہ ویرانہ شد  
چشمہ آب بہت اندر دل طلمات رفت  
چشمہ داریم لیکن ما نظر گم کردہ ایم  
نالہ بے تاب است آن روح بلالی اچہ شد  
علم و عرفان و عمل با مرگ حسرت ہم کنار  
از وصال شد زمین و آسمان ماتم سرا  
داغ بادل آشنا شد گریہ با چشم وفا  
نیگہوں در ماتم تو شد قبائے آسمان  
آہے کہ مہر جلوه ات شد مطلع انوار عشق  
جان ما جانان ما آہے دین ما ایمان ما  
سینہ بے کینہ ات ہم طور و ہم سیناستے  
وز دماغ روشن تو شد منور صد دماغ  
گشت آن رنگینی گفت تصویر خموش  
روز سہ شنبہ سفر کرد از جہاں آن مہروش  
در جوار رحمت حق رفت آن نور خدا  
زینت سجادہ زیب مسند و خلف رشید  
نور چشم غوث اعظم آہے شبہ گروں وقار  
شش جہت آئینہ از جلوه ذات و صفات  
ما کجا بے جلوه رویت رویم آہے وائے ما  
ہاں دل بے اختیارش آتش سوزاں گرفت  
بے تورفت از خوشتن آہے وائے وائے ما  
گشت از مہر تو چوں آئینہ اسرار عشق  
داستان خاک پاک گولڑا از سر گرفت



دُور و اماندہ حیراں از غروب آفتاب  
عالم معنی ہمہ تار یک شد دل با خراب  
از سروش آمدند کئے بسندہ و ہم و گمان  
بہرہ از روح پاکش گیر و ای آیت نجاں  
گفت حق جان شہیداں را مسلم شد حیات  
کشتہ تبسم را پس کئے بود خوف ممات  
مرگ بہر او یا وصل جہاں و زندگیت  
زاں کہ روح شاں ہمہ تابندگی پانید گیت  
بر امید یک نگاہ آن دو چشم سرمہ سا  
لالہ ہا بر مرقدش کارید اشکِ نواں ضیا

## برو صال پر ملاں حضرت قبلہ عالم گولڑوی قدس سرہ

از نیازمند در گاہ بہر فیض احمد غنی عنہ (مؤلف)

دوش از بیم قلب گو شمع کسے نواخت  
کاں شیخ وقت قطبِ نواں ایں جہاں گذشت  
آں شاہباز قدس نشین کہ در زمین  
دلہا شکار کردہ علم و جہاں فراشت  
آں نور ذات حق کہ بیک پر تو نگاہ  
ذرات خاک سجده گر آفتاب ساخت  
آں مردِ کاملے کہ بعد فان و عشق حق  
در وقت خویش مثل خود اند بہاں نداشت  
آں محبتِ خدا کہ بہر جہاں قدم نہاد  
باطل بصد خجالت و ذلت ازاں شافت  
مردانِ راہ گرد ازاں جہاں نیافتند  
انجا کہ اسپ فضل و کمالت دوید و تاخت  
سبط جناب حیدر و دلبند غوثِ پاک  
فرزند شاہ کون و مکاں آلِ مصطفیٰ است  
فیض از نگاہِ نطفِ خدا کئے شود جُدا  
آں کس کہ قدرِ مہر علی شاہ بدل شناخت

## انتقال پر ملاں

قلبِ القاب سیدی مولائی اعلیٰ حضرت حضورِ پیر سید مہر علی شاہ صاحبِ پتی قادری گولڑوی قدس سرہ

از جناب شیخ ڈاکٹر اللہ داتا صاحبِ کتب نقشبندی گنجہای

از چہ تار یک است در چشم جہاں  
وز چہ می خیزد ز قلم ایں فہاں  
از چہ شد خونبار چشمِ دوستاں  
وز چہ شد ماتم کدہ ہند و ستاں  
از چہ در دستم بلرز دھامہ  
وز بیانش در دہن سوزد زباں  
چہیت ایں شورے کہ در عالم فساد  
در نواح گولڑا آہ و فغاں  
سیدما حضرت مہر علی  
آفتاب معرفت قطبِ زماں  
منظر فیضِ عظیمِ مصطفیٰ  
سید السادات بس عالی نشاں  
پیشوائے اصفیاء و اقییاء  
ما قصاں را پسید شمس کا ملاں

مہر چرخ زہد و ورع و اقامت  
 دور گیتی چوں مشالش کم بزاز  
 از قدم بوبیش محسوسم بساخت  
 حیثیت و اوایلا در لعن حسرتا  
 دیدنش کفارۃ عصیان ما  
 موت عالم موت عالم گفته اند  
 بہر تاریخ وصالش ایں بکھنت  
 روز سہ شنبہ صفر بست و نہم  
 از صد بستم برفتنہ سی و ہفت  
 مرجسائے گفت رضواں مرجبا  
 زانکہ سوئے حق روی آئے حق منہ  
 یادم آری از کرم بس عالمیم  
 ہمت مرد خدا اگر دشنہ زوں  
 رحمت حق بر مزارست تا ابد

در علوم شرع بحسبے کراں  
 چشم مہر و ماہ ندیدہ ہم چہناں  
 رفت از وارہن سوئے جہناں  
 شد جدا از مایہاں بکیاں  
 بود مرد حق پرست و حق نشان  
 بود در علم و عمل جان جہاں  
 طالب از گنجہ بادرد و فغاں  
 قبلہ عالم چو شد جنت رواں  
 یازدہ از مئی بختی واصلان  
 مفت مش را ایستادہ حواریاں  
 لب کشائی چوں بختی دوستاں  
 زانکہ لطف بیشتر بر عاصیاں  
 چوں شوند از سخن بیہودوں موناں  
 قبر تو در وسط گلزار جہاں

دیگر

(از مولانا مولوی سلام اللہ خان صاحب بنس چکے)

چہ گویم ز بے ہمدی چرخ دُوں  
 نہ شاید ز دستان مکرش گرینخت  
 ز دنیارواں گشت قُلب زماں  
 میسادم و خضر فرخندہ پے  
 ز اولاد پیغمبر پاک دین  
 ہم نامہ اداں رُوسے زمین  
 بتبیح و تسبیل یاد خدا  
 ز ماہ صفہ بود بست و نہم  
 بافتاق ظلت شدہ رونا

ز دستش کسے شادمانی ندید  
 نہ خواہد کسے از بلایش رہید  
 چو معروف و ذوالنون چوں بازید  
 مُبارک بسیرت ہمایوں پدید  
 چہ درخ شہستان شاہ شہید  
 بصدق و ارادت مطیع و مرید  
 بذکر خداوند عرش مجید  
 سفر کرد و دامن زیاران چمید  
 چو مہر از جہاں مہربانی کشید

بہناک مزارش خداوندگار

دہدین و برکت ز لطف مزید



## تاریخ وفات اعلیٰ حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

چو آن مہر سپہر اوج رفعت  
سیاہی گشت در عالم ہویدا  
نہاں شد شد عیاں وقت زوالش  
بہاں بے نور شد از انتقالش  
الہی نیک گردانی تالش  
اگر خواہی ز من سال وصالش  
بگو نور ہدایت رفت بحمدی

۱۳۵۶ مسیحی سال آن قطب گمان  
بگو بے بے چراغ چشت سالش

دیگر

جناب پیر صاحب فخر سادات  
اسیر قید غم گردید ہر یک  
چو از دُنیا بجنّت رفت ناگاہ  
جہاں تاریک شد چوں زوئے بدخواہ  
بگو غمِ زمان و قطبِ دُور  
بتاریخ وصالش از سر آہ

دیگر

(از جناب مولوی محمد فاضل صاحب صابر از ٹھیکریاں)

از ازل رسم تدبیر آمد کہ مہر آسمان  
لیک آئے حسرت نصیب گشتہ و بخت نگوں  
مے بود محبوب تر اندر زمستان بے گماں  
بہر ما گردید در آغاز تابستان نہاں  
کوہِ غم انداختہ بر قلب ما پس ماندگان  
الاماں از بازی چرخِ ستم گر الاماں  
سر بُریدہ صد ہزاراں را بہ تیغ جانستہاں  
بند گردانید سخن تدبیر و تادیباں  
نیت در ایں خاکداں بختیہ امن و اماں  
کیست آں واپس بیارو از برائے تشنگاں  
ماکنون از قسطہ فیضش نکرده تر زباں  
بودیکتاے زمن اہل صفت قطب زماں  
در ہمہ عالم پسا شد سر بسر آہ و فغاں  
گر نہی بر کوہ ندارد تاب ایں بارگراں

از ازل رسم تدبیر آمد کہ مہر آسمان  
لیک آئے حسرت نصیب گشتہ و بخت نگوں  
خویشتن دمساز شد با غم گسار خویشتن  
الغیاث از مکر ہائے آسمان حیلہ ساز  
آں کہ بر اعداء چوں سیف چشتیائی بر کشید  
آں کہ در میدان مہیب کوس جنگی را نواخت  
بعد از ایں ہرگز نباید داشت اُمید بقا  
لیک آہ آں آبِ حیاں رفت در زیر زبیں  
طاباں را تشنہ لب بگذاشت ز آب فیض خویش  
ہائے آں شاہ ولایت سرگردہ اولیا  
چوں از ایں دُنیا برائے سفر رخت خویش بست  
بر دل مردم رسیدہ آں چُناں درو فراق

بود آں بحسب علوم ظاہری و باطنی  
از وجودش گولڑا گلزار بودہ سرسبز  
آہ آں گلزار زیب گشت پامال خزاں  
جامہ خود چاک کردہ غنچہ از رنج دروں  
ہست نیلوفندہ بغم نیل پسداہن زدہ  
صاحب علم و عمل صوفی و عالی خاندان  
بہر گل چیدن ز ہر سو خلق گرد آمد دران  
باغ چوں رونق پذیرد گر نمازد باغبان  
بید بر خودے کنند لرزہ میان بوستان  
بسکہ بار ہجر اورا ساخت بے تاب تو ان

صابر ازین وصال شاں بگو آمد بندا  
بے ضیاء ماندہ جہاں چوں ہستہ عالم شد نہاں

۱۸۳۷ + = ۱۹۳۷ ع

راقم الحروف (مؤلف) کی استخراج کردہ تاریخ وصال: تُوَفِّي وَدَّوْدُ اللّٰهُ مُحَمَّدٌ دُطِرَ يَقْتَتِهْ یعنی اللہ کا دوست  
طریقۃ الہیہ کا مجدد فوت ہوا قبل ازیں بھی تحریر ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ رام پور، لکھنؤ، دہلی وغیرہ کے عقیدت مندوں کے  
مرثیہ جات و تاریخ ہائے وصال بخوف طوالت درج نہیں ہو سکے۔



# بعض کوائف بعد از وصال

## چھٹی فصل

### حجابِ برّخ کی کیفیت

حضرت بابو جی مدظلہ العالی بیان فرماتے ہیں کہ وصال کے چند روز بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت قبلہ عالم قدس تہذیب و شریعت والی جگہ پر ایک مکان میں پٹنگ پر موجود ہیں۔ اُس پٹنگ کے ایک جانب نہایت باریک سیاہ رنگ کا پردہ ٹٹک رہا ہے میں متعجب ہوتا ہوں کہ حضرت کا تو وصال ہو چکا ہے۔ پھر دوسرے لوگوں کو بھی بلاتا ہوں کہ آؤ زیارت کر لو۔ اس پر آپ اس پردہ کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں کہ ہم ادھر سے ذرا اُدھر ہو جائیں تو یہی ہمارے لیے موت کی کیفیت ہے۔ سچ ہے۔ اُولَیَاءُ اللّٰہِ لَا یَمُوتُوْنَ بَلْ یُنْتَقِلُوْنَ مِنْ دَارِ اِلٰی دَارٍ اٰخِرٰی۔ (اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ اس دار سے دُرا آخرت کو منتقل ہو جاتے ہیں)۔

### ایک مہجور ارادت مند کا خواب

وصال مبارک کے بعد عقیدت مندوں پر جو کیفیت گزری وہ بیان سے باہر ہے۔ اس صدمے سے مہینوں روتے رہے۔ کھانے پینے کو جی نہ چاہتا۔ اور نہ کسی محفل میں جی لگتا۔ ایسے ہی ایک غمزدہ نیاز مند نے خواب میں دیکھا کہ حضرت نے اسے گولڑہ شریف میں طلب فرمایا۔ وہاں پہنچ کر اُس نے دیکھا کہ حضرت سنگ مرمر کے تخت پر تشریف فرما ہیں اور خیر و عافیت دریافت فرمانے کے بعد اُس کے رات دن آنسو بہانے کی طرف اشارہ کر کے ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ جو تمہاری حالت ہے اللہ تعالیٰ کی طرف راہ پانے کے لیے یہ بھی ایک ضروری چیز ہے۔ یہ خواب اُس نے حضرت کے وصال کے چوتھے روز اپنے شہر میں دیکھا۔ اس پر اُسے ایسا جوش گریہ طاری ہوا کہ تین چار ماہ بعد جا کر اس میں کچھ کمی واقع ہوئی۔ سنگ مرمر کا روضہ اور تخت جو اُس نے خواب میں دیکھے تھے تقریباً بیس برس بعد جا کر تیار ہوئے۔ اس ناشاد کا نالہ غم اس طرح منظوم ہو گیا تھا۔

یادِ ایام کبھی دہریں آباد تھے ہم	باعث رونق کا شائدِ اِجِب دتھے ہم
بزمِ گلزار تھی وہ یار تھا اور ابر بہار	گل و بلبل تھے کبھی شہری و شمشاد تھے ہم
جان پروانہ تھی اور سامنے وہ شمعِ جمال	نشہ دید میں ہر سر سے آزاد تھے ہم
روحِ قربان تھی اور نذرِ دل و جاں کا خراج	جلوۂ حُسن میں سرور تھے و شاد تھے ہم
ناگہاں چھوڑ کے وہ پارِ طرح دار گیا	ناگہاں دُور تھے، مہجور تھے، برباد تھے ہم

ظلمتِ غم کی سیاہ رات ہے اُسے مہرِ منیر  
تیری فرقت میں بہت روتا ہے یہ تیرا فقیر

## مولوی عبدالرحیم صاحب (تھٹی) کا غش

حضرت قبلہ عالم قدس برہ کی نماز جنازہ کے بعد ایک دردمند مخلص مولوی عبدالرحیم صاحب سکنہ تھٹی ضلع کیمبلپور سڑک پر بے ہوش پڑے پائے گئے۔ کچھ لوگ انہیں ہوش میں لانے کے بعد ملک سلطان محمود صاحب منصرم مراسلات کے کمرہ میں لے آئے۔ مولوی صاحب نے بیان کیا کہ نماز جنازہ سے واپسی کے وقت میں حضرت کے حجرہ مبارک (عشق آباد) کے بالا خانے پر نظریں جمائے رہتا ہوا آ رہا تھا کہ آپ اچانک میرے پاس سڑک پر آکر کھڑے ہو گئے اور مسکراتے ہوئے میں اس نکتہ راہ کی تاب نہ لا کر بے ہوش ہو گیا۔

## حضرت بابو جی کی داستانِ نسیم

حضرت بابو جی مدظلہ العالی کی ذات اقدس پر جو کیفیت گزر گئی اُس کی داستان طویل ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ آپ نے حضرت کے وصال کے وقت حیرت انگیز ضبط اور وقار کا مظاہرہ فرمایا تھا۔ لیکن انتظام اور تجہیز و تکفین کے فوری فرائض سے فراغت پانے کے بعد گریہ کا طوفان ایسے اُٹھ آیا جو کبھی تھمتا معلوم نہ ہوتا تھا۔ خدام اور غلصین میں آپ کی یہ کیفیت دیکھ کر نئے سرے سے کھرام برپا ہو جاتا تھا۔ اپنے سلسلہ کے بزرگان اور ملک بھر کے ہم عصر مشائخ دستار میں ساتھ لیے تشریف لاتے رہے لیکن دستار بندی کا ذکر آتے ہی آپ پر شدید رقت طاری ہو جاتی۔ فرماتے: ”وہ اپنی جگہ آپ ہیں۔ میں تو صرف خدمت کے لیے ہوں۔“ یہ بات سن کر ان حضرات پر بھی گریہ طاری ہو جاتا۔ چنانچہ آج تک مجلس کے مقام صدر میں حضرت قبلہ عالم قدس برہ کے لیے مصیبت بھگتا ہے اور بابو جی مدظلہ العالی ایک جانب دو زانو بیٹھا کرتے ہیں۔ حجرہ مبارک میں حضرت اعلیٰ کا بستر بدستور سجا ہوا ہے اور پھر کھٹ لگی ہوئی ہے۔ ارد گرد آپ کی تسبیح، جائے نماز، مسواک، رومال، کلاہ، جُتہ، مختلف پارچات پوشیدنی، پاپوش، کھڑاؤں، شیشہ والی الماریوں میں اور میزوں پر بطور متبرکات رکھے ہوئے ہیں۔ جن کی زیارت اعراس اور عیدین کے موقعہ پر کرائی جاتی ہے۔ حضرت کی نشست گاہ کو انتخاب کی لائبریری بنا دیا گیا ہے۔ اور حضرت بابو جی نے اپنی نشست کے لیے علیحدہ ایک مختصر سی جگہ مخصوص فرمائی ہے۔ طالبین کا کثرت سے رجوع ہے۔ اور حضرت اعلیٰ کے حسب ارشاد بے شمار لوگ داخل سلاسل عالیہ ہو رہے ہیں لیکن حضرت کے مرید جب بابو جی سے تجدید بیعت کی درخواست کرتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ تمہارے شیخ زندہ ہیں۔ وہاں حاضری دو۔ ادھر مزار شریف پر حاضر ہونے والوں کو حضرت کی طرف سے نیکم ہوتا ہے بابو جی کے پاس جاؤ۔ چنانچہ چنیوٹ کے ایک صاحب کشف خطیب صاحب کہتے ہیں کہ میں مزار شریف پر متوجہ ہوا تو اتفاقاً ہوا کہ بابو جی کو جا کر ملو۔ مجھے دریافت پر معلوم ہوا کہ آپ حضرت صاحب ثانی کو اس نام سے یاد فرماتے تھے۔ تاہم حضرت کے بعض خوش نصیب مرید باصرار استدعا تجدید بیعت سے مشرف ہو چکے ہیں۔



## ساتویں فصل

# روضہ شریف کی تعمیر

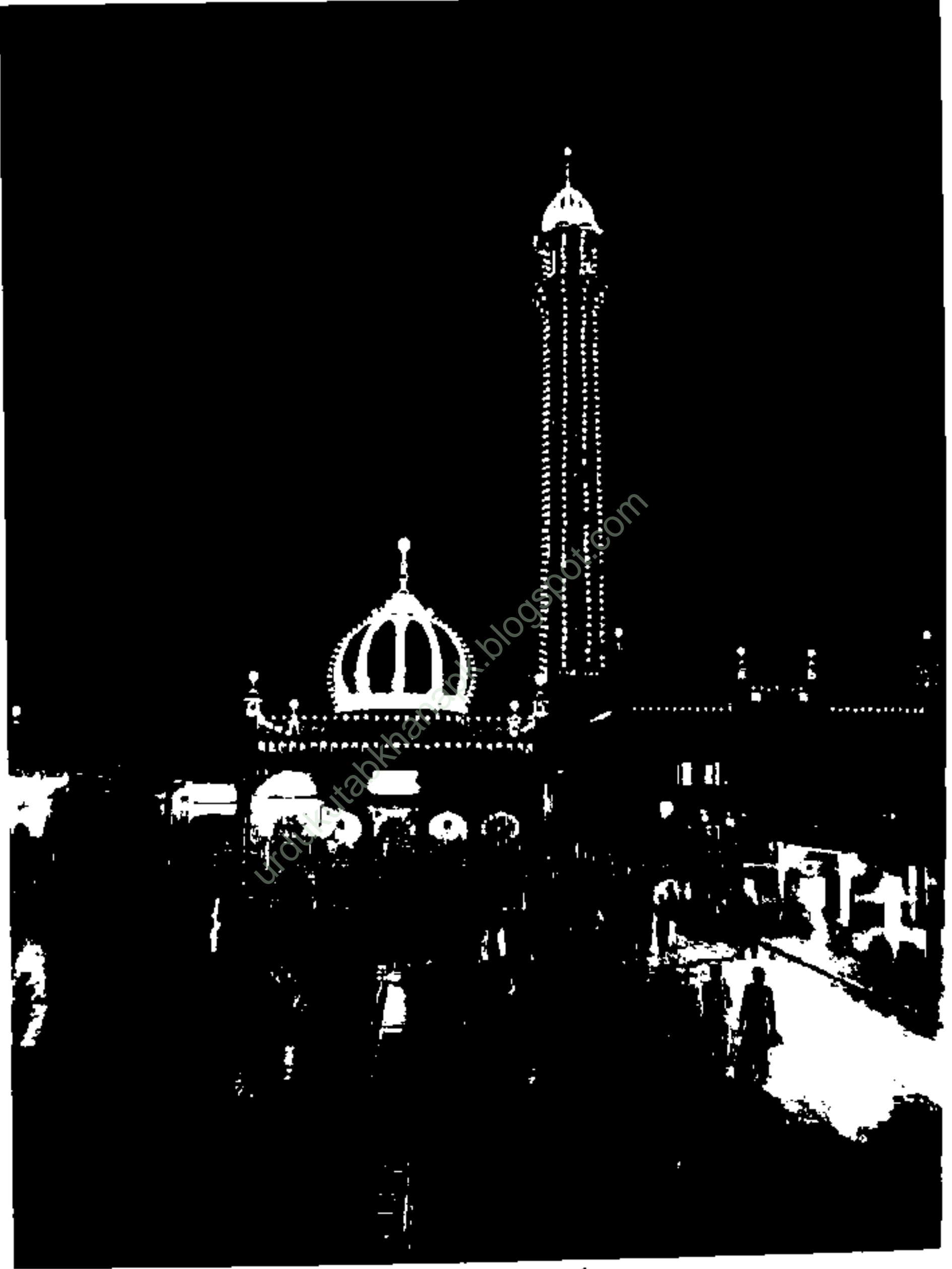
وصال شریف کے بعد حضرت بابو جی صاحب مدظلہ العالی نے خدام حاضرین کا یہ مشورہ پسند فرمایا کہ مدینہ منورہ کے نقشہ پر حضرت قبلہ عالم قدس بترہ کامر قد پاک بھی مسجد کے متصل بائیں طرف ہو۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے باغ کا وہ حصہ منتخب کیا گیا جو مسجد کے جنوب میں کچھ نشیب میں واقع تھا جب روضہ شریف کی تعمیر کے لیے باغ کا یہ حصہ کاٹ کر اس کی سطح مسجد کے فرش کے برابر کر دی گئی تو حضرت نے خواب میں بعض متوسلین سے فرمایا کہ مجھ پر اس قدر بوجھ کیوں ڈال دیا گیا ہے۔ اس پر انجینئر مہتمم تعمیر بابو جی صاحب چغتائی سابق اسسٹنٹ چیف آر کی ٹیکٹ، گورنمنٹ پنجاب نے، جنہیں حضرت سے شرف بیعت بھی حاصل تھا، مشورہ دیا کہ تابوت شریف کو نکال کر نئے تعویذ میں رکھا جائے جس کی گہرائی چھ فٹ سے زیادہ نہ ہو جب موجودہ صورت میں گہرائی بیس فٹ سے بھی زیادہ ہو گئی تھی۔

## تابوت شریف کی برآمدگی

چنانچہ یہ مبارک تقریب وصال شریف سے تقریباً تین سال بعد اس طرح عمل میں آئی کہ ایک شام تابوت مبارک کو نکال کر حضرت ابی صاحب رحمۃ اللہ علیہ (یعنی حضرت کے والد محترم) کے مزار مقدس کے پاس رکھ دیا گیا۔ جہاں رات بھر دوسرے روز اور آئندہ شب مسلسل قرآن خوانی ہوتی رہی۔ پروگرام تو یہ تھا کہ اسی رات صبح سے پہلے یہ کام مکمل ہو جائے اور کسی باہر والے کو اس کا علم نہ ہو لیکن تابوت مبارک کی برآمدگی سے فضا اس قدر معطر ہوئی کہ قصبہ اور نواحی آبادیوں کے مرد و زن سینکڑوں کی تعداد میں جمع ہو گئے۔ اور اگلے روز تو حضرت کے جنازہ کے مجرم کی سی شان پیدا ہو گئی۔ پھر باطنی فضائیں کچھ اس طرح منور ہوئیں کہ جب اگلی صبح بساں شریف سے حضرت مولانا محمد جعفر صاحب گولڑہ شریف پہنچے اور حضرت بابو جی نے ازراہ تعجب دریافت فرمایا کہ آپ کو پچاس میل دور کیسے خبر ہو گئی تو عرض کیا میں تہجد کے لیے بیدار ہوا تو اس طرف سے ایسی خوشبودار مہک آئی کہ مجھ سے رہا نہ گیا اور چل پڑا۔

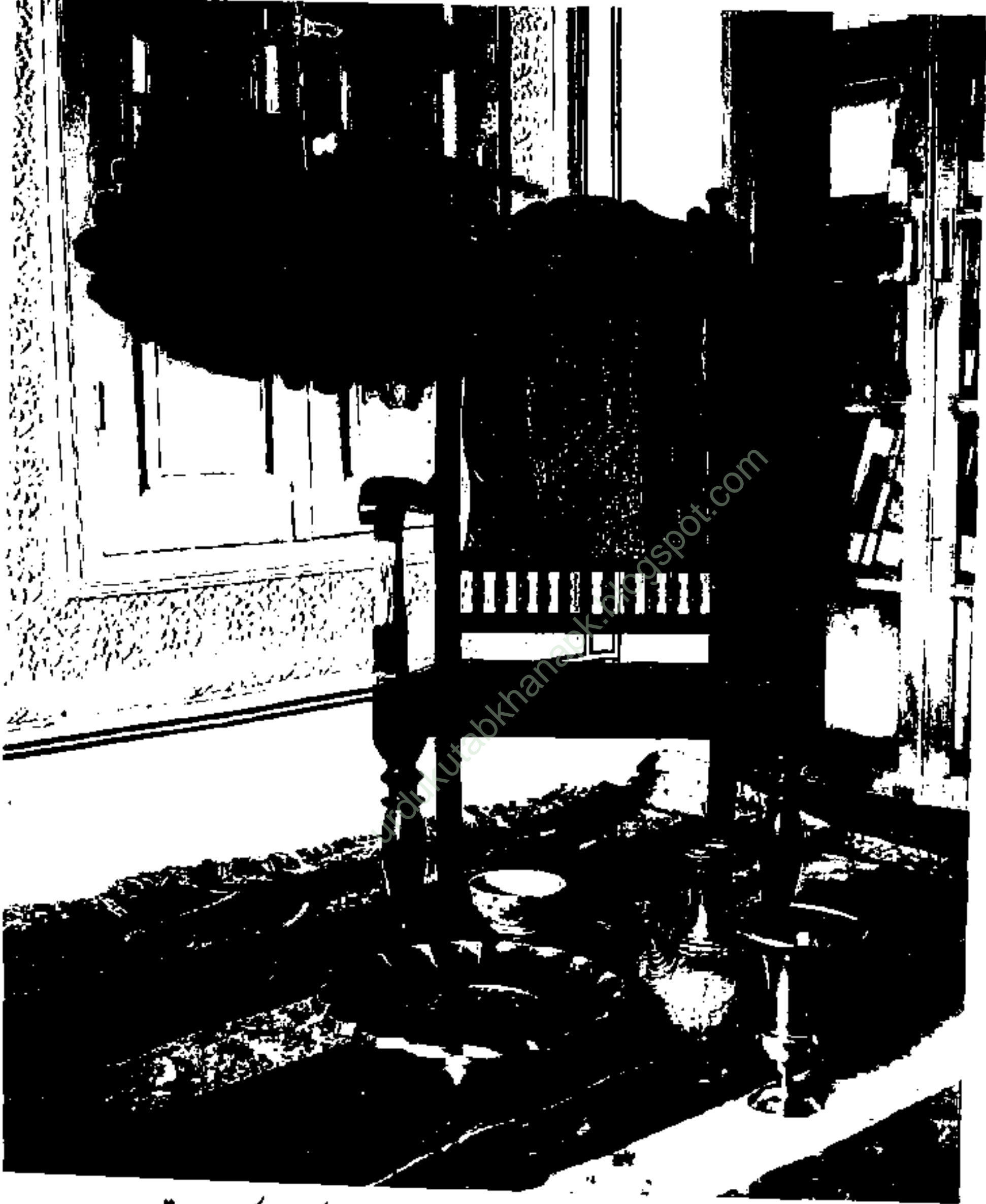
## بخدا کہ شکم آید بدو چشم روشن خود

جب تابوت شریف شام کے وقت باہر نکالا گیا تو اس میں ایک دراز نے نمایاں ہو کر حضرت بابو جی کو دعوتِ نظارہ دی۔ آپ نے جھانک کر دیکھا تو پیشانی میں سے ایک ایسا نور نکلتا نظر آیا جس کی مثال کسی دنیاوی روشنی یا چمک سے نہیں دی جاسکتی۔ بہت عرصہ پہلے آپ نے حضرت قبلہ عالم قدس بترہ سے حضرت حافظؒ کے اس شعر کا مفہوم دریافت کیا تھا۔



درگاہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف (رات کا منظر)

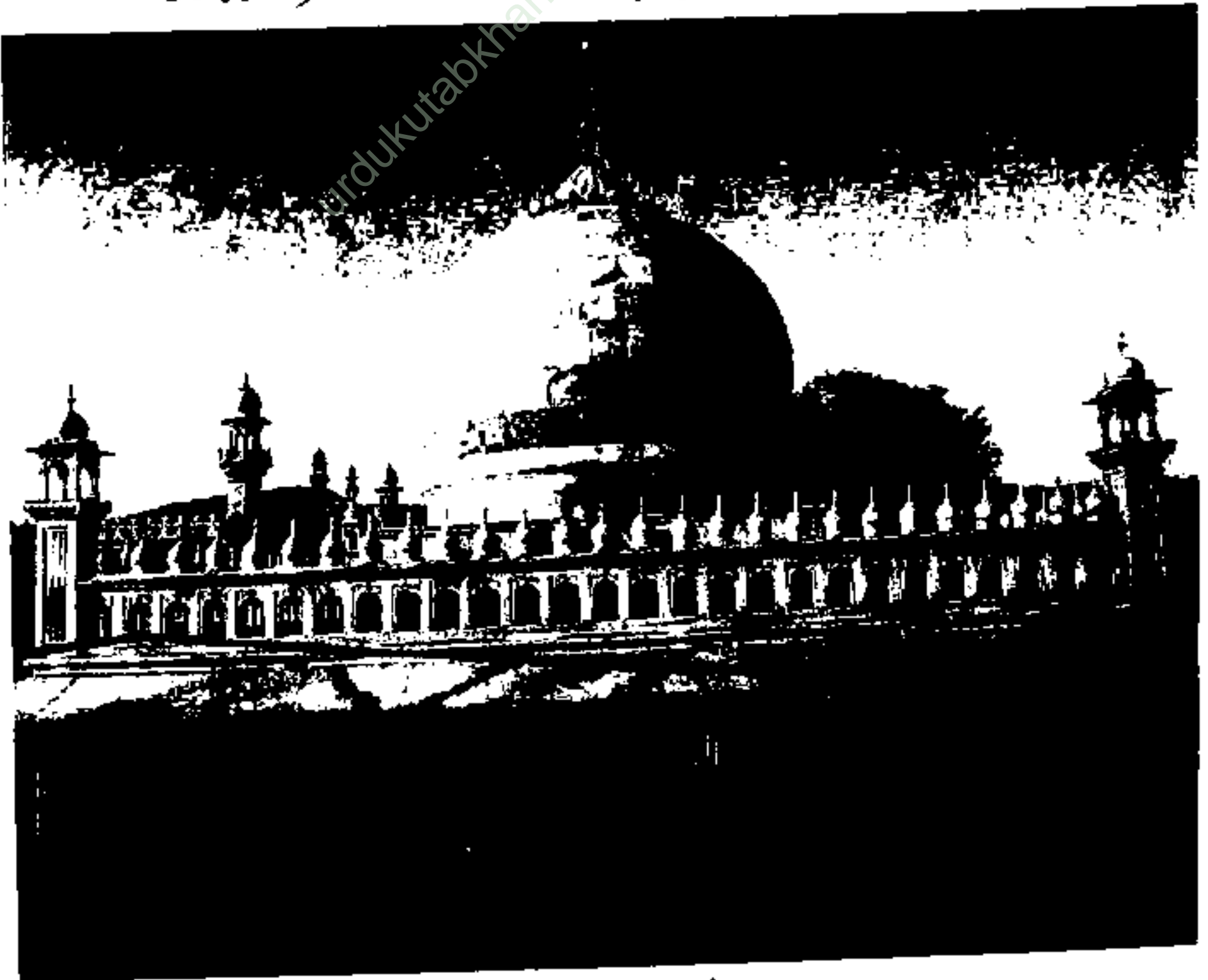




حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ صاحب کے کمرے کا منظر: تبرکات جو آپ کے زیر استعمال رہے۔



مرقد شریف حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ صاحب و حضرت بابو جی



درگاہ عالیہ گولڑہ شریف کا منظر





حضرت سید غلام حسین الدین صاحب (اللابی) اور حضرت سید شاہ عبدالحق صاحب مظاہر العالی  
آپ کے بیٹے اور پوتے مزار مبارک پر نئی چادر تبدیل کرتے ہوئے۔



حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ صاحبؒ کی چھڑی مبارک، ٹوپیاں اور رومال وغیرہ



حضرت بابو جی کے سفر ہائے بغداد شریف و قونیہ شریف کی دو نادر و یادگار تصاویر۔



مزار پر انوار حضرت سیدنا غوث الاعظمؒ کے اندر سلام عرض کرنے کا منظر  
حضرات مدنی صاحب، متولی صاحب، حمیر شریف صاحب، زوہ غلام فرید صاحب، پاکپتن شریف کے ہمراہ  
(بشکریہ، محمد حیات خان اسسٹنٹ کنٹرانکٹس)



قونیہ شریف، روضہ اقدس حضرت مولانا سید رومؒ کے باہر اپنے قافلہ کے ہمراہ  
(بشکریہ، سید محبوب سبحانی)

بخدا کہ رشک آید بدو چشم روشن خود کہ نظر در رخ باشد پچہیں لطیف رُوسے  
تو حضرت نے مسکرا کر فرمایا تھا کہ ایک وقت آئے گا جب اس شعر کے معنی تم پر خود بخود واضح ہو جائیں گے حضرت بابو جی  
فرماتے ہیں کہ اس کیفیت کو دیکھ کر اچانک یہ شعر میری زبان پر جاری ہو گیا اور حضرت کے اُس ارشاد کے انوار دل و دماغ  
میں کوند گئے۔

## روضہ مبارک پر کندہ آیات احادیث اور اقوال

حضرت کے حسین سنگ مرمریں روضہ پاک کی تیاری میں سبیل برس لگے ہیں۔ سنگ مرمر جو دھ پور ریاست میں مکرانہ کی  
مشہور عالم کان سے منگوا یا گیا۔ معمار بھی وہیں سے آئے اور بالآخر گولڑہ شریف میں رہائش اختیار کر کے پاکستانی شہری بن گئے  
ہیں۔ روضہ شریف کے اندر اور باہر بلندی پر سنگ سیاہ سے آیات، احادیث اور اُن کے ہم معنی اشعار اس خوبصورتی سے  
کندہ کیے گئے ہیں کہ باید و شاید۔ ان کی تفصیل زائرین کے بڑھتے ہوئے اشتیاق کی بدولت اب ایک علیحدہ ٹریکٹ میں شائع  
ہو چکی ہے بعض مثالیں درج ذیل ہیں:-

آیت شریف:- اَللّٰهُ يَجْتَبِيْ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَيَهْدِيْ اِلَيْهِ مَنْ يَّيْتِبُ ۝

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے اپنے لیے جس کو چاہے اور راہ دیتا ہے اپنی طرف اُس کو جو اُس کی طرف رجوع کرے۔  
حدیث شریف:- اِنَّ قُلُوْبَ بَنِيْ اٰدَمَ كُلَّهَا بَيْنَ اَصْبَعَيْنِ مِنَ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ كَقَلْبٍ وَّاحِدٍ  
يُّصَرِّفُهَا كَيْفَ يَشَاءُ

ترجمہ:- تمام بنی آدم کے دل اللہ تعالیٰ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں میں مثل ایک دل کے (قابو و قبضہ میں) ہیں  
وہ پھیرتا ہے اُن کو جیسا چاہے۔

شعر:- بیچ کے بخوشتن رہ نہ بُرد بسوئے او بلکہ سپائے او رُود ہر کہ رُود بسوئے او

ترجمہ:- کوئی شخص خود بخود اُن کی طرف نہیں جاسکتا۔ بلکہ جو بھی اُن کے در تک جاتا ہے اُنہی کی مرضی سے جاتا ہے۔

شعر:- تا بُود ازو طلب طالب او کسے نہ شد ایں ہمہ جستجوئے ماہست ز جستجوئے او

ترجمہ:- جب تک اُن کی طرف سے طلب نہ ہو کوئی اُن کا طالب نہیں ہو سکتا۔ یہ جاری جستجو اُنہی کی مہربانی کی بدولت ہے

حدیث شریف:- لَا يَزَالُ الْعَبْدُ يَتَقَرَّبُ اِلَىٰ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى اَكُوْنَ سَمْعُهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ

ترجمہ:- ہمیشہ بندہ نوافل کے ذریعے میرے قریب ہوتا ہے جتنی کہ میں اُس کی شنوائی ہو جاتا ہوں جس کے ذریعہ وہ سنتا ہے۔

شعر:- گفتہ او گفتہ اللہ بُود گرچہ از حلقوم عبد اللہ بُود

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ کے بندوں کا کہنا اللہ تعالیٰ کا کہنا ہے اگرچہ وہ بظاہر انسان کے منہ و زبان سے ہو۔

شعر:- گر جُدا بینی ز حق تو خواجہ را گم کنی ہم متن و ہم دیباچہ را

ترجمہ:- اگر تو اپنے مُرشد کو حق تعالیٰ سے جدا سمجھے گا تو متن اور دیباچہ بظاہر و باطن سب کھو بیٹھے گا۔

لے واللہ مجھے اپنی ان دو آنکھوں پر رشک آ رہا ہے کہ ایسے حُسن لطیف کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا ہی غیرت کا  
مقام ہے۔ (فیض)



آیت شریف :- وَكُذِّبَتْهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا

ترجمہ - اگر وہ لوگ جنہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا تیرے پاس آتے اور پھر اللہ سے معافی مانگتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اُن کے حق میں طلب معافی فرماتے تو البتہ اللہ تعالیٰ کو معاف کرنے والا مہربان پاتے۔

حدیث شریف :- سَلِّ تَعْطُ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ

ترجمہ - سوال کرتے ہوئے دیا جائے گا۔ شفاعت کرتی شفاعت قبول کی جائے گی۔

شعر ————— گویم ز کمال تو چہ غوث الشہدینا  
ترجمہ ————— اے دونوں جہاں کے غوث آپ کے درجہ و کمال کے کیا کہنے (بہتر اور مختصر یہ ہے) کہ آپ خدا کے محبوب اور ابنِ محبوب اور آلِ حسین رضی اللہ عنہ ہیں۔

شعر ————— ما عجز و حیدان بمانیم بگرداب  
ترجمہ ————— ہم گرداب میں حیران و پریشان پھنسے پڑے ہیں۔ خدا کی قسم تیرے سوا ہمارا کوئی ذریعہ نجات نہیں۔

آیت شریف :- وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُظِلَّكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهِ مَنْ يَّشَاءُ

ترجمہ - اور اللہ تعالیٰ نہیں ہے کہ تم کو خبر دے عیب کی لیکن اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اپنے رسولوں میں جس کو چاہے۔

حدیث شریف - فَتَجَلَّى لِي كُلُّ شَيْءٍ وَعَرَفْتُ

ترجمہ - تمام اشیاء مجھ پر ظاہر کر دی گئیں اور میں نے ان کو جان لیا (علم غیب کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت چاہیے)

شعر ————— کا ملاں از دُور نامت بشنوند  
ترجمہ ————— کا طین دُور سے تیرے نام کو سن کر تیرے حقائق و دقائق کا پتہ کر لیتے ہیں۔

شعر ————— کا طین دُور سے تیرے نام کو سن کر تیرے حقائق و دقائق کا پتہ کر لیتے ہیں۔

شعر ————— بلکہ پیش از زادن تو سا لہا  
ترجمہ ————— صرف یہ نہیں بلکہ تیرے پیدائش سے بھی سا لہا سال پہلے تجھے تیرے احوال سمیت دیکھ چکے ہوتے ہیں۔

ترجمہ ————— صرف یہ نہیں بلکہ تیرے پیدائش سے بھی سا لہا سال پہلے تجھے تیرے احوال سمیت دیکھ چکے ہوتے ہیں۔

آیت شریف :- يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ

ترجمہ - اے ایمان والو! ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے اور سچوں کے ساتھ رہو۔

حدیث شریف - أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ - الْمُسَدَّدُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ

ترجمہ - سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اُن کے ساتھ رہے گا جن کے ساتھ تیری محبت ہے۔ آدمی اُن کے

ساتھ ہوتا ہے جن سے محبت ہو۔

شعر ————— ہر کہ با ایشاں نشیند یک دمے  
ترجمہ ————— جو اُن کے پاس ایک لمحہ بھی بیٹھے گا۔ تو قیامت کے دن اُس کو کوئی فکر و غم نہ ہوگا۔

ترجمہ ————— جو اُن کے پاس ایک لمحہ بھی بیٹھے گا۔ تو قیامت کے دن اُس کو کوئی فکر و غم نہ ہوگا۔

آیت شریف - وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ هُمْ أَمْوَاتٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ

ترجمہ - اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے اُنہیں مردہ نہ کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو خبر نہیں اور تم نہیں جانتے۔

حدیث شریف - إِنَّ الشُّهَدَاءَ أَحْيَاءُ وَإِنَّمَا يَنْتَقِلُونَ مِنْ دَارٍ إِلَى دَارٍ

شعر — مراد زندہ پسندار چوں غویش تن  
من آیم بجاں گرتو آئی بہ تن

ترجمہ — مجھے اپنے جیسا زندہ سمجھ۔ اگر تو میری طرف جسم سے آئے تو میں جان سے آؤں گا۔

شعر ————— هرگز نگیرد آن که دلش زنده شد بعشق

ترجمہ۔۔۔ جس کا دل عشق الہی سے زندہ ہوا وہ کبھی نہیں مرے گا۔ صغیرہ ہستی پر ہمارا دوام ثابت ہو چکا ہے۔

آیت شریف۔ یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ۔

ترجمہ۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اُس تک وسیلہ ڈھونڈو۔

حدیث شریف۔ قال عمر رضی اللہ عنہ

اللَّهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)

ترجمہ۔ عمر رضی اللہ عنہ نے دُعا مانگی۔ فرمایا، اے اللہ ہم پہلے تیرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تو تسل کرتے تھے۔

شعر ————— پیر دا بگڑیں کہ بے پیر ایں سفر  
ہست بس پُر آفت و خوف و خطر

ترجمہ — پیرو کو حاصل کرو۔ کیونکہ یہ سفر آخرت بغیر پیر کے نہایت بُر آفت و بُر خطر ہے۔

شعر ————— چوں تو ذاتِ پیر را کردی قبول  
هم خدا در ذاتش آمد هم رسول

ترجمہ — اور جب تو نے پیر کو مان لیا تو گویا تو نے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مان لیا اور قبول کیا۔

آیت شریف۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ۔

ترجمہ تحقیق جو لوگ بیعت کرتے ہیں تجھ سے وہ بیعت کرتے ہیں اللہ سے، اللہ تعالیٰ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں کے اُپر ہے۔

حدیث شریف۔ فَقُلْنَا قَدْ بَايَعْنَاكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ أَلَا تَتَابَعُونَ رَسُولَ اللَّهِ فَسَطُنَا

أَيُّدِينَا وَقُلْنَا عَلَى مَا نَبْأِعُ

ترجمہ پس ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ سے بیعت کر چکے ہیں، فرمایا کیا تم بیعت نہیں کرتے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پس ہم نے ہاتھ بڑھائے اور عرض کی کہ کس حشر و رحمت کرم رحمہ (الحدث)

تبعہ۔۔۔۔۔ دستِ اُوراحق چو دستِ خویش خواند  
پس بَدُ اللہ فوقِ اُنْدُھم راند

ترجمہ — اولیائے کرام کے ہاتھ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا ہاتھ کہا ہے۔ (اگر نقیض نہ ہو تو) نَدُّ اللّٰهِ قُوَّتِیْ اَنْدُ نَهْمُ کُوْرُھِ

اور مد نظر رکھ

شعر — دستِ پیر از غائبان کوتاه نیست  
دستِ اوجِ سزای قبضه الله نیست

ترجمہ — پیر کا ہاتھ دُور دراز و غائب لوگوں تک پہنچنے سے قاصر نہیں ہے کیونکہ اُن کا ہاتھ سوائے قبضہِ حلّ و حلّ کے

کوئی دوسری چیز نہیں۔

شعر — من خس و عاشاک و پستم پست را بگرفته  
 ایں مگویم شاہِ خوباں مست را بگرفته

ترجمہ — مجھ شخص و خاشاک و حقیر و پست چیز کو آپ نے بیعت کر رکھا ہے۔ اے شاہِ غواہاں میں یہ نہیں کہتا کہ آپ

نے کس مست کا ہاتھ تھام رکھا ہے۔



شعر ————— مثل محبوب الہی کردہ ای مارا مرید  
ترجمہ ————— آپ نے حضرت خواجہ محبوب الہی کی طرح مجھ ناچیز کو مرید کیا ہے۔ اور بیعت کے وقت بے تامل میرا ہاتھ تھا ایسا ہے۔

آیت شریف۔ اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَآخُوْتُ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔

ترجمہ۔ یاد رکھو جو لوگ اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں نہ ڈرتے ہیں نہ ڈرتے ہیں نہ ڈرتے ہیں نہ ڈرتے ہیں۔ ان کو کوئی خوف نہ ہر اس نہیں۔

حدیث شریف۔ هُمْ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْفِي جَلِيسُهُمْ

ترجمہ۔ وہ ایسے مجلس والے ہیں جن کا ہم مجلس کبھی بد بخت اور ذلیل و خوار نہیں ہوتا۔

شعر ————— اولیاء را ہست قدرت ازالہ تیر جستہ باز گرداند ز راہ

ترجمہ ————— اولیاء کرام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہی طاقت حاصل ہے کہ کمان سے نکلے ہوئے تیر کو بھی واپس کر سکتے ہیں۔

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تہذیبیں

جو ہو ذوق یقین پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

آیت شریف۔ تَحْنُ اقْرَبَ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ

ترجمہ۔ ہم زیادہ قریب ہیں اُس کی شہ رگ سے بھی یعنی بہت ہی قریب اور ہر وقت ساتھ ہیں۔

حدیث شریف۔ وَاِنْ تَقَرَّبَ اِلَيَّ شَبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ بَاعًا

ترجمہ۔ اگر انسان ایک بالشت میرے قریب آوے تو میں ایک ہاتھ اُس کے قریب آتا ہوں۔

آیت شریف۔ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ۔

ترجمہ۔ اُس کو آنکھیں نہیں پا سکتیں اور وہ آنکھوں کو پا سکتا ہے۔ اور وہ نہایت لطیف اور خبر داس ہے۔

شعر ————— اے بڑوں از وہم و قال و قیل من خاک برفرق من و تمشیل من

ترجمہ ————— اے ہمارے قیل و قال اور وہم و گمان سے باہر تر کیا بیان ہو۔ ہمارے سر اور مثال دینے پر خاک پڑے۔

آیت شریف۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ۔

ترجمہ۔ جو لوگ ستاتے ہیں اللہ کو اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو، اللہ تعالیٰ دُنیا اور آخرت میں

اُن پر لعنت بھیجتے ہیں۔

آیت شریف۔ مَنْ اَذَى لِّیْ وَلِیًّا فَقَدْ اَذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ

ترجمہ۔ جو میرے دوست کو ستائے میں اُس کو اعلان جنگ کرتا ہوں۔

آیت شریف۔ سَنُزِیْنُهُمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاَفَاقِ وَفِیْ اَنْفُسِهِمْ ؕ

ترجمہ۔ اب ہم دکھلائیں گے اُن کو اپنی نشانیاں دُنیا میں اور خود اُن کی جانوں میں۔

شعر ————— حق پیدا است از میان دیگران ہجوم ماہ اندر میان اختداں

ترجمہ ————— حق غیروں میں ایسا ظاہر ہے جیسے چاند ستاروں میں ظاہر ہو جاتا ہے۔

جلوۂ حق یوں نمایاں صورتِ انساں میں ہے

نورِ خورشیدِ فلک جیسے مہتاباں میں ہے

## لا اسراف فی النحر

حضرت بابو جی مدظلہ العالی روضہ شریف کی تعمیر کے بارے میں متردد تھے۔ علمائے اہل سنت کی ایک کثیر تعداد نے اس کے حق میں زبانی اور تحریری فتوے دیے۔ مگر ایک صاحب نے لکھ بھیجا کہ اگرچہ شرعاً بنا علی القیور پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا تاہم تعمیر میں اس قدر خرچ ہوگا کہ اسراف کی شق میں آسکتا ہے۔ اس پر آپ نے تصوف کی ایک کتاب غالباً "فوائد الفوائد" کھولی تو لکھت نظر آیا کہ حضرت نظام الدین اولیاء سے کسی نے سوال کیا کہ اسراف کسے کہتے ہیں فرمایا کہ جو مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ ہو، خواہ کتنا ہی زیادہ ہو اسراف نہیں ہے اور جو کسی دوسری راہ میں خرچ ہو، خواہ کتنا ہی قلیل ہو اسراف ہے۔ اس کے علاوہ امام حسن کا قول مبارک لا اسراف فی الخیر بھی مشہور ہے۔ اس کے بعد حضرت بابو جی نے عالم رویا میں حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کو اس حالت میں دیکھا کہ آپ نہایت ذوق کے عالم میں تشریف لارہے ہیں۔ اور تسبیح مبارک کو ہر دو دوش مبارک پر مارتے ہوئے یہ آیت تلاوت فرما رہے ہیں :-

وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنًا  
یاد کرو جب ہم نے بیت اللہ کو لوگوں کے لیے جائے امن و امان بنایا۔  
پُچھا پُچھا آپ نے اس سے یہی تعبیر اخذ کی کہ تعمیر روضہ مطلوب ہے۔



## آٹھویں فصل

# اولاد و احسان

حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کے صاحبزادہ صاحب اور جانشین حضرت بابو جی مدظلہ العالی کو اپنی ذات کے متعلق تعریف و توصیف کا ایک لفظ تک سُنا گوارا نہیں۔ انھارے حال اور خودی کی نفی اس قدر منظورِ خاطر ہے کہ ایک بار ایک مخلص نے علامہ اقبال کے اس شعر کی تعریف کی ہے

میں جی بھی تک تھا کہ تیری جلوہ پسندی نہ تھی  
جو نمودِ حق سے مٹ جاتا ہے وہ باطل ہوں میں

تو فرمایا کیا کہا؟ میں جی بھی تک تھا، ارے میں تو کبھی تھا ہی نہیں۔“

چونکہ حضرت قبلہ عالم کی سیرت کا کوئی مرقع آپ کی ذاتِ اقدس کے اس مظہرِ اتم کے حالات کے بغیر مکمل نہیں کہلا سکتا تھا۔ اور یہ اندیشہ بھی تھا کہ آپ کے متوسلین کی طرف سے ان حالات کی تالیف بارِ خاطر کا باعث ہوگی۔ اس لیے حاجی مصباح الدین صاحب نقشبندی دہلوی (حالِ مقیم راولپنڈی) کا یہ مقالہ پیش کرنے کی جرات کر رہا ہوں۔

حاجی صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ میں نے حتیٰ الوسع قلم کو روک کر اور اپنے احساسات کو دبا دبا کر یہ شذرات قلم بند کیے ہیں۔ (فیض)

## درتیم حضرت قبلہ بابو جی مدظلہ العالی

احمد اللہ ثم الحمد للہ حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کا فیض عام اُن کے اکلوتے صاحبزادے اور خلف الصّدق، سیادتِ پناہ، جانِ ایتان و کانِ عرفان، حضرت ثانی قبلہ شاہ غلام محی الدین المعروف بہ بابو جی، صاحب مدظلہ العالی کے دستِ حق پرست پر جاری و ساری ہے۔

اس درتیم حضرت بابو جی مدظلہ پر اَلْوَلَدُ سِرّاً لَکَیْہِ کی اصطلاح صحیح معنوں میں صادق آئی۔ نقاشِ ازل جل جلالہ نے اس نقشِ ثانی کی ذاتِ بابرکات کو ایک ایسا صاف اور روشن آئینہ بنایا جس میں حضرت اعلیٰ کے فضائل و خصائل کی جوہر تصویر اور تشیل نظروں کے سامنے آگئی۔ اور یہ ایک ایسا عظیم احسانِ الہی ہے جس کے لیے حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کے متوسلین اور حُرّ تام حق تعالیٰ شانہ کی جس قدر حمد و بجالائیں کم ہے۔

گر برتنِ من زباں شود مہ مُو  
یک شکر از ہزار نتوانم کرد



حضرت پیر سید غلام محی الدین گیلانیؒ المعروف بابو جیؒ



## بیٹے کے حلیفہ اعظم ہونے کی روایات

سلاسل طریقت میں یہ پہلا موقع نہیں کہ بیٹے نے باپ کی مسند کو چار چاند لگائے ہوں اور خلافتِ عظمیٰ کا استحقاق اپنے لیے ثابت کیا ہو بلکہ سلسلہ عالیہ قادریہ اور چشتیہ میں ابتداء سے یہ شاندار روایت چلی آرہی ہے۔ بالخصوص چشتیہ بہشتیہ میں حضرت محمد ابن حضرت احمد ابدال، حضرت قطب الدین مؤدود ابن حضرت ابو یوسف، حضرت علم الدین ابن حضرت سراج الدین، حضرت جمال الدین ہمن ابن حضرت محمود راجن، حضرت محمد ابن حضرت حسن محمد اور حضرت مولانا فخر الدین ابن حضرت نظم الدین اور نگ آبادی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی ذواتِ قدسیہ اس حقیقت کی روشن مثالیں ہیں۔

## اللہ کے ذکر والی روح

حضرت بابو جی کی ولادت دسمبر ۱۸۹۱ء (۱۳۰۸ھ) میں ہوئی حضرت اعلیٰ کو دستورِ زمانہ کے مطابق اس ولادت باسعادت کی خوش خبری مبارک کے لفظ سے دی گئی۔ تو پہلے یہ ارشاد فرمایا کہ میں نے مبارک کے لفظ سے سمجھا کہ شاید مجھے خدا مل گیا بعد ازاں فرمایا کہ ہر شخص کو زینہ اولاد کے پیدا ہونے سے خوشی ہوتی ہے لیکن مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ ہمارے گھر میں ایک اللہ اللہ کرنے والی روح کا ورود ہوا ہے۔

چنانچہ سفر ہو کہ حضر، صحت ہو کہ علالت، حضرت بابو جی مدظلہ العالی کسی وقت بھی اپنے مالک کی یاد سے غافل نہیں رہتے۔ ان کی اس کیفیت کو خود حضرت اعلیٰ نے بارہا سراہا۔ ملک محمد خدا بخش ٹوانہ راوی ہیں کہ ایک روز حضرت قبلہ عالم قدس سترہ بالا خانے پر تشریف فرما تھے کہ دور سے حضرت بابو جی گھوڑے پر سوار راولپنڈی کی طرف سے آتے ہوئے نظر آئے حضرت نے انہیں دیکھ کر فرمایا: غلامِ محی الدین ہے۔ پھر تبسم ہو کر گوہرِ شاں ہوئے۔ دیکھو گھوڑا دوڑا رہا ہے مگر اپنے کام (یعنی یادِ حق) میں برابر مشغول چلا آ رہا ہے۔ ذکرِ حق میں ہمیشہ منہمک رہنے کی تلقین اور ترغیب ہم حضرت اعلیٰ کے ملفوظات ہیں اس شعر کی تکرار میں بھی پاتے ہیں۔

نئی گویم کہ از عالم جدا باش      بہر جائے کہ باشی با حشر و باش

## تعلیم و تربیت

حضرت بابو جی مدظلہ العالی کی تعلیم و تربیت حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کے زیرِ سایہ علم و فضل کے گہوارے میں ہوئی۔ حضرت نے اول دن سے ہی بہ نور فراست جانچ لیا تھا کہ یہ نہال گلشنِ نبوت اس دورِ قحط الرجال میں رشد و ہدایت کا محور بنے گا۔ اس لیے آپ کو ظاہری و باطنی علوم سے مزین کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ فرمایا۔ یوں تو ہر فاطمی اخلاقِ حسنہ کا ایک نمونہ ہوتا ہے اور اسے شرح صدر ابست دہی سے حاصل ہو جاتا ہے اور اس کا سینہ علوم کا گنجینہ ہوتا ہے۔ اس سونے پر سہاگہ یہ ہوا کہ حضرت اعلیٰ نے آپ کے لیے اتالیق بھی وقت کے صاحبِ کمال حضرات مقرر فرمائے۔

## آپ کے اتالیق

حضرت بابو جی نے علمِ قرأت (تجوید) حضرت استادِ قرآنی عبدالرحمن صاحب جوپوری سے حاصل فرمایا۔ قاری صاحب

اپنے فن کے یگانہ روزگار تھے۔ اور ان اضلاع میں فن تجوید کی تخیل سب سے پہلے اُن ہی کے دم قدم سے روشن ہوئی۔ دیگر علوم دنیسیہ کی تحصیل حضرت بابو جی نے حضرت مولانا محمد غازی صاحب سے کی۔ حضرت مولانا کے تبحر علمی اور طریقہ تعلیم کی خوبی پر حضرت کے وہ الفاظ دال ہیں جو آپ نے بابو جی قبلہ کو ایک خط میں تحریر فرمائے تھے یعنی ایسے شفیق اور بے نظیر محقق عالم کے زیر تعلیم ہونا اُس وہاب الخلاق کا کمال احسان ہے۔ فی الحقیقت شفیق اور محقق اُستاد کا میسر آجانا شاگرد کی خوش نصیبی ہے۔ پھر اس شاگردِ رشید نے بھی پوری طرح منتفع ہونے اور اُستاد کی قدردانی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔

## فیضانِ نظر

بابو جی قبلہ نے علوم اسرارِ باطنیہ حضرت اعلیٰ کی مجلس اور فیضانِ نظر سے حاصل کیے اور ذاتی استعداد و علو ہمتی کے سبب قرب و کمال کی بلند و بالا منزلیں طے فرمائیں۔ حضرت اعلیٰ نے آپ کی تعلیم پر ہمیشہ کڑی نظر رکھی۔ حضر ہو یا سفر، کسی حالت میں بھی توجہ خاص میں کمی نہ آنے دی۔ اس کا کچھ اندازہ اُن خطوط سے لگتا ہے جو حضور نے بابو جی قبلہ کے نام وقتاً فوقتاً ارقام فرمائے۔ اُن میں سے کچھ خطوط کے اقتباس یہاں پیش کیے جاتے ہیں۔

## آپ کی طرف حضرت اعلیٰ کے خطوط کے اقتباسات

خط ۱۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ بِرُحْمٍ وَأَرْحَمُ مَحْيٍ الدِّينِ حَفْظَ اللَّهِ وَوَقْلَ مَا يَحِبُّ اللَّهُ وَيَرْضَى دُعَاوِ سَلَامٍ۔ ایسے شفیق اور بے نظیر محقق عالم حفظہ اللہ کے زیر تعلیم ہونا اُس وہاب الخلاق کا کمال احسان ہے ایسے اُستاد کے حسبِ ہدایت کار بند ہونا موجب حصولِ نفع ہے۔ ہر کام اور ہر حال اُسی لطیف قبل از لطیف کی طرف دھیان رکھو اور اُسی کے دستِ نگر ہو۔ در رحم اُتہات اُس کی بے عوض عنایت نے کیا کچھ کم کیا ہے جو آئندہ نہ کرے گا۔ صرف اسی ایک نعمت کا شکریہ ادا نہیں ہو سکتا کہ باوجود اطلاع علی المعاصی عفو و رحم و ستاری سے معاملہ فرما رہا ہے۔ ایسے سارِ رحیم سے ہر حال کامل اُمید کامیابی کی ہو سکتی ہے۔ مکرر لکھتا ہوں کہ ہر حال اُسی کے دروازہ پر گڑ گڑانا اور اُسی سے محفوظ ہونا اصل الاصول ہے حصولِ سعادت و ارین کے لیے۔ خالص بندہ کو حصولِ مطلب سے چنداں حظ نہیں ہوتا جس قدر کہ اُس کے آگے ہاتھ پھیلائے اور اظہارِ نیاز سے۔ اول لالچ ہے اور ثانی عبادت۔ عالم، فاضل، متصف باوصافِ کاملہ ہمہ شہید مگر بندہ اوستدیم کہ در بندِ خوشیم خواہ از عالم دنیا یا از عالم عقبی۔ بندہ از بند گانش فرمودہ ہے

غبارِ خاطر عشاق مدحِ طلبی است بخلوتی کہ منم یادِ دوست بے ادبی ست

۱۔ ترجمہ ہم عالم فاضل اور اوصافِ کاملہ سے متصف سب کچھ ہوئے مگر اُس کے بندے نہ ہوئے۔ کیونکہ اپنے آپ میں گرفتار ہیں۔ خواہ دُنیا کی وجہ سے یا عقبی کی وجہ سے۔ اللہ تعالیٰ کے بندگانِ کامل میں سے ایک بندہ نے فرمایا ہے کہ مدعا طلب کرنا عاشقوں کے لیے دل کا غبار ہے۔ جس خلوت میں اس وقت میں ہوں وہاں اللہ تعالیٰ کی یاد بھی بے ادبی کا حکم رکھتی ہے۔ (فیض)

۲۔ یہ شعر حضرت خواجہ کلیم اللہ جہان آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جو آپ نے اپنے وصال سے تھوڑی دیر پہلے فرمایا تھا۔ (فیض)



خط ۲

اے غلامِ غوثِ اعظم! فکر کن! فکر کن در خلقت پس شکر کن  
ترجمہ - اے غلامِ محی الدین! شکر کر اپنی پیدائش میں اور شکر کر۔

جمع گشتہ در تو عالمِ خلق و امر جسم تو خلق است رُوحِ بہت ہست امر  
(تیرے اندر عالمِ خلق و امر جمع ہیں۔ تیرا جسم عالمِ خلق سے ہے اور رُوح عالمِ امر سے)  
ہست در تو جملہ از عالمِ کبیر زیں بہت شد نام تو عالمِ صغیر  
(تجھ میں عالمِ کبیر کی نظیر ہے۔ اس لیے تیرا نام ہی عالمِ صغیر ہے)  
جستہ تو کل شد ملائک جُز او زیں سبب آمد خطاب اسجد و  
(تیرے جدِ امجد کل ہوئے اور ملائک جُز و ٹھہرے اس وجہ سے فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم آیا)

خط ۳ تیسرے بیت کی تشریح ملاحظہ ہو۔ والسلام

برخوردار غلامِ محی الدین حفظك الله مع الحقہ و فقل لمایعب ویرضنی  
بعد دعا و سلام آنکہ .... تم کو چاہیے کہ امورِ ذیل کے پابند رہو :-

- ۱۔ شغلِ سبق میں بخططِ اوقات سامعی رہو۔
- ۲۔ رات کا سونا حسب ہدایت مکان پر میری آرام گاہ میں مع رُفقا بالتزام ماوجب آرام کرنا۔
- ۳۔ ختمِ مہمود کو بدستور قائم رکھو۔
- ۴۔ بعد فراغت ہر روز ضرور گھر میں جایا کرو۔
- ۵۔ نماز باجماعت کو اہم الہامات سمجھو۔
- ۶۔ سب طلباء کے ہر طرح خبر گیری رہو۔

خط ۴

برخوردار غلامِ محی الدین حفظك الله عما یکرہ و عما یتوہ

بعد دعا و سلام ایں کہ .... سب گھروں اور مہمانوں کی خبر گیری رکھنا۔ مجتہد و جماعت کا التزام رہے۔ اپنے اُستاد صاحب  
کا حسب ہدایت خیال رکھنا۔ اُن کی ضروریات کو قبل از وقت مہیا رکھنا۔ اُن کی صحبت کا خیال چاہیے نہ صرف اپنے سبق اور مطلب  
کا۔ ایسا ہی جناب قاری صاحب کی خبر گیری رکھو۔ یعنی کوئی وطنی نا تراشیدہ حسب عادت اہل وطن پیش آنے نہ پاوے۔ ایسا حلیم  
نہ ہونا چاہیے کہ ضروریات میں نقصان ہو اور نہ ایسا درشت کہ خلق اللہ بیزار ہو۔

خط ۵

برخوردار غلامِ محی الدین وفقك الله لموجبات رضائہ و لقاءہ

دعا و سلام۔ اما بعد۔ یہاں پر بفضلہ سبحانہ من کل الوجہ خیریت ہے۔

یہ تشریح بابِ طغوثات و مکتوبات میں زیر عنوانِ نفوس الحکم کا ایک سبق ملاحظہ فرمائیں۔

نے گویم کہ از عالم جدا باش بہر جائے کہ باشی با حُسنِ دُعا باش  
ایوم نیز تاجید اور بارہ شرابِ دوشینہ یعنی محافظت نسبت و سائر امورِ مسطورہ قلمی نمودہ مے آید۔ (آج بھی شرابِ دوشینہ یعنی نسبت  
مع اللہ کی حفاظت اور دیگر جملہ امورِ مسطورہ کے متعلق تاکید کی جاتی ہے) جہان میں سخن گو ایک ہی ہے۔ پارسی، ہندی، عربی سب ایک  
ہیں۔ اس دارِ وجود میں کون بسنے والا ہے سوائے اُس حکیم و دود کے اور کوئی نہیں۔ اُس کا جلوہ ہر شے میں نمایاں ہے اور اُس کا علم ہر شے پر محیط ہے

## نوعمری سے توجہ الی الحق

حضرت بابو جی مدظلہ میں بچپن ہی سے رشد و ہدایت کے آثار پائے جانے لگے تھے۔ آپ کے بچپن کا زمانہ دیکھنے والوں  
سے سنا گیا ہے کہ آپ نوعمری ہی سے متوجہ الی الحق ہو گئے تھے۔ قیادتِ نظم و ضبط اور جذب کی جھلکیاں نمایاں ہونے  
لگی تھیں۔ ملک سلطان محمود صاحب نوانہ سے نقل ہے کہ آپ نے صغر سنی میں ایک مبارک خواب دیکھا جسے سن کر حضرت اعلیٰ  
نے فرمایا تھا کہ ہم کو بھی اس عمر میں ایک ایسا ہی خواب آیا تھا لیکن غلام محی الدین کا خواب ہمارے اُس خواب سے کچھ فوقیت لیے ہوئے ہے۔

## میری راہ اختیار کرنی ہے تو تین باتوں پر کار بند رہنا

ملک فضل قادر صاحب مرحوم راوی ہیں کہ ایک دن ضلع شاہ پور کے دو عمر بزرگ جو حضرت کے پیر بھائی تھے حضرت سے  
بٹنے کے لیے تشریف لائے۔ دورانِ گفتگو ان بزرگوں نے فرمایا۔ "ماشاء اللہ آپ کا یہ سنہری دور ہے۔ اپنے صاحبزادے صاحب  
کے حال پر خصوصی توجہ رکھیں۔" حضرت اعلیٰ نے لفظ "سنہری" سن کر ازراہ تواضع فرمایا کہ جس زمانہ کو سنہری کہا جاسکتا ہے وہ تو  
حضرت قبلہ عالم سیالوی رحمۃ اللہ علیہ (یعنی حضرت کے مُرشد) ہی کا تھا۔ جسے آپ حضرات نے خوب دیکھا ہے اب وہ  
بات کہاں؟ ان حضرات نے جواب میں کہا کہ جناب ہمیں تو آج وہی رنگ یہاں بھی نظر آ رہا ہے۔ اُس وقت حضورؐ نے  
اس قدر ظاہر فرمایا کہ غلام محی الدین ابھی چھوٹی عمر میں تھا کہ ایک روز یہ میرے پیچھے میرے قدموں کے نشانوں پر اپنے قدم  
رکھتا ہوا چلا آ رہا تھا۔ میں نے پیچھے مڑ کر اس کی یہ کیفیت دیکھی تو اس سے کہا کہ اگر میری راہ پر چلنا ہے تو تین باتوں پر مستقل  
کار بند رہنا ہوگا۔

اول۔ ہر وقت با وضو رہنا

دوم۔ اپنی خودی کو مٹا کر مخلوقِ خدا کی خدمت میں مشغول اور احَدٌ مِنَ النَّاسِ بن کر رہنا۔

(تیسری بات کا ذکر آپ نے اُس وقت نہیں کیا)

پھر فرمایا۔ آج تک تو یہ ان باتوں پر کار بند چلا آ رہا ہے۔ "چنانچہ آگے چل کر دُنیا نے دیکھ لیا کہ اس سعادت مند بچے نے  
اپنے مقدس باپ کے نصائح پر عمل پیرا ہو کر ایک امتیازی شان پیدا کی اور اپنے آبا و اجداد کا نورانی ظلم بند سے بلند تر رکھا۔  
گولڑہ کا وہ سنہری دور آج بھی خدا کے فضل و کرم سے بدستور سنہری ہے۔

## حضرت اعلیٰ کی نظر میں حضرت بابو جی کا مقام

حضرت بابو جی کے مقام کی نسبت یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ جن دنوں حضرت اعلیٰ پر استغراق کا غلبہ شروع ہوا تھا۔ اُس زمانہ



میں سرگند درجیات مرحوم وزیر اعظم پنجاب نے حضرت بابو جی کی خدمت میں ایک خط کچھ اس مضمون کا لکھ کر بھیجا تھا کہ حضرت اعلیٰ کے استغراق کی وجہ سے آپ اب باہر کا آنا جاننا کم کر دیں اور آستانہ شریف پر زیادہ قیام فرمایا کریں۔ آپ کو یہ بات کچھ ناگوار گزری۔ تاہم اس کا اظہار کیے بغیر آپ نے یہ خط حضرت اعلیٰ کے گوش گزار کر دیا۔ اسے سن کر حضورؐ نے فرمایا: جو لوگ تمہیں ایسی باتیں کہتے ہیں وہ تمہارے حال سے بے خبر ہیں۔ سچ ہے جو ہر کی قدر جو ہری ہی جانتا ہے، بے خبر کیا سمجھیں کہ ان حضرات کے سفروں میں کیا رنڈ مخنی ہوتے ہیں۔

## صاحبزادگی کی فضا کا تدارک

ایک مرتبہ حضرت اعلیٰ نے فرمایا کہ ہمارے دل میں خیال گذر کہ بر خور دار غلام محی الدین کی بیعت اپنے پیر خانہ سیال شریف میں کرادیں۔ لیکن اس امر نے باز رکھا کہ صاحبزادگی بڑا نازک مقام ہے۔ مبادا یہ اس بار کو نہ اٹھاسکے۔ چنانچہ اپنے ہی پاس رکھنا بہتر خیال کیا۔

عموماً دیکھنے میں آیا ہے کہ بزرگوں کی اولاد میں ایک طرح کا عجب پیدا ہو جاتا ہے۔ اس میں مریدوں کی نیاز مندی اور ادبگت کو بڑا دخل ہے۔ ہر مرید شیخ کا قرب حاصل کرنے کی خاطر شیخ کی اولاد کی خدمت کرنا اپنے لیے باعث سعادت سمجھتا ہے۔ اس عجب کی وجہ سے اکثر صاحبزادگان کسب کمال سے محروم رہ جاتے ہیں لیکن اس طبیب حاذق اور فرض شناس والد نے اپنے عزیز فرزند کے تربیتی نسخے میں ابتداء ہی سے اس متعدی بیماری کا پریزیشن شامل کر دیا تھا اور تاکید فرمائی تھی کہ خودی کو مٹائے رکھنا۔ مشغول خدمت خلق رہنا اور احسن الناس بن کر رہنا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت بابو جی ایک طرف تو دنیا کی بڑی سے بڑی شخصیت سے مرعوب نہیں ہوتے۔ اور دوسری طرف ادنیٰ سے ادنیٰ حیثیت کے انسان پر بھی شفقت میں کوئی کمی نہیں آنے دیتے۔ اگرچہ اکلوتے بیٹے تھے، سب کی توجہ کا مرکز، ہر ایک خوشنودی حاصل کرنے کا خواہاں۔ غرض بگاڑ کے سارے سامان موجود، مگر اللہ سے استقامت کہ طبیعت ہمیشہ فقر ہی کی طرف مائل رہی۔ خود تو کیا بگڑتے بفضلہ تعالیٰ اپنے دونوں صاحبزادوں رفیع اللہ قدرہما کو بھی صاحبزادگی کی خودیوں سے محفوظ رکھا۔ سچ ہے ترک دنیا دل سے ہوتی ہے نہ کہ کمی مال و اسباب سے۔

## ”بے خون جگر چشیدن نتواں“

حضرت اعلیٰ نے اپنی طالب علمی کے زمانے میں بڑی مشقتیں جھیلی تھیں۔ سفر کی صعوبتیں اٹھانی تھیں۔ حضرت کے اشارہ کا یہ عالم تھا کہ جو قومات ذاتی انحرافات کے لیے گھر سے موصول ہوا کرتی تھیں وہ بھی اپنے ہم سبق طلباء کی ضرورتوں پر صرف کر دیتے تھے اور خود فاقہ کش رہتے تھے۔ اور حضرت بابو جی کی نظر جب اپنے تعلیمی ماحول پر گئی تو معاملہ بالکل برعکس پایا۔ گھر میں رہتے تھے۔ ہر طرح کا آرام موجود۔ ہر قسم کی آسائشیں۔ چنانچہ اس طالب علم بلکہ طالب مولیٰ نے مشقت اور جفا کشی کو التزاماً اپنا شغف بنا لیا۔ کم خودی کی عادت ڈالی۔ لہذا آواز اور تن آسانیاں ترک کر دیں۔ اور سفر کی صعوبتیں اٹھانا معمول بنالیا۔

ایں شربت عاشقی مست خسرو بے خون جگر چشیدن نتواں  
دینی طلباء کو عموماً جن سختیوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ ان سے ہم آہنگی پیدا کرنے کی ایک انوکھی ترکیب نکالی جہرأت کی شام کو چاندیم جو یوں کو ساتھ لے کر کسی نواحی بستی میں چلے جاتے اور وہیں کسی مسجد میں شب بسر کرتے۔ ہمراہی روکھے



سوکھے ٹھٹھے طلباء کی طرح گداگری کر کے جمع کرتے اور مسجد میں لے آتے۔ آپ سب کے ہمراہ انہیں تناول فرما کر خُدا سے  
ذوالجلال کا شکر ادا کرتے۔ رفتہ رفتہ لوگوں کو پتہ چل گیا کہ یہ سوکھے ٹھٹھے کس نورعین کے لیے جمع ہوتے ہیں۔ چنانچہ  
ٹکڑوں کی بجائے پُر تکلف کھانے آنے شروع ہو گئے۔ جب دیکھا کہ یہ عید کھل گیا تو شبِ باشی اور بوریائیں شیشی کا یہ انداز ترک کرنا پڑا۔

## فکر و نظر کی بلندی

نظر و فکر زمانہ طفلی ہی سے بلند و اعلیٰ ہو گئے تھے۔ علمی بات ہو یا فنی، کسی کام سے متعلق ہو یا کھیل سے، آپ اس کی  
گہرائیوں تک پہنچتے۔ اور حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح اس بات کا وہ نتیجہ نکالتے جو حقائق و معارف سے لبریز ہوتا۔ اور  
جسے سننے والے حیرت زدہ رہ جاتے۔ آپ کے فکر و ذہن میں حضرت مولانا رومؒ کا رنگ بہت غالب ہے جس کا برابر مظاہرہ  
ہوتا رہتا ہے۔ حضرت مولانا کی ذاتِ گرامی سے آپ کو گہری نسبت اور عقیدت ہے۔ چنانچہ ان کے مزارِ اقدس کی زیارت کے  
لیے قونیہ شریف (ترکیہ) کے کئی سفر اختیار کر چکے ہیں۔

## بچپن میں ریلوے انجن سے شغف

زمانہ طفولیت سے آپ کو ریلوے انجن سے خصوصی شغف ہے۔ اُس زمانہ میں انجن ڈرائیور عموماً انگریز ہوا کرتے تھے۔ جو  
آپ کی خوش اخلاقی اور معصومیت کی وجہ سے آپ سے بے حد مانوس ہو گئے تھے۔ ان ڈرائیوروں نے آپ کا شوق پورا کرنے  
کے لیے آپ کو انجن چلانا تک سکھا دیا تھا۔ یہ شوق اس حد تک بڑھا کہ اکثر اوقات گولڑہ ریلوے اسٹیشن پر گزار دیتے۔ خالی اوقات  
میں گھر پر بھی اس کھیل کی طرف مائل رہتے۔ یہاں تک کہ اپنی بیٹھک کی چھت پر ریلوے سگنل کی برج کا ایک سگنل آویزاں کر دیا۔  
جب کوئی ریل گاڑی رات کے وقت گولڑہ اسٹیشن سے گزرتی تو آپ کے جاننے والے ڈرائیور انجن کی سیٹی بجا دیتے۔  
جس کی آواز سن کر آپ اپنی بیٹھک کا سگنل گرا دیا کرتے۔ سیٹی کی آواز سے بھی آپ کا درد مند دل متاثر ہوتا اور رقت طاری ہو جاتی۔  
اسی کھیل کی وجہ سے شب بیداری کی عادت پڑ گئی تھی۔ اس خصوصی وابستگی کو دیکھتے ہوئے بہت سے غلصہ مند نے نشست گاہ  
کی زینت کے لیے انجنوں کی تصاویر اور نقشے بنانا کر پیش کیے۔ اور جناب شاہ عبدالولی صاحب گوالیاری نے تو ایک ماڈل انجن  
جس میں کونے کی بجائے مٹھائی اور پانی کی بجائے شربت بھرا تھا، پیش کیا تو آپ بہت محفوظ ہوئے۔ آپ کی اس دلچسپی کو دیکھ  
کر حضرت اعلیٰ نے آپ کو بابو جی کا خطاب عطا فرمایا جو اس قدر مقبول و معروف ہوا کہ سب لوگ آپ کو بابو جی ہی کہنے لگے۔  
وضع داری اور تعلق کا یہ حال ہے کہ بچپن کا یہ خوش نصیب دوست انجن آج تک نظر التفات کا مورد چلا آ رہا ہے۔ اور اس کی  
وجہ سے ریلوے کا سارا محکمہ ہی منظورِ نظر ہے۔

ایک مرتبہ کسی بے تکلف دوست نے آپ سے کہا کہ کیا کالے کلوٹے پر آپ کا دل آیا ہے اور کیسی بھونڈی شکل والی  
شے کو آپ نے محبوب بنایا ہے۔ جواب میں حضرت بابو جی نے فرمایا کہ مجھے اس کی چار ادائیں بہت پسند ہیں:-  
ایک تو اس کا حوصلہ کہ جتنی زیادہ آگ ڈالو اتنا ہی زیادہ تیز چلتا ہے۔

دوسرے اس کی وفا کہ اس کے ساتھ خواہ فرسٹ کلاس کا ڈبہ لگا دو یا مال گاڑی کا چھکڑا۔ جہاں خود جائے گا اپنے ساتھیوں  
کو بھی وہیں لے جائے گا۔





فولانجن جو گوالیار میں حضرت بابو جی صاحب مدظلہ العالی کو پیش کیا گیا (صفحہ ۳۶۶)



حضرت بابو جیؒ کی رہائش گاہ (اندرونی منظر)



حضرت بابو جیؒ کی رہائش گاہ (بیرونی منظر)



تیسرے ایثار کہ خود جلتا ہے مگر دوسروں کو نفع پہنچاتا ہے یعنی منزل مقصود پر لے جاتا ہے۔ اور چوتھے استقامت کہ اپنی متعینہ راہ (لائق) پر ہی چلتا ہے۔ بے راہ روی اختیار نہیں کرتا۔  
قابل نے کہا ہے ۷

وفاداری بشرط استواری عین ایماں ہے  
مرے بت خانہ میں تو کعبہ میں گاڑو برہمن کو

## مرشد راہ کے لیے انجن کی چار خصوصیات کا سبق

آپ کے یہ الفاظ کسی تشریح کے محتاج نہیں۔ ان میں جہاں ایک طرف بلند نگاہی کا مظاہرہ ہے تو دوسری طرف مرشد کی خصوصیات کی وضاحت ہے۔ صاحب ارشاد کے لیے ضروری ہے کہ

- ۱۔ وہ بلند حوصلہ ہو۔ بے عرفان کے خم کے خم پی جائے مگر اُس کا ظرف عالی چھلکنے نہ پائے۔
- ۲۔ با وفا ہو کہ اپنے جملہ صاحب نسبت مبایعین کو خواہ وہ کیسے ہی ہوں، منزل مقصود تک پہنچا دے۔
- ۳۔ صاحب ایثار ہو کہ دوسروں کے نفع کے لیے خود ضرر تک اٹھالے۔
- ۴۔ استقامت (نصف کرامت) پر ایسا راسخ ہو کہ کسی حالت میں جادۂ حق نہ چھوٹے۔

اس وحید العصر شخصیت نے عملی طور پر ان تمام خصوصیات کو بدرجہ اتم اپنایا۔ الحمد للہ والمنة علی ذالک ۷

ہر کے راہر کا رے ساختند میل آں اندر دلش انداختند

## سکس کا رتب ایک اہم مسئلہ کے حل کا باعث ہوا

قبلہ بابو جی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ اثنائے تدریس میں مسئلہ جبر و قدر اور کسب و اختیار پر حضرت قبلہ عالم قدس سرہ تقریر فرما رہے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ ممکن کا اختیار کچھ معنی نہیں رکھتا۔ لے دے کے آخر وہی جبر ہی معلوم ہوتا ہے۔ اس پر حضرت نے اہل سنت والجماعت کے مسک کے مطابق تقریر فرمائی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ بندہ کو فی الجملہ اختیار حاصل ہے۔ گو وہ اختیار میں مجبور ہے تاہم جبر کے خیال کے مطابق جبر (پتھر) کی طرح نہیں اور اسی مہموم اختیار پر مدار تکلیف ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک دن یہ مسئلہ خود ہی تمہاری سمجھ میں آجائے گا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ کافی مدت کے بعد ایک دفعہ بعض احباب کے اصرار پر بیٹی میں ایک سکس دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اس میں ایک شخص کو بہت بھاری بوجھ اٹھاتے دیکھا گیا۔ جو مادۂ ممکن نہ تھا تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ محض اس شخص کے کسب اور ریاضت کا نتیجہ ہے۔ اس وقت مجھے اچانک حضرت کا مذکورہ بالا ارشاد یاد آگیا۔ اور میں نے یہ محسوس کیا کہ واقعی انسان میں کسب و اختیار کی نعمت موجود ہے اور اگر وہ اس کو استعمال کرے تو بہت کچھ کر سکتا ہے۔ گو یہ سب مشیت الہی کے ماتحت ہی ہے۔

سبحان اللہ! حضرات اہل اللہ کی نظر بصیرت کا کیا عجیب عالم ہے، جو چیز لوگوں کے نزدیک ایک کھیل تماشہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ ان حضرات کی نگاہ نکتہ رس اُس سے کیسے باریک نتائج اخذ کر لیتی ہے۔ سچ ہے۔ ع

فکر ہر کس بخت در بہمت دوست



## اجازت بیعت و ارشاد

قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ جب حضرت بابو جی صاحب کی علمی و روحانی تکمیل سے ہر طرح سے مطمئن ہو گئے تو آپ کو اجازت بیعت عطا فرمائی چونکہ بابو جی طبیعتاً منکسر المزاج واقع ہوئے ہیں۔ اس لیے اپنا سلسلہ ارشاد جاری فرمانے سے ایک عرصہ تک گریز کرتے رہے مگر حق تعالیٰ نے تو آپ کو اس منصب کے لیے ازل سے ہی چُن لیا تھا۔ آخر وہ دن آبی گیا جب یہ بارگراں آپ کو اٹھانا پڑا۔ حضرت اعلیٰ جن آیام میں علیل تھے قبلہ بابو جی نے پاک پتن شریف جانے کا قصد فرمایا۔ حسب دستور حضرت کی خدمت میں رخصت کے وقت سلام کے لیے حاضر ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ اگر کوئی اخلاص سے اصرار کرے تو بیعت لے لیا کرو۔ قبلہ بابو جی نے اس حکم پر عرض کی کہ اگر بیعت لینے کے لیے اہلیت ضروری ہے تو بندہ میں اس کا یکسر فقدان ہے۔ اور اگر اس سے غرض رونی کھانا ہے تو حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ اور آپ کی بھتیجیوں کا صدقہ کسی کی محتاجی نہیں۔ وقت عزت و ابرو سے گزر رہا ہے۔ نیز یہ بھی تو آپ ہی کا ارشاد ہے کہ بیعت لینے کا استحقاق اس شخص کو حاصل ہے جس کی نظراعیان ثابۃ تک ہو اور میں تو ظاہری نظر کے لیے بھی عینک کا محتاج ہوں۔ حضرت اعلیٰ نے فرمایا۔ دوسرے لوگ کون سے ولیوں کی اولاد ہیں۔ قبلہ بابو جی نے عرض کیا۔ جناب دوسروں کی نسبت کچھ عرض نہیں کر سکتا۔ صرف اپنا حال عرض کر رہا ہوں۔ کچھ خاموشی کے بعد حضرت نے تیسری مرتبہ پھر اپنا حکم دہرایا تو بابو جی نے عرض کی کہ تعمیل حکم کے لیے تیار ہوں لیکن ایک شرط ہے۔ وہ یہ کہ آپ وعدہ فرمائیں کہ جسے میں بیعت کروں گا اُس کے ذمہ دار آپ ہوں گے۔ غالباً یہ شرط آپ نے اس وجہ سے لگائی کہ حضرت ایسا وعدہ فرمائیں گے اور نہ انہیں بیعت کا بار اٹھانا پڑے گا۔

جواب میں حضرت نے فرمایا۔ ذمہ داری جن کی ہے وہی ذمہ دار ہیں۔ میں بیچارہ کون ہوں ذمہ داری اٹھانے والا۔ اس پر بابو جی کو یہ عرض کرنے کا موقع مل گیا کہ اگر جناب بھی بے چارہ ہیں تو پھر میری بے چارگی کا کیا کہنا۔ مجھ میں یہ بارگراں اٹھانے کی تاب کہاں بالآخر کچھ سکوت کے بعد حضرت نے فرمایا۔ اچھا جو شخص تمہارے ہاتھ پر بیعت کرے گا اُس کا میں ذمہ دار ہوں۔

## ذمہ داری کی کیفیت کا ظہور

اس ذمہ داری کی کیفیت بھی وقتاً فوقتاً علانیہ طور پر آئی ہے۔ ایک شخص محمد دین نامی سنگری زمین میں ہل چلانے پر مامور تھا۔ سادہ لوح مگر بہت باادب انسان تھا۔ اس کے ادب کا اندازہ اس ایک واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک مرتبہ قبلہ بابو جی باہر سفر پر تشریف لے گئے۔ دیوان غلام رسول صاحب نے محمد دین سے کہا کہ بابو جی کی خالی بیٹھک میں رات کو سو رہا کرو۔ لیکن وہ بے ادبی کے خیال سے بیٹھک میں نہ سوتا اور باد ضرورہ کر تمام رات جاگ کر گزار دیتا تھا۔ جب سفر سے واپسی پر حضرت بابو جی کو یہ علم ہوا تو اظہارِ ناراضگی فرمایا کہ اس غریب کو کیوں مُغت میں مُصیبت میں ڈالا۔ کسی اور کو سلا دیا ہوتا۔ قصہ ایک دن حضرت اعلیٰ کے وصال کے کچھ عرصہ بعد یہ شخص قبلہ بابو جی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور یہ پیغام پہنچایا کہ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ نے فرمایا ہے۔ غلام محی الدین سے کہو وہ دل گرفتہ نہ رہا کرے اور کھلے دل سے بیعت لے لیا کرے۔ اُس وقت حضرت بابو جی نے حقیقت ظاہر فرمائی کہ میں نے حضرت کے ارشاد کی تعمیل میں بیعت تو لینا شروع کر دی تھی لیکن ہر وقت دل گرفتہ رہتا تھا اور رہ رہ کر خیال آیا کرتا کہ حضرت نے ذمہ داری تو اٹھائی ہے اور سلسلہ طریقت کے اکابرین کی ذیل میں مجھ نااہل کا نام بھی آگیا ہے لیکن اپنے



گناہوں کی وجہ سے یہاں اور وہاں بجز شرمساری کیا حاصل ہوگا۔ یہ ایسی بات تھی جسے کبھی زبان پر نہ لاسکا۔ اور دل ہی دل میں کڑھتا رہا۔ اس شخص کے سچے م سے حیرانی تو ہوئی ہے مگر ساتھ ساتھ اطمینان بھی ہوا ہے کہ بات سچی ہی کہہ رہا ہوگا۔ کوئی دوسرا شخص اس راز سے آگاہ نہ تھا۔ اس لیے نہ تو یہ ممکن تھا کہ اس نے اپنے پاس سے یہ بات بنائی ہوگی اور نہ یہ کہ کسی نے اسے سکھادی ہوگی۔

مے پذیرند بداں را بطفیسل نیکاں رشتہ را پس نہ بد ہر کہ بگیہ دگوہر

## حضرت مدنی صاحب کی بیعت

اسی قسم کا ایک واقعہ خود میرے تجربہ اور علم میں آیا ہے۔ میں نے اپنے مدینہ منورہ کے قیام میں حضرت سید احمد العطاس المعروف بہ مدنی صاحب سے استفسار کیا کہ جناب کے تعلقات قبلہ بابو جی صاحب سے کس طرح استوار ہوئے۔ جناب مدنی صاحب نے اس کی تفصیل یوں بتائی کہ میں ایک مرتبہ گولڑہ شریف میں حاضر ہوا۔ میری دلی تمنا تھی کہ حضرت قبلہ عالم سید مہر علی شاہ قدس برترہ العزیز سے شرف بیعت حاصل ہو لیکن حضرت کا وصال ہو چکا تھا۔ ایک دن میں صبح کی نماز کے بعد کمرہ بند کیے ہوئے اپنے خاندانی اُرداؤں پڑھنے میں مشغول تھا۔ حضرت اعلیٰ کی زیارت سے محرومی کے باعث بڑا قلق تھا اور آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ اچانک حضرت اعلیٰ بنفس نفیس وہاں تشریف لے آئے۔ مجھے تسلی و دلاسا دیا اور ارشاد فرمایا: ”میں اور غلام محمد علی دین دونوں ہیں“ اس سے میری تشفی ہو گئی اور کچھ عرصہ بعد بغداد شریف کے قیام کے دوران حضرت بابو جی صاحب سے بیعت کا شرف حاصل ہوا۔

## کیفیت ذمہ داری کا ایک اور واقعہ

حضرت بابو جی کے مباہلین کی حفاظت اور ذمہ داری کا جو وعدہ حضرت کی طرف سے فرمایا گیا تھا اس کے ظہور کا ایک اور واقعہ آپ کے ایک مخلص ملک محمد خدا بخش ٹوانہ کی زبانی رسالہ سلطان العارفین ”گکھڑ بابت مئی ۱۹۵۸ء میں ضرورت شیخ“ کے عنوان سے شائع ہوا تھا جس کا اقباس یہاں دیا جاتا ہے۔

۱۵ مئی ۱۹۵۶ء کا واقعہ ہے۔ میں گولڑہ شریف میں حاضر تھا۔ حضرت ثانی صاحب مدظلہ العالی صبح کے اُرداؤں پڑھ رہے تھے اور لوگ اگر سلام بھی کر رہے تھے۔ ایک نوجوان پٹھان کھڑکی کے سامنے آیا اور خاموش کھڑا ہو گیا۔ دریافت حال پر معلوم ہوا کہ حاضرین سے شرماتا تھا۔ بالآخر کہنے لگا کہ میں توکل حاصل کرنے کے لیے عرصہ سے وظیفہ پڑھ رہا ہوں اور بار بار ناکام رہتا ہوں وظیفہ بتانے والا کہتا ہے کہ جب کلام کی تاثیر کا وقت آتا ہے تو ہر مرتبہ غیب سے ایک ہاتھ تمہارے ہاتھ پر آکر اس اثر کو ضائع کر دیتا ہے۔ پھر میں جلال آباد (افغانستان) میں ایک بڑے عامل کے پاس گیا۔ جس نے اپنے سامنے مجھ سے چلہ کر وایا اور کہا: ”یہ وہ ہاتھ ہے جس پر تم نے بیعت کی ہے۔ پیر کی اجازت کے بغیر یہ عمل کامیاب نہیں ہوگا۔“ لہذا میں اجازت لینے آیا ہوں۔

حضرت بابو جی نے پوچھا: کیا تم نے میرے ہاتھ پر بیعت کی تھی؟ اُس نے اثبات میں جواب دیا۔ آپ نے حالات دریافت کیے تو معلوم ہوا کہ پشاور کا رہنے والا ہے۔ ایف اے کے دوسرے سال میں تعلیم پڑھا ہے۔ اور اس عمل کے شوق میں کئی سال سے فیل ہو رہا ہے۔ بیوہ ماں اور ایک چھوٹا بھائی ہے۔ اور کچھ زرعی جائداد ہے جس پر گزراوقات ہے۔ آپ نے فرمایا: طریقہ



میرا اور میرے شیخ کا نہیں۔ عملیات میں مُضِلّح ہو جاتی ہے اور آخری وقت میں پشیمانی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ علم پڑھو اور ماں اور بھائی کی خدمت کرو۔ مگر اُس لڑکے نے اصرار کیا۔ بابو جی صاحب نے پوچھا کیا جو کچھ میں نے بتایا تھا اُسے پڑھا کرتے ہو؟ اُس نے کہا۔ اکثر پڑھ لیتا ہوں کبھی ناغہ بھی ہو جاتا ہے۔ آپ عوام کو بیعت کرتے وقت بالعموم ہی بتاتے ہیں کہ پانچ وقت کی نماز نہ چھوڑنا اور ہر نماز کے بعد دس دفعہ کلمہ شریف لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ اور دس مرتبہ دُرُود شریف اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ پڑھا کرنا۔

فرمایا۔ تو اچھا اس وظیفہ کو چھوڑ دو۔ لڑکے نے خوش ہو کر کہا کہ عمل کے پورا ہونے پر پھر پڑھنا شروع کر دوں گا۔ آپ نے فرمایا۔ تمہاری مرضی۔ اس دوران میں ہم حاضرین میں سے بعض نے اس لڑکے کے حال پر افسوس کر کے اسے بھانا چاہا جس پر آپ نے فرمایا۔ تم میں سے خود کہتے ہیں جنہیں میں اُن کے شوق کی چیز سے روکوں تو رُک جائیں گے۔

باہر آنے پر میں نے اُس جوان سے کہا کہ اگر تم نے حضرت کے بتائے ہوئے وظیفہ کو ترک کر دیا تو پھر کبھی نہیں پڑھ سکو گے۔ اس پر وہ کچھ ناراض ہو گیا۔ سہ پہر کے وقت میں نے مجلس میں اس واقعہ کا ذکر حضرت بابو جی سے کہا تو آپ نے جلال اور طلال کے بلے مجھے لہجے میں فرمایا۔ ہاں۔ پھر پڑھ لینا کوئی آسان چیز نہیں ہے۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس شخص کے متعلق پیر کو بظاہر معلوم ہی نہیں کہ وہ اُس کا مُرید ہے صرف بیعت کے سلسلہ میں شامل ہو جانے کے بعد وہ کون سا دستِ غیب ہے جو اُس کی حفاظت کر رہا ہے جو اُسے گمراہی یا شاید کُفر اور شرک پر متوجہ ہونے والی ضلالت سے بچا رہا ہے؟ کیا یہ وہی ہاتھ تو نہیں جس کے متعلق مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

دستِ پیر از غائبان کو تاہ نیست  
دستِ اوجہ قبضۃ اللہ نیست

اور قرآن فرماتا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ  
ترجمہ۔ بے شک جن لوگوں نے (یا رسول اللہ) آپ سے بیعت کی اچھا انہوں نے اللہ تعالیٰ سے بیعت کی اللہ تعالیٰ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر ہے۔

## حضرت قبلہ بابو جی کی شادی

حضرت قبلہ بابو جی کی شادی خانہ آبادی سالہ میں وقوع پذیر ہوئی۔ اس مبارک تقریب میں ہر طبقہ کے لوگوں نے شرکت کی۔ عوام و خواص کے علاوہ صوفیائے کرام اور علمائے عظام بھی کثرت سے شریک ہوئے۔ حضرت سید محمد صاحب قبلہ دیوان پاکپتن شریف۔ حضرت صاحبزادہ خواجہ مسعود صاحب تونسہ شریف۔ حضرت صاحبزادہ خواجہ ضیاء الدین صاحب سیال شریف۔ حضرت مولیٰ نامیاں شیر محمد صاحب شرق پور شریف۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب اور حضرت جماعت علی شاہ صاحب ثانی علی پور شریف خصوصی مہمانوں میں تھے۔

خطبہ نکاح نماز ظہر کے بعد حضرت قبلہ ابھی صاحب کے مزار شریف کے قریب پڑھا گیا۔ دُعا کے بعد مجلس سماع منعقد ہوئی اور ایسا عجیب سماں بندھا جو بہت کم دیکھنے میں آتا ہے۔ حضرت صاحبزادہ محمود صاحب کی خواہش پر گھڑ سواری کے کرتب دکھانے کا اہتمام بھی کیا گیا۔ کسی سوار نے نیزہ بازی کے ہنر دکھائے تو کسی نے گھوڑے کی پشت پر کھڑے ہو کر اُسے دوڑایا۔ کسی



نے شمشیر زنی کے جوہر دکھائے۔ غرض سب حاضرین بہت محظوظ ہوئے۔ حضرت اعلیٰ بھی بنفس نفیس شریک اجتماع رہے۔ اس مبارک موقع پر ایک حادثہ بھی پیش آیا۔ علاقہ پوٹھواری کے ایک سید صاحب جو ایک مرتبہ اپنے جوہر دکھا چکے تھے دوبارہ بغیر بازی اور اجازت نیزہ بازی کے لیے تیار ہو گئے۔ دوڑ میں گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور گر کر بے ہوش ہو گیا۔ سید صاحب بھی دوڑ جا کر گرے۔ جب گھوڑے کے بچنے کی کوئی اُمید نہ رہی تو صاحبزادہ محمود صاحب نے حضرت اعلیٰ سے فرمایا کہ اب آپ ہی اس گھوڑے کا کوئی علاج کریں۔ حضرت گھوڑے کے قریب تشریف لے گئے اور حکم فرمایا کہ گھوڑے پر ایک سفید چادر ڈال دو اور اسے یوں ہی پڑا رہنے دو۔ کچھ دیر کے بعد گھوڑے پر سے چادر اُتر دالی گئی تو وہ بھلا چنگا کھڑا ہو گیا۔

برکریاں کار ہاؤ شواری نیست

سید موصوف سے حضرت نے بس اتنا فرمایا کہ اپنی باری کے بغیر سبقت نہیں کرنی چاہیے۔ حضرت اعلیٰ نے شادی کی تقریب میں کوئی کام خلاف شرع عمل میں نہیں آنے دیا اور تقریب کے بخیر و خوبی اختتام پر فرمایا کہ اولاد کی شادی کی خوشی تو ہر شخص کو ہوتی ہے تاہم میں اس امر سے خوشی ہوتی ہے کہ اس بہانے سے اتنی ذی متدین شخصیتیں بیک وقت یہاں جمع ہو گئیں۔ احباب سے ملاقات اور ان کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا علاوہ ازیں بڑے پیر صاحب (حضرت اچھی) رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت کہ غلام محمد الدین کی شادی بڑے اہتمام سے کرنا بھی پوری ہو گئی۔

## تواضع اور انکسار

جیسا کہ پہلے بھی تحریر کیا گیا حضرت بابو جی کے مزاج پر تواضع اور انکسار کا بہت غلبہ ہے۔ اپنی تعریف و توصیف کسی رنگ میں بھی پسند نہیں فرماتے۔ اگر مجلس میں کوئی ایسا تذکرہ چھڑ جائے جس میں آپ کی مدح کا پہلو ہو تو آپ ایسے لطیف انداز میں گفتگو کا پہلو بدل دیتے ہیں کہ مخاطب کو احساس بھی نہیں ہوتا اور توصیف کا موضوع بھی نکل جاتا ہے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ لوگ تو جھوٹی تعریف کو قابلِ فخر سمجھتے ہیں مگر ہمارے نزدیک سچی تعریف بھی ضرر سے خالی نہیں ہوتی۔ اس سے عجب پیدا ہوتا ہے اور نفس کے قوی ہونے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ اس کے بالمقابل نفس کے خلاف بات سے طبیعت میں انکسار اور توجہ الی اللہ پیدا ہوتی ہے۔

تو مباحث اصل کمال این است و بس      ز دور و گم شود وصال این است و بس

ایک مرتبہ آپ ممبئی میں حکیم شمس الدین صاحب کے یہاں مقیم تھے۔ دورانِ گفتگو ایک ایسے شخص کا ذکر آگیا جو آپ کے خاندان سے حسد و عناد رکھتا تھا۔ اُس کی گستاخی اس حد تک بڑھ گئی تھی کہ وہ لوگوں میں کہتا پھرتا تھا کہ یہ سادات کا خاندان نہیں ہے۔ حکیم صاحب نے اس شخص کی مذمت شروع کر دی۔ اس پر قلم بابو جی نے حکیم صاحب کو منع فرمایا اور ساتھ ہی کہا: حکیم صاحب! کیا خبر ہے کہ ہم اُس علیم و خیر ذات جل شانہ کے نزدیک اہل سیادت ہیں یا نہیں؟ ان کلمات کو سن کر حکیم صاحب تڑپ اُٹھے۔ ملک سلطان محمود صاحب ثوانہ کہتے تھے کہ ایک روز حکیم شمس الدین صاحب نے اس واقعہ کا ذکر کر کے کہا کہ اگر میں نے حضرت قلم عالم قدس برتر سے بیعت نہ کی ہوتی تو اُس روز آپ کے اس عظیم صاحبزادے کے ہاتھ پر بیعت کر لیتا۔

اخلاق فاضلہ

ان ہی حکیم صاحب کے یہاں قیام کے دوران ایک سفید ریش صاحب حضرت بابو جی سے ملنے آئے اور دعوتِ طعام



کی پیش کش کی۔ کہا جاتا ہے کہ وہ صاحب درحقیقت جولاہے تھے لیکن اپنے تئیں حضرت اعلیٰ کا بھائی ظاہر کر کے پیری مریدی کا دھندلایا کرتے تھے۔ حکیم صاحب اس شخص کے حال سے واقف تھے اس لیے اُس پر برس پڑے اور اُسے مکار، کذاب وغیرہ کہنا شروع کر دیا۔ حضرت بابو جی نے حکیم صاحب کو روکا اور فرمایا: سفید داڑھی کا لحاظ کریں اور انہیں کچھ نہ کہیں۔ بلکہ اپنے آبائی علم سے کام لیتے ہوئے اُس کی دعوت بھی قبول فرمائی۔ اُس دعوت میں کچھ عمائدین شہر بھی شامل تھے۔ دوران گفتگو اس شخص نے حضرت اعلیٰ کی توصیف میں کہا کہ حضرت کی خدمت میں بہت لوگ حاضر ہوتے ہیں۔ حکیم صاحب مرحوم بڑے تیز طبع تھے۔ بول اُسٹھے لوگوں کا جمع ہونا بھی کوئی کمال کی دلیل ہے؛ پھیڑ تو وہاں بھی لگی رہتی ہے جسے بازارِ حسن کہتے ہیں تو کیا یہ زمانِ بازاری ولی اللہ ہوتی ہیں؟ پھر حکیم صاحب نے حضرت کے حسب و نسب، علم و فضل، زہد و تقویٰ پر ایک بصیرت افروز تقریر کی اور شانِ ولایت کا ایسا مرقع کھینچا کہ حاضرین بے حد متاثر ہوئے۔

## جود و سخا

جود و سخا خاندانِ نبوت کا فطری کمال ہے۔ ہر دور میں اس خاندانِ عالی کے مقدر افراد اس وصف میں امتیازی شان کے مالک رہے ہیں جس پر کوئی دلیل پیش کرنے کی حاجت نہیں۔ قبلہ بابو جی مدظلہ العالی اس وصف میں بلا مبالغہ ایک خصوصی شان رکھتے ہیں جس کی تفصیل حذبِ بیان سے باہر ہے اور خود قبلہ بابو جی کا مسلک بھی اس کے ذکر سے مانع ہے۔ پوشیدہ طور پر اندرون اور بیرون ملک دینی مدارس، مدارس اسلامیہ اور غرباء اور مستحقین کی فیاضانہ امداد فرماتے ہیں۔ اس کے علاوہ آستانہ عالیہ میں روزمرہ زائرین کے قیام و طعام کا انتظام آپ کے جود و سخا کی سب سے بڑی دلیل ہے جسے خواہش ہو ملاحظہ کر لے۔ درحقیقت یہی داد و دہش اور غلّ خدا کی خدمت ہی ولایت کی رُوح ہے اور یہی سب سے بڑی کرامت ہے۔ حضرت سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ کیا ہی خوب فرما گئے ہیں ۵

کرامتِ جواں مردی و ناں دہی ست      مقالاتِ بے ہودہ طبلِ تہی ست

دوسری جنگِ عظیم کے خاتمہ کے قریب ۱۹۴۷ء میں جب برصغیر ہند اور جنوب مشرقی ایشیا بلکہ حجاز مقدس سے سمندر پار کے تمام ممالک کے مسلمانوں پر حج بیت اللہ شریف کا راستہ دوبارہ کھلا تو حضرت قبلہ بابو جی نے عرب میں تشریف لے جا کر ایسی بے نظیر داد و دہش فی سبیل اللہ کا مظاہرہ فرمایا جس کی مثال شاید دلیان ملک کے لیے بھی پیش کرنا مشکل ہو۔ کئی برس تک حج بند رہنے کی وجہ سے عرب شریف کے غرباء و مساکین، طلباء، اساتذہ مدارس، مشائخ اور خدام حرمین بیرونی ممالک کی اقتصادی اعانت سے محروم رہے تھے۔ مارکیٹ کا حال مندا ہونے کے باعث بڑے بڑے تاجروں کی حالت بھی ناگفتہ بہ تھی۔ حضرت نے جدہ سے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ تک کے اثنائے راہ کے قریوں اور آبادیوں سمیت ہر درجے اور صنف کے مستحقین کی امداد کی اور ان کی ضروریات کی کفالت فرمائی۔ کثیر تعداد میں پہننے کے کپڑے سلوا کر بغرض تقسیم ہمارا لے گئے تھے۔ مدینہ منورہ میں جب تیار شدہ فہرستوں کے مطابق علماء، مشائخ، اساتذہ اور خدام حرم میں زبِ اعانت تقسیم ہو چکا تو اعلان فرما کر فقراء اور مساکین کو ایک ٹی حویلی میں جمع کرایا اور ان میں خیرات تقسیم فرمائی۔ بعد ازاں جب پتہ چلا کہ مقامی پولیس (شرطہ) کو سال کے بیشتر حصّے میں تنخواہیں نہیں ملیں تو پولیس کے سپاہیوں کی بھی امداد فرمائی اور ان کے افسروں کو ان کے گھروں پر عطیات بھجوائے۔

شرفائے سادات کے ایک عمر رسیدہ بزرگ مدینہ شریف کے ایک بیرونی محلے میں رہتے تھے۔ حضرت بابو جی خود ان کے



پاس تشریف لے گئے۔ وہ کرایہ کے مکان میں رہائش رکھتے تھے اور کئی برس کا کرایہ اُن کے ذمہ واجب الادا تھا۔ اس کے علاوہ وہ کافی مقروض بھی تھے۔ جب آپ اُن کی تمام حاجات پوری فرما کر واپس لوٹنے لگے تو انہوں نے بتایا کہ چند روز پہلے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اپنی مالی بے بسی کی حالت عرض کی تھی تو اُن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں فرمایا کہ تمہارا ایک دوست آنے والا ہے وہ تمہاری مدد کرے گا۔

حویلی کے اندر فقرا اور غربا میں تقسیم اعانت کے دوران حضرت بابو جی کے حکم سے روپوں اور ریالوں سے بھرے ہوئے ٹوکروں کو کپڑوں سے ڈھانپ دیا گیا تھا۔ آپ نے ہدایت فرمائی کہ روپے کپڑے کے نیچے ہاتھ ڈال کر نکالے جائیں اور کپڑے کو ٹوکروں سے اُپر سے نہ اٹھایا جائے۔ آپ کے ایک مخلص رفیق میاں غلام قادر صاحب کا بیان ہے کہ تقسیم شروع ہونے سے تقریباً ایک گھنٹہ بعد اس خیال سے کہ روپے اب ختم ہونے کے قریب ہوں گے، میں نے ایک ٹوکروں سے کپڑا اٹھا کر جھانکا تو دیکھا کہ ابھی ایک چوتھائی روپے بھی ختم نہیں ہوئے تھے۔ سمجھ گیا کہ برکت خداوندی کا کرشمہ ہے۔ چنانچہ فوراً کپڑا دوبارہ ٹوکروں کے منہ پر ڈال دیا۔ اُدھر ایک تبسم کنندہ نے غلطی سے ایک ٹوکروں سے کپڑا الٹ دیا تو دیکھا گیا کہ روپوں کی تیزی سے اُترنے لگی اور تھوڑی دیر میں ٹوکرا خالی ہو گیا۔ اس کے برعکس حویلی کے دوسرے دروازہ پر جو ٹوکرا استعمال ہو رہا تھا اور جس پر سے کپڑا نہیں اٹھایا گیا تھا اُس میں سے بہت دیر تک تقسیم جاری رہی اور وہاں کے تمام تھکن کے لیے وہی روپیہ کافی ثابت ہوا۔ اس واقعہ کو سب نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ شمار کیا۔

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت بابو جی کی واپسی کے موقع پر حضرت مدنی صاحب نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت بابو جی کی اس جود و سخا پر اظہارِ خوشنودی فرماتے دیکھا۔

### حضرت مدنی صاحب کا مکتوب

حضرت قبلہ سید احمد الحسن صاحب مدنی دامت برکاتہم کے افادات بعنوان "مبشرات مدنی" سے حضرت بابو جی صاحب مدظلہ العالی کے سفر حج (۱۳۶۳ھ) اور وہاں کے صدقات و خیرات کے متعلق ایک بیان ملاحظہ ہو:-

(ترجمہ) اور ۱۳۶۳ھ میں جیسا کہ مجھے یاد ہے اور اُمید ہے کہ باوجود بہت سال گزرنے کے میرا حافظہ کسی چیز کو نہیں بھولا۔ میرے سردار اور مرشد سید غلام محی الدین حج اور زیارت کے ارادہ سے تشریف لارہے تھے۔ اور آپ ہمراہیوں سمیت جدہ کے قریب پہنچ چکے تھے۔ کہ مجھے خواب میں حضور رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور میں آپ کے قریب کھڑا تھا۔ آپ نے منہ مایا جا میرے فرزند کا استقبال کر اور اُسے میرا سلام پہنچا۔

اور دوسری بار میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ مجھے میرے نام سے پکار کر فرماتے ہیں کہ میرے فرزند غلام محی الدین اور

فنی سنة ۱۳۶۳ھ علی ما ذکرنا من بان ذا کرتی ماسیت مشیئا وقد مضت علی ذالک سنون عیدة۔ کان قاصدا للحج والزیارة سیدی ومرشدی سید غلام محی الدین وکان قریبا ویصل الی جدہ ومن یرفقه من الاخوان رائیت فی المنام حضرت سیدی الرسول الاعظم صلی اللہ علیہ وسلم وانا واقف بالقرب منه وهو یقول لی اذهب الی انبی فقابلہ وبلغہ السلام۔

وللمرة الثانیة رائتہ صلی اللہ علیہ وسلم ینادینی باسمی ویقول لی بلغ سلامی لابنی



غلام محی الدین والجماعة واخبره باقی راض  
عنه وهو من المقبولین۔

(الامر بالقضاء من المحارب)

وفي تلك السنة لما جاء سيدى سيد  
غلام محی الدین الى المدينة المنورة ووزع  
وقسم الكثير من الخيرات والصدقات والزكاة  
كان في ذلك الوقت تصل من كثير من الناس  
اوراق مكتوبة يطلبون فيها ويذكرون حاجاتهم  
وكنت كل يوم اجمع ما يجي من هذه الاوراق  
في جيبى حتى يجي الوقت لاسلمها واقدمها  
لسيدى غلام محی الدین وكان في ذلك اليوم  
من جملة الاوراق ورقة جاءت من محارب  
السجن والمتهم بتهمة القتل وضعت في جيبى  
من جملة الاوراق وقد جلست على دكة  
داخل البيت وكنت تعباً كثيراً جداً فمت  
وانا جالس على الدكة رايت حضرت رسول الله  
صلی الله علیه وسلم وهو يقول لى ابن الاوراق۔  
فتشيت في جيبى واخرجت ورقة فاذا هو الذى  
جاءت من محارب فقال لى صلى الله علیه وسلم  
قتل لغلام محی الدین يقضى عن هذا۔

وامتثالاً لامر صلی الله علیه وسلم  
قد اجردى كل مالزم من جهة الحكومة  
وذوى الامر واطلق سراح محارب وبا الضمن  
كل من هو في السجن وقضى عنه وعن الجميع  
واطلق سراحهم من السجن جميعاً و  
قد علم بالیقین بان محارب متهم  
ظلماً كان فرحاً عظيماً بكل الوجوه  
في المدينة المنورة لذلك الامر۔

گیا۔ حتی کہ بہت لوگوں کے دُجوہ اس امر کو دیکھ کر خیرہ ہو گئے

اُس کی ہر ای جماعت کو میرا سلام پہنچا اور اُس کو خبر دے کہ میں  
اُس سے راضی ہوں اور وہ مقبولوں میں سے ہے۔  
(ایک قیدی کے قرضہ اُتارنے کا حکم)

اور اسی سال جب سیدی سید غلام محی الدین مدینہ منورہ  
میں تشریف لائے اور بہت خیرات و صدقات اور  
مالِ زکوٰۃ تقسیم فرمائے تو بہت لوگوں کی طرف سے  
خطوط آتے تھے جن میں وہ اپنی حاجات کا تذکرہ کرتے  
تھے اور امداد مانگتے تھے اور میں روزانہ وہ خطوط جمع کر  
کے جیب میں رکھتا تاکہ وقت آنے پر آپ کے پیش  
کروں اور آپ کے سامنے پڑھوں۔ انہیں دنوں میں  
ایک قیدی کی طرف سے خط آیا جو بوجہ تہمت قتل جیل میں  
بند تھا۔ میں نے وہ رقعہ دوسرے رقعوں کے ساتھ  
جیب میں رکھ لیا اور گھر کے اندر تخت پوش پر بیٹھ  
گیا اور بہت تھکا ہوا تھا۔ بیٹھتے ہی نیند آگئی۔  
دیکھتے ہوئے کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
ایسا دفرماتے ہیں کہ وہ رقعے کہاں ہیں؟ میں  
نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک رقعہ نکالا اور  
دیکھا تو وہی قیدی والا رقعہ تھا۔ پس حضور صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا کہ غلام محی الدین سے کہو کہ اس کی  
طرف سے ضمانت ادا کر دے۔

چنانچہ سیدی غلام محی الدین نے اُس کی طرف سے  
وہ تمام چیز ادا کر دی جو حکومت اور حکام کی طرف  
سے اُس پر واجب تھی اور قیدی کو چھڑا دیا۔ اس کے  
علاوہ تمام قیدی جو اُس کے ساتھ تھے اُن کی طرف  
سے بھی بطور ضمانت سب کچھ ادا کر دیا اور اُن کو بھی  
جیل سے رہائی دلائی۔

حالانکہ یہ یقیناً معلوم تھا کہ وہ قیدی ظلم کے ساتھ مشہم  
ہے اور مدینہ منورہ میں اس امر پر بڑی خوشی کا اظہار کیا



## انہائے حال

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ حضرت قبلہ بابو جی اظہار کمال سے انتہائی اجتناب فرماتے ہیں۔ یہاں تک کہ کنایت بھی کوئی ایسی بات زبان پر نہیں لاتے جس سے ان کے بے اندازہ ظاہری اور باطنی علوم کا پتہ چل سکے۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ فقیر وہ ہے جو عرفان کے سمندر پہنچ جائے مگر ظرف کا یہ عالم ہو کہ سب کچھ جذب کر لے۔ سچ ہے دریا سے عمیق کی خاموشی پانی کو دھوئے سے کیا غرض ہے

گرداب واریا تیرے صدقے جائیے دریا کا پھیر پائیے تیرا نہ پائیے  
حضرت نور جہانیاں صاحب ستارہ نشین مہار شریف نے ایک مرتبہ فرمایا کہ صاحب گولڑوی کی ذات میں دیگر کمالات کے علاوہ جو نیاز اور نفی دعویٰ ہے وہ کہیں اور نہیں پائی جاتی۔

جناب راز رام پوری اپنے رشحاتِ قلم میں ذکر کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت بابو جی رام پور تشریف لائے تو آپ کی مجالس میں وہاں کے ایک بڑے عالم بھی شریک ہوئے تھے۔ جب حضرت واپس تشریف لے گئے تو اُن مولوی صاحب نے مجھے فرمایا کہ ہم نے تمہارے شیخ کو ہر رنگ میں کامل پایا۔ پہلے تو ہم ان کے کمال درویشی سے متاثر ہوئے۔ اس کے بعد چونکہ آپ نے اُس سے اُس وقت تک کسی علمی موضوع پر گفتگو نہیں فرمائی تھی اس لیے دل میں یہ خطرہ گزرا کہ معلوم نہیں انہیں علم ظاہری میں بھی دسترس ہے یا نہیں۔ اُس وقت نماز مغرب ادا ہو چکی تھی۔ ہمارے دل میں اس خطرہ کے آتے ہی حضرت نے نماز کا ذکر درمیان میں لا کر عشا کی نماز کے وقت کے موضوع پر فقہاء کے اختلاف کے متعلق ایک سیر حاصل تبصرہ فرمادیا جس سے ثابت ہو گیا کہ آپ علوم ظاہری سے بھی پوری طرح آگاہ ہیں۔

اسی تواضع اور انکسار کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنجناب کو اپنے زمانہ میں وہ رفعت بخشی ہے جس کی نظیر بہت کم دیکھنے میں آتی ہے۔ حدیث صحیحہ میں وارد ہے کہ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ (جو شخص خالص خدا کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے رفعت عطا فرماتا ہے) اپنی زبان فیض ترجمان سے اظہار کمال کا تو حضرت کے یہاں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن جب کبھی کسی حقیقت مند نے بھی آپ کی کرامت اور کمال کے متعلق بنا بر مشاہدہ اظہار خیال کرنا چاہا تو آپ نے اس شدت سے منع فرمایا کہ سننے والوں کو عبرت ہوئی۔

## محبت فی اللہ

احادیث مبارکہ میں محبت فی اللہ کو افضل الاعمال قرار دیا گیا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ مومن کے لیے سب سے بڑا سرمایہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے۔ پھر جس چیز کو اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جس قدر زیادہ نسبت ہوگی، محبت فی اللہ کا مقتضایہ ہے کہ انسان بھی اُس چیز کے ساتھ اتنی ہی زیادہ محبت رکھے۔ اس اعتبار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اور صحابہ کرام سب سے پیش پیش ہیں۔ اُن کے بعد اولیائے عظام کا کادرجہ ہے۔ حضرت قبلہ بابو جی مدظلہ العالی کی ذات گرامی خدائے تعالیٰ اور اُس کے محبوب بندوں کی محبت کا پس کر ہے تقریباً بیس دفعہ حج بیت اللہ شریف اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری کا شرف حاصل فرما چکے ہیں۔ علاوہ ازیں نجف



اشرف، کربلائے معلیٰ، کاظمین شریفین، بغداد شریف، قونیہ شریف (ترکیہ) مزار شریف و بہار (افغانستان) بصرہ شام، بیت المقدس وغیرہ اور دوسرے اسلامی ممالک میں مختلف مقبولانِ خدا کے مشاہد مبارک کی زیارت کے لیے متعدد بار سفر فرما چکے ہیں خصوصاً حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ اور سرکارِ عبادِ قدس برہ کی ذاتِ مبارکہ سے تو آپ کو انتہائی والہانہ عقیدت ہے تقسیمِ ہند سے پہلے تفت ریا ہر سال اجمیر شریف اور ہندوستان کے دیگر مزاراتِ مقدسہ کی زیارت کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔ اور اس کے بعد بھی اجمیر شریف کی چند مرتبہ حاضری دی۔ توحید و جود کی کا ذوق ایسا غالب ہے کہ تمام خلقِ خدا پر شفقت و رحمت عادتِ شریفہ بن چکی ہے۔ ہر فرقہ و ملت کے لوگ، حتیٰ کہ ہندو، سکھ، عیسائی وغیرہ غیر مسلم بھی آجناب سے عقیدت رکھتے ہیں تقسیمِ ملک سے پہلے لاہور میں مقیم ایک ہندو ستمی دوار کا سنگھ نے ایک دفعہ عرض کیا کہ مجھے اور کسی چیز کی ضرورت نہیں فقط میرا تعلق خدا سے ہو جائے۔ اُس کے اس جذبہ سے آپ اس درجہ متاثر ہوئے کہ جب بھی وہ سماع وغیرہ کی مجلس کے انعقاد کی درخواست کرتا آجناب عظیم الفرستی کے باوجود اُس کی قیام گاہ پر تشریف لے جاتے تھے اور توحید کے موضوع پر مجالس سماع منعقد ہوتی تھیں تقسیم کے بعد بھی آپ نے ایک مرتبہ امرتسر اور دہلی میں ہندوؤں اور سکھوں کے مجمع میں مجالس سماع منعقد کرائیں رفقاء سفر سے معلوم ہوا کہ ان مجالس کی کیفیت بیان سے باہر ہے۔ ایک مجلس میں آپ کے قوال محبوب علی صاحب نے توحید کے متعلق مضمون بیان کرتے ہوئے یہ مصرعہ پڑھا۔ ع

تمہارے بڑے پن میں شک ہے کہ

اور ساتھ ہی اللہ اکبر کہا۔ بس پھر کیا تھا۔ تمام مجمع میں اللہ اکبر، اللہ اکبر کی صدا گونج اُٹھی۔ اُس میں شریک سب ہندو اور سکھ بے ساختہ ہاتھ جوڑ جوڑ کر اللہ اکبر، اللہ اکبر کہنے لگے۔ دہلی کی مجلس سے پہلے کئی سرکاری اور غیر سرکاری افراد نے مشورہ دیا تھا کہ مجلس منعقد کرنا خطرہ سے خالی نہ ہوگا۔ تاہم آپ نے محض اس خیال سے کہ پنجاب کے ان ہندو اور سکھ تارکینِ وطن سے وعدہ ہو چکا تھا۔ اور وہ خدا کی تعریف سُننا چاہتے تھے۔ فرمایا کہ مجلس ضرور ہوگی۔

الغرض خلقِ اللہ ہونے کی حیثیت سے ہر شخص کے ساتھ حسبِ مراتب آپ کا تعلق ہے۔ خلقِ خدا کی ایذا رسانی سے اتنی شدید نفرت ہے کہ اس قہم کے واقعات کا سنا بھی برداشت نہیں فرماتے۔ گویا مجسمِ شفقت و رحمت ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ کرامت دیر پا فرمائے۔ آمین۔ ثم آمین۔

عفو و درگزر

عفو تعالیٰ کی عظیم صفات میں سے ہے۔ اس صفت کا حقیقی نظارہ تو میدانِ حشری میں حاصل ہوگا۔ تاہم عالمِ شہود میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ اس صفت کی مظہرِ اتم بن کر آئی اور نہ صرف آپ کے اہل بیت اطہار کو اس کا دامنِ رحمتہ ملا بلکہ آج تک آپ کی ذریتِ طیبہ میں بھی اُسی شانِ عفو کا ظہور ہو رہا ہے۔

حضرت قبلہ بابو جی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ چند شیخہ حضرات حضرت اعلیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یزید پر لعنت بھیجنے کے بارے میں آپ کی رائے دریافت کی۔ آپ نے جواب میں فرمایا کیا یہ زیادہ مناسب نہیں ہے کہ یزید پر لعنت کر کے وقت ضائع کرنے کی بجائے آلِ نبی پر درود شریف پڑھا جائے؟ اس کے بعد قبلہ بابو جی نے فرمایا کہ نبوت کا گھرانہ بھی کیسا عظیم گھرانہ ہے کہ اس میں لفظ "نہ" کا تو جود ہی نہیں۔ جود و سخا اور رحم و کرم ہی ہے۔ پھر فرمایا ایک دفعہ حضرت امام زین العابدین سے یزید نے



عرض کیا یا امام اہل بیت کے خون سے ہاتھ رنگ کریں گے گناہ عظیم کا ارتکاب کیا ہے۔ اب خدا کوئی نجات کی سبیل بتائیں۔  
 امام صاحب نے بلا تامل فرمایا کہ مغرب کے بعد دو رکعت نماز نفل فلاں ترتیب سے پڑھ لیا کرو۔ حضرت امام زین العابدین سے  
 بڑھ کر واقعہ شہادت کا رنج کسے ہوگا۔ وہ نہ صرف شہید کر بلا حضرت امام حسین کے فرزند جگر بند تھے بلکہ اس سانحہ عظیم  
 کے وقت خود وہاں موجود بھی تھے۔ علاوہ ازیں بعد میں جو مظالم ڈھائے گئے انہوں نے وہ بھی سب دیکھے اور سنے تھے۔ یاس مہ  
 یزید جیسے دشمن کی بھی صحیح رہنمائی فرمائی۔ مگر ذات خداوندی چونکہ بے حد غیور ہے اس لیے اُس نے یزید کو یہ توفیق ہی نہ بخشی کہ امام  
 کی بتائی ہوئی دو رکعت اپنی زندگی میں ادا کر سکتا۔ پھر بالوجہ نے فرمایا۔ میرا تو خیال یہ ہے کہ اگر قیامت کے روز ان بزرگوں سے ریت  
 کیا گیا کہ تمہارے دشمنوں سے کیسا سلوک کیا جائے تو لاریب وہ اُن کے لیے رحم اور بخشش ہی کی استدعا کریں گے۔ آخر اُسی مقدس  
 ہستی کے گھرانے سے ہیں جس نے ہر ظلم و ستم سنے کے بعد بھی زبان مبارک سے صرف اتنا فرمایا کہ اے بار الہا میری قوم کو ہدایت  
 دے۔ یہ نا سمجھ ہیں۔

حضرت قبلہ بالوجہ نے بھی ہمیشہ اسی شان محمود و کرم کا مظاہرہ فرمایا ہے۔ کئی مرتبہ قاتلانہ حملے ہوتے رہے لیکن باوجود علم ہونے  
 کے دشمنوں سے تعرض نہیں فرمایا۔ ایک مرتبہ آپ کے پٹنگ کے نیچے چھپا ہوا دشمن پکڑا گیا۔ مگر آپ نے اُسے چھڑوا دیا۔  
 حاسد دشمنوں نے آپ کی کار کا راستہ روک کر گولیوں کی بوچھاڑ کی۔ گولیوں کی اُس بارش کے وقت آپ کے منہ مان پر  
 محبوب ملی تو اُن نے جو ہمراہ تھا مولینا جامی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ نعت پڑھنا شروع کر دی۔

بسیا جانب بطحا گذر کن ز احوال محمد را خبر کن

دوستوں نے آئندہ کے لیے خانقاہی تدابیر سے متعلق کچھ تجاویز پیش کیں مگر آپ نے یہ جواب دے کر ٹال دیا، کہ  
 اللہ تعالیٰ خود حافظ و ناظر ہیں۔ موت کا ایک دن معین ہے۔ اُس سے پہلے نہیں آئے گی۔ اور جب وقت آگیا تو جو بہانہ یا مقام  
 مقرر ہوگا اُسے کوئی تدبیر نہیں ٹال سکے گی۔

## وفا اور آشناپوری

وفا اور آشناپوری حضرت بالوجہ مدظلہ کا امتیازی خاصہ ہے۔ ان کے یہاں قطع تعلق پر بے مہری نہیں ہے۔  
 موجودہ دور میں ان کا یہ وصف اس شعر کا صحیح مصداق ہے۔

اے جنس وفا داری، قیمت ہے گراں تیری

کم مایہ ہیں سوداگر، اس دس میں ارزاں ہو

کوئی لاکھ تعلق توڑے یہ ہمیشہ اُسے جوڑنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اخلاص کی قدریوں تو کم و بیش سب کو ہوتی ہے، لیکن  
 حضرت بالوجہ کے یہاں صاف گوئی، خواہ تلخ ہی کیوں نہ ہو اور صاف فطرت، خواہ مخالفت ہی میں ہو، بے حد پسندیدہ ہے  
 چنانچہ حکیم شمس الدین صاحب مرحوم کی مذکورہ بالا خصوصیات ہی کی وجہ سے آپ کو اُن سے بہت اُنس تھا۔

ایکے تبرائنی حکیم صاحب نے حضرت اعلیٰ کو خط لکھا کہ باوجود آپ سے بیعت کے میری فلاں عورت سے محبت میں کمی نہیں  
 آئی۔ ایسی بیعت سے بھلا کیا فائدہ؟ میں اپنی بیعت فسخ کرتا ہوں۔ ساتھ ہی قبلہ بالوجہ کو خط لکھا کہ میں آپ کے والد سے قطع تعلق  
 کر رہا ہوں۔ لہذا آپ بھی مجھ سے تعلق منقطع کر لیں حکیم صاحب حضرت اعلیٰ سے بیعت کے علاوہ آپ کے اُستاد بھائی بھی



تھے یعنی حضرت اعلیٰ کے استاد مولانا طیف اللہ صاحب علی گڑھی کے شاگرد تھے۔ لہذا قبلہ عالم قدس سترہ نے جواب میں لکھا کہ تم شوق سے قطع تعلق کر لو مگر ہماری طرف سے آشنائی اور خیر خواہی میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔ ادھر بابو جی صاحب نے حکیم صاحب کے خط کا جواب یہ دیا کہ جب آپ نے حضرت سے تعلق پسند کیا تھا تو اُس وقت میں نے وکالت نہیں کی تھی۔ اب اس تعلق کا توڑنا آپ کا اور حضرت کا باہمی معاملہ ہے۔ یہ ہمارے تعلقات پر اثر انداز نہیں ہوگا۔

حضرت بابو جی کے بچپن کے بھولیوں میں سے جب ایک ساتھی کا انتقال ہوا تو آپ نے ابدیدہ ہو کر فرمایا دل چاہتا ہے کہ جب میرا وقت آجائے تو اس ساتھی کے پہلو میں قبر بنے۔ اُس دوست کے صاحبزادے پر بڑی عنایت اور شفقت کی نظر رکھتے ہیں۔

## ”ہم ہیں غلام اُن کے جو ہیں آشنا پرست“

ایک مرتبہ آپ کو اپنے ایک مخلص کے اچانک انتقال کی اطلاع ملی۔ صدمہ ہوا۔ جنازے میں شرکت کے لیے اُن کے یہاں تشریف لے گئے۔ متوفی لا ولد تھے۔ اور اُن کی اپنے اعزاء سے شکرت رنجی رہتی تھی۔ جب قبلہ بابو جی واپس تشریف لانے لگے تو مرحوم کے اُن اعزاء نے پانچ سو کے نوٹ بطور نذرانہ پیش کیے۔ مگر آپ نے اس رقم کو یہ فرما کر واپس کر دیا کہ مجھے زیب نہیں دیتا کہ میں اپنے آشنا کے مخالفوں کا ہدیہ قبول کروں۔ بعد میں اُن لوگوں نے وہ نوٹ پُرزے پُرزے کر کے بذریعہ رجسٹری آپ کی خدمت میں گولڑہ شریف کے پتے پر روانہ کر دیئے لیکن آپ نے انہیں نئے نوٹوں میں تبدیل کر کے واپس فرما دیا۔

ہندو ہیں بُت پرست، مسلمان خدا پرست، ہم ہیں غلام اُن کے جو ہیں آشنا پرست

قبلہ بابو جی مدظلہ العالی کی حیات مبارکہ کے تفصیلی حالات کے لیے تو ایک دفتر درکار ہے۔ یہاں تیز کا صرف چند ایک باتوں پر اکتفا کیا گیا ہے۔ حجاز مقدس، عراق، شام، مصر، ترکی، ایران وغیرہ ممالک اسلامیہ کے متعدد سفر، تعمیر پاکستان کے سلسلہ میں مسلم لیگ کی کامیابی کے لیے آنجناب کی مساعی، جہاد کشمیر ۴۸-۱۹۷۷ء و ۱۹۷۵ء میں آپ کی ملی خدمات، تحریک ختم نبوت میں جمہور اہل اسلام کے ساتھ تعاون وغیرہ کے متعدد ایسے واقعات ہیں جن پر بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے۔ سب سے بڑھ کر اچائے تصوف و روحانیت میں جو قابل قدر خدمات آپ نے انجام دی ہیں وہ ایسے نازک دور الحاد و مادہ پرستی میں آپ ہی کا خاصہ ہیں۔ اسی اخلاص اور مساعی اچائے دین و تصوف کی برکت ہے کہ جب محکمہ اوقاف نے ۱۹۶۲ء میں دربار گولڑہ شریف کو اپنے قبضہ میں لے لیا تو جناب بابو جی مدظلہ کی قانونی چارہ جوئی پر سید محمد شمس ترمذی سیشن جج راولپنڈی کے حکم سے بالآخر اسے واکزار کر دیا گیا۔ اس محنت و جدوجہد کا فیصلہ اُردو اور انگریزی میں شائع ہو چکا ہے جس میں خود حضرت قبلہ بابو جی کا حقیقت انداز بیان قابل مطالعہ ہے۔

(جناب حاجی مصباح الدین صاحب کا مقالہ ختم ہوا)

## دینی و ملی خدمات

خدمت دین و ملت کے اہم فریضہ کی جو مستحکم بنیاد حضرت قبلہ عالم قدس سترہ نے رکھی تھی اس کی تعمیر و ترقی میں آپ کے



خلف الصدق قبلہ باوجودی مدظلہ العالی نے قابل قدر خدمات انجام دیں۔ چنانچہ آستانہ عالیہ پر تمام علوم دینیہ کی تحصیل کے لیے قائم شدہ جامعہ غوثیہ میں ساٹھ ستر طلباء کے قیام و طعام اور تعلیمی ضروریات اور مدرسین کی کفالت کا مکمل انتظام ہے۔ تقریباً چھ ہزار مطبوعہ اور قلمی کتب پر مشتمل کتب خانہ دارالافتاء حضرت قبلہ عالم قدس برہ کی تصانیف کی اشاعت اور اس مبارک کے علاوہ محرم الحرام، میلاد شریف اور معراج شریف وغیرہ کی تقریبات پر اہل سنت و الجماعت کے مسلک کی اشاعت کے لیے علماء کرام کی تعاریر اور مجالس سماع کا آپ نے باقاعدہ انتظام فرما رکھا ہے جس سے ملک بھر کے ہزاروں حاضرین مستفیض ہوتے ہیں۔

حضرت قبلہ عالم قدس برہ کے زمانہ میں سب سے بڑا اجتماع حضور غوث اعظم کے عرس شریف منعقدہ ۹-۱۰-۱۱ رجب الثانی کے موقع پر ہوتا تھا جس میں شمولیت کے لیے آنجناب خاص طور پر تاکید فرماتے تھے۔ اُس وقت حاضرین کی تعداد ہزاروں تک ہوتی تھی مگر آب لاکھوں تک پہنچ چکی ہے۔ اس عظیم سالانہ تقریب کے علاوہ حضرت قبلہ عالم کا اپنا ختم شریف ہر سال ۲۹ صفر کو ہوتا ہے۔ اور دوسرے دن شام کو چادر چڑھائی جاتی ہے۔ ۱۲ رجب الاول کی رات کو میلاد شریف کی مجلس بڑے تزک و احتشام سے منعقد کی جاتی ہے۔ اول شب سے درود خوانی شروع کی جاتی ہے۔ آدھی رات کے بعد تقریریں اور نعت خوانی ہوتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عین وقت ولادت کے مطابق قیام و سلام ہوتا ہے اور ایک سو ایک گولوں کی سلامی دی جاتی ہے جس کا منظر عجیب روح پرور ہوتا ہے۔

قبلہ باوجودی مدظلہ العالی کے دور میں آستانہ عالیہ پر تدریس و افتاء اور خطابت و امامت کے فرائض انجام دینے والوں میں مولینا قاری نعمت اللہ صاحب الدہ آبادی مرحوم، مولینا سید محمود شاہ صاحب مقیم راولپنڈی، مولینا محبت البی صاحب بھونی، ضلع ہزارہ، مولینا حافظ محمد صاحب پدھر اڑ علاقہ سون، مولینا قاری محبوب علی صاحب لکھنوی، مولینا محمد عبدالرازق صاحب گوہر و ضلع راولپنڈی، مولینا فرید الدین صاحب بھونی، مولینا فتح محمد صاحب مرحوم راولپنڈی، مولینا اللہ بخش اور مولینا خدا بخش صاحبان مٹھیال ضلع کیمبل پور اور مولینا محمد فضل صاحب گوہر خان کے اسماء گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ الحمد للہ کہ اپریل ۱۹۶۰ء سے بندہ راقم الحروف کو بھی اس سعادت میں شمولیت کی توفیق حاصل ہے۔

جامعہ غوثیہ میں تعلیم پانے والے طلباء کو دورہ حدیث کے بعد سند دی جاتی ہے۔ یہاں کے بعض فاضل تحصیل طلباء نے جامعہ اسلامیہ بہاولپور کے انتہائی درجات میں داخلہ لے کر نمایاں کامیابی حاصل کی۔ ان میں سے اکثر مختلف دینی شعبوں میں کام کر رہے ہیں۔ راقم الحروف کے یہاں پر قیام کے بعد سے اس وقت تک حسب ذیل طلباء کے نام اس سلسلہ میں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

۱۔ راقم الحروف کے برادر غور و مولوی مشتاق احمد صاحب

۲۔ مولوی محمد اشرف صاحب ضلع میانوالی

۳۔ مولوی محمد حق نواز صاحب تحصیل کنوٹ

۴۔ مولوی عبد الحمید صاحب ساکن عبد الحکیم ضلع ملتان

۵۔ مولوی احمد نواز صاحب بکتر ضلع میانوالی

۶۔ مولوی محمد مسعود صاحب اور

۷۔ مولوی محبوب سبحانی صاحب علاقہ گوہر و ضلع راولپنڈی

۸۔ مولوی محمد سکندر شاہ صاحب ضلع ہزارہ

- ۹۔ صاحب زادہ مولوی عبد الحمید شاہ صاحب سوہاؤہ شریف۔ آزاد کشمیر  
 ۱۰۔ صاحب زادہ رفیع الدین صاحب اٹل شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خان  
 ۱۱۔ مولوی ممتاز احمد خان صاحب بھکر ضلع میانوالی۔ اور  
 ۱۲۔ مولوی غلام نصیر الدین صاحب ریاست دیر

حضور غوث الاعظم قدس سرہ کے عرس مبارک اور حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کے ختم شریف کی مجالس میں متواتر کئی سال تک پاکستان کے مشہور واعظ مولانا عبد الغفور ہزاروی مرحوم اپنے مواعظ سے حاضرین کو مستفیض کرتے رہے۔ مجالس سماع میں دیگر قوالوں کے علاوہ آستانہ عالیہ کے قوال حاجی محبوب علی صاحب اپنے خاص انداز میں حاضرین کو متاثر کرتے ہیں۔ ان کے طرز بیان میں حیدر آباد کن کے مشہور و معروف علی بخش واعظ قوال مرحوم کا بھی خاصہ رنگ ہے۔ صوفیاء کے علاوہ علمائے کرام بھی ان سے متاثر ہوتے بغیر نہیں رہتے۔ قبلہ بابو جی کی ہمرکابی میں انہوں نے کسی مرتبہ بھارت کے شہروں میں ہندوؤں اور سکھوں سے اللہ اکبر کے نعرے لگوا دیے ہیں۔

مقامی طور پر مست ذکرہ بالادینی و ملی خدمات کے علاوہ ملک اور بیرون ملک میں جہاں اور جب کبھی کوئی ایسا مسئلہ پیدا ہوا جس میں دینی نقطہ نظر سے تعاون کی ضرورت تھی وہاں حضرت بابو جی سیاسی اور ذاتی اغراض سے بالاتر ہو کر محض رضائے الہی اور مسلمانوں کے مفاد کے پیش نظر حتی الوسع امداد فرماتے رہے ہیں۔ استقرار پاکستان پر آپ مسلم لیگ کی حمایت میں پیش رہے۔ ۲۸-۱۹۴۷ء میں جہاد کشمیر کے موقع پر مجاہدین اور مہاجرین کی ہر ممکن طور پر نقد و جنس سے بھرپور امداد فرمائی۔ تحریک ختم نبوت میں جمہور اہل اسلام کے ساتھ پورا تعاون فرمایا۔ ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ مابین بھارت و پاکستان میں ذاتی طور پر مجاہدین اور مہاجرین کی ہر قسم کی امداد کے علاوہ اپنے متوسلین کو بھی خاص طور پر اس جہاد میں حصہ لینے کی ترغیب اور تاکید فرماتے رہے چنانچہ خلاف معمول و مشرب اس موقع پر ایک تقریر بھی ریکارڈ کرائی جو ۱۶- ستمبر ۱۹۶۵ء کو ریڈیو پاکستان سے نشر کی گئی۔



## نویں فصل

# قبلہ بابو جی مدظلہ العالی کی اولاد و امجاد

حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کی تین صاحبزادیاں اور ایک فرزند قبلہ بابو جی مدظلہ العالی تھے۔ آنجناب کا نسب مبارک فقط حضرت بابو جی سے ہی فروغ پذیر ہوا۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے ایک صاحبزادی اور دو فرزند ارجمند عطا فرمائے۔ بڑے صاحبزادے حضرت شاہ غلام معین الدین شاہ صاحب (جن کا عرف لالہ جی صاحب مشہور ہو گیا ہے) اور چھوٹے شاہ عبدالحق صاحب مدظلہما العالی۔ دونوں صاحبزادے حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کی حیات مبارکہ میں بالترتیب ۱۹۲۰ء اور ۱۹۲۶ء میں پیدا ہوئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے دونوں کو آنجناب کی خصوصی نوازشات سے بہرہ اندوز ہونے کا کافی موقعہ عطا فرمایا۔ حضرت کے وصال کے وقت جناب شاہ غلام معین الدین صاحب کی عمر سترہ برس اور جناب شاہ عبدالحق صاحب کی عمر گیارہ برس تھی۔

## صاحبزادوں کی تعلیم و تربیت

ہر دو صاحبزادگان کو جناب مولانا محمد فازی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے متبحر عالم سے ابتدائی تعلیم کا شرف حاصل ہوا جب حضرت مولانا محمد فازی صاحب ۱۹۳۸ء میں انتقال فرما گئے تو انہوں نے جامعہ بہاول پور میں داخلہ لے کر کئی سال تک جناب شیخ ابجا معنی تربیت میں درس نظامی کی تکمیل فرمائی۔ حضرت غلام معین الدین شاہ صاحب نے مولوی فاضل کاکورس بھی پاس کیا۔ علاوہ ازیں آپ ایک نغز گو شاعر بھی ہیں۔ مشتاق تخلص فرماتے ہیں۔ کلام میں ورد اور رقت کا غلبہ ہے۔ مجالس میں ان کے اشعار اکثر پڑھے جاتے ہیں۔ اور ہمیشہ کیف اور ثابت ہوتے ہیں۔ بعض اشعار درج ذیل ہیں:-

## شعری ستر توحید۔ نمونہ کلام حضرت لالہ جی مدظلہ العالی

ذات حق چوں قابل حمد و ثناست	پس محمد گفتن اور اہم رواست
یاد کن اور ابجد عجز و نیاز	تا شوی از یاد او تو سرفراز
نیست جز ذاتش کے در شش جہات	منظر او ہست مجملہ کائنات
ناظر او باش در عجب صور	در حقیقت او ست خط ہر سیر
ہستی مہیوم را معدوم ساز	فانش گردد آنچه در فے ہست راز
مجلہ موجودات عکس یک وجود	بود مطلق، شد مقید در شہود
چوں تنزل کرد آں ذات قدیم	گشت او در صورت انساں کلیم

سر وحدت را نداند ہر کے  
 داند اور آں کہ قلبش پاک گشت  
 تا توانی محرم این راز شو  
 محرم این راز بس آنکہ شوی  
 در تقیت ما و تو گفتن رواست  
 چشم دل و اکُن بین در شش جہات  
 منطقی و فلسفی در حیرت اند  
 اوست خود اندر زمین و آسمان  
 باش دائم در خیال یک وجود  
 در تکثر گشت وحدت جملہ گر  
 مردہ دال اورا کہ اورا ذوق نیست  
 کن تصور دم بدم من نیستم  
 در حصول مدعی دیوانہ باش  
 ہر چہ بینی در جہاں این عکس اوست  
 نیست کثرت را بحر وحدت نشان  
 فکر کن در بود خود اے بے خبر  
 تو دماں اورا کہ او هست از تو دور  
 این وجود من وجود من کجاست  
 بشنو از من اے برادر یک خبہ  
 باش مشتاقش کہ یابی زود تر

حضرت بابو جی مدظلہ العالی صاحبزادہ صاحبان کی تربیت کا ہمیشہ خاص اہتمام فرماتے رہے ہیں۔ بہاول پور میں قیام کے دوران جو پُر از حکمت و نصائح مکتوبات آپ نے ان حضرات کو ارسال فرمائے وہ قابل دید اور بصیرت افزا ہیں۔ تہرنگا یہاں ایک مکتوب درج کیا جاتا ہے۔

حضرت بابو جی کا مکتوب شریف

۷۸۶

آباد حیدر رکھے خانہ محمد کا

ریلوے دفتر گولڑا  
 از گولڑا

بنی آدم از عہد یابد کمال  
 نہ از حشمت و جاہ و مال و منال



پئے علم چوں شمع باید گداخت کہ بے علم تو اں حشر ارا شناخت  
خردمند باشد طلب گارِ علم کہ گرم است پیوستہ بازارِ علم  
طلب کردن علم شد بر تو ضرر دگر واجب است از پیش قطع ارض

عزیزی غلامِ معین الدین و شاہ عبدالحق حفظکما اللہ تعالیٰ

بعد دُعائے ترقی درجات کے واضح ہو کہ آلِ عزیزان کا مکتوب پہنچ کر کاشفِ مایہا ہوا۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح اس ظاہری منزلِ مقصود پر تم کو پہنچایا۔ اسی طرح باطنی منزلِ مقصود پر جلد تر پہنچائے۔ عزیزا، تم بخوبی جانتے ہو کہ تمہارے اس سفر کرنے سے، علاوہ گھر کے لوگوں کے، اجاب بھی سخت تنگ ہیں۔ مگر چونکہ ہم تمہاری یہ چند روزہ زندگی جو کہ بالکل عارضی ہے اُس کی بہت سی منظر ہے اس لیے ہم لوگوں نے اپنے رنج اٹھانے سے تمہاری بہبودی کو ممتد م رکھ کر یہ فراق چند روزہ اختیار کر لیا۔ خدا تمہیں اپنے اس کام میں شوق دے اور خوب محنت سے کام کرو۔ اور اصل جو علم حاصل کرنے کا مقصد ہے وہ ہاتھ سے جانے نہ دو۔ عزیزا۔ یہ جو تم نے لکھا ہے کہ ہم غریب الوطن ہیں۔ کیا تم یہ بتا سکتے ہو کہ اگر تم یہاں گولڑا میں رہو تو پھر غریب الوطن نہ ہو گے (نہیں) عزیز تمہارا اور ہمارا اصل اصلی وطن اور ہے جس طرف ہم نے آخر ایک ایک دن ضروری جانا ہے۔ اس عالمِ شہادت میں جہاں بھی ہم رہیں غریب الوطن ہی ہیں۔ ہم سب مسافر ہیں۔ اصلی وطن کی طرف جانے کے لیے ہمیں ہر وقت تیار رہنا چاہیے۔ اور اسی لیے تو تمہیں حصولِ علم کے لیے لگایا گیا۔ تاکہ اس کی وجہ سے تمہیں اُس طرف کے لیے آسانی ہو جس طرح تمہارا اصلی وطن اور ہے اسی طرح تمہارا اصلی مقصد بھی اور ہے جس کا بیان کچھ تھوڑا سا میں نے اجمیر شریف دارِ خیر میں اُس رات کو کیا تھا۔ اُس کو ہاتھ سے نہ جانے دینا۔ اپنے آپ کو اللہ کی راہ میں وقف کر دو۔ اُس کی مخلوق کی خدمت کرنے کی کوشش کرو۔ جہاں بھی رہو باخدا رہو اور مسافرانہ زندگی اختیار کرو۔ اپنے آپ کو ہر ایک کا صحیح معنوں میں خادم سمجھو۔ خدا اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کو سب سے مقدم سمجھو۔ چونکہ دل ممتد اُسی کا ہے اس لیے اُس میں بغیر اُس کے کسی اور کو جگہ مت دو۔ اُسے ہی اپنا حقیقی مالک و کارساز ہر حال میں سمجھو۔ اصلی تعلق اُسی اپنے مالک سے پیدا کرو اور عارضی تعلق اُس کی مخلوق سے، مگر یہ بھی اس حیثیت سے کہ یہ مخلوق اُسی کی مخلوق ہے۔ مالک الملک سے تعلق پیدا کرنے سے ہمیشہ آرام میں رہو گے۔ دائمی زندگی حاصل کرو گے۔ اصلی زندہ اُس وقت کہلانے کے مستحق ہو گے کہ جس وقت تم نے اُس زندہ سے تعلق پیدا کر لیا۔ غرض کہ ہر حال و ہر کیف اُسے نہ چھوڑو۔ اُسے اپنی کسی غرض کے لیے یاد نہ کرو۔ جب یاد کرو تو اُسے اپنا مالک اور رب سمجھ کر یاد کرو۔ وہ دانا ہے۔ باجمکت ہے۔ ہماری سب ضرورتیں وہ جانتا ہے جو ہمارے مناسب ہوتی ہیں وہ ہمیں دے دیتا ہے۔ عزیزا تم اُسی کے ہو جاؤ جس نے تمہیں نابود سے بڑھ کر کے ظاہر فرمایا۔ جو تمہاری سب ضرورتوں کا فیصل ہے۔ تم کو رات دن اُسی کے خیال میں رہنا چاہیے۔ تم زندہ رہو تو اُسی کے لیے، تم مردو تو اُسی کے لیے، تم کھاؤ تو اُسی کے لیے، تم پہنو تو اُسی کے لیے غرض کہ جو کچھ بھی کرو اُسی کے لیے۔ اُسی کی یاد سے اپنے قلب کو شاد کرو۔ اُس کے مقبول بندوں کی غلامی ہمیشہ کے لیے اپنا فرض سمجھو۔ اپنی خدا داد عقل کو قال اللہ اور قال الرسول کے مطابق کام میں لاؤ۔ سلف صالحین کے طریقہ ہی کو صراطِ مستقیم سمجھو۔ اسی پر چلنے کو فالج دارین یقین کرو۔ غرض کہ جو کچھ ہے وہی ہے۔ اُسی کے ہو کر رہو۔ اچھا میں اب تم سے رخصت ہوتا ہوں اور تمہیں ہمیشہ کے لیے اُسی اپنے حقیقی مالک کے سپرد کرتا ہوں جس سے بڑھ کر کوئی طاقتور نہیں اور نہ کوئی دانا ہے۔ وہی تمہیں توفیق دے تم اس کے ہی ہو جاؤ۔ میں اس سے بڑھ کر تمہارے حق میں

کوئی مفید اور بہتر خیر خواہی نہیں تصور کر سکتا۔ خدا تمہیں خوش رکھے۔ اپنے کام میں برکت دے، آمین زیادہ دعاؤں سے ترقی درجہ تمہارے استاد اور میرے مکرم واجب التعظیم شیخ الجامعہ صاحب کی خدمت میں نیاز مند از نیاز۔ خدا انہیں داریں میں خوش و خرم رکھے آمین۔ میرے حضرت کے وفادار غلام صاحب و جزیل مولوی خدا بخش کو بہت بہت سلام۔ گھر میں خیریت ہے۔ تمہاری یاد سب کو تازہ ہی ہے۔ مگر خیر جو کہ تمہاری بہتری کو سب مقدم سمجھتے ہیں۔ اس لیے صبر سے کام لے رہے ہیں اور تمہیں دعائیں دیتے ہیں عزیز عبدالحق کی صحت کا خیال ہے جس طرح کی ضرورت ہو اطلاع دینا۔

والسلام، راقم دُہی تمہارا ولی خیر خواہ از گولڑہ

اسی تربیت اور فطری شرافت کا اثر ہے کہ آج آستانہ عالیہ گولڑہ اشرف کے یہ صاحبزادے بہت سی خصوصی صفات فاضلہ کے حامل ہیں۔ دونوں حضرات متاہل اور ذی اولاد ہیں حضرت لالہ جی صاحب کا رشتہ اپنے گھرانے میں ہوا ہے اور حضرت شاہ عبدالحق صاحب کا حضرت بابا صاحب گنج شکر قدس سرہ کے عائدان عالی شان میں حضرت لالہ جی مدظلہ العالی کے فرزند اکبر سید غلام نصیر الدین شاہ صاحب (متولد ۱۳۹۹ھ) آستانہ عالیہ کے علماء سے درس نظامی کی کتابیں پڑھ چکے ہیں۔ آپ نے جناب قلدی محبوب علی صاحب کھنوی خطیب آستانہ عالیہ سے علم تجوید حاصل کر کے ایک بلند پایہ اور پُر تاثیر قاری قرآن کا مقام حاصل کیا ہے۔ اعراس میں ختم شریف کے وقت آپ کی قرأت ایک سماں باندھ دیتی ہے۔ یہ صاحب زادے اپنے والد ماجد کی طرح معرفت میں ڈوبے ہوئے فارسی اشعار کہنے لگے ہیں ذرا کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

## نمونہ کلام صاحبزادہ غلام نصیر الدین شاہ صاحب

### رباعیات

در بزمِ ہماں باوہ پرستی تا کنے  
از خوابِ گراں خیز کہ کارے بکنی  
ایں رندی دے نوشی مستی تا کنے  
غافلِ کجماں فرصتِ ہستی تا کنے

در عہدِ طرب سرکش و معذور مشو  
روزے بروی، مچو عنریباں درگور  
از راہِ ادب پامکش و دور مشو  
در بزمِ فنا سرخوش و مسرور مشو

از زہدِ ریا، خوئے شرابِ اولی تر  
چشمیکہ شبِ بہرِ ریا بیدار است  
از وعظِ زباں چنگ و ربابِ اولی تر  
در کوری و در نقشہِ خوابِ اولی تر

آں ولولہٗ حُسنِ پرستی گم شد  
وا دردا کہ شبِ رفت و لا حاصل رفت  
واں ذوقِ طرب کی و مستی گم شد  
فسادیاد کہ سرمایہٗ ہستی گم شد



سبتادہ مارہن شراب اولی تر      پرہیز تفسیر و کتاب اولی تر  
واعظ چہ زنی طعنہ بلانوشاں را      دندان مئے عشق خراب اولی تر

گو جسام طرب نیست بدستم، مستم      چنداں کہ بچشم خلق پستم، مستم  
اے خواجہ بہ نیک و بدین حرف بگیر      برغوش بگرم من آن چہ ہستم، مستم

از شادی یک لفظ بدل غم خوشتر      وز خند لب دیدہ پُر غم خوشتر  
زخمی کہ رسد بر دلم از نادک دوست      از عمر خنسد و زخشم جم خوشتر

گیرم کہ حریف چشم و جہا نیم      ہر چند کہ شائستہ درگاہ نیم  
از بسہ حسدا دور مرا غم از درد      آخر تر غلامان تو اے شاہ نیم

حضرت شاہ عبدالحق صاحب مدظلہ العالی کے فرزند اکبر سید غلام معین الحق شاہ صاحب (متولدہ ۱۹۵۷ء) آستانہ عالیہ کے علماء سے درس نظامی کے ساتھ ساتھ جدید تعلیم سے بھی آراستہ ہیں۔ آپ کی طبیعت میں سوز و گداز ہے۔ فارسی اور اردو میں عمدہ شعر کہتے ہیں۔ آپ کا نعتیہ کلام اور غزل روایت و وحدت کا حسین امتزاج ہے۔ ان کے کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

## نمونہ کلام صاحبزادہ غلام معین الحق شاہ صاحب

### حمد و نعت

ہر سوتری زیبائی، ہر سوتری رعنائی      مظهر ترے جلوے کی ہر چیز نظر آئی  
ہر شے سے عیاں تو ہے ہر شے میں نہاں ہے      کثرت ہے ظواہر میں باطن میں ہے یکائی

نسبت شاہِ رسل، سرورِ ذی شان دارم      بے گماں بیش ز گنج ہمہ شاہاں دارم  
لطف کردند چناں بر من مسکین معین      نے غم سود و زیاں نے غم دوراں دارم

### مناقب

السلام اے فاطمہ زہرا بتوٹا      السلام اے پارۂ قلب رسول  
السلام اے مصطفیٰ را نورِ عین      السلام اے مادرِ حسن و حسین

نورِ جمالت جس خیالت و جہِ سکوں، پیرانِ پیر  
یاد میں توری سانجھ سکا سے تڑپت ہوں، پیرانِ پیر  
بندہ کوچہ قطبِ زمانم، نیست غم و اندیشہ محشر  
آپ کی چھایا سر پر لے، کیوں چٹا کروں، پیرانِ پیر

میرے دل، جان میں غریب نواز  
عینِ ایمان ہیں، غریب نواز  
شاہِ جیلاں ہیں دستگیر مرے  
میری پہچان ہیں، غریب نواز

کیا شان ہے تیری مہر علی، تو نور ہدی کا پیکر ہے  
آئینہ جس و جمالِ نبی، تنویرِ جنابِ حیدر ہے  
توغوثِ کارج و دلار ہے اور ہندوئی کا پیارا ہے  
ہم رنگِ فرید و نظام الدین ہم سیرتِ صابرِ کلیر ہے

### رباعی

ایں مطلعِ انوارِ خدا، بابِ بہشت  
ایں مخزنِ الطاف و عطا، بابِ بہشت  
شد پاک و منزہ، زِ کرم ہائے منید  
اں شخص کہ براؤ شدہ وا، بابِ بہشت

### غزل

ہر بات پہ یہ آپ کا کہنا، نہیں، نہیں  
نازک لبوں پہ آپ کے سجتا نہیں، نہیں  
انکار میں بھی ہے ترے اک حُسنِ التفات  
کہنا پھر ایک بار خُدا را، نہیں، نہیں

حضرت بابو جی قبلہ کی ایک ہی صاحبزادی تھیں جن کا اوائل عمر میں انتقال ہوا اور حسب وصیت حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کے روضہ شریف کی پائنتی کی طرف ان کا روضہ بنا جو مستورات کی زیارت گاہ ہے اور بفضلہ تعالیٰ اجابتِ دعا کے لیے تریاق کا حکم رکھتا ہے۔ ملک محمد خدابخش ٹوانہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے غوثی بو اسیر کا شدید مرض تھا میں نے ایک روز باہر سے آستانِ نجوم کریم الفاطمہ کے ”فاطمۃ الزہراء کی بیٹی کو سلام بوجھے بو اسیر کی سخت شکایت ہے“ اس وقت کے بعد آج پندرہ برس سے ایک لمحہ کے لیے بھی پھر یہ شکایت نہیں ہوئی۔ حالانکہ یہ میرا خاندانی اور موروثی مرض تھا۔

حضرت سید غلام معین الدین صاحب اور حضرت شاہ عبدالحق صاحب کے دوسرے صاحبزادگان بھی تعلیم کے مراحل طے کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بظہل حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور سرکارِ بغداد قدس سرہ اس خاندان کو تا ابد توبہ کی ہدایت اور عافیت کے لیے قائم رکھے اور رشد و ہدایت کا یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہے۔ ع

ایں دعا از من و از جملہ بہتوں آمین باد



سید ظہار ناصر الحقین قیس

## دسویں فصل

# متوسلین

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا حلقہ ارشاد نہایت وسیع تھا۔ اگر سب متوسلین کا تذکرہ اختصار سے بھی کیا جائے تو ایک دفتر تیار ہو جائے گا۔ اس علم و فضل اور معرفت الہی کے دریائے ذخائر سے بے شمار تہنہ کام سیراب ہوئے۔ آپ کے دستِ حق پرست پر ہزاروں افرادِ اُمت نے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ آپ کے مریدوں میں علمائے کرام اور ساداتِ عظام کثرت سے شامل ہوئے۔ آپ کی نظرِ کیمیا اثر سے نفس کی اصلاح ہو کر عاداتِ رذیلہ کا ازالہ ہو جاتا تھا اور صفاتِ محمودہ، بالخصوص اخلاص، ایثار اور محبتِ الہیہ کا غلبہ ہو جاتا تھا۔ بقول ۛ

آہن کہ بپارس آشناسد فی الفور صورت طلاشد

حضرت کے مخصوص رنگ یعنی توحید و بخودی کی تاثیر سے آپ کے صحبت یافتہ حضرات کی مجالس بھی کیفِ انسا بنا کرتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اکثر وابستگانِ پر تزکیہ نفس کے ساتھ ساتھ ظاہری خیر و برکت کے ابواب بھی کھول دیئے تھے تاکہ یادِ حق کے لیے کیسٹوں اور ماسوی اللہ سے استغنا حاصل رہے۔ حلقہ گوشِ علماء اور فقراء بحرِ حقیقت کے شاد و رہنے اور شیخ کے فیض و توجہ سے معرفت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے۔ اوسط درجہ کے اہل علم و ہنر نے بھی واعظ، مدرس، مدیر، ادیب اور مصنف بن کر اپنے اقران و امثال میں خاص شہرت اور مقبولیت حاصل کی۔

## متوسلین کا خاص رنگ

حضرت کے دستِ حق پرست پر جس نے بھی اخلاص سے رضائے الہی کے لیے بیعت کی وہ اپنی استعداد کے مطابق بیعت کے آثار اور ثمرات سے بہرہ مند ہو کر رہا۔ آپ کے متوسلین میں غرباء اور فقراء ہی نہیں بلکہ اکثر اربابِ دولت بھی نظر آتے ہیں جنہیں دنیوی کمال عروج بھی صلاح و تقویٰ، صوم و صلوٰۃ اور شب بیداری سے غافل نہ کر سکا۔ بالعموم اخلاص و استغنا حضرت کے مبالغین کا خاص رنگ شمار ہوتا ہے اور حفظ و امان خاص نعمت۔

## حضرت کے بعض ممت از مہر شہین

بہت سے طالبانِ مولیٰ نے آپ کی تربیت سے روحانی مدارج طے کر کے بلند مقام حاصل کیا۔ ان میں سے حضرت اُستادِ العلماء مولانا محمد غازی صاحب (ضلع کیمبل پور) مولانا قاری عبد الرحمن صاحب جو پوری، مولانا قاری غلام محمد صاحب پشاور، مولانا محبوب عالم صاحب ہزاروی بمقامِ آستانہ عالیہ۔ مولانا شیر محمد صاحب لاہوری۔ مولانا شیخ الجامعہ غلام محمد صاحب گھوٹوی۔ مولانا مفتی غلام مرتضیٰ صاحب میانوی۔ مولانا عبدالحق صاحب سسرالوی اور مولانا گل فقیر صاحب پشاور کے اسمائے گرامی خاص



طور پر قابل ذکر ہیں۔ مؤخر الذکر دونوں حضرات نے آپ کے مطبوعہ ملفوظات جمع فرمائے۔

حضرت کے باخلاص مُستَرشدین میں رسمی خلافت اور اَدْعائے مشیخت کا وجود نہیں۔ البتہ بعض سالک اور صاحب نسبت متوسلین کو حضرت اُن کی درخواست کے بغیر اس قدر فرما دیا کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص ذکر و فکر اور شغل کا شائق ہو اُسے مناسب طریقہ بتا دیا کریں۔ ان میں مسند درجہ ذیل حضرات خاص طور پر قابل ذکر ہیں:-

حضرت سید چان شاہ صاحب (جانب ضلع کیمبل پور) حضرت سید ممتاز علی شاہ صاحب (ریاست پونچھ) حضرت مولیٰ سنا فقیر محمد امیر صاحب (کوٹ اٹل ضلع ڈیرہ اسماعیل خان) حضرت مولیٰ ناولی محمد صاحب (باندی ضلع ہزارہ) حضرت مولیٰ محمد چراغ صاحب اور اُن کے صاحبزادے مولیٰ غلام سرور صاحب (پکوڑی شریف ضلع گجرات) حضرت مولیٰ معز الدین صاحب (وڈا پگ موبہ سرحد) حضرت سید صدیق شاہ صاحب (مانگو وال تحصیل خوشاب) حضرت پیر ولایت شاہ صاحب (نوشہرہ تحصیل خوشاب) حضرت مولیٰ حافظ حمید الدین صاحب (کوٹ نجیب اللہ ضلع ہزارہ) حضرت سید امام شاہ صاحب (مہر آباد تحصیل لودھراں) اور حضرت سید عبدالولی صاحب (گوالیار۔ ہندوستان)

## حضرت کے متوسلین کی امتیازی شان

حضرت قبلہ عالم کے خصوصی مُستَرشدین میں یہ امتیازی شان نظر آتی ہے کہ انہوں نے حتی الامکان اپنے متعلقین اور مستفیدین کو آسانہ عالیہ گولڑہ شریف سے مُسَلِّک کرنے اور یہاں کے صاحب سجادہ سے بیعت کرانے کو ترجیح دی اور یہ چیز اپنے شیخ طریقت سے کمال عقیدت کی علامت ہے۔

### مدعیان مشیخت

یہ عجیب واقعہ ہے کہ چنانہی زمانہ کی نزاکت اور منصب ارشاد کی اہمیت کے پیش نظر حضرت قبلہ عالم قدس سرہ نے اس معاملہ میں احتیاط سے کام لیا اُنہی آپ کی مقبولیت عامہ اور شہرت نامہ سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے بعض مدعیان مشیخت نے آپ سے خلافت ہونے بلکہ بعض لوگوں نے تو آپ کے اہل قرابت ہونے کا بھی دعویٰ کر کے عوام میں سستی شہرت حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن آخر کار اس ڈھول کا پول کھل کے رہتا ہے۔

اہل علم حضرات پر یہ عمل بخوبی روشن ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیادی مناصب کے متعلق یہ خصوصی ہدایت فرمائی تھی کہ ایسا کوئی منصب کسی ایسے شخص کو نہ دیا جائے جو خود اس کا طلبکار اور متلاشی ہو، تو منصب ارشاد جو ایک خالص دینی چیز ہے کسی ایسے شخص کے سپرد کرنا کب درست ہوگا جو خود ہی مشیخت کا لبادہ اوڑھنے اور لوگوں میں شیخ مشہور ہونے کا شوق رکھتا ہو۔ بزرگان دین کے تذکروں سے یہ چیز اظہر من الشمس ہے کہ انہوں نے یہ اہم ذمہ داری اپنے مشائخ کے اصرار فرمانے پر بھی بڑی مشکل سے قبول فرمائی۔ یہ رفعت اور بلندی تو اُن ہی حضرات کے حصّہ میں آتی ہے جنہوں نے اپنے آپ کو مٹایا۔ یہاں تک کہ سوائے ذات حق جل شانہ کے اُن کا مطمح نظر اور کچھ نہ رہا۔ اور اُن ہی کی تلقین و ارشاد کا یہ اثر ہوتا ہے کہ ان سے صحیح نسبت رکھنے والا لا الہ الا اللہ بمعنی لا معبود الا اللہ سے ترقی کر کے لا مظلوب الا اللہ پر فائز ہوتے ہوئے لا مؤجود الا اللہ کے اسرار و معارف کا سراغ پالیتا ہے۔ اور پھر اُس محبوب حقیقی کے مُقابلے میں دُنیا و آخرت ذرّہ بے قیمت در نظر آنے لگتی ہیں۔

بابِ ہفتم

معاصرینِ کرام



## معاصرین کرام

ہم عصر مشائخ کرام سے جن حضرات کے ساتھ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کے تعلقات یا ملاقات کی اطلاع ملتی ہے ان کے مختصر کوائف پیش کیے جاتے ہیں۔ ان میں سے بعض حضرات کا ذکر دیگر ابواب میں بھی آگیا ہے۔ حضرت کے اپنے پیشوا ان عظام اور اساتذہ کرام اس پر مستزاد ہیں اور ان کے اذکار عالیہ بھی متعلقہ ابواب میں گزر چکے ہیں :-

۱۔ حضرت دیوان غیاث الدین صاحب اجمیر شریف (وصال ۱۹۲۲ء)

۲۔ حضرت دیوان سید محمد صاحب پاک پتن شریف (وصال ۱۹۲۲ء)

۳۔ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب ربار حضرت سلطان المشائخ دہلی

یہ تینوں حضرات درحقیقت حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کے مستفیضین کی سلسلہ میں شامل ہیں۔ چنانچہ ان کے مختصر حالات مسند ارشاد کے باب میں پیش کیے جا چکے ہیں۔ تاہم چونکہ ان حضرات کا تعلق حضرت کے مشائخ کرام کے مبارک خانوادوں سے ہے اس لیے انہیں حضرت کے معاصرین کرام میں بھی شامل کر لیا گیا ہے۔

۴۔ حضرت خواجہ اللہ بخش صاحب تونسہ شریف (۱۸۲۳ء تا ۱۹۰۱ء)

حضرت خواجہ اللہ بخش صاحب تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حضرت کی ملاقات اور باہمی تعلقات کا ذکر بھی پہلے گزر چکا ہے۔ تونسہ شریف میں حضرت سے اس ملاقات کے کچھ عرصہ بعد ہی ۱۹۰۱ء میں خواجہ صاحب وصال فرما گئے۔ اس عرصہ میں باہم خط و کتابت بھی ہوتی رہی۔ چنانچہ مہرِ چشتیہ میں خواجہ صاحب کی طرف حضرت کے ایک خط کی نقل درج ہے جس میں اسرار سلوک پر گفتگو کے علاوہ مرزا صاحب قادیانی کے اُس عدالتی اقرار نامہ کا ذکر بھی فرمایا ہے جو ۲۲۔ فروری ۱۸۹۹ء کو بدین پابندی لیا گیا تھا کہ آئندہ کسی مخالف کے حق میں ہلاکت یا عذاب کی پیشگوئی نہیں کی جائے گی۔ خط کا متن عربی اور فارسی میں ہے اُس کا ترجمہ پیش خدمت ہے :-

حضرت مولائی۔ اللہ تعالیٰ کا ہر حال میں شکریہ ہے کیونکہ دراصل وہی مقصودِ حقیقی ہے۔ گمراہی کے صحرا اور غیرت کی رات کی تاریکی سے رہائی پانے کا اور اس مہتی موموں کے جہنم کی پستیوں سے نجات حاصل کرنے کا ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ ہے عنایتِ ازلیہ کی رہبری اور ہدایت ہے۔

ولولاشذ اھا ما اھتدیت لھا نفھا ولولاسناھا ما تصوّرھا الوھم

(اگر اُس کی خوشنود نہ ہوتی تو اُس کے میخانہ کی طرف راہ نہ پاتا۔ اور اگر اُس کے جلوے نہ ہوتے تو اُس کا تصور بھی وہم میں نہ آتا)

اسی طرح مندرجہ ذیل اشعار میں بھی اُسی عنایت کے ساتھ تعلق اور برزخ کے احوال کی طرف اشارہ ہے :-

اِس طائفہ مطلق انداز قید رسوم فارغ شدہ ز اندیشہ احوال و علوم  
 یہ طائفہ مقبولان خدا قید رسوم سے آزاد اور احوال و علوم کے اندیشہ سے فارغ ہے  
 بر ظاہر شدن لوا مع نور ہدے لِلدین نجوم للشیاطین رجوم  
 (نور ہدایت کی ضیا پاشی پر یہ حضرات دین کے ستارے اور شیاطین کے لئے رجم اور ہلاکت بن جاتے ہیں)

نظر کردن بدرویشاں منافی بزرگی نیست  
 سلیمان با چنیں حشمت نظر ما بود با مورش

(درویشوں پر نظر کرنا بزرگی کے منافی نہیں حضرت سلیمان علیہ السلام اتنی شان و شوکت کے باوجود چونیٹی پر مہربان تھے)  
 قابل اعتماد لوگوں سے پتہ چلا ہے کہ مرزا صاحب سے آئندہ کے لیے کسی کے بارے میں پیش گوئی نہ  
 کرنے کے متعلق اقرار نامہ لیا گیا ہے۔ الحمد للہ۔ شاید یہ اسی جرأت کا اثر ہو جو اپنی کتاب ایام الصلح میں  
 ظاہر کی تھی۔

ایک ماہ سے مزاج مبارک کی کیفیت سے بے خبر ہوں۔ اگر مشرف فرمائیں تو ذرہ نوازی سے بعید نہ ہوگا۔

## ۵۔ حضرت خواجہ محمد صاحب تونسہ شریف

حضرت خواجہ محمد بخش صاحب کے صاحبزادہ والا تبار حضرت خواجہ محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ہمارے حضرت کے  
 درمیان گہرے محبانہ مراسم تھے جن کی کچھ تفصیل پہلے دی جا چکی ہے اور کچھ مکتوبات طبابت میں مندرجہ اُس خط و کتابت کے  
 مطالعہ سے واضح ہوتی ہے جو تقریباً ایک غیر منقطع تسلسل کے ساتھ عمیر بھر جاری رہی۔ حتیٰ کہ بھوپال کے مختصر اور مخفی سفر سے بھی  
 خواجہ صاحب کو باخبر رکھا اور ان کا ایک خط حضرت کو وہاں بھی ملا۔ دونوں طرف سے خطوط کا انتظار رہتا تھا۔ اگر کسی وجہ سے  
 توقف ہوتا تو خواجہ صاحب شکایت فرماتے۔

یادمی کئی و زیادم نے روی  
 اور حضرت عذر پیش فرماتے کہ

ہے پابند طاعت عقیدت ہماری  
 یہ باعث ہے خط کے توقف کا صاحب

کبھی حضرت خواجہ محمود صاحب عنوان میں لکھتے  
 نیز تا از درے حسانہ کشادے طلسم  
 شکب آلودہ ما گرچہ روان است دے  
 اور ادھر سے حضرت قبلہ عالم قدس سترہ عنوان خط میں یہ تاثرات ثبت فرماتے  
 برید باد صبا دوشم آگهی آورد  
 کہ روز محنت غم زو بکو تہی آورد

لے اس علاقہ اقرار نامہ اور مرزا صاحب کی تعنی کی تفصیل باب پنجم میں گزر چکی ہے۔



بمطربان صبوحی دہیم جسامہ پاک بایں نوید کہ بادِ سحر گئی آورد  
حضرت خواجہ محمود صاحب اپنے روحانی اور باطنی کمالات کے علاوہ اپنے علمی۔ ادبی اور مجلسی فضائل کی وجہ سے بھی  
ہم عصر مشائخ میں بڑی مقبول اور دلنواز شخصیت سمجھے جاتے تھے۔ ۱۹۲۸ء میں جب ان کا انتقال ہوا تو حضرت بیمار تھے اور اس  
خبر وحشت اثر سے آپ کو بہت صدمہ ہوا۔ چنانچہ صاحبزادہ غلام محمود صاحب کو تحریر فرمایا کہ اس مقدس اور شریف محسن ہستی کی  
مفارقت نے بھرپور غم میں ڈال دیا ہے۔ نیاز مند بوجہ ناگفتہ بہ عوارضِ معدہ و دماغ و قلب قادر پور حاضر نہیں ہو سکا۔ کسی قدر افادہ  
ہونے پر حاضری کا ارادہ ہے۔ اور حضرت خواجہ صاحب کے جانشین صادق جناب خواجہ نظام الدین صاحب علیہ الرحمۃ کو چند روز  
بعد ان کی طرف سے بیمار پرسی کے جواب میں تحریر فرمایا۔

”کوہِ نسیم کے نیچے دبے ہوئے کی یاد فرمائی۔ جناب کے اخلاق موزوں اور ہمتِ محمودی کا عکس ہے۔  
مکرم! حضرت مرحوم نے (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) عرصہ سال کا ہوا ہے کہ بذریعہ تحریر نیاز مند کو اطلاع بخشی (مجھے جتایا گیا  
ہے کہ میں اس سال میں دارفانی سے رخصت ہو جاؤں گا)

عوارضِ معدہ و دماغ و قلب کی حالت معرضِ تحریر میں نہیں آ سکتی جس نے آج تک حاضری سے محروم  
رکھا ہوا ہے۔ مزید براں عوارضِ استملاخ خبر اس عادتہ جانکاہ نے بالکلیہ مضجیل کر دیا۔۔۔۔۔ خدا کرے کہ کسی صورت  
حاضری نصیب ہو۔“

چنانچہ قدرے افادہ ہونے پر آئندہ سال یعنی ۱۹۲۹ء میں فاتحہ خوانی کے لیے حضرت خواجہ نظام الدین صاحب کے پاس  
قادر پور (ضلع ملتان) تشریف لے گئے اور یہ آپ کا گولڑہ شریف سے باہر جانے کا آخری سفر تھا۔

#### ۴۔ حضرت خواجہ محمد دین صاحب سیال شریف (وصال ۱۹۰۹ء)

حضرت خواجہ محمد دین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جن کا ذکر خیر اس کتاب میں حضرت ثانی صاحب سیالوی کے لقب سے  
جا بجا آچکا ہے حضرت قبلہ عالم قدس برتر کے مرشد زادہ تھے اور اوائل ہی سے باہمی رابطہ محبت استوار ہو کر عشق کی نوبت کو پہنچ گیا تھا  
کہ حضرت اس طرف سے

آکھیں خواجہ شمس دیں دے لعلِ نون

گوڑھے نیناں والے سج پالِ نون

قسم کے فراقیہ اشعار موزوں فرماتے رہتے تو اس طرف حضرت ثانی صاحب قبلہ، قوال کو اس شعر سے

پیت کا وعدہ کر کے پیانے پیت نہانا چھوڑ دیا

بہر کی اکھیاں پھیر لیں دم دم کا آنا چھوڑ دیا

میں اصلاح دیتے کہ کوہِ

قہر نے اکھیاں پھیر لیں دم دم کا آنا چھوڑ دیا

حضرت شیخ ابجامہ صاحب کے مودات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ثانی صاحب سیالوی کے ارشاد ہی پر ہمارے  
حضرت قونہ شریف گئے تھے، انہی کے ایما پر ابتداء پاک پن شریف کا سالانہ سفر اختیار فرمایا اور انہی کے فرمان کی تعمیل میں

جناب دیوان غیاث الدین صاحب اجیری کی معاونت و تائید میں مقام پشاور سرحدی علماء کے ساتھ سماع کے موضوع پر مناظرہ فرمایا حضورؐ کے ملفوظات طیبات۔ مکتوبات شریف موصوفہ مهرِ شمسیتہ اور منظوم کلام میں حضرت ثانی صاحبؒ کے ساتھ آپ کے اس خاص تعلق کے واضح نشانات ملتے ہیں۔

حضرت بوعلی قلندر پانی پتیؒ کے متعلق روایت مشہور ہے کہ آپ نے حضرت نظام الدین اولیاءؒ محبوب الہی قدس سرہ سے نعمت ولایت سلب کر لی تھی۔ حضرت ثانی صاحبؒ سیالوی کے ارشاد پر حضرت قبلہ عالم قدس سرہ نے اس مسئلہ پر محققانہ بحث سے یہ ثابت فرمادیا کہ مذکورہ روایت خلاف واقعہ ہے بلکہ ایسا ہونا غیر ممکن ہے مفصل بحث مکتوبات مطبوعہ میں درج ہے۔ حضرت ثانی صاحبؒ سیالوی ہمارے حضرت سے عمر میں چالیس برس بڑے تھے۔ کتاب انوار شمسیتہ میں آپ کی ولادت ۱۲۳۵ھ، ستارہ نشینی ۲۲ صفر ۱۲۳۵ھ اور وصال ۱۲ رجب ۱۲۳۶ھ (۱۸۹۹ء) درج ہے۔ آپ کا شمار اپنے زمانہ کے کثیر الکرامات اور وسیع الفیوضات اولیاء اللہ میں ہوتا ہے۔ آپ کی بیماری کے ایام میں حضرت قبلہ عالم قدس سرہ بیمار پرسی کے لیے اکثر حاضر ہوتے رہے۔ چنانچہ ۷ جمادی الاول کے خط میں سیال شریف سے حضرت بابو جی مدظلہ العالی کو تحریر فرماتے ہیں:-

”شب جمعہ قریب دو بجے خوشاب اتر کر اسی وقت دریا کو عبور کر کے آرام کیا۔ علی الصبح وہاں سے ناز پڑھ کر سواری بگھی فوراً چھاؤنی پہنچے۔ حضرت صاحبؒ عم فیوضہم اس قدر خوش ہوئے کہ تحریر سے باز رہے آپ کو کئی روز کا سخت انتظار تھا۔ ہر ایک شخص اس انتظار کی عجیب کیفیت بیان کر رہا ہے۔ بالخصوص میرے اشعار متعلق فارضیہ۔“

بھلے نہیں اوہ بول بھڑے ڈھول دے

بول سناں لیاں رو ہی رول دے

نہایت رقت طاری کیے ہوئے تھے۔ پہنچتے ہی میں نے انتظام سیال شریف لے جانے کا کیا۔ اس روز آپ کو لب دریا کنارہ خوشاب سے کشتی پر سوار کیا۔ علی الصبح بروز شنبہ سیال شریف پہنچنے پر سب کو از حد خوشی ہوئی اور دعائیں دینے لگے۔ حضرت صاحبؒ کو ضعف از حد ہے۔ غذا نہیں۔ مجھ کو ایک لفظ آنکھوں سے غائب نہیں چاہتے۔“

پیش آنے والی جدائی کے احساس اور تصور نے جو کیفیات دل میں پیدا کر رکھی تھیں انہیں حضرت ابن فارضؒ کی دو فراقیہ اشعار کی لئے اور تضمین میں اس طرح ثبت فرمایا ہے کہ آج بھی ان کی غم انگیز و پُر درد اداسی، بے بسی اور بے چسپائی دلوں میں سببان پیدا کر دیتی ہے۔

سَائِقُ الْأَطْعَانِ يَطْوِي الْبَيْنَ طَيِّ

مُنْعِمًا عَزَّجَ عَلَى كُثْبَانَ طَيِّ

سار باناں! ہمد باناں! راہیا!  
اکھیں جا انہاں پیاریاں دلجانیوں  
شا لاجیویں خیمہ تھیوی ماہیا!  
گوڑے نیناں والیاں ستانیاں  
اوہ گئے اوہ دل دے پایاں اوہ گئے  
لاپیتاں دے کے لارے اوہ گئے

یہ یعنی حضرت ثانی صاحبؒ موصوفہ (فیض)



سارا عالم صدقے آکھاں بول توں      داراں سر میں اُس انوکھڑے ڈھول توں  
 بن تھڈے ہک گھڑی سو سال دی      بہہ ٹھکانے پتی تھڈے بھال دی  
 اک وچھوڑا دوجھے طعنے جگ دے      پیراں تھیں سرتک ایسے اک دے  
 بالدی ڈیوے پئی خانفت ہاں تے      آؤندا دیکھاں ڈھولا انہاں راہاں تے  
 چشماں فرش وچھاواں خاطر ڈھول دی      مرجب یا مرجب پئی بول دی  
 پنچیں جد توں سوہنیاں دی جھوک تے      خیر ہووی انہاں توں ذرا روک تے  
 جاسینہڑا دیوے انہاں جانیاں      گوڑھے نیناں والیاں ستانیاں

لَسْتُ اَنْسَى بِاللَّيْلِ نَيْيَا قَوْلَهَا  
 كُلُّ مَنْ فِي الْحَيَاتِ اَسْرَى فِي يَدَيْهِ

بھلے نہیں اوہ بول مٹھڑے ڈھول دے      بول سا نول یار روہی رولدے  
 رات ساری گزری تارے گندیاں      یاد کر کر قول میزاں بندیاں  
 دراصل محبت ہی حضرت چشت اہل بہشت کا اصل خزانہ اور مستاع ہے اور ان کے حال کے مطالعہ کے وقت انہی  
 کا مقولہ بار بار یاد آتا ہے کہ ہے

در غمِ کائنات چوں کر دیم نگاہ  
 یک دانہ محبت است باقی ہمہ گاہ

## ۷۔ حضرت خواجہ فضل الدین صاحب سیالوی (وصال ۱۹۰۳ء)

حضرت ثانی صاحب سیالوی کے برادران عزیز حضرت خواجہ فضل الدین صاحب اور حضرت خواجہ شعاع الدین صاحب  
 رحمۃ اللہ علیہما بھی حسب تصریح کتاب النوار شمسیہ اپنے والدِ کریم حضرت شمس العارفین سے خلافت یافتہ اور مجاز ارشاد تھے۔  
 النوار شمسیہ میں مذکور ہے کہ اول الذکر صاحبزادہ کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے زبردست جسمانی قوت عطا فرمائی تھی۔ اور ثانی الذکر کو  
 ان کے نام کی رعایت سے قوت احساس کی دولت سے مالا مال فرمایا تھا۔ چنانچہ جناب خواجہ فضل الدین صاحب چوہی بیخ کو  
 ہاتھ سے دبا کر زمین میں گاڑ دیتے۔ چھت کے شہتیر کو بازوؤں اور کندھوں کی ٹیک دے کر چوہی ستون بدلوایتے۔ تسبیح بڑے  
 ذیل موٹے دانوں کی تیتا کر دوائی جاتی۔ مگر پھر بھی دو ایک مہینے کی گردش کو مشکل برداشت کرتی۔

## ۸۔ حضرت خواجہ شعاع الدین صاحب سیالوی (وصال ۱۹۰۲ء)

حضرت خواجہ شعاع الدین صاحب بے حد لطیف الاحساس تھے۔ کھیتوں کی طرف سے ہوا چلتی تو بعض اقسام کے پھولوں  
 اور پودوں کی ٹہ سے انہیں گھر کے اندر لے جاتے تھے۔ ان کی شکایت ہو جاتی۔ ایک بار بیاد پڑے اور دوا کی تیاری کے لیے کچھ دُور بادام توڑے  
 جانے لگے۔ کوئی کروا نکلتا تو بوا کر وہیں سے فرما دیتے کہ کڑوا ہے، الگ کر دو۔ کوئی دس کوس کے فاصلہ پر ایک قصبہ میں شادی  
 کی تقریب پر نقارے بج رہے تھے یہیں سے بتانے لگے کہ اب فلاں گت بج رہی ہے۔ حضرت ثانی صاحب نے سوار

دوڑا کر پتہ کروایا تو جو گتیں آپ نے بتائی تھیں نقارچوں نے اُن کی تصدیق کی۔ رات کو گھر کے اندر کانوں میں روئی ڈال کر سوتے کہ مسجد اور محروں میں درویشوں کے وظائف اور ذکر کا شور کچھ دیر سولینے دے۔

ہمارا جہ کشمیر نے ایک زمانہ میں دونوں صاحبزادوں کو بلوا کر اپنے ہاں مہمان ٹھہرایا تھا۔ بہت عرصہ بعد خواجہ شعل الدین کا کسی شہر میں گذر ہوا۔ وہاں چند لوگ ایک مریض کے لیے اس عقیدہ سے پانی دم کروانے کی غرض سے حاضر ہوئے کہ جتنی سستی کا دم آب حیات کا حکم رکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا: شاید میں جتنی سستی کھلانے کا مستحق نہیں کیونکہ جب میں ہمارا جہ کشمیر کے یہاں ٹھہرا ہوا تھا تو ایک روز اُس کے محل میں طوائف گارہی تھیں جس کی آواز مجھے سنائی دے گئی اور بھلی معلوم ہوئی تھی۔

اب ذرا اس نسبت سے حضرت ثانی صاحبؒ کے اُن روحانی کمالات کا اندازہ لگائیے جن کی بناء پر حضرت اعلیٰ سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں اپنی مسند نشینی کے لیے منتخب فرمایا تھا۔

## ۹۔ حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین صاحبؒ سجادہ نشین سیال شریف

حضرت ثانی صاحب موصوف کے صاحب زادے اور جانشین حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین صاحبؒ کا ہمارے حضرت کے ساتھ تحریک خلافت کے بارہ میں اختلاف ہو گیا تھا جس کا تذکرہ گذشتہ اوراق میں کیا جا چکا ہے۔ یہ اختلاف جو بہر حال مسلمانوں کی سر بلندی اور نصاریٰ کی سرکوبی کے جذبات کی پیداوار تھا، دراصل طریق کار سے متعلق تھا اور بعد ازاں واقعات کی روشنی میں خود بخود رفع ہو گیا۔ ابتداء میں باہم بڑا ارتباط تھا۔ چنانچہ مکتوبات طیبات کے ایک جوابی خط مورخہ ۸۔ رمضان ۱۳۳۲ھ (۱۹۱۴ء) میں حضرت انہیں سیدی دسندی سے خطاب فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: ”الحمد للہ کہ از اولاد حضرت من دین راضیائے واللہ را عبادتے بظہور آمد لا زال کذا لک آئین“ پھر عید سے پہلے سیال شریف کی حاضری کے ارادہ کا ذکر فرما کر تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت دیوان صاحب پاک پتن شریف عنقریب یہاں تشریف لانے والے ہیں۔ اگر اُن کے انتظار کی وجہ سے عید پر حاضری نہ ہو سکی تو ہمیں جا بوجہ سپید اہن یوسفی رادر مشام یعقوبی شہیدہ از خود در خود خواہم سرسیدے

عید شد ہر کس زیارے عید سے دارد ہوس  
عید مردم دیدن مر عید ما دیدار تو  
عید ما و عیدی ما دیدن روئے تو بس  
ایں چنیں عید سے نہ بیند در دو عالم ہیچ کس

خواجہ محمد ضیاء الدین صاحبؒ مجاہد اور مصلح ہونے کے علاوہ اہل قلم بھی تھے۔ قادیانیت کے خلاف ایک سالہ معیار المسیح (مطبوعہ ۱۳۲۹ھ) آپ کی تصانیف میں قابل ذکر ہے۔ ان کے صاحبزادہ اور جانشین صادق حضرت خواجہ حافظ محمد تسم الدین صاحب دامت برکاتہ بھی صاحب تصانیف کثیرہ ہیں۔

## ۱۰۔ حضرت صاحبزادہ محمد عبداللہ صاحب سیالوی

حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ خواجہ محمد عبداللہ صاحب نے بھی کسی زمانہ میں اشعار کے اندر باہمی اختلاف کا شکوہ کیا تھا۔ مگر پھر حضورؐ کے عالم استغراق کے دوران عرس پر گولڑہ شریف آئے۔ اور ایک روز جب کہ حضرت حالت صوم میں تھے اور پھولوں کا ہار پہنے ہوئے تھے حضورؐ کے گلے میں پھولوں کے ہار کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ”واہ۔ وا آج تو ہار پہن رکھا ہے“ حضرت اعلیٰ نے جواباً مسکرا کر فرمایا: ہار نہیں جیت ہے۔ یعنی میرے شیخ زادہ آج میرے مہمان ہیں۔ گویا



فرما رہے ہیں۔

شکر اللہ میسان من و تو صلح فتاد  
خواریاں رقص گناں ساعند و پیمانہ زند

۱۱۔ حضرت صاحبزادہ محمد امین صاحب سیالوی

۱۲۔ حضرت صاحبزادہ محمد سعد اللہ صاحب سیالوی

حضرت ثانی صاحب کے سب سے چھوٹے صاحبزادے جناب خواجہ محمد سعد اللہ صاحب سلمہ اللہ ہمارے حضرت  
کو نہایت عزیز تھے اور اس پیار میں دونوں جانب سے کبھی فرق نہیں آیا۔

۱۳۔ حضرات پیر حیدر شاہ صاحب جلالپور۔ ۱۴۔ خواجہ محمد امین صاحب چکوڑی شریف

۱۵۔ خواجہ معظم دین صاحب (مرولہ شریف)۔ ۱۶۔ خواجہ فضل دین صاحب (چاچڑاں شریف)

رحمۃ اللہ علیہم

حضرات پیر سید حیدر شاہ صاحب جلالپوری (وصال ۱۹۰۸ء)، خواجہ محمد امین صاحب چکوڑی شریف (وصال  
۱۹۰۷ء)، خواجہ معظم دین صاحب مرولہ شریف (وصال ۱۹۰۷ء) اور خواجہ فضل الدین صاحب چاچڑاں شریف (وصال  
۱۸۸۷ء) حضرت اعلیٰ سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے اعظم خلفائے میں شمار ہوتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب جلالپوری آپ کے  
سب سے پہلے اور ہمارے حضرت سب سے آخری خلیفہ ہیں۔ مولوی امیر بخش صاحب خوشابی منشی دربار سیال شریف نے  
کنوار شمس میں ہمارے حضرت کا ذکر خیر کرتے ہوئے کیا برجستہ کہا ہے۔

معدن انوار ہستہ عالمیں آخر آمد گشت فحش الاولین

جزاہ اللہ خیر الجزا۔ یہ سب حضرات علم و فقر میں نہایت بلند مقام رکھتے تھے اور وسیع حلقہ ارشاد  
کے مالک تھے۔ سیال شریف میں اس کے ایام میں باہم فکر و نظر کی علمی اور روحانی صحبتیں رہیں۔ بعض اوقات کسی  
مسئلہ میں باہم اختلاف رونما ہوتا تو حضرت ثانی صاحب ہمارے حضرت کو ثالث مقرر فرماتے۔ قادیانی معرکہ لاہور میں ان  
آستانوں کے صاحبزادے اور علماء مولوی محمد چراغ صاحب چکوڑی شریف، مولوی عبدالعزیز صاحب چاچڑاں شریف اور  
مولوی شہاب الدین صاحب مرولہ شریف وغیرہم حضرت قبلہ عالم قدس برتر کے ناصرین اور مجاہدین میں شامل ہو کر آپ کے  
ساتھ لاہور گئے تھے۔ اور اسی ملک میں

۱۷۔ حضرت خواجہ عبدالحق صاحب جہاں خیلان

۱۸۔ حضرت خواجہ عبدالحق صاحب جہاں خیلان بھی ملک میں۔

## ۱۹۔ حضرت حاجی رحمت اللہ صاحب مہاجر مکی (۱۸۱۷ء تا ۱۸۹۱ء)

حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب ابن مولوی نجیب اللہ صاحب کا اصل وطن اور مقام ولادت قصبہ کیرانہ ضلع مظفر نگر۔ سن ولادت ۱۸۱۷ء اور تاریخ وفات ۲۴۔ رمضان المبارک ۱۳۰۸ھ مطابق ۲۔ مئی ۱۸۹۱ء ہے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے شہر اور پھر میرٹھ میں پائی جہاں ان کے والد میرنشی کے عہدہ پر فائز رہے تھے۔ دینی تعلیم زیادہ تر مولوی محمد حیات صاحب دہلوی کے مدرسہ میں حاصل کی۔ علوم ظاہری اور کبھی میں وہ مقام حاصل کیا کہ اپنے اقران و اشراف پر سبقت لے گئے۔ پادری فنڈ کے ساتھ آگرہ اور استنبول میں مناظرہ کے بعد عالم گیر شہرت کے مالک ہوئے۔

انگریزوں کی ایسٹ انڈیا کمپنی ہندوستان میں عیسائیت کی تبلیغ پر کمر بستہ تھی۔ پادریوں کے غول کے غول حاجب بازاروں اور شاہراہوں میں اسلام کے خلاف دل آزار تقریریں اور لٹریچر تقسیم کرتے پھرتے۔ پادری سی۔ جی فنڈر شاہی مسجد ملی کی سیڑھیوں پر کھڑا ہو کر علمائے اسلام کو چیلنج کرتا کہ مناظرہ کر کے مجھے مسلمان بنا لویا خود عیسائی ہو جاؤ۔ مولانا رحمت اللہ صاحب کے ساتھ اس مناظرہ کا حال مفتی انتظام اللہ صاحب مصنف کتاب ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علمائے اس طرح بیان کیا ہے:-

فنڈر نام پادری یورپ سے ہندوستان پہنچا۔ اسے عربی اور فارسی اور اسلامی علوم میں باضابطہ مہارت تھی۔ اس نے اسلام پر اعتراضات کا ایک متناسی سلسلہ چھیڑ دیا تھا۔ ہندوستانی مسلمانوں کو عیسائیت اور عیسوی مذہب سے دور کا بھی تعلق نہ تھا۔ علماء بھی اس مذہب کی تفصیلات سے ناواقف تھے اور انہوں نے اس طرف کبھی توجہ بھی نہیں کی تھی۔ البتہ بعض محققین نے دین عیسوی پر کافی مطالعہ کر رکھا تھا۔ بہار کے ایک ڈاکٹر وزیر خان نامی جو مرشد آباد ایک عرصہ تک رہے، ڈاکٹری کی تکمیل کے لیے یورپ گئے اور وہاں انہوں نے عیسوی مذہب پر جس قدر کتابیں مل سکتی تھیں ان کا شرح و تفسیر سے مطالعہ کیا۔ ہندوستان واپس آنے پر گورنمنٹ نے ان کا تقرر آگرہ میں کر دیا۔

پادری فنڈر مذکور نے ہندوستان میں چند جگہ علمائے بھی گفتگو کی مگر وہ جواب نہ دے سکے پھر وہ آگرہ سے آیا۔ یہاں اس وقت صدر نظامت کی وجہ سے علماء کا بڑا مجمع تھا۔ ڈاکٹر وزیر خان اور مولانا رحمت اللہ کے باہم بڑے تعلقات تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے پادری کی آمد کے بعد کیرانہ سے مولانا کو بلوایا بھیجا جو آگرہ آئے اور یہاں مقیم ہو گئے۔

محکم صدر نے یہاں مناظرہ کروایا۔ ماہ رجب ۱۲۵۳ھ ہجری (۱۸۵۳ء) میں یہ مناظرے کی مجلس منعقد ہوئی جس میں ہندوستان سے بھی بڑے بڑے عالم اور ائمہ شریک ہوئے تھے۔ میسر اسٹ حاکم صدر میسر کریں سیکرٹری ریونیو یورڈ میسر ولیم حاکم علاقہ فوجی میسر لیڈے مترجم اول گورنمنٹ حکام میں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ عیسائیوں کی طرف سے پادری فنڈر مناظرہ اول اور پادری فریچ مناظرہ دوم اور اہل اسلام کی طرف سے مولانا رحمت اللہ مناظرہ اول اور ان کے ساتھی ڈاکٹر وزیر خان تھے۔ جلسہ کئی روز رہا۔ ہزار ہا ہندو مسلمان تلاش مینوں کی حیثیت سے مناظرے میں شریک ہوتے تھے۔ آخر کار فاش شکست کے ساتھ فنڈر کو مجلس سے اٹھنا پڑا اور وہ آگرہ سے روانہ ہو گیا۔



مفتی انتظام اللہ صاحب نے اس سلسلہ میں یہ بھی لکھا ہے :-

”سب سے بڑا فتنہ مسلمانوں کے لیے یہ اٹھا تھا کہ ایک طرف ان کے ہاتھ سے حکومت لی جا رہی تھی اور دوسری طرف مذہب پر ہاتھ صاف کیا جا رہا تھا۔ یہی چیز علماء کی بے چینی کا سب سے بڑا سبب ہوئی۔ چنانچہ علماء کیسے لینے لگے کہ بغیر تغلب نصرانیت سے چھٹکارا ممکن نہیں... فرانسیسی مشنریوں میں سے مسٹر جوزف بھی تھے۔ مفتی انعام اللہ خان بہادر کے اجاب سے تھے۔ حضرت احمد اللہ شاہ صاحب کے فیض صحبت سے اسلام قبول کیا اور یوسف علی شاہ نام رکھا گیا۔ ایک مسجد ان کے نام سے آج تک آگرہ میں موجود ہے۔“

اس مناظرہ کے کوآلف مولینا رحمت اللہ صاحب کی کتاب ”اظہار الحق“ (مطبوعہ ۱۳۱۷ ہجری مطبع محمودیہ قاہرہ مصر) میں بھی شائع ہوئے تھے جس کے حاشیہ پر ڈاکٹر وزیر خان صاحب کا تحریری مناظرہ اردو بھی عربی زبان میں ترجمہ کر کے شامل کیا گیا تھا۔ مولینا صاحب نے پادری فنڈر کی شکست پر تحریری دستاویزی تھی جس میں اُس کا یہ اقرار بھی شامل تھا کہ آئندہ مسائل زیر بحث پر علمائے اسلام سے کبھی مناظرہ نہیں کرے گا۔ کئی سال بعد فنڈر نے علمائے استنبول کو انہیں مسائل پر مناظرہ کی دعوت دی مولینا اُس زمانہ میں ہجرت کر کے مکہ مکرمہ میں مقیم ہو چکے تھے۔ سلطان عبدالحمید خان نے اپنا خاص اگنیوٹ بھیج کر آپ کو قسطنطنیہ بلوایا جہاں آپ کی آمد کی خبر پا کر فنڈر روپوش ہو گیا۔

مولینا رحمت اللہ صاحب کی ہجرت کی سبیل یہ ہوئی کہ مناظرہ آگرہ کے تین برس بعد ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مولینا نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ جس کی مختصر سرگزشت آپ کے بھائی کے ایک پوتے مولینا محمد عارف عثمانی صاحب نے اس طرح تحریر فرمائی ہے :-

”ضلع مظفر نگر کے پرگنہ شمالی میں زمیندارہ شیوخ اور گوجروں کے ہاتھ میں تھا جن میں دینداری کے ساتھ جوش بھی تھا۔ چنانچہ تھانہ بھون اور کیرانہ کا ایک محاذ قائم کیا گیا۔ اور مجاہدین کی جماعت مدافعت اور مقابلہ کرتی رہی۔ شمالی کی تحصیل پر حملہ کیا گیا اور پرگنہ کے چاروں طرف اس مجاہدانہ تحریک کا اثر عام ہو گیا۔ بھت نہ بھون کے رہنما مجاہدین (حضرت حاجی امداد اللہ صاحب وغیرہ) کے علاوہ نواح کیرانہ میں حضرت مولینا رحمت اللہ گورہ فوج کا معتمد بلکہ گورہ رہے تھے....

اُس زمانہ میں عصر کی نماز کے بعد مجاہدین کی تنظیم اور تربیت کے لیے کیرانہ جامع مسجد کی سیڑھیوں پر نقارہ بجایا جاتا تھا۔ جس کی آواز سن کر وہاں کے لوگ جمع ہو جاتے اور اعلان کیا جاتا تھا: ملک خدا کا اور حکم مولوی رحمت اللہ کا! اس جملہ کے بعد جو کچھ کہنا ہوتا تھا عوام کو سنایا جاتا تھا....

کیرانہ کے محاذ پر بظاہر شکست کا امکان نہ تھا۔ مگر بعض ابنائے وطن کی زمانہ سازی اور غیروں کی سازش نے حالات کا رخ بدل دیا۔ کیرانہ میں گورہ فوج اور توپ خانہ داخل ہوا۔ محلہ دربار کے دروازے کے سامنے توپ خانہ نصب کیا گیا۔ اور گورہ فوج نے دربار کا محاصرہ کر لیا۔ ہر گھر کی تلاشی لی گئی۔ اس لیے کہ کسی مخبر نے اطلاع دی تھی کہ مولینا دربار میں روپوش ہیں۔ کیرانہ کے قریب پنجپٹہ مسلمان گوجروں کا ایک گاؤں ہے۔ وہاں حضرت مولینا اپنی باقی جماعت کے ساتھ پہنچے۔ خود اس گاؤں کے لوگ بھی مجاہدین میں شریک تھے۔ اس دوران میں گورہ فوج



کے ایک گھوڑا سوار دستہ نے پختیہ کا رخ کیا۔ کیرانہ اور تمام قرب و جوار کے حالات کی اطلاع مولینا کو ملتی رہتی تھی۔ چنانچہ پختیہ کے کھیا کو جب فوج کی آمد کا حال معلوم ہوا تو اس نے فوراً جماعت کو منتشر کر دیا اور مولینا سے عرض کی کہ کھرپلے کر کھیت میں گھاس کاٹنے چلے جائیں۔ ان کا اپنا بیان ہے کہ گورہ فوج اسی کھیت کی پگڈنڈی سے گذری جہاں میں گھاس کاٹ رہا تھا اور گھوڑوں کی ٹاپوں سے جو کسٹکریاں اڑتی تھیں وہ میرے جسم پر لگ رہی تھیں۔

انگریزوں نے قابض و متصرف ہو کر حضرت مولینا کے خلاف فوجداری مقدمہ چلانے کا حکم دیا۔ آپ کی گرفتاری کے لیے ایک ہزار روپیہ انعام مقرر کیا گیا۔ آپ کی تمام مزدورہ جائیداد اور اطلاق ضبط کر کے کوڑیوں کے مول نبیلام کر دی گئی۔ حتیٰ کہ پانی پت میں جو آپ کا آبائی وطن تھا ایک مخبر کمال الدین کی اطلاع پر وہاں کی ساری موزوٹی جائیداد بھی ۳۰ جنوری ۱۸۶۲ء کو نبیلام ہوئی۔

مولینا اپنا نام مصلح الدین رکھ کر کچھ عرصہ ہندوستان اور راجپوتانہ کے مختلف مقامات پر مجاہدین کی از سر نو تنظیم کی کوشش میں مصروف رہے اور بالآخر مالوئس ہو کر سورت کے راستے جہاز پر عرب شریف پہنچ گئے اور وہاں کچھ عرصہ بعد مدرسہ صولتبیہ کی صدارت اختیار فرما کر عرب و عجم کو علوم دین سے بہرہ ور کرنے میں عمر گزار دی۔ کیرانہ کی مجاہدانہ زندگی میں دہلی تشریف لے گئے تھے وہاں علمائے کرام نے بہادر شاہ ظفر کی بادشاہی اور جہاد کا جو فتویٰ مرتب کیا تھا اس پر مولینا رحمۃ اللہ صاحب کے دستخط بھی ثبت تھے۔ "ہمارے حضرت سے مولینا صاحب کے تعلقات اور باہمی علمی مذاکرات کا مفصل ذکر باب چہارم میں گذر چکا ہے۔

مولینا کے دوست ڈاکٹر وزیر خان اور ایک مغل شہزادہ فیروز بخت بھی مولینا کی مجاہدانہ سرگرمیوں میں شریک رہ کر بالآخر ہندوستان سے ہجرت کر کے عرب شریف پہنچ گئے تھے۔ ڈاکٹر وزیر خان نے مکہ مکرمہ میں چودہ برس طبابت کر کے ۱۸۷۳ء میں وفات پائی۔ انگریزوں نے ترکی حکومت سے ڈاکٹر صاحب کے وارنٹ گرفتاری منتقلی حاصل کر لیے تھے مگر بدوی قبیلہ کے ایک طاقتور شیخ نے انہیں پناہ میں لے کر بالآخر حکومت ترکیہ سے یہ وارنٹ منسوخ کروا دیئے۔

## ۲۔ حضرت باوا فضل دین صاحب کلیامی (دصال ۱۸۹۲ء)

حضرت کے معاصرین کرام میں حضرت باوا فضل دین صاحب کلیامی بڑے پائے کے بزرگ گذرے ہیں۔ کلیام اوائل اولپنڈی سے قریب پندرہ سولہ میل دور لاہور کی شہر کے قریب واقع ہے۔ باوا صاحب کا سلسلہ چشتیہ صابریہ تھا۔ آپ کے پیر طریقت حضرت حافظ محمد شریف خان دہلوی بابر بادشاہ کی اولاد سے تھے اور ان کا مزار بھی کلیام شریف میں ہے۔ کثرت جذب و شکر کے باعث حضرت باوا صاحب سے ظاہری طور پر نماز چھوٹ گئی تھی۔ ایک دفعہ مقامی علمائے کرام آپ کا جنازہ نہیں پڑھیں گے۔ فرمایا میرا جنازہ علم شریعت کا اتنا بڑا شیر اگر پڑھائے گا کہ تم لوگوں کو مجبوراً شامل ہونا پڑے گا۔ آپ نے بہت عرصہ پہلے حضرت قبلہ عالم قدس سرہ سے کہہ رکھا تھا کہ یہ مولوی لوگ میرے حال سے بے خبر ہیں اور کہتے ہیں تمہارا جنازہ نہیں پڑھائیں گے چنانچہ آپ کو آکر میرا جنازہ پڑھانا ہوگا۔ اُدھر اپنے خدام کو بھی وصیت کر دی تھی کہ میرا جنازہ پیر صاحب پڑھائیں۔ حضرت فرماتے تھے کہ جس رات ان



کا انتقال ہوا، انہوں نے خواب میں آکر مجھ سے فرمایا: ”پیر جی! میں مر گیا ہوں۔ آکر جنازہ پڑھا جاوے۔ چنانچہ علی الصبح حضرت نے گھوڑا سواری کے لیے تیار کرایا اور ایک خادم حافظ فضل دین کو ہمراہ لے کر ریلوے اسٹیشن گولڑہ پر پہنچے مگر گاڑی چھوٹ جانے کے باعث بسواری گھوڑا روپنڈی جا کر ریل گاڑی میں سوار ہوئے۔ گولڑہ شریف ریلوے اسٹیشن پر بادا صاحب کے انتقال کے متعلق تار آیا رکھا تھا۔ اور روپنڈی کے قریب یہی خبر پہنچانے کے لیے کلیام شریف کا ایک سوار بھی آتا ہوا ملا جسے احتیاطاً بھجوا گیا تھا کہ مسابا تار وقت پر نہ بٹے۔ جنازے میں اس قدر اژدہام خلافت تھا کہ حضرت کو گھوڑے پر سوار ہو کر صغیر درست کرانی پڑی۔ چنانچہ معترض مولوی صاحبان بھی جیشم پر ہم جنازہ میں شریک ہوئے۔ بلکہ ان میں سے بعض حضرات اس اثنا میں بادا صاحب سے بیعت بھی کر چکے تھے۔ ویسے بھی متعدد متشرع علماء آپ کے سلسلہ ارادت میں شامل تھے اور چند ایک حضرات کے علاوہ جو آخری عمر میں مجذوب ہو گئے۔ آپ کے تمام خلفاء اور خدام پابندِ صوم و صلوٰۃ اور وظائف و اورادِ چشتیہ صابریہ پر کار بند تھے۔ آپ کے مشہور خلفاء کے اسمائے گرامی یہ ہیں:-

۱۔ سید امیر علی شاہ صاحب۔ کلیام (وصال ۱۹۱۸ء)

۲۔ سائیں محمد حسین صاحب گھوڑی والے (وصال ۱۹۳۰ء)

۳۔ جناب مولوی عبدالستار صاحب۔ کلیام (وصال ۱۹۴۲ء)

حضرت بادا افضل دین صاحب کا وصال یکم جنوری ۱۸۹۲ء کو بروز جمعہ ہوا۔ آپ کے دربار کے موجودہ سجادہ نشین جناب سائیں مولا بخش صاحب ہیں۔

سید احمد شاہ صاحب ساکن پنڈ پراچہ داخلی جھنگی ستیاں، جو حضرت قبلہ عالم گولڑوی قدس سترہ کے مُرید ہیں۔ حافظ فضل دین صاحب مرحوم کی زبانی روایت کرتے ہیں کہ میں جناب بادا صاحب کی نماز جنازہ کے لیے حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کے ہمراہ کلیام شریف گیا تھا جب بادا صاحب کو قبر میں رکھا گیا تو آپ کی وصیت کے مطابق آپ کا قوال سازنگی بجا مارا۔ جس پر ہمارے حضرت قبلہ عالم گولڑوی قدس سترہ کو غُوب و جد ہوا۔

روایت ہے کہ حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کو جناب بادا صاحب بستی کلیام کے بابر زندہ بھی نظر آئے تھے۔ جب آپ نے پوچھا کہ باوا جی آپ تو یہاں پھر رہے ہیں میں جنازہ کس کا پڑھاؤں گا؟ فرمایا کہ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ آلِ رسول میرے گھر میں آئے اور میں اُس کا استقبال نہ کروں۔

کہتے ہیں حضرت بادا صاحب وصیت فرما گئے تھے کہ ہماری موت پر کوئی نہ روئے بلکہ گاؤں کی عورتیں شادی بیاہ کی طرح خوشی کے گیت گائیں۔

بادا صاحب سے حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کی راہِ درسم زمانہ طالب علمی سے تھی۔ اُس زمانہ میں ان کے بعض ظاہرین مُرید حضرت سے سوال کرتے تھے کہ بادا صاحب کی آپ پر اس قدر توجہ ہے تو آپ کی نماز ابھی تک کیوں نہیں چھوٹی؟ حضرت جواب میں فرماتے تھے کہ اگر بادا صاحب خود بھی مجھے ترک نماز کے لیے کہیں تو میں تعمیل نہ کروں گا اور نہ اُن لوگوں کی بات ہی مانوں گا جو ان کی ملاقات پر اعتراض کرتے ہیں۔

حضرت فرمایا کرتے تھے کہ جہادِ نفس میں انہیں بلند مقام حاصل تھا چنانچہ ایک روز حضرت سے فرمایا: ”پیر جی! دوروشی مجاہدہ کا نام ہے۔ کتنی برس سے نفس ٹھنڈا پانی مانگتا ہے۔ لیکن میں اسے گرم پانی دیتا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ کس پھل کا ذائقہ کیسا ہوتا ہے



اور میٹھا کسے کہتے ہیں۔ خوراک کے طور پر دال کے چند گھونٹ دوسرے تیسرے دقت پی لیتے تھے۔

بادا صاحب نفس کشی میں اپنی مثال نہیں رکھتے تھے۔ گرمیوں کی دھوپ میں پتھر کی ایک سل پر پڑے رہتے۔ اور سردی میں سقے کو چھت پر کھڑا کر کے ٹھنڈے پانی کی دھارا اپنے سر پر ڈالتے اور عشق الہی کے سوز میں ہائے کرتے رہتے۔ ایک رات کمرے میں سو رہے تھے۔ پاس ہی چار پائی پرستار رکھی تھی۔ ایک چوہا جو اوپر سے گذر آتا تو اوروں سے ایک جھنکار مچا کر تڑپ کر چار پائی سے دور جا کرے۔ کہتے تھے "ہائے سڑی گیاں۔ ہائے ملی گیاں" یعنی ہائے جل گیا۔ سماع کا شوق نہایت غالب تھا۔

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ فرماتے تھے کہ مجھے حالت حیات بابرکات بادا فضل الدین صاحب کلیامی میں گاہے گلہاں کے پاس جانے کا اتفاق ہوا ہے جس قسم کی ریاضات شاقہ نفسانی راحت کو توڑنے والی انہوں نے کی ہیں اہل زمانہ نے ان کی نظیر نہیں دیکھی۔ اہل ظاہر ان کے اندرونی درد اور شغل باطن سے بے خبری کے باعث ان پر معترض ہوتے تھے۔ ان کا کوئی نفسی اسم ذات کے ذکر سے خالی نہ گذرتا تھا اور کمال استغراق حال سے اشغال ظاہری کی طرف توجہ کرنے سے معذور تھے۔

ایک دن بادا صاحب کی مجلس میں کسی شخص نے پڑھا: قریاں چین فریڈن سدید تو آپ کی ہڈیوں سے تڑاق تڑاق کی آواز آئی۔ اگر اس مجلس میں کوئی وجد کا منکر شخص ہوتا تو وہ بھی حیران ہو جاتا۔ بادا صاحب کی نظر میں ناموس ظاہری کی کچھ وقعت نہ تھی۔ لوگوں سے بے نیاز ہو کر مظاہر صوری میں جمال مطلق کا مشاہدہ کرتے تھے۔ فرماتے تھے نیت ستیقیم چاہیے۔ قوال کو وصیت فرمائی تھی کہ میری نعش قبر میں رکھ کر میرے کان کے قریب چنگ غوب زور سے بجانا اور کسی کے منع کرنے سے ہرگز نہ رکا جب قوال یہ وصیت بجا لایا تو سب حاضرین میں بے حد ذوق و شوق کی کیفیت پیدا ہوئی۔

حضرت فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میں اور بادا صاحب پاک پن شریف کے عرس پر اٹھے گئے تھے۔ جب ہشتی دروازہ کے کھلنے کا دقت قریب آیا تو بادا صاحب نے کہا پیر صاحب! دیکھنا جب ہشتی دروازہ کھلے گا تو حضرت گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ پر جو کس ہے وہ گھوم جائے گا۔ چنانچہ میں نے دیکھا تو واقعی کس گھوم گیا۔ حضرت نے ۱۳۲۶ھ ہجری (۱۹۰۸ء) میں دروازہ کھلنے سے پہلے ایک مجمع کے سامنے یہ راز ظاہر فرمایا۔ چنانچہ بے شمار لوگوں نے رجن میں نواب محمد حیات صاحب قریشی اور حضرت شیخ الجامعہ صاحب بھی شامل تھے، اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اس قول کی تصدیق کی۔ اُس روز حضرت نے کس کے گھوم جانے کی حکمت یہ بیان فرمائی تھی کہ اس وقت حضور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کبار اور مشائخ عظام تشریف لاتے ہیں اور یہ سلامی ہے۔

ایک سال بادا صاحب پاک پن شریف کے عرس پر دیوان صاحب کی حسب فرمائش اُن کے لیے ایک قیمتی چیتہ تھنہ لیے جا رہے تھے۔ اثنائے سفر میں ایک سید زاوہ صاحب مضر ہوئے کہ مجھے دے دیں۔ انہوں نے حذر کیا کہ دیوان صاحب نے یہ چیز منگوائی ہے۔ وہ حضرت گنج شکر کی اولاد ہیں۔ میں انہیں ناراض نہیں کر سکتا۔ شاہ صاحب نے کہا کہ اگر دیوان صاحب حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد ہیں تو میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آل سے ہوں۔ یہ سن کر بادا صاحب تڑپ گئے اور وہ چیز اُسی وقت اُن کے حوالے کر دی۔ پاک پن شریف پہنچے تو دیوان صاحب سخت ناراض ہوئے۔ رات کو خواب میں حضرت گنج شکر نے حکم دیا کہ بادا صاحب سے معافی مانگو۔ انہوں نے جو کچھ کیا ٹھیک کیا۔

ایک مرتبہ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ بذریعہ ریل گاڑی سفر سے واپس آ رہے تھے۔ سخت سردی کا موسم تھا۔ صبح سویرے جب



کلیام شریف قریب آیا تو فرمایا ادھر کی کھڑکیاں کھول دو کہ باوا افضل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ سے عشق الہی کی ہوائیں چلتی ہیں۔ پنجرہ ضلع شاہ پور کے مشہور عالم اور قاری جناب قاضی عبدالحکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب میں چھاؤنی راولپنڈی میں امام مسجد تھا تو اکثر کلیام شریف حاضر ہوا کرتا تھا۔ باوا صاحب کے ایک مرید مولوی صاحب انہی دنوں حج اور مدینہ منورہ کی زیارت کو گئے اور واپس آکر باداجی سے عرض کیا کہ مجھے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں زیارت سے مشرف فرما کر ارشاد فرمایا کہ اپنے بدعتی پیر کو ہمارا سلام کہنا۔ یہ سن کر باوا صاحب کو بڑی کیفیت ہوئی اور عرصہ تک اس پر وجد کرتے رہے۔

باوا صاحب پر توحید اور ربوبیت کا ایسا غلبہ تھا کہ غیر مسلموں تک سے نہایت مہربانی کے ساتھ پیش آتے تھے اور ان کے لیے دعائے خیر فرماتے تھے۔ کلر کا ایک ہندو زرگر آپ کا مرید تھا۔ اُس نے یہ کہہ کر جمع اہل و عیال مسلمان ہونا چاہا کہ قیامت کے دن بھی آپ کے دامن سے وابستہ رہیں۔ فرمایا میں نے تمہیں مسلمان کر لیا ہے۔ قیامت کے روز اگر میں کسی متبادل ہوا تو تمہیں پہچان لوں گا۔

اس میں شک نہیں کہ یہ امور علم ظاہر کی دسترس سے باہر ہیں اور کسی اور ہی عالم کی خبر دیتے ہیں۔ علاوہ برآں یہ شرع شریف میں محبت بھی نہیں کہ ان کا تعاقب کیا جائے۔ تاہم جب اس قسم کی باتیں حضرت قبلہ عالم گولڑوی، حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی یا حضرت مولانا جلال الدین رومی جیسے بلند پایہ بزرگان اور عالمان شریعت کی زبان اور قلم سے نکل جاتی ہیں تو دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگتی ہیں۔ "نفحات الانس" میں حضرت معشوق طوسی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مذکور ہے کہ اُن سے نماز چھوٹ گئی تھی۔ علمائے وقت کے اصرار پر آپ نے نماز شروع کی تو آیاتِ نَعْبُدُکَ پہنچنے پر ہر بُن مُوسے خون جاری ہو گیا۔ فرمانے لگے اب تو مجھے معذور سمجھو گے؟

بعض کتابوں میں ایک مجذوب کے متعلق یہ روایت ملتی ہے کہ وہ بھاڑ جھونکتے تھے۔ ایک سالک راہ تعمیرِ ایشادِ باطنی اُن سے یہ دریافت کرنے گئے کہ اللہ تعالیٰ سے کیا مانگوں؟ فرمایا، کل آنا۔ اگلے روز جب وہ پہنچے تو بھٹیاریں نے افسوس کے ساتھ بتایا کہ بے چارہ جا سو سی کے الزام میں قتل کر دیا گیا ہے اور لاش کے ٹکڑے فلاں جنگل میں پھینکوا دیئے گئے ہیں کہ جانور کھالیں۔ یہ ہاں پہنچے اور کہا: واہ صاحب! خوب ایفائے وعدہ کیا! آواز آئی کہ میاں! یہی تو تمہارے سوال کا جواب ہے۔ سرکار کا ہمارے حال پر بڑا کرم تھا۔ مگر عمر بھر ہم سے بھاڑ جھنکویا۔ بھوکا پیاسا رکھا۔ نماز روزہ اور ارکانِ اسلام سے محروم رہے۔ اور اب یہ حال کیا جو دیکھ رہے ہو۔ پس اُس سے درد اور عشق نہ مانگنا اور جو چاہو مانگ لو۔

دی شب ز سر صدق و صفائے دل من  
جائے من آرد و کہستان و بنوشش  
در سیکہ آں روح فزائے دل من  
گفتم نخورم۔ گفت برائے دل من

شرائع سابقہ میں اس کی نظیر حضرت خضر علیہ السلام کے واقعات میں موجود ہے لیکن آنحضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت مطہرہ میں سلامتی عقل و حواس ایسے قطعی خلاف شرع امور کے ارتکاب کے لیے کوئی شرعی جواز نہیں۔ تاہم بعض مستانِ بادۂ توحید اہل جذب و سُکر سے ایسے واقعات کا ظہور ایک امر واقع ہے جن کا ثبوت کتب سیرت میں بکثرت ملتا ہے۔ ہاں اصلی اور بناوٹی مجذوب کے درمیان امتیاز نہایت ضروری ہے۔ اسی لیے عوام کے حق میں ارباب ارشاد و اصحابِ صحو و تمکین ہی کی صحبت مفید ہو سکتی ہے ورنہ غلط فہمی اور غلط روی کا سخت اندیشہ ہے۔



## ۲۱ حضرت خواجہ احمد صاحب میروی (وصال ۱۹۱۲ء)

حضرت خواجہ احمد صاحب میروی (وصال محرم ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۹۱۲ء) حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے آپ کا اصلی وطن بلوچستان تھا۔ تہذیب کی زندگی بسر فرمائی۔ زہد و اتقا میں سلف صاحبین کا صحیح نمونہ اور وسیع حلقہ ارشاد کے مالک تھے۔ خلفاء کی تعداد چالیس کے قریب بتائی جاتی ہے۔ آپ کے بعد حضرت فقیر احمد صاحب ثانی سجادہ نشین ہوئے اور موجودہ جانشین جناب فقیر عبداللہ صاحب ہیں۔

حضرت خواجہ احمد صاحب میروی رحمۃ اللہ علیہ کا ہمارے حضرت کے ساتھ ارتباط تھا۔ باہم آمد و رفت اور خط و کتابت بھی تھی۔ حضرت کے ساتھ اثنائے گفتگو میں آپ کو بڑے پیار سے انداز میں لالو کہہ کر بلاتے، جو بزبان پنجابی بھائی کے مترادف ہے۔ ایک دوسرے کو لڑہ شریف بھی تشریف لائے۔ قاضی عطاء الرسول صاحب سکند بدھویاں کرتے ہیں کہ خواجہ صاحب بالوچی مدظلہ العالی کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے جو اُس وقت کم سن تھے اور صرف کی اہستہ لائی کتابیں پڑھ رہے تھے۔ حضرت قاری عبدالرحمن صاحب جو پوری کے درس میں بالوچی سے قرأت سن کر اس قدر مست اثر ہوئے کہ انہیں بازو سے پکڑ کر حضرت قبلہ عالم قدس ہترے کے پاس لے گئے اور فرمایا: لالو تو تیرے فرمائیے کہ یہ کچھ ہو جائے۔ حضرت نے فرمایا: آپ دعا کریں کہ یہ کچھ نہ ہو۔ اس پر خواجہ صاحب ہاتھ ہلا کر منع کرنے لگے کہ نہیں لالو نہیں۔ ایسا نہ کہیے۔ دعا کیجئے کہ یہ بہت کچھ ہو۔ بہت اچھا ہو۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ اگر کچھ نہ ہوگا تو بہت کچھ ہوگا۔ کیونکہ اس کو چہ میں کچھ نہ ہونا ہی سب کچھ ہونا ہے۔

تو مباحث اصل اکمال این است و بس  
زود و گم شود وصال این است و بس  
پھر دونوں حضرات نے ہاتھ اٹھا کر بارگاہ الہی میں ان کے حق میں دعا فرمائی جس کی قبولیت کا اثر آج ایک عالم پر آشکار ہے۔ اَللّٰهُمَّ زِدْ فِرْدًا!

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ قادیانی معرکہ لاہور کے بعد حضرت خواجہ صاحب میروی فرمایا کرتے تھے کہ اگر مرزا قادیانی حضرت پر صاحب گولڑہ شریف کے روبرو آجاتا تو پیر صاحب اپنی کرامت کے زور سے اُس نخاس کو جو گوناگوں دسائوس کا باعث ہو رہا ہے زمین کے اندر دھنسا دیتے۔

## ۲۲ حضرت مولوی اکبر علی صاحب میانوالی (وصال ۱۹۵۶ء)

حضرت مولوی اکبر علی صاحب خلیف میانوالی (وصال ۲۷ جمادی الاول ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۹ دسمبر ۱۹۵۶ء) حضرت خواجہ احمد صاحب میروی کے اعظم خلفاء میں سے تھے اور ہمارے حضرت کے ساتھ اُن کا گہرا روحانی رابطہ تھا۔ مستند عالم تھے۔ تصوف، کشف اور روحانیت میں بلند مقام رکھتے تھے۔ چودھری اورنگ زیب صاحب ڈپٹی کمشنر سے جو حضرت قبلہ عالم قدس ہترے کے دامن گرفتہ ہیں ان کے خصوصی تعلقات تھے۔ اور اُن سے بعض اوقات خاص اسرار کی باتیں بھی بیان فرمادیتے۔ مثلاً یہ کہ آج سبق کے دوران فلاں بزرگ کی روح تشریف فرما ہوئی۔ گولڑہ شریف عرس کے موقع پر بھی کبھی کبھی حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک دفعہ عرس کی مجلس ختم ہوئی تو چودھری صاحب سے منہ مایا کہ آج روحانی مجلس میں آواز بلند ہوئی کہ غوث کی عمر ایک برس اور بڑھادی گئی ہے۔ چنانچہ پورے ایک سال بعد حضرت قبلہ عالم قدس ہترے کا وصال ہوا۔ ان کے صاحبزادے مولوی غلام جیلانی صاحب اب میانوالی کے



خطیب اور اپنے والد رحمۃ اللہ علیہ کی مسند پر متمکن ہیں۔

## ۲۲۔ حضرت خواجہ امیر احمد صاحب بسالوی (وصال ۱۳۵۶ھ)

حضرت خواجہ امیر احمد صاحب بسالوی (وصال ۲۱۔ ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ ۱۹۳۹ء) حضرت خواجہ اللہ بخش صاحب تونسوی علیہ الرحمۃ کے خلیفہ مجاز تھے۔ کچھ عرصہ تک اُن کے صاحبزادہ حضرت خواجہ محمود صاحب کے پاس امامت کی خدمت پر سرفراز رہے۔ ایک مرتبہ صاحبزادہ صاحب موصوف کے ہمراہ گولڑہ شریف آئے تو حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کی مجلس میں صفتِ نعال میں بیٹھ گئے۔ حضرت کی دریافت پر بتایا گیا کہ حضرت صاحبزادہ محمود صاحب کے ہمراہیوں میں سے ہیں۔ فرمایا اس شخص سے اللہ اللہ کی خوشبو آ رہی ہے۔ بعد میں جب بسال شریف میں آکر مسند ارشاد پر رونق افروز ہوئے تو اکثر گولڑہ شریف آمد و رفت رہی۔ دربارِ عالیہ گولڑہ شریف کے موجودہ امام مسجد مولوی اللہ بخش صاحب کچھ عرصہ بسال شریف میں ان کے پاس بھی امامت اور تدریس پر قیام پذیر رہے۔ انہیں فرمایا کرتے تھے کہ میں نے حضرت قبلہ عالم قدس سترہ سے اجازت لے کر آپ کو اپنے پاس رکھا ہوا ہے۔ صاحب کشف و کرامات اور صاحب ارشاد بزرگ تھے۔ جنت کے سادات کا ایک گھرانہ ان کی تقسیم اور توجہ سے راہِ راست سے ہم کنار ہوا۔ حالانکہ ان لوگوں کی اہلسنت و اجماعت کے ساتھ دشمنی اور اصحابِ کرام کی شان میں طغیانہ تبرّازی اس نواح میں مشہور ہو چکی تھی۔ ان میں سے سید محبوب شاہ صاحب نے حضرت خواجہ امیر احمد صاحب بسالوی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں منسلک ہو کر علم دین حاصل کیا اور اہلسنت و اجماعت کی تبلیغ کو اپنا شعار بنالیا۔

حضرت صاحب بسالوی کا حلقہ ارشاد پشاور سے بلوچستان تک پھیلا ہوا ہے اور ملک کے اندر متعدد خلفاء ان کے انوارِ ہدایت پھیلانے میں سرگرم ہیں۔ سیلیمان آباد (بسال شریف) میں ان کے جانشین جناب میاں محمد صاحب اس وقت سجادہ نشین ہیں۔ کثرتِ مراقبہ اور شغل کے باعث حضرت اعلیٰ بسالوی آخر عمر میں چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تھے۔ مگر حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کے وصال پر گھوڑے میں بیٹھ کر گولڑہ شریف کا سفر اختیار فرمایا اور وصال کے بعد اگلی ہی رات مزار شریف پر حاضری دی۔ مزار شریف کی طرف دیکھ دیکھ کر مسکراتے تھے۔

## ۲۳۔ حضرت سلطان نور احمد صاحب دربار سلطان العارفين باہو

سلطان العارفين حضرت سلطان باہو صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سجادہ نشین حضرت سلطان نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ہمارے حضرت کے تعلق اور روحانی نسبت کے متعلق ایک روایت ہے کہ سلطان صاحب موصوف نے ایک سیدزادہ کو اُن کے سوال پر ایک گھوڑا اٹھا کر ناقول فرمایا۔ ان شاہ صاحب نے اٹھل میں حضرت موصوف کی ذاتی سواری کے بیش قیمت گھوڑے پر ہاتھ رکھ دیا اور کہا کہ اگر لیا تو یہ گھوڑا لوں گا۔ چونکہ سلطان صاحب سید کا سوال رد فرمانا نہیں چاہتے تھے اس لیے آپ نے وہی گھوڑا اُن کو دے دیا۔ کچھ عرصہ بعد یہی سید صاحب سیال شریف کے غرس میں ہمارے حضرت کی جلو میں ارادہ نام خلق دیکھ کر سوال کے ارادہ سے پک کر آپ کی طرف آئے۔ آپ نے اُن کے سوال سے پہلے ہی کچھ رقم جیب سے نکال کر حوالے کی اور سلطان صاحب کے گھوڑے کا ذکر فرما کر بطور ہدیہ فرمایا کہ سیادت اعلیٰ شرف ہے اسے حقیر دنیا کے لیے استعمال کرنا زیب نہیں دیتا۔ سید صاحب سخت متعجب ہوئے کہ انہیں کیسے معلوم ہو گیا۔



حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کا حضرت سلطان باہو صاحب کے ساتھ جو روحانی تعلق تھا اُس کے متعلق میرے والد مرحوم یہ چشم دید واقعہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ غلام رسول خان کھر سیرنڈنٹ پولیس کی دعوت پر حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کوڑھ ضلع مظفر گڑھ تشریف لے گئے۔ وہاں قاضی فقیر محمد صاحب سکنہ بستی قاضیاں آپ کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ انہیں دیکھتے ہی حضرت تعظیماً کھڑے ہو گئے اور مخالفت فرمایا۔ چونکہ قاضی صاحب موصوف حکمت کا کام کرتے تھے اور اس نواح میں کسی غیر معمولی حیثیت یا شہرت کے مالک نہیں سمجھے جاتے تھے اس لیے حاضرین کو اس بات پر تعجب ہوا۔ چنانچہ ایک ذمی وجاہت آدمی نے عرض کیا کہ حضرت یہ تو اس علاقہ کے ایک طبیب ہیں۔ اس پر آپ نے قدرے جوش کے لہجہ میں فرمایا کہ میں طبیب وغیرہ نہیں جانتا۔ میں صرف اس قدر جانتا ہوں کہ یہ حضرت سلطان العارفین (سلطان باہو) رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں۔ قاضی صاحب کو اس سے پہلے حضرت کے ساتھ کوئی تعارف حاصل نہیں تھا۔

## ۲۶۔ ۱۵۔ ۱۹۔ ۱۸۔ ۱۷۔ ۱۶۔ ۱۵۔ ۱۴۔ ۱۳۔ ۱۲۔ ۱۱۔ ۱۰۔ ۹۔ ۸۔ ۷۔ ۶۔ ۵۔ ۴۔ ۳۔ ۲۔ ۱۔ ۰۔ ۱۹۳۹ (وصال)

حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب (وصال ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۹۵۱ء) اور حضرت حافظ سید جماعت علی شاہ صاحب ثانی (وصال ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۹۳۹ء) علی پور شریف ضلع سیالکوٹ خاندان عالیہ نقشبندیہ کے مشہور بزرگان طریقت کی حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کے ساتھ راہ درسم کی روایات موجود ہیں۔ ہمارے ایک برادر طریقت شیخ فضل قادر صاحب سکنہ علاقہ حیدر بیان کرتے تھے کہ سنہ ۱۹۱۱ء میں یہ دونوں حضرات جناب بابو جی مظللہ العالی کی شادی کی تقریب میں شریک ہوئے تھے۔ حضرت کے وصال پر جناب پیر جماعت علی شاہ صاحب اور جناب حافظ جماعت علی شاہ صاحب ثانی یکے بعد دیگرے فاتحہ خوانی اور زیارت مزار کے لیے گولڑہ شریف آئے تھے۔ اور اول الذکر نے فرمایا تھا کہ مجھے حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کی شاگردی کا شرف حاصل ہے۔ حضرت موصوف قادیاںی معرکہ لاہور میں ہمارے حضرت کے ناصرین و معاونین میں شامل تھے اور جلسہ شاہی مسجد میں تقریر بھی فرمائی تھی۔

دونوں حضرات نے خلافت حضرت بابا جی خواجہ فقیر محمد صاحب فاروقی نقشبندی، تیراہی، پورہ شریف ضلع کیسبل پور سے پائی تھی۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب حسنی شیرازی اور حضرت حافظ جماعت علی شاہ صاحب حسینی جعفری سید تھے۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب برصغیر ہند و پاکستان کی ایک مشہور شخصیت ہیں۔ آپ نے ایک سو دس برس کی عمر مائی۔ ساٹھ حج کیے۔ سنہ ۱۹۰۵ء میں مقام لاہور مزار صاحب قادیاںی کو مباہلہ کی دعوت دی اور انکار ہونے پر برسر عام مزار کی موت کی پیشین گوئی کی۔ جو ایک ہفتہ کے اندر صحیح ثابت ہوئی۔ حجاز طیس سے، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، خلافت فنڈ، سمرنا فنڈ، انگورہ فنڈ میں دل کھول کر چنڈہ دیا۔ تحریک ہجرت کی مخالفت کی۔ آگرہ میں آریوں نے فتنہ ارتداد کھڑا کیا تو آٹھ اضلاع میں تبلیغ کردائی۔ بے شمار مساجد تعمیر کروائیں اور درس جاری کروائے۔ علمائے اہلسنت اور ان کی جمعیتوں اور کانفرنسوں کی جابجا رہنمائی فرمائی۔

شیعہ اور غیر متدین کے ساتھ مناظرے کیے اور کروائے۔ اور کتابیں تالیف کروائیں۔ آپ خلفاء اور مریدین کا ایک بڑا سلسلہ چھوڑ گئے ہیں جو خدمت اسلام میں مصروف ہیں۔

حضرت قبلہ حافظ صاحب نسبتاً ایک گوشہ نشین بزرگ تھے جن کی زیادہ تر توجہ باطنی تزکیہ نفوس اور ذکر و اذکار پر



مبذول رہی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما

## ۲۷۔ حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری (۱۸۶۴ء تا ۱۹۲۹ء)

کتاب "غزنیہ معرفت" تذکرہ مشائخ نقشبندیہ میں درج ہے کہ حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ پشاور سے واپسی پر کوئٹہ شریف اتر کر حضرت قبلہ عالم قدس برہ سے ملاقات کی۔ اس کے علاوہ پاک پتن شریف میں حضرت بابا صاحب کے عرس پر باہم ملاقاتوں کی بھی روایات ملتی ہیں۔ چنانچہ شیخ فضل قادر صاحب بیان کرتے تھے کہ ایک مرتبہ حضرت میاں صاحب شرقپوری حضرت بابا صاحب کے مزار شریف کے قریب تشریف فرما تھے۔ حضرت قبلہ عالم قدس برہ تشریف لائے تو میاں صاحب تعظیماً اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت کے فرمانے پر کہ آپ یہ تکلیف نہ کیا کریں۔ میاں صاحب نے فرمایا کہ میں تو یہاں حضرت بابا صاحب کی زیارت کے علاوہ آپ کی ملاقات کی غرض سے بھی حاضر ہوتا ہوں۔ آپ اپنے زمانہ میں خاندان عالیشان نقشبندیہ کے ایک مشہور بزرگ گذرے ہیں۔ آپ نے سلسلہ مجددیہ معصومیہ کے ایک شیخ حضرت خواجہ امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت پائی تھی جن کا آستانہ کوئٹہ پنجوبگ نزد چوہڑکانہ ضلع شیخوپورہ میں مرجع خلافت ہے۔

حضرت میاں صاحب طریقت کے ایک بڑے شیخ شریعت کے علمبردار اور سنت نبوی کی پیروی پر انتہائی تاکید فرمانے والے بزرگ تھے۔ آپ کی زینہ اولاد نہ تھی۔ آپ کے بھائی حضرت میاں غلام اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے، اور ۱۹۵۷ء میں ان کے وصال کے بعد ان کے صاحبزادگان جناب میاں غلام احمد اور جناب میاں جمیل احمد صاحبان سجادگان سے طریقت اور شریعت کا یہ مقدس سلسلہ سلوک شرق پور میں اور دیگر خلفائے کرام کے ذریعے پاکستان میں جاری و ساری ہے۔ آپ کے خلفائے کرام میں سے حضرت سید اسماعیل صاحب کراماں والے سابق ضلع فیروز پور حال ضلع ساہیوال اور حضرت خواجہ محمد عمر صاحب بیربل ضلع سرگودھا کے کمالات علم و فقر کا کافی چرچا ہے۔

حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ اپنے ایک مخلص مولوی محمد ابراہیم صاحب قصوری سے سوال کیا کہ کلمہ طیبہ میں لفظ لا غیر اللہ کی نفی ہے یا عین اللہ کی؟ عرض کیا غیر اللہ کی نفی کی جاتی ہے۔ فرمایا۔ پھر حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کے معنی کیا ہوئے کہ جب اللہ اللہ کا ذکر کر رہے تھے تو کسی نے کہا لا الہ الا اللہ کیوں نہیں کہتے تو نعرہ مار کر فرمایا کہ اس خوف سے کہ مبادا لا کہنے پر ہی میری زبان بند ہو جائے اور دم نکل جائے۔

ہمارے حضرت نے بھی ایک سفر میں اسی قسم کے سوال پر فرمایا تھا کہ درویش کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ عشق ہوتا ہے، وہ اپنے محبوب کا نام لینے میں لا الہ الا اللہ کے الفاظ کی تاخیر برداشت نہیں کر سکتا اور جلدائی کے اس لمحہ بھر وقفہ کو بھی گھٹا دینا چاہتا ہے۔

حضرت شبلی کو وصال کے وقت کلمہ طیبہ کی تلقین کی گئی تھی جس پر فرمایا کہ جب غیر ہے ہی نہیں تو نفی کس کی کروں؟ اور حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی قدس برہ العزیز نے بھی آخری وقت میں یہ شعر کہا تھا۔

غبارِ خاطر عشاق مدعا طلبی مست

بخلوئے کہ منم یاد دوست بے بی ست

رحمۃ اللہ علیہم اجمعین



## ۲۸۔ حضرت خواجہ عبدالعزیز صاحب دُفرہ (وصال ۱۳۶۲ھ۔ نومبر ۱۹۵۲ء)

حضرت خواجہ عبدالعزیز صاحب قادری المعروف حضرت صاحب دُفرہ والے رحمۃ اللہ علیہ (وصال ۱۳۶۲ھ۔ نومبر ۱۹۵۲ء) جن کا مزار زراعت فارم راولپنڈی مری روڈ کے پاس ہے، ہمارے حضرت کے ساتھ عقیدت رکھتے تھے اور آپ سے اکتساب فیض بھی فرمایا۔ عالم طفولیت سے ادھیڑ عمر تک مالکِ اسلامیہ میں سیر و سیاحت کر کے اولیاء اللہ مشہورین و مشہورین اور سابقہ بزرگانِ دین سے فیض حاصل کیا۔ گولڑہ شریف میں اپنی پہلی حاضری کے متعلق ملک غلام فرید خان ٹوانہ سے بیان فرمایا کہ میں بچپن میں گولڑہ شریف پیدل جا رہا تھا۔ راستے میں کچھ سوار آتے ہوئے نظر آئے۔ اور میں اس ڈر سے ایک کھڈ میں چھپ گیا کہ شاید کسی پولیس افسر کی سواری آرہی ہے لیکن ایک سوار اپنا راستہ چھوڑ کر میرے پاس آگیا جس کی دریافت پر میں نے بتایا کہ پیر صاحب کی زیارت کے لیے گولڑہ شریف جا رہا ہوں۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہ سوار خود حضرت قبلہ عالم پیر صاحب ہی تھے۔ آپ نے بڑی مہربانی سے رات لنگر میں ٹھہرایا اور صبح کئی وظائف عطا فرمائے۔ حزب البحر پڑھنے کا طریقہ بتایا اور اس کی اجازت بھی عطا فرمائی۔

ملک غلام فرید خان صاحب سے یہ روایت بھی ہے کہ فرمایا جب میں نے راولپنڈی میں سکونت اختیار کر لی تھی تو ایک دفعہ تریاقِ دماغ کی ایک مجرب معجون تیار کر رہا تھا کہ ایک رات حضرت قبلہ عالم قدس بترہ نے خواب میں فرمایا کہ اس معجون میں ہمارا حصہ بھی رکھیں۔ چنانچہ جب تیار ہو گئی تو میں نے کچھ حضرت کی خدمت میں پہنچا دی۔ پھر فرمایا کہ دورانِ سیاحت بعض اوقات پہاڑوں کی جڑی بوٹیاں اپنی تاثیر سے مجھے خود آگاہ کر دیتی تھیں اور میں انہیں استعمال میں لے آتا تھا۔ خواجہ صاحب مختلف امراض کے لیے شوقیہ طور پر ادویات تیار کرتے رہتے تھے جو ہمیشہ مفید اور زود اثر ثابت ہوا کرتی تھیں۔ اس چیز کو آپ نے خدمتِ خلق کا ظاہری سبب بنایا ہوا تھا۔

ان کے ایک مرید قاضی حبیب الرحمن صاحب سکنہ قاضیاں علاقہ گوجرانہ انسپکٹر مدارس بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مولوی صاحب کے ساتھ جو کشفِ قبور کا ملکہ رکھتے تھے، ایک مرتبہ سیال شریف حاضر ہوا۔ جب روضہ شریف سے باہر آئے تو ان مولوی صاحب نے بتایا کہ حضرت اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے ہماری بیعت کے متعلق دریافت فرمایا تھا کہ کہاں ہے جب میں نے لائعلیٰ کا اظہار کیا تو معاً ایک بزرگ ہوا میں دوزانو بیٹھے ہوئے آگئے اور حضرت کے پاس جا بیٹھے۔ اور مولوی صاحب نے اس بزرگ کا علیہ اور وضع قطع، لباس اور طریقہ نشست بعینہ دہی بیان کیا جو حضرت خواجہ صاحب دُفرہ والوں کا تھا۔

ملک محمد نواز خان نوشہروی کا بیان ہے کہ کوہ مری میں ایک شخص نے ان کے سامنے حضرت خواجہ صاحب دُفرہ والوں سے بیعت کے لیے درخواست کی۔ آپ نے پوچھا۔ پہلے تو کہیں بیعت نہیں ہوئے۔ کہا پیر صاحب گولڑہ شریف سے بیعت تھی مگر ان کا وصال ہو گیا ہے۔ خواجہ صاحب نے سخت ناراضی کے عالم میں فرمایا: ”اوبے نصیب تو نے حضرت قبلہ عالم قدس بترہ کو مردہ سمجھ لیا ہے۔ اس مرتبہ و شان کے اولیاء اللہ ہمیشہ زندہ اور باقی باللہ ہوتے ہیں۔“

## ۲۹۔ حضرت حافظ عبدالکریم صاحب راولپنڈی

حضرت حافظ عبدالکریم صاحب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ حضرت بابا جی فقیر محمد صاحب تیراہی پورہ شریف کے خلیفہ تھے۔



حزب البحر کا وظیفہ ہمارے حضرت سے حاصل کیا تھا جس کی روایت مولوی عبداللہ صاحب کنجاہی آپ کی زبانی اس طرح بیان کرتے ہیں کہ میں ایک اجنبی بزرگ کی رہنمائی میں حضرت قبلہ عالم گوڑہ شریف قدس بترہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس اجنبی بزرگ نے حضرت قبلہ عالم قدس بترہ سے کہا کہ اسے حزب البحر کی اجازت دیجئے اور اس کا طریقہ بھی سمجھا دیجئے۔ یہ کہہ کر وہ بزرگ چلے گئے۔ اگلے روز حضرت نے اجازت دی اور طریقہ درود عطا فرمایا اور معلوم ہوا کہ یہ بزرگ خود حضرت علیہ السلام تھے۔

### ۳۰۔ حضرت مخدوم صدر الدین شاہ صاحب گیلانی ملتان

ہمارے حضرت کے ساتھ ملتان کے مشہور پیر طریقت حضرت مخدوم صدر الدین شاہ صاحب قادری گیلانی، سجادہ نشین دربار حضرت سید جمال الدین موسیٰ پاک شہید (رحمۃ اللہ علیہما) کی دوستی عقیدت کی حد تک بڑھی ہوئی تھی۔ حضرت کا پاک پتن شریف کا سفر ملتان کی راہ سے ہوتا اور ہر سال باہم ملاقات رہتی۔ اختلافی مسائل میں مخدوم صاحب کا مدار آپ ہی کے مسلک پر ہوا کرتا تھا چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اطلاق لفظ بشر اور حاضر ناظر کے مسائل پر ان کے استفتاء کے جواب میں حضرت کا ایک مکتوب گرامی باب نکتوبات میں درج ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مخدوم صاحب کو ملتان اور نواحی اضلاع میں روحانی قیادت اور عظمت عطا فرمائی تھی۔ قلع نظر اس تقدس اور احترام کے، جو اس آستانہ عالیہ قادریہ کو حاصل ہے اور جس کی وجہ سے اس کا نام دربار پیران پیر پڑ گیا ہے۔ اور اس کے دو قریبی شہر سپاہ کے دروازوں کو بھی لوگ صدیوں سے پاک دروازہ اور حرم دروازہ کہتے چلے آ رہے ہیں، خود حضرت مخدوم صاحب کی ذات کے ساتھ عوامی عقیدت کا یہ حال تھا کہ جب ۱۹۲۲ء میں آپ فریضہ حج سے واپس آئے تو اس خطہ کے لوگوں نے ایسا شاندار استقبال کیا کہ ملتان میں شاید کسی بادشاہ کو بھی نصیب نہیں ہوا ہوگا۔ جب ریلوے اسٹیشن کے وسیع اور طویل پلیٹ فارموں پر تیل دھرنے کو جگہ نہ رہی تو لوگ لائن کے کنارے دونوں طرف پھیلتے گئے اور یہ قطاریں سگنل کے قریب تک چلی گئیں۔ بہت پہلے جب ایک دفعہ ملتان میں ہندو مسلم فساد کا خطرہ پیدا ہوا اور بازار بند ہو گئے تو یہ سُن کر کہ مخدوم صاحب خود سوار ہو کر آ رہے ہیں۔ دوکاندار، کیا ہندو کیا مسلمان، خود بخود دوکانیں کھول کر بیٹھ گئے۔

### ۳۱۔ حضرت مخدوم اللہ بخش صاحب گیلانی ملتان

حضرت مخدوم اللہ بخش صاحب گیلانی بھی حضرت جمال الدین موسیٰ پاک شہید کی اولاد سے ہیں۔ دربار پیران پیر ملتان سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور حضرت مخدوم کے بڑے صاحبزادے کی اولاد سے بیان ہوتے ہیں جن کو اپنے والد کی اطاک تفویض ہوئی تھی اور چھوٹے بھائی کے حصہ میں آپ کا سجادہ طریقت آیا تھا۔ گوڑہ شریف حضرت قبلہ عالم قدس بترہ کی خدمت میں حاضر ہو کر استفادہ فرمایا اور حضرت نے انہیں تخلیہ میں بجا کر کلمہ طیبہ کی تلقین فرمائی۔

### ۳۲۔ حضرت سید غلام عباس شاہ صاحب سجادہ نشین مکھڑ شریف

مکھڑ شریف کے خاندان قادریہ کے مشہور سجادہ نشین حضرت غلام عباس شاہ صاحب حسنی جیلانی کے دو خطوط دربار عالیہ گوڑہ شریف میں محفوظ ہیں۔ جو حضرت کے ساتھ ان کے تعلقات پر روشنی ڈالتے ہیں۔ ایک پر ۳۰ مئی ۱۹۱۲ء کی تاریخ ہے۔ اس میں حضرت قبلہ عالم قدس بترہ کو شیخ سنی مناظرہ موضع جند ضلع کیمبل پور میں شرکت کی دعوت دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ ۱۴۔



اساڑھ کو وہاں شیعہ اور اہل سنت جماعت کے درمیان خلافت کے موضوع پر بحث ہونے والی ہے۔ اہل سنت کی طرف سے مناظر مولوی سلطان محمود گنجوی مدرس ڈیرہ غازی خان ہیں۔ اور شیعہ صاحبان کی طرف سے مخدوم صاحب بلوٹ والے مہتمم ہیں۔ نیازمند کو بھی اہل سنت کی طرف سے مجبور کیا جا رہا ہے کہ اس بحث میں شریک ہوں۔ فقیر چاہتا ہے کہ جناب والا بھی شریک ہوں اور اور سب اہل سنت کی رائے بھی یہی ہے۔ لیکن اس خط و کتابت کا علم محض فقیر تک محدود ہے۔ دوسرے خط میں جو مئی ۱۹۱۲ء کا ہے، فرماتے ہیں:-

”نوازش نامہ نے مخدوم مباحثہ نجفی .... اُمید ہے کہ جناب تو جبراً نام کو مبذول فرمائے رکھیں گے۔ فقیر نہایت ہی جناب کی اس مہربانی کا شکریہ ادا کرتا ہے جو کہ آپ نے اپنی خوبی شفقت سے بندہ کو ان امور سے آگاہ فرمایا جو فقیر کے لیے مناسب امور تھے ....

یہ امر ہو رہا ہے کہ آج کل مسلمانوں کی جو نازک حالت ہے وہ ہرگز اس امر کے قابل نہیں کہ خانہ جنگیاں شروع رہیں مگر آفرینش سے انسان طینت سے ایسا پیدا کیا گیا ہے کہ وہ اپنی عمر کا ایک حصہ انہی کاموں میں گزارنا چاہتا ہے۔ مگر کہ شیعہ کے خیال حضور پر محبوب سبحانی قدس سرہ العزیز کے حق میں بہت ہی برا اثر پیدا کرنے والے ہوتے ہیں۔ گو یہ آپ کے جد کی برکت ہے کہ کسی کو اس ملک میں حضور کی نسبت گفتگو کا موقع نہیں ملتا اور انشاء اللہ نہ ملے گا۔ مگر ہم احتیاط امر لابدی ہے۔ مولوی صاحب (سلطان محمود گنجوی) کے خط سے معلوم ہوا کہ حافظ صاحب سید جماعت علی شاہ صاحب بھی شریک ہوں گے۔ فقیر کا ارادہ اُس صورت میں جانے کا ہو سکتا ہے جب جناب بھی تشریف لادیں۔ مخدوم بلوٹ والوں کی طرف سے بڑی کوشش ہو رہی ہے۔ یہ امر لابدی ہے کہ اگر بندہ یا حضور اس موقع پر حاضر نہ ہوئے تو دین اللہ کی کمزوری کے مساو دشمنان دین .... سے ایک محل طعنہ کا ضرور ہوگا۔ فقیر نے ابھی تک بغیر رائے جناب کوئی پختہ رائے اپنے کسی استفسار کنندہ کے آگے ظاہر نہیں کی۔ جیسے رائے ہو اُس سے آگاہ فرمایا جاوے۔ دوئم امر اگر یہ خیال بھی کیا جاوے کہ ہمارے منصب اس امر کے متقاضی ہیں کہ کسی شخص کا دل رنجیدہ نہ کریں لیکن بعض گروہ ایسے ہیں کہ وہ کسی حال میں شکر گزار نہیں رہ سکتے۔ مزید خیال فرما کر اور سارے وجوہات پر نظر ڈال کر اپنی رائے مبارک سے سرفراز فرمادیں گے کہ اُسی کے مطابق طرز عمل رہے۔“

اس خط کے مضمون سے حضرت قبلہ عالم قدس برہ کے جواب کی مشاعرہ واضح اشارات ملتے ہیں کہ حضور ان فرقہ دارانہ مناظرات کو پسند نہیں فرماتے تھے لیکن قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے پیر صاحب مکہ شریف کے اصرار اور حالات کے تعاضول کو نظر رکھ کر بالآخر شمولیت پر آمادگی کا اظہار فرمادیا تھا۔ کیونکہ حسب روایات جب حکومت نے اس مناظرہ کی مانگت کر دی تو آپ نے فرمایا: ”مراواں من دیاں من وچ رہیاں۔ شیعان نوں من دیاں باتاں نہ کیاں۔“

حضرت بابو جی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ انہی ایام میں جب کہ جنڈ میں مناظرہ کے متعلق باتیں ہو رہی تھیں ایک سید محمد عالم شاہ نامی جو کبھی کبھی حضرت قبلہ عالم قدس برہ کی خدمت میں آیا کرتے تھے اور شیعہ خیالات رکھتے تھے۔ آپ کی خدمت میں آئے اور میں اُس وقت جب کہ ہم سبق پڑھ رہے تھے حاضر ہو کر باتوں باتوں میں یہ سوال کیا کہ اصحاب ثلاثہ کی خلافت کے خلاف شیعہ علماء یہ دلیل پیش کرتے ہیں:-

وَإِذْ أُنْزِلَتْ آيَاتُ رَبِّهِمْ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ مَا قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا قَالَ وَمِنْ



ذُرِّيَّتِي مَا قَالَ لَيْتَنَالَ عَهْدِي الظَّالِمِينَ ۝ (البقرة ۱۲۴)

(ترجمہ۔ اور جس وقت آزمائش فرمائی ابراہیمؑ کی اُس کے پروردگار نے ساتھ کئی باتوں کے پس پورا کیا (ابراہیمؑ نے) اُن کو۔ فرمایا (اللہ تعالیٰ نے) بے شک میں تجھے انسانوں کے لیے امام بنانے والا ہوں۔ عرض کیا اور میری اولاد سے بھی۔ فرمایا میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچے گا)

پس معلوم ہوا کہ ظالم عہد امامت کے لائق نہیں۔ اور قرآن مجید نے شرک کو ظلم عظیم فرمایا ہے (إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ) اور اصحاب ثلاثہ اسلام لانے سے پہلے مذہب بُت پرستی پر تھے۔ حضرت یہ سُن کر مسکرائے اور فرمایا کہ شاہ جی! جو لوگ یہ دِل پیش کرتے ہیں انہیں شاید ایسا غوجی بھی نہیں آتی۔

انہیں اتنا بھی معلوم نہیں کہ یہ قضیہ مشروط عامہ ہے جس میں موضوع پر حکم تا وقتِ وصف ہوتا ہے لہذا جب تک وصف ظلم رہے گا حکم رہے گا والا خلا۔ شاہ صاحب یہ سُن کر حیران رہ گئے اور واپس جا کر شیعہ علماء سے ذکر کیا اور یہ بھی جا کر کہا کہ اگر یہ شخص مناظرہ میں شریک ہوا تو تمہاری خیر نہیں۔ بابو جی فرماتے ہیں کہ یہ مناظرہ بعض وجوہ کی بنا پر ملتوی ہو گیا تھا۔

تعبق ہے کہ جن لوگوں نے اس مناظرہ جند کی تحریک کی تھی اور شیعہ حضرات کے قائد تھے وہ اپنا شجرہ نسب حضرت سیدنا میراں محمد شاہ موج دریا بخاری (لاہوری) رحمۃ اللہ علیہ (۱۷۰۹ تا ۱۸۳۱ ہجری) تک پہنچاتے تھے۔ حالانکہ آنجناب کے متعلق تاریخ مشائخ لاہور اور کئی دیگر معتبر کتب میں یہ واقعہ درج ہے کہ کسی شیعہ نے آنجناب کے اہلسنت والجماعت ہونے پر طعن کیا تھا کہ کاٹھ دی کُتی نہیں اور سید سُننی نہیں۔ اور آپ نے اس تحدی کو قبول فرما کر کاٹھ دی کُتی (مکڑی کی دنگھی) بنوائی اور شیعہ سُننی کے ایک بڑے مجمع کے اندر اُس میں چاول پکوا کر کھلا دیئے تھے۔

### ۳۳۔ حضرت پیر قطب شاہ صاحب سندیلوی (وصال ۱۹۲۶ء)

حضرت پیر سید قطب شاہ صاحب قادری (سندیلو شریف۔ ضلع لائل پور) (وصال ۱۹۲۶-۲۷ء) بھی ہمارے حضرت کے ساتھ تعارف اور بحیثیت رکھتے تھے جس سال حضرت نے اس علاقہ کے مخلصین کی درخواست پر بغداد علاقہ قلمبہ اور حضرت صوفی علی حیدر شاہ صاحب کے مزار قاضی غالب کا سفر فرمایا تھا تو جناب پیر قطب شاہ صاحب کی دعوت پر سندیلو والی میں بھی ان کے یہاں ایک روز مہمتم فرمایا تھا۔ ان کے دو مشہور خلفاء حضرت مولوی شیر محمد صاحب (فتح پور، ضلع ساہی وال) اور حضرت میاں اللہ یار صاحب کملانہ (ضلع جھنگ) سے ان علاقہ جات کے اکثر لوگوں کی عقیدت وابستہ ہے۔ ایک کتاب بعنوان "اسرار معرفت" اور ایک رسالہ حیات النبی حضرت پیر قطب شاہ صاحب کی تصانیف سے یادگار ہیں۔ شاہ صاحب قبلہ کے سلسلہ کے ایک ویش جناب سائیں غلام محمد صاحب کے ملفوظات مطبوعہ میں حضرت قبلہ عالم قدس برہ کا کافی تذکرہ ملتا ہے۔ اگرچہ بعض روایات کی نسبت حضرت کی طرف درست معلوم نہیں ہوتی۔

### ۳۴۔ حضرت خواجہ عبدالرحیم صاحب باغ درہ

حضرت خواجہ عبدالرحیم صاحب سابق باغ درہ حال سالک آباد علاقہ حسن ابدال موٹرو شریف والوں کے خلیفہ اور حنفی اذنان لئے ایسا غوجی، علم منطق کے ایک ابتدائی رسالہ کا نام ہے۔ (فیض)



نقشبندیہ میں ایک بڑے حلقہ کے پیشوا ہیں۔ انہیں حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کے ساتھ ہمیشہ بہت عقیدت رہی۔ حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کے متعلق ایک سائل کی دریافت پر فرمایا: ہر شخص کو اپنے پیر کی تعریف کرنی چاہیے۔ لیکن سچی بات یہ ہے کہ حضرت پیر صاحب گولڑہ شریف چاند ہیں اور باقی سارے۔“

### ۳۵۔ حضرت خواجہ عبدالرحمن صاحب چھوہرہ شریف

حضرت خواجہ عبدالرحمن صاحب قادری (چھوہرہ شریف ضلع ہزارہ) حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کے ہم عصر تھے اور غالباً باہم ملاقات بھی تھی۔ ان کے متوسلین میں سے کسی صاحب نے ایک رسالہ موسومہ صلوٰۃ الرسول شائع کیا ہے جس میں انہیں غوث الاعظم کہا گیا ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت قبلہ عالم گولڑہ شریف قدس سترہ نے انہیں ایک وظیفہ بتایا تھا جس کا مقصد حصول مال و زر تھا مگر انہوں نے اس کے پڑھنے سے انکار کر دیا۔ جب یہ رسالہ نظر سے گذرا تو راقم الحروف نے موجودہ سجادہ نشین صاحب زادہ محمود صاحب کی خدمت میں مسند درجہ ذیل خط ارسال کیا جس پر انہوں نے ازراہ نوازش اپنے صاحبزادے کو حضرت بابو جی مدظلہ العالی کے پاس بھیج کر اپنی لاطنی اور ان غیر واقعی تحریرات کی اشاعت پر مہذرت کا اظہار فرمایا۔

### نقل خط متعلق بعض اندراجات رسالہ صلوٰۃ الرسول

”مکرمی واجب الاحترام جناب صاحبزادہ محمود صاحب زید مجدہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بعد از تجلیات مسنونہ گذارش بخدمت عالیہ انیکہ کچھ روز ہوئے کتاب مجموعہ صلوٰۃ الرسول کے مطالعہ کا اتفاق ہوا۔ ابتدائے کتاب میں آپ کے حضرت علیہ الرحمۃ کے مختصر حالات بھی کسی متوسل نے تحریر کر دیئے ہیں۔ میری ناقص رائے میں غوث اعظم ہونا تو ایک ایسا مقام ہے جسے حضور سرکار بغداد قدس سترہ کے بعد کسی کے لیے ثابت کرنا سوراہی ہے۔ فقط آنجناب کا ارادت مند ہونا وہ کمال ہے جس کے سامنے بڑے بڑے مدعیان فقر و ولایت کے کمالات ہیج ہیں۔ جیسا کہ قصیدہ عالیہ غوثیہ سے واضح ہوتا ہے۔ اسی لیے تو کہا گیا ہے۔“

سگ درگاہ جیلاں شوچوں خواہی قُرب ربانی

کہ بر شیراں شرف دارد سگ درگاہ جیلا نی

بہر حال کسی متوسل کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اپنے شیخ کی تعریف و توصیف ایسے انداز میں کرے جس سے کسی دوسرے خدائیدہ و خدائساں کی توہین کا پہلو نکلتا ہو۔ کیونکہ جب فخر موجودات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی ذات بابرکات نے اپنے متعلق یہ ارشاد فرمایا کہ لَا تُفَضِّلُوْنِیْ عَلٰی یُوْنُسَ ابْنِ مَتٰی کہ مجھے حضرت یونس علیہ السلام پر فضیلت مت دو۔ حالانکہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے کہ اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ اَدَمَ وَلَا فَخْرُ کہ میں تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں جس کی تطبیق علمائے کرام نے یہ بیان فرمائی ہے کہ پہلے ارشاد سے آنجناب کی وہ فضیلت ہے جس سے کسی دوسرے پیغمبر کی توہین کا پہلو نکلتے۔ تو پھر کسی اور انسان کو ایسی مدح و ثنا جس سے دوسروں کی تنقیص مترشح ہوتی ہو کہاں درست ہوگی۔



بندہ خاص طور پر آپ کی توجہ اس روایت کی طرف مبذول کرنا چاہتا ہے جو کتاب مذکور کے صفحہ ۵۳ پر موجود ہے جس میں انہوں نے تصریح کی ہے کہ حضرت اقدس گوڑوی قدس سرہ نے حضرت صاحب چھوڑوی کو ایسا وظیفہ پڑھنے پر اصرار فرمایا تھا جس کا مقصد حصول مال و زر تھا جس پر حضرت موصوف نے پڑھنے سے انکار فرمادیا۔ حالانکہ جن لوگوں کو حضرت گوڑوی علیہ الرحمۃ کے مسلک سے ذرا بھی واقفیت ہے وہ اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ حضور علیہ الرحمۃ کسی بھی مسلمان کے لیے کلام الہی اور وظائف و اُوراد کا بغرض حصول مال و زر پڑھنا نہایت ہی مینوب خیال فرماتے تھے۔ چنانچہ آنجناب کے ملفوظات مطبوعہ کے متعدد مقامات اس امر کی بین دلیل ہیں خصوصاً صفحہ ۵۳ پر عبارت ذیل ملاحظہ ہو:-

شیوہ فقر محمدی کفایت شعاری است و ترک تکلف۔ فرمودند ادا سے اُوراد و خواندن وظائف و سور قرآنی محض برائے حصول اغراض دنیاوی کا رُخوب نیست، بلکہ نفاق است و ازیں سبب قائمہ حاصل نے شود و ہمہ عمر ضائع مے شود و کلام اللہ را محض برائے غرض ثواب و رضائے حق خواندہ شود و خود خدائے عز و جل مسبب بنا کار ساز است۔ در حدیث آمدہ است مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ لِلّٰهِ لَهُ۔ چہ طور تسلیم کردہ شود کہ بندہ ہر گاہ بندہ خدا باشد باز در ہمہ حالات مطمئن نہ باشد۔ حافظ علیہ الرحمۃ در دیوان مے فرماید:-

تو بندگی چوں گدایاں بشرطِ مُزد ممکن!

کہ دوست خود روشش بندہ پروری داند

پس جب آنجناب کے نزدیک کسی بھی مسلمان کا اُوراد و وظائف بغرض مال و زر پڑھنا نفاق ہے تو ایک ہستی کو جن کے متعلق کتاب مذکور میں غوثیت عظمیٰ کا منصب اعلیٰ تک ثابت کیا گیا ہے، کس طرح آنجناب ایسا وظیفہ پڑھنے پر اصرار فرما سکتے ہیں جس کا مقصد ہی حصول مال و زر ہو۔

امید ہے آپ اس غلط روایت کے متعلق خود ہی کوئی مناسب استدلال فرما کر ہم متوسلین درگاہ عالیہ گوڑہ شریف کو مطمئن فرمائیں گے۔ ورنہ مجبوراً ہمیں خود کسی قدم اٹھانے پر معذور تصور فرمائیں گے۔

نیز اسی کتاب میں صفحہ ۱۶ پر ایک صاحب حال سار بجانے والے شخص کا واقعہ مذکور ہے جس کے خلاف ایک مولوی صاحب نے کفر کا فتویٰ صادر کیا ہوا تھا۔ تنگ آکر صاحب حال سار نواز مذکور نے حضرت صاحب چھوڑوی اور آپ کے رفیق سفر ایک پیر صاحب سے امر مذکور کی شکایت کی جسے سن کر پیر صاحب نے سار بجانے والے کو اس فعل سے روکنا چاہا۔ مگر حضرت چھوڑوی نے ایسا تصرف کیا کہ خود مولوی صاحب نے سار بجانے شروع کر دی۔

بعینہ اسی واقعہ کو آپ کے متعلقین میں سے کسی شخص نے ایک اخبار میں شائع کیا۔ اور پیر صاحب سے مراد حضرت اقدس گوڑوی علیہ الرحمۃ کی ذات لی گئی۔ حالانکہ یہ روایت بھی سابقہ روایت کی طرح حضرت گوڑوی کے مسلک کے خلاف ہے کیونکہ مشائخ چشت کے نزدیک سماع وغیرہ اہل حال کے لیے بالاتفاق درست ہے۔ پھر آپ کس طرح ایک صاحب ذوق کو منع فرما سکتے تھے۔ اور طرفہ یہ ہے کہ روایت مذکورہ حضرت چھوڑوی کے مسلک کے بھی خلاف معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ کسی قادری سلسلہ کے بزرگ کے یہ شایان شان نہیں کہ وہ تصریح

کر کے کسی کو طریقہ عالیہ قادریہ کے خلاف عمل پر یعنی سازبجانے پر پابند کرے۔  
امید ہے ان شکوک کے جوابات سے مشرف ذرا کر شکر یہ کا موقع دیں گے۔

### ۳۶۔ حضرت مولینا وحی احمد صاحب محدث سلی بھیت

حضرت مولینا وحی احمد صاحب محدث سورتی سلی بھیتی ہمارے حضرت کے ہم سبق اور ہم مشرب بزرگ تھے۔ بہارن پور میں حضرت مولینا احمد علی صاحب محدث کے درس میں حضرت کے ساتھ ان کے ہم درس ہونے کا ذکر ابتدائی ابواب میں گذر چکا ہے۔ وہاں اکثر دوسرے طلباء غیر مفت تدریج خیالات رکھتے تھے اور باہمی عقائد کی بحث میں ان دونوں حضرات کا پلہ ہی ہمیشہ بھاری رہتا تھا۔ دسمبر ۱۹۱۲ء میں دارالعلوم نعمانیہ لاہور کے اجلاس میں حضرت کی تقریر کے بعد ان کی تقریر کا وقت مقرر تھا۔ منہ پر جا کر صرف ایک حدیث شریف پڑھی اور یہ کہہ کر اتر آئے کہ حضرت پیر صاحب کی تقریر کے بعد منہ کھولنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ لیکن تعمیل امر میں ایک حدیث شریف پڑھ دی ہے حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کا مولانا موصوف سے گہرا رابطہ تھا اور انہیں الامد یعنی اہل سنت والجماعت کا شیر فرمایا کرتے تھے۔

### ۳۷۔ حضرت سید لعل شاہ صاحب دندہ شاہ بلاول

حضرت سید لعل شاہ صاحب نقشبندی (دندہ شاہ بلاول، ضلع کیمبلپور) قدوة السالکین حضرت حاجی دوست محمد صاحب قدحاری کے خلیفہ مجاز اور حضرت خواجہ محمد عثمان صاحب موسیٰ زئی شریف کے پیر بھائی تھے۔ حج کے موقع پر مکہ مکرمہ میں آپ کا حضرت قبلہ عالم کے متعلق رئیس الحجاج ہونے کا کشفی مشاہدہ باب چہارم میں گذر چکا ہے۔

### ۳۸۔ حضرت شاہ سلیمان صاحب پھلواری

پھلوارہ شریف صوبہ بہار کے حضرت شاہ سلیمان صاحب مشاہیر بزرگان ہند سے ہوئے ہیں۔ آپ گیلانی سید اور حضرت میراں شاہ قادریؒ کے دوسرے صاحب زادہ کی اولاد سے ہونے کی وجہ سے ہمارے حضرت کے یک جدی بھائی ہیں۔ حضرت قبلہ عالم گوروی سے آپ کا تعلق اس اعلامیہ سے واضح ہوتا ہے جو حضرت کے وصال پر جناب سجادہ نشین صاحب پھلوارہ شریف نے حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کو ارسال کیا تھا۔ اور ان کے رسالہ منادی (جون ۱۹۳۷ء) میں شائع ہوا۔ اس کی نقل یہاں دی جاتی ہے :-

تعبیریت پھلواری شریف میں حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گورہ شریف کی فاتحہ

گزشتہ جمعہ ۹ بجے صبح کو حضرت مولینا سید شاہ غلام محی الدین صاحب کا ایک تار بنام حضرت مولانا سید شاہ حسین میاں صاحب سجادہ نشین کے پہنچا جس میں یہ منٹوس اطلاع درج تھی کہ شیخ المشائخ حضرت مولانا پیر سید مہر علی شاہ صاحب نے اس جہان فانی سے رحلت فرمائی۔ اس خبر وحشت اثر کو سن کر حضرت سجادہ نشین صاحب کے علاوہ خانقاہ شریف کا ہر شخص تصویر غم و الم بن گیا اور اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ حضرت قبلہ مولانا قاری سید شاہ سلیمان صاحب اور غفران مآب حضرت پیر صاحب کے درمیان باہمی گہری محبت تھی۔ اور



حضرت شاہ صاحب پھلواروی، حضرت پیر صاحب کے علم و فضل، وسعت نظر، ان کے زہد و اتقا اور بالخصوص علم تصوف پر ان کے غایت عبور کو اکثر اپنی مجلسوں میں بیان فرمایا کرتے تھے۔ جامع مسجد پھلواروی شریف میں نماز جمعہ سے پہلے حضرت مولانا شاہ حسین میاں صاحب سجادہ نشین مدظلہ نے پیر صاحب کے اوصاف اور ان کی اسلامی خدمتوں کو بیان فرمایا۔ لوگوں نے فاتحہ پڑھی۔ پھر بعد نماز بھی دعائے خیر کی گئی۔ پھلواروی شریف کے لوگوں کو اس حادثہ کا رنج و الم ہوا۔ والسلام

### ۳۹۔ حضرت سید سید علی شاہ صاحب سہاؤہ (وصال ۱۹۰۳ء)

حضرت سید سید علی شاہ صاحب چشتی سجادہ نشین سہاؤہ تحصیل باغ ریاست پونچھ کو حضرت مولوی محمد فاضل صاحب چشتی سیلمانی (گرمی افغاناں) سے خلافت حاصل تھی لیکن آپ حضرت قبلہ عالم گولڑوی قدس سرہ سے بھی عقیدت رکھتے تھے۔ متعدد بار ملاقات ہوئی اور خط و کتابت کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ ان کے پوتے اور موجودہ سجادہ نشین سید نظیر حسین شاہ صاحب کی بیعت ہمارے حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کے ساتھ ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت قبلہ عالم کے خادم خاص محمد خان برادر مولوی غلام محمد خان نذر بردار نے اپنے گاؤں دھیر کوٹ تحصیل باغ میں بیمار ہو کر وفات پائی تو حضرت نے میرے دادا صاحب کو خط لکھا کہ محمد خان کی لاش وہاں امانت ہے اُسے نکلو اگر گولڑہ بھوادیں۔ چنانچہ اس ارشاد کی تعمیل کی گئی اور یہ نامہ مبارک ہمارے یہاں بطور تبرک رکھا ہوا ہے۔ حضرت سید علی شاہ صاحب نے بحالت سجدہ وصال فرمایا۔ ان کے انتقال پر حضرت قبلہ عالم قدس سرہ نے جو تعزیت نامہ ان کے فرزندوں کو لکھا تھا اُس کی نقل ذیل میں درج کی جاتی ہے:-

سیادت و شرافت پناہ نیاز علی شاہ صاحب و مخدوم شاہ صاحب و فیروز شاہ صاحب سلامت باشند  
و علیکم السلام و رحمۃ اللہ۔ اما بعد از ملاحظہ خبر انتقال جناب شاہ صاحب مرحوم و مخفور ہر خد تشنت و تسلی  
عارض حال گردیدہ اما الحمد للہ و مننتہ کہ بحالت اقرب الاوضاع شربت وصل چشیدند۔ برائیں جنیں وضع انتقال  
بحق نمودن نعمتے است کہ ارباب سعادت از لیہ راسے بخشند۔ در و فراق و ہجر مقبولان حق مزید براں بحیثیت ابوة  
و قومیت حادثہ ایست جانکاہ و واقعہ ایست ہوش ربا اما بجز استرجاع و اصطبار چارہ نہ۔

نباید کہ اهداء ثواب نحمات و صدقات روح مبارک اوشاں را مسرور دارند و ایں کینہ ترین عباد اللہ الصمد  
را دعا گوئے و خیر خواہ خاندان تصور فرمایند۔ جمیع بر خور داران را سلام و دعا۔

الراقم الملتجی الی اللہ الصمد المدعو بہ مہر علی شاہ از گولڑہ۔ مورخہ ۲۷۔ شوال ۱۳۲۱ھ

### ۴۰۔ حضرت مولانا عبد الباری صاحب فرنگی محلی

جامع شریعت و طریقت حضرت مولانا محمد قیام الدین عبد الباری فرنگی محل لکھنؤ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ اپنے دور کے علماء و مشائخ میں ایک امتیازی شان کے مالک تھے۔ مولانا محمد علی جوہر آپ کے ہی مرید تھے۔ تحریک خلافت کے دوران میں اس کے بعض شرعی پہلوؤں پر ہمارے حضرت کے ساتھ خط و کتابت فرمائی تھی جس کی تفصیل باب مسند ارشاد میں گزر چکی ہے۔

باب ہشتم

بعض مذاکرات و مناظرات



## مناظرانہ کمال اور علمی فضیلت

جیسا کہ گذشتہ ابواب سے واضح ہو چکا ہے ایام طالب علمی سے ہی حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کے مناظرانہ کمال اور علمی فضیلت کی شہرت ملک کے طول و عرض میں پھیل گئی تھی۔ چنانچہ برصغیر کے ہر مکتب منکر کے اکابر علمائے کرام مثلاً مولانا فضل حق صاحب رام پوری، اُستاد العلماء مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھی اور اُن کے شاگرد رشید حضرت مولانا احمد حسن صاحب کانپوری، مولانا شاہ وصی احمد صاحب محدث پٹی بھتی، شمس العلماء مولوی عبد اللہ صاحب ٹونکی، مولانا عبد الباقی صاحب فنی علی، مولانا محمد دیدار علی شاہ صاحب لاہوری، مولانا نظام الدین صاحب وزیر آبادی صاحب فتاویٰ سلطان الفقہ، مولانا علی گوہر صاحب تونسوی، مولانا سید غلام حسین صاحب مظفر گڑھی، علمائے دیوبند میں سے مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اور شیخ الحدیث علامہ انور شاہ صاحب کشمیری اور غیر مقلدین کے پیشوا مولوی عبد الجبار صاحب غزنوی اور مولوی شمس اللہ صاحب امرتسری اور کئی دیگر علمائے عظام نے جو آپ کے ہم درس رہ چکے تھے یا اُس زمانہ میں ہندو پنجاب کے کسی اور بڑے درس میں زیر تعلیم رہے تھے آپ کی اس شہرت کی اُس وقت تصدیق کی جب آپ مسند ارشاد پر بیٹھ کر مرجع خلافت ہوئے یا آپ کی تصانیف عالیہ کا شہرہ دنیائے علم میں بلند ہوا یا پھر جب قادیانی مدعی نبوت سے مقابلہ ہوا۔

بحث کے دوران حضرت کے سوالات کی بندش مجیب کو متحیر کر دیتی تھی۔ آپ کی طرف سے اعتراض کا جواب عیشہ فی البدیہہ اور جامع ہو کر آتا تھا۔ اگر متعترض کے سوال ہی کا کوئی پہلو گرفت میں لے کر اس طرح ٹوٹا دیتے تھے کہ وہ لا جواب ہو جاتا۔ عام مسائل میں سوالات اور استغاثہ کے جوابات اس قدر طبع اور تسلی بخش ہوتے کہ سائل اور حاضرین مجلس کے دلوں میں اُتر جاتے۔ مقابل پر اعتراض کی یہ تحریزی اور سائل پر جواب کی اثر پذیری گویا کَلِمَاتُ النَّاسِ عَلَى قَدْرِ عَقُولِهِمْ کی تفسیر کا حکم رکھتی تھی۔ جب گفتگو مناظرانہ رنگ اختیار کر لیتی تو تحقیق حق اور ابطال باطل کی گرمجوشی میں تسبیح ہاتھ سے رکھ دیتے اور آستین چڑھالیتے۔ پھر کیا تھا، موج در موج دلائل کا ایک سمندر جاری ہو جاتا۔ بعض دفعہ ایسے موقع پر فرمادیتے: ”ہم نے بھی طالب علمی کی ہوئی ہے۔“ جس سے آپ کی فطری تواضع اور انکسار کا پہلو بھی ہاتھ سے جانے نہ پاتا۔

حضرت کی عام گفتگو نرم اور دلپذیر ہوتی تھی۔ بلند اتنی کہ مجلس کے ہر گوشہ میں صاف سُنانی دے اور خوشگوار اتنی گویا چاندی کی گھنٹی بج رہی ہو۔ سنت پاک کی تعمیل میں اس طرح ٹھہر ٹھہر کر بولتے تھے کہ ایک ایک لفظ الگ الگ کیا جاسکتا تھا۔ دوران گفتگو کسی وقت قدرے مسکراہٹ اور کسی وقت آہ سرد کا سوز و ساز، تقریر کی لذت کو دو بالا کر دیتا تھا۔ دلالت کلام، استفہام، استعجاب اور دیگر نکات کی ادائیگی میں کسی وقت دست مبارک بڑے لطیف اور دلکش پیرائے میں خفیف سی حرکت میں آجاتا اور یہ اشارات بے حد پیار سے اور بھلے معلوم ہوتے۔ اس چیز کو بالعموم حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کے کمالات لدنیہ سے تعبیر کیا گیا ہے کہ آپ کی مجلس سے ہر سائل مطمئن اور ہر مناظر ساکت اور صامت ہو کر لوٹتا تھا۔

قبل اس کے کہ آپ کے مشہور مناظرات کی کیفیت تفصیلاً تحریر کی جائے بعض سوالات کے مختصر، دلنشین اور مسکت جوابات جو ہمارے علم میں آئے ہیں یہاں درج کیے جاتے ہیں۔ ان مسائل کے متعلق آنجناب کی مکمل تحقیقات آپ کی تصانیف

لے یعنی لوگوں کی سمجھ کی سطح پر کلام کرو۔ (فیض)



اور فتاویٰ میں ملاحظہ کرنی چاہیے۔ علاوہ ازیں مختلف مکاتب فکر کے اہل علم کے ساتھ بعض مسائل پر آپ کے مکالمات اور شیعہ غیر مقلدین اور قادیانی حضرات کے ساتھ تقریری و تحریری مناظرات کا ذکر سابقہ ابواب میں گزر چکا ہے۔

## اللہ تعالیٰ کا اور اُس کے حبیب کا علم

ایک محکمہ فکر کا یہ مقولہ آپ کی خدمت میں پیش ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم برابر ہے۔ صرف ذاتی اور عطائی کا فرق ہے۔ آپ نے فرمایا اسیا کہنا بعید از صواب ہے۔ ارشاد الہی وَلَا يَخْطِئُونَ بَشَيْئًا مِّنْ عِلْمِهِ الْاَبَسَاءُ اس کی نفی کر رہا ہے۔

## تَصْدِيقُ الشَّيْءِ لِنَفْسِهِ

ایک مولوی صاحب نے مناظرانہ رنگ میں سوال کیا کہ قرآن مجید فرماتا ہے میں کتب سابقہ کا مُصَدِّق ہوں (مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ) مگر کتب سابقہ بھی کلام الہی ہیں اور قرآن کریم بھی۔ جس سے تَصْدِيقُ الشَّيْءِ لِنَفْسِهِ کا اشکال لازم آتا ہے۔ حضرت نے فرمایا قرآن مجید اور کتب سابقہ میں تو زمان و مکان اور لغت اور محل نزول کا اختلاف موجود ہے۔ آپ کے لیے موجب اشکال تو یہ چیز ہونی چاہیے کہ قرآن شریف کی محافظت الہیہ کی مثبت فقط ایک ہی آیت اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَہِ لِحَافِظُونَ (سورۃ الحجۃ - ۹) (ہم نے ہی قرآن نازل فرمایا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں) وارد ہوئی ہے جو اپنی محافظت کی دلیل بھی آپ ہے پس فرمائیے آپ کے اعتراض کی روشنی میں اس محافظۃ الشَّيْءِ لِنَفْسِهِ کے اشکال کا حل کیا ہوگا؟

## دُعائِی و بَحْرِ مِتِ اُولِیَا اللہ

ایک تہ سوال ہوا کہ صوفیائے کرام اپنے وظائف میں الہی بحق فلاں اور الہی بَحْرِ مِتِ فلاں کے کلمات سے کیوں دُعائیں لگتے ہیں جب کہ خدائے تعالیٰ پر کسی کا کوئی حق نہیں ہے؟ فرمایا۔ بے شک اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر از خود کسی کا کچھ حق نہیں۔ لیکن اگر وہ تبارک و تعالیٰ خود ازراہ فضل و کَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ (مومنوں کی نصرت ہم پر حق ہے) (سورہ روم، آیت ۴۷) ارشاد فرما کر کسی کو حق عطا کر دے تو کیا اعتراض باقی رہتا ہے؟ پھر فرمایا۔ اگرچہ مشیت حق مخلوق کی آرزوؤں کی پیروی نہیں ہے لیکن مخلوق اپنے خالق کے حضور میں مناجات اور دُعائے حاجات کے وقت ایسے الفاظ سے اپنے عجز و الحاح کا اظہار کرتی ہے اور اس میں کوئی اعتراض کی بات نہیں۔

## نص میں سید کی تعظیم کا ثبوت

سوال کیا گیا کہ آیا سید کی تعظیم کے لیے نص میں کوئی ثبوت ہے؟ فرمایا۔ نسب کا شرف قرآن سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ (زخرف، آیت ۸۱) (یا رسول اللہ! عیسائیوں سے) فرما دیجئے۔ اگر اللہ کا کوئی فرزند ہوتا تو سب سے پہلے میں اُس کی عبادت کرتا۔



## حیات النبی پر سوال

ایک غیر مقلد نے اعتراض پیش کیا کہ پیغمبر صاحب کو زندہ کیونکر مان لیا جائے جب قرآن فرما رہا ہے کہ اِنَّكَ مَيِّتٌ ذَا اَنْهَم مَيِّتُونَ (آپ پر بھی موت آنے والی ہے اور ان لوگوں پر بھی)۔ حضرت نے اس شخص پر سوال کیا کہ یہ قضیہ مطلقہ عام ہے یا دائمہ مطلقہ؟ مگر اس سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ حضرت کا مطلب یہ تھا کہ یہ مجملہ مطلقہ عامہ ہے جس کے صدق کے لیے تین زمانوں میں کسی ایک زمانے کے اندر موت کا تحقق کافی ہے۔ دوام موت ضروری نہیں۔ کیونکہ مناطقہ کے نزدیک دائمہ مطلقہ وہ قضیہ ہے جس کا حکم دائمی ہو۔ اور مطلقہ عامہ وہ، جس کا ثبوت حکم کسی زمانہ میں ہو جائے یعنی موت کی شرط تھوڑے عرصہ کے لیے پوری ہو جائے۔

## جمعہ فی القریٰ پر سوال

ایک مولوی صاحب نے سوال کیا کہ گولڑہ شریف میں جمعہ کیوں پڑھا جاتا ہے۔ جب کہ جمعہ کی نماز اور خطبہ کے لیے مصر (یعنی بڑا شہر) شرط ہے؟ آپ نے فرمایا: مولینا! یہ شرط مصطحح لد دخول الفاء ہے یا از قبیل لولا لا ممتنع ہے؟ سائل اس ایک ہی استفہامیہ فقرہ سے خاموش ہو گیا۔

مصطحح لد دخول الفاء وہ شرط ہوتی ہے جس کے وجود پر مشروط کا تحقق ہو سکتا ہو لیکن اس کے عدم سے مشروط کا عدم ہونا ضروری نہ ہو۔ لولا لا ممتنع میں شرط مشروط کے لیے بمنزلہ علت ہوگی کہ جب تک شرط نہ پائی جائے مشروط کا پایا جانا غیر ممکن ہوگا۔ اس سوال کا مقصد معترض کا مبلغ علم معلوم کرنا تھا اور نہ گولڑہ شریف پر بعض اقوال کے مطابق شہر کی تعریف صادق آتی ہے۔

## یا شیخ عبد الفتادرجیلانی شیخ اللہ پر اعتراض کا جواب

ایک فقہ اعتراض ہوا کہ یا شیخ عبد الفتادرجیلانی شیخ اللہ کی بجائے اللہ تعالیٰ سے اس طرح مانگنا چاہیے کہ یا اللہ مجھے شیخ عبد الفتادرجیلانی کا صدقہ کچھ عطا فرما۔ حضرت نے فرمایا: حق تعالیٰ جل شانہ سورۃ نسا میں فرماتے ہیں:-

وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ (دُرود اس اللہ سے جس کا واسطہ دے کر لوگوں سے سوال کرتے ہو) حق تعالیٰ نے یہاں اپنے نام کے واسطہ سے سوال کرنے کو اپنے احسان کے طور پر بیان فرمایا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر سوال کرنا جائز نہ ہوتا تو اس پر اپنا احسان نہ جتاتے بلکہ ایسا کرنے سے منع فرما دیتے۔ لہذا جملہ مذکورہ جس کا مفاد اللہ کے نام کے واسطہ سے سوال کرنا ہے درست ہوگا۔

## انسان کامل کے مقامات کی وسعت

ایک روز حضرت قبلہ عالم قدس برہم پتان میں ایک کتاب کا درس دے رہے تھے۔ دورانِ درس یہ مسئلہ آیا کہ حضرت امام حسینؑ فرماتے ہیں:- اے فرزند انسان جب انسان کامل کا رتبہ حاصل کر لیتا ہے تو اس پر سے بشری قیود اٹھ جاتی ہیں۔ حضرت کے ایک غلیص مصاحب اور شاگرد خان بہادر مولوی شیر محمد صاحب سابق اسسٹنٹ پولیسکل اینجینئر

گلگت درس میں حاضر تھے۔ آپ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا: مولوی خان بہادر صاحب! کیا وجہ ہے کہ آپ یہاں بیٹھے ہوئے اس سامنے والی کوٹھڑی میں موجود نہیں ہیں؟ آخر کوئی بشری قید ہی تو ہے جس نے آپ کو مجبور کر رکھا ہے کہ آپ ایک وقت میں ایک ہی جگہ موجود ہوں۔ جب آپ انسانِ کامل بن گئے اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے اس قول کے مطابق آپ پر سے یہ بشری قید اٹھ گئی تو پھر آپ جیسے یہاں موجود ہیں ویسے ہی بیک وقت اس کوٹھڑی میں بھی ہو سکتے ہیں اور اسی طرح اجیر میں بھی اور مدینہ شریف میں بھی۔ پھر یا رسول اللہ اور یا شیخ عبدالقادر جیلانی کہنے میں کیا حرج ہے؟

## ایک آیت کی غلط تاویل کا جواب

سوال ہوا کہ آیت ذیل سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء و رسل بنی آدم میں قیامت تک آتے رہیں گے۔ حتیٰ کہ حضور خاتم النبیین کے بعد بھی، کیونکہ یہاں بنی آدم کے الفاظ میں تمام نوعِ انسانی سے قیامت تک کے لیے خطاب ہے۔

يَا بَنِي آدَمَ اِمَّا يَنْتَظِرُكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ  
يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اَيَّاتِي فَمَنْ اتَّقَىٰ وَاصْلَحَ فَلَا  
خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (اعراف - ۳۵)

اے بنی آدم جب تمہارے پاس تم میں سے رسول آئیں۔  
میری آیات بیان کرتے ہوں۔ پس جو لوگ خدا سے ڈرے  
اُن پر کوئی خوف نہیں نہ وہ غمگین ہوں گے۔

حضرت نے جواب میں فرمایا: یہاں دو عموم ہیں، ایک عموم افرادِ انسانی اور دوسرا ہر زمانہ میں انبیاء اور رسل کا ایساں (تشریف لانا) اور ظاہر ہے کہ پہلا عموم دوسرے عموم کو مستلزم نہیں بلکہ امکانِ وقوعی کی بنا پر ممکن ہو گا کہ ایک رسول قرونِ کثیرہ کے افرادِ انسانی کو کفایت کرے۔ مثلاً مشیتِ الہی نے اُمتِ عیسویہ کے تمام افراد کے لیے ایک وقت میں ایک ہی رسول کافی سمجھا۔ لہذا ممکن ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشادِ باری خاتم النبیین اور انقطاع سلسلہ نبوت و رسالت کی رو سے قیامت تک کے افرادِ انسانی کے لیے کافی قرار پائیں۔

## قصیدہ غوثیہ میں وَاَفْعَلْ مَا لَشَاءُ کا حوالہ

ایک صاحب نے حضرت سے دریافت کیا کہ قصیدہ غوثیہ کس کی تصنیف ہے؟ فرمایا حضرت سیدنا غوث الاعظم جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی۔ کہنے لگا: وہ عالم تھے۔ ایسا کلام اُن کی شان سے بعید ہے کیونکہ اس میں آتا ہے: وَاَفْعَلْ مَا لَشَاءُ فَاِلَاسْمُ عَلَی (اے مرید جو چاہے سو کر میرا نام بلند ہے)

حضرت نے فرمایا آپ کے اس اعتراض میں دو چیزیں مراد ہیں۔ ایک ثبوتِ تصنیف اور دوسری وجہ استبعاد۔ اب ان دونوں کا جواب سنئے۔ پہلی چیز کی دلیل ہے تو اتر۔ کیونکہ ہر زمانہ کے اندر حجمِ بغیر اس چیز کے قابلِ چلے آئے ہیں کہ یہ قصیدہ شریف حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی تصنیف ہے۔ اور تو اتر دلیلِ قطعی ہے۔ اب رہی وجہ استبعاد۔ سو آپ نے صحیح بخاری میں دیکھا ہو گا:

اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَعَ عَلٰی اَهْلِ بَدْرِ فَقَالَ اَعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ قَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ

اللہ تعالیٰ نے اہل بدر پر مطلع ہو کر فرمایا جو چاہو سو کرو  
ہم نے تمہیں بخش دیا۔

پس فقرہ اَعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ آیت لَا تَقْرَبُوا الزِّنَا (زنا کے قریب مت جاؤ) کے ساتھ کیونکہ درست آسکتا ہے؟



یہاں وجہ استبعاد آپ بیان کر دیں وہاں میں بیان کر دوں گا۔ اس جواب پر وہ صاحب ششدر رہ گئے۔  
حضرتؒ نے پھر فرمایا: علمائے ظاہر اس حدیث کا مطلب نہ سمجھتے ہوئے غایت مافی الباب یہی کہہ دیں گے کہ یہ ایک کلمہ ہے جو خوشنودی کے اظہار میں کہہ دیا جاتا ہے اور حقیقتہً مراد نہیں ہوتا لیکن دراصل بات یہ نہیں بلکہ یہ ہے کہ جب اللہ سبحانہ تعالیٰ کسی پر نظر رحمت ڈالتے ہیں تو اسے زمرہٴ اِنِّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْہِمْ سُلْطَانٌ (یعنی اے ابلیس میرے خاص بندوں پر تجھے کچھ دسترس حاصل نہیں۔ بنی اسرائیل ۶۵) میں داخل فرما کر خود اس کے حافظ و ناصر بن جاتے ہیں کہ وہ اول تو اتر کتاب معاصی پر قادر ہی نہیں ہو سکتا۔ اور اگر کسی حکمت کی بنا پر اتر کتاب گناہ ہو بھی جائے تو اسے توبہ کی توفیق نصیب فرما دیتے ہیں۔ پس لاجرم جملہ اَفْعَلْ مَا تَشَاءُ میں تخصیص مراد ہوگی نہ کہ تعمیم۔

## حدیث مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پُر ایک اعتراض

حضرت صاحبزادہ محمود صاحب تونسویؒ ایک روز حدیث شریف مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ (جس نے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہا وہ جنت میں داخل ہوا) بیان فرما رہے تھے۔ ایک مولوی صاحب نے اعتراض کیا کہ خواہ وہ شخص فرائض کا منکر ہی کیوں نہ ہو؟ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ اس مجلس میں موجود تھے مگر یہ مولوی صاحب آپ سے متعارف نہیں تھے۔ حضرتؒ نے صاحبزادہ صاحب سے اجازت لے کر جواب دیا کہ یہاں مَنْ قَالَ سے لا محالہ یہ مراد ہے کہ اُس شخص نے کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کو حق سمجھ کر پڑھا۔ چونکہ یہ کلمہ حضور مَحَمَّدٌ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم دُنیا میں لائے ہیں لہذا وہ شخص اپنے اس قول سے حضورؐ کی صداقت اور رسولِ برحق ہونے کا اقرار کر رہا ہے اور جس نے حضورؐ کی صداقت کا اقرار کیا وہ حضورؐ کے لائے ہوئے فرائض کا منکر کیسے ہو سکتا ہے؟ جو منکر ہو گا وہ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی منشا اور مصداق میں داخل نہ ہو گا۔ مولوی صاحب تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر کہنے لگے: اگر مجھے معلوم ہوتا کہ اس مجلس میں ایسا فاضل بھی موجود ہے تو یہ اعتراض کر کے شرمندہ نہ ہوتا۔

## قصور میں حضرات نقشبندیہ سے وحدت وجود و شہود پر گفتگو

ایک دفعہ جب آپؒ قصور میں تھے تو جماعت نقشبندیہ کا جہم بغیر جو کسی عرس کی تقریب پر جمع تھا آپ کے پاس آیا۔ ایک صاحب نے خود بخود وحدت الوجود اور وحدت الشہود پر تقریر شروع کر دی کہ وجودیہ اور شہودیہ کے درمیان نزاع لفظی ہے جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے بیان کیا ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ آپ کے اس کلام سے حضرت مجدد صاحبؒ کی کسر شان کا پہلو نکلتا ہے کیونکہ نزاع لفظی کا مطلب تو یہ ہوتا ہے کہ ایک دو معنی کلام میں دو فرقی اختلاف کریں اور ہر ایک کی مراد علیحدہ علیحدہ معنی ہوں اور دونوں ایک دوسرے کی مراد سے بے خبر ہوں اور یہ چیز قلتِ فہم پر دلالت کرتی ہے۔ اسی لیے کہتے ہیں کہ نزاع لفظی محققین کی شان سے بعید ہے۔

پھر اُس شخص نے وحدت الشہود پر آیت کریمہ اِنَّ اللہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَہِیْدٌ پیش کرتے ہوئے بیان کیا کہ یہاں



”علیٰ“ بمعنی ”فی“ ہے۔ لہذا معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ ہر شے میں مشہود ہے حضرت نے فرمایا: ”علیٰ“ بمعنی ”فی“ بطور شاہد  
 ستہ آن کریم سے پیش کیجئے۔ جس پر وہ لاجواب ہو گئے۔ اور جب حضرت نے وحدت الوجود پر دلائل پیش کیے  
 جن کا ذکر حضرت کی تصانیف تحقیق الحق و مفوظات شریف میں مفصل موجود ہے تو انہیں اپنی غلطی تسلیم کرنے کے بغیر چارہ نہ رہا۔  
 آخر میں نہایت محظوظ اور شاکر ہو کر رخصت ہوئے۔ کچھ دوسرے لوگوں کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو وہ دوسرے روز آکر  
 اظہارِ افسوس کرنے لگے کہ ہم اس نعمت سے محروم رہے۔

بعد ازاں ان حضرات نے حضرت کے توسط سے اپنے چند شکوک رفع کیے۔ ایک شبہ مشنوی شریف کے  
 اس شعر کے مطلب کے متعلق تھا۔

علم حق در علم صوفی گم شود ایں سخن کے باورِ مردم شود  
 حضرت نے فرمایا یہاں گم بمعنی فانی نہیں بلکہ مستور ہے یعنی صوفی کے علم میں علم حق مستور ہوتا ہے اور صوفی کی ذات  
 سے ظہور پاتا ہے۔ کیونکہ صوفی کی ذات، ذات حق کا منظر اور اس کے صفات، صفات الہیہ کے منظر ہوتے ہیں۔  
 دوسرا شبہ یہ پیش کیا کہ مقولہ ذیل: اَلْعِلْمُ حِجَابٌ اَكْبَرُ کے معنی کیا ہیں؟ حضرت نے فرمایا کہ علم بھی مجملہ حجابات  
 وصول سے ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ ذی حجاب ہمیشہ حجاب کے پیچھے ہوتا ہے مطلب یہ ہوا کہ اس حجاب علمی کو اٹھاتا کہ  
 حق سبحانہ کا مشاہدہ کر سکے یہ مطلب نہیں کہ علم وصول الی اللہ سے مانع ہے۔ کیونکہ علم حاجب ہے مانع نہیں۔ اور ان دونوں  
 میں بن فرق ہے۔

## جناب سیدہ کے مطالبہ فدک کی ایک حسین توجیہ

واقعہ فدک میں جناب سیدہ علیہا السلام کے سوال میراث پر آپ یہ توجیہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ جناب سیدہ کے سوال  
 کے اہل اسلام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت کا معاملہ واضح ہو گیا، کیونکہ اگر آپ یہ تحریم نہ فرماتیں تو صحابہ کرام کے  
 مجمع عام کے سامنے حضرت صدیقؓ یہ حدیث پیش نہ فرماتے، جس میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام مال و اسباب بطور وراثت  
 نہیں چھوڑتے، ان کی وراثت علم ہے۔ اور اس حدیث کی تصدیق تمام حاضرین صحابہ کرام نے فرمائی۔ جن میں حضرت علیؓ اور  
 حضرت عباسؓ بھی شامل تھے۔

## خلفائے اشدین کی خلافت کی ترتیب کا لطیف استخراج

حضرت فرماتے تھے کہ آیت مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ انہیں اللہ تعالیٰ  
 کی طرف سے خلفائے اربعہ علیہم الرضوان کی ترتیب خلافت کی طرف واضح اشارہ ہے۔ چنانچہ وَالَّذِينَ مَعَهُ سے  
 خلیفہ اولؓ اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ سے حضرت خلیفہ ثانیؓ، رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ سے حضرت خلیفہ ثالثؓ اور تَرَاهُمْ

۱۔ سورہ فتح آخری آیت حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور جو ان کے اصحاب ہیں وہ کافروں پر شدید اور باہم  
 ریم ہیں۔ آپ انہیں راکع اور ساجد اور اللہ تعالیٰ کا فضل اور رضا کا طلب گار پائیں گے۔ (فیض)



رُكْعاً مُبْتَدِئاً اِلَى الْاٰخِرَةِ سے حضرت خلیفۃ رابعؒ کے صفاتِ مخصوصہ کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ معیت اور صحبت میں حضرت صدیق اکبرؓ، کفار پر شدت میں حضرت عمرؓ فاروقؓ، عجم و کرم میں حضرت عثمانؓ غنیؓ اور عبادت و اخلاص میں حضرت مولائے علیؓ خصوصاً شان رکھتے تھے۔

خُلفائے راشدین کی خلافت کا نصّ قرآنی سے ثبوت

ایک شیعہ عالم نے ایک مرتبہ اعتراض پیش کیا کہ خلافت کا حق صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہی کو پہنچتا تھا۔ حضرت نے فرمایا۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے :-

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ  
لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ (سُورَةُ نُورِ آیت ۵۵)

لہذا اس آیت کی رو سے اللہ تعالیٰ نے ایک یا دو نہیں بلکہ دو سے زیادہ اصحاب رسول کو جو اس آیت کے نزول کے وقت مومنین صالحین کے زمرہ میں موجود تھے خلافت فی الارض کا مستحق قرار دیا ہے اور ان سے اس خلافت کے عطیہ کا وعدہ فرمایا ہے۔ چنانچہ اسی کے مطابق واقعات عمل میں آئے۔ اگر شیعہ حضرات امام حسن علیہ السلام کی شش ماہہ خلافت کو بھی شمار کریں تو ان کے مسلک کے مطابق خلافت فی الارض (جو قرآن مجید کے محاورہ میں حکومت کو شامل ہے) کا وعدہ الہی ضرر دو اصحاب رسول میں محدود رہتا ہے یعنی حضرت علی اور حضرت حسن علیہما السلام۔ آیت میں لفظ جمع "ہُمْ" کے تقاضہ کو پورا کرنے کے لیے کم از کم ایک اور خلیفہ برحق کس شخص کو قرار دیں گے؟

اُس شخص نے کہا حضرت علیؑ کے فضائل کے باوجود ان کو آخری خلیفہ کیوں رکھا گیا؟ فرمایا خاتم الخلفاء ہونا بھی خود ایک فضیلت ہے جیسا کہ ہمارے حضور خاتم الانبیاء تھے۔

علمائے اہل سنت کو شنائے اہلبیتؑ کرام کی تلقین

ایک مرتبہ بعض علماء نے عرض کیا کہ فلاں معتزم پر شیعہ اور سنی باہم مناظرہ کرنے والے ہیں۔ شیعہ صاحبان لکھنؤ سے مجتہد بلوار ہے ہیں۔ اہل سنت کی طرف سے آپ تشریف لے چلیں۔ فرمایا۔ آپ لوگ منبر پر جا کر شاذ و نادر ہی اہل بیت کرام کی توصیف بیان کرتے ہیں جس سے عوام کے اندر خیال پیدا ہو گیا ہے کہ جو عالم اہل بیت کرام کی تعریف کرے وہ باطل بہ تشیع ہوتا ہے اگر میں جاؤں گا تو سب سے پہلے ان حضرات کی توصیف کا حق ادا کروں گا۔ جس پر شیعہ کو یہ کہنے کا موقع مل جائے گا کہ پیر صاحب شیعہ ہیں بقیہ کر کے سنی بنے ہوئے ہیں۔

امیرکن پادری کے اس اعتراض کا جواب کہ قرآن مجید میں ہر شے کا ذکر نہیں ہے

ایک امیرِ مکن پادری گولڑہ شریف آیا اور مجلس میں داخل ہوتے ہی سوال پیش کیا کہ مسلمانوں کا دعویٰ ہے کہ قرآن شریف میں ہر چیز کا ذکر موجود ہے حالانکہ حضرت امام حسینؑ جن کی زندگی میں قرآن چھ برس تک نازل ہوتا رہا ان کا نام تک قرآن میں موجود



نہیں حضرت امام حسینؑ نے اسلام کے لیے بڑی قربانی دی ہے۔ ایسے خادمِ اسلام کا ذکر تو قرآن میں ضرور ہونا چاہیے تھا۔  
 حضرت نے دریافت فرمایا کہ پادری صاحب! کیا آپ نے قرآن پڑھا ہے؟ کہنے لگائیں نے قرآن پڑھا ہے اور اس  
 وقت بھی میری جیب میں موجود ہے۔ فرمائیے کہاں سے پڑھوں؟ آپ نے اپنے علم کی طرف دیکھا اور مسکرا کر فرمایا: سبحان اللہ  
 پادری صاحب کو بھی قرآن دانی کا دعویٰ ہے۔ یہاں سے عمر گزری ہے اسی دشت کی سیاحی میں۔ مگر اس دعوے کی مجال  
 نہیں: پھر پادری سے مخاطب ہو کر فرمایا: اچھا پادری صاحب! قرآن پڑھیے۔ کیس سے پڑھ دیکھیے: وہ مودب ہو کر بیٹھ گیا اور  
 عربی لہجے میں ترتیل سے پڑھنے لگا۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ  
 قبلہ عالم قدس سترہ نے اشارے سے روک کر فرمایا کہ بس۔ اَعُوْذُ تو قرآن کا حصہ نہیں۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ  
 ہے۔ اور بقاعدہ ابجد اس کے عدد ۷۸۶ ہیں۔ اب ذرا لکھیے:-

۲۱۰	عدد ہیں	=	امام حسینؑ
۴	" "	=	سن پیدائش
۶۱	" "	=	سن شہادت
۲۶۱	" "	=	کرب و بلا
۲۰۰	" "	=	امام حسنؑ
۵۰	" "	=	سن شہادت

### میزان ۷۸۶

حضرت نے فرمایا: پادری صاحب! قرآن مجید کی جو پہلی آیت آپ نے پڑھی۔ اس میں ہی حضرت امام حسین رضی اللہ  
 عنہ کا نام، سن پیدائش، سن شہادت، مقام شہادت، اُن کے بھائی صاحب کا نام اور سن شہادت اور دونوں بھائیوں  
 کے امام ہونے کا ثبوت موجود ہے۔ آگے چلیے تو شاید ان کی زندگی کے کئی واقعات بھی مل جائیں۔  
 اس پرائس لیور کی پوری نے کہا: عربوں کے علم ہندسہ اور جفر وغیرہ کا ذکر مستشرقین یورپ کی کتابوں میں میری نظر سے گزرا ہے۔  
 لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ مسلمانوں نے ان علوم کے اندر اتنی گہری ریسرچ (تحقیق) کی ہوئی ہے۔

حضرت قبلہ عالم قدس سترہ نے فرمایا: جب مسلمان کہتا ہے کہ قرآن شریف کے اندر ہر چیز کا ذکر موجود ہے تو اس بات  
 کا ایک ظاہری مفہوم یہ ہوتا ہے کہ ہر اس چیز کا ذکر موجود ہے جو مذہبِ حقہ اسلام کی ضروریات میں داخل ہے۔ لیکن یہ کہنا بھی  
 غلط نہیں کہ ہر وہ چیز جس سے اسلام کا ذرا سا اور دور کا تعلق ہے قرآن مجید میں بیان فرمادی گئی ہے ایسی چیزوں کے لیے اس یک جلد کتاب  
 کے اندر اظہارِ معنی کے طریقے لامحالہ متعدد متصور ہوں گے۔ آپ کو اُس آدے بتایا ہو گا کہ حروفِ مقطعات کے اندر معانی اور  
 مطالب کا ایک جہان پوشیدہ ہے۔ اسی قسم کی کیفیت دیگر حروف و الفاظِ قرآنی کی بھی ہے۔ اگرچہ ان معانی پر انسان اپنی کوشش  
 اور تحقیق سے پوری طرح مطلع نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید کے باطنی رموز اور معانی پر اطلاع، تحقیق اور تفتیش سے زیادہ خدائے تعالیٰ  
 کے فضل اور انسان کے نیک عمل پر موقوف ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی جسے چاہتا ہے حسب حاجت ان اسرارِ مطلع فرمادیتا ہے۔  
 سبحان اللہ! اسلام کے اسی درخشندہ ماہتاب اور اسی زندہ جاوید شہید یعنی حضرت امام حسین علیہ السلام کے والدِ گرامی باب  
 علم سیدنا مولائے علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا تھا کہ میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر لکھنے بیٹھوں تو کئی مضمیمہ جلدوں میں ایک دفتر



تیسرا ہو جائے

اللہ اللہ بے بسم اللہ پیر معنی ذبح عظیم آمد پیر  
حضرت بابو جی مدظلہ العالی ایک کتابی واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک تہہ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی سواری سے گر پڑے  
اور اٹھ کر کچھ دیر اسے پڑے ہوئے آنکھیں بند کر کے کھڑے رہے۔ خادم نے پوچھا۔ حضرت! چوٹ تو نہیں آئی؟ فرمایا: نہیں  
چوٹ نہیں آئی۔ میں غور کر رہا تھا کہ اس وقت میرے سواری سے گرنے کا ذکر قرآن مجید میں کہاں آیا ہے۔ چنانچہ اب معلوم  
ہو گیا ہے کہ کہاں موجود تھا۔

## ایک ہندو سادھو سے مسئلہ توحید پر گفتگو

حضرت فرماتے تھے کہ ایک دفعہ یہاں گولڑہ میں ہندوؤں کا ایک بڑا سادھو وارد ہوا۔ ہندوؤں نے اُس کی بہت تعظیم و  
تکریم کی۔ میں ایک دن باغیچہ میں طلباء کو سبق پڑھا رہا تھا کہ ناگاہ وہ سادھو اپنے چند حواریوں کے ساتھ آیا اور شہوت کے درخت  
کے نیچے بہت دیر تک کھڑا رہا۔ جب میں فارغ ہوا تو میرے قریب آیا اور خود بخود توحید کے متعلق گفتگو شروع کر دی۔ طرفہ یہ کہ  
یہ لوگ اہل اسلام کو ان باتوں سے بے خبر جانتے ہیں۔ جب وہ کلام سے فارغ ہوا تو میں نے کہا۔ جو کچھ تم نے کہا ہے اہل اسلام  
بھی ایسا ہی کہتے ہیں۔ لیکن قابل توجہ سوال یہ ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ بالاتفاق جہل اور لاعلمی سے مبرا اور منزہ ہے اور اُس  
کی مخلوق دو فرقہ ہے ایک سادھو اور دوسرا گہستی مندوں کی اصطلاح میں صاحب تجرید کو سادھو اور صاحب تعلق دنیوی کو  
گرہستی کہتے ہیں پس کیا وجہ ہے کہ سادھو میں تو اُس سبحانہ و تعالیٰ کا علم ہے کہ غیر نیست ہمہ دوست۔ اور غیر سادھو میں اُس  
کے ہمہ دوست ہونے کا علم نہیں ہے؟ چاہیے تھا کہ ہر دو فرقہ کو اس امر کا شعور اور وقوف ہوتا اور نہ جہل لازم آتا ہے۔ سادھو  
دریائے حیرت میں غرق ہو کر لا جواب ہو گیا۔ بعدہ حضورؐ نے فرمایا کہ اصل بات یہ ہے کہ یہ لاعلمی تنزل کی صفات سے ہے  
نہ کہ اطلاق سے۔ جیسا کہ باقی لوازم بشری۔ پس جیسے باقی لوازم بشری مثل اکل و شرب وغیرہ سے مقتد ہو کر اُس سبحانہ تعالیٰ کی دائرے تقدس  
الودہ نہیں ہوئی یہاں بھی ایسا ہی سمجھنا چاہیے۔

## ایک نجومی برہمن سے مکالمہ

ایک دن مجلس برخواست ہونے کے وقت ایک فال بین برہمن حاضر ہوا۔ اور اہل نجوم کی باتیں شروع کر دیں۔ کہنے لگا  
حضور کا طلوع اُورج کمال پر ہے اور ستارہ تیسرے پایہ پر ہے وغیرہ وغیرہ۔ آپ نے پوچھا۔ کیا آخر موت نہیں؟ اُس نے کہا کہ  
اس سے چارہ نہیں۔ فرمایا ہماری شریعت نے ایسے امور کو اسی وجہ سے فضول کہا ہے کہ نہ حصول خیر کسی کے ہاتھ میں ہے اور  
نہ دفع ضرر کسی کے اختیار میں، جو کچھ ہے خداوند تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ پس سعد اور نحس کے جاننے سے کیا فائدہ؟ جب آخر  
فنا ہے تو پھر شادی و منم برابر ہیں۔

بر لب بحر فنا منتظریم اے ساقی فرستے دہاں کہ ز لب تابداں ایں ہمہ نیست  
(اے ساقی! ہم بحر فنا کے کنارے پر منتظر بیٹھے ہیں کہ کب پیمانہ عمر لبریز ہوتا ہے۔ اس وقت کو فرصت شمار  
کر کہ یہ سب حقیر سلسلہ کوئی دم میں فنا ہوا چاہتا ہے)



پھر برہمن نے کہا کہ شمال مغرب میں غوغا اور فساد نظر آتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ تمہاری سی بات بھی قرآن کی تقریب سے درست ہے۔ کیونکہ اس طرف کے افغان لوگ ہمیشہ آمادہ فساد رہتے ہیں۔ پٹھواریوں میں ایسے کاموں کی طاقت نہیں۔ راقم الحروف کہتا ہے کہ یہ حضرتؑ کے کمال اتباع شریعت کی دلیل ہے ورنہ عام طور پر لوگ ان چیسوں کو معیار کمال خیال کرتے ہیں۔

## علم الحروف کے خواص

مملو غلات طیبہ میں لکھا ہے کہ ایک روز حضرت نے علم حروف کے خواص کا تھوڑا سا ذکر کر کے فرمایا کہ اگر ان کی کچھ تفصیل بیان کروں تو تم لوگ باقی علوم کو چھوڑ کر اسی طرف متوجہ ہو جاؤ گے۔ حاضرین مجلس میں سے مولوی فضل حق صاحب شاہ پوری نے عرض کیا کہ براہ کرم کچھ تشریح فرمادی جائے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ایک علم عجیب ہے کہ جس کی تحصیل کے لیے مولوی غلام جیلانی صاحب پشاور جیسے متبحر عالم نے عرب کا سفر اختیار کیا تھا۔ جب اُن کی نظر سے حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصانیف گذریں تو متاسف ہو کر کہا کرتے تھے کہ علم تو دراصل ہی تھا۔ ہم نے علومِ رسمہ کی تحصیل میں بیجا عمر صرف کی۔ اُن کے ایک شاگرد مولوی عبداللہ ہزاروی بوالہ اپنے استاد صاحب کے ایک مخلص برأت علی کے جو سفر حجاز میں ساتھ گیا تھا، بیان کرتے تھے کہ ایک روز بیت اللہ شریف میں مولوی غلام جیلانی صاحب کو خبر ملی کہ ایک مغربی عالم مکہ شریف میں آئے ہوئے ہیں جو علم حروف میں کامل دستگاہ رکھتے ہیں اور مرجعِ خلائق بنے ہوئے ہیں۔ چنانچہ مولوی صاحب ان کی خدمت میں حاضر ہو کر علم حروف کی تعلیم کے لیے مستعدی ہوئے۔ انہوں نے فرمایا کہ کل اس کا جواب دوں گا۔ مولوی صاحب نے وجہ توقف دریافت کی تو کہنے لگے یہ علم اہلبیت کرام کے خواص سے ہے۔ آج رات استخارہ کر کے اجازت طلب کروں گا کہ آپ کو پڑھاؤں یا نہ پڑھاؤں۔ اگلے روز مولوی غلام جیلانی صاحب اُس بزرگ کی خدمت میں اس خوف سے نہ گئے کہ اگر اجازت نہ ملی ہو تو عمر بھر مایوسی کا سامنا ہوگا۔ اب اُمید تو رہے گی کہ شاید کہیں سے حاصل ہو جائے۔ کیونکہ محبوب کی قہر میں مرنا مایوسی سے بہر حال بہتر ہے۔

میں مرنا یا یو سی سے بہر حال بہتر ہے۔  
اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضرت کو علم الحروف سے حصّہ وافر عطا فرمایا تھا جس کا اظہار کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے۔ اس معاملہ میں آپ کی اپنی شان تو بہت ہی بلند تھی۔ آپ کے بعض متوسلین جن کو انتخاب نے اس علم کا کچھ حصّہ عطا فرمایا تھا۔ اُن کے حالات سن کر بھی انسان حیران رہ جاتا ہے۔ خان صاحب غلام رسول خان ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس مرکزی سی۔ آئی۔ ڈی دہلی جو آپ کے نہایت مخلص عقیدت مند تھے، کا بیان ہے کہ جب میں پہلی دفعہ حاضر ہوا تو عرض کیا کہ مجھے غیر ممالک کی سیر کرنے، واقعات کو نیہ کے قبل از وقوع معلوم کرنے اور نسخہ کیمیا کے حاصل کرنے کا شوق ہے۔ آپ نے مجھے ایک ہفتہ قیام کرنے کے لیے ارشاد فرمایا اور اس دوران میں حروف مقطعات کا ایک قاعدہ سمجھا دیا۔ جس کے ذریعے مجھے آئندہ پیش آنے والے کئی واقعات پہلے سے معلوم ہو جاتے تھے۔ انہی ایام میں مجھے سنٹرل انٹیلی جنس بیورو میں، جو ہندوستان میں حکومت برطانیہ کی سی۔ آئی ڈی شمار ہوتی تھی، لے لیا گیا۔ اس کی وجہ سے ایشیا اور یورپ کے اکثر ممالک کی سیر کا موقع ملا۔ اور نسخہ کیمیا بھی حاصل ہو گیا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اس کا عمل ناپسند تھا۔ کیونکہ اس کی تکمیل میں اس قدر محنت اور اخراجات صرف ہوتے تھے کہ میں اسے استعمال میں نہ لاسکا۔ خان مذکور کا بیان تھا کہ میں نے ایک رسالہ لکھ کر ایک انگریز افسر کے حوالے کیا تھا جس میں انگریزوں کے متعلق ہندوستان



میں آئندہ ہونے والے واقعات اور ان کی حکومت کے اختتام تک کا ذکر تھا۔ اور وہ سب واقعات بعد میں اسی طرح ظہور پذیر ہوئے جس طرح میں نے حروفِ مذکورہ کے قاعدہ سے استخراج کیے تھے۔ خان صاحب غلام رسول خان کے بعض واقعات کی تفصیل انشاء اللہ بابِ کرامات میں ہدیہ ناظرین کی جائے گی۔

### اذا دخل السین فی السّین ظهر قبر مَحی الدّین

حضرت بابو جی فرماتے ہیں کہ حضرت قبلہ عالم قدس سترہ نے ایک روز علم الحروف کا ذکر فرماتے ہوئے بیان فرمایا کہ اس علم میں حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ نیکتائے روزگار گذرے ہیں۔ آپؒ نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت ابن عربیؒ کی قبر ان کی وفات کے کچھ عرصہ بعد معدوم ہو گئی تھی لیکن آپؒ اپنی قبر کے معدوم ہو کر پھر ظاہر ہونے کے متعلق خود ہی ارشاد فرما گئے تھے کہ اذا دخل السّین فی السّین ظهر قبر محی الدّینؒ۔ جب سلطان سلیم شام میں داخل ہوا تو آپؒ نے اُسے خواب میں فرمایا کہ میری قبر فلاں جگہ پر ہے۔ چنانچہ سلطان نے اس کو برآمد کر کے اُس پر قبۃ بنوایا۔ اور اُس وقت آپؒ کے اس قول کے معنی واضح ہو گئے۔

۱۹۶۲ء میں بندہ راقم الحروف نے ایک روز مولانا احمد رضا خان صاحب بریلویؒ کے طفوفات حصہ اول میں اُن کا یہ ارشاد پڑھا کہ میں نے یہ دونوں واقعات یعنی ۸۴۰ھ ہجری کے قریب سلطنتِ اسلامیہ کا نہ رہنا اور سنہ ۹۱۷ھ میں حضرت امام مہدیؑ کا ظہور سید المکاشفین حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام سے اخذ کیے ہیں۔ راقم الحروف نے حضرت قبلہ بابو جی کی خدمت میں اس امر کا تذکرہ کیا تو آپؒ نے ارشاد فرمایا کہ ظہور امام مہدی علیہ السلام سے قبل کے زمانہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت قبلہ عالم قدس سترہ بعض اوقات آیت کریمہ ظہر الفساد فی البیروا البخیر پڑھ کر تبسم فرمایا کرتے تھے بندہ نے جب آیت مذکورہ کے اعداد کو شمار کیا تو ۸۴۰ نکلے جو حضرت شیخ اکبرؒ کی تخریج کے مطابق ہیں۔

### بعض طنز یہ اشعار کی تقلیب

راولپنڈی کے ایک پادری صاحب حضرت سے ملاقات کے لیے آئے اور واپس جا کر بائبل کا ایک نسخہ تحفہ آپؒ کی خدمت میں بھیج دیا۔ حضرت نے شکریہ کے ساتھ یہ شعر لکھوا کر واپس فرما دیا۔

ہمہ شہر پُر زخوباں منم و خیال ماہے      چہ کنم کہ چشم خوشو ننگد بحس نگاہے  
(سارا شہر حسینوں سے بھرا پڑا ہے لیکن میں کسی چاند کے خیال میں مگن ہوں۔ کیا کروں میری  
خوش مزاج آنکھ کسی اور طرف دیکھنے کی روادار ہی نہیں ہے)

اصل شعر میں شاعر نے چشم بدخوبانہ کا حاکم حضرتؒ نے خوشو ننگد کر اسے نہایت ہی حسین کر دیا ہے۔

اپنی بعض مناظرانہ تصانیف میں مخالفین کے طنز یہ اشعار اور مطامع کو نہایت خوبصورتی سے اُنہی پر منقلب فرما دیتے جس کا پورا طعنے اُن کے مطالعہ ہی سے مل سکتا ہے۔ قادیانی مولوی محمد احسن امروہی صاحب نے اپنی کتاب شمس باز فہمیں یہ شعر چسپت کیا تھا۔

چہ ہیبت با بدادند این جوان را      کہ ناید کس میدان محمدؐ  
(اس جوان کو کیسی ہیبت ملی ہے کہ کوئی میدان محمدؐ میں مقابلے پر نہیں آتا)

لے ترجمہ: جب میں (یعنی سلطان سلیم شین) میں داخل ہوا تو محی الدین کی (یعنی ہماری) قبر ظاہر ہو گئی۔ (فیض)

حضرت سیفِ چشتیائیؒ میں جواباً جلسہ لاہور کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-  
 چہ ہیبت رو نمود این میسذارا کہ نامد او بمیدان محمد  
 بر لاہور ار رسیدے حسب دعوت چہ دیدے ز غلمان محمد  
 (اس مرزا پر کسی ہیبت سوار ہوئی کہ وہ میدان محمد میں مقابلہ پر نہ آیا۔ اگر حسب وعدہ لاہور  
 میں آتا تو غلامانِ محمد کے کمالات دیکھتا)

قادیانی مولوی صاحب حضراتِ چشتیہ کے سماعِ طعن کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-  
 فدع صاحب المزمار الدف والغنا وما اختارہ من طاعة الله مذهباً  
 ويعلم ما قد كان فيه حياته اذا حصلت اعماله كلها  
 ترجمہ۔ بانسری دف اور راگ والے کی بات چھوڑ جس نے ان چیزوں کو اور دیگر طاعات کو مذہب بنا رکھا ہے  
 اُسے زندگی بھر کے اعمال کا انجام اس وقت معلوم ہوگا جب کہ آخرت میں سب برباد ہو جائیں گے۔

حضرت جواب میں فرماتے ہیں :-  
 فدع صاحب التحريف والطمع والهوى وما اختارہ من جمع الدراهم مذهباً  
 ويعلم ما قد كان فيه حياته اذا صيرت اعماله كلها  
 ترجمہ۔ اُس کی بات چھوڑ جس نے آیاتِ الہیہ کی تحریف، طمع و خواہشِ نفسانی اور فراہمی زر کو اپنا مذہب  
 پسند کر لیا ہے۔ اُسے اپنی زندگی کے کرتوتوں کا اُس وقت علم ہوگا جب کہ میدانِ حشر میں اُس کے سب  
 اعمال ہباءِ منشور اکر دیئے جائیں گے۔

## پاک تین شریف کے ہشتی دروازہ پر اعتراضات کے جواب

حضرت تقریباً ہر سال پاک تین شریف میں حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے عرس پر حاضر ہوتے تھے۔ حضور اور  
 ریاست بہاول پور کے غیر مقلد علماء متواتر کئی سال وہاں پہنچ کر آپ سے سوال کرتے رہے کہ کیا آپ عالم ہو کر اس بات کو درست  
 مانتے ہیں کہ جو شخص بابا صاحبؒ کے روضہ کے ہشتی دروازہ سے گزر جائے وہ جنت کا سزاوار ہو جاتا ہے؟ حضرت جواب  
 میں ہر سال نیا استدلال پیش فرماتے۔

مولوی غلام قادر چکو کہ تحصیل منچن آباد نے یہی سوال کیا تو فرمایا: کیا یہ حدیث صحیح نہیں کہ مومن کی قبر روضۃ من ریاض الجنۃ  
 ہوتی ہے؟ اُس نے کہا: صحیح ہے۔ فرمایا: جب لفظ جنت کا اطلاق مومن کی قبر پر صحیح ٹھہرا تو اُس کے دروازے کو ہشتی دروازہ  
 کہنے پر کیا اعتراض ہے؟ مولوی صاحب نے کہا: اس لفظ کا جواز تو درست ہوا مگر یہ فرمائیے کہ حضرت بابا صاحبؒ کے مقبرہ  
 کے اسی ایک دروازے میں کیا خصوصیت ہے کہ اسے ہشتی دروازہ کہا جائے؟

آپ نے فرمایا کہ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ میں نے چشمِ ہر  
 عالم ظاہر میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو بحجمِ اطہر مبعہ چار بار دیکھا۔ ۱۔ محترم کی درمیانی رات کو اس دروازہ سے گزر کر  
 مقبرہ کے اندر تشریف لے جاتے دیکھا ہے اور حضور کا یہ ارشاد سنا ہے کہ مَنْ دَخَلَ هَذَا الْبَابَ فَقَدْ آمَنَ رَجُلًا اس دروازے



میں داخل ہوا وہ امن میں آگیا اور مأمون ہوا، مثلِ مخّطام کا بھی اس پر اتفاق رہا ہے۔  
اس کے بعد مولوی صاحب نے اعتراض کیا کہ زائرین فرید۔ فریدیوں لپکارتے ہیں، اللہ اللہ کیوں نہیں کہتے؟ حضرت نے فرمایا کہ عرس کے موقع پر زائرین کا پورا نعرہ یہ ہوتا ہے:-

اللہ۔ محمّد۔ چار یار۔ حاجی۔ قطب۔ فرید

وہ لفظ فرید کو مکرر کہہ دیتے ہیں اور اس چیز کے جوازیں قرآن مجید کی ایک آیت موجود ہے: "مولوی صاحب نے چونکہ کہنا وہ کوئی آیت ہے؟ آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:-

فَاذْكُرُونِي اَذْكُرْكُمْ وَاَشْكُرُوا لِي ذَلَا  
تَكْفُرُون - (پارہ ۲۔ بقرہ۔ آیت ۱۵۲)

اور فرمایا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا۔ حضرت شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے آخری دم تک اللہ کا ذکر کیا۔ اب اللہ اپنی مخلوق کی زبان سے اپنے پیارے بندے فرید کا ذکر کر رہا ہے۔ آج سات سو سال سے اَذْكُرْكُمْ کا وعدہ پورا ہو رہا ہے اور قیامت تک انشاء اللہ تو نبی ہوتا ہے گا کہ ہر سال ہزار ہزار مخلوق یہاں جمع ہو کر فرید۔ فرید کے نعرے لگاتی رہے گی اللہ تعالیٰ جسم اور مکان سے پاک ہے اور یہ اُس کے ذکر کرنے کی ایک صورت ہے۔

قصور کے ایک مولوی صاحب سے بھی قبلہ عالم نے یہی فرمایا تھا کہ میں تو یہاں (یعنی پاک پن شریف میں) فَاذْكُرُونِي اَذْكُرْكُمْ کا نقشہ دیکھنے آتا ہوں۔ ایک اور موقع پر آپ نے اُس حدیث پاک سے استدلال فرمایا جس میں ارشاد ہے کہ مجمعِ ذاکرین پر ملائکہ رحمت کا نزول ہوتا ہے کہ جو شخص اپنی کسی دنیوی غرض کے لیے اس مجمع میں شامل ہو گیا ہو، اُسے بھی ثواب اور مغفرت میں داخل کر لیا جائے کیونکہ لَا يَشْفِي جَلِيسُهُمْ (ان لوگوں کے پاس بیٹھنے والے شفیق نہیں ہوتے) اس موضوع پر رسالہ عجالہ برد و سالہ میں آپ کے نظریہ کو حضرت مولینا محمد غازی صاحب نے تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔

## بیعت طریقت پر اعتراض کا جواب

اس کے بعد بیعت کی بحث چلی۔ مولوی غلام قادر نے کہا میری بیعت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔ یہی حال ہر مسلمان کا ہونا چاہیے۔ بزرگوں کے ساتھ ظاہری بیعت کی کوئی ضرورت نہیں۔

حضرت نے فرمایا: اس طرح تو ساری اُمت کی اصل بیعت اور متابعت حضرت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ کی ذات پاک سے درست ثابت ہوتی۔ لیکن یہ جو تیرہ سو سال سے اُمت کے لاکھوں کروڑوں اولیاء، علماء اور صاحبین بیعت کرتے چلے آ رہے ہیں۔ کیا وہ تمام غلطی پر تھے اور تم اکیلے حق پر ہو؟ اس مناظرہ کا یہ اثر ہوا کہ مولوی غلام قادر صاحب نے اُسی وقت اصرار کر کے حضرت کے دستِ حق پرست پر بیعت کر لی۔

## حضرت شمس تبریزیؒ کے ایک شعر کا حل

ایک مرتبہ حضرت شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر کے معنی دریافت کیے گئے:-

از ہفت ماور زادہ ام از نہ پدر اُفتادہ ام یک رنگ خواہم ہر دور امن عاشق دیرینہ ام

فرمایا۔ ہفت مادر سے اربعہ عناصر (آب و باد و خاک و نار) اور موالید ثلاثہ (جمادات۔ نباتات اور حیوانات) مراد ہیں۔ اور نہ پدر سے نو آسمان کیونکہ تمام علوم علوی اور معنوی انسان کے وجود کے اندر موجود ہیں۔

## خلافا للزجاج کی ترکیب

حضرت شیخ الجامعہ بہاولپوری (مولانا غلام محمد سابق گھوٹوی) اپنی ایک قلمی یادداشت میں لکھتے ہیں:-  
 اللہ۔ اللہ حضرت کی ذہانت کا کیا کہنا۔ مشکل سے مشکل مسئلہ ہو یا مشکل سے مشکل اشکال پہلی توجہ میں حل ہو جاتا تھا مطالعہ اور تفکر کے کیا معنی۔ محض توجہ کی دیر ہوتی تھی۔ بڑے بڑے فضلاء کو دیکھا کہ ان سے جو مقام سخت مطالعہ اور محنت سے حل نہیں ہو سکتا تھا حضرت نے ایک بار نظر ڈالتے ہی حل فرما دیا۔ حضرت کی ذات بابرکات کو اللہ تعالیٰ نے صاحب قوت قدسیہ بنایا تھا۔ مناظرہ میں اور اسکاٹ خصم میں اس قدر کمال تھا کہ مناظرین کے سوال سے جواب نکالا کرتے تھے اور ان کی اپنی کلام سے انہیں الزام دیا کرتے۔  
 ایک دفعہ اُستادی مولانا حافظ محمد جمال الدین گھوٹوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دریافت فرمایا کہ خلافا للزجاج کی کیا ترکیب ہے۔ خلافا للزجاج کی ترکیب جنوبی حلاقہ دلے علماء کے نزدیک یہ ہے کہ خلافا مفعول مطلق ہے فعل محذوف خالف کا اور خالف کا فاعل ضمیر مستتر ہے جو ہذا القول کی طرف راجع ہے۔ اور للزجاج جار مجرور متعلق کا ناکہ ہے جو صفت ہے خلافا کی۔

حضرت نے یہ ترکیب بیان فرما کر اس پر اعتراض کیا۔ کہ ہذا القول جو جمہور کا مذہب ہے اُس کی طرف مخالفت کی صراحت نسبت کرنا دلالت کرتا ہے کہ اصل قول زجاج ہے اور جمہور کا قول اس اصل کے خلاف ہے جیسا کہ باب مفاعله کا مقتضی ہے حالانکہ اصل جمہور کا قول ہے جو مذہب اور معمول یہ ہے اور مخالفت زجاج نے کی ہے لہذا مرجوح قول ہے اور اس پر عمل نہیں ہے مناسب تو یہ تھا کہ مخالفت کی صراحت نسبت زجاج کی طرف ہوتی۔ حضرت اُستاد صاحب اس اعتراض کا جواب نہ دے سکے۔  
 آپ نے فرمایا کہ خالف محذوف کا فاعل زجاج اور لام جو زجاج پر داخل ہے وہ تقویۃ عمل کے لیے ہے۔ اس واسطے کہ جو فعل محذوف ہو یا مؤخر ہو تو معمول پر لام تقویۃ عمل کے لیے لایا جاتا ہے۔ سب علمائے جنوبی پنجاب حیران رہ گئے کہ کیا اعلیٰ ترکیب فرمائی ہے۔

## لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ میں کسب اور اکتساب کا فرق

میں کافیہ پڑھتا تھا کہ پشاور کی طرف سے دو بڑے فاضل آئے اور انہوں نے عرض کیا کہ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ (الایہ) میں کسبت اور اکتسبت کا فرق کیوں فرمایا گیا ہے۔ دونوں جگہ یکساں کیوں نہیں فرمایا حضرت نے فرمایا کہ زیادہ معنی پر دلالت کرتے ہیں۔ لام انتفاع کے لیے ہے اور علی ضرر کے لیے۔  
 ترجمہ۔ اُس کے فائدے کے لیے ہے جو اُس نے کسب کیا۔ اور اُس کے نقصان کے لیے ہے جو اُس نے کما لیا۔



ہے یعنی عہد جو نیک کام کرے چاہے عہد اگرے یا خطا یا نسیاناً بہر کیف نیک کام جس پنج سے بھی ہو وہ نافع ہے اور بد کام اُس وقت پر مضر ہے جب عہد اکیا جائے پس اکتساب میں تعدد کے معنی زاید ہیں اور کسب میں تعدد نہیں بلکہ تعمیم ہے۔

## قصہ خضر و موسیٰ میں الفاظ آیت کی تشریح

ایک دفعہ ایک شخص نے عرض کیا کہ قصہ خضر و موسیٰ علیہما السلام میں فَأَرَادَ رَبُّكَ اور أَرَدْنَا اور أَرَدْتُ کے فرق کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا۔ جہاں خیر محض ہے وہاں نسبت جناب باری تعالیٰ کی طرف ہے جہاں شر ہے جیسے أَرَدْتُ اَنْ اَعْيَبَهَا وہاں نسبت خضر علیہ السلام نے اپنی طرف فرمائی ہے۔ جہاں دونوں ہیں وہاں متکلم مع الغير کا صیغہ ارشاد ہوا ہے تاکہ خیر کی نسبت اُدھر ہو جائے اور شر کی نسبت اپنی طرف تا دَبَّامَع اللہ تعالیٰ درعاية رَجَائِيہ جل جلالہ۔

الغرض حضرت اگرچہ آخر میں کتب درسیہ کی تدریس و تسلیم کا شغل نہیں رکھتے تھے مگر پھر بھی نہایت اوق سے اوق مقام یا مشکل سے مشکل عبارت کی وضاحت فوراً فرمادیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ بڑے بڑے معقولی اور ریاضی دان آپ کے سامنے طفل مکتب معلوم ہوتے تھے۔

## حُرمتِ ذبح فوق العقدہ کی تشریح

مولانا محبت النبی صاحب فرماتے ہیں کہ ایک سال جب پاک پتن شریف سے واپسی پر لاہور میں ٹھہرنے کا اتفاق ہوا تو چند علمائے لاہور نے حاضر ہو کر حضرت کی تصنیف "اعلاء کلمۃ اللہ" میں سلسلہ حرمتِ ذبح فوق العقدہ کے متعلق تشریح چاہی۔ آپ نے حوالہ جات فقہ پیش کرنے کی بجائے لاہور کے ایک لائق حکیم کو بلوایا اور کہلا بھیجا کہ کتاب تشریح الابدان "بھی لیتے آئیں حکیم صاحب کتاب لے کر حاضر ہوئے تو آپ نے ایک ذبح شدہ بکرے کا سر منگوا یا اور حکیم صاحب سے فرمایا کہ

لہ متعلقہ آیات یہ ہیں :- اَمَّا السَّفِينَةُ فَكَانَتْ لِمَسَاكِينٍ يَعْمَلُونَ فِي الْبَحْرِ فَأَرَدْتُ اَنْ اَعْيَبَهَا وَكَانَ وَرَاءَهُمْ مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ غَصْبًا وَاَمَّا الْعُلَامُ فَكَانَ اَبْوَاهُ مُؤْمِنِينَ فَعَشِينَا اَنْ يُرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَكُفْرًا وَاَرَدْنَا اَنْ يُبَدِّلَهُمَا تَبَحُّشًا خَيْرًا فَمِنْهُمْ رَكُوْنًا وَاَقْرَبُ رَحْمًا وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلَامَيْنِ يَتِيمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهُ كَنْزُ لَهُمَا وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا فَأَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَبْلُغَا أَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ أَمْرِي ذَٰلِكَ تَأْوِيلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا (صافات ۷۹ تا ۸۲)

ترجمہ۔ رہی کشتی سو مسکینوں کا مال تھا جو دریا میں غنیمت کرتے تھے پس میں نے ارادہ کیا کہ اس میں عیب ڈال دوں کیونکہ ان کے دے ایک بادشاہ ہے جو تمام کشتیوں کو زبردستی کپڑ لیتا ہے۔ اور رہا لڑکا (جسے قتل کیا تھا) تو اُس کے والدین ایماندار تھے سو میں اندیشہ ہوا کہ انہیں کشتی اور کفر میں گرفتار نہ کر دے سو ہم نے ارادہ کیا کہ ان کا پروردگار اس سے بہتر دینا بدل دے پاکیزگی میں اور نزدیک تر مہربانی میں۔ اور رہی دیوار (جسے بلا اجرت تعمیر کر دیا تھا) تو شہر کے دو یتیم بچوں کی ملکیت ہے اور اس کے نیچے اُن کے لیے خزانہ دفن ہے اور ان کا والد نیک بہت تھا پس تیرے بے ارادہ فرمایا کہ وہ جوان ہو کر اس خزانے کو خود نکالیں اپنے پروردگار کی رحمت باعث اور میں نے اپنے حکم سے نہیں کیا یہ بھی حقیقت اُس چیز کی جس پر آپ صبر نہ کر سکے۔



تشریح الابدان سے بحث عروق پڑھیں۔ چنانچہ انہوں نے سر کی رگیں دکھا کر اور کتاب پڑھ کر واضح کیا کہ وہ جین (دو شہ رگیں) دماغ تک پہنچتی ہیں اور دو دیگر رگیں (حلقوم اور مری) عقدہ کے نچلے حصہ سے متصل ہوتی ہیں۔ جب مشاہدہ کی بنا پر مری اور حلقوم کا انتہا معلوم ہو گیا کہ وہ عقدہ کے نیچے آکر ملتی ہیں تو آپ نے جماعت علماء سے فرمایا کہ اب فیصلہ آپ پر ہے کہ آیا فوق العقدہ ذبح کی صورت میں چاروں رگیں قطع ہو جاتی ہیں یا دو۔ اور علماء نے عرض کیا کہ اب ہم کو یقین ہو گیا ہے کہ جو آپ نے لکھا ہے صحیح لکھا ہے۔

## کلیر شریف کا مناظرہ اور اس کے متعلق ایک مکتوب

ایک مرتبہ آپ حضرت مخدوم علاء الدین علی احمد صابر قدس سرہ العزیز کے عرس پر کلیر شریف میں حاضر ہوئے جس کے لیے دیوان حسب کلیر شریف نے دعوت دے رکھی تھی۔ حضرت کی تشریف آوری کی قبل از وقت اطلاع ملنے پر ہندوستان کے بہت سے علماء اور اُمراء بھی خصوصیت سے آپ کی زیارت کے خیال سے کلیر شریف پہنچ گئے تھے۔ چنانچہ عوام و خواص کے ایک بڑے اجتماع میں انبیٹھ کے ایک مشہور مناظر مولوی نذیر احمد صاحب اپنی ایک جماعت لے کر آگئے جن میں ان کے چند معتقد اُمراء بھی شامل تھے اور آتے ہی عرض کی کہ میں ایک اعتراض کا جواب چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کیا اعتراض ہے؟ اس پر مولوی صاحب نے فرمایا کہ حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے "فصوص الحکم" میں لکھا ہے کہ حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو خواب دیکھا تھا اُس میں منیڈھے ہی کی قربانی کا حکم تھا۔ انہیں خواب کی تعبیر میں غلطی ہوئی کہ اپنے صاحبزادے کی قربانی کا حکم سمجھا۔ پس جب نبی کو خواب کی تعبیر میں غلطی ہو سکتی ہے تو حضرت شیخ اکبر کا یہ خواب کہ انہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کتاب فصوص الحکم سطا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اسے اولیائے امت تک پہنچاؤ اپنی تعبیر میں کیونکر لازمی طور پر صحیح تسلیم کیا جاسکتا ہے؟ پھر جس کتاب کی اصلیت ہی مشکوک ہو گئی ہو وہ صوفیاء کے نزدیک کیوں کر محبت مانی جاسکتی ہے؟

مولوی صاحب نے تقریر کو خاصہ طول دیا اور اس کے احاطہ میں حضرت شیخ اکبر کے کئی نظریات، بالخصوص وحدت الوجود پر معقولی اور منقولی اعتراض کیے۔ اس طوالت کی ایک وجہ یہ بھی ہوئی کہ جب وہ تقریر ختم کرتے تھے تو حضرت فرمادیتے: "کچھ اور؟" چنانچہ اس دوران میں آپ تبسح پڑھتے رہے اور ان کی تقریر بھی سنتے رہے۔ جب مناظر صاحب نے فرمایا کہ بس۔ تو حضرت نے تبسح مبارک ہاتھ سے رکھ دی اور آستین چڑھا کر پہلے سوال کیا: "کیا آپ نے فصوص الحکم پڑھی ہے؟" کہا: "نہیں۔" حضرت نے فرمایا: "فصوص الحکم اس طرح شروع ہوتی ہے: الحمد للہ المنزل للکلم علی قلوب الکلم۔ اس کا معنی فرمائیے۔" انہوں نے الحمد للہ کے معنی کیے: سب تعریف اللہ کے لیے ہے۔ آپ نے پوچھا: سب کس لفظ کا معنی ہے؟ کہا: الف لام کا۔ حضرت نے فرمایا: تعریف تخصیص کے لیے ہوتی ہے اور لفظ سب تعمیم کے لیے ہے کہ معنی کل ہے تو جو لفظ تخصیص کے لیے موضوع ہو اُس پر تعمیم جو اُس کے مدلول کی نقیض ہے کس طرح دلالت کرے گی؟ جواب میں مولوی صاحب خاموش تھے۔

اس کے بعد حضرت نے ان کے اعتراضات کے جواب میں مفصل تقریر فرمائی جس پر مولوی صاحب نے برسر مجلس اپنے عجز کا اعتراف کیا اور استدعا پیش کی کہ اپنی شاگردی میں قبول فرما کر حضرت شیخ اکبر کے علوم سے بہرہ افروز نہ مائیں جب حضرت عصر کے وقت جناب سجادہ نشین صاحب کلیر شریف کی ملاقات کے لیے گئے تو یہ مناظر وہاں موجود تھے۔ ایک معزز نوادر نے انہیں مولوی صاحب کہہ کر علیک سلیک کیا جس پر اُس باانصاف نے کہا: صاحب! آج کے بعد کوئی شخص مجھے مولوی



نکے "اور حضرت کی طرف اشارہ کر کے کہا: مولوی تو وہ بیٹھے ہیں جن کے مقابلہ میں ہمیں مولویت کی ہوا بھی نہیں لگی۔"

حضرت شیخ الجامعہ صاحب نے اپنے مسودات میں لکھا ہے کہ میں ان دنوں رام پور اسٹیٹ میں مولیٰ بنیٰ فضل الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھتا تھا اور وہ ان مولوی نذیر احمد صاحب انیسٹروی کے متعلق فرماتے تھے کہ یہ شخص ایسا مناظرہ کرتا تھا کہ مخاطب کو بات نہیں کرنے دیتا تھا اور دہشت میں مقابل کو چپ کر دیتا تھا۔

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ نے اس کے اصل اعتراض کے بارہ میں مولوی محرم علی صاحب چشتی صدر انجمن نعمانیہ لاہور کو فارسی میں ایک خط تحریر فرمایا تھا جس کے متعلقہ حصہ کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

محبت نامہ مشتمل بر اظہار فطر اشتیاق اراکین انجمن نعمانیہ صانہ اللہ عن المعن والفتن در بارہ حصول شرف جلسہ متبرکہ پہنچا۔ لیکن قطع نظر دیگر موانع کے جن میں سے ہر ایک کافی وزنی ہے جلسہ کی حاضری سے مندرجہ ذیل نصب العین زیادہ تر مانع ہوا ہے۔

غالباً ایسے اجتماعوں میں مختلف مسلک اور ذوق کے لوگ شریک ہوتے ہیں کہ جن کی موافقت اہل اللہ کی تصویب اور تعظیم پر بالخصوص قائلین وحدت الوجود کے متعلق، ممنوعاتِ عادیہ سے ہے۔ اور مخالفانہ کلمات کے استماع پر بوجہ اُس دیوانگی ہائے عشق کے جو دعا گو کو ان حضرات شاہبازان عالم قدس کی ذوات کے ساتھ ہے سکوت مشکل ہو جاتا ہے اور جرأت گفتگو بھی مناسب نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس موضوع پر بحث عالم عقل کی سرحدات عبور کر جاتی ہے۔

ہرگز در بیش و کم نے باید زد از حد بیروں تدم نے باید زد  
عالم ہمہ مراتب جمال ازلی ست سے باید دید و دم نے باید زد

چنانچہ چشم دید اجاب ہے کہ اس سال پیران کلیر شریف میں جب فضلاء عصر سے ایک صاحب نے حجتہ اللہالی الملقب شیخ اکبر کی ذات پر جناب مولانا فضل حق مرحوم کی تحویل اور تقلید میں اعتراض کیا۔ حتیٰ کہ رشتہ سخن کو معاذ اللہ تکفیر پر پہنچا دیا تو فقیر کی یہی دیوانگی چمک اُٹھی۔

حاصل اعتراض یہ تھا کہ صاحب خصوص نے چونکہ فضل حق میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے خواب کی تغلیط کی ہے اور اُسے قبیل دہم سے شمار کیا ہے تو پھر خصوص خود کیونکر قابل اعتبار ہو سکتی ہے کہ وہ بھی حسب بیان شیخ عالم رویا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شیخ کو ملی ہے۔

ایسے حضرات کے کلام پر اس قسم کے شکوک اور اعتراضات کی وجہ جہالت اور بے خبری کے سوائے اور کچھ نہیں ہوتی۔ میں نے اس اعتراض کے جواب میں عرض کیا کہ اس فضل میں شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقصود خوابوں کی ترتیب اور تقسیم ہے یعنی بعض خواب تعبیر طلب ہوتے ہیں مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب میں شیر نوش فرمانا اور پسماندہ شیر کا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمانا۔ اس میں شیر کی تعبیر حضور نے علم سے کی۔ اور بعض خواب تعبیر طلب نہیں ہوتے۔ بلکہ خواب میں جو کچھ نظر آتا ہے بعینہ وہی چیز سیداری میں واقع ہوتی ہے مثلاً کوئی دو شنبہ کی رات کو خواب میں دیکھے کہ فاضل گولڑہ میں آیا ہے اور اُس روز فاضل

یعنی صد امتدال سے قدم نہیں بڑھانا چاہیے۔ عالم کائنات جمال الہی کا آئینہ ہے جس دیکھتے رہو اور دم نہ مارو۔







اور ان مستفیدانِ قدس کی ان کیفیات سے انکار کرتے ہیں وہ اپنے جہل سے مجبور ہیں۔ البتہ ہر مدعی، صاحبِ ہوا و ہوس اس چیز کا سزاوار نہیں کہ ان صاحبانِ دولت کی ہمسری میں لاف زنی کرے۔ اور خطانیِ التبعیر کو اپنے غلط مکاشفات اور پیشین گوئیوں کے لیے سپر بنائے۔ کیونکہ تعبیر میں بھی بقا علی الخطا صاحبِ وحی اور اُس کے متبعین سے براصل دور اور بعید ہے۔ چنانچہ بعض متنبیانِ زمانہ حال حضور نبی کریم کے مکاشفِ نزولِ مسیح ابن مریم کو خطانیِ التبعیر کی قبیل سے گمان کرتے ہیں۔ اس سے لازم آتا ہے کہ معصوم اپنی موت تک بھی خطائے آگاہ نہ ہوا اور خطا پر قیامِ مصومتیت کے منافی ہے۔۔۔۔۔ الغرض حضرت شیخ نے خوابِ ابراہیمی کو غلط اور وہم نہیں فرمایا بلکہ تعبیری کی بجائے عینی سمجھ لینے میں اجتہاد کی ہنگامی غلطی کا ذکر کیا ہے۔ (جس غلطی پر وہ آگاہ کر دیئے گئے اور جو غلطی برکات کا ایک جہان اپنے جلو میں لائی)۔۔۔۔۔

داعی مہر علی شاہ از گولڑہ بقلم خود

## مولوی حسین علی صاحب (وال بھچراں) کے ساتھ مناظرہ

مولوی حسین علی صاحب وال بھچراں کے مناظرہ کی کیفیت حضرت شیخ الجامعہ صاحب بہاولپوری کی مندرجہ ذیل تحریر سے بہتر نہیں مل سکتی۔ وہ خود اس موقع پر حاضر تھے۔ بلکہ اس مناظرہ کے لیے ایک فریقِ شمار کیے گئے تھے، لکھتے ہیں :-

میانوالی میں ایک موضع ہے وال بھچراں، وہاں ایک مولوی صاحب گذرے ہیں جن کا نام حسین علی صاحب تھا۔ وہ مولانا سلطان احمد صاحب تلمیذی کے شاگرد تھے۔ بعد میں مولوی احمد حسن صاحب کا پٹواری کے یہاں جا کر تحصیل تمام کی اور حدیث کا دورہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے یہاں کیا۔ اور پھر وطنِ واپس آکر درسِ تدریس شروع کی حضرت عُمدةِ الواصلین خلیفہ محمد عثمان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تباہ نشین موسیٰ زئی شریف کے خلیفہ مجاز تھے مگر اعتقادات غیر مقلدانہ رکھتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم اور ہذا کے سخت منکر تھے اور اس کو کفر و شرک قرار دیتے تھے ایسے ہی یا شیخ عبدالقادر جیلانی شینا اللہ کی ہذا کو کفر و شرک کہتے تھے۔ اور سلسلہِ حشمتیہ کے سخت مخالف تھے۔

ہمارے حضرت کی عادت مبارک تھی کہ سال میں دو دفعہ سفر کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ اپنے شیخ الطریقیت خواجہ شمس العارفین سیالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس مبارک کی حاضری کے لیے اور دوسری دفعہ حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس شریف کے لیے ایک مرتبہ آپ پاک پتن شریف جانے کے لیے تیار تھے۔ کہ ملک مظفر خان فرزند ملک محمد امیر خان ساکن وال بھچراں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ اس دفعہ وال بھچراں میں ہماری دعوت قبول فرمائی جائے۔ آپ نے بوجہ اس کے کہ ملک محمد امیر حضرت کا پیر بھائی تھا دعوت قبول فرمائی اور جب آپ پاک پتن شریف پہنچے تو مولوی حسین علی صاحب نے حضرت کی خدمت میں ایک جھڑی لٹا دی اور کہا کہ اگر آپ وال بھچراں میں ملک صاحب کی دعوت پر تشریف لائے تو آپ کو میرے ساتھ مناظرہ کرنا ہوگا۔ اور مناظرہ علمِ غیب کے مسئلہ میں ہوگا۔ اور ندائے یار رسول اللہ، یا شیخ عبدالقادر جیلانی پر اور سماعِ موتی پر ہوگا۔ حضرت نے وہ خط محفوظ رکھنے کا حکم فرمایا۔



جب حضرت مظفر گڑھ کے اسٹیشن پر تشریف لائے تو آپ نے مجھے فرمایا کہ غلام محمد، واں پتھر ایں کوئی مولوی صاحب ہیں۔ وہ مجھ سے مناظرہ کرنا چاہتے ہیں۔ تم میرے ساتھ چلو۔ تم بھی مولوی ہو وہ بھی مولوی ہیں۔ مناظرہ کر کے ہمیں بھی واقف کر دینا تاکہ ہم اس پر عمل کریں۔ یہاں آپ نے ایسے لفظ انکار کے فرمائے کہ جن کے لکھنے سے شرم آتی ہے۔

حضرت وہاں سے شاہ عالم تشریف لے گئے۔ شاہ عالم کے قریب حضرت کا ایک مخلص مولوی نور محمد دورا رہا، سکونت پذیر تھا۔ حضرت کو اس کے حال پر بہت توجہ تھی۔ اس کی خاطر شاہ عالم اسٹیشن پر چوبیس گھنٹے قیام فرمایا کرتے تھے۔ شاہ عالم سے روانہ ہو کر آپ میا نوالی کے بعض مخلصین کے عرض کرنے پر میا نوالی تشریف لے گئے۔

مولوی حسین علی صاحب ہیں۔ آدھکے اور یہیں مناظرہ کے طالب ہوئے حضرت نے اس کے حوالوں سے فرمایا کہ میں اپنے اشغال میں مصروف ہوں اور واں پتھر ایں تک دو گھنٹے بچا سکوں گا۔ اگر آپ کو مناظرہ کرنا ہے تو حسبِ تحریر اور حسبِ وعدہ واں پتھر ایں میں اس کا انتظار کریں اور یہاں میرے وقت کو ضائع نہ کریں۔ ایک بجے کے قریب گاڑی میا نوالی سے واں پتھر ایں کو روانہ ہوئی حضرت وہاں تشریف فرما ہوئے۔ ملک مظفر خاں کے بنگلہ میں نزول اجلال فرمایا۔ ابھی تھوڑی سی دیر گزری تھی کہ مولوی حسین علی کے مریدوں نے حضرت کے رفقاء سفر کے ڈیروں پر چکر لگانا شروع کر دیا اور سماع موتی کے انکار اور عذابِ قبر کے متعلق تقریریں شروع کر دیں۔ حضرت کے رفقاء نے بھانپ لیا کہ مقصود ان کا فساد کرنا ہے۔ انہوں نے نہایت حوصلہ اور علم سے کام لیا تاکہ جب رات کے بارہ بجے کا وقت ہو تو معلوم ہو کہ مولوی حسین علی صاحب منادی کر رہے ہیں کہ صبح تمام قصبہ کے لوگ میرے مناظرہ میں شریک ہوں جو میں (حضرت) پر صاحب سے کرنے والا ہوں۔ اور اپنے دنیوی کاموں کو اگلے دن پر چھوڑ رکھیں۔ حضرت کا ارادہ پہلے بذاتِ خود مناظرہ کرنے کا نہ تھا بلکہ آپ نے مجھے صراحت فرمایا تھا کہ مناظرہ تم کرنا مگر اب آپ کا ارادہ بدل گیا اور فرمایا کہ بہت مشکلتر ہے۔ اس کا تکبر دور کرنا ضروری ہے۔ صبح ۹ بجے مولوی حسین علی صاحب کے ایک مشہور شاگرد جواب تک زندہ ہیں میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھے مولوی حسین علی صاحب نے شرائطِ مناظرہ طے کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ میں نے کہا بسم اللہ۔ اس نے کہا کہ مناظرہ تہاری طرف سے کون ہوگا؟ میں نے کہا کہ احقر غلام محمد گھوٹوی۔ پہلے تو اس نے انکار کیا اور کہا کہ مناظرہ (حضرت) پر صاحب ہوں گے لیکن تھوڑی سی گفتگو کے بعد وہ مان گیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ اس کا منشا شروع سے ہی یہی ہے دوسری شرط یہ تھی کہ مسئلہ علمِ غیب پر دلائلِ محض فقہ حنفی کی کتابیں ہوں گی قرآن شریف اور حدیث شریف کو دلیل کے طور پر پیش کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ میں نے انکار کیا اور کہا کہ کیا قرآن شریف اور حدیث شریف اب منسوخ ہو گئے ہیں؟ نیز فقہائے حنفیہ، فقہ کی کتابوں میں قرآن شریف کی آیات اور حدیث شریف سے استناد کرتے ہیں تو فقہ حنفی اور قرآن و حدیث کا انکار ہی مقصود نہیں۔



ہم یہ باتیں کر رہے تھے اور تقریباً دس ساڑھے دس کا وقت تھا کہ حضرت کی طرف سے پیغام آیا کہ مجھ سے کسی صاحب نے اگر کوئی مسئلہ پوچھنا ہو یا کوئی اور بات کرنی ہو تو ملک مظفر خان کے بنگلہ پر چلے آئیں۔ یہ سن کر تمام مجمع بنگلہ کی طرف دوڑ پڑا۔ وہاں حضرت ایک مصیبت پر تشریف فرما تھے۔ تمام حاضرین کے لیے قالینیں بھی بونی تھیں۔ حضرت کا روئے مبارک بنگلہ کے دروازہ کے محاذ جنوب کی طرف تھا۔ یہ احقر حضرت کے متصل بائیں جانب بیٹھا تھا۔ مولوی حسین علی صاحب کا انتظار تھا مولوی صاحب کا آدمی آیا کہ بنگلہ ملک صاحبان کا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں وہاں جاؤں تو میری ہتکنت کی جائے گی۔ حضرت نے ملک محمد امیر صاحب کو فرمایا کہ تم خود جاؤ اور میری ذاتی ضمانت پیش کرو کہ اگر آپ کا بال بھی بیکا ہوا تو میں ذمہ دار ہوں گا۔ ملک محمد امیر خان بصد اعزاز مولوی صاحب کو لے آئے مولوی صاحب اور مولوی فضل کریم صاحب حضرت سے جنوب مغرب کے گوشہ میں آکر بیٹھ گئے۔ حضرت نے مولوی صاحب کا اکرام فرمایا اور پھر مجھے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ تمہاری ان مولوی صاحب کے ساتھ کس بارہ میں نزاع ہے؟ میں نے عرض کیا کہ یہ مولوی صاحب سماع موتی کے منکر ہیں اور میں قائل ہوں مولوی حسین علی صاحب نے مجھے فرمایا کہ تم کو کیسے معام ہوا کہ میں سماع موتی کا منکر ہوں؟ میں نے عرض کیا کہ آپ تین چار دن سے لگی گئے ہوئے تھے، وہاں سے ایک سالہ انکار سماع موتی لکھ کر آپ نے فلاں طالب العلم کو دیا تاکہ مولوی فضل کریم صاحب کے پاس پہنچ جائے۔ وہ طالب العلم کل رات مولوی اکبر علی صاحب کے یہاں مہمان تھا۔ میں نے اُس سے وہ رسالہ لے کر نقل کر لیا ہے اور نقل میرے پاس موجود ہے مولوی صاحب خاموش ہو گئے۔

حضرت نے مجھے ارشاد فرمایا کہ تم مولوی حسین علی صاحب کے پاس بیٹھ جاؤ۔ میں حسب الارشاد اُن کے پاس جا بیٹھا۔ مولوی حسین علی صاحب کے دائیں جانب مولوی فضل کریم صاحب اور بائیں جانب میں تھا۔ حضرت نے مولوی صاحب کی طرف مُنہ مبارک پھیر کر فرمایا: مولوی صاحب آیت مبارکہ فِشْلُ لَا يَعْلَمُ مَعْنٰ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبِ اِلَّا اللّٰهُ پُر آپ کا ایمان ہے؟ مولوی صاحب نے فرمایا جی ہاں! آپ نے فرمایا۔ ایمان نام ہے تصدیق بما جاء به النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ اور تصدیق کی چھ قسمیں ہیں۔ ان میں سے ایک مقبول ہے اور پانچ مردود۔ وہ کیا کیا ہیں؟ اس کے بعد حضرت نے اسی موضوع پر مختصر تقریر فرمائی۔

جواب دینے کی بجائے مولوی صاحب سر نیچا کیے خاموش بیٹھے رہے۔ تقریباً پانچ منٹ گزر گئے اس پر میں نے اور مولوی فضل کریم نے کہا کہ آپ خاموش ہیں اور میدان مناظرہ گرم ہے۔ کچھ مُنہ سے بولیں۔ چپ کا وقت نہیں۔ مولوی صاحب نے سر اٹھایا۔ حضرت نے پھر تقریر شروع فرمائی۔ مولوی صاحب پھر مراقبہ میں چلے گئے۔ حضرت نے تقریر ذرا سب سے فرمائی مگر مولوی صاحب کو جیسے سانپ سونگھ گیا ہو۔ آخر ہم دونوں نے پھر انہیں متوجہ کرنے کی کوشش کی تو مولوی صاحب نے حضرت کی خدمت میں



عرض کیا کہ میں معمولی ملا ہوں۔ موٹے موٹے مسائل جانتا ہوں۔ ان باریکیوں کو میں نہیں جانتا اور یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے میں نے اور حافظ فضل کریم نے بٹھانا چاہا۔ مگر مولوی صاحب نہڑ کے اور تیزی سے باہر نکل گئے۔

حضرت کے مریدین میں سے ایک مشہور اور محقق عالم مولانا غلام محمود صاحب رپلاں ضلع میانوالی نے مسائل علم غیب اور ندائے یار رسول اللہ وغیرہ پر ایک رسالہ نجم الرحمن تحریر فرمایا تھا جس میں مولوی حسین علی صاحب کے مسلک کی نہایت مدلل تردید کی تھی اس رسالہ کی ابتدا میں انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے متعلق تین مذاہب کا ذکر کیا ہے جن میں سے حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کا مسلک یہ بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح افضل المخلوق ہیں اسی طرح علم المخلوق بھی ہیں یعنی ساری مخلوقات سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں۔ حضرت علم غیب ذاتی و محیط کی نفی کے ساتھ قائلین علم ماکان و مایکون کی تکفیر اور تشنیع کے سخت خلاف تھے اور مولوی حسین علی صاحب سے مناظرہ کا مقصد بھی اسی تشدد کی تردید تھی۔ چونکہ اس واقعہ کو مولوی صاحب کی پارٹی نے بعض رسائل اور کتابوں میں توڑ موڑ کر بیان کیا ہے اس لیے یہاں قدرے تفصیل کی ضرورت محسوس کی گئی۔ ویسے بھی یہ واقعہ مشہور عام ہے اور اب بھی بہت سے افراد ایسے موجود ہیں جنہوں نے پچھیم خود اس کا مشاہدہ کیا مسائل مذکورہ پر حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کا مسلک آئندہ ابواب میں تفصیلاً پیش کیا جائے گا۔

## تأویل قرآن پر اعتراض کا جواب

وزیر آباد کے ایک غیب مقلد مولوی صاحب جو نابینا تھے اور علم کا بڑا دعویٰ رکھتے تھے زیارت مولانا نظام الدین صاحب راولپنڈی پر بغرض ملاقات حضرت کی مجلس میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے پیر صاحب! میرے چند سوال ہیں مگر شرط یہ ہے کہ جواب

۱۔ حضرت کی تقریر کا حاصل یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم ماکان و مایکون کے قائلین آپ کے نزدیک اگر مسلمان ہیں تو نزاع ہی نہیں اور اگر کافر ہیں تو کفر ایمان کی ضد ہے اور ایمان تصدیق ہے اور تصدیق چھ قسم کی ہے جن میں سے ایمان شرعی میں فقط ایک قسم مقبول ہے اور باقی مردود ہیں۔ ان اقسام کی تفصیل بیان کرتے ہوئے بتائیں کہ قائلین علم ماکان و مایکون میں کونسی قسم نہیں پائی جاتی۔ اور آپ میں وہ قسم موجود ہے جس کی بناء پر آپ انہیں کافر کہتے ہیں؛ حضرت نے آیت مندرجہ بالا قُلْ لَا يَعْنِيهِمْ دِينُهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ دِينُهُمْ اور اس کے معارض آیات عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يَظْهَرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدٌ إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ وَغَيْرِهَا بھی تلاوت فرمائیں۔

جامعہ غوثیہ کے سابق صدر مدرس مولانا محبت النبی صاحب کا بیان ہے کہ تصدیق کے اقسام سترہ بعد میں بعض متوسلین کی درخواست پر آپ نے حسب ذیل بیان فرمائے تھے جن کا مآخذ حضرت شیخ اکبرؒ کی تصنیفات فتوحات مکیہ وغیرہ ہیں:-

(۱) تصدیق بذاتہ یعنی کسی صفت یا دلیل کے بغیر مان لینا (۲) تصدیق بنعت ذاتہ؛ مثلاً دَلِيلٌ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ میں نعت خلق کی وجہ سے تصدیق ہوئی (۳) تصدیق بحالہ؛ مثلاً ایک تکلیف پیش آئی جو خدا کے نام لینے سے مل گئی۔ یہ ایک حال پیدا ہو گیا جس میں دل خود بخود اپنے اس حال کی وجہ سے تصدیق کرنے لگا۔ (۴) تصدیق برتبہ؛ عالم کی پرورش اور ربوبیت عامہ کو دیکھ کر تصدیق (۵) تصدیق بنعت ربہ؛ اُس کی ربوبیت خاصہ کو دیکھ کر تصدیق، ذاتی احسان کا خیال یا احسان کے زیر تجربہ آنے پر تصدیق (۶) تصدیق بامر ربہ؛ اللہ کے حکم کی وجہ سے تصدیق۔ یہی تصدیق مقبول ہے۔ پہلی پانچوں جبری ہیں فقط چھٹی اختیاری ہے اور ایمان اختیاری ہی مقبول ہے۔ (فیض)



دیتے وقت قرآن کے معانی میں تاویل سے کام نہ لیں۔ کیونکہ میں سُنتا ہوں کہ آپ آیات کی تاویل کر دیا کرتے ہیں۔  
 حضرتؐ نے فرمایا: ”مجھے منظور ہے بشرطیکہ آپ بھی اپنی اس شرط پر قائم رہیں۔“ اور فرمایا: ”پہلے ذرا اس آیت کے معنی  
 بیان کر دیں۔“

مَنْ كَانَ فِي هَذِهِ اَعْمٰی فُهَوِّیْ الْاٰخِرَةَ اَعْمٰی  
 (ترجمہ) جو اس دُنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا  
 وَ اَصْلُ سَبِيْلًا ۝ (بنی اسرائیل ۷۲)  
 ہوگا اور سخت گمراہ۔  
 حافظ صاحب چُپ چاپ اُٹھ گئے اور اُس روز سے اس نواح میں اُن کا نام ہی حافظ اعمیٰ پڑ گیا۔

باب نہم

ارشادات (ملفوظات و مکتوبات)



## ”مفوطاتِ مہریہ“ و ”مہرِ چشتیہ“

حضرت کے مفوطات اور مکتوبات عرصہ ہوا دوا لگ کتابوں کی صورت میں طبع ہو چکے ہیں۔ کتاب مفوطات طبیات پہلے فارسی میں شائع ہوئی تھی جس میں مولانا گل فقیر احمد صاحب پشاور می اور مولانا عبدالحق صاحب سسرالوی کے جمع کردہ مفوطات درج تھے۔ اب یہ کتاب اردو زبان میں ترجمہ ہو کر مفوطاتِ مہریہ کے نام سے شائع کی گئی ہے۔ اسی طرح مکتوبات شریف بھی بہت سے جدید اضافوں کے ساتھ ”مہرِ چشتیہ“ کے نام سے شائع ہوئی ہے۔

سیرت کے اس اہم باب کی تکمیل کے لیے ان دونوں کتابوں سے چیدہ چیدہ اقتباسات تین فصلوں میں پیش کیے جاتے ہیں۔ فصل اول مکتوباتِ عالیہ۔ فصل دوم ”مفوطاتِ طبیات“ اور فصل سوم ”کلامِ منظوم“ پر مشتمل ہے۔ ان کتابوں میں جو مضامین زیر بحث آئے ہیں وہ چونکہ علمی اور مذہبی نوعیت کے ہیں اس لیے عربی اور فارسی زبانوں کا زیادہ استعمال ہوا ہے۔ گوشمیش کی گئی ہے کہ حاشیہ میں ترجمہ اور مطلب درج کر کے مضامین کو عام فہم اور سہل بنایا جاسکے۔ تاہم نفسِ مضمون کو مد نظر رکھتے ہوئے اصل متن بھی شائع کر دیا گیا ہے تاکہ علماء اور فارسی و عربی دان حضرات نہ صرف محظوظ ہو سکیں بلکہ حضرت کے تبحرِ علمی کا بھی قدرے اندازہ لگا سکیں۔

## پہلی فصل

## مکتوبات عالیہ

## ایک مخلص کی بیماری پر دُعا نامہ

عزیزی غلام دستگیر حفظك الله وشفاك

بعد سلام و دُعا آنکہ۔ حاملہ دُعا نامہ سے مضطربانہ حالتِ آلِ عزیز سن کر اضطراب ہوا۔ یا غیاثنا عند کُلِّ کُربۃ  
یا معاذنا عند کُلِّ شدۃ یا مجیبنا عند کُلِّ دَعْوۃ۔ یا مؤنسنا عند کُلِّ وحشۃ۔ ویا رجاؤنا  
حین تنقطع حیلتنا۔ صلِّ و سلِّمْ و بارکْ دایماً علی سَیدنا مُحَمَّدٍ اَلْمُصْطَفٰی و اٰلِہٖ و  
صَحْبِہٖ وَاَلسَّلَامُ لِلّٰہِ اَوَّلًا وَاٰخِرًا۔ سب کو ما واجب۔

العبد الملتجئ والمشکئ الی اللہ المدعو ابہر علی شاہ قلم خود از گولڑہ

## ایک طالبِ طائف کو تلقین

مہربان من جناب فخر الدین سلامت باشد، وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

مہربان من! سورۃ اخلاص نہ صرف دفعِ ہم و غم کے لیے ہے بلکہ جو کچھ آپ نے لکھا ہے سب کی دوا ہے  
دفعِ ہم و غم، مغفرتِ گناہاں، رضائے الہی، عشقِ الہی، اخلاص، توکل وغیرہ وغیرہ، جن کو مفصل لکھنا محال ہے۔ یہ وہ  
نعمتِ عظمیٰ ہے جس سے امراض کر کے کشف و استخارہ کی طرف متوجہ ہونا، عاشق کے لیے موت کا سامنا ہے۔

معذور دارمست کہ تو اور اندیدہ

شردفہ استخارہ کی بھی اجازت ہے سورۃ اخلاص اگر ہزار دفعہ نوافلِ رات میں ہو تو اپنی قسمت ورنہ سو ہی سہی۔ اس کا  
نتیجہ وہ مقام ہے جس کے پہنچنے کے لیے قُلْ بَلِّغْ مِلَّةَ اِبْرٰہِیْمَ حَنِیْفًا فرمایا گیا ہے۔ اس کا ثر وہ سیری و غما ہے  
جس سے مَا زَاغَ الْبَصَرُ و مَا طَغٰی پتہ دے رہا ہے۔ کہاں وہ استخارہ و اسکشاف اور کہاں یہ دولتِ شہود ہے

۱۔ اے ہر ختی میں ہمارے فریاد رس، اور ہر شدت میں ہماری جائے پناہ اور ہر پکار پر دعا قبول فرمانے والے اور ہر وحشت میں ہمارے مونس اور جب سب  
تذابیر ختم ہو جائیں تو ہماری آخری اُمید تو محمد مصطفیٰؐ اور آپ کے آل و اولاد اور اصحاب پر درود و سلام نازل فرما۔ اللہ کے لیے ہی حمد ہے اول و آخر۔  
۲۔ فرما دیجئے میں ملتِ ابراہیم کا مشع ہوں جو بسوئے حق متوجہ تھے۔

۳۔ نہ تو آنکھ ٹیر رہی ہوئی اور نہ تجاؤز کیا یعنی ذات کی محبت اور مشاہدہ میں صفات و افعال اور آثار و ظلال مطمح نظر نہ رہے۔



نہ شتم نہ شب پرتم کہ حدیثِ خواب گویم چوں غلامِ آقا ہم ہمہ ز آفتاب گویم  
حق، حق، حق، کجارتیتم وچہ سے نویسم۔ برادرِ خیرِ کلام مآقلِ دَکَلْ، مطلبِ خود را ازیں چند سطورِ ذریاب ورنہ تو  
معذوری کہ مجھری وماراست گوئیم کہ بردیدہ خود پوئیم، از خود نہ گوئیم کہ ہمہ اوئیم، من بعد معذور دارند کہ بدیں مأمورم۔ والسلام  
الراقم نیازمند اہل اللہ المدعو بہر شاہِ عفی عنہ

## طریقہ وقوفِ زمانی و عددی

- ایک صاحب نے دریافت کیا کہ  
۱۔ وظیفہ وقوفِ زمانی اور وقوفِ عددی کس طرح کیا جاتا ہے اور اُس میں کون سا اسم پڑھا جاتا ہے؟  
۲۔ عورت اپنے گھر میں نفی اثبات کا جہر کر سکتی ہے یا نہیں؟  
۳۔ بعد انتقال رہنما کے دوسرے پیرِ طریقت سے بیعت کی جا سکتی ہے یا نہیں؟  
حضرت جواب میں تحریر فرماتے ہیں :-

حفظکم اللہ تعالیٰ

بعد سلام آنکہ

- ۱۔ قلبِ مجازی (مضغہ صنوبری) پر توجہ رکھ کر اللہ اللہ کہا کریں اور زبان کو بند رکھیں۔  
۲۔ عورات ذکرِ جہر کر سکتی ہیں۔  
۳۔ بعد انتقال شیخ طریقت دوسرے شیخ سے بیعت کرنی جائز لکھتے ہیں۔ فقط  
دعا گو دُعایو مہر علی شاہ تعلیم خود

## ایک عارفانہ رباعی کی تشریح اور تفسیر

ریاست بہاول پور کے کمشنر مال اور ملک کے مشہور ادیب علامہ عبد المالک صاحب نے مندرجہ ذیل رباعی کی تشریح دریافت کی۔

خود را بہ نظر ارہ نگارم صفت زد یک خالِ سیاہ بر آں رخِ مطوف زد  
رضواں ز تعجب کفِ خود بر کف زد ابدالِ زربیم۔ چنگ در مصحف زد

حضرت جواب میں فرماتے ہیں :-

مخلصی فی اللہ معظمی للہ جناب مولوی عبد المالک صاحب دام غنائکم وحفظکم اللہ تعالیٰ  
وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ غنایت نامہ کا شیف مافیہا ہو کر باعثِ بر تعمیل ارشاد یعنی تحریرِ معنی و مراد ہر دو شعر  
مندرجہ کے ہوا۔ میری ناقابل کے علاوہ عدم رسائی بھی بمذاق شاعر کہ عارف تھا یا غیر عارف مانع از جراتِ بر تحریر مراد  
تھی مگر تعمیل بھی واجب جان کر عارض ہوں۔  
ہر دو شعر مندرجہ غنایت نامہ و مستفسرہ۔ قال ۷

خود را به نظاره نگارم صفت زد

اَقُولُ يَعْنِي بِرَأْيِ نَظَارَةِ دِينَ خُودِ نَكَارِ وَ مَحْبُوبِ مِنْ آمَادِهِ وَ جَلْوِهِ كَرَشِدِهِ كُوسِحَانِهِ وَ تَعَالَى قَبْلَ إِيجَادِ مَوْجُودَاتِ حُسْنِ  
كَمَالِ ذَاتِي خُودِ رَاوِرِ خُودِ دَرِ بَطُونِ كُنْتُ كَثَرًا خَفِيًّا . لَٰكِنْ مَقْبُضَاتِ حُسْنِ وَ جَمَالِ عَيْنِي كَمَا يَدُلُّ عَلَيْهِ (فَاَحْبَبْتُ  
أَنْ أُعْرِفَ) خَوَاسِطَ كَمَالِ وَ كَمَالِ خُودِ رَاوِرِ مَرَاوِدِ آئِينَ هَائِلِ كَثَرَتِ وَ حِجَابِ مَنَظَرِ تَمَا شَا كُنْدِ فَإِنْ رُؤْيَا الشَّيْءِ نَفْسَهُ  
فِي نَفْسِهِ لَيْسَتْ كَرُؤْيَا الشَّيْءِ نَفْسَهُ فِي الْمِرْثَةِ  
قَالَ شَاعِرُهُ

یک خال سیاه بر آں رُخ مُطَوّف زد

أَقُولُ رُخ مَطْوُوفٌ تَرْكِيبٌ تَوْصِيفِي مَطْوُوفٌ صَيْغَةُ اسْمٍ مَفْعُولٌ اِزْ بَابِ تَفْعِيلٍ لِعَيْنِي اِيسِ چَهِسِ چِهْرَه كِه گِرْدَانِيْدَه شُدَه اِسْت  
بِه عَالَمِ طَائِفٍ وَطَوَافٍ كُنْدَه بِه گِرْدِ اَوْ خَالِ سِيَاَه رَا دَو لِحَاطِ اِسْت دِر بَادِي نَظَرِ دَاغِ وَ عِيْبِ كُفْتَنَش بِي جَانِه بَاشَد وَ دَر  
نَظَرِ ثَانِي مُوجِبِ زِينَتِ وَظُورِ جَمَالِ وَ كَمَالِ فَمِيْدَه شَوَد خَالِ سِيَاَه اِيسِ جَا كَنَا يَه اِسْت اِز دَاغِ كَثْرَتِ بِر چِهْرَه وَ حِدَّتِ دَاغِ وَ  
عِيْبِ شَمْرُ دِنِ عَرُوضِ كَثْرَتِ بِر وَ حِدَّتِ بِر نِسْبَتِ مُجُوبِ اِسْت نَه بِر لِحَاطِ عَارِفِ چِه عَارِفِ كَامِلِ مُحَمَّدِي الْمَشْرَبِ رَا دَو شَهُودِ  
مِي بَاشَد يَكِي شَهُودِ وَ حِدَّتِ دَر كَثْرَتِ دَو مُم شَهُودِ كَثْرَتِ دَر وَ حِدَّتِ وَ كُلُّ مِّنَ الشَّاهِدِيْنَ لَا يَنْفِي الْاٰخِرَ  
بِخِلَافِ مُجُوبِ كِه اَز بَر دَو شَهُودِ مُحْرُومِ اِسْت وَ مُجْذُوبِ كِه بِسَبَبِ اسْتِهْلَاكِ دَر شَهُودِ اَوَّلِ نَاقِصِ مَانَدَه .

قَالَ ۛ رَضْوَانِ زِ تَعَجُّبِ كَفْتُ خُود بِرِ كَفْتُ زِدْ

أَقُولُ. رضوان یعنی محافظ و ناظر با رع کثرت کہ عبارت است از عارف کامل محمدی المشرّب از مائشائے حُسن و

۱۷ ترجمہ کلام فارسی و عربی) — یعنی میرا نگار اور محبوب اپنے جمال ذاتی کا نظارہ کرنے کے لیے آمادہ اور جلوہ گر ہوا۔ اگرچہ حق سبحانہ و تعالیٰ موجودات کے پیدا کرنے سے پہلے بھی اپنے ذاتی حسن اور کمال کو اپنے اندر کُنْتُ كُنْتُ اَعْخِفَا کے بطن میں دیکھ رہا تھا لیکن یہ دلیل فَاجْبَبْتُ اَنْ اَعْرِفَ حَسْنَ وَجْهِهِ عینی نے تقاضا کیا کہ کثرت اور حجاب اور مظاہر کے آئینوں میں اپنے جمال اور کمال کا تماشا اور نظارہ کرے (حدیث قدسی كُنْتُ كُنْتُ اَعْخِفَا فَاجْبَبْتُ اَنْ اَعْرِفَ حَسْنَ وَجْهِهِ عینی نے پسند کیا کہ پہچانا جاؤں) کہ کسی کا اپنے تئیں دیکھنا اور چیز ہے اور اپنے آپ کو آئینے میں دیکھنا اور۔

۱۔ رخ مطوف بجانِ ترکیب تو صیغی اہم مفعول باب تفعیل سے ہے یعنی ایسا پہر کہ تمام عالم کو اُس کا طواف کرنے والا بنایا گیا ہے خیال سیاہین دم  
ہیں بادیِ نظر میں خالِ سیاہ کو داغ کہنا ہے جانہ ہو گا اور خالِ سیاہ ایک لحاظ سے زیب و زینت اور اظہارِ جمال و کمال کا باعث بھی سمجھا جاتا ہے یہاں  
خالِ سیاہ کنایہ ہے چہرہ وحدت پر داغ کثرت سے اور عروض کثرت کو وحدت پر عیب اور داغ سمجھنا عارف کی نسبت سے نہیں بلکہ محبوب کی نسبت سے  
ہے کیونکہ عارفِ کامل محمدی المشرّب کو دوشہود حاصل ہوتے ہیں شہودِ وحدت در کثرت اور شہودِ کثرت در وحدت اور یہ دونوں ایک دوسرے کے منافی  
نہیں بخلاف محبوب کے جو ہر دوشہود سے محروم ہے یا مجذوب کے جو شہودِ اول میں استغراق کے باعث ناقص رہ گیا ہے۔

مبلغ کثرت کا محافظ و ناظر رضوان یعنی عارف کامل محمدی المشرب حق تعالیٰ کے حسن و جمال لم یزلی کے تماشا سے حظ وافر اور نصیب کامل حاصل کر کے جو حیرت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: الہی اپنی ذات کے عرفان اور مشاہدہ میں میری حیرت کو زیادہ کر۔ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اور اک کمال اس کا عاجز رہ جاتا ہے۔ ایک عارف نے کہا ہے: عشق بازی فقط گریہ و زاری کا نام نہیں بلکہ محسن معشوق کو عیان دیکھنا



جمال لم یزلی خط وافر و نصیب کامل برداشت کہ حیرت مے باشد۔ قال علیہ السلام۔ رَبِّ زِدْنِي فَيْتَكَ تَحِيْرًا۔  
 قال الصديق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کَمَالُ الْاِذْرَاكِ الْعُجْزُ عَنِ الْاِذْرَاكِ۔ عارف نے گفتہ ہے  
 عشق بازی نہ ہمیں زاری و گریاں شدن است  
 حُسن معشوق عیاں دیدن و حیراں شدن است  
 و وجہ محافظہ بودن عارف کامل در باغ کثرت را از حدیث لَا تَقُومُ السَّاعَةُ اِلَى اٰخِرِهِ و از نقص آدمی  
 فصوص احکم باید جست۔

قال ۛ ابدال زہیم چنگ در مصحف زد

أَقُولُ ۛ مراد از ابدال رہروان طریقت کہ از لغزش پائے وریں راہ بسلامت ماندہ اند نہ بوجہ استغراق و  
 استہلاک در مشاہدہ وحدت مثل مجاذیب یا بوجہ نارسائی بمغز سخن و راہ وحدت وجود، رشتہ سخن را بہ سرحد الحاد و زندہ  
 رسانیدہ و مثل متصورہ از نقص و لغزش محفوظ باعث چنگ زدن بمصحف و اتباع شرعی شدہ اند۔ نہ مشاہدہ تجلی تنزیہی  
 (لیس کمثلہ شیء) در حق او شاں مانع از شہود تجلی تشبہی (ہو الظاہر) گشتہ و نہ بالعکس۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ  
 تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ الْوَ ۛ ذَا لِكَ فَضَلُّ اللّٰهُ يُوْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ۔

والحمد لله اولاً و آخراً و الصلوٰۃ والسلام علی رسولہ سیدنا محمد و علی آلہ و  
 صحبہ ظاہراً و باطناً۔  
 ایں است اجمال آنچہ مامور شدیم باظہار آں۔ و العلم عند اللہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

اور حیران رہ جانا ہے۔ اور باغ کثرت میں عارف کامل کے محافظ ہونے کا ثبوت حدیث پاک لَا تَقُومُ السَّاعَةُ الْاٰخِرَةُ اور کتاب فصوص الحکم  
 کی فص آدمی میں ملاحظہ کرنا چاہیے۔

ۛ ابدال سے مراد وہ رہروان طریقت ہیں جو اس راہ میں لغزش پائے محفوظ رہ گئے ہیں۔ نہ تو مجاذیب کی طرح مشاہدہ وحدت میں  
 غرق ہو گئے ہیں اور نہ اُن لوگوں کی مثل ہیں جو مغز سخن اور وحدت وجود کے راز کو نہ پہنچ کر رشتہ سخن کو الحاد کی سرحد پر پہنچا دیتے ہیں۔  
 بلکہ صوفیائے کرام کی طرح نقص اور لغزش سے اس لیے محفوظ رہے ہیں کہ مصحف قرآن کریم اور اتباع شرع شریف کو اپنے ہاتھوں  
 میں مضبوط تمام لیا ہے۔ اِن کے حق میں نہ تجلی تنزیہی کا مشاہدہ (جو لیس کمثلہ شیء کا مصداق ہے) تجلی تشبہی کے مشاہدہ کا مانع ہے اور  
 نہ مشاہدہ تجلی تشبہی (جو ہو الظاہر کا مصداق ہے) تجلی تنزیہی کے شہود سے روکتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے فرمان قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ  
 فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ کا نتیجہ ہے اور یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عنایت فرمائے۔

نوٹ۔ تنزیہ سے لیس کمثلہ شیء یعنی اللہ تعالیٰ کی مثل کوئی چیز نہیں اور تشبہ سے ہو الظاہر یعنی اللہ تعالیٰ ظاہر ہے  
 (بذریعہ مظاہر صفات) مراد لیتے ہیں۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ الْوَ ۛ یا رسول اللہ فرمادیجئے اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت  
 رکھتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔ (آیت)

# تحریک خلافت اور بیعت امامت کے متعلق مولانا عبد الباری صاحب فرنگی محلی کا خط اور

## اُس کا جواب

حضرت کا تعلق دارالعلوم فرنگی محل سے اپنے زمانہ طالب علمی سے تھا اور مولانا عبد الباری صاحب فرنگی محلی سے آپ کے دیرینہ مراسم تھے مولانا جمعیت العلماء ہند سے بھی منسلک تھے جو مسلمانان ہند کی ایک سیاسی جماعت تھی۔ اُن دنوں تحریک خلافت کا بڑا چرچا تھا مولانا نے حضرت کی خدمت میں اسی تحریک کے سلسلہ میں ایک خط تحریر کیا تھا جس میں اُس وقت کے حالات کے تحت بیعت امامت کے شرعی جواز یا عدم جواز کے متعلق استفسار تھا۔ مولانا کا خط من و عن درج کیا جاتا ہے تاکہ حضرت کا جواب سمجھنے میں آسانی ہو۔ اس خط کے مضمون سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا کے اپنے خیال میں ایسی بیعت خلافت سنت تھی مگر اُن کی جماعت کے لوگوں کی رائے مختلف تھی۔

دفتر جمعیت العلماء و کتوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

مورخہ ۲۶۔ شوال ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حامداً و مصلیاً و مسلماً

مکرمی دام مجدداً۔ السلام علیکم۔ چند امور استر شاذا التماس کیے جاتے ہیں۔ امید ہے کہ ان کے جواب سے سرفراز کیا جائے گا۔ مقصد صرف اصلاح ہے، نہ فساد، نہ کسی منصب کی طلب، نہ کسی شخصیت سے عناد ہے اس واسطے جواب صاف اطمینان بخش ہونا چاہیے۔

میں اس جگہ اُن خطرات و شبہات کا بھی ذکر نہیں کرتا ہوں جو حالت مجبوری کے پیش آنے والے ہیں۔ نہ اُن افعال کی حقیقت کھولنا چاہتا ہوں جو بعض اکابر سے اس قسم کے سرزد ہوئے نہ اُن تجربات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو اس تحریک میں غدر کے وقت حاصل ہوئے اور جن پر نظر کر کے یہ تحریک دبی رہی اور علماء نے اس کے اہراء پر جرات نہ کی میں صرف تین سوال کرتا ہوں جو اپنے نزدیک فیصلہ کن سمجھتا ہوں۔

سوال اول: مسلمانان ہند میں جس قدر مذہبی سیاسی انتشار ہے اُس کے رفع کرنے کے لیے کیا جمعیت علماء ہند کافی نہیں ہے اور اُس کی اصلاح پر اور استحکام سے کیا یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا ہے؟ یہ ظاہر ہے کہ عمائد و عبادات میں کسی مرکز کا قائم ہو جانا غیر متوقع ہے اور سیاست مذہبی میں بیعت کی کیا ضرورت ہے؟

سوال دوم: بیعت امامت جب بھی کسی غیر مقلد نے کی ہے۔ اگر کامیاب ہوئے تو فتنہ برپا ہوا۔ اگر ناکامیاب ہوئے تو ایک جدید فرقہ مسلمانوں میں پیدا ہوا جس کے نمونہ ہندوستان میں بھی ہیں۔ اس لحاظ سے بلا ضرورت اقدام بیعت پر کیا بے موقع نہیں ہے؟

سوال سوم:۔ مجھے جہاں تک علم ہے استدلال کے کفار کی صورت میں اس قسم کی بیعت خلافت سنت ہے بلکہ

اہلیت کے لیے اُنہ شخص جو شرعی طریقوں کے بغیر بیعت امامت ہو گئے غلبہ



دارالحرب میں بھی ایسی بیعت لینا اہل دار سے ثابت نہیں ہے۔ اگر جناب کو ثبوت ملا ہو تو اس سے ضرور ایسا فرمائیے۔  
 میں بیعت ہجرت اور جہاد کے ثبوت پر بھی اکتفا کروں گا۔ اس واسطے کہ مقصد ان بیوع کا مشترک ہے۔ اگر اس قسم کی بیعت  
 ثابت ہو گئی تو بلا توقف میں قبول کروں گا۔ ورنہ خطرات اور شبہات کے ہوتے ہوئے اور تجربات اکابر پر جو رائے مبنی  
 ہے اُس کے خلاف کرنا میرے نزدیک دانشمندی نہیں ہے۔ باوجود اس کے جمہور کی اتباع سے گریز کرنے کا  
 قصد نہیں ہے۔ فقط

فقیر محمد قیام الدین عبدالباری، فرنگی محل، لکھنؤ

حضرت نے جو جواب تحریر فرمایا وہ مولانا عبدالباری صاحب کی علمی استعداد کو مد نظر رکھتے ہوئے لکھا۔ اُس کا مختصراً  
 مطلب یہ تھا کہ چونکہ ہندوستان میں اُس وقت انگریز کی حکومت تھی اس لیے خلافت یا امامت اسلامیہ کا وہاں تصور  
 نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اندریں حالات بیعت امامت یا بیعت خلافت بھی غیر متصور تھی۔ اور اگر مولانا اپنی جماعت کے اصرار  
 پر ایسا کر بھی لیں گے تو ثبوت شرعی نہ ہونے کی وجہ سے اُن کا اقدام غیر شرعی اور غیر دانشمندانہ ہوگا۔

حضرت کا جواب مسند درجہ ذیل ہے:-

## الجواب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبی بعده

اما بعد۔ جناب کے سوالات ثلاثہ مُرسلہ بذریعہ ڈاک موصول ہوئے۔ تعمیلاً للارشاد ما حضر پیش خدمت ہے۔ ورنہ بوجہ  
 بضاعت علیہ وکم فرصتی میں اس قابل نہیں کہ جوابات کے لیے مجھے مخاطب بنایا جائے۔ جناب نے فرمایا ہے کہ میں تین  
 سوال کرتا ہوں جو اپنے نزدیک فیصلہ کن سمجھتا ہوں۔

(یہاں مولانا صاحب کے تین سوالات درج کیے گئے ہیں)

الجواب وهو الموفق للصواب

میں جناب کے سوالات ثلاثہ کا صرف ایک ہی جواب فیصلہ کن سمجھتا ہوں۔ وہ ہوتا ہے:-

امامت یا خلافت چونکہ عبارت ہے ریاست و تسلط عام سے تصدیقی میں اقامت دین کے لیے جس کے تحت میں  
 کئی انواع مندرج ہیں۔ مثلاً احیاء علوم دینیہ و اقامت ارکان اسلام و قیام بالجہاد و ما یتعلق بہ۔ چنانچہ ترتیب جیوش و فرض  
 للمقاتلہ۔ یعنی فنی میں سے ان کو دینا اور قیام بالقضاء اور اقامت حدود و دفع مظالم و امر بالمعروف و نہی عن المنکر نیابتاً  
 عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ تو صورت استیلاء کفار یا دار حرب جب امامت ہی متصور نہیں تو بیعت امامت کے کیا معنی اور  
 طریق جہاد گانہ امامت کا کیا ذکر ریاست عامہ کے مفہوم میں تسلیم علماء مسلمین جو علوم دینیہ کی اشاعت فرماتے رہے اور قضاء قضاء  
 انتصار و تمیلات امر جیوش بعد خلافت و امامت داخل نہ تھیں تو آج کل بحالت استیلاء کفار جمیعت علماء کی کارروائی یا  
 نام کی مدافعت کے لیے تسلط اور ریاست کے مفہوم میں داخل ہونے کا کیا استحقاق ہے۔ خلاصہ یہ کہ موجودہ زمانہ میں علماء کی

لے متعرض ہونا ۱۰ لشکر ۱۰ وہ مال جو حکومت اسلامیہ کو بلا مقابلہ کفار سے حاصل ہو ۱۰ شہر

کاروائی نہ خلافت ہے نہ امامت تاکہ منجملہ طرق اربعہ انتقادِ بیعت کو بھی فی الجملہ ضروری سمجھا جائے اور نہ کوئی شخص درصورتِ استیلاءِ بیعت لینے کا مستحق ہے۔ اور نہ اس کے لیے جائز۔ کیونکہ درصورتِ عدم مکافات بہ تصریح فقہاء کرام امام کے لیے قتل و مقاتلہ مباح نہیں۔ مذہبی سیاسی انتشار کی مدافعت میں جمعیۃ العلماء کی غیر مبصرانہ و کور و کرانہ تحریکات نے بغیر اس کے کہ محرک و متحرک الی الکابل کو مضحکہ و محلِ تمسخر کفار بنایا ہو۔ کیا فائدہ بخشا۔

معروض ہذا میں تدبیر فرمانے کے بعد جناب خود ہی اپنے ارشاد مندرجہ سوال سوم (میں بیعت ہجرت و جہاد کے ثبوت پر اکتفا کروں گا) شرطیہ صادقہ بصدق الربط الایجابی ٹھہرائیں گے نہ یہ کہ اس کو بصدق الطرفین اواحد ہما صادق مابین تجربات اکابر بقول حافظ علیہ الرحمۃ۔ بشنوکہ پسند پیراں بیعت زیاں نہ وارد

بنی علیہ للآراء ہونے کے مستحق ہیں اور یہی دانشمندی ہے۔ ہذا مل عندی والعلم عند اللہ ولہ الحمد اولاً و آخراً والصلوٰۃ والسلام منہ باطناً علیہ ظاہراً وآلہ وصحبہ طرّاً۔

العبد الملتجئ والمشتکی الی اللہ المدعو بمہر علی شاہ عفی عنہ ربہ تعالیٰ خود از گولڑہ

## حضرت کا مکتوب شریف بجواب حضرت سجادہ نشین صاحبِ سیالوی

حضرت خواجہ ضیاء الدین صاحبِ سیالوی نے بھی اسی موضوع پر ایک خط حضرت کی خدمت میں روانہ کیا تھا جس کا جواب مندرجہ ذیل ہے:-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مکرمی و محظی سجادہ نشین صاحبِ دامت عنایتکم

تسلیمات تعمیلاً للارشاد بجواب سوالات ثلاثہ گذارش ہے۔

سوالِ اول۔ جناب کے خیال میں شریعتِ اسلامی کی رو سے مسلمانانِ ہند کو کیا کرنا چاہیے۔ اگر حمایتِ اسلام ان پر فرض ہے تو بے دست و پا مسلمان جو مادی قوت نہیں رکھتے، بے دست و پا حمایت کا کیا طریقہ اختیار کریں؟

جوابِ اول۔ بلحاظ مصائب دائرہ نہ صرف مسلمانانِ ہند بلکہ کل اہل اسلام کو حاکم سے محکوم تک منشاء مصائب کا ازالہ کرنا

چاہیے یعنی تہ دل سے بخشوع و خشوع رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا الْاٰیۃِ بِجَنَابِ بَارِی عَزَّوَجَلَّ عرض کریں اور اپنے نامشروع

افعال سے تائب ہوں۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغۡیۡرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰی یَغۡیۡرُوۡا مَا بِاَنْفُسِهِمۡ الْاٰیۃِ اِذَا مَسَّتْ

بِرَاسَتِ ظَہَرَ الْفَسَادِ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا کَسَبَتْ اَیۡدِی النَّاسِ لَکَ یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْکُفَّارَ

وَالْمُنَافِقِیۡنَ وَاعۡلَظۡ عَلَیۡہِمۡ کِی تَعۡمِلَ مِیۡنَ حَسِبَ وَعدہ صادقہ کَانَ حَقًّا عَلَیۡنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیۡنَ کی گامیابی

لہ حضرت آدم و نوا اور تو ابین کی دُعا سے مقبول قرآنہ اے رب ہمارے ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ادا اِن لَغَرَفَعْرَلَنَا وَتَوَعَّدَنَا لَنَمُوتَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیۡنَ اور اگر تو نے ہمیں مُعات نہ کیا اور ہم پر رحم نہ فرمایا تو ہم برباد ہو جائیں گے۔

اللہ خدا نے آج تک اُس قوم کی حالت نہیں بدلی نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

لہ نبی آدم کے ہاتھوں وہ افعال سرزد ہوئے کہ بھر دہریں فساد برپا ہو گیا لہ اُسے نبی، کفار اور منافقین سے جہاد کیجئے اور اُن پر پوری شدت کیجئے۔

لہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم پر حق ہے کہ مؤمنین کی نصرت فرمائیں۔



ہو۔ آیہ استخلاف میں قید و عملوا الصلحات واجب اللمحاط و مدار حکم لیسْتَ خَلَفْتَهُمْ فی الارض ہے اور ظاہر ہے کہ ارشاد جہاد کریمہ سیف کا تعلق سلاطین اسلام و اصحاب جمعیت سے ہے۔ خدا کرے کہ سلطنت مظلومہ اسلامیہ ظالموں کے پنجہ سے (خذلہم اللہ تعالیٰ) نجات پا کر بعد حصول جمعیت و استطاعت جس کی مدارِ قلت و کثرت نہیں بلکہ تقویٰ اور قوتِ ایمانیہ ہے تعمیل کریمہ مذکورہ بالا کا اعزاز حاصل کرے بغیر اس کے امام کو بھی قتال مباح نہیں مسلمانان ہند کی ہستی تو بچ ہے مضر و مسلمہ فقہاء کرام ہے ہذا اذا غلب ظنہ انہ یکافیہم والا فلا یباح قتالہم

سوال دوم۔ حکومتِ برطانیہ کے ساتھ نصرت و حمایت کے تعلقات رکھنا جن پر حکومت کو قوت و شوکت حاصل ہے حرام ہیں یا نہیں؟

جواب دوم۔ ایسے تعلقات جن میں اعانت کفر و مصیبت ہو مسلم سے بھی حرام ہیں فضلا عن الکافر بغیر ان کے نبوی معاملات جس میں اسلام پر ضرر نہ ہو بغیر مرتد کے کسی کافر سے مطلقاً نہ تصریح فقہاء حرام نہیں۔ البتہ بلحاظ مظالم دائرہ موجودہ زمانہ کے اگر سلسلہ تجارت کی کئی بندش ہو سکے تو کسی قدر انتقامی تدبیریں شمار کی جاسکتی ہے و ماہذا علی اللہ بحسبہ۔ مگر اصلی طریق ازالہ منکرات دائرہ کا وہی ہے جو آیہ کریمہ بالا میں ہے۔

سوال سوم۔ دنیوی لمحاط سے جو معمولی ہستیاں تھیں لیکن ان کے دل درودِ اسلامی سے معمور تھے انہوں نے حکومت کے خلاف صدائے احتجاج بلند کر دی ہے عوام کو مطلع کرنے کے لیے تحریر سے تقریر سے وہ فریضہ تبلیغ انجام دینے میں سرگرم نظر آتی ہیں لیکن جو ہستیاں اسلام کے علم بردار اور مخلوق کی نظر میں باوقار اور موثر تھیں وہ ساکت ہیں کہ گویا ان میں جس ہی نہیں۔

جواب سوم۔ جناب خیال فرما سکتے ہیں کہ جب معمولی ہستیوں کا یہ حال ہے تو علم بردار ہستیاں ازالہ مظالم وارادہ میں ساکت و بے حس کیسے ہو سکتی ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ بوجہ اختلافِ آراء دربارہ مدلولات آیاتِ بنیات و مشروعیت و نامشروعیت خصوصیات و کیفیات جلسات در صورتِ شمولیت بوجہ تفرقہ اصلی مدعاوت ہو جاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حسب طرزِ مشائخ کرام حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی و حضرت خواجہ عبدالنہش و سیدنا حضرت خواجہ محمد شمس الدین سیالوی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم بفضلہ تعالیٰ و توفیقہ تبلیغ میں دریغ نہیں فرماتیں کہ اللہ تعالیٰ ہدایت و توفیق استقامت بر صراطِ مستقیم عنایت فرماوے زیادہ زیادہ۔

سازمندان گولڑہ

۱۔ سورہ نور آیت ۵۵ یعنی اللہ نے تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے (وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ) اور اپنے کام کیے، وعدہ کیا ہے کہ (لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ) البتہ ان کو زمین میں خلیفہ کرے گا جیسا کہ ان لوگوں کو خلیفہ کیا تھا جو ان سے پہلے تھے اور البتہ ان کے واسطے ان کا دین، جو ان کے لیے پسندیدہ کر دیا ہے، ثابت کر دے گا اور ان کے دُر کو اس میں بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ شریک نہیں لائیں گے اور جو اس کے بعد کفر کریں وہ لوگ فاسق ہیں۔

۲۔ یعنی سلطنت عثمانیہ ترکیہ جس کے ساتھ انگریز بربر جنگ تھے ۳۔ یہ اُس وقت مباح ہے جب امام کو خیال ہو کہ وہ جہاد کے لیے کفار کے مقابلہ میں کافی مضبوط ہے ورنہ قتال مباح نہیں۔ ۴۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کے لیے کچھ مشکل نہیں ہے

## دو اشعار کی عارفانہ تفسیر

ان دو شعروں کی تشریح ایک خط میں دریافت کی گئی تھی۔

چہ خوش گفت بہلول فرخندہ قال کہ من از خدا پیش بودم دو سال  
من آں وقت کردم حُدا را بسجود کہ ذات و صفات خدا ہم نہ بود

حضرت جواب میں فرماتے ہیں:-

معنی ابیات ذیل حسب فہم ناقص آنکہ (والعلم عند اللہ)

چہ خوش گفت بہلول فرخندہ قال کہ من از خدا پیش بودم دو سال

خدا سے مراد مرتبہ اسماء مفصلہ ہے جو تیسرے درجہ میں واقع ہے بہ نسبت صرفہ کے۔ یعنی میں مرتبہ الوہیت (اسماء مفصلہ) بعنوان دیگر عمار سے دو سال یعنی دو درجہ پیشتر تھا۔ ایک درجہ یہ اسماء مفصلہ۔ اس سے پہلے وحدت یعنی قابلیت محضہ واجمال مطلب یہ ہو کہ واحدیت اور وحدت سے پہلے (میں) میرا تعین مندرج فی الذات تھا۔

من آں وقت کردم حُدا را بسجود کہ ذات و صفات خدا ہم نہ بود

یعنی تجلی طبعی میں میرا عین ثابت بلسان امکان و استعداد۔ عابد اور ساجد حُدا کا تھا جب کہ خدا اور اُس کے صفات نے ظہور نہیں پکڑا تھا۔ والسلام

## آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر لفظ بشر کے اطلاق اور آپ کے حاضر و ناظر ہونے کے متعلق استفسار کا جواب

مطمان سے دربار پیران شیر کے مشہور بزرگ اور سجادہ نشین حضرت مخدوم صدر الدین شاہ صاحب گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک پر لفظ بشر کے اطلاق اور آپ کے حاضر و ناظر ہونے کے متعلق بعض علمائے وقت کے باہم اختلاف پر حضرت قبلہ عالم قدس بترہ کامسک دریافت کیا تو جواب میں مسند جہ ذیل مکتوب ارسال فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حامداً و مصلياً۔ از نیاز مند اہل اللہ المدعو بہر علی شاہ الی سید المکرم جناب مخدوم صدر الدین شاہ صاحب طمانی حفظہ اللہ تعالیٰ دامت عنايتہ

وعلیکم السلام ورحمة اللہ۔ اما بعد عنایت نامہ مشتمل بر تنازع علمائے کرام در بارۃ جواز اطلاق بشر بر آنحضرت علیہ الصلوٰۃ و عدم آں و حاضر ناظر بودن حضرت سید البشر و انتفائے آں ملاحظہ سے گزرا۔ میں اس قابل نہیں ہوں کہ اہل علم و فضل کے مابین محاکمہ و مداخلت کروں مگر امتثالاً لامر السامیٰ حاضر عرض کرنے پر مجبور ہوں۔

مخدوما! اس میں شک نہیں کہ اہل ایمان کے لیے ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بطریق تکریم و تعظیم واجباً و ضروری ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ لفظ بشر کے معنی میں بحسب لغت عربیہ غلٹ و کمال پایا جاتا ہے یا حقارت۔ میری ناقص رائے



میں لفظ بشر مفہوماً و مصداقاً متضمن یہ کمال ہے مگر چونکہ اس کمال تک ہر کس و ناکس سوائے اہل تحقیق و عرفان کے رسائی نہیں رکھتا لہذا اطلاق لفظ بشر میں خواص بلکہ انحصار خواص کا حکم عوام سے علیحدہ ہے۔ خواص کے لیے جائز اور عوام کے لیے بغیر زیادت لفظ وال تعظیم ناجائز۔ (توضیح) آدم علی نبینا وعلیہ السلام کو بشر کس واسطے کہا گیا؟ وجہ اس کی یہ ہے کہ آدم علی نبینا وعلیہ السلام کو شرف مباشرت بالیدین عطا فرمایا گیا ہے (وَمَا مَنَعَكَ أَنْ لَا تُسْجُدَ لِمَا خَلَقْتَ بِيَدَيَّ) چونکہ ملائکہ اس کمال آدم سے بے خبر تھے۔ ایسا ہی ابلیس بھی فقالوا ما قالوا۔ فرق اتنا ہے کہ ملائکہ جلالہ کے بعد سمجھ گئے اور معترف بالقصود ہوئے۔ فقالوا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اور ابلیس کو علاوہ تصور جہل کے غرور بھی تھا۔ لہذا ابی و استکبر الخ ہذا قال الشيخ الاکبر قدس سرہ الاظهر بمالہ و ما علیہ فی جواب سوال حکیم الترمذی۔

۲۔ بشری کو کمال استجلال کے لیے مظہر بنایا گیا ہے اور ملائکہ بوجہ نقص منظریت اس کمال سے محروم ٹھہرے اور مظاہر و مرایا کمالات استجلالیہ سے ازگروہ انبیاء علیہم السلام سیدنا ابوالقاسم آنحضرت اصل اللہ و از جماعت اولیائے کرام وارث مصرع و آتی علی قدم النبی بذی الکمال۔ سیدنا بعد الہت اور امثالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وراثتہ مظہر اکمل اتم لاسمہ الاعظم ٹھہرے بشری کے لیے تنزل اخیر ہونے کے باعث اس قدر اہتمام ہوا کہ ہیئت اجتماعیہ و ترکیبات اسمائیہ و اتصالات و اوضاع اتنی خیرت طینتہ آدم سے لے کر تا ظہور جسد عنصری صلی اللہ علیہ وسلم و اتباعہ من الکمل کو متوجہ کیا گیا ہے اور خدام بنائے گئے تاکہ مَن رَآیَ فَقَدْ رَآیَ الْحَقَّ کا آئینہ و چہرہ علی وجہ الکمال اور پورا حق منہا ہو۔ قصہ مختصر بشری ہے کہ جس کو ۷

خواہی کہ خدا بینی در چہرہ من بسنگ

من آئینہ اویم او نیست جدا از من

ہونے اور کہنے کا استحقاق حاصل ہے۔ اس تقریر سے ثابت ہوا کہ عارف کا بشر کہنا از قبیل ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالاسماء المعظمہ ہوا بخلاف غیر عارف کے کہ اس کے لیے بغیر انضمام کلمات تعظیم صرف لفظ بشر ذکر کرنا جائز نہیں ہے۔ چنانچہ آیت کریمہ میں بشر کے بعد یوحنا علیہ السلام اور تثنید میں عبدہ کے بعد رسولہ۔ اور کلام اہل عرفان میں ہے فَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِيهِ أَنَّهُ بَشَرٌ وَأَنَّهُ خَيْرُ خَلْقِ اللَّهِ كَلِمَةً۔

میرے خیال میں فریقین از علمائے کرام متنازعین اہل سنت و الجماعت سے ہیں اور ذکر آنحضرت کو بالاسماء المعظمہ واجب اور ضروری اعتقاد کرتے ہیں۔ لہذا ان سے ہرگز ہرگز متصور نہیں کہ معاذ اللہ فرقہ ضالہ نجدیہ و ماہیہ کی طرح صرف لفظ بشر کا اطلاق جائز کہیں۔ البتہ ان کا خیال ہے کہ بقصد تحقیر لفظ بشر کا استعمال ناجائز اور بغیر اس کے جائز۔ مگر میری رائے

۱۔ آیت۔ فرمان الہی ابلیس کو: اور کس چیز نے تجھے اس (آدم) کو سجدہ کرنے سے منع کیا جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے۔

۲۔ فرشتوں نے کہا تو پاک ہے ہیں تو صرف اتنا علم ہے جتنا تو نے دے رکھا ہے۔

۳۔ شیطان نے انکار کیا اور تکبر اختیار کیا ۴۔ اور میں نبی بدر الکمال کے قدم شریف پر ہوں (قصیدہ غوثیہ)

۵۔ جس نے میرا دیدار کیا اُس نے خدائے تعالیٰ کا دیدار کیا۔ (الحديث)

۶۔ میری طرف وحی کی جاتی ہے (قرآن) ۷۔ بے شک حضور بشر ہیں اور بے شک اللہ کی تمام مخلوق سے بہتر ہیں۔



وہی ہے جو اوپر بیان کر چکا ہوں کہ صرف لفظ بشر کا اطلاق بغیر انضمام کلمات تعظیم نہ چاہیے کہ بوجہ شیوع عرف و قصد نہ نہ ضالہ صرف بشر کہنے میں ایہام امر ناجائز کا ہے۔

۳۔ رہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بحمد العنصری ہر مکان و ہر زمان میں حاضر ناظر ہونا۔ تو یہ امر مختلف فیہ ہے۔ فقائیل و مُنکر و ذلک و جہۃ میرے خیال میں ظہور و سر بیان حقیقت احمدیہ ہر عالم و ہر مرتبہ اور ہر ذرہ ذرہ میں عند المحققین من الصوفیہ ثابت ہے۔ اس کو حقیقت الحقائق کہتے اور لکھتے ہیں۔ فَهُوَ نُورٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ اولاً بوجہ بصورت معنویہ قلب تقی نقی اور جسد شریف عنصری کے ظاہر ہوا۔ ظہور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بصورت مثالیہ شریفہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہر مکان و ہر زمان میں احادیث صحیحہ میں ثابت ہے جس کا اقرار واقعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اقرار اور اس کا انکار آپ کا انکار مانا گیا ہے۔ کافی حدیث البخاری فی کتاب الایمان۔ اہل تجربہ کو ظہور کذاتی مثالی کا کڑا ثبوت اتفاق ہوتا رہتا ہے۔ البتہ ظہور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بحمد العنصری العینی کا پتہ بعض اہل مشاہدہ سے ملتا ہے اور بلحاظ واقعہ معراج شریف و خصائص و لوازم محققہ جسد شریف علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے متبعہ بھی نہیں۔ ہذا ما عندی والعلم عند اللہ۔

آخری معروض۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دربارہ حضرت سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا تھا کہ ابنی ہذا سیدنا لعل اللہ یصلح بہ بین الفتنین من المؤمنین۔ آپ بھی چونکہ سید حسنی ہیں فریقین کو تحریر بذاتنا کر آپس میں ملا دیں۔ اور ہدایت کریں کہ ایک دوسرے کو بُرا نہ کہیں اور ایسا ہی عوام کو بھی۔

ع ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

المبتغی والمشتکی الی اللہ المدعو ابھر علی شاہ از گولڑہ بقلم خود

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر مساجد کی افضلیت کے غلط اعتقاد کی تردید

ایک صاحب نے دریافت کیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مساجد کی افضلیت کا اعتقاد صحیح ہے یا غلط حضرت قبلہ عالم قدس بترہ جواب میں فرماتے ہیں۔

مخلصی فی اللہ مولوی فضل احمد صاحب

بعد سلام و دعا آنکہ۔ بوجہ علالت طبع بجا اب مکتوب توقف ہوا۔ مگر ماسئلہ افضلیت میں حق بجانب آپ ہیں جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مساجد کی افضلیت کا معتقد ہے وہ سراسر لسان شریعت اور لسان حقیقت سے بے بہرہ ہے۔ فقہاء اور محدثین و سائر علماء اسلام کا معتقد یہ مجمع علیہ یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل المخلوقات ہیں حتیٰ کہ مساجد و سائر ائمہ متبرکہ و عرش و کرسی سب سے۔ اور بحسب لسان حقیقت اعیان و اسماء سب ظہورات ہیں حقیقت محمدیہ کے بناء علیہ افضلیت اس کی سائر صفات پر ٹھہری صفت میں ہو یا غیر اس کا۔ لہذا واعظ صاحب کو بوجہ عدم رسائی مبنی علیہ دوسرے جملہ افضلیت علی القرآن میں بھی جاہل کہنا نامناسب نہیں۔ ہذا ما عندی والعلم عند اللہ والحمد للہ

لے بعید یہ میرا بیٹا سردا ہے۔ اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی جہتوں میں صلح پیدا فرمائے گا۔



أَوَّلًا وَأَخِيرًا وَالصَّلَاةَ وَالسَّلَامَ مِنْهُ بِاطْنًا عَلَيْهِ وَظَاهِرًا وَآلِهِ وَصَحْبِهِ -

دعاگو، از گولڑہ (۲۲۔ اکتوبر ۱۹۲۲ء)

## سجدہ تعظیمی کی ممانعت

۱۹۲۲ء میں نظام المشائخ "اور خطیب" دہلی کے ایڈیٹر ملا واحدی صاحب نے لکھا تھا کہ یہاں دو مشائخ کے باہم سجدہ تعظیمی کے متعلق بحث چل رہی ہے۔ ایک کا خیال ہے کہ سجدہ پلر شد جائز ہے اور اس کی تمام اشاعت کرنی چاہیے اور دوسرا اس کو ناجائز کہتا ہے اور روکنا چاہتا ہے۔ دونوں نیک نیت ہیں جس کی غلطی ثابت ہو جاوے گی وہ ہرگز ہرگز مہٹ دھرمی نہیں کرے گا۔ آجنگاب اگر توجہ فرمادیں تو بقتہ آسانی طے پاسکتا ہے "چنانچہ حضرت کے مندرجہ ذیل جواب کو واحدی صاحب نے کئی اخبارات میں شائع کروادیا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مخلصی فی اللہ ایڈیٹر خطیب صاحب حفظک اللہ تعالیٰ

بعد سلام و دعا آنکہ شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں سجدہ کو عبادت محققہ بالخالق عز اسمہ ٹھہرایا گیا ہے اور اسی پر ہے تعامل صحابہ و تابعین و تبع تابعین و من بعدہم الی یومنا ہذا علیہم الرضوان۔ یہ اور بات ہے کہ کسی مقبول سے جس وقت اُس کی چشم شہود میں غیب اللہ نہ ہو سجدہ مخلوق کی طرف وقوع میں آئے۔ غایت مافی الباب از رؤئے نظر بجانب مستی و غلبہ کہ وہ مقبول خدا ہیں عند ارباب تحقیق مانو و مجرم نہ ٹھہرایا جاوے گا۔ ہذا ما عندی واللہ اعلم و علمہ اتم۔

الملتجی والمشتکی الی اللہ المدعو بہر علی شاہ عفی عنہ ربہ یعلم خود از گولڑہ

## ایک آیت کریمہ کے متعلق تفسیر تبصیر الرحمن کی تشریح

حضرت کے ایک مخلص مولوی غلام محمد صاحب نے ایک آیت کی تفسیر دریافت کرتے ہوئے لکھا:-

سیدی و سندی و مولائی دام ظلمکم

بعد سلام مستنون معروض خدمت سر اپا برکت اینکہ پارہ چہارم سورہ النساء تحت آیت کریمہ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ عَلَى الْمَاهَمِ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى وَتَفْسِيرُ تَبصِيرِ الرَّحْمَنِ مے فرماید۔ ہذا علی قرۃ الجبر بحذف المعطوف من الاصل والمعطوف علیہ من الفرع۔ فما مطلب عبارة الشيخ المرحوم و تفسیرہ المذکور عند کھ موجود۔ فقط والسلام علیکم

غلام محمد عفی عنہ از پشاور

جواب میں حضرت فرماتے ہیں:-

اے اُس خدا سے ڈرو جس کے نام سے سوال کرتے ہو اور قطع رحمی سے اجتناب کرو۔

قوله۔ بحذف المعطوف من الاصل اي واتقوا الله والارحام والمعطوف عليه من الفرع اي بالله  
تقدير الكلام۔ واتقوا الله الذي تساءلون به والارحام۔ یہ جملہ اصل ہے  
والتي تساءلون بالله والارحام۔ یہ جملہ فرع ہے۔  
پہلے جملہ میں معطوف علیہ یعنی اللہ مذکور اور معطوف یعنی والارحام مفتدر۔ دوسرے جملہ میں معطوف علیہ یعنی باللہ  
مفتدر اور معطوف یعنی (والارحام) بالجر مذکور۔

داعی و مستدعی مہر علی شاہ بقلم خود والسلام

## موت کے بعد روح کی منزل اور حالات اور ایصالِ ثواب بہ موتے

الطاف حسین صاحب اور راجہ شیر محمد خان بھیروی نے موت کے بعد روح کی منزل اور حالات اور ایصالِ ثواب بہ  
موتے کے متعلق سوالات کیے تھے جنہرٹ نے حسب ذیل جوابات تحریر فرمائے :-  
سوال الطاف حسین صاحب۔ مردہ کی روح وفات کے بعد کہاں جاتی ہے۔ آیا جواب وہی میں ماخوذ ہو جاتی  
ہے یا دنیا میں اپنے جسم عنصری کے اوپر پرواز کرتی رہتی ہے جیسا کہ بعض اہل ہنود کا خیال ہے۔  
جواب۔ یونین کی روح افلاک سبع سے اوپر علیین میں اور کفار کی اسفل السافلین میں قیام پذیر ہوتی ہے۔ صرف جوابی  
کے لیے بدن عنصری کے ساتھ تعلق دیا جاتا ہے جس کا اثر دیگر گونہ حیات ہے، نہ حیاتِ دنیوی جو منشا تغذی اور چلنے  
پھرنے کا ہے۔ جواب دینے کے بعد یہ تعلق بھی نہیں رہتا۔

نوٹ :- دنیا میں روح حقیقی کو جو ثل الثدوم من امردی سے مراد ہے روح ہوائی کے ساتھ راکب اور مرکب  
کا تعلق ہے بعد الموت روح ہوائی بعنوان دیگر بخار لطیف مع جسم عنصری کے فنا ہو جاتے ہیں اور  
روح حقیقی کو بجائے روح ہوائی کے ایک اور روح برزخی سواری کے لیے ملتا ہے جو عالم مثال میں  
سے ہے۔ دنیا میں بھی اور بعد الممات عالم مثال میں بھی یہ مرکب جسے نسیم سے تعبیر کرتے ہیں رزون  
سے قبول فیضان کے لیے روح حقیقی سے جو عالم قدس میں ہے تفصیل اس اجمال کی ان اوراق  
میں بیان کرنا ممکن نہیں۔

سوال ۱۔ راجہ شیر محمد خان :- والدین یا مولود فوت ہو جائیں تو کیا فریق پسماندہ انہیں تحفہ تحائف یا کلام اللہ یا اشیائے  
خورد و نوش یا پارچات وغیرہ پہنچا سکتا ہے؟

جواب۔ محتاج کو طعام و پوشاک دینے کا ثواب اور کلام اللہ پڑھنے والے کو کلام اللہ دینے کا ثواب میت کو پہنچ سکتا  
ہے۔ ایسا ہی دُرود وغیرہ و کلام الہی اور فعل خیرات کا ثواب پہنچ سکتا ہے۔

سوال ۲۔ تقدرو یہ یا زیور یا کوئی خاص پارچہ جو اُس اہل عدم نے حیات میں طلب کیا ہو اور میسر نہ ہوا ہو اب وہ  
تقدیر دیا جاوے تو کس طرح سے؟ اگر پارچہ ہے تو اُس کی قیمت دی جائے گی یا خود کسی کو دیا جائے یا کس طریقہ سے  
جو اُس کو پہنچے؟

جواب۔ وہ اشیاء جن کو متوفی نے بعینہ طلب کیا ہو۔ گوان کی قیمت کا دینا محتاج کو متوفی کے لیے مفید اور جائز ہے مگر



ان اشیائے مطلوبہ بعینہ کا دینا مناسب تر ہے۔

سوال ۳۔ اگر پسماندہ کا خیال ہو کہ قبر پر جا کر اس کو بخشے تو کس طرف بیٹھے گا اور کس کلام مبارک کا ختم شریف کر کے اس کی

ارواح کو ایصالِ ثواب کرے گا۔ کس تعداد تک، آیا اس کے واسطے کوئی خاص مقدار ہے یا جس دن چاہے؟

جواب۔ میت کے منہ اور سینہ کے مقابل پشت پر قبہ ہو کر الحمد شریف مع الحمد۔ ذَالِکَ الْکِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْهِ۔

مُفْلِحُونَ تک ایک مرتبہ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اخیر تک گیارہ مرتبہ پڑھے اور ثواب میت کو بخشے یا جو کچھ

کلام اللہ یا کلمہ شریف یا درود شریف پڑھنا ہو سب کا ثواب بخش دے۔

سوال ۴۔ اگر پس ماندہ چاہیں کہ اُس دوست گم شدہ کا دیدار کریں یا کہ وہ مجھے دیکھے تو کس کلام شریف کے ذریعہ

سے؟ ظاہری دیکھنا تو غیر ممکن ہے مگر خواب میں دیکھا جائے تو وہ کلام کون سی ہوگی؟ اور کس تعداد تک پڑھی جائے گی

اور کس وقت پر؟

جواب۔ رات کو سورۃ الشمس، والیس، والضحیٰ، الم نشرح، ہر ایک سورہ سات سات مرتبہ پڑھ کر ان کا ثواب

میت کو بخشے اور پھر کسی سے کلام نہ کرے، سو جائے۔

سوال ۵۔ ارواح کا آنا اپنے گھروں میں ہو سکتا ہے تو کس عرصہ تک، ہر روز یا کسی خاص دن، اگر خاص دن ہے تو کون سا ہے؟

جواب۔ ارواح کا تعلق کسی قدر بدن سے چالیس روز تک ایسا ہی ہر شب جمعہ و روز جمعہ ہمیشہ کے لیے ہوتا ہے اس

تعلق خاص کو آنا سمجھئے نہ یہ کہ عالم ارواح سے نکل کر جسم کی طرف انتقال مکانی کرتے ہیں۔ البتہ ان کا دو ایام مذکورہ

خاص تعلق ایسا ہی اثر رکھتا ہے جیسا کہ وہ خود آگئے ہیں یعنی بحیثیت مشیت ایزدی یا خبر ہوتے ہیں۔ عبد اللہ بن عباس

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بروز عید و عاشورہ، طہ رجب کا پہلا جمعہ اور ماہ شعبان کی پندرھویں رات اور

شب قدر اور ہر جمعہ کی رات میں ارواح قبروں سے نکل کر اپنے گھروں کے دروازوں پر کھڑے ہو کر اپنے پسماندگان

سے سوال کرتے ہیں کہ اس مبارک رات میں ہمارے ساتھ کسی صدقہ یا طعام سے امداد کرو کہ ہم محتاج ہیں (کتاب

در السبحان للسیوطی و کتاب دقائق الاخبار امام عبد الصہم ص ۷۸) اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ ارواح موصی

ایام مذکورہ میں اپنے گھروں کے دروازہ پر آتے ہیں۔

سوال ۶۔ اگر پس ماندہ مہجور شدہ چاہے کہ مجھے صبر حاصل ہو تو کس کلام شریف کے ذریعہ کس وقت اور کس تعداد

سے ورد کرے۔ اگر از حد بے ہمت ہو تو کس قدر پڑھے گا۔

جواب۔ اسم یا حتیٰ یا قیوم ایک ہزار مرتبہ بوقت اذان فجر پڑھے۔ اگر اس قدر نہ ہو سکے تو تین سو مرتبہ پڑھے۔ بعد ازاں

دل پر دم کرے۔

سوال ۷۔ دوست مہجور شدہ کا مطلب ہو کہ دوست گم شدہ کا خانہ سکونت کی جس میں وہ مدفون ہے وہ منور ہو اور اعلیٰ

قسم کی رحمتیں خداوند کریم جل شانہ سے اُس پر نازل ہوں تو کس کلام شریف کا کس قدر اور کس وقت اور کس دن

میں اس کا ذکر کرے؟

جواب۔ اُس جگہ کلام اللہ شریف پڑھے اور پڑھوئے، ایسا ہی درود شریف جس قدر ہو سکے۔

سوال ۸۔ اگر دوست گم شدہ عہد حیات خود میں کسی چیز خورد و نوش کی زیادہ خواہش رکھتا تھا۔ اب اُس کو دوست مہجور شدہ



کس طرح سے پہنچا دے۔ ہر دن یا کسی خاص دن میں اور اس کی تجویز کیا ہوگی؟

جواب۔ ہر دن یا شبِ جمعہ یا جس دن اور جس وقت چاہے پہنچا سکتا ہے۔ البتہ ہر شبِ جمعہ و ایامِ عید و عاشورہ وغیرہ ضرور طعام یا کلام یا کسی خیرات، کپڑا وغیرہ کا ثواب پہنچانا ضروری ہے۔

سوال ۹۔ کلمہ شریف یا کہ درود شریف کا ثواب بخشا کسی کے واسطے جائز ہے یا نہیں؟ سنا گیا ہے ناجائز ہے اس کے واسطے کیا حکم ہے؟

جواب۔ جائز ہے۔

سوال ۱۰۔ اگر دوست گم شدہ کسی قیمتی موشی کی خواہش رکھتا ہو از قسم عام موشی یا کہ از قسم پرندگان۔ اب ان کا پہنچانا کس طرح سے ہوگا۔ آیا وہ چیز زندہ دی جائے یا اس کی قیمت اگر زندہ دینے کی خواہش ہو تو کس کو دی جائے اور کس طریق سے دی جائے؟

جواب۔ زندہ دینا محتاج کو بہ نسبت قیمت کے زیادہ مناسب ہے۔

سوال ۱۱۔ ملا جو قبر پر بٹھائے جاتے ہیں وہ کس عرصہ تک پڑھتے رہیں؟ قرآن شریف ہی پڑھتے رہیں یا کوئی اور کلام؟

جواب۔ چالیس دن تک قرآن شریف پڑھایا جاوے مگر بلا شرطِ اجرت۔ کیونکہ قرآن شریف کی اجرت یعنی دینی حرام ہے ہاں اگر پڑھنے والے کو لالچ نہ ہو اور دینے والا اجرت سمجھ کر نہ دے تو جائز ہے مگر یہ مشکل ہے۔ لہذا اچھا ہے کہ دوست یا خویش و اقارب جو بلا اجرت پڑھنے والے ہوں پڑھیں۔

## احترامِ سادات کے متعلق حضرت کی ایک قلمی تحریر

سید مزمل حسین شاہ صاحب کوٹ فتح خان ضلع کمبل پور قلندرانہ روش رکھتے تھے۔ ان کے پاس ان کے عقیدت مند ملنگ بھی رہتے تھے کسی نے سردار محمد علی خان صاحب گھیبہ رئیس کوٹ فتح خان سے شکایت کر دی کہ شاہ صاحب کے پاس جو ملنگ رہتے ہیں وہ بھنگ پیتے ہیں جس پر سردار صاحب نے ناراض ہو کر حکم دیا کہ وہ تکیہ جہاں یہ ملنگ رہتے تھے اٹھا کر دیا جائے چنانچہ اسے گرا دیا گیا اور درویش وغیرہ شاہ صاحب کے ساتھ واپس شاہ صاحب کے گھر پر آگئے۔ شاہ صاحب تو خاموش رہے مگر ان کی برادری والوں نے کہا کہ یہ ہماری توہین کی گئی ہے لہذا آپ سردار صاحب کی اس حرکت کی شکایت ان کے پیر حضرت قبلہ عالم گولڑہ شریف کی خدمت میں پیش کریں۔ چنانچہ سید مزمل حسین شاہ صاحب نے ایک دستی لفافہ اپنے ایک ملنگ کے ذریعے حضرت کی خدمت میں ارسال کیا جس پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ قلمی تحریر سردار صاحب کو بھجوائی اور آپ کے حکم کی تعمیل میں سردار محمد علی خان صاحب نے شاہ صاحب سے اپنی غلطی کی معذرت کی، گرایا ہوا مکان از سر نو تعمیر کروا دیا اور جو سالانہ نذرانہ انہیں دیا کرتے تھے وہ بھی دوبارہ جاری کر دیا۔

حضرت کی یہ تحریر مبارک سید مزمل حسین شاہ کے فرزند سید حسین شاہ صاحب نے ۶ نومبر ۱۹۶۶ء کو حضرت بابو جی صاحب مدظلہ العالی کی خدمت میں پیش کی جس کی نقل بحسبہ درج کی جاتی ہے۔ اس کا کچھ آخری حصہ کاغذ کے بوسیدہ ہونے کی وجہ سے نہیں پڑھا جاسکا۔ تاہم قبلہ بابو جی مدظلہ العالی نے تصدیق فرمائی ہے کہ تحریر حضرت ہی کی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ حَامِدًا وَمُصَلِّيًا



مرجع العلماء والصلحاء ولاذ الغریب والفقرار سر دار صاحب کلمہ ربہ

از درویش دل ریش محبت الفقرا مہر علی شاہ گولڑوی۔ السلام علیکم مطالعہ نمایند۔ اما بعد۔

قادر مطلق وحکیم برحق جل و علا شانہ نے خلق کو زوج زوج یعنی جنت جنت پیدا کر کے خود کو فردیت اور یکائی میں وحدۃ لاشریک کہا۔ پھر بعض کو بعض پر فضیلت دے کر سب کو فقرا اور اپنے کو غنی ٹھہرایا۔ کوکب سے آفتاب اور آیام سے یوم جمعہ علی ہذا القیاس حتی کہ انبیاء سے باعث ایجاد عالم صاحب تاج لولاک احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ممتاز فرمایا۔ وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ کا ارشاد پہنچا کر آدم و من دُونہ تحت یوانی یوم القیامۃ سنوایا۔ پھر بواسطہ جمیلہ اُس حبیبِ ازلی اور شہدِ ہدیمِ یزلی کے اپنے کلام پاک کو نازل فرما کر عہدِ دیرینہ یومِ میثاق بوابِ اَلْسُنِ بِرَبِّکُمْ جس کو ہم باعثِ تمادی قرونِ کثیرہ کے بھول گئے تھے یاد دلایا اور اطاعتِ اوامر و اجتنابِ نواہی کو دلیلِ استقامت اور پختگیِ عہد کو کلمہ کی ٹھہرایا۔

مخبر اُن اوامر شریفہ کے امر قُلْ لَا أَسْأَلُکُمْ عَلَیْہِ جَزَاءً إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی یعنی کمال دوستی اور خلوص محبت اہلیت پاک کے ساتھ رکھو جن کے حق میں اِنَّمَا یُرِیدُ اللہُ لَیْذْہِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَہْلَ الْبَیْتِ وَیُطْہِرَکُمْ تَطْہِیْرًا فرمایا۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ۝ اس مقام میں جو کچھ مفسرین نے لکھا ہے وہ تو کسی کو بالاصالۃ اور کسی کو بالتبعیۃ معلوم ہے۔ اس واسطے اُس کا لکھنا ضروری نہیں سمجھا جاتا۔ البتہ کچھ کلام شیخ اکبر قدس سرہ الاطہر کی جو پیشوائے اہل کشف و شہود ہیں فتوحات مکیہ باب اُنتہیٰ میں ہے نقل کی جاتی ہے :-

قال قدس سرۃ فدخل الشرفاء اولاد فاطمة کلّمهم رضی اللہ تعالیٰ عنہم ومن هو من اهل البيت مثل سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ الی یوم القیامۃ فی حکم هذه الایۃ من الغفران فہم المطہرون اختصاصاً من اللہ وعنایتہ بہم لشرف محمّد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعنایت اللہ بہ ولا ینظر حکم هذه الشرف لاهل البيت الا فی الدار الآخرة فانہم یحشرون مغفوراً لہم وامّا فی الدنیا فمن اتی منهم حدّا اقيم علیہ کالتائب اذا بلغ الحاکم امرہ وقد زنی أو سرق أو شرب اقيم علیہ الحد مع تحقق المغفرة کما عز و امثاله ولا یجوز ذمہ ویذنبی لکل مسلم یوم من باللہ وبما انزلہ ان ینصدق اللہ تعالیٰ فی قوله لَیْذْہِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَہْلَ الْبَیْتِ وَیُطْہِرَکُمْ تَطْہِیْرًا ویعتقد فی جمیع ما ینصرون من اهل البيت ان اللہ تعالیٰ قد عفا عنہم فیہ فلا ینبغی لمسلم ان ینلحق المذمۃ بہم ولا ما یشتاء اعراض من قد شهد اللہ تعالیٰ بتطہیرہ و ذهاب الرّجس عنہ لا بعمل عملوہ ولا بخیر قدموہ بل بسابق عنایتہ من اللہ تعالیٰ بہم ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ۝

ترجمہ کا خلاصہ یہ ہے اولادِ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو قیامت تک ہونے والی ہے آیت تطہیر میں داخل ہے یعنی پاک اور مغفور ہے۔ گو بظاہر اُن سے گناہ بھی صادر ہو، تاہم بعد اجماع اسے حدود شرعیہ مغفور ہیں۔ اُن کی توہین اور



مذمت کسی اہل اسلام کو جائز نہیں۔ اس گروہ پاک کے پاک ہونے کی مدار کسی عمل پر نہیں بلکہ یہ محض فضل خدا کا ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ پھر اس کے بعد فرماتے ہیں :-

فليعلموا انهم ان ذالك راجع الىه ولو ظلموه فذالك الظلم هو في زعمه ظلم لاني نفس الامر وان حكم عليه ظاهر الشرع بادائه بل حكم ظلمهم ايانا في نفس الامر يشبه جري المقادير علينا وعلى من جرت عليه في ماله ونفسه بغرق او بحرق او غير ذلك -

خلاصہ ترجمہ۔ اس گروہ پاک کی مذمت کرنے والا خود محل مذمت ہوتا ہے اگرچہ اُن سے گناہ بھی صادر ہو۔ جو شخص اللہ اور رسول کے ساتھ ایمان رکھتا ہو اُس کو چاہیے کہ اس پاک فرقہ کے ظلموں کو بھی بمنزلہ جبران قضا قدر سمجھے یعنی ظلم کو بھی اُن کی طرف منسوب نہ کرے بلکہ راضی ہو کر مستلم رکھے۔ اگر اس قدر ایمان قوی نہ رکھتا ہو تو ہر نصیبت میں جو اُس کو اپنے مال یا جان یا عزت میں اہل بیت سے پہنچے صبر کرے۔ ہاں احکام شرعیہ بے شک اُن پر جاری کیے جائیں گے مگر اہل اسلام کو اُن کی مذمت نہ کرنی چاہیے اور اپنے حقوق کو ترک کرنا اُن کی تعظیم کے واسطے اولیٰ ہے۔ اور کیوں کر ایسا نہ ہو جب کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کل اہل اسلام سے اپنی اہل قرابت کے واسطے دوستی رکھنے کا سوال فرما رہے ہیں بموجب اس آیت کریمہ کے قُلْ لَا اَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ اَنْفُسًا اِلَّا السَّوْدَةَ فِي الْقُبْرِ۔ پھر اُن کے ساتھ بغض رکھنے کے بعد کل حشر کے دن اُن کے سامنے کس طرح منہ دکھلائیں گے اور شفاعت کی امید رکھیں گے۔

پھر شیخ اکبر آگے چل کر فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے اگر تو حاکم ہے تو صاحب حق سے طلب عفو کی کر کہ اہل بیت سے اپنے حق کا مطالبہ نہ کرے۔ اگر کسی طرح نہ ہو سکے تو پھر حکم شرعی کو امتضا کر دے۔ پھر فرماتے ہیں کہ اس فرقہ پاک کا قدر اور مرتبہ جو عند اللہ ہے اگر تجھ کو معلوم ہو تو اُن کے غلاموں کی غلامی کو غنیمت سمجھے۔ خوف طوالت کے واسطے بالاستیفاء تحریر کیل عبارت حضرت شیخ کی نہیں کی جاتی جس صاحب کو تحقیق منظور ہو اُسے باب انتیسویں فتوحات مکیہ میں ملاحظہ کر لے۔

سوال۔ جو کچھ حضرت شیخ نے فرمایا ہے چونکہ تحت ذیل آیت تطہیر ہے اس کا مصداق بحر قطعی مجمع النسب کے نہ ہو گا تو پھر کیا حکم ہے سادات ابنائے زمان کے لیے؟

جواب۔ قطعی مجمع النسب تو داخل شرف تطہیر ہے اور جو متسید ہے یعنی جن کے آبا و اجداد کسی اور قوم سے ہوں اور وہ دعویٰ سیادت کا اقرار کرے اور اُس کا یہ افترا معلوم بھی ہو جائے تو وہ داخل شرف مذکور نہیں بلکہ رحمت خاصہ سے دور ہونے کا مستحق ہے۔

دعا گو از گولڑہ

ایمان ثابتہ اصطلاح صوفیائیں دلی کی تعریف اور اسلام میں صوفیا کی حیثیت کے سوالات کے جواب  
مکوان شریف ضلع نواب گنج بارہ بگی سے ایک صاحب سید علی نے بذریعہ خط یہ تین سوالات تحریر کیے :-

لہ جاری کرنا



۱۔ اِذَا ارَادَ شَيْئًا اَنْ يَقُوْلَ لَهُ كُنْ فَيَكُوْنُ مِنْ لَهٗ كِي ضَمِيرِ كَامَرْجِعُ كُونُ هے؛ اِگر شَيْئًا مانا جائے تو اُس کو خدائے تعالیٰ نے پیدا ہی نہیں کیا قبل از تخلیق وہ مرجع نہیں ہو سکتی۔ ابھی تو اس کے پیدا کرنے کا ارادہ کیا ہے۔

۲۔ ولی اللہ کے معنی اصطلاح صوفیاء میں کیا ہیں؛ یا یوں کہیے کہ طریقہ سلوک میں کونسا مرتبہ ہے جسے طے کرنے کے بعد سالک ولی اللہ کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے؟

۳۔ فرقہ صوفیاء کی اسلام میں کیا ضرورت ہے؛ کیونکہ احکام شرعیہ اور ارکان اسلام کی تبلیغ تو بذریعہ قرآن شریف پیغمبر خدا نے فرمادی ہے اور اس کی اشاعت علمائے اسلام بذریعہ درس و تدریس و تحریر و تقریر کر رہے ہیں جو نجات کے واسطے کافی ہیں صوفی ان احکام شرعیہ کے سوائے کیا بتا سکتے ہیں اور نجات کے سوا اور کیا ہے جو ان کی تعلیم کے سلسلہ میں مل سکتا ہے؟

حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا۔

۱۔ مکرم! اشیا موجودہ کے لیے قبل از تخلیق علم باری عز اسمہ میں ثبوت ہے۔ اس مرتبہ میں اعیان ثابتہ کہلاتے ہیں ارجاع ضمیر یوں کہیے خطاب کن کے لیے ثبوت علمی کافی ہے۔

۲۔ سالک سائر الی اللہ بعد مشاہدہ و تجلیات (ہو الظاہر) اور نیز تجلیات (ہو الباطن) اولاً بحسب خصوصیات و تمیزات اپنے کے اور ثانیاً بانفاذ بعض تمیزات ان کے مرتبہ جمع میں اور بالکلیہ فنا کے مرتبہ جمع الجمع میں ولی کہلانے کا مستحق ہوتا ہے۔

۳۔ اور ظاہر ہے کہ تجلیات افعالیہ اور صفاتیہ اور ذاتیہ کا مشاہدہ بحسب مراتب بعضها فوق بعض درجہ درجہ اور تدریس علم ظاہری سے نہیں ہوتا۔ والسلام

دعا جو د دعا گو مہر علی شاہ بقلم خود

## آیت تطہیر کے مصداق کون ہیں؟

حضرت مخدوم صدر الدین شاہ صاحب گیلانی سجادہ نشین دربار حضرت موسیٰ پاک شہید صاحب ملتانی (رحمۃ اللہ علیہما) نے دریافت فرمایا تھا کہ آیت تطہیر کے مصداق کون ہیں؛ جواب۔ میں یہ خط تحریر فرمایا:-

مغظمی مکرمی جناب مخدوم صاحب حفظکم اللہ تعالیٰ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ تعالیٰ جو ابامعروض ہے کہ آیت تطہیر میں لفظ ایلیت اُتہات المؤمنین علیہن الرضوان و آل عبا علیہم السلام دونوں کو شامل ہے۔ سیاق آیت و احادیث کثیرہ اسی پر دال ہیں۔ والسلام

العجب  
الملتبج والمشتکی الی اللہ المدعو بمہر علی شاہ بقلم خود از گولڑہ

## لعن یزید پر آپ کا مسلک

لعن یزید کے جواز پر حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کا مسلک آپ کے مندرجہ ذیل خط سے واضح ہوتا ہے:-

## حامداً و مصلياً و مبسلاً

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ (إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ) اور نیز آیت (فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتَقَطَّعُوا أَرْحَامَكُمْ أُولَئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعَمَّى أَبْصَارَهُمْ) اور نیز متفق علیہ حدیث (فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي) میرا ٹکڑہ (يُؤْذِينِي مَا أَذَاهَا) اور نیز حدیث (مَنْ أَحَبَّ الْحُسَيْنَ وَالْحُسَيْنَ فَقَدْ أَحَبَّنِي وَمَنْ أَبْغَضَهُمَا فَقَدْ أَبْغَضَنِي) اور نیز حدیث (حُسَيْنٌ مِنِّي وَأَنَا مِنْ حُسَيْنٍ أَحَبَّ اللَّهُ مَنْ أَحَبَّ حُسَيْنًا) اور نیز حدیث (إِنَّ ابْنِي هَذَا يَعْنِي الْحُسَيْنَ - يُقْتَلُ بِأَرْضٍ مِنْ أَرْضِ الْعِرَاقِ يُقَالُ لَهَا كَرْبَلَا فَمَنْ شَهِدَ ذَلِكَ مِنْكُمْ فَلْيَنْصُرْهُ) سب آیات و احادیث صحیحہ زید شقی اور اُس کے تابعان کے مستحق لعنت ہونے پر شاہد ہیں۔ کوئی اہل ایمان اس گروہ اشقیاء کی غیر ملعونیت کا قائل نہیں جن لوگوں نے لعن زید سے منع کیا ہے۔ زید کو اچھا سمجھ کر نہیں کیا۔ بلکہ اس خیال سے کہ بجائے اس کے اللہ صلی علی محمد و علی و حسین و حسین و فاطمہ پڑھنا بہتر ہے شیطان کو اگر کوئی رات دن لعن کرے بجائے اس کے تلاوت، ذکر اور دُرود پڑھنا مفید ہے۔

آیت اختلاف (وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا إِلَى آخِرِهِمْ) کا آخری جملہ (وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ) اور نیز زید شقی کا بعد شہادت سید الشہداء علیہ السلام کے کمال خوشی میں آ کر یہ کہنا کہ آج ہم نے آل محمد سے روزِ بدر کا انتقام اور بدلہ لے لیا۔ کما قال ۛ

وَلَسْتُ مِنْ جَنْدِ ابْنِ لَعْنَتِنَا مَنْ نَبِيَّ احْتَدَ مَا كَانَ قَدْ فَعَلَ

زید کے کفر پر دال ہے کما صرح بہ القاضی ثناء اللہ پانی پتی۔ الغرض زید کے مستحق لعن ہونے میں یہ تصریح ثقات کوئی شک نہیں اگرچہ بے سود امر ہے مگر اہل ایمان بمقتضائے (الْحُبُّ فِي اللَّهِ وَالْبَغْضُ فِي اللَّهِ مِنَ الْإِيمَانِ) ان گروہ اشقیاء پر لعنت بھیجنے کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ بفضلہ ہم بوجہ اعتقاد حقیقت خلافت خلفائے اربعہ علیہم الرضوان و محبت اہل بیت علیہم السلام روافض یا خوارج سے علیحدہ ہیں۔ والحمد لله أولاً و آخراً و الصلوة و السلام منہ باطناً علیہ و ظاهراً و الہ و صحبہ۔

لہ جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں خدا نے انہیں دُنیا اور آخرت میں لعنت کی ہے۔ اے پس کیا تم قریب ہو کہ اگر اعراض کرو تو زمین میں فساد کرو اور قطع رحمی کرو۔ یہی لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی اور انہیں بہرا کر دیا اور آنکھیں اندھی کر دیں۔

ۛ فاطمہ میرا ٹکڑا ہے۔ جو چیز اُسے تکلیف دیتی ہے مجھے بھی تکلیف دیتی ہے۔

ۛ جس نے حسن و حسین سے محبت کی اُس نے میرے ساتھ محبت کی جس نے اُن سے دشمنی کی اُس نے میرے ساتھ دشمنی کی۔

ۛ حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں جو حسین کو دوست رکھے خدا اُسے دوست رکھے۔

ۛ میرا بیٹا حسین زمین عراق یعنی کربلا میں شہید کیا جائے گا۔ جو شخص اُس موقع کو پائے اُس کی مدد کرے۔

ۛ جس نے اس کے بعد ناسکری کی وہ لوگ فاسق ہیں۔



## دوسری فصل

## ملفوظات طیبات

## تقریر جلسہ انجمن نعمانیہ لاہور

ذیل میں حضرت قبلہ عالم قدس بنبرہ کی اُس مشہور تقریر کا خلاصہ دیا جاتا ہے جو آپ نے ۱۹ محرم ۱۳۳۱ھ مطابق (دسمبر ۱۹۱۲ء) کو انجمن نعمانیہ لاہور کے چھپیسویں سالانہ جلسہ میں مشاہیر علماء و فضلاء اور مسلمانوں کے ایک بڑے اجتماع کے سامنے فرمائی تھی اور جسے تنظیمین جلسہ نے کلام الملوک ملوک الکلام کے عنوان سے طبع کروا کر ملک میں نشر کیا تھا۔ اس موقع پر اہلسنت کے مشہور عالم و محدث مولانا وصی احمد صاحب سورتی نے فرمایا تھا کہ سبحان اللہ حضرت نے ابستہ میں ایسی بلند پروازی فرمائی کہ اربابِ علم کو بھی حیرت کر دیا اور آخر میں اس قدر عام فہم مسائل فقہ پر گفتگو نہ فرمائی کہ عوام کو بھی مضمون ذہن نشین کروا دیا۔

”بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ۔ سُبْحَانَكَ يَا أَوَّلَ الْأَوَّلِ وَالْآخِرِ وَالظَّاهِرِ وَالْبَاطِنِ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ۔ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى مَنْ أَنْزَلَ فِيهِ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ وَعَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ وَعَتَرَتِهِ الْمُطَهَّرِينَ بِتَطْهِيرَةٍ وَأَصْحَابِهِ وَأَحِبَّاءِ الَّذِينَ مَعَهُ أَشْدَاءٌ عَلَى الْكَفَّارِ رَحْمَاءٌ بَيْنَهُمُ الْغَايَةُ مِنْهُ بِفَضْلِ جَسِيمٍ وَعِلْمٍ عَمِيمٍ۔ فَأَوَّلِيَّتُهُ فِي الْآخِرِيَّتِهِ وَالْآخِرِيَّتُهُ فِي الْأَوَّلِيَّتِهِ كَمَا أَنَّ ظَهْرَهُ فِي بَطُونِهِ وَبَطُونُهُ فِي ظَهْرِهِ۔ بِشَيْئَتِنَا الثَّبَوِيَّةِ فِي قَوْلِهِ إِذَا ارَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ وَمَوْجُودِيَّتِهِ بِقَوْلِهِ فَيَكُونُ۔ ذَوَاتِنَا مَعَ مَكَانٍ اسْتَعْدَادَاتِنَا فِي الْحَضْرَةِ الْعِلْمِيَّةِ خَزَائِنُهُ وَفِيضُهُ الْأَقْدَسُ كَمَا أَنَّ وَجُودَاتِنَا مَعَ لَوْاحِقَتِنَا فِي عَرِصَةِ الْعَيْنِ الْمَكْتَسَى كَسَاءً وَمَا نَزَلَتْ إِلَّا بِقَدَرٍ مَعْلُومٍ۔ فِيضُهُ الْمَقْدَسُ مِمَّا عَلَيْنَا لَا مِنْهُ كَمَا أَنَّ مِنْهُ لَا مِمَّا نَالْنَا وَأَوَّلَ ظَهْرَاتِهِ حِينَ الرَّحْمَنِ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى ثَانِي شَيْئَاتِهِ الْمُبَشِّرِ بِمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ كَمَا أَنَّ آخِرَ أَخْرَجَ رَحْمَاتِهِ إِذَا مَا لِيَشْفَعَ عِنْدَهُ الْإِبَادَةَ أَوَّلَ إِذْنَاتِهِ۔ فَهُوَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللَّهُ نُورَهُ كَمَا أَنَّ آخِرَ بَخَاتِعِ النَّبِيِّينَ ظَهْرُهُ وَمِنْ هُنَا مَتْنٌ مِثْلُهُ وَنَظِيرُهُ۔ فَإِنَّ الْأَوَّلَ لَيْسَ بِثَانٍ وَكَمَا أَنَّ الثَّانِي لَيْسَ بِأَوَّلٍ۔ فَامْتِنَاعُ شَرِيكَ الْبَارِي عِزَّاسْمَةٍ مِنْ ذَاتِهِ كَمَا أَنَّ عَدَمَ امْكَانِ نَظِيرِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حَيْثُ بَعْضُ صِفَاتِهِ۔ فَظَاهِرُ الْأَقْدَرَاتِ غَيْرُ مُحِيطَةٍ بِالْمَعْلُومَاتِ فَاتَّضَعَ الْأَمْرُ بِوَضَحِ الدَّلَالَاتِ بِغَيْرِ مَدْخَلِ مَسْأَلَةِ امْكَانِ الْكَذِبِ وَامْتِنَاعِهِ اللَّهُمَّ

## ارنا حقیقۃ الاشیا کما هی

حمد بے حد اُس رب کریم و رحمان و رحیم کے لیے کہ جس نے بعد الوجود ہم کو اشرف مطالب اور افضل مرغب یعنی علم کی ہیئت اظہار فضیلت سے بقولہ تعالیٰ (قل هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون) و قولہ تعالیٰ (وما یعلمہا الا العلمون) و قولہ تعالیٰ (انما یحشی اللہ من عبادہ العلماء) و قولہ تعالیٰ فی جوابہ لابراہیم علیہ السلام (مدیث قدسی) (انی علیم احب کل علیم) متنازع فرمایا۔ اور درود بے حد اُس روف و رحیم پر کہ جس نے اپنی مجتہد رحمت اور مکمل عنایت و شفقت سے بقولہ علیہ السلام (فضل العالمر علی العابد کفضل علی ادناکم رجلاً) علما کی فضیلت ظاہر فرمائی۔

اس میں شک نہیں کہ شرف صفت بحسب شرف موصوف ہوا کرتا ہے اور علم مقابل جہل چونکہ صفات الہیہ واجبہ سے ہے لہذا فضیلت علمی پر کوئی برہان قائم کرنے کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔ حسن و قبح اشیا شرعی ہو یا عقلی بہر کیف بیان مذکور بنا بر مسلک ہر دو فریق اہل نقل و عقل علمی فضیلت کے لیے کافی ثبوت ہے۔

۱۔ پاک اور بلند ہے وہ ذات کہ اقل ہے اور آخر ہے اور ظاہر ہے اور باطن ہے اور اُسے ہر چیز کا علم ہے۔ اور درود اور سلام اُس ہستی پر جس کی شان میں نازل ہوا "عَزِيزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ" اور اگر اس ہے اُس پر وہ جو تمہارے لیے نقصان کا باعث ہو اور وہ نہایت خواہشمند ہے تمہاری بھلائی کا۔ روف و رحیم ہے مومنوں کے حق میں اور حضور کی اہل بیت اور عترت پر جو حضور کی تطہیر سے مطہر ہیں۔ اور آپ کے اصحاب اور اجاب پر جو آپ کی معیت سے مشرف ہیں۔ سخت ہیں کفار پر اور مہربان ہیں باہم حضور کے استفادہ سے اور حضور کے فضل جیم اور علم عمیم کی بدولت حضور کی اولیت آپ کی آخرت میں اور آخرت اولیت میں مندرج ہے۔ جس طرح آپ کا ظہور بطون میں اور بطون ظہور میں مندرج ہے۔ ہماری ہستی کا ثبوت حق تعالیٰ جل شانہ کے قول "کُنْ" سے اور وجود ارشاد "فیکون" سے ثابت ہے۔ ہماری ہستیاں اللہ تعالیٰ کے علم قدیم میں اپنی محض استعدادوں کے ساتھ اُس کے فیض خزانہ اور فیض اقدس میں حاضر ہیں۔ اور ہمارے خارجی وجود اپنے لوازمات کے ساتھ عالم دنیا کے میدان میں اندازہ الہی کے مطابق وجود کا لباس پہن کر اُمی کے فیض مقدس سے قائم ہیں پس اُس کے فیض مقدس کا منشأ ہماری استعدادیں ہیں جو ہم پر ظہور پذیر ہوتی ہیں نہ کہ اُس کی ذات پر۔ اُس کا اولین ظہور استوی علی العرش ہے اور اُس کی شان ثانی وہ ہے جس کی بشارت اُس کے ارشاد "وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً بِلْعَالِیْنِ" (ہم نے نہیں بھیجا آپ کو مگر عالم کے لیے رحمت) میں موجود ہے۔ اور اُس کی آخری رحمت کا ظہور اُس وقت ہو گا جب کہ اُس کی اجازت کے بغیر اُس کے حضور میں کوئی سفارش نہیں کرے گا۔ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی نوری مخلوق میں سب سے اقل ہیں اُسی طرح اذن شفاعت میں بھی سب سے اول ہوں گے۔ باعتبار ظہور خارجی آپ خاتم النبیین ہیں اور اسی وجہ سے آپ کی مثل اور نظیر ناممکن ہے کیونکہ جس طرح اول ثانی نہیں ہو سکتا۔ ثانی بھی اول نہیں ہو سکتا پس جس طرح اللہ تعالیٰ کا شریک ہونا من حیث الذات ممکن نہیں اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ثانی ہونا من حیث الصفات ناممکن ہے۔ یہ امر واضح ہے کہ ہر معلوم الہی تحت قدرت نہیں جیسے کہ خود ذات و صفات واجب الوجود پس نتیجہ یہ نکلا کہ مسئلہ امکان و امتناع کذب کی مداخلت کے بغیر حضور کی نظیر کا امتناع واضح دلائل سے ثابت ہوا۔ الہی ہمیں حقائق اشیا کا حقد و کھلا دے۔

۲۔ فرما دیجئے کیا برابر ہو سکتے ہیں علم والے اور وہ جو علم نہیں رکھتے ۱۔ ان کو علم والوں کے بغیر کوئی نہیں جانتا ۲۔ بے شک خدا سے علم والے ڈرتے ہیں ۳۔ میں علم والا ہوں اور ہر صاحب علم کو دوست رکھتا ہوں ۴۔ عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے میری تم میں سے سب کا ادنیٰ پر۔



جمع علوم کا احاطہ خارج از قدرتِ عباد و ناممکن ہے۔ لہذا ہم العلوم اور مہتمم بالشان علم یعنی علم دین کی طرف توجہ  
ادلائے وریات میں سے سمجھی جاتی ہے کیونکہ اس اشرف الانواع، مجبور الوطن حضرت انسان کا اپنے اصل تک رسائی کا  
یہی ذریعہ ہو سکتا ہے نہ علوم عقلیہ محضہ مثلاً مبادی فیاض حق سبحانہ و تعالیٰ نے اس غریب مسافر سب سے پس ماندہ و مجبور تر  
کو وطن اصلی میں پہنچنے کے لیے ہدایت فرمائی کہ خبردار کہاں تُو اور کہاں ہم۔ کجا ہستی اور کجا نیستی۔ نابود کو کیا مجال ہے کہ  
بالذات خود کچھ دکھا سکے یا حق مولیٰ ادا کر سکے۔ وہ خود ناچیز ہے بغیر امداد و توفیق ہماری کے کیا کر سکتا ہے؟ اگر کچھ توفیق خدا داد  
کے بعد تم سے ہو سکے تو صرف اپنی کارروائی کو اکیلا ہر ایک شخص عابد حضرت سلطان یعنی ہماری جناب میں مت پیش کرنا۔  
کیونکہ ناقص اور ردی متاع بالذات خود در علیحدگی اس قابل نہیں ہوتا کہ حضرت سلطان میں پیش کیا جادے۔ البتہ عیب پوشی  
کا ہم ہی تجھے ایک آسان راستہ بتاتے ہیں۔ اس معیوب اور ردی رخت اپنی کو عمدہ اور جیدہ متاعوں کے ضمن میں ہمارے پیش  
کرو۔ یعنی اپنی ردی اور ناقصہ عبادت اور بندگی کو انبسیا، اولیاء اور ملائکہ کی عبادت میں شامل کر کے بصیغہ جمع ایات  
نعبد و ایاتک نستعین (ہم سب تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور ہم سب تجھی سے مدد مانگتے ہیں) عرض کرو۔

ہماری شریعت منزلہ کا مسئلہ ہے کہ جب اجناس مختلفہ کو ایک عقد میں بیع کیا جائے اور پھر بعض اشیاء کا عیب ظاہر ہو تو اُس صورت میں مشتری یا ساری چیزوں کو واپس کرے یا سب کو رکھ لے نہ یہ کہ ردی کو واپس کرے اور اچھی کو رکھ لے جب بندے کے حق میں ہماری شریعت صرف ردی اور معیوب کے واپس کرنے کا فیصلہ نہیں دیتی تو سلطان الکُل اور مولی الکُل کی شانِ خداوندی سے زیبا نہیں کہ ردی عبادت کو واپس کیا جائے بلکہ یہی زیبا ہو گا کہ سب کو منظور کیا جائے۔

حضراتِ سامعین! یہ ایک تمثیل بطورِ مُستہتموزہ از خروارِ ذی کے از ہر اذ صرف اس غرض کے لیے پیش خدمت کر دی گئی ہے کہ یہ ثابت ہو جاوے کہ بغیرِ علمِ دین و تعلیمِ شارعِ ایسے راستے کا معلوم کر لینا کہ جس سے اپنے خالق کی رضا حاصل کی جائے یا وطنِ اصلی تک پہنچا جائے ناممکن ہے۔ بغیرِ علم کے انسان گویا مُردہ ہوتا ہے ولنعم ما قیل!

وَفِي الْجَهْلِ قَبْلَ الْمَوْتِ مَوْتٌ لِأَهْلِهِ  
وَأَنْ أَمْرًا لَمْ يَجِبْ بِالْعِلْمِ مَيِّتٌ

دینی علم کی طلب ہر مسلمان پر فرض ہے۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ طلب العلم فريضة على كل مسلم۔ قال الله تعالى فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ۔

فَوَمَّهَم اِذَا رَجَعُوا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْكُمُونَ -  
عبد اللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں دو مجلس مجلس اہل ذکر و مجلس تعلیم و تعلیم کے  
ملاحظہ فرمانے پر ہر دو مجلس کے اہل پر خوشنودی ظاہر فرمائی اور سلسلہ تعلیم والے گروہ کو ذاکرین پر ترجیح دی اور فرمایا کہ اِنَّمَا  
يُعِشْتُ مَعَلَمًا میں بحیثیت و منصب معلمی مبعوث ہوا ہوں اور گروہ اہل علم کو شرف شمولیت بخشا اور اُن کے پاس

اے جہل میں موت سے پہلے موت ہے اور جہلا کے اجسام قبروں سے قبل قبر میں ہیں۔ اگر کوئی انسان علم سے زندہ نہ ہو تو وہ مُردہ ہے اور قیامت کے اُٹھنے تک اُس کے لیے کوئی زندگی نہیں۔ اے ہر مسلمان پر طلبِ علم فرض ہے۔ اے ان مسلمانوں کے ہر فرقہ سے ایک گروہ کیوں جہاد پر نہیں نکلا تاکہ (باقی ماندہ) دین حاصل کرتے اور اپنی قوم کو واپس آنے پر ڈراتے تاکہ وہ احتیاط کریں۔



جلوس فرمایا۔

یونس ابن میرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الخیر عادیۃ والشر لجاجة ومن یرد بہ خیر ایفقہ فی الدین۔ وایضاً خیار امتی علمائہا وخیار علمائہا فقہائہا۔ بہترین امت علمائہا ہیں اور علمائہا سے برگزیدہ اہل الفقہ است وفہم ہیں۔ آیت مذکورہ وحديث ہذا سے ثابت ہوا کہ اہل قرآن و اہل حدیث میں سے برگزیدہ گروہ اہل فقہ تھے و فقہائے کرام کا ہے یعنی جن کو قرآن و حدیث میں سمجھ اور فقہ است ہو بخلاف خیال اہل زمانہ موجودہ کے کہ فقہاء کو مقابل اہل قرآن و حدیث ٹھہراتے ہیں۔

بروایت حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ التفقہ فی الدین حق علی کل مسلم الا تعلموا و علموا و تفقہوا و لا تموتوا جہالاً۔

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ ما عند اللہ بشی افضل من فقہ فی الدین۔ فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد۔ و لكل شیء عماد و عماد الدین الفقہ۔ و ایضاً العلماء و رثۃ الانبیاء۔ و ایضاً للانبیاء علی العلماء فضل درجتین و للعلماء علی الشہداء فضل درجۃ۔

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔ العلم خیر من المال۔ العلم یحرسک و انت تحرس المال العلم حاکم علیک و المال محکوم علیہ۔ مات خزائن المال و بقی خزائن العلم۔ اعیانہم مفقودۃ و اشخاصہم فی القلوب موجودۃ۔

طالب علم دینی کا شان۔ قولہ علیہ السلام ان الملائکۃ لتضع اجنحتہا طالب العلم رضی بما طلب۔ طلبہ کو فن کتابت سے کافی حصہ حاصل کرنا ضروری ہے۔ قولہ علیہ السلام؛ قید و العلم بالکتاب ایضاً استعمل یدک۔ کاتب کو اشکال حروف کی درستی اور ضبط بالنقطہ محل اشتباہ میں ضروری ہے۔ بروایت مختلفہ ثابت ہے کہ عربی زبان میں پہلے کاتب آدم علیہ السلام اور بعد طوفان اسمعیل علیہ السلام تھے۔

عروہ ابن زبیر فرماتے ہیں کہ پہلے کاتب متقدمین میں سے وہ لوگ تھے جن کے اسماء حسب ذیل ہیں:-  
ابجد۔ ہوز۔ حلی۔ کلمن۔ سحن۔ قرشت۔ یہ لوگ مدین کے بادشاہ تھے۔

اشکال حروف کو معمولی نظر سے نہ دیکھنا چاہیے۔ یہی اشکال الفاظ پر اور الفاظ معانی پر اور معانی امر محل بسیط باطن پر دال ہے

لے خیر عادیۃ ہے اور شر لجاجة اور جو شر کو خیر سے بدل ڈالے اُسے فقہ است فی الدین حاصل ہوتی ہے میری امت کے خیار علمائہ ہیں اور علمائہ کے خیار فقہائہ ہیں۔ لے فقہ است فی الدین ہر مسلمان پر واجب ہے۔ خبر دار علم پڑھو اور پڑھاؤ اور فقہ حاصل کرو اور جاہل ہو کر مت مرو۔  
علیہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فقہ است فی الدین سے افضل کوئی چیز نہیں۔ ایک فقیہ، شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ سخت ہے۔ ہر چیز کا ایک ستون ہے اور دین کا ستون فقہ ہے علمائہ انبیاء کے وارث ہیں انبیاء کے لیے علم پرورد درجے ہیں اور علمائہ کے لیے شہداء پر ایک درجہ۔  
لے علم مال سے بہتر ہے کہ علم تیری حفاظت کرتا ہے اور تو مال کی علم تجھ پر حاکم ہے اور مال محکوم مال کے خزانے مٹ گئے اور علم کے خزانے باقی رہ گئے۔  
لے اہل علم کے لجام مضبوط ہیں لیکن ان کے فداست دلوں میں ہو رہے ہیں لے وہ کاتب علم کی راہ میں پہنچاتے ہیں لے علم کو کتابت میں مقید کر دینے والے لے لکھو



اور وہی امر بیطباطنی معانی بعد ازاں الفاظ بعد ازاں شکل و نقوش سے ظاہر ہو رہا ہے۔ گویا عالم نقوش و الفاظ و معانی متکثر میں اسی کا ظہور ہے جس کی جلوہ گاہ باقی عوالم ہیں بنظر اعتبار و تدبیر جس عالم کو دیکھا جائے ہو الاول۔ ہو الآخر۔ ہو الظاہر۔ ہو الباطن کا درس ہو رہا ہے۔ عارف نے فرمود ہے

نخستین بادہ کا ندر جہام کردند  
مزابش عکس آں کُلف م کردند

اس پر از جانب فقیر

بہ مہر آنکہ غیرش نیست موجود  
ز خود آفت زوہم انجم کردند

حضرات طلباء! آپ صاحبان میں سے کسی صاحب کو اگر جذبہ ازلی نے یہاں تک رسائی نصیب فرمائی تو پھر طبعاً خود بخود ہی نیاز مند کے پہلے سوال منجملہ سوالات مندرجہ رسالہ فتوحاتِ محمدیہ متعلق لمیثہ ترتیب حروفِ تہجی الف۔ ب۔ ت۔ ث۔ ج۔ کا جواب منکشف ہو جائے گا۔ مجملہ اہل اسلام پر بدیل قولہ تعالیٰ للفقراء الذین احصوا فی سبیل اللہ طلباء علم دینی بما یتعلق بہ کی خدمت حسبِ توفیق واجب ہے۔

آخری معروض بحضرت طلباء! آپ صاحبان نے حدیث شریف انما الاعمال بالنیات کو بخوبی سمجھا ہوا ہے اس کی تعمیل نہایت ضروری سمجھیں۔ مبادا کہ خدا نخواستہ فسادِ نیت (جدلِ مرا) منہی فی الاحادیث کی وجہ سے اس عذرِ قصویٰ و ربوہ علیہ سے گرجاویں۔ والسلام

حضرت کی اس تقریر کا نمایاں اثر یہ ہوا کہ مدرسہ کی امداد کے لیے سابقہ معمول سے بہت زیادہ چندہ جمع ہونے کے علاوہ تجدیدِ سلیم یافتہ لوگ جو نمازیں بدیں خیال سستی کرتے تھے کہ جب ہم کامل نماز نہیں پڑھ سکتے تو ناقص نماز پڑھنے سے کیا فائدہ، باقاعدہ نماز کے پابند ہو گئے۔ علماء سے لے کر عوام تک سب آپ کی تقریر سے مخطوط و متاثر ہوئے۔

## شیخ اکبر کی تعلیمات پر ایک اعتراض کا جواب

حضرت کے ملفوظاتِ طلیبات میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ "فصوص الحکم" مصنفہ حضرت شیخ محی الدین ابن العربی کے سبق کے دوران کتاب کے الفاظ (الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَوْجَدَ الْاَشْيَاءَ وَهُوَ عَيْنُهَا) سب تعریف سزاوارتھے اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے ایجاد فرمایا اشیا کو اور وہ عین ہے ان کا) کی تشریح کرتے ہوئے بیان فرمایا کہ لوگوں کو حضرت شیخ کی اس عبارت سے وہم ہوا ہے کہ اس سے خالق و مخلوق کا اتحاد لازم آتا ہے مگر حاشا وکلاً۔ شیخ کی مراد ہرگز یہ نہیں کیونکہ لفظ عین کے دو معانی ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ کہا جائے کہ فلان چیز اپنا عین ہے مثلاً الانسان انسان اور دوسرے یہ کہ کسی چیز کا قیام اور تحقق کسی اور چیز سے ہو کہ اگر وہ نہ ہوتی تو اس کا کوئی وجود نہ ہوتا اور یہاں شیخ نے ہی معنی لیے ہیں کہ الواجب کا تعلق مخلوقات سے قطع تصور کیا جائے تو مخلوق کافی نفس کوئی وجود نہ ہوگا۔ اور فرمایا کہ میں نے کسی کتاب میں دیکھا ہے کہ ایک مجددی حضرت بیان کرتے ہیں کہ میں ایک روز حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف پر مراقب ہو کر بیٹھا تھا۔ میں نے دیکھا کہ عالم مثال میں حضرت محبوب الہی فصوص الحکم کا درس دے رہے ہیں۔ میں نے سوال کیا کہ اوجد الاشياء وهو عينها کی عبارت سے بظاہر خالق و مخلوق کا اتحاد مفہوم ہوتا ہے۔ حضرت موصوف نے ایک لمحہ تامل فرمایا کہ ناگہاں حضرت شیخ اکبر کی رُوح پُر فتوح تشریف لائی اور حضرت محبوب الہی صاحبؒ سے فرمایا کہ



آپ کیوں یہ جواب نہیں دیتے کہ میں نے دُھو عینُہا کہا ہے نہ کہ دَہی عینُہا یعنی یہ نہیں کہا کہ اشیاء اللہ تعالیٰ کا عین ہیں بلکہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اشیاء کا عین ہے۔

## توحید و جودی کے متعلق انھیں انھیں کے عقیدہ کا بیان

حضرت فرماتے ہیں کہ ظاہر بنی حضرات جنہیں قدرت نے نورِ باطن سے نہیں نوازا، اپنی کم فہمی کی وجہ سے شیخ اکبر کے مسئلہ توحید و جودی کو عقیدہ حلول سے منسوب کرتے ہیں حالانکہ حضرت شیخؒ نے اپنی تحریروں میں صریحاً اس عقیدہ کا انکار اور رد فرمایا ہے۔ فتوحاتِ مکیہ میں شیخؒ فرماتے ہیں کہ ظاہر بنی گروہ کا عقیدہ، جو دلائل ظاہرہ پر مبنی ہے، یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی نسبت اپنی مخلوق کے ساتھ ایسے ہے جیسے صنایع کی مصنوع کے ساتھ۔ ویذنبی بکل مسلمان یعتقد (اور ہر مسلمان کو یہ عقیدہ رکھنا واجب ہے) مگر خاص انھیں لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ اشیاء کا مظہر ان کا عین ہے یعنی اشیاء اسماء کے ظل کے مثل ہیں۔ اور ظل کی کوئی حقیقت نہیں ماسوائے اس نمود بے بود کے۔ اس معدوم کائنات کی روشنی دراصل آفتاب ذات واحد کے فیوضات کا عکس ہے پس غیر حق کہاں سے ہوا اور کیا ہے؟ کان اللہ ولہ یکن معہ شیء والآن کما کان (مخلوقات کی خلق سے پہلے اللہ ہی تھا اور اُس کے ساتھ کوئی شے نہ تھی۔ اب خلق کے بعد بھی ویسا ہی ہے جیسا پہلے تھا) اور حضرت شیخؒ سب مسلمانوں کو اس عقیدہ پر مجبور و مکلف نہیں فرماتے بلکہ ان کے خیال کے مطابق یہ عقیدہ نفوسِ قدسیہ کے مشاہدات اور تجلیاتِ خاص سے ہے جو ان برگزیدہ ہستیوں کو بحکمِ ذوقِ عرفان حاصل ہوتا ہے۔ شیخؒ فرماتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ عالم من حیث المجموع ذات مع الصفات کا خلاصہ ہے۔ اور شیخؒ یہاں اصح الرویتیں کو، اور بارگاہِ نبویؐ میں جبریل علیہ السلام کے شکلِ وحیہ کلی حاضر ہونے کے واقعات کو شاہد لاتے ہیں وہاں قوم کو تو وہ وحیہ کلی نظر آ رہے تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ یہ جبریلؑ ہیں۔ حالانکہ نہ تو وہاں جبریلؑ وحیہ کلی میں حلول کیے ہوئے تھے اور نہ یہ بات تھی کہ جبریلؑ بھی موجود تھے اور وحیہ کلی بھی۔ دراصل جبریلؑ علیہ السلام اپنی حقیقتِ ملکیہ پر باقی رہتے ہوئے عالمِ شہادت میں بصورتِ وحیہ کلی متمثل ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رویتِ مبارک میں وہ اپنی حقیقتِ ملکیہ ہی میں نظر آ رہے تھے مگر قوم کی رویت کی رسائی ان کی صورتِ متمثلہ ہی تک تھی اور چونکہ صحیح ترین رویت، رویتِ محمدیؐ ہے اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہی صحیح تھا کہ ذالک جبریل (یہ جبریلؑ ہیں)

پھر اس مقام پر حضرت قبلہ عالمِ قدسؒ نے فرمایا کہ مجھے ابتداءِ حال میں اپنا وجدان اس مسئلہ توحید میں آیتِ کریمہ فتمثل لہا بشراً انویاً کی طرف راہ دکھاتا تھا جس میں فرشتہ اگر حضرت مریم علیہ السلام کو لڑکے کی بشارت دیتا ہے، حضرت مریمؑ کی رویت میں وہ بشر تھا مگر وہ خود کہتا ہے انما انا رسول ربک (یعنی میں فرشتہ ہوں) مطلب یہ ہوا کہ حقیقتِ ملکی شکلِ انسان متمثل ہو کر ظاہر ہوئی جب حقیقتِ ملکی کا یہ حال ہے کہ اُسے اپنے آپ کو ادراک کرانے کے لیے متمثل ہونا پڑتا ہے تو کمالِ تجلیاتِ حق کو محدود علومِ انسانی کیسے احاطہ کر سکتے ہیں۔ ایسا کرنے کے لیے تو خود حق سبحانہ تعالیٰ کا اپنا علم جو اتم اور اکمل العلوم ہے وہی انسان کی راہ نمائی کرتا ہے۔ اور اس علمِ الہی کے درود کا مقام انسان کی زبان نہیں کہ قیل وقال سے درست ہو سکے بلکہ وہ جو ہر نورانی ہے جس سے کمالِ انسانی محقق ہے پس جب یہ ثابت ہو گیا کہ دیکھنے والا اپنی بینش کی استعداد اور اندازہ کے مطابق ادراک کرتا ہے اور عقائد کے مارج میں تفاوت بوجہ تفاوتِ ادراک کے ہے تو پھر وہ اعتراض کہاں رہ جاتا ہے جو بعض لوگ کرتے ہیں کہ نعوذ باللہ



حضرت شیخؒ کے اس عقیدہ کے مطابق خدا جبر ہے یا شجر ہے یا پہاڑ یا آسمان۔ دراصل شیخؒ کے اس عقیدہ عینیت کی مدار اُن نفوس قدسیہ کی صحیح ترین رویت اور مشاہدہ ہے جنہیں قدرت کی طرف سے یہ شرف اختصاص کیا گیا ہے۔ نہ کہ عوام ظاہرین کی رویت جو اس نعمت سے محروم ہیں۔ پھر حضرت قبلہ عالم قدسؒ نے فرمایا کہ کان الشیخ آية من آیات اللہ (حضرت شیخ رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے)

راقم الحروف کہتا ہے کہ حضرت قدس سرہ کا یہ ملفوظ توحید و جود کی کوششیں بہا اسرار و رموز کے بیان میں ہے لیکن اس سے وہی شخص صحیح مستفید ہوگا جسے ارواح طیبہ کی توجہ سے اس مسئلہ کے ساتھ مناسبت ہو ورنہ شیخ ابن تیمیہ جیسے جلیل العلماء ظاہر اس معاملہ میں غلو کر کھا گئے اور توحید و جود کی کو حلول سمجھ کر حضرت شیخ اکبرؒ اور دیگر اکابر مشائخ و جودیہ کے خلاف اپنی تصانیف میں سخت نامناسب کلمات تحریر کیے۔

اِس جانہ حُلُول است نہ انکارِ شریعت  
گوئید ز من مدعیِ علم و ہنر را  
تا ندید بکوشش نہ شود شیخ چہ داند  
اِس بے خودی و ذوقِ دل اہلِ نظر را

رویت الہی کے بارے میں حضرت شیخ اکبر کے مسکٹ کی تشریح

حضرت فرماتے ہیں کہ بعض مشاہیر سے منقول ہے کہ حضرت شیخ اکبرؒ اس دنیا میں رویت الہی کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا ہی اللہ الا اللہ (خدا کو خدا کے سوا کسی نے نہیں دیکھا)۔ اور اگر رویت نہیں ہو سکتی تو پھر درویشوں اور عشاق کی کوششیں اور سوز و طلب و تعب کس واسطے ہے۔ یہ حضرات بھی شاید شیخ کے اصل مقصد کو نہیں پہنچے۔ شیخؒ رویت کے منکر نہیں بلکہ فتوحاتِ مکیہ میں فرمایا ہے ۔

اذا ما تجلى الجيب بامی عین اراه بعینه اری لا بعینی اسراء  
یعنی محبوب حقیقی جب تجلی کرے تو اُسے کس آنکھ سے دیکھوں۔ اُس کو اُسی کی آنکھ سے دیکھوں گا نہ اپنی آنکھ سے۔  
خواص اس مقام میں شاہد و مشہود کو آلائش غیرت سے پاک اور بجز حق کے نہیں جانتے۔ وہی ذاکر وہی مذکور، وہی  
شاہد وہی مشہود۔ "لیس فی الذار غیرہ" (اُس کے سوا گھر میں کوئی نہیں) حدیث قدسی نے اس معنی کو یوں بیان فرمایا ہے  
"بی یسمع دبی یبصر" (مجھ سے دیکھتا اور مجھ سے سُنتا ہے) اس مشاہدہ میں شاہد کا سب تن بمنزلہ چشم ہو جاتا ہے  
اور بہ ہمہ تن جمال حق کو دیکھتے ہیں۔ ع

۵۔ ہمہ دیدہ گشتہ بچوں نرگس تنش  
(اُس کا سارا تن نرگس کی طرح آنکھ بن جاتا ہے)

اور یہ مقام حضرت شیخؒ کے مستفیضین شیخ ابن الفارض وغیرہ کو بھی حاصل ہے اور حضرت جامی علیہ الرحمۃ نے اپنے اس شعر میں بھی اسی چیز کو بیان کیا ہے ۔

یہ ہے ۵  
بے منزل آمدِ من تا بتو      نشید تڑا یافتِ اِلا بتو



یعنی تیرے اور میرے درمیان بہت منازل ہیں اور تجھے تیرے بغیر پانا ممکن نہیں۔  
تجھے دیکھنا بھی جاناں ہے تیری نظر سے دُرنہ کہاں تیرا حسن مطلق کہاں میری کم نگاہی

## ایک شبہ کا ازالہ

اور یہ جو شیخ سے منقول ہے کہ خاتم الانبیاء مقام ولایت میں خاتم الاولیاء سے اخذ کرتے ہیں۔ بظاہر یہ کلام مُتکبرین پر گراں گزرتا ہے لیکن اہل معنی پر از دوائے معنی گراں نہیں کیونکہ خاتم الانبیاء اور خاتم الاولیاء میں اس طرح کا سلسلہ اتصال و اتحاد پیدا ہو جاتا ہے کہ نبی کے لیے ولی بمنزلہ اعضاء و آلات ہو جاتا ہے مثل ہاتھ، پاؤں، کان آنکھ وغیرہ کے۔ انسان کو اگر کوئی چیز کپڑنی ہو تو ہاتھ استعمال کرتا ہے، چلنا ہو تو پاؤں سے مدد لیتا ہے۔ دیکھنے کے لیے آنکھ سے فائدہ اٹھاتا ہے اور سننے کے لیے کان سے۔ مگر ان باتوں سے اعضاء کو انسان کے نفس ناطقہ پر فوقیت حاصل نہیں ہو جاتی۔ ایسا ہی جبریل علیہ السلام کو باوجود واسطہ بننے علوم وحی کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت نہیں۔ پس خاتم الاولیاء کو خاتم الانبیاء پر کس طرح فضیلت ہو سکتی ہے۔

## حضرت شیخ الشیوخ سُہروردی اور شیخ اکبر

حضرت فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سُہروردی اور حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی ہم عصر تھے ایک روز بازار میں آمنے سامنے گذرتے ہوئے نظریں دو چار ہوئیں حضرت شیخ الشیوخ سے ان کے متعلق سوال ہوا تو فرمایا رَجُلٌ مِّثْلِي حَكَمَةٌ وَ اَسْرَارًا رِثَیْصُ اللّٰهِ تَعَالٰی کی حکمتوں اور اسرار کا خزانہ ہے، حضرت شیخ اکبر نے حضرت شیخ الشیوخ کے بارہ میں فرمایا۔ رَجُلٌ مِّثْلِي اِتِّبَاعًا وَ سُنَّةَ رِیْثِیْصُ اِتِّبَاعِ اُورِ سُنَّتِ نَبِیِّ عَلٰی صَاحِبِهَا الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ سے ملو ہے،

پھر فرمایا حضرت شیخ الشیوخ اپنے مُریدوں کو شیخ اکبر کے پاس جانے سے منع فرماتے تھے جب شیخ کا وصال ہوا تو شیخ الشیوخ نے سخت رنج اور افسوس کا اظہار فرمایا۔ لوگوں نے پوچھا کہ شیخ ابن عربی کی زندگی میں تو آپ ہیں اُن کی صحبت سے منع فرماتے تھے اب اس عسَم و الم کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا کہ شیخ کا کلام نہایت بلند اور عمیق ہوتا تھا۔ مجھے اندیشہ تھا کہ تم لوگ اپنے قصورِ فہم کے باعث معترض ہو کر بے ادبی میں مبتلا ہو جاؤ گے۔

## حضرت شیخ اکبر ایک مخالف کے جنازے پر

ایک مرتبہ بیان فرمایا کہ حضرت شیخ اکبر اپنے ایک مخالف کے جنازے پر تشریف لے گئے۔ رِیْثِیْصُ آپ پر روزانہ لعنت کیا کرتا تھا۔ اُسے مُبتلائے عذاب دیکھ کر توقف فرمایا اور اُس کی قبر پر پتھر بڑا بار نفعی اثبات کا ذکر کر کے اُس کے لیے استغفار کیا۔

## حضرت شیخ اکبر کا کشف

ایک اور موقع پر فرمایا کہ حضرت شیخ اکبر کے کشف کی کیفیت تھی کہ کسی شخص پر تین مرتبہ نظر فرما کر روزِ میثاق سے حشر تک اُس کے احوال پر مفصل طور پر مطلع ہو جاتے تھے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ حضرت غوث الاعظم حبیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ



کی معنوی اولاد تھے۔ ان کے والد کی عرضداشت پر حضور غوث پاکؒ نے فرمایا تھا کہ تمہاری تقدیر میں اولاد نہیں مگر میری صلب میں ایک فرزند موجود ہے میری پشت سے اپنی پشت ملاؤ۔ چنانچہ پشت ملائے پر یہ فرزند انہیں منتقل کر دیا۔

## حضرت شیخ اکبر کا ایک مُرید کو تجلی دائمی ابدی کا عطیہ

حضرت کا ارشاد ہے کہ صوفی دو قسم پر مشتمل ہوتے ہیں ایک متخلق باخلاق اللہ اور دوسرے متحق باخلاق اللہ حضرت شیخ اکبرؒ قسم ثانی سے تھے کہ احیاء اور اِمات اور تبدل اشکال وغیرہ پر قادر تھے حضرت شیخؒ کے ایک مستفیض شاگرد شیخ صدر الدین قنویؒ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں نے حضرت شیخؒ کی خدمت میں بعض معارف و حقائق بیان کیے جس پر آپؒ محظوظ مسرور ہوئے۔ میں نے عرض کیا کہ یہ سب آنجناب کے ہی تصدیق اور افاضہ کی بدولت ہے اللہ تعالیٰ نے حضور کو متحق بالاسماء کا رتبہ عالیہ عطا فرما رکھا ہے میں چاہتا ہوں کہ مجھ پر تجلی دائمی ابدی وارد فرمائی جائے جس سے ایک ساعت بھی مجھ کو ہوں حضرت شیخؒ نے فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ مجھ سے بارہا وصفت احیاء و اِمات کا ظہور ہوا ہے اور خلق خدا کو گونا گوں قسم کے فوائد پہنچتے رہے ہیں لیکن یہ نعمت عظمیٰ آج تک مجھ سے کسی کو نہیں ملی اب تمہیں عطا کرتا ہوں چنانچہ اُسی وقت تجلی دائمی ابدی میرے حال پر وارد ہو گئی۔

## فصوص الحکم کا ایک سبق

”فصوص الحکم“ کے سبق کے دوران ایک روز فص آدمؑ (فص حکمت الہیہ فی کلمۃ آدمیۃ فاؤل ما لقاہ المالك) کی تشریح میں حقیقت عالم پر اس طرح تقریر فرمائی کہ فص لغت میں نگین کو کہتے ہیں اور یہاں خلاصہ اور لب لباب کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ لفظ حکمت سے مراد ہے حقائق اشیاء کا علم واقعی جس میں تغیر و تبدل کو راہ نہیں مثلاً حقیقت انسان حیوان المطلق ہے۔ پس زمانہ ماضی۔ حال اور استقبال میں اس کے لیے یہی حقیقت قائم رہتی ہے۔ لفظ الہیۃ اللہ کی طرف منسوب ہے جو ذات کے مراتب ثلاثہ میں مرتبہ ثانیہ کا نام ہے۔

پہلا مرتبہ ہے ذات بحت جسے ہویت صرف بھی کہتے ہیں۔

دوسرا مرتبہ ہے ذات بحیثیت اسماء و صفات اجمالاً جسے احدیت الجمع بھی کہتے ہیں۔

تیسرا مرتبہ ہے ذات بحیثیت اسماء و صفات تفصیلاً جسے واحدیت سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

## اعیان ثابتہ

فی کلمۃ کلمات اس قوم کی اصطلاح میں موجودات کے معنی میں آتا ہے اور چونکہ کلمات مرکب ہوتے ہیں حروف اور مبادی سے لہذا یہ حضرات اعیان ثابتہ اور حروف علیہ کو حروف اصلیہ کہتے ہیں۔ ارادۃ الہی بمنزلہ قلم ہے جس سے اولاً موجودات کی صورتیں شکل حروف اصلیہ (یعنی اعیان ثابتہ) صادر ہوئیں۔ پھر وہی حروف اصلیہ خلعت وجود خارجی سے تعلق اور ترکیب پا کر کلمات بنے۔

## فیض اقدس

ایمانِ ثابۃ فیضِ اقدس کے اثر کا نتیجہ ہیں جو صفاتِ جبریہ سے ہے اور عبارت ہے تجلی ذاتی سے جو اشیا کے وجود اور استعداد کے لیے ظاہر ہوئی۔ فیضِ اقدس غیر مجہول ہے مہیات اور ان کی استعداد کی طرح، کیونکہ ذات اور ذاتیات کے مابین جعل کو دخل نہیں۔

ایمانِ ثابۃ عبارت ہیں اُن خصوصی علومِ الہیہ سے جو کائنات کے ہر ذرہ کے متعلق علمِ ازل میں ممکن ہیں۔

## فیض مقدس

فیضِ اقدس کے علاوہ ایک فیض ہے فیضِ مقدس جو صفاتِ اختیاریہ سے ہے اور عبارت ہے تجلیِ اسمائی سے جو خارج میں مقضائے استعداد کے ظہور کا موجب ہے اور مجہول ہے اور یہ استعداد حاصل نہیں ہو سکتی مگر قبولِ روحِ الہی سے اور یہی چیز ہے فیضِ مقدس۔ اصطلاحِ صوفیہ میں خارج سے مراد ہے وجود ذاتِ من حیث الظہور فی الثعینات پس خَلَقَکُمْ کے معنی ہوں گے تَعِیْنُ بِتَعِیْنَاتِکُمْ۔

## آدم کے وجود میں علومِ الہیہ کا ظہور

آدمیتہ آدم کی طرف منسوب ہے اور اس میں کُل کی اضافتِ جز کی طرف ہے اور عام کی خاص کی طرف کہ وجودِ آدم جز ہے کُل موجودات کا اور خاص ہے باقی مخلوقات کی نسبت۔ حاصلِ کلام پہلی چیز جو مالک یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ پر اُس کتابِ مثالی سے العافرائی وہ ہے خلاصہ علومِ الہیہ جو آدم کے وجود میں ثابت ہیں۔ اور آدم علیہ السلام کے وجود میں ان علوم کی ودیعت کی وجہ تخصیص یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو حسبِ استعداد و قابلیت چند علوم ودیعت فرمائے اور چونکہ آدم کی استعداد ان علومِ الہیہ کے قابل تھی بوجہ منظرِ اتم اور جمع اسماء و صفات کا آئینہ اور خلیفۃ اللہ ہونے کے، اس لیے ان جمیع علوم کی ودیعت اُن کے وجود میں فرمائی گئی۔

## انسانی وجود میں عالمِ علوی و فلی کے حقائق و نظائر

۱۔ عالمِ علوی اور فلی کے مجملہ حقائق اور نظائر آدم کے وجود میں موجود ہیں۔ عالمِ اعلیٰ جس میں ہرگز تغیر و تبدل نہیں ہوتا مثلاً قلم کہ حکماء اُسے عقلِ اول سے تعبیر کرتے ہیں۔ وہ حضرت شیخ اکبر کی اصطلاح میں عبارت ہے حقیقتِ محمدیہ سے۔ اُس کی نظیر انسان کے وجود میں روحِ قدس ہے۔ عرشِ عظیم کی نظیر جسمِ انسان، کرسی کی نظیر نفسِ انسان بیت المعمور کی نظیر قلبِ انسان۔ یہ تینوں اگرچہ متحد بالذات ہیں مگر مغائر بالاعتبار۔ ملائکہ جنہیں حکماء عقولِ عشرہ سے تعبیر کرتے ہیں اُن کی جسمِ انسان میں قولائے انسانیہ ہیں۔ اسی طرح زحل اور اُس کا فلک اُس کی نظیر ہے نفس میں قوتِ علمیہ۔ مشتری اور اُس کا فلک جس کی نظیر ہے قوتِ ذکرہ (فی موقرۃ الدماغ)، مریخ اور اُس کا فلک۔ قوتِ عاقلہ جو دماغ کے مجرہ یا فوخ میں ممکن ہے۔ اس موقع پر حضرت نے فرمایا کہ بعض حضرات کو جب معراجِ روحی ہوتا ہے تو یہی قوت



عالم اپنے مقام سے خارج ہوتی ہے اور اُس کے لیے براق شمالی لایا جاتا ہے اور وہ اُس پر سوار ہو کر عالم ملکوت کی سیر کرتا ہے میں نے ایسے اشخاص کو دیکھا ہے کہ یہ خیال اُن کے اندر وارد تھا مگر بوجہ بے علمی اس کی حقیقت سے بے خبر تھے۔

شمس اور اُس کا فلک اُس کی نظیر قوتِ منکمرہ وسط دماغ کے اندر۔ زہرہ اور اُس کا فلک۔ قوتِ ہمیه روح حیوانی میں۔ عطارد اور اُس کا فلک اس کی نظیر قوتِ خیالیہ مقدم الدماغ میں۔ مریخ اور اُس کا فلک جس کی نظیر ہے انسانی جوارح میں قوتِ حسیہ۔

۲۔ آب عالم اعلیٰ کے بعد عالم استحالہ کو بھیجے جس میں تغیر و تبدل کو راہ ہے۔ کمرہٴ نار جس کی روح ہے حرارت و یبوست۔ وجودِ انسانی میں اس کی نظیر صفر ہے جس کی روح قوتِ ہاضمہ ہے۔ کمرہٴ ہوا جس کی روح ہے حرارت و رطوبت۔ اس کی نظیر ہے دم جس کی روح قوتِ جذبہ ہے۔ کمرہٴ مار جس کی روح ہے برودت و رطوبت۔ اس کی نظیر ہے بلغم اور روح قوتِ دفعہ۔ کمرہٴ خاک جس کی روح ہے برودت و یبوست۔ اس کی نظیر سودا اور روح قوتِ ماسکہ۔

۳۔ عالم تعمیر (روحانی) اس کی نظیر قوتِ انسانیہ (حیوانی) اس کی نظیر احساساتِ انسانیہ۔ (نباتی) اُس کی نظیر وجودِ انسانی میں نمو۔ (جماد) انسانی وجود کے وہ حصے جن میں جس کو دخل نہیں۔ سبع طبقات الارض (طبقات زمین) سودا۔ عنصر۔ حمر۔ صفر۔ بیضا۔ زرقا۔ خضر۔ انسان میں ان کے نظائر ہیں۔ جلد۔ شحم۔ لحم۔ عروق۔ عصب۔ عضلات۔ عظام۔

۴۔ عالم نسب۔ یہ عبارت ہے مقولاتِ تسعہ سے۔ عرض اُس کی نظیر اسود و ابض (کالا گورا)۔ کیف اُس کی نظیر احوالِ صحت و سُقم ہے۔ کم۔ مثلاً پنڈلی بازو سے لمبی اور موٹی ہے۔ این۔ مثلاً گردن سر کو اٹھائے ہوئے ہے اور پنڈلی ران کو۔ زمان۔ مثلاً حرکتِ راس بوقتِ تحریکِ دست۔ اضافہ اس کی نظیر ہے کہ فلاں میرا باپ ہے اور میں اُس کا بیٹا ہوں۔ وضع بالائے زید تحت اُو یعنی جسم کا کچھ حصہ بالائی ہے کچھ زیریں فعل مثلاً کھانا۔ انفعال مثلاً کھا کر سیر ہو جانا۔

عجائب نسخہٴ ذاتِ الہی عیانِ رفیع ہمد اسرارِ شاہی

جہاں انسانِ انساں شد جہاں نے ازیں پاکیزہ تر بنو دبیانے

سبق کے بعد فرمایا کہ حضرت سلطان العارفين بايزيد بسطامي رحمۃ اللہ علیہ ایک کوچہ میں گزر رہے تھے۔ ناگہاں ایک گٹا سامنے سے آتا ہوا دکھائی دیا۔ آپ اُس کے لیے راستہ چھوڑ کر نہایت ادب سے ایک طرف ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔ بعض خواص نے جو ہمراہ جا رہے تھے متعجب ہو کر عرض کیا کہ حضرت! انسان کے سر پر وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ كَاتِبِينَ کرامت رکھا گیا ہے پس ایک کُتے کی اس قدر تعظیم و تکریم کا باعث کیا تھا؟ فرمایا۔ یہ گٹا زبانِ حال سے کہہ رہا تھا کہ اے بايزيد۔ تم نے روزِ ميثاق اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا نیکی کی تھی کہ تمہیں اس لباس اور تعین میں پیدا فرمایا اور میں نے کیا بدی کی تھی کہ اس تعین اور شکل میں مخلوق ہوا؟ گویا گٹا زبانِ حال سے کہہ گیا تھا۔

عذیب یک گستاخِ ازارِ رخِ مستاب

گرچہ الطافِ شش ترا گل کرد مارا خارِ ساخت

پھر فرمایا جب حضرت بايزيد بسطامي مقامِ وصل میں سرفراز ہوئے تو حکم ہوا کہ اب مخلوق کی ہدایت اور ارشاد کی طرف متوجہ ہوں۔

آپ کو اس سخن سے بُرے فراق آئی اور توجہ الی الخلق کو توجہ الی الحق کے منافی تصور کر کے ایک لغو مارا اور بے ہوش ہو گئے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم فرمایا کہ رُدُّوْا اِلَیَّ عَبْدِیْ فَاِنَّہٗ لَا یُطِیْعُ عَلٰی فِرَاقِیْ (میرے بندے کو میری طرف واپس لوٹاؤ کہ وہ میرے فراق کی طاقت نہیں رکھتا)

## فصوص المحکم کا ایک اور سبق

ایک روز فصوص المحکم کے سبق میں مراتب وحدت و احدیت اور حضرات اسما کے فرق اور امتیازات کے ذکر میں فرمایا کہ عالم تمام اسمائے الہی کی بجلی کا ظہور ہے۔ ہر عین ثابت کے لیے ایک اسم ہے جو اُس عین ثابت کا رب ہے۔ پس وہ رب اس عین ثابت کو حکم مَاصِمِنْ ذَا بَیۡتِہٖ اِلَّا ہُوَ اِخِذْ بِمُنَاصِیۡتِہَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صَوَاطِیۡمِ سَتِیۡقِیۡمٍ (کوئی چلنے پھرنے والی مخلوق نہیں مگر رب تعالیٰ پکڑنے والا ہے اُس کو اُس کی پیشانی سے بے شک میرا پروردگار سیدھی راہ پر ہے یعنی جو سیدھی راہ چلے اُس سے بے) اپنی گرفت میں لے کر اپنے راستہ پر جا رہا ہے۔ اور اس سے پہلے کہ واقعات کو نیا خارج میں ظاہر ہوں کبھی حضرات اسماء میں باہمی تنازع واقع ہوتا ہے اور جو اسم غالب آئے خارج میں اُسی کا ظہور ہوتا ہے۔

## ایک صاحب کشف فقیر جو بوجہ لغزش علمی گمراہ ہو گیا

یہاں گولڑہ میں ایک سفید ریش شخص ایک درخت کے نیچے بیٹھا رہتا تھا وہ ایسے مقام پر تھا کہ حضرت اسما کا مشاہدہ کر کے واقعات کو نیا سے مطلع ہو جاتا تھا مگر بوجہ لغزش دائرۃ اسلام سے خارج ہو گیا تھا اور کہتا تھا جو کچھ ہے یہی عالم ہے۔ نہ اس سے پہلے کچھ تھا نہ پیچھے کچھ ہو گا۔ میں اُس سے کہتا تھا کہ خدا نے تجھے ہدایت دے اور اس مقام سے خارج کرے تیری نظر ارادۃ الہی اور فَعَالٌ لِّمَآ یُرِیۡدُ پر نہیں۔ وہ ایک روز میرے پاس آکر کہنے لگا۔ ہُن دیکھ کے ہوندا اے (یعنی اب دیکھ کیا ہوتا ہے) تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ قوم کلال کے درمیان سخت لڑائی اور جنگ و جدل واقع ہوئی۔ چونکہ حضرت اسما کے درمیان تنازع مشاہدہ کیا تھا اس لیے قبل از وقت آگاہ ہو کر اطلاع دی۔ میں نے کہا تمہیں اس سے کیا فائدہ ہوا۔ تم اور وہ شخص جو اس چیز پر قبل از وقوع مطلع نہیں ہوا برابر ہو۔

## عبادت سے ملائکہ کی تولید

ایک روز میں باہر سے آ رہا تھا مجھے راستہ میں جاتا ہوا ملائکہ جب قریب آیا تو آہستہ سے کہنے لگا۔ آج تھوڑے نظر آنے ہیں (یعنی آج تھوڑے نظر آ رہے ہیں) یہ ملائکہ کی طرف اشارہ تھا۔ میں نے اُس روز اسمائے جلالیہ کا ورد کیا تھا جن سے ملائکہ کا تولید اجمالی ہوتا ہے لہذا اُسے پہلے کی نسبت تھوڑے نظر آ رہے تھے اور وہ کہہ رہا تھا کہ آج تمہاری عبادت سے ملائکہ کم پیدا ہوئے ہیں۔

## ترکِ شغال معنی عدمِ تخت نشینی

پھر فرمایا یہاں ایک اور مجذوب رہتا تھا جو فیون پانی میں گھول کر پیا کرتا تھا اور درجہ میں متذکرہ بالا سفید ریش سے اونچا



تھا۔ وہ ایک روز میرے پاس آیا اور کہنے لگا آج تخت توں لہ کے تلے بیٹھے ہو یعنی آج تخت سے اتر کر نیچے بیٹھے ہو اس روز میں اپنے اشغال ترک کر کے بعض آدمیوں سے باتیں کرنے میں مصروف ہو گیا تھا۔ پھر فرمایا کہ ایک اور درویش یہاں رہتا تھا اور سنگر کے برتن صاف کیا کرتا تھا۔ وہ ان دونوں کی نسبت بلند پرواز تھا۔ ایسے لوگوں کی طرف کسی شخص کی توجہ نہیں ہوتی اور حقیقت میں وہ بڑے روحانی مرتبوں کے مالک ہوتے ہیں۔

خاکسارانِ جہاں را بختارتِ سنگر  
توچہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

### مولویت کے لیے چار کتابوں کا مطالعہ ضروری ہے

پھر اپنے ایک درویش کو مخاطب کر کے فرمایا کہ علم حقیقت میں اسے کہتے ہیں نہ وہ جو تم پڑھتے ہو۔ اور یہ علم حاصل نہیں ہوتا جب تک چار کتابیں نہ پڑھی جائیں۔ پہلی کتاب ہے خود حضرت انسان۔ دوم عالم یعنی تمام عالم کو اپنے وجود میں مشاہدہ کرنا سوئم حضرت اسماعیلی ہر اسم کا ارتباط اعیان ثابتہ کے ساتھ اور چہارم ذاتِ بحت۔ اگر یہ چار کتابیں پڑھ لے تو انسان مولوی کہلانے کا مستحق ہوتا ہے ورنہ نہیں۔

مولوی گشتی و آگاہ نیستی  
اے عالم وانا کہ بدیں علم ضروری  
خود کجا و از کجاست و کیستی  
حق را نہ شناسی تو بدیں کنز و قدوری  
نزدیک مطلوب نئی بلکہ تو دوری  
تاخانہ دل را نہ کنی مخزنِ توحید

### ایک مجذوب جو اپنے تئیں تلاش کرتا تھا اور نہیں پاتا تھا

ایک روز فرمایا کہ خوشاب میں ایک فقیر شادانامی دیکھا گیا جس پر ایسی حالت تھی کہ از خود رفته ہو چکا تھا۔ اپنے آپ کو تلاش کرتا تھا مگر نہیں پاتا تھا۔ چنانچہ اپنے تئیں آواز دے کر پکارتا تھا کہ ”اوشادا۔ اوشادیا۔“ پھر کچھ دیر بعد خود ہی جواب دیتا تھا کہ ”شادا نہیں۔ شادا نہیں۔“

### سخنِ رفیضیتِ اہلبیتِ کرامؑ

ایک روز اہلبیتِ کرامؑ کی شان میں سخن جاری ہوا تو فرمایا حضرت شیخ عطار رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث کی روایت کی ہے کہ مَنْ اَمَّنْ بِمُحَمَّدٍ وَ لَعْنُوْهُ مِنْ بَاِلَہِ فَلَیْسَ بِمُؤْمِنٍ (جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا مگر آپ کی آل کو نہ مانا وہ مومن نہیں) اور شیخ عطار وہ بزرگ ہیں جن کی شان میں مولانا نے رُوم کا ارشاد ہے کہ ۷ ہفت شہرِ عشق را عطا ارگشت ماہنو ز اندر خم یک کوچہ ایم

### حسینؑ کے انبائے رسول اللہؐ نے کا قرآنی ثبوت

فرمایا بنی اُمیہ میں سے کسی نے ایک روز تضرعاً حضرت امام حسن علیہ السلام سے سوال کیا کہ آپ کو ابنِ رسول اللہؐ کیوں

کہتے ہیں ابن علیؓ کیوں نہیں کہتے؟ آپ نے جواب دیا کہ ہمارا یہ لقب قرآن سے ثابت ہے۔ تمہیں چُونکہ قرآن کی سمجھ نہیں اس لیے یہ اعتراض لائے ہو۔ آیتِ مباہلہ قُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَتَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَکُمْ رُکِّعَہُمْ اَوْہُمْ اِنِّہُمْ اِنَّمَا یُرِیوْنَکُمْ سُلُکَہُمْ لَیْسَ لَہُمْ شَیْءٌ فِی الدِّیْنِ وَہُمْ فِی شَیْءٍ مِّنْہٗ اَعْمٰیۃٌ مَّا یَدْعُوْنَکُمْ اِلَیْہِ فَاِذَا دَعِیْتُمْ اِلَیْہِمْ فَقُلْ اِنِّیْ فَعَلْتُ مَا کُنْتُ مُتَمَنِّیْۃً لَّہُمْ فَاِذَا دَعِیْتُمْ اِلَیْہِمْ فَقُلْ اِنِّیْ فَعَلْتُ مَا کُنْتُ مُتَمَنِّیْۃً لَّہُمْ فَاِذَا دَعِیْتُمْ اِلَیْہِمْ فَقُلْ اِنِّیْ فَعَلْتُ مَا کُنْتُ مُتَمَنِّیْۃً لَّہُمْ

دُنیا مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے

فرمایا ایک روز حضرت امام حسن علیہ السلام گھوڑے پر سوار جا رہے تھے ایک بتلائے غربت یہودی نے سوال کیا کہ آپ کے عظیم المرتبت نام نے فرمایا تھا اَلَّذِي لَا يَسْجُنُ الْمُؤْمِنِينَ وَجَنَّةُ الْكَافِرِينَ (دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت) لیکن اس دنیا میں آپ مومن کمال کر شاندار لباس میں ملبوس اور قیمتی گھوڑے پر سوار ہیں اور میں آپ کے نزدیک کافر ہو کر ذلت اور مسکنت میں مبتلا ہوں۔ پس یہ دنیا مومن کے لیے دوزخ اور کافر کے لیے جنت کیوں کر ہوئی؟ حضرت امام نے فرمایا کہ میرے جد پاک کا ارشاد عین حق ہے لیکن تجھے کفر اور بھالت محیط ہے اور فہم اور علم نصیب نہیں۔ اب اس ارشاد کا بیان میری زبان سے سن۔ تو جس فنا پذیر آسودگی میں مجھے دیکھ رہا ہے یہ اُن نعمات الہیہ کے مقابلے میں جو آخرت میں میرے لیے تیار کی گئی ہیں یعنی انواع منازل مقام کریم جنات الفردوس اور دیدار پروردگار کی لذت، گویا زندان کا حکم رکھتی ہے اور تیرے لیے جو درکات آخرت میں تیار ہیں یعنی عذاب شدید اور مارِ صدید اور غضبِ خدا اور حرمانِ مدید۔ اُن کے مقابلے میں تیری یہ موجودہ زندگی بھی جنت کا حکم رکھتی ہے۔

ایک روز فرمایا کہ جب خارجی حدیث شریف اَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا (میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے) کی صحتِ نقلی سے انکار نہیں کر پاتے تو کہہ دیتے ہیں کہ یہاں عَلِيُّ کے معنی ہیں بلند یعنی علم کے شہر کا دروازہ بہت بلند ہے۔

## حضرت مولا علیؑ کا انبیائے کرام سے تعلق

ایک روز تبشیل کے پیرایہ میں فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اقلیم نبوت کے شہنشاہ ہیں۔ اور دیگر انبیاء علیہم السلام نبوت تامہ میں حضور کی طرف ذمہ دار اور جواب دہ ہیں۔ اور اُن کی مثال بادشاہوں کی ہے حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ کا تعلق حضور نبی کریم کے ساتھ گویا وزیر دربار اور میرغشی کا ہے۔ اور اگرچہ بادشاہ مرتبہ میں وزیر اور میرغشی سے فوقیت رکھتے ہیں لیکن چونکہ شہنشاہ کے ساتھ اُن کے رابطہ میں وزیر دربار کا واسطہ رہتا ہے لہذا بادشاہوں کو بھی اُس کی ذات کے ساتھ خاص رابطہ اور تعلق رکھنا پڑتا ہے اور اُن کے دلوں میں اس کے لیے ایک امتیازی وقعت اور توقیر پیدا ہو جاتی ہے۔

کیا جانیں گے اُسے ذوقِ بحرِ خواصِ عوام  
جو لوگ صفتِ اولِ میثاق میں تھے

اعلیٰ جو علیؑ کی امامت کا ہے مہتمم  
پوچھے کوئی اُن سے کہ وہ کیسا تھا امام

## ابدال اور نقباء کی منازل اور کیفیات کا بیان

ایک روز فتوحاتِ مکّیہ کے سبق میں ابدال کے متعلق فرمایا کہ ہر زمانہ میں سات ابدال موجود رہتے ہیں جو اقالیمِ سبعہ کے قطب



ہوتے ہیں۔ صاحبِ اقلیم اول بر قدم خلیل علیہ السلام۔ دوم بر قدم کلیم علیہ السلام۔ سوم بر قدم ہارون علیہ السلام۔ چہارم بر قدم ادریس علیہ السلام۔ پنجم بر قدم یوسف علیہ السلام۔ ششم بر قدم عیسیٰ علیہ السلام اور ہفتم بر قدم آدم علیہ السلام۔ اور شیخ اکبر فرماتے ہیں کہ کبھی نقبار کو ابدال بنایا جاتا ہے اور وہ تعداد میں بارہ ہیں نہ کم ہوتے ہیں نہ زیادہ اور ان کی خاصیت بروج افلاک میں کواکب کے خواص اور اسرار اور تاثیرات کے مطابق ہوتی ہے۔ وہ انسانی افکار اور احوال کو متاثر کرتے ہیں۔ شیطان ان کے سامنے کشوف ہوتا ہے اور وہ اُس کے حالات سے اس قدر باخبر ہوتے ہیں کہ شیطان کو خود اپنے نفس میں اُس کی خبر نہیں ہوتی۔ وہ معید اور شقی کے نقش قدم کو شناخت کرتے ہیں اور کبھی رجبیوں ابدال کہلاتے ہیں اور ان کی تعداد چالیس ہے۔ اور یہ سارا سال سفر میں رہتے ہیں مگر رجب کے مہینے میں قیام اختیار کرتے ہیں۔ جب رجب آتا ہے تو ان پر ثقل عظیم وارد ہوتا ہے جس میں پہلے روز وہ ایک انگلی تک نہیں ہلا سکتے۔ دوسرے روز ثقل کم ہونے لگتا ہے اور تیسرے روز بالکل ختم ہو جاتا ہے۔ اس ماہ میں ان پر خاص کشف وارد ہوتا ہے جو بعض اوقات سال بھر باقی رہتا ہے۔

حضرت شیخ اکبر فرماتے ہیں کہ میں ان میں سے ایک صاحب سے ملائی ہوں، جن کا کشف سال بھر باقی رہا تھا۔

## دیوان حافظ کے دواشعار کی تشریح

حضرت نے دیوان خواجہ حافظ کے دواشعار کی تشریح سبق کے دوران ایک مرتبہ اس طرح فرمائی :-

۱۔ شبے تاریک نیم موج و گردِ بے چینیں حائل

کجا دانستد حالِ ما سبک ساراں ساحلِ ما

یعنی ہمارا حال مشابہ تجلیاتِ لطف و قہر و درد اور حالاتِ رجا و خوف میں اُس شخص کی طرح ہے جو ایک تاریک رات کے اندر بحرِ محیط کے گرد آبِ بلا میں گہر پڑا ہو پس اُس کی حالت کا اندازہ وہ لوگ نہیں کر سکتے جو ساحل پر کھڑے ہوں اسی طرح سب ساراں ساحل یعنی مجذوبانِ محض اور زاہدانِ غیر مجذوب ہمارے حال سے آگاہ نہیں ہو سکتے۔ اور اس سخن کی تفصیل یہ ہے کہ

## درویشوں کی چار قسمیں (مجذوب محض زاہد خشک مجذوب سالک اور سالک مجنوب)

درویش چار قسموں کے ہوتے ہیں۔ اول مجذوبانِ محض جو جاذبِ غیب کی کشش سے مغلوبِ حال ہو کر اوامر و نواہی سے بے خبر ہو گئے۔ جیسے کوئی شخص بادشاہ پر عاشق ہو کر اُس کے جمال کی دید میں مستغرق ہو جائے اور بارگاہِ سلطانی کے آداب کی بجا آوری کا کچھ خیال اُس کے دل میں باقی نہ رہے۔ یہ منزلِ مسلکِ انبیائے کرام کے عدمِ توارث کے باعث ناقص ہے۔ دوم زاہد خشک بلا جذبِ اثرِ عشق جو محض زہد اور عبادت میں مصروف رہے اُس شخص کی مانند ہے جو بہت آدابِ شہانہ کی پاسداری میں مشغول ہے اور جس نے وسیلے کو مقصود سمجھ رکھا ہے اور جو بادشاہ کے جمالِ جہاں آرا سے بے حظ اور بے بہرہ رہتا ہے۔ قسم سوم مجذوبِ سالک جس کا جذبِ سلوک پر مقدم ہو اور قسم چہارم سالک مجذوب جس کا سلوک جذب پر مقدم ہوتا ہے۔ یہ دونوں اقسام انبیائے کرام کے وارث ہیں اور یہ درجاتِ مشائخِ عظام کو نصیب ہوتے ہیں۔ اور ان دونوں طریقوں کا حصول



قطع نظر دیگر اسباب کے سلاسل فقر پر منحصر ہوتا ہے۔ خاندان نقشبندیہ میں جذب سلوک پر مقدم ہوتا ہے۔ انہیں اول قلب شد کی توجہ سے جذب حاصل ہوتا ہے اور اسی کی کشش سے منازل سلوک طے کرتے ہیں۔ لیکن اس جذب کو زوال کا خطرہ لاحق رہتا ہے کیونکہ اس کا حصول قلب مرشد کی توجہ پر منحصر ہے جس وقت یہ توجہ علیحدہ ہو جائے معنی مفقود ہو جاتا ہے۔ خاندان چشتیہ اور قادریہ میں جذب آخر میں آتا ہے اور اُسے اپنی مشقت اور کسب سے حاصل کرنا پڑتا ہے۔ پس یہ جذب بطور ملکہ مزاج میں راسخ ہو کر خطرہ زوال سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

۲۔ حضورِ گریہ خواہی از وغائب مشو حافظ

مٹی ماتلق من تھوی درع الدنیا وامہلہا

اُسے حافظ اگر حضورِ دوام چاہتا ہے تو خود اُس سے غائب نہ ہو اور کسب اور مشقت سے دل کو دوست کے ذکر میں مشغول رکھ۔ اور دنیا کو چھوڑ دے۔

انواع ذکر (دل غافل اور زبان شاغل غفلت اور مشغول مساوی غفلت کم اور مشغول زیادہ)

ذکر اور یاد چندان فروع پر مشتمل ہے۔

اول دل غافل اور زبان شاغل۔ یہ ذکر لسان ہے اور اہل دل کے نزدیک اس کی کچھ قدر نہیں۔ کیونکہ زبان محض آلہ تعبیر ہے اور مدارِ کار معانی کے ورود پر منحصر ہے اور وہ ہے قلب۔

دوئم کہ غفلت اور مشغول مساوی ہوں یعنی کسی وقت دل ذکر ہو۔ کسی وقت نہ ہو۔ اسے ذکر قلبی کہتے ہیں اور قلب کو اسی وجہ سے قلب کہتے ہیں کہ ایک حال پر نہیں رہتا بلکہ متغیبت اور تبدیلی احوال میں ہوا کے اندر درخت کے پتے کی طرح ہے۔

یہاں قلب سے مراد دل معنوی ہے جو حقیقت جامعہ اور نفس ناطقہ کا علم رکھتا ہے نہ کہ دل صنوبری جو ایک مضغہ گوشت ہے اور حضورِ دل معنوی کے بغیر بیچ ہے اور اس پر اکتفا اور انحصار فضول۔

سوم یہ غفلت کی نسبت دل کا ذکر اور توجہ زیادہ ہو اس کو ذکر روح کہتے ہیں اور یہی ذکر بتدبیر ذکر برہمنی اور ذکر اخفی تک پہنچتا ہے۔

اس شعر کے بصرہ اول میں بظاہر غفل ہے جس کا ذکر شارحین نے بھی نہیں کیا حضورِ اور از وغائب نہ بودن۔ ایک ہی چیز ہیں یعنی اگر تو حضورِ کا خواہش مند ہے تو حضورِ کر۔ یہاں شرط اور جزا کے معنی ہیں جو تغافل ضروری ہے وہ نہیں رہتا۔ اس غفل کا دفع ان معنی میں ہو سکتا ہے کہ حضورِ سے مراد ہے حضورِ دوام کا ملکہ۔ اور ملکہ اُس وقت راسخ ہو سکتا ہے جو کسب اور مشقت کے بعد پیدا ہوتی ہے۔ جیسے ایک طالب علم نحو کے مسائل جزئیہ کو نوک زبان یاد کرتا ہے اور انہیں ورد بنالیتا ہے اور رفتہ رفتہ اس مشغول میں اُسے ملکہ پیدا ہو جاتا ہے جو زائل نہیں ہوتا اور ہر وقت ان قواعد کا اجرا کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح جو حضورِ ریاضات سے پیدا ہوتا ہے دوامی ہوتا ہے۔

صحابہ کرام کا حضورِ دوام

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حصول صحبت نبوت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ قلب کے عکس سے منور



ہونے کے باعث حضورِ دوام کی نعمت حاصل تھی۔ اُس زمانِ سعادتِ اِقرار کے ختم ہونے پر اس معنی کے حصول کے لیے جیسے اور طریقے استخراج کیے گئے۔ اور ولی اگرچہ وارثِ نبی ہے اور اُسی شمع سے نور حاصل کرتا ہے مگر یہاں ظلیت کا تنزلِ عامل ہے اور ظاہر ہے کہ عین اور ظل میں بڑا تفاوت ہے۔

مصرعہ ثانی میں مٹی مَاتَلَقَ سے مراد ہے مٹی مُرِيدُ لِقَائِهِ (جب تُو اِرادہ کرتا ہے اُس کی لقا کے لیے) گویا ترکِ دُنیا بمنزلہ شرط ہے لقا کے محبوب کے لیے، اور ایسا کرنا لقا سے قبل اتنا ہی ضروری ہے جیسا نماز کے لیے وضو۔

## تصویرِ شیخ اور رابطہ فی الصلوٰۃ

تصویرِ شیخ اور رابطہ فی الصلوٰۃ کے متعلق ایک قلمی استفسار کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:-

مکرمی حفظک اللہ۔ دُعا و سلام

اس قصہ کا طے ہونا بحالاتِ کُتب ناممکن ہے۔ لسانِ شرع حسب ظاہر تصریح تصور سے ساکت ہے اور عند التَّحْقِيقِ اس پر کوئی قیاسِ شرعی لازم نہیں خصوصاً تصورِ برقعہ پر یعنی بعدِ خلعِ تعینِ خود صورتِ شیخ کو برقعہ کی طرح اپنے پرے لینا کہ اس صورت میں متعین و مقصود یہ تعین صورتِ شیخ عابد ہو گا نہ معبود۔ چنانچہ تقابل میں بھی حسبِ کُتُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنِ معیت اور مصاحبت ہی ہے نہ معبودیت۔ زیادہ دُعا و استمداد۔

## مسائلِ معجزات و کرامات

مسائلِ معجزات و کرامات کی بحث میں فرماتے ہیں کہ ان مسائل کو عقلِ فلسفی کے حوالے نہیں کرنا چاہیے۔ اس جہان میں احکامِ الہی دو وجہ پر جاری ہوتے ہیں۔ ایک موافقِ عادت جو کثرت سے ہوتے ہیں اور دوسرے خلافِ عادت جو کم ہوتے ہیں اہل اللہ کے تصرفات کی حقیقت کو سمجھنا ہر کسی کا کام نہیں۔ اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو انکار کے درپے نہیں ہونا چاہیے۔ اسمائے حُسنیٰ یعنی ننانوے اسمائے الہی سالک کی صفت بن جاتے ہیں پس وہ بطورِ ظلیت صفاتِ رزاقیت، رحمانیت اور قہارت و غیرہ پر متصرف ہوتا ہے۔ ان حضرات پر عالمِ اسباب کے اسباب کا بدل دینا کچھ مشکل نہیں ہوتا پس سالک پر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اُس کی نظر موم و دوزخ کو حرام کر دینے کا باعث ہو جاتی ہے اس کی مؤید وہ حدیثِ قدسی ہے جس میں ارشادِ باری ہوتا ہے کہ میرا بندہ مجھ سے اتنا قُرب حاصل کر لیتا ہے کہ میں اُس کی سمع اور بصر ہوتا ہوں۔ بلکہ میں اُس کا داہنا ہاتھ بن جاتا ہوں اور وہ میرے ذریعے گرفت کرتا ہے۔

## باہمی اخلاص اور آشنا پرستی

فرمایا باہم اخلاص اور محبت و اُلُفَّت کا ہونا اہلِ اسلام کی اعلیٰ صفات میں سے ہے۔ بلکہ دوستی اور شفقت کے سلسلہ کا قیام سب سے پہلے اسلام میں پیدا ہوا ہے۔ ہمارے نبی حضورِ سیدِ الکونین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آشنا پرستی کا وصف دیگر انبیاء علیہم السلام سے بڑھا ہوا ہے۔ چنانچہ اپنی اُمت کے افراد کے لیے دُنیا میں کثرتِ استغفار اور آخرت میں اُن کی شفاعت حضور کی اسی کمالِ شفقت و عنایت کی وجہ سے ہیں۔ جب پھر اطرافِ انبیاء علیہم السلام ربِّ سَلَامتِ سَلَام کی شفاعت حضور کی اسی کمالِ شفقت و عنایت کی وجہ سے ہیں۔

کہیں گے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اصحابی و امتی فرمائیں گے۔ افسوس کہ اس زمانہ میں بوجہ غربت اسلام یہ صفت مسلمانوں میں مفقود ہو گئی ہے۔

## جلال کعبۃ اللہ

فرمایا سبحان اللہ کعبۃ اللہ کی کیا عظیم شان ہے کہ وہاں پہنچ کر خواص اولیاء اللہ بھی ایک عام انسان کی طرح نظر آتے ہیں جس وقت اولیاء اللہ مکہ معظمہ کی حدود میں داخل ہوتے ہیں تو کعبہ شریف کے جلال اور انوار کے استیلا کے باعث ان کے انوار اس طرح مہتمم پڑ جاتے ہیں کہ ولی اور غیر ولی کی شناخت مشکل ہو جاتی ہے۔ وہاں ہزار ہا اولیاء اللہ کی قبور ہیں مگر کوئی نہیں جانتا کہ کون ہے۔ الا ما اشار اللہ۔ اور یہ چیز باعث کمال استیلائے اجلال کعبہ ہے۔

## پیران کلیر پر جلال کی کیفیت

پیران کلیر شریف کے عرس سے واپسی پر فرمایا کہ حضرت خواجہ علاء الحق والدین صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف پر جلال کی وہ کیفیت ہے کہ عقل اور حواس تحریر میں آجاتے ہیں۔ ایسا جلال اور کہیں نظر نہیں آیا۔ بجز مدینہ شریف کے مگر وہاں جلال اور جمال دونوں وارد ہوتے ہیں اور یہاں جلال غالب ہے کسی شخص کے ہوش بجا نہیں رہتے۔ ہر شخص گریہ و زاری اور آہ و نالہ میں مبتلا نظر آتا ہے۔ بلکہ عوام پر بھی سوز و گداز کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور یہ سب حضرت خواجہ کے جذبہ عشق کا اثر ہے۔

## ایک رویش کی سرکار بغداد کے ارشاد پر بیعت

غالباً ۱۹۰۳-۴ء کا واقعہ ہے ایک سفید ریش بزرگ آئے اور بیعت کے لیے عرض کیا۔ اس وقت آپ عصر کی نماز کے بعد حسب معمول سواری کے لیے باہر تشریف لے آئے تھے اور گھوڑا تیار تھا۔ فرمایا: آپ بزرگ آدمی ہیں کسی باخداستی سے تعلق پیدا کیجئے میں تو ایک چابک سوار آدمی ہوں۔ انہوں نے کہا: میں سیدھا بغداد شریف سے آ رہا ہوں اور سرکار بغداد کے حکم کی تعمیل میں حاضر ہوا ہوں۔ مجھے یہ جگہ دکھائی گئی آپ کا نام بتایا گیا۔ آپ کی صورت دکھائی گئی۔ اب اگر جناب کی مرضی نہیں تو واپس جا کر عرض کر دیتا ہوں۔ حضرت نے یہ سن کر بیعت فرمایا اور وظائف بتائے اور فرمایا: خدا جانے میرے ساتھ بیعت کرنے سے آپ کو فائدہ ہو گا یا نہیں مگر مجھے آپ سے فائدہ حاصل ہو گیا ہے! محمد اللہ سرکار بعثت ادا میں یہاں کی یاد تو ہے۔

## آپ سے ایک کسان مرید کی گفتگو

شاہ پور کا ایک کسان مرید حاضر ہوا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہاں سے آئے ہو؟ عرض کیا پچھلے سال آپ کا مرید ہو گیا تھا اگر آپ یہاں نہیں پہچانیں گے تو اگلے جہان میں کیسے پہچانیں گے؟ مسکرا کر اسی کی زبان میں فرمایا: جے توں مینوں پہچان لیا تاں میں دی مینوں پہچان لیاں (یعنی اگر تم نے مجھے پہچان لیا تو میں بھی تمہیں پہچان لوں گا) پھر اہل مجلس کی طرف دیکھ کر آیت



فَاذْكُرُونِي اَذْكُرْكُمْ اور حدیث الْمَرْءُ مَعَ مَنْ احَبَّ تلاوت فرمائی (ترجمہ آیت تم مجھے یاد کرو تو میں بھی تمہیں یاد کروں گا)  
(ترجمہ حدیث انسان اُس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے)

## سورۃ یسین کے وظیفہ کی ترکیب

پشاور میں ایک نابینا حافظ صاحب نے حاضر ہو کر تسخیر کے لیے کوئی عمل طلب کیا۔ فرمایا کہ تسخیر تو پہلے ہی ہو چکی ہے اور یہ آیت تلاوت فرمائی: "هُوَ الَّذِي سَخَّرَ لَكُمْ فَا فِي السَّمٰوٰتِ وَفَا فِي الْاَرْضِ (اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے تمہارے لیے تسخیر فرما دیا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے) پھر فرمایا کیا بوسان پڑھی ہے؟ اور یہ شعر پڑھا ہے

تو ہم گردن از حکم داور پیچ

کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو پیچ

(تو خدا کے احکام سے گردن نہ موڑ تا کہ تیرے حکم سے کوئی چیز گردن نہ موڑے)

پھر فرمایا اگر اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لیے کوئی وظیفہ مانگتے ہو تو نماز فجر کے بعد سورۃ یسین شریف پڑھا کرو۔ اس طرح کہ طہ یسین پانچ مرتبہ پڑھنا۔ سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبِّ الرَّحِيْمِ سولہ مرتبہ اور آخری آیت فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ يَبْدِئُ مَلٰكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ (الی آخرہ) تین مرتبہ پڑھا کرنا۔

## ایک پیر زادہ کو نصیحت

پیرانِ عظام کے خاندان میں سے ایک بزرگ زادہ کو بیت اور طائف و طائف سے شرف فرما کر اس طرح ہدایت فرمائی جب تک اپنے سر سے بزرگی کی بو نہیں نکالو گے بارگاہ بزرگ حقیقی میں کسی باریابی حاصل نہیں کر سکو گے۔ انسان کے شرف کا اعتبار حسب میں ہے نہ محض نسب میں۔ درویش کبھی اپنی ذات میں نظر نہیں کرتے بلکہ ہر کہ وہ کو اپنے سے بہتر سمجھتے ہیں حد و شرم کی پاسداری کو نگاہ رکھنا۔ نماز سچکانہ اور و طائف قضا نہ کرنا۔ بہتیرے لوگ محض اس لیے خالی اور خشک رہ جاتے ہیں کہ ہر وقت اپنی خودی اور فخر پر نظر رکھتے ہیں۔

در شاہراہ جاہ و بزرگی خطہ بے است  
آں بہ کزیں گریوہ بُک سار بگذری

## سورۃ یسین و مزمل اور چہل کاف کے وظائف کی ترتیب

ایک طالب کو حسب ذیل ترتیب سے سورۃ یسین شریف اور چہل کاف کے ورد کی اجازت عطا فرمائی تھی۔  
سورۃ یسین شریف سات بار یومیہ پُہن اول سات بار۔ سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبِّ الرَّحِيْمِ سولہ بار۔ آیت۔ اَوَّلُ  
يَا اِنْسَانُ اِنَّا خَلَقْنَاكَ سے آخر سورۃ تک تین بار۔

چہل کاف۔ گیارہ بار قبل از وتر۔ اور اگر برائے چلہ ہو تو چالیس روز یومیہ اکتالیس بار پڑھا جائے اس کے بعد روزانہ گیارہ بار ورد رکھے۔ ایام چلہ میں روزہ رکھے۔ اور گوشت وغیرہ ثقیل غذا سے پرہیز رکھے۔

اور سورہ شریف منزل کی اجازت ایک درویش کو اس ترتیب سے عطا فرمائی کہ بعد از نماز فجر تین بار پڑھے آیت رَبُّ الشَّقِ  
وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا۔ کاتین بار تکرار کرے اور بعد از ختم چھیا سٹھ مرتبہ یا وکیل پڑھے۔

فرمایا۔ قصیدہ بردہ شریف کا یہ شعر جناب نبوت میں بہت مقبول ہے۔ جو شخص بعد نماز فجر اسے سات بار صدق دل سے  
پڑھا کرے گا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس کی ضرور شفاعت فرمائیں گے۔

هُوَ الْحَيُّ الَّذِي تُرْجَى شَفَاعَتُهُ كُلُّ هَوِيلٍ مِنَ الْهَوَالِ مُقْتَحِمٌ  
ترجمہ وہی اللہ کے ایسے حبیب ہیں کہ جو آنے والے خوف ہیں اُن میں سے ہر خوف کے وقت اُن کی شفاعت کی اُمید ہے۔

### اوراد اور دم برائے شفا سے بخار مُزمنہ، وجع مفاصل، کرم دماغ وغیرہ

فرمایا امراض مُزمنہ بخار وغیرہ کے دفعیہ کے لیے نماز صبح کی مُنت اور فرض کے درمیان سورہ فاتحہ بمسم اللہ کا پڑھنا بہت  
محبوب ہے وجع مفاصل اور کرم دماغ کی امراض کے لیے فرمایا کہ ہر نماز کے بعد سات بار سورہ فاتحہ شریف پڑھ کر دائیں ہاتھ پر  
دم کر کے مقام مرض پر ہاتھ پھیرنا چاہیئے۔

ایک شخص نے عرض کیا کہ میرے سینے میں سوزش رہتی ہے۔ فرمایا ہر نماز کے بعد تین مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کیا کرو۔ چنانچہ  
یہ شخص چند ہی روز میں اچھا ہو گیا۔

ایک دائمی اور مایوس بیمار حاضر ہوا۔ فرمایا کہ مقام مرض پر انگشت شہادت رکھ کر یہ کلام پڑھ کر دم کیا کرو انشاء اللہ شفا  
پاؤ گے۔ اَعُوذُ بِعِزَّةِ اللَّهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَأُحَاطِرُ۔

### تعویذ برائے مجملہ حاجات

ضلع کوہاٹ کے گروہ علماء و صوفیائیں سے ایک صاحب نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ ایک ایسے تعویذ کی اجازت دیجئے جو  
مجلہ امراض اور حاجات کے لیے مفید ہو فرمایا یہ نقشِ مثلث اذ اسم ذات ہر حاجت کے لیے مفید ہے۔ اس کی اجازت ہے۔

یا اللہ	یا اللہ	یا اللہ
یا اللہ	یا اللہ	یا اللہ
یا اللہ	یا اللہ	یا اللہ

### وظیفہ برائے فراغت معاش

ایک شخص نے فراغت معاش کے لیے وظیفہ پوچھا۔ فرمایا۔ نمازِ عشاء کی دو رکعت مُنت اور وتروں کے درمیان  
ایک ہزار بار ”یا وھاب“ پڑھا کرو۔

### درود مستغاث شریف کا ورد

درود مستغاث شریف کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ اس کلام میں عجیب اثر ہے اور بہت مفید ہے اور اس کے



روزانہ ورد کے لیے تاکید فرماتے تھے۔

## وظیفہ برائے حفظ و امان

ایک طالب کو مندرجہ ذیل کلمات کی تلقین فرمائی تھی جو صبح و شام ایک یا چند مرتبہ پڑھ لینے سے حفظ و امان کے لیے مجرب ثابت ہوئے ہیں۔ ایک کتاب میں ان کی یہ تاثیر بیان کی گئی ہے کہ چوری اور ہر قسم کے نقصان مال اور حادثات سے حفاظت رہتی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - بِسْمِ اللّٰهِ مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا یَسُوْقُ الْخِیْرَ اِلَّا اللّٰهُ بِسْمِ اللّٰهِ مَا شَاءَ اللّٰهُ  
مَا یَصْرِفُ السُّوءَ اِلَّا اللّٰهُ بِسْمِ اللّٰهِ مَا شَاءَ اللّٰهُ وَ مَا یَكُوْمُ مِنْ نِّعْمَةٍ فَمِنْ اللّٰهِ بِسْمِ اللّٰهِ مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا  
حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ۝

## وردِ خاص

ایک روز ایام سفر میں ایک خاص تاثیر کے وقت از خود حاضرین کو اس کلام کے ورد کی عام اجازت فرمائی اور فرمایا کہ حاضرین اسے غائبین تک پہنچادیں۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِہٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ ۝ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ ۝

## محبت الہی کے لیے وظیفہ

ایک مبتدی کاروباری آدمی کو محبت الہی کے حصول کے لیے تلقین فرمائی کہ سورۃ فاتحہ، آیت الکرسی اور سورۃ اخلاص سات مرتبہ، اول آخر ایک ایک بار درود شریف، نماز فجر کی دوستی سے پہلے اور نماز عصر کے بعد پڑھا کر و۔ اور کاروباری مصروفیتوں میں چلتے پھرتے ہوئے پڑھ لو تو مضائقہ نہیں۔

## کلام اللہ کے وظائف حصولِ ثواب اور رضائے حق کی نیت سے پڑھنے چاہئیں

فرمایا بعض لوگ سورۃ یوسف شریف کو دنیوی ثروت و جاہ کے حصول کے لیے وظیفہ بنا لیتے ہیں لیکن فسادِ نیت کی وجہ سے فائدہ کم ہوتا ہے۔ قرآن مجید کی سورتوں اور آیات کا اقتضاء محض دنیوی حاجت براری نہیں۔ انہیں حصولِ ثواب اور رضائے حق کی نیت سے پڑھنا چاہیے۔ پھر دنیوی حاجات کے حصول میں بھی ضمناً خاطر خواہ فائدہ ظاہر ہوتا ہے۔

## مرگی کی مرض کے لیے دم

ایک شخص کو مرگی کے لیے یہ علاج بتایا کہ سات بار سورۃ فاتحہ پڑھ کر نمک پر دم کریں اور اسے اس طریقہ سے بخار استعمال کرے کہ ہر روز طعام سے پہلے اور بعد اور سونے سے پہلے اور جاگنے کے بعد گویا روزانہ چھ بار چکھ لیا کرے۔ اگر مرض میں افاقہ نظر آئے یا بالکل جاتی رہے تو بھی نمک کا استعمال تین ماہ جاری رکھا جائے۔ فرمایا۔ اگر مریض اس عمل پر مداومت رکھے تو نشاء

اس مرض سے خلاصی پاجائے گا۔

## مجموعہ وظائف و اُردا

حضرت قبلہ کے سلاسل شریف قادریہ و چشتیہ کا مجموعہ وظائف ایک عرصہ سے طبع ہو چکا ہے اور آستانہ عالیہ کے کتب خانہ سے معمولی ہدیہ پر مل سکتا ہے۔ اس مجموعہ میں یہ وظائف اور اُردا شامل ہیں :-

اسماء اللہ الحسنیٰ - لعلۃ التوحید (شیخ الشیوخ شہاب الدین بھروردی وغیرہ مشائخ العراق رحمہم اللہ تعالیٰ) دُعائے کبیر - ہفت روزہ اسبوع شریف سیدنا امام زین العابدینؑ و سیدنا غوث الاعظمؑ - دُرود مستغاث شریف (شیخ احمد رفاعی) سلسلہ مشائخ چشتیہ نظامیہ - قادریہ امامیہ - قادریہ جدید (عربی و اُردو منظوم) مستغاث عشر - اسماء التبع (من اُردو سیدنا غوث الاعظمؑ) دُرود شریف کبریت احمر (قادریہ) دُرود اکبر اعظم (قادریہ) قصیدہ غوثیہ - حزب البحر - چہل کاف - قصیدہ مضریہ - مُستجابات (فارسی رباعیات در میان اعتصام سیفی) ادعیہ نماز اشراق - استعاذہ - استغاثہ - شکر النہار - حق والدین - ناد علیؑ - ترتیب آدائے وظائف و نوافل تہجد - اشراق - سنن عصر - اذائیں - صلوات العاشقین و ذکر جہر - دلائل انخیرات -

## حضرت قبلہ عالم کے سلاسل فقر

### حضرت قبلہ عالم کا سلسلہ شریف چشتیہ نظامیہ

- ۱- حضور سرور کائنات سید المرسلین خاتم النبیین ابوالقاسم محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال ۱۲ ربیع الاول ۱۱ سالہ
- ۲- حضرت مولائے کائنات شاہ ولایت امیر المومنین ابوالحسن علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم (وصال ۲۱ رمضان ۱۱ سالہ)
- ۳- حضرت خواجہ ابی النصر حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۴ محرم ۱۱ سالہ)
- ۴- حضرت خواجہ ابی الفضل عبدالواحد بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۲۷ صفر ۱۱ سالہ)
- ۵- حضرت خواجہ ابی الفیض فیصل ابن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۱۳ ربیع الاول ۱۱ سالہ) مزار جنت المعلیٰ مکہ مکرمہ
- ۶- حضرت خواجہ سلطان ابراہیم ادھم مخفی فاروقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۲۶ جمادی الاول ۱۱ سالہ مزار بلاد روم)
- ۷- حضرت خواجہ سدید الدین حذیفہ مرعشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۲۴ شوال ۱۱ سالہ)
- ۸- حضرت خواجہ امین الدین ابی ہبیرہ بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۷ شوال ۱۱ سالہ)
- ۹- حضرت خواجہ مشاد ملودینوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۴ محرم ۱۱ سالہ)
- ۱۰- سلسلہ چشتیہ حضرت خواجہ ابی اسحاق شامی چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مزار شریف مکہ ملک شام، وصال ۳۴۳ سالہ)
- ۱۱- حضرت خواجہ سید ابی احمد ابدال ابن سلطان فرسافہ چشتی سید حسنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ولادت ۲۶ سالہ وفات ۷۱ سالہ جمادی الثانی ۱۱ سالہ مزار قصبہ چشت)
- ۱۲- حضرت خواجہ سید ابی محمد ابن خواجہ ابی احمد ابدال حسنی چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ربیع الثانی ۱۱ سالہ مزار چشت)
- ۱۳- حضرت خواجہ سید ناصر الدین ابی یوسف نقوی چشتی خواہر زاوہ حضرت ابی محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال



۱۳۹۰ھ مزارِ حِشْت)

۱۳- حضرت خواجہ سید قطب الدین مودودی بن حضرت ابی یوسف نقوی حِشْتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۱۲۰۰ھ رجب

۱۲۵۰ھ مزارِ حِشْت)

۱۵- حضرت خواجہ محمد دوم حاجی شریف زندانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۱۰- رجب ۱۱۲۰ھ ۱۲۰۰ھ بمصر ۱۲۰۰ھ)

۱۶- حضرت خواجہ عثمان ہارونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۵- شوال ۱۱۷۰ھ مزارِ مکہ مکرمہ)

۱۷- حضرت خواجہ بزرگ سید معین الدین حسن بنجری اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۶- رجب ۱۲۳۰ھ

اجمیر شریف)

۱۸- حضرت خواجہ سید قطب الدین بختیار اوشی کاکلی تقوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۱۲- ربیع الاول ۱۳۳۰ھ

مہرولی شریف - دہلی)

۱۹- حضرت خواجہ سید الدین مسعود گنج شکر اوجہ دہنی فاروقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۲۵۰ھ تا ۱۳۵۰ھ محرم

پاک پتن شریف)

۲۰- حضرت خواجہ سلطان المشائخ سید نظم الدین محمد بدایونی بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۳۴۰ھ تا ۱۴۲۵ھ

۱۷- ربیع الثانی مزارِ مضافات دہلی)

۲۱- حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ اودھی دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۳۵۰ھ تا ۱۴۵۰ھ ۱۳- رمضان مزارِ دہلی)

۲۲- حضرت خواجہ کمال الدین علامہ دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۱۳۵۰ھ مزارِ شریف دہلی)

۲۳- حضرت خواجہ سراج الدین بن خواجہ کمال الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۱۳۵۰ھ مزارِ پیران پٹن برکات پورہ گجرات)

۲۴- حضرت خواجہ علم الدین بن خواجہ سراج الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۱۳۹۵ھ مزارِ پیران پٹن گجرات)

۲۵- حضرت خواجہ محمود راجن بن خواجہ علم الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۱۳۹۵ھ مزارِ پیران پٹن گجرات)

۲۶- حضرت خواجہ جمال الدین جمن بن خواجہ محمود راجن رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۱۳۹۵ھ مزارِ احمد آباد گجرات)

۲۷- حضرت خواجہ جمال الدین حسن محمد نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۱۳۸۲ھ مزارِ احمد آباد گجرات)

۲۸- حضرت خواجہ قطب شمس الدین محمد بن خواجہ حسن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۱۳۴۱ھ مزارِ احمد آباد گجرات)

۲۹- حضرت خواجہ یحییٰ مدنی نبیرہ خواجہ محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۱۲۲۰ھ ۱۲۰۰ھ بمصر ۱۲۰۰ھ مزارِ جنت البقیع مدینہ منورہ)

۳۰- حضرت خواجہ کلیم اللہ جہان آبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۲۲- ربیع الاول ۱۳۲۰ھ مزارِ دہلی)

۳۱- حضرت خواجہ نظام الدین اورنگ آبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۱۳۲۰ھ مزارِ اورنگ آباد دکن)

۳۲- حضرت خواجہ غفر الدین بن خواجہ نظام الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۲۲۰ھ تا ۱۲۹۹ھ ۱۷- جمادی الثانی مزار

مہرولی شریف مضافات دہلی)

۳۳- حضرت خواجہ نور محمد قبلہ عالم ہاروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۲۰۵ھ تا ۱۲۰۵ھ ۳- ذی الحجہ مزارِ چشتیاں شریف بہاولپور)

۳۴- حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۸۳۰ھ تا ۱۲۶۰ھ ۷- صفر مزارِ تونسہ شریف ضلع ڈیر غار لیخان)

۳۵- حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۱۳۰۰ھ ۲۴- صفر مزارِ سیال شریف ضلع سرگودھا)

۳۶۔ حضرت خواجہ سید پیر علی شاہ قبلہ عالم گولڑہ شریف حسنی گیلانی (۱۲۷۵ھ تا ۱۳۵۶ھ ۲۹ صفر گولڑہ شریف ضلع راولپنڈی)

### سلسلہ شریف قادریہ امامیہ

- ۱۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
- ۲۔ حضرت مولائے مشکل کشا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ
- ۳۔ حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ علیہ وعلیٰ ابیہ و اُمّہ و جدّہ الصلوٰۃ والسلام (ولادت ۱۵۔ رمضان ۳ھ وصال ۵ھ۔ مزار شریف جنت البقیع مدینہ منورہ)
- ۴۔ حضرت سیدنا امام حسین شہید کربلا علیہ السلام (ولادت شعبان ۴ھ شہادت ۱۰۔ محرم ۶۱ھ کربلائے معلیٰ)
- ۵۔ حضرت سیدنا امام زین العابدین علیہ وعلیٰ آباءہ السلام (ولادت ۱۵۔ جمادی الاخریٰ ۳۸ھ وصال ۱۸۔ محرم ۵۰ھ، جنت البقیع مدینہ منورہ)
- ۶۔ حضرت سیدنا امام باقر علیہ السلام (ولادت جمعہ ۳ صفر ۵۰ھ وصال ۱۲ھ جنت البقیع)
- ۷۔ حضرت سیدنا امام جعفر صادق علیہ السلام (ولادت ۷ ربیع الاول ۸۳ھ وصال ۱۵۔ رجب ۱۲۸ھ جنت البقیع)
- ۸۔ حضرت سیدنا امام موسیٰ کاظم علیہ السلام (ولادت یکشنبہ ۷ صفر ۱۲۸ھ، شہادت ۲۵۔ رجب ۱۸۳ھ کاظمین شریف ق)
- ۹۔ حضرت سیدنا امام علی موسیٰ رضا علیہ السلام (ولادت جمعہ ۱۱۔ ذی الحجہ ۱۲۸ھ بقولے ۱۵۳ھ وصال ۲۰۳ھ مشہد۔ ایران)
- ۱۰۔ حضرت خواجہ معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۲۰ یا ۲۱ محرم ۲۰۰ھ مزار۔ بغداد کُمنہ)
- ۱۱۔ حضرت خواجہ بتری سقّی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۳۔ رمضان ۲۵۰ھ گورستان شونیزریہ۔ بغداد)
- ۱۲۔ حضرت خواجہ سید الطائفہ ابوالقاسم جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۲۷۔ رجب ۲۹۶ھ یا ۳۰۲ھ بغداد)
- ۱۳۔ حضرت خواجہ ابوبکر شبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ولادت ۲۵۵ھ وصال ۳۲۲ھ بغداد)
- ۱۴۔ حضرت خواجہ عبدالواحد بن عبدالعزیز تمیمی مینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۲۶۔ جمادی الثانی ۴۲۵ھ) بقولے اپنے والد کے مرید تھے اور وہ حضرت شبلیؒ کے مرید تھے۔
- ۱۵۔ حضرت خواجہ ابی الفرج علاء الدین طرطوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۲۔ شعبان ۴۴۷ھ طرطوس۔ شام)
- ۱۶۔ حضرت خواجہ ابی الحسن علی بن عمود القرشی النکاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ولادت ۴۸۹ھ وصال ۴۸۹ھ تونس)
- ۱۷۔ حضرت خواجہ ابی سعید بن علی المبارک المخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۷۔ شعبان ۵۱۳ھ مزار مدرسہ غوثیہ اعظمیہ بغداد شریف)
- ۱۸۔ حضور غوث الثقلین محبوب سبحانی سیدنا ابی محمد محی الدین عبدالستار درجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ولادت یکم رمضان ۵۱۶ھ بقام گیلان وصال شب شنبہ ۱۱ ربیع الثانی ۵۶۲ھ مدرسہ باب الانج بغداد شریف المعروف باب الشیخ)
- ۱۹۔ حضرت خواجہ ضیاء الدین ابی النجیب عبدالقادر سروردی صدیقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۷۔ جمادی الثانی ۵۶۳ھ بغداد)



- ۲۰۔ حضرت خواجہ عمار بن یاسر اندلسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۱۶ ربیع الاول ۵۸۲ھ)
- ۲۱۔ حضرت خواجہ ابوالجناح نجم الدین احمد الکبریٰ بن شمس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (شہادت بمقابلہ تآریاں بمقام خوارزم ۶۱۸ھ)
- ۲۲۔ حضرت خواجہ ابوسعید محمد الدین شرف بن الموید بن ابی الفتح بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (شہادت بعندیہ خوارزم شاہ بدریائے خوارزم ۶۰۶ھ یا ۶۱۶ھ)
- ۲۳۔ حضرت خواجہ رضی الدین علی بن سعید لاغر زوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۳ ربیع الاول ۶۳۲ھ)
- ۲۴۔ حضرت خواجہ نور الدین عبد الرحمن اسفرانی کسرتی المعروف بہ کبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۱۴ جمادی الاول ۶۵۵ھ بغداد)
- ۲۵۔ حضرت خواجہ رکن الدین احمد بن محمد علاؤ الدولہ سنائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ولادت ۶۵۹ھ وصال ۷۳۶ھ ہمنان ترکستان)
- ۲۶۔ حضرت خواجہ شرف الدین محمود بن عبد اللہ المزوقانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۶۱۱ھ رجب ۷۳۶ھ مزار حطیبہ عماد الدین عبدالوہاب)
- ۲۷۔ حضرت خواجہ امیر ستید علی بن شہاب بن محمد الہمدانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۷۸۶ھ مزار ختلان سرحد بدخشان)
- ۲۸۔ حضرت خواجہ سید اسحاق ختلانی الحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۵ ذی الحجہ ۷۸۸ھ ختلان)
- ۲۹۔ حضرت خواجہ سید محمود نور بخش اسیری بن یحییٰ بن علی گیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۱۳ رجب ۸۵۷ھ پشاور)
- ۳۰۔ حضرت خواجہ سید محمد غوث نور بخش رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۱۵ شوال ۸۹۸ھ کبرت پور گجرات)
- ان کے خلیفہ حضرت خواجہ قطب شمس الدین محمد بن خواجہ حسن محمد گجراتی پراس سلسلہ شریف کا سلسلہ چشتیہ نظامیہ سے اتصال ہو جاتا ہے جس کی تفصیل اور آئندہ مشائخ کرام کے اسمائے گرامی کا اندراج سلسلہ چشتیہ نظامیہ میں گزر چکا ہے۔ یہ سلسلہ شریف انا بیسویں کڑی پر حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کی ذات گرامی پر منسلک ہوتا ہے۔
- ان کے علاوہ سلسلہ عالیہ قادریہ مجددیہ، سلسلہ چشتیہ صابریہ اور سلسلہ رفاعیہ میں بھی آپ مجاز تھے۔ ان سلاسل کی تفصیل بوجہ طوالت یہاں نہیں دی جاتی۔

## تیسری فصل

## کلام منظوم

حضرت قبلہ عالم قدس سترہ پنجابی اور فارسی زبان کے ایک نغز گو سخنور تھے۔ آپ کا کلام جو نعت مساجد اور تصوف پر مشتمل ہے اپنی سلاست اور انوکھے انداز کی وجہ سے غلبہ حال کا مرقع معلوم ہوتا ہے۔ کئی طویل نظمیں فی البسیرہ لکھتے یا لکھا دیتے تھے۔ واردات فیضی کی تاثیر سے ایک مرتبہ تاسفہ وردیف سے بنے ساز ہو کر بھی کلام ارشاد فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت قبلہ بالوچی کی طرف ایک مکتوب میں اس قسم کا ایک شعر درج کر کے فرماتے ہیں: "لسان الوقت کو قافیہ وردیف سے غرض نہیں، لہذا مجنونانہ مضامین پر عقلاً کو مواخذہ کا استحقاق نہیں" حضرت کی بعض پنجابی نظمیں مقبول عام حاصل کر چکی ہیں۔ اور بے پناہ تاثیر کی حامل ہیں بالخصوص وہ نعت جس کا مطلع ہے: "آج سب مبراں دی دھیری ہے کیوں ڈڑی اوداس گھیری ہے" اور دو اور نعتیں: "اے جی اویہ پیاں دس دیاں سانوں ماہی والیاں ٹاہلیاں" اور "دل لگڑا بے پرواہاں ناں" اس ملک میں قوالی کی جان بھی جاتی ہیں۔ اور اکثر تقاریب میں اور ریڈیو پر پڑھی جاتی ہیں۔

کبھی کسی استاد کا کلام پسند فرماتے تو طبع عالی پرداز کر کے اپنے بلند مقام سے جواب کہہ جاتی چنانچہ حضرت سید مجتبیٰ شاہ صاحب نے فرمایا تھا:۔

کُن فیکون جداں آکھیا آہا تاں اساں دی کو لے آہے  
کے لاماں مکان اسدا اہکے بُت وچ آن پھنسیا سے  
کے لک اسانوں سجدے کر دے کے خاک وچ آن رُلیا سے  
مجھے شاہ نفس پیت نے پیت کیا کوئی مڈھ دے پیت تاں ناہے  
اس زمین میں ہمارے حضرت کا ارشاد ہے:۔

کُن فیکون تاں کل دی گل ہے اساں اگے پریت لگائی  
توں میں حرف نشان نہ آہا جسدوں دتی میم گواہی  
اے دی سانوں اویہ پئے دسدے بیہ بُونے کاہی  
مہر علی شاہ زل تاہیوں بیٹھے جداں سب دواں نوں آہی

(اس رباعی میں حضرت نے اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللہ تبارک و تعالیٰ کے مطالب کی طرف اشارہ فرمایا ہے جو حضرت امام احمد بن حنبلہ نے مسند عبد الرزاق سے بروایت حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل کی ہے کہ کہا حضرت جابر نے: یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا فرمایا تھا؟ فرمایا: سب سے پہلے: اے جابر۔ اللہ تعالیٰ نے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا کیا۔ اور یہ نور بقدرت و مشیت



خداوندی پھر تار باجہاں اُس نے چاہا۔ اُس وقت کوئی شے نہ تھی۔ نہ لوح نہ قلم۔ نہ بہشت نہ دوزخ نہ فرشتے۔ نہ آسمان نہ زمین۔ نہ سورج نہ چاند۔ نہ جن نہ آدمی۔ پھر جب مخلوق پیدا کرنے کا ارادہ ہوا۔ تو اللہ نے اُس نور کو چار اجزا پر تقسیم فرمایا۔ پہلے جزو سے قلم۔ دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش کو پیدا کیا۔ اور چوتھے جزو کو پھر چار حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ پہلے سے آسمان۔ دوسرے سے زمین۔ تیسرے سے بہشت اور دوزخ پیدا کیے۔ پھر چوتھے حصے کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ پہلے سے مومنین کی آنکھوں کا نور۔ دوسرے سے اُن کے دلوں کا نور۔ تیسرے سے نورِ توحید لا اِلهَ اِلَّا اللہ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللہ کو پیدا کیا۔ حضرت سید محمد حنفادیؑ حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں کہ چوتھے حصے سے ارواحِ انبیاء پیدا کیے گئے اور باقی کو پشتِ آدم میں رکھا گیا۔

اسی طرح حضرت عراقیؒ کے اشعار سے بھی متاثر ہو کر حضرت نے جو اباجنہ اشعار کہے حضرت عراقیؒ فرما گئے ہیں :-

نخستیں بادہ کاندہ جسم کردند  
مزا جش عکس آں گل فم کردند  
چوں خود کردند رازِ خوشن فاش  
عراقی را چہدا بد نام کردند

اس پر حضرتؒ فرماتے ہیں :-

مے توحید از خم خانہ غیب  
چوں غلطی دم ز مستی ماہر سُو  
ہویداشتہ در امکاں صورتِ حق  
بہر آں کہ غیرش نیست موجود  
بستان است انعام کردند  
حریناں مستی از من وام کردند  
بہ آں صورت جہاں را رام کردند  
بخود آفت زد ہم انجم کردند

خواجہ حافظ شیرازیؒ کی ایک غزل کا شعر ہے :-

سینہ مالا مال درد است اے دریا مر ہے  
دل ز تنہائی بجائ آمد خدا را ہمدے

حضرتؒ نے اسی رنگ میں اس طرح فرمایا ہے :-

سینہ مالا مال درد است و بگوید ہر دمے  
قرعہ فالش بسامِ آدمِ خاکی زدند  
درد بردے دگر زخمے بجائے مر ہے  
دل کُند زخمے رفوگر مہرباں دار طلب  
گل بودنے دل کہ بادے بگوید مر ہے  
نوکِ مژگاں را صبا بار دگر گو مرے

حضرتؒ کی یہ غزل ایک سال پاک تین شریف کے عرس میں ایامِ محرم کے اندر پڑھی جا رہی تھی۔ حضرتؒ خود رونق افروز محفل تھے ہندوستان کے ایک بزرگ ستادہ نشین پہلے ہی شعر پڑھ دیں آکر رقص کرنے لگے۔ آدابِ چشتیہ کے ماتحت ساری محفل اٹھ کھڑی ہوئی۔ روتے جاتے تھے اور لذت فرمادیں ان اشعار کی اس طرح تشریح کر رہے تھے: سبحان اللہ! پیر صاحبؒ نے کیا خوب مرثیہ کہہ ڈالا ہے۔ سنو سنو حضرت امام حسینؑ! یہ خبر کیا فرما رہے ہیں :-

”اے میرے دل و جان اور میری روح کے محبوب! اے میرے ایمان!! اس خجری روانی کو تا قیام قیامت دراز کر دے کہ تیری محبت میں ذبح کیا جاؤں اور زندہ ہو جاؤں اور پھر ذبح کیا جاؤں۔“

اس کلام کیف کے بقیہ اشعار یہ ہیں :-

بستہ شد اندر ازل خاطر بدایں شورِ جہاں  
کحل العینین املح از بحر الحجابین  
کز نسیم تاب زلفش نوریایں سپید ہے  
سرمہ گیس چشمے، کماں ابو و۔ طبعے۔ ارحمے  
رُوسے تاباں والفقہی واللیس موش ذابخی  
وز قحاشش بوسے۔ لیسین از متبسمے

دوش درگو شمر رسیدہ از سگان کُوسے دوست  
مہر مارا کئے سزد ہر خود پرستے بے غمے

۱۹۱۲ء میں ملک سلطان محمود خان ٹوانہ نے قبلہ عالم قدس بترہ کی خدمت میں اپنی کسی پریشانی کے متعلق عرض کیا اور عنوان پر یہ شعر لکھا :-

گر چارہ مرے زخم جگر کا نہیں کرتے  
اچھا ہی کہہ دو کہ ہم اچھا نہیں کرتے

حضرت نے بواپسی اپنے قلم مبارک سے یہ منظوم جواب ارسال فرمایا :-

اُس چشم سیاہ مد بھری پُرسہ دُفق سے  
سُطاس بھی اگر اُبھیں تو اچھا نہیں کرتے  
بے ساختہ تھا زخم جگر نوک مژہ سے  
پھر شکوہ ہی کیا ہے کہ وہ اچھا نہیں کرتے  
کہ دیوے بھلا کیسے کوئی مہرِ عرب سے  
”اچھا ہی کہہ دو کہ ہم اچھا نہیں کرتے“

ہے مہر و وفا طرز و ادا آلِ عباس کی  
ہرگز نہ کہیں گے کہ ہم اچھا نہیں کرتے

مولوی محترم علی چشتی کے لڑکے مولوی قائم علی جب گولڑہ شریف کے درس دینیات میں داخل ہوئے تو نہایت غبی طالب علم شمار کیے جاتے تھے۔ اس سے پہلے مدرسہ نعمانیہ لاہور کے اساتذہ ان پر بہت محنت ضائع کر چکے تھے اور انہوں نے چشتی صاحب پر جو انجمن نعمانیہ کے صدر تھے اس صاحبزادہ کی تعلیم کے متعلق اپنی قطعی مایوسی کا اظہار کر دیا تھا لیکن چشتی صاحب بھی بیٹے کو انگریزی سکولوں میں داخل کرنے کے مشوروں کو ٹھکرا کر اُسے عالم دین بنانے کے ارادے پر مہم تھے حضرت قبلہ عالم قدس بترہ نے قائم علی صاحب کے ذہن نارسا کی شکایات سُن کر اپنے پاس بلوایا اور فاضل لاہوری کا خطاب بخشا۔ چنانچہ وہ اسم باسٹی ہو گئے اور مگر بھر اسی خطاب سے مشہور رہے۔ ایک روز فاضل لاہوری ”فادری میں نظم کہہ کر لے آئے اور حضرت نے انہیں یہ نعت فی البدیہہ لکھوا دی :-

آہستہ مہر و سنے پُر ناز و ستم گارم  
من گشتہ ابروئے آلِ دلبرِ عیت ارم  
بر یادِ یہ چشمے ہمہ روز سیاہم شد  
وز ناوک مژگانش صد خار بہ دل دارم

یہ ملک سلطان محمود بھی بچپن میں ہی اس چشم سیاہ مد بھری پُرسہ دُفق اور اس نوک مژہ کا شکار ہو گئے تھے۔ اس زمانہ میں انٹرنس جگت حسین متی بزرگ اچھے سرکاری عہدوں پر تھے مگر گھر بار اور جائیداد اور نبرداری چھوڑ کر پہلے کئی سال دیوانہ وار چسکے کاٹتے رہے۔ پھر ۱۹۲۵ء میں بواگرنیٹے تو ۱۹۵۶ء میں مکرانٹے اور خانقاہ شریف کے قبرستان میں دفن ہوئے۔



از زلف پریشان شد خانہ بدوش من  
در مصحف رُوئے او آیات حسد ادا رم  
عشق آمد و شد ساری چوں بولکباب اند  
او در من و من در فے سرسیت زاسرام  
بیروں نہ زوم قدمے ویں طرفہ تماشا ہیں  
پُر آبد شد پیام عمریت کہ سنیام  
قَدْ كَانَ وَمَا مَعَهُ مَا كَانَ مِنَ الْاَكْوَانِ  
الآن كما كان مشهود دل زارم

تایافتہ ام خبک از باب علوم دل  
ولداده بہر آں شہ حیث در کرام

اسی زمین میں کچھ عرصہ بعد حضرت نے ایک اور نظم مختلف حالات کے اندر قلم برداشتہ تحریر فرمائی تھی موضع مونی تحصیل ہری پور کے ایک معمر اور ذی علم سید حسین شاہ صاحب نے ایک کتاب تصنیف کی تھی جس کی کسی عبارت پر نواحی علاقہ کے ایک مفتی نے فتویٰ دیا تھا کہ یہ شخص اہلسنت سے خارج ہے اور اس کے ساتھ تعلق رکھنا حرام ہے حضرت ایک مرتبہ اُس علاقہ میں تشریف لے گئے تو مصنف نے حاضر ہو کر اُس عبارت کے مشکوک پہلوؤں کی وضاحت کر دی اور آپ نے فتویٰ کو خطا سے تعبیر کر کے انہیں ترک موالات کی مصیبت سے نجات دلوائی۔ کچھ عرصہ بعد اُن کا عرضہ آیا کہ مفتی صاحب کا تشدد اور بڑھ گیا ہے اور انہوں نے حضرت کو بھی اپنے فتویٰ کی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ چنانچہ جو ابیہ اشعار تحریر فرمائے اور لکھ بھیجا کہ اپنے بزرگان اہلیت کی سنت میں صبر سے کام لیں :-

گو نامہ سیاہ کردم از بس کہ گند گارم  
اناظرے بستہ بر رحمت غفارم  
اجاب بہ تکفیرم گرفتلم و زباں اند  
حاشا کہ بحق شاں جز عفو و ادا رم  
رم کردہ ز غیبر اودارم دیکے شیدا  
از مذہب خود بینی سید ارم و بیزارم  
تا ساقی مستانم مے ریختہ در کامم  
بے ہوشم و با ہوشم، بے کارم و با کارم  
عریان و حسد ابا تم، رقصانم و سرشارم  
الْمُلُكُ لِمَنْ غَلَبَ مَا يَسْتِزِمَنُ بَاقِي  
از قریب مع اللہ برتر شدہ زان کارم

از سلسلہ فقرم آئے دست چمے پرستی

ولداده بہر آں شہ حیث در کرام

اسی طرح حکیم قدرت اللہ ساکن ابوسریض فیروز پور کو جو حضرت خواجہ اللہ بخش صاحب تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے یہ مناجات فی البدیہ لکھوا دی تھی :-

گرچہ غرق بحر حبیبیم ما  
آیت لَا تَقْنَطُوا خوائیم ما  
کن بشایان درت مارا قبول  
حضرت را گر نشایانیم ما  
برزین عجز بہر وصلت  
عمر باشد جہہ سائیم ما  
گر نہ باشد لام لطفست دستگیر  
در خجالت تا ابد مانیم ما  
عقل کل عاجز باشد در صفات  
کنہ ذات را کج دانیم ما  
مور بسیم و ضعیف و مضطرب  
چوں نظر افتد سیما نیم ما

خواجہ مارحم بر جمع ضعیف      بر دست اللہ گویانیم ما  
گر نباشی رہنما در وصل خویش      بچمن اعلیٰ و کورانیم ما  
مے کم در یوزہ وصل ترا      شیئا للہ از گدایانیم ما  
مے کند مہر علی از سوز دل  
نالہ ہا کہ وصل جویانیم ما

فارسی میں حضرت کی ایک اور مشہور نعت یہ ہے :-

صبا ز طرہ شبرنگ مہوش طہ از      کشود نافہ مشکیں بر دے اہل نیاز  
کیم گدائے در منہ بسی کوتاہ دست      کجا ایں غالیہ عطری وقتہ ہائے دراز  
توئی کہ ذرہ صفت را با سماں بردی      چگونہ شکر تو گوید ہمیں بندہ نواز  
غرض ادائے نیاز است در نہ حاجت نیست      کمال حشمت محمود را بعجز ایاز  
رہین ساقی چشم کہ جسد بچشاند      ز جام چہرہ ترکان مہوشان حجاز  
بہ بزم بادہ فروشاں بہ نیم خونہ خرد      متاع زابد طماع چہ حج و صوم و نماز  
مرا پیر مغان را ز ہائے سربستہ است      فغان ز داغ خود ہیں کجا است محرم راز؟

اگرچہ حسن تو از مہر غیب مستغنی است

من آں نیم کہ ز ایمان خویش آیم باز

ایک مرتبہ حضرت موضع قاضی غالب ضلع لائل پور جہاں ہے تھے جہاں پنجاب کے مشہور صوفی شاعر حضرت علی حیدر کا مزار کنار راوی واقع ہے۔ وہاں دریائے راوی پر فی البدیہہ چند اشعار ارشاد فرمائے :-

راوی از ہجداں شکایت می کند      از وصالش ہم روایت می کند  
گشتہ ام مہور تر از وصل خویش      تیز تر پویم برائے وصل خویش  
آدم از بحد دے پویم بہ او      روزگار وصل مے جویم بہ او  
راوی و مروی و مروی عنہ ہم      گشت چوں ہجران و وصل انجیب ہم  
دہم غیل علم او غیل وجود  
داند او کو راست و اچشم شہود

ایک دفعہ حضرت خواجہ نظام الدین صاحب تونسوی رحمہ اللہ علیہ نے حضرت کے صاحبزادہ جناب بابو جی صاحب مدظلہ کو خط میں یہ اشعار لکھ بھیجے :-

اے وعدہ فراموش کروں کیوں شکایت      تو نے تو یہ وعدہ کیا تھا دم رخصت  
بھولوں گا کبھی تجھ کو نہ میں تا بہ قیامت      گریاد تمہیں ہم تھے تو کیوں از رو اُلفت  
خطے نہ نوشتی و مرا یاد نہ کردی  
گا ہے بہ زبان قلم شاد نہ کردی



جناب بالوچی صاحب نے یہ خط قبلہ عالم قدس سترہ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے جواب کے لیے یہ اشعار لکھوائے :-

ہوں وعدہ کا پکا نہ کرو میری شکایت میں نے تو یہ وعدہ کیا تھا دم رخصت  
بھولوں گا کبھی تم کو نہ میں تا بہ قیامت ہے یاد مجھے آپ کی ہر خط بہ اُلفت

ہے یاد صفت دل کی نہ کاغذ نہ قلم کی

جب یاد ہو دل میں نہیں حاجت ہے قلم کی

قاضی سر بلند خان پشاور سے خوش طبعی فرمایا کرتے تھے۔ انہوں نے لکھا کہ آپ کو ہمارا کچھ خیال نہیں۔ مدت ہوئی یاد نہیں فرمایا۔ جواب میں صرف ایک شعر تحریر فرمایا :-

خاکساروں سے خاکساری ہے سر بلندوں سے انکسار نہیں

قاضی صاحب نے جواب دیا :-

حلقہ بگوشوں میں سر بلند ہے آج حضرت مہر شاہ کو خیال نہیں

اس کے جواب میں فرماتے ہیں :-

شاعری میں بھی سر بندی ہے قافیہ بھی یہاں بکار نہیں

مہر اور پھر بے ہمت کیا معنی؟ جمع اضداد ناگوار نہیں؟

ایک اور نظم جو مثنوی بوڑا کے نام سے مشہور ہو گئی ہے ایک سفر کے دوران ایک یک چشم کو چوان کے روتے سے متاثر ہو کر موزوں فرمائی تھی جس کا گھوڑا بھی اپنے مالک کی طرح ایک آنکھ سے محروم تھا۔ اور دونوں کی رفاقت کا نتیجہ یہ تھا کہ تاںکہ ایک ہی سمت کو غلط چل رہا تھا۔ آپ فی البدیہہ یہ اشعار موزوں فرماتے گئے اور مفتی غلام مرتضیٰ صاحب صدر انجمن تحسین سمانیہ لاہور اور ملک سلطان محمود نوانہ جو ساتھ سوار تھے قلمبند کرتے گئے۔ یہ اشعار بے عمل مولویوں، بے عمل صوفیوں اور متعصب دہائیوں اور نیچروں پر ایک لطیف طنز کا حکم رکھتے ہیں۔

واحد العین است یک سو بگرد از ہمہ رفت صلیحہ مے رود

ربنا انا ظلمنا۔ الاماں ان نسینا تو ز دستش دار ہاں

یا ملاذ الصل یا کھف الوری اوست اعور یختنا یا ربنا

گوئمش ہر چند لیکن نشود ہر کے بر خلقت خود مے تند

خلقتش یک چشمی است و احولی رب فاشککہ صراطا مستوی

اس دوران میں مفتی غلام مرتضیٰ صاحب اپنے گاؤں کے چوراہے پر رخصت کے طلب گار ہوئے۔ فرمایا :-

مخلصی فی اللہ، غلام مرتضیٰ از شرارت کور باطن قد نجی

آرے آناں کہ غلام حیدر اند از دل و جاں شاں رہین صفدر اند

گوئے سبقت مے برند از ہر کے دارند از مولا علی نصرت بے

کیست مولا تے علی مولا تے کل ہکذا قد قالہ خیر الرسل

از نفوس ماست اولی تر نبی پس علی را ایں چنیں داں یا خنی

گشت اول از ہمسہ نورِ نبیؐ بود اقرب تر بہ او نور علیؑ  
یہاں خیال آیا کہ میں نے (اُس بندہ) کو چوان کو کور باطن کا سخت لفظ کہہ دیا ہے فرماتے ہیں:-

کور باطن گفتمت اُسے بُڑیا بالمتابل مے دہم حالاً دعا  
حق تعالیٰ نورِ ایمانت دہاد جان و جہمت دائم در فرح باد  
پھر مفتی غلام مرتضیٰ صاحب کی جدائی کا خیال عود کر آتا ہے۔ فرماتے ہیں:-

جامع علم و حیا۔ آل بادف منحصی فی اللہ عن سلام مرتضیٰ  
صانہ الرحمن من نار السقر وقت ما خوشش کرد اندر ایں سفر  
دل نے خواہد شود از ماجدا یا علی امیسک غلامک عندنا  
جذبہ عشقت ساری در ہماں اصل کل جذبات فاحببتُ بذاں  
(کُنْتُ كُنْزًا مَخْفِيًّا فَاحْبَبْتُ أَنْ أَعْرِفَ كَإِشْرَافِ بَارِي كِي طَرَفِ اِشْرَافِ)  
ہست بے صورت جناب قدسِ حُب قد تجلی فی غیابات الحبب  
داں جنود مجستہ ارواح را ما ائمتہ ثمتہ کشد اشباح را

ایک تہہ پاکپتن شریف سے واپسی پر جب حضرت علی حیدر صاحب کے وطن میں اقامت فرماتے تو قبلہ بالوجہ کے تقاضا پر ایک نظم فی البدیہہ قلم بند کرائی۔ جس کے ہر شعر کے پہلے حرف کو لے کر دیوان سید محمد صاحب کا نام نکل آتا ہے جو اُس وقت پاکپتن شریف کے سجادہ نشین تھے۔ پوری نظم ملاحظہ ہو:-

دلا کس کی لگن میں پھرتا ہے وحشی تو بن بن میں  
یہاں لا کر کیا قابلِ فنونِ سحر کا اپنے  
وہاں سوتے پڑے تھے خوشِ عدم کی نیند میں بخود  
ارے ساتی ترے منوں میں سب رند و مستانے  
نگائے والضحیٰ روتے و داللیل سبجے مٹے  
سنا کر میٹھی باتوں کو دکھا حسی صفت توں کو  
یہ کیا ہے گداز و سوز کیسی ہے یہ بے خوابی  
دل حیراں کی تسکیں کو خیال اُن کا غنیمت ہے  
مدینے میں بُلا بھیجو قریب وادی حسمرا  
(سفر حج میں وادی حمرہ کے اندر ظاہری زیارت کی طرف اشارہ ہے)

حریف سا غروئے ہوں غریبِ حبیبِ عصیاں ہوں  
مجھے کیا نسیم ہے محشر کا برا حامی ہے جبُہ شامہ  
سہارا ہے فخرِ ضعی کا مجھے محشر مکان میں  
کہا لولاک و طہ و مزمل جس کی شان میں

دلا مت روع سلام ہو کر تو محی الدین حبیشلی کا  
مُؤیدِ نبی لا تخف بس ہے سہارا ہر دو کون میں



جب ۱۳۱۸ ہجری مطابق ۱۹۰۹ء میں حضرت لاہور میں قادیانی معرکہ سے مظفر و منصور ہو کر واپس آئے تو جناب حضرت ثانی صاحب سیالوی کا مبارک نام پہنچا۔ اُس کے جواب میں یہ لکھ کر کہ یہ مبارکیں عالم گیر خطہ خاک پاک سیال شریف کو شایاں ہیں از رگدڑ سے خاک سر کوئے شمشاد بود ہر تافہ کہ در دست نسیم حسد افتاد

اپنے شیخ کریم حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی شان اور فیضان میں بے ساختہ یہ بیس اشعار وحدت وجود کے رنگ میں قلم بند فرمائے ہیں اور اُن میں ظاہر کیا ہے کہ مجھ سے جو کچھ ہو سکا ہے وہ اسی شمس نورانی کے نورِ مطلق کی بدولت ہوا ہے جو میرے اندر کارفتہ تھا۔ حضرت نے سیفِ چشتیائی میں بھی ایک جگہ تحریر فرمایا ہے کہ اس وقت میں محسوس کر رہا ہوں کہ گویا میرے شیخ میرے پاس موجود ہیں اور اپنی توجہ سے مددِ قادیان کے جواب میں یہ دلائل میرے قلب میں الفت فرما رہے ہیں۔ اس خط کے آخر میں فرمایا ہے: یہ چند اشعار مذکورۃ الصدر جو لسان الوقت نے بغیر امدادِ عروض و قوافی ہدیہ در دولت کیے ہیں۔ اُمید ہے کہ بہ لحاظِ جنون و بے ساختہ پن محلِ اعتراضِ بُلغانہ ہوں گے۔

شمس نورانی کہ نورِ مطلق است در ہمہ آفاق نورش مطلق است  
گشت خورشید سے نہاں در ذرۃ شیر نر در پوستین برترۃ  
از پئے رُو پوش عامہ در میاں مہر شاہ شد مشہر بر ہر لسان  
چونکہ نورِ افشاںد بر لاہوریاں ظلِ مخروطی خفت فی القادیاں  
شب ز روز و روز از شب شد عیاں فَمَحَوْنَا آيَةَ الْكَيْلِ بیاں  
ویں عجب کاں شمس از نورِ قِسم ناتواں را بُود خود صاحبِ علم  
انت تہدی انت فصل من تشا انت تعزانت تذلل ہر کرا  
طُرفۃ العینی نہ از ماجدا بس عجب از در و حجاباں نالہا  
چشمِ عاشق بہر جُست و جُستے جاں شد بخاک کوئے تو غوطہ زناں  
گر نہ دادے نامِ پاکت دست را کس نہ دیدے در جہان ایں مست  
از مسمی اسمِ چوں راند نفس عالمے را گوش بر بانگِ جرس  
نامِ دادی از کرم دیوانہ را نسخۃ فیہ الشف مستانہ را  
نامِ پاکت ساختہ وردِ زباں مہر تو را در دیش کردہ نہاں  
خاصہ مستانے کہ مست اندر است مونس جانہائے شان بد سوزِ تفت  
آں مہتیمان سر کوئے کے والِ اسیرانِ خمِ موئے کے  
راکعیں بر یادِ ابروئے کے ساجدیں سرشارِ مہرِ روئے کے  
ہر دو عالم در ہواش باختہ پائے از دیدہ براہش ساختہ  
یتما آں سر و بستانِ حُدا شاہبازِ قدس آں شمسِ اعلیٰ  
طلعت رُو از تجلی فی انخیال مدرکہ باناطقہ گردند لال  
بس کن اے دلِ قہتہ بے انفصام السلام اے بدششم و السلام

ایک عاشق اپنے خط میں حضرت کی آنکھ کو زنگیں بیمار اور زلفت کو زنجیر کی تار سے تشبیہ دیتا ہے۔ جواب میں لکھتے ہیں :-

حیران ہوئے پریشان ہوں اس زنگیں بیمار نوں دیکھ کے جی  
بن پیتے شراب خراب پھر ن اس مست سرشار نوں دیکھ کے جی  
بن قید زنجیر بن پھنس گئے اس زلفت دی تار نوں دیکھ کے جی  
شالا زنگیں مست نوں ہر پوسے کرے مہر بیمار نوں دیکھ کے جی

قصید فارضیہ کے بعض اشعار کا ترجمہ پُرسوز پنجابی میں فرمایا جو اس شعر سے شروع ہوتا ہے :-

سار باناں مہر باناں راہیا شالا جیویں خیر بھوی راہیا  
یہ ساری نظم معاصرین کرام کے باب میں دی جا چکی ہے۔  
ایک اور جگہ حضرت جامیؒ کی یوسف زلیخا کی طرزیں فرماتے ہیں :-

نیمہ قاصدانہ ویس لائیں	بوجہ اللہ ماہی دے دیس جائیں
ادب سیتی دیویں بوسہ زمیں نوں	تے آکھیں اس طرح اُس نازیں نوں
مدت ہوئی نہ بلیا یار پیارا	کدیں منہ زل کرے سو ہنا اتارا
بہانواں کول۔ اکھاں بول دے ڈھول	ترے بولن اتوں عالم کراں گھول
کے ہوسی چپا نوازیں گوڑی نوں	زیادہ نہ کریں گل تھوڑی نوں
دچھوڑاناں کسے دے پیش آوے	کسے دا یار ناں پردیس جاوے
کدیں پردیسیاں نوں یاد کرناں	غریب الوطن دا دل شاد کرناں
کوئی ہووے سیو کشتی مہاناں	اساں سر پر سجن دے دیس جاناں
ہوداں میں سگ مدینے دی گلی دا	ایہو رتبہ ہے ہر کامل ولی دا
ولا سمجھا توں اکھیاں دندیاں نوں	جگر دا خون بھر کھونڈیاں نوں

رہی سمجھاتے آون باز ناہیں

روون دھوون تے دتسن راز ناہیں

ہندی خیال جو اکثر قوال بطر بھوپالی گاتے ہیں

جب سے لاگے توں سنگ نہیں پیا

نہ گنتی آرام نہیں ساری ساری دین پیا

دکھ آئے سکہ بھاگ گئے	سب عیش مٹا سا چہن پیا
تن من دمن سب تجھ پر واروں	وار دیوں کوئیں پیا



جیا تڑپت ہے در سن دیجو صدت حسن حسین پیا  
 وَصَلِّ عَلَىٰ كَيْسَانِ هَے لَامِثَلَكْ فِی الدَّارِیْنِ پیا  
 مہر علی ہے حُبِ نبی اور حُبِ نبی ہے مہر علی  
 لکھ لکھی جھک جھکی فرق نہیں مابین پیا  
 جب سے لاگے تو سے سنگ نین پیا  
 نیند گئی آرام نہیں ساری ساری پیا

## مُنَاجَات، جو بطرِ اسآوری گائی جاتی ہے

اے بھی اُوہ پیاں دِ سِداں سائوں ماہی الیاں ٹاہلیاں  
 اُسے تھیں اُوہ ہے اُدرے ہے پرے پرے تھیں  
 رات وِچ دینہوں دیکھ سمجھ کُل مِٹنی ہالٹ  
 جے آکھاں توں دِ سدا ناہیں تیرے بن پھر کون ہے؟  
 ہے جو تنزیہ عین تشبیہ جمع حق مشہود ہے  
 پاکے گل دل پیچیاں زلفاں دے میں روندی ویاں  
 رہندیاں پل پل بسکاں دَم دَم اڈیکاں تیریاں  
 جہات پاکے دل گیوں ساری رین گُذری روندیاں  
 فِی الْمَنَامِ قَدْ تَفَضَّلْتَ عَلَیْ مُنِیَّتِی  
 دل دا دھڑا خانہ اکھیاں دا دوہاں نوں اِنسٹار  
 دیکھ لو زج زج کے اکھو کچھ دساہ نہیں دم دا  
 نال خوشیاں دے دل مل جتھے راتاں کالیاں جالیاں  
 بے شک آپے آپ ہے اسال سبھے جھوکاں بھالیاں  
 کچھ نہ وِچ سب کچھ ہے ڈٹھرا ایہہ بیرنگی چالیاں  
 رُوپ کس دا میں دساں دیویں جو توں ہی دکھالیاں  
 کرم کیستا غوثِ اعظم اپنے سردیاں والیاں  
 ساوی پسی ہو رہیاں گیاں سُرخیاں تے لالیاں  
 کنڈ ولا کے ٹر گیوں سبحاں پریتاں نہ پالیاں  
 نین برسن زارِ رم جسم جیویں بدلیاں کالیاں  
 اَرِیْ فَضْلًا جَمَالَکَ فَارْحَمْنِی فِی الْعِیَانِ  
 قدم پاویں جیوندیاں جیوندیاں تہ ہودن خوش حالیاں  
 پھر بھی پیتاں دیکھن کوئی خوش نصیباں والیاں  
 مہر ہے ساری علی دی شک نہ رہیا اک ذرہ  
 تاہیں اُوہ پیاں دِ سِداں سائوں ماہی والیاں ٹاہلیاں

## نعت

دل لکڑا بے پرواہاں نال جتھے دم مارن دی نہیں مجال صلی علیہ والہ وسلم  
 روندیاں نیناں نوں سمجھا رہی لکھیا پڑھیا سب مجھلا رہی

اے خواب میں تو میری مراد مجھے عطا فرمائی بیداری میں بھی اپنا جمال دکھا کر راحت بخش۔

ہک نام سجن دا گا رہی  
 دل لکڑا بے پرواہاں نال .....  
 جس دی سبک مینوں اوہ تاں آیا نہیں  
 پل پل گھڑی دے سو سو سال  
 دل لکڑا بے پرواہاں نال .....  
 سوہنا میں توں کیوں چت چا گیا  
 قسمت سڑی داواہ پیا  
 دل لکڑا بے پرواہاں نال .....  
 جیندی چنہ تلی تے دھر رہی  
 لکھ واری تو بہ پڑھ رہی  
 دل لکڑا بے پرواہاں نال .....  
 کراں یاد میں سوہنی جھات نوں  
 اُس حمر اودی دی گھات نوں  
 دل لکڑا بے پرواہاں نال .....  
 سارا دن گزاراں بھونڈیاں  
 ہنجاں نال مکھڑا دھونڈیاں  
 دل لکڑا بے پرواہاں نال .....  
 کیتی بچ کے وانگ کباب ہوئے  
 سرشار تے بے تاب ہوئے  
 دل لکڑا بے پرواہاں نال .....  
 کیتی وچ غماں غلطان ہوئے  
 حیران ہوں پریشان ہوئے  
 دل لکڑا بے پرواہاں نال .....  
 آدم بھیس تا صیئے مسیح  
 اُتے بولسی ہک اُمتی  
 دل لکڑا بے پرواہاں نال .....  
 ربی الہی صمدی  
 فاطمۃ الزہراء علی  
 دل لکڑا بے پرواہاں نال .....

رگ رگ تے نوں نوں ساہاں نال  
 ہک جھٹ گھڑی سکھ پایا نہیں  
 صلی علیہ ذوا بحلال  
 گلیاں پریتاں جھلا گیا  
 تتی ریت عرب دیاں راہاں نال  
 گل پڑا منستاں کر رہی  
 رُٹھرا منساں دا خیال  
 اُس سفر عرب والی رات نوں  
 یا لَیْسَتْنِیْ یَوْمَ الْوِصَال  
 گھت پڑا مکھ تے روندیاں  
 ساری رین سوللاں تے آہاں نال  
 پیتے باجھ شراب خراب ہوئے  
 اُنہاں غونیاں مست نگاہاں نال  
 اندر یاد سجن ستان ہوئے  
 اُنہاں پچیاں زلف سیاہاں نال  
 نفسی مبلین سب نبی  
 احمد نبی صاحب کمال  
 صل وسلم علی النبی  
 حسنین جگ دی پناہاں نال



نہر علی توں کون بچا را  
سر تے چا کے عیباں دا بھارا  
دل لکڑا بے پرواہاں نال.....

لا کے پریتاں کدیں نہ نیے  
اندر روئے تے باہر بیے  
دل لکڑا بے پرواہاں نال.....

آج کل سوہناں آگل لاسی  
ہوس خوشیاں تے عنم جاسی  
دل لکڑا بے پرواہاں نال جتھے دم مارن دی نہیں مجال  
صلے علیہ ذوالجلال

حضرت کی مشہور نعت جو اکثر بھیم پلاسی یا اسواری میں گائی جاتی ہے

آج بک بک مٹراں دی ودھیری اے  
لوں لوں وچ شوق چگیری اے  
الطیف سری من طاعتہ  
فمکرت ہنا من نظرتہ  
مکھ چند بدر شعلانی اے  
کالی زلف تے اکھ متانی اے  
دو ابرو قوس مثال دسن  
لباں سرخ آکھاں کہ لعل یمن  
اس صورت نوں میں جان آکھاں  
سچ آکھاں تے رب دی شان آکھاں  
ایہ صورت ہے بے صورت تھیں  
بے رنگ دے اس صورت تھیں  
دے صورت راہ بے صورت دا  
پر کم نہیں بے سوجھت دا  
ایہا صورت سالا پیش نظر  
دج قبر تے پل تھیں جد ہوسی گذر

کیوں دڑی اُداس گھیری اے؟  
آج نیناں لاسیاں کیوں جھریاں  
والشد و بدی من و فریتہ  
نیناں دیاں فوجاں سر چڑھیاں  
متھے چکے لاٹ نورانی اے  
عنمور اکھیں ہن مد بھریاں  
جیں توں نوک مرہ دے تیر چھٹن  
چٹے دند موتی دیاں ہن لڑیاں  
جانان کہ جان جہان آکھاں  
جس شان توں شانیں سب بنیاں  
بے صورت ظاہر صورت تھیں  
دج وحدت پھٹیاں جد گھڑیاں  
توبہ راہ کی عین حقیقت دا  
کوئی وریساں موتی لے تریاں  
رہے وقت نزع تے روزِ حشر  
سب کھوٹیاں تھیں تدکھریاں

اے خواب میں اُس کی شکل نظر آئی اور زنگنوں سے خوشبو مکی جس کے مشاہدہ سے میں مدہوش ہو گیا۔

يُعْطِيكَ رَبُّكَ دَاسَ تَسَا  
لُج پال کر سی پاس اسال  
لاہو مکھ توں غلط بُردِ یمن  
اوہا مٹھیاں گالیں الاؤ مٹھن  
مُجرے توں مسجد آؤ ڈھولن  
دو جگ اکھیاں راہ دافر ش کرن  
انہاں سکدیاں تے کرلاندیاں تے  
انہاں بردیاں مُغت وکاندیاں تے  
سُبْحَانَ اللَّهِ مَا أَجْمَلُكَ  
کتنے مہر علی کتنے تیری شرف  
فَتَرْضَى بَحِينَ پُوری آس اسال  
وَأَشْفَعُ شَفَعُ صَمَح پڑھیاں  
من بھانوری جھلک دکھاؤ سجن  
جو حسرا وادی سن کریاں  
نُوری جہات دے کارن سائے سکن  
سب انس و ملک خُوراں پریاں  
لکھ داری صدقے جانڈیاں تے  
شالا آدن دت بھی اوہ گھڑیاں  
مَا أَحْسَنَكَ مَا أَكْمَلَكَ  
گستاخ اکھیں کتنے جاڑیاں

### مرثیہ

قلہ عالم قدس سترہ کے کلام میں غم حسینؑ پر یہ ایک مرثیہ پنجابی مہندی کی صنف میں یادگار ہے:

لایا مہندی خُونِ اہل دی اے

ایہہ مہندی روزِ ازل دی اے

ایہہ مہندی فاطمہؑ حسینؑ دی اے  
ایہہ ہوراں نال نہ رلدی اے  
نئی۔ علیؑ دا دُرِ یگانہ  
نانا پاک دا پہن کے بانا  
مجنش ہوئی زمین آسماناں  
خُونِ پاک شہید حسینؑ دی اے  
لایا مہندی خُونِ اہل دی اے  
فاطمہؑ مائی دا مال خزانہ  
طرفِ مقتل دے تھیا روانہ  
نالے عرشِ عظیم پئی ہدی اے

لایا مہندی خُونِ اہل دی اے

آکھے نبیؐ۔ علیؑ تے فاطمہؑ زہراؑ  
سانوں سک تیری پل پل دی اے  
شاہ تیری مہندی دا پتر سادا  
اینویں لکھی ہوئی روزِ ازل دی اے  
شاہ تینڈی مہندی دا پتر پیلا  
تینوں پئی مُصِیبتِ کربل دی اے  
شاہ تینڈی مہندی دارنگ دُلا را  
ساری خلقت تلیاں تل دی اے  
سند زند حسینؑ تو دیلا آ  
لایا مہندی خُونِ اہل دی اے  
کوفیاں زلِ بل کیستادھاوا  
لایا مہندی خُونِ اہل دی اے  
سو پیوئی رب نوں خویش قبیلہ  
لایا مہندی خُونِ اہل دی اے  
روندا تینوں عالم سارا  
لایا مہندی خُونِ اہل دی اے



شاہ قینڈی مہندی دارنگ ہے سوا  
اُمت نوں ہے تیرا بوا  
ساری اُمت جلدی جلدی اے  
لایا مہندی خون اجل دی اے  
ایہ مہندی سوہنے باگ دی اے  
وَلْيَطَّهِّرْكَهْ وَالِي لَآگِ دِي اے  
تاہیں ہو راں نال نہ زلدی اے  
لایا مہندی خون اجل دی اے  
ادھر پاک معصوم سپ سے ترس  
جنہاں تے مینہ تیراں دے برسن  
ادھر تیغ حُشیں تے چلدی اے  
رب نوں آہا ایو بھانڑاں  
نہیں تاں تھوڑا تھے کیہڑی گل دی اک  
رتبہ شہیدی تینوں دوانڑاں  
سُبحان اللہ تیرے رنگِ الہی  
لایا مہندی خون اجل دی اے  
آج خاک وچ پئی زلدی اے  
اوہ سوہنی صورت فاطمہ جانی  
مہر علی شاہ ایہ جھوک فنا دی  
لایا مہندی خون اجل دی اے  
تیری دس دی بھی پل بھل دی اے  
دائم قائم ذات خدا دی  
لایا مہندی خون اجل دی اے

حضرت مولائے کائنات علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں یہ ہندی کبت بھی حضرت کے کلام میں ملتا ہے جو ایک ہندوستانی بھاٹ کے حاضر ہونے پر آپ نے اپنے قول سائیں بخت جمال کو فی البدیہہ لکھوا دیا تھا۔

کب کر کے مدح تمام - امام ہمام ہمام - بھلا جگ سارا  
جس فاتح خیبر - ماہ منور - شاہِ غنصر دیں کو سنوارا  
وہ نبی کے وصی - اللہ کے ولی - دو جگ میں ملی بہ خفی و جلی  
وہ جب کہ پڑیں لکار مریں کفار - ہو دیں ناچار - ٹوٹے ہنگام سبھی کا  
حیث در کے زور پہاڑ گریں کفار مریں در خیبر کو اکھاڑا

”کلام منظوم“ کا باب اُس طویل مثنوی پر ختم کیا جاتا ہے جو حضرت نے ۱۳۲۶ھ ہجری مطابق ۱۹۰۸ء میں مولوی محرم علی چشتی مرحوم کے مقالہ ”گو مگو“ سے متاثر ہو کر نظم فرمائی تھی اور جو اب مثنوی گو مگو کے نام سے مشہور ہو گئی ہے۔ اس مثنوی میں آپ نے فنا و بقا کی حقیقت اور وحدت الوجود کا مسلک بیان فرمایا ہے۔ اس میں بعض اشعار بوجہ مناسبت مثنوی مولانا رومؒ سے بھی مندرج ہیں۔ ان اشعار کو ”مثنوی“ میں درج کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ بعض متفرق اشعار بھی ملتے ہیں جن میں سے کچھ نکتوباتِ طیبہ، مفعولاتِ طیبہ، اوزنج گنج عرفان میں درج ہیں۔ ایک شعر جو قبلہ عالمؒ نے اپنی ذات کے متعلق بطور تحدیثِ نعمت ایک مرقعہ پر کہا تھا اور جس کے آپؐ فی الواقع صحیح مصداق تھے یہ ہے:-

از لطفِ خلاقِ زماں داریم مُست از اذ جہاں  
وضعِ دگر طرز سے دگر - ذوقِ دگر شوقِ دگر

اے چشتی صاحب نے اسلامی تعلیم و تہذیب کی اہمیت پر یہ مقالہ ایک مجلسِ مذاکرہ میں پیش کیا تھا جو نہایت مقبول ہوا۔

## مثنوی المعروف گوگو

مرجا آئے بلبل بُستانِ چشت  
ہرم از اسلام و اہلش ایں صداست  
فیضیاب از بارگاہ احمدی  
کے معتبابل با تو تاندھ سری  
نورِ چشمِ مصطفیٰ و مرثضے  
نورِ دیدہ تا جدِ ایشما  
آں کے کوشدِ مُقیم کوئے او  
حُبِ دل داری بخواجہ خواجگان  
پنجتن را بندہ ای از جان و دل  
جرعہ از فیضِ مستانِ الست  
قُلْ لَهُمْ قَوْلًا بَلِیغًا لَّیْسًا  
پس بیفتاں نور بر ظلماتیاں  
کارِ شیراں ہمت و سرگرمی است  
جو دِ حق کردہ ترا مختص بہ دیں  
جدلہم بالنصح والحسن بالمقال  
زاں شدی موسوم با محترم علی  
چوں محترم با علی ہم خواندہ اند  
یعنی ہتک عزت کردہ حدام  
از حسین جمع در بیدائے فرق  
زاں حدیثِ راہِ پُر خوئی مے کنی  
روحِ مستان شاہِ نائی و نیت  
گفتہ تو گفتہ آں روحِ است  
بالب دمازِ خود پیوستہ ای  
بلبل بُستانِ چشتی خوش بگو

باز گو از گوگو آں سرنوشت  
ایں بیانِ نیک چشتی را سزا است  
جرعہ بر دھریہ ہم فلسفی  
مستند از شیخ عبدالفتادری  
سید حسنی حسینی مہفتا  
مژدہ از لا تحف دادہ با  
شیرنارد تاب دیدن سوئے او  
مات فی حُبِ اللہ اوراست ثاں  
دھریہ ہم فلسفی پشیت نجل  
ریز بر دُوں ہمتاں سگان پست  
و لہم بَیِّن بَیِّنًا ہَیِّنًا  
از غشاوہ جہل ایشاں را ہاں  
کارِ دُوناں حیلہ و بے شرمی است  
ذالک فضلٌ مِّنْ اِلٰہِ الْعٰلَمِیْنَ  
وارہا ہم عن عقیدات الضلال  
محمدی زاں عالمِ برتر و خفی  
از برایت حالِ نیکو راندہ اند  
آں علی غالب ذوالاحترام  
ماندہ ای مجور در غلامائے فرق  
قصہ ہائے عشقِ مجنوں مے کنی  
مے دہی بیروں و میدہ نایت  
گو بظاہر انتابش سویت است  
از تکلف ہائے کلی رستہ ای  
ہاں و ہاں بر گو گو اصدلا بگو

۱۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ ۲۔ پنجتن چشتیہ ۳۔ حضرت خواجہ غریب نواز اجمیریؒ معین الدین ۴۔ حضرت قطب الدین (۳) فرید الدین  
(۴) نظم الدین (۵) نصیر الدین رحمہ اللہ تعالیٰ ۶۔ اشارہ بحضرت خواجہ مستان شاہ کابل پیر و مرشد چشتی صاحب۔ ۷۔ علی یعنی حق جل و علا



”جو د محتاج است خواب طالبے  
 ”جو دے جوید گدایان و ضعاف  
 ”رُوئے خواب ز آئینہ زیبا شود  
 ”پس ازیں فرمود حق در واسطے  
 چوں گدا آئینہ جو د است ہاں  
 فلسفی در ”ماہی“ عمرش تیر شد  
 دہریہ در عیش فانی کور و کر  
 مرغ کاب شور باشد مسکنش؛  
 اے کہ اندر چشمہ شور است جات  
 اے تو نارستہ ازیں فانی رباط  
 در بدانی نقلت از آب و جد است  
 ابجد و ہوز چہ فاش است و پدید  
 توجہ دانی ستر ایں را اے عمی  
 ساعتے و اکن محنت ال بغیر را  
 تا بہ او یقل بہ او یبطش شوی  
 لوح محفوظ شود مشہود میں  
 غیب از معقولہا۔ معقولہا  
 علم تو علمش و علمش علم تو  
 تو نہ ماندی چونکہ بس گو کبیت ایں  
 ایں زماں جاں دامنم بر تافت است  
 من چہ گویم یک رگم ہشیار نیست  
 از ہمہ ادہام و تصویرات دور  
 ایں سخن لاریب حق است اے انخی  
 خاصہ در انساں کہ نوع آخر است  
 زیں جہت عالم صغیرش گشتہ نام  
 ایں سخن را نیست پایاں اے پسر

ہم چمن ہاں کہ توبہ خواہد تابتے  
 ہم چوں خواباں کا آئینہ جوید صاف  
 رُوئے احساں از گدا پسیداشود  
 بانگ کم زن۔ اے محنتد برگدا  
 دم بود بر رُوئے آئینہ زیاں  
 دانکہ جز ماہی است ز آبش سیر شد  
 ماندہ در علم کیسانی خیدہ سر  
 اوچہ داند جاتے آب روشنش  
 توجہ دانی شرط جیون و فرات  
 توجہ دانی صوم و سکرو انبساط  
 پیش تو ایں نامہا چوں ابجد است  
 بر ہمہ طغیان و معنی بس بعید  
 چوں ندانی کل شی فی کل شی  
 بشنوا ز نے نالہ شبگیر را  
 ہم بد و یسع۔ بد و یصر شوی  
 از چہ محفوظ است محفوظی ز شین  
 بینی اندر دل علوم انبیاء  
 علم تو علمش و علمش علم تو  
 فی مرایا العدم قد ظہر الممتین  
 بُوئے پیرا ہاں یوسف یافت است  
 شرح آں یارے کہ آں رایار نیست  
 نور نوراً نور نوراً نور نوراً  
 وجہۃ فی کل شی یجتلی  
 کون او جملہ جہاں را حاضر است  
 ف العوالم اربعہ بسنگ تمام  
 باز گو از گو مگو نعم النجر

۱۔ کلام مولانا نے روم  
 ۲۔ ماہی یعنی یہ کیا ہے یعنی عالم خلق کی جہتوں میں غمگزار دی۔

۳۔ یعنی ایں عقل کہ ماخوذ است از عقل بصیر (ایمانی) کہ بہ آں زانوئے اشتربہ بندند

کیست نے کوئے سراپد دمدم  
 ایں فغان و نالہ ہائے زار او  
 بچو نے گشتہ تھی از خویش تن  
 دوست فانی از خود و فانی بحق  
 بندش چشمے کہ دید از غیر دخت  
 دیدن چشم محمّد از شقی  
 گفت یسلی را خلیفہ کاں توئی  
 از دگر ثوباں تو انس دل نیستی  
 دیدہ محسّوں اگر بودے ترا  
 چیت دانی چہرہ زیبائے دوست  
 بالب دساز خود جنت است او  
 سر او نائی است او جز نے نیست  
 گفتہ نے گفتہ نائی بود  
 نے کہ ہنگام حکایت بردہد  
 کز ممتام و حد تم را نیدہ اند  
 کردہ ام جبروت اسما را عبور  
 گشتہ ناموت آخر ایں منزل مرا  
 چوں نہ گریم در فراقش سر بسر  
 در حسیم وصل با شاہ وجود  
 گشتہ ام محسّوم از قرب ہمیں  
 زینہ خواہم شرح شرح از مذاق  
 نہر کسے کو دور ماند از اصل خویش  
 آل ہم بیسودن کہ او در من دید  
 ہاں گو او چونکہ با حق واصل است  
 سوال — پس ز بھانش شکایت بہر چیت؟  
 جواب — زانکہ وصل مطلق است اینجا محال  
 راست فرمود ست مولانا بیباں

من نیم واللہ یارا من نیم  
 مے رود تا صحن عرش یار او  
 زار و گریان است از حُب وطن  
 من راہ قتل را ای ربّ الفلق  
 مطہش لا غیر الا زوئے دوست  
 کئے بود چوں دید بوبکر و علی  
 کز تو مجنوں شد پریشان و غوی  
 گفت خامش چوں تو مجنوں نیستی  
 ہر دو عالم بے خطر بودے ترا  
 دید حق را آئینہ گویم نہ دوست  
 زان چوں نے بس گفتنی گفت است او  
 شور ہائے دہوئے او بے دے نیست  
 گو ظہور شش از دہان نے شود  
 از جسدائی ہا شکایت مے کند  
 زان ز شورم مرد و زن نالیدہ اند  
 عالم ملکوت را کردم مرور  
 زیں جسدائی ہا شدہ غول دل مرا  
 نیست در عالم ز من مہجور تر  
 نختہ بودم، جسد را اسے نہ بود  
 در حنیض آوردہ موج پنہیں  
 تا گویم شرح درد اشتیاق  
 باز جوید روزگار وصل خویش  
 آرمیدہ ام بحق از خود رمید  
 مجلہ مطلوبات اورا حاصل است  
 وز جسدائی ہا شکایت بہر چیت؟  
 تا بود پیوند جسم و جاں بحال  
 در دم آخر چوں رفت او زیں جہاں

یعنی من حیث الآثار والصفات ماضی فرمودہ است۔ خواہی کہ خدا بینی در پیرہ من ہنگام من آئینہ اویم اونیست جہاں



من شدم عریاں ز تن او از خیال  
 تا بود اینجک تشبک جسم و جان  
 او ز جان و جان ز او مستور نیست  
 منظر ذاتست روح بے نشان  
 بحث جان اندر ممت هم دیگر است  
 مجملہ اسماء را تو مرآت آمدی  
 آمدی از دور یک اے خوش لقا  
 عَلَّمَ الْأَسْمَاءَ طرازِ جان تست  
 از کمالت گر ملک آگاه بدے  
 ناید این اندر لباس صوت و حرف  
 چشم بند و گوش بند اے بے نوا  
 کن سفر در خود بہ رجعت قہقری  
 پائے کوباں تا بہ بام او رسی  
 از وطن بینی و از اہل وطن  
 فہم کن اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ  
 اسم خواندی زو مستی را بخو  
 اذکر واللہ کار ہر او باش نیست  
 اذکرونی راست اذکر در قفن  
 با ملائک حق بگوید در سما  
 دوست داریدش کہ او محبوب ماست  
 دادہ اسمش شرح صدر و رفع ذکر  
 مانہ بے او، او نہ بے ما بالیقین  
 مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ زِيں بود  
 ذَاكَ فَضْلٌ مِنْهُ۔ اللہ یضطیفی  
 خاصہ پاکانے کہ از خود رستہ اند  
 کردہ با جاذب نوط اجابتش  
 آل دُعائے شیخ نے چوں ہر دعاست

مے حیرانم در نہایت الوصال  
 کنے بُرخِ جانان عیساں دیدن توان  
 یک کس را دیدن شاں دستور نیست  
 پیمناں کا سماکش را باقی ہماں  
 بادۂ جان را قواسمے دیگر است  
 زان حسیفہ و منظر ذات آمدی  
 گوئے بُردی از ملک یا مرحب  
 اُسْجِدُ وَالْاَدَمِ ہم اندر شان تست  
 کنے اَجْتَعَلَ گفتہ خود رسوا شدے  
 غوطہ باید خورد در دریائے ثروف  
 صحن دل را نیک روب از ماسوی  
 تازہ رمز روح و جانت پے بری  
 از خودی خود بیسود آئی و رہی  
 جان خود ہیں گر برود آئی ز تن  
 اہستہ و انتہایت شد ہموں  
 مہ بہ بالا و اں نہ اندر آب جو  
 ارجمی بر پائے ہر قلاش نیست  
 ذکر تمان را ذکر او فہم اجزا  
 دوست دارم آل کثیر الذکر را  
 وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ را سزا است  
 ذکر او ہر جب کہ از ما ہست ذکر  
 گفتہ او گفتہ ما شد ازیں  
 یک نے ہر کس سزلے ایں بود  
 مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ يَخُذْ  
 دیدہ از غیرت بروش بستہ اند  
 از و کو خواں تا رحیم آیتش  
 فانی است دست او دست خداست

از دہن ہائے خلاق شد عیاں  
ظرف اذکر اذ نسیت کے بود  
”ذکر کن ذکر سے کہ غیر از دل رود  
ذکر یاد دل بود نے از سخن  
چونکہ رُوحِ غرقِ یادِ حق بود  
ذکر و مذکور و ذکر یک شود  
غیر تو ہستی، بروں شو از جسم  
آں وحید الذہر عارف با یزید  
بیچ تاں یابید از شام نشان  
مجلہ گفتندش کہ بر ما کن عطا  
ما شنیدیم آں کہ قلب مومن است  
یا محیط الحکل خلاق الوری  
عالی را در تحیت کردہ ای  
یا محیط الحکل و حباب النعم  
تو محیطی کے عطا ما شوی  
برتری از قسم و قال و قيل ما  
کے تند بر شعلہ تار موی  
مالک اسکی و اللہ احمد  
لہ یکن احمداً لک کفو اذ لہ  
تو چنانستی کہ خود کردی بیان  
آنجہ با ما در بطون اتمات  
گر نہ سبقت کردے رحمت بر جلال  
زیں سبب رحمن باللہ متدین  
عالی را از عدم کردی بدر  
لیس فی فیضین یارب العلا

معنی اذکر ذکر ہاں اے مہرباں  
منسی و مذکور ہر گاہ و سے بود  
غیر منسی ذات حق در دل بود  
کو بود صوت و ہوائے از دہن  
جامہ ہستی بکلی شق بود  
اندریں دم غیر حق بیشک بود  
خود حجاب اکبری۔ تم لاجسم  
با ملائک گفت از شوق مزید  
عرش جائے دوست خواندم در قرآن  
گو خبہ از آں شہ ارض و سما  
تحت گاہست ز ہجر ایں است  
ظاہری و باطنی در دوسرا  
با ظہور کمالیت در پردہ ای  
علم تو هست از علوم ما اتم  
علمنا کف علیک یحتوی  
خاک بر عتد و بر تیشیل ما  
کے ز کھت قول راند عاتقے  
لہ یلذ۔ لہ یولد اللہ الصمد  
لین شیا مثلک یا ذا الکرم  
در صحائف سابقہ ہم در قرآن  
کردہ ای موسم نہ کردہ بانبات  
مجلہ عالم ماندے در تیر زوال  
آمدہ در پسملہ از بہترین  
اندریدی مجلہ را از خیر و شر  
یرجع الشین الیک لا ولا

لہ فاذا ذکر ربک اذا نسیت الایۃ      علیہ یعنی تجلی رحمانی۔ ازیں جانواہی فہمید کہ الرحمن علی العرش استوی فرمود نہ اینکه  
اللہ علی العرش استوی از برائے ہیں معنی کہ غیرت جلال ذات ماسوئی را اجازت شرکت فی الوجود نے بخشہ بخلاف رحمت عامہ  
علیہ یعنی فیض اقدس و مقدس



اذ تخلله هنالك عاطل  
 خیر ذاتی هست و شر عارض بدان  
 کیف زید یتقی زان شد خطا  
 کئے جواب الست را علم شدے  
 احسن التقویہ کردی ذو الیقین  
 تاکہ از اعمال مابینی پاس  
 نیست مارا جز اطاعت بارسل  
 کردہ امی ارسال رسل و انبیاء  
 آئند آمد بود فخر انجمن  
 داد مارا شرع با فضل خطاب  
 عقل مجزوی هست اینجا خیرہ سر  
 کہ فضیلت مے دہند این را بر آں  
 روز و شب در حظ نفسانی دوار  
 تاکہ بے پردہ ز حق آید سلام  
 ہم بلی آری مجیباً بر زباں  
 پس حسد امی در وصالش سر بسر  
 کیست دیار اندریں دار وجود  
 باشدت آں دم رہی از غین و شین  
 صاحبدا از دید ابروئے کسے  
 شَمَّ وَجْهَ اللّٰهِ بغنی بے خطا  
 گاہے حق ظاہر و باطن عالمے  
 شمت الاعیان رائحة الوجود  
 ینصغ بصفات او اندر قدم  
 پس انا الحق در سرائی بر ملا  
 تا در آید در تصور مشل او  
 گر دلیلت باید ازوئے رومتاب  
 باز نالاں گشت بر گلئے کشت  
 در بہاراں سبزہ روید از زہیں  
 ہستے باست تا خوں شیر شد

لہو جعل الشر شرّاً باطل  
 لہو جعل الشر موجوداً بدان  
 علم تابع است مر معلوم را  
 گر نہ لطفت یا ور مظہم بدے  
 خلقت ما کردی از ماء مہین  
 پس عطا کردی با عقل و حواس  
 از پئے لطف و ہدایت و از بُل  
 ہم ز فضل و رحم خود یا ذوالعلا  
 تاکہ ختم الانبیاء جہ انجمن  
 خواند بر مارا روشن و مجید کتاب  
 علم وحی آمد دلیلت سر بسر  
 عبدة البطن اند ابنائے زمان  
 کور و کرانند پس غافل زیار  
 معصہ را بگذار سوئے دل خرام  
 تا الست ازوئے شنوئی این زماں  
 وحدت باشد بہ کثرت جلوہ گر  
 تا بدانی سر اطوار وجود  
 کل شیء ہالک مشہود عین  
 راکعاً سرشار از روئے کسے  
 بینی او را اندریں آئینہ ہا  
 بینی عالم را ظہور حق گے  
 لا یصح عندک فی ذالشیہود  
 گاہ بینی عین ثابت را عدم  
 گاہ وجود خاص دانی مرورا  
 در تصور ذات او را کنج کو  
 آفتاب آمد دلیل آفتاب  
 جذب و شوق ببل بستان چشت  
 سنۃ اللہ چونکہ جاری شد بریں  
 مذتے این مشنوی تاخیر شد

ہاں نہ کوئی معجزات انبیا  
سنتش را نیست تبدیلی نہ ضد  
پس خلافِ نچسپہ و قانون او  
زانکہ ایں ہم بر وفاقِ عادت است  
عادی و غیرش وفاقِ سنتش  
کثرتِ او قلتِ ایں از قدم  
نچسپی چوں اندریں جانگاہ شد  
صدقِ طالبِ خود آں ربِّ محمد  
لیک مختص بذاتِ من یتشا  
آں دُعائے شیخ نے چوں ہر عاست  
از دہنِ ہائے خلائق شد عیاں  
مشیداً اللہ شاہِ جیلان اعطی  
ہر زباں سے خواند از عشقِ مزید  
رحمِ خدا اے سلیمان زماں  
المدد یا شمس دیں غوثِ جہاں  
چوں حدیثِ دوسے شمس الدین رسید  
نورِ روحانی دہد شمس سیال  
از افول آمد مندرہ شمس دیں  
شرحِ احسانات و فیضِ ستم  
اولیاً صیقلِ گرانِ روم داں  
دل ز غیر دوست چوں صافی کنند  
مکسِ مرزوفے فتد آنکہ درو  
پاک کن مرآتِ خود از غیر حق  
رنجِ غیبتِ زمرآتِ بکن  
تا بیابی مسلم خود از علم او  
نے بخوم است نہ دل است و خواب  
از پئے رو پوش عامہ دریاں  
تغرافِ نصبی آمد از اساکس  
آنکہ ہتکِ عزتش کردہ حرام

شد خلافِ نصِ شرعی ایں کج  
شاہدش بر خواں ز قرآن لکن یحذ  
در شتا صیفی چساں آید تو  
معجزہ ہم در طباقِ سنت است  
وافر دم بر وفاقِ عادتش  
در محاطِ سنت و جہتِ القلم  
لا جسم زین نکتہ کم آگاہ شد  
پیش از فضلِ بہاراں بردہ  
از عبادش انبیا و اولیاء  
فانی است و دستِ او دستِ خداست  
معنی اذکر کھر ہاں اے مہرباں  
یا معین الدین چشتی آتنی  
یا فرید و یا فرید و یا فرید  
الہدے اے تو نشان بے نشان  
فضل کن یا فضل دیں کہفِ الاماں  
شمسِ چارم آسماں سر در کشید  
کوست حمتانی و باقی بے زوال  
غیرش آفل لا اُحبُّ الا فلین  
ایں زماں بگذارتا وقتِ دیگر  
نے چوں نقاشانِ چیں لعبتِ گراں  
ہر دو با خود آریسنہ بازی کنند  
کہ مصفی باشد و هم رو برو  
کے تدری فیہ دجوھا وجہ حق  
منعکس فیہ علومِ ذوالہن  
ذات و اوصافش ہمہ ظاہر ز تو  
وحی حق واللہ اعلم بالصواب  
وحی دل گویند او را صوفیاں  
گشت چشتی پاس حق را صد سپاس  
محترم کردش بہ نزدِ خاص و عام



آل عسلی - غیور و مستان و صمد  
 یا الہی - فیض از وہبانیہ  
 انجمن نعمانیہ شد دارِ ایں  
 و آل سلیم الطبع والدیں خوش صفات  
 حق سلامت داردش از رنج و تاب  
 راجی خود را کج رسوا کند  
 ز د و باریک و انجمن نعمانیہ  
 تاجدارِ خدمتش آل تاج دیں  
 آل سلیم اللہ مفتی نیک ذات  
 دین و دُنیا باشدش خیر المآب

ہم چہ سراغ دین احمد خادش  
 الا ماں یا رب ز بادِ صرصرش

urdukutabkhanapk.blogspot.com

بابِ ہشتم

تصانیف



## پہلی فصل

# تصانیف

## ”تحقیق الحق فی کلمۃ الحق“ ۱۳۱۵ھ مطابق ۱۸۹۷ء

حضرت قبلہ عالم کی پہلی مہتمم بالشان تصنیف ”تحقیق الحق فی کلمۃ الحق“ ۱۸۹۷ء میں فارسی زبان میں لکھی گئی اور اپنے لطیف مسائل، دقیق مباحث اور عظیم علمی کردار کے باعث تمام اسلامی دنیا میں مشہور ہوئی۔ ۱۹۶۲ء میں فارسی متن کے ساتھ اردو ترجمہ بھی شائع کر دیا گیا ہے۔ مضمون کتاب کو بیان کرنے سے پہلے مختصراً مسئلہ وحدت الوجود اور کلمۃ توحید لا الہ الا اللہ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللہ کا بیان کرنا ضروری ہے۔ اس سے نفس مضمون کو سمجھنے میں آسانی ہوگی۔

توحید وجودی صوفیائے اسلام میں سے اکثر مشاہیر کرام کا مسلک روحانی رہا ہے۔ اس کا مجملہ مطلب یہ ہے کہ حقیقتاً وجود یعنی صرف ذات واجب باری تعالیٰ کا ہے اور اس کائنات کے تعینات اور تنزیلات ظلت ہیں اسمائے الہیہ کے، یعنی اس کائنات کا اپنا کوئی وجود نہیں بلکہ صرف ظلتی ہے اور یہ اصول جمیع کائنات پر بغیر کسی استثناء کے حاوی ہے۔ کچھ اور بزرگان عظام توحید شہودی کے قائل ہیں، اُن کے نزدیک حقیقت عالم ایک نمود محض ہے۔ بے بود اور بے وجود یہ صنعت کاملہ خداوندی سے مخلوق ہے لیکن ذات الہیہ اس سے ورار الورا ہے اور وہ اس کا عین نہیں۔

مگر یہ ایک تسلیم شدہ امر ہے کہ چونکہ ان دونوں نظریات کا تعلق آثار باطن سے ہے اس لیے عوام الناس انہیں تسلیم کرنے اور ان پر اعتقاد رکھنے کے محکف نہیں اُن کے لیے صرف توحید شرعی پر جو کلمۃ توحید میں بیان کی گئی ہے ایمان رکھنا کافی ہے توحید شرعی کا مطلب جو شارحین بیان کرتے چلے آئے ہیں وہ یہ ہے کہ ایمان لا الہ الا اللہ کی وحدانیت کے ساتھ صفت الوہیت اور استحقاق عبادت میں، اور کسی کو اللہ کے ساتھ عبادت میں شریک نہ کرو۔

لکھنؤ میں ایک بزرگ گزرے ہیں جن کا نام گرامی مولانا عبدالرحمن تھا۔ وہ نہ صرف علوم ظاہر کے جید عالم تھے بلکہ تصوف میں بھی دسترس رکھتے تھے اور توحید وجودی پر ایمان رکھنے والے صاحب حال مرد تھے۔ اپنے سفر ارتقاء روحانی کے دوران انہوں نے غایت وثوق اور انہماک توحید وجودی کی بناء پر اپنی تصنیف ”کلمۃ الحق“ میں اصنام (معبودان باطلہ) کو عین اللہ قرار دے دیا اور کلمۃ طیبہ کے معانی اپنے زعم کے مطابق اور خلاف قانون ادب عربی کرتے ہوئے تحریر کیا کہ کلمۃ توحید میں لا الہ الا اللہ (اصنام) ہیں اور خبر مخدوف غیر ہے لہذا لا الہ الا اللہ کے معنی ہیں لا شئی من الاضنام غیر اللہ الا اللہ (نہیں کوئی شے اصنام میں سے غیر اللہ مگر اللہ یعنی ہر شے میں اللہ ہے) پھر اس پر ہی اکتفا نہ کی بلکہ اس بات پر بھی مہر مومسے کہ تمام امت پر لازم ہے کہ وہ اُن کے بیان کردہ مطلب کو صحیح سمجھے اور تمام علماء سلف جنہوں نے ایسا نہیں کیا اور وہ جو آئندہ ایسا نہیں کریں گے سب گمراہ ہوں گے۔



تاریخ عالم بتاتی ہے کہ کائنات کے ظہور میں آنے کے بعد طبع انسانی اپنی کم فہمی اور محدود نظری کے باعث عبادت اصنام (معبودان باطلہ) کی مرتجب ہوئی اور اُس کی اصلاح کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء بھیج کر شریعت اور احکام نازل فرمائے مگر انسان فرق مراتب کر سکے۔ مولانا عبد الرحمن صاحب کے اصنام کو میں اللہ قرار دینے کا نتیجہ عوام الناس کو پھر اُسی گمراہی میں ڈالنا تھا جس کا راستہ حکمت الہی نے بند کیا تھا۔ بدیں وجہ بعض علمائے ظاہر نے اُن کی اس غلط فہمی کو کفر صریح پر محمول کیا۔ نتیجہ یہ خطرہ پیدا ہو گیا کہ یہ سلسلہ تمام امت کے لیے فتنہ بن جائے۔

اس موقع پر حضرت قدس سرہ نے اپنا قلم مبارک اٹھایا اور یہ کتاب تحقیق الحق فی کلمۃ الحق تحریر فرمائی جس میں مولانا عبد الرحمن صاحب کے مسلک کی نہایت قوی اور مفصل براہین اور دلائل کے ساتھ تردید فرمائی اور یہ ثابت فرمایا کہ کلمہ توحید کا وہ معنی جس پر زمانہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام اہل اسلام متفق چلے آئے ہیں، ایمان شرعی کے حاصل کرنے اور کفر و شرک سے نجات پانے کے لیے کافی ہے۔ مگر دیگر علمائے ظاہر کی طرح حضرت نے مولانا کو مستوجب تکفیر و تعزیر نہیں ٹھہرایا بلکہ بوجہ اُن کے غلبہ حال کے انہیں معذور سمجھا۔

موضوع کتاب چونکہ نہایت نازک ہونے کے علاوہ دقیق بھی تھا اور مولانا عبد الرحمن صاحب نے اپنے مسلک کی تائید نہایت عالمانہ رنگ میں کی تھی لہذا اُس کی تردید کے لیے بھی لازماً عالمانہ براہین ہی سامنے لانے ضروری تھے اس لیے حضرت کی اس تصنیف سے صحیح طور پر وہی صاحب علم حضرات مستفید اور محظوظ ہو سکتے ہیں جنہیں عربی زبان اور لغت پر عبور ہونے کے ساتھ ساتھ روحانی ذوق بھی ہو اور جو نفس مضمون کو سمجھتے ہوں۔ ارباب تحقیق کے لیے حضرت کا یہ شاہکار ایک نادر تحفہ ہے۔

مفتی محمد حسن مرحوم بیان کرتے تھے کہ اُن کے شیخ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے حضرت کی اس کتاب کے بارے میں فرمایا تھا کہ اگر یہ صاحب یہ کتاب تصنیف نہ فرماتے تو اہل ظاہر کے لیے کلمہ توحید پر اپنا ایمان ثابت کرنا مشکل ہو گیا تھا کیونکہ مصنف کلمۃ الحق نے کتاب و سنت اور لغت و بلاغت کے قوی دلائل سے یہ ثابت کر دیا تھا کہ کلمہ طیبہ کا مفہوم توحید و جود ہی میں مضمر ہے اور وہ بھی وہ مفہوم جو خود انہوں نے بیان کیا تھا اور یہ کہ اُس کے بغیر ایمان شرعی ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور واقعی بات ہے کہ اگر حضرت قبلہ عالم جیسے محقق عارف اس موضوع پر قلم نہ اٹھاتے تو علماء ظاہر میں سے شاید کسی کو کتاب مذکور کا جواب لکھنے کی جسارت ہوتی۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ اس اصل اصول کلمہ طیبہ میں اہل اسلام کے دو بڑے گروہوں میں تصادم ہو جاتا۔

کتاب کی ترتیب اس طرح پر کی گئی ہے کہ اولاً بیان لا الہ الا اللہ میں یہ ثابت کیا ہے کہ الہ سے معنی کلی مستحق للعبادۃ مراد ہے نہ کہ اصنام (معبودان باطلہ) اور خبر غیر محذوف نہیں بلکہ موجود محذوف ہے پس لا الہ الا اللہ کے معنی ہوں گے نہیں کوئی مستحق عبادت موجود مگر اللہ۔ ثانیاً بیان توحید حقیقہ عرفان سے کرام یعنی توحید و جود ہی کی تشریح اور اُس کے حصول کا طریقہ۔ بعدہ بیان سیرت طیبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں کلمۃ الحق کی دوسری جز "مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللہ" کی مختصر شرح ہے اور آخر میں تبرا احادیث مخصوصہ کشفیہ کا بیان ہے۔

اب اہل علم و تحقیق کے لیے کتاب میں سے چیدہ چیدہ اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں۔ سب سے پہلے حضرت کا اپنا بیان دروجہ تالیف دیا جاتا ہے۔



## حضرت کا اپنا بیان دروجہ تالیف

اگرچہ میں اس قابل نہیں ہوں کہ اصحاب ذوق و وجدان سے حاصل کردہ اسرارِ توحید کے اظہار میں جرأت کر سکوں لیکن دیکھتا ہوں کہ موجودہ زمانہ میں مدعیانِ فہامیت و تصوف میں سے ہر ایک دوسرے فریق کو کافر اور مشرک قرار دینے کے درپے ہے۔ اور اس کے علاوہ بعض لوگ اصحاب ذوق و وجدان کے کلماتِ نعتیہ کو جو نغماتِ ربانہ کی نسیمِ جانفزا کے چلنے سے باقاتِ معارف میں ظہور پذیر ہوتے ہیں اصل مرادِ کلام پر رسائی نہ پاسکنے کی وجہ سے دوسروں کو مستوجبِ تکفیر ٹھہرانے اور اپنی خود ساختہ توجہیات کو ثابت کرنے کے لیے سند بنا رہے ہیں (چنانچہ مجھے بھی بعض اعتراف و اجاب کی رفاقت میں ایک تقریب کے موقع پر قصبہ شاہ پور میں اس قسم کی ایک مجلس میں شمولیت کا اتفاق ہوا جہاں ایسی باتیں سُننے میں آئیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب سے درگزر فرمائے)۔ نیز بعض اہل علم مدعیانِ تصوف دوسرے فریق یعنی علمائے ظاہر اور اُن کے ہم مسلک مسلمانوں کی تکفیر کے بارے میں حضرت مولانا شاہ عبدالرحمن لکھنوی قدس سرہ کی کتاب "کلمۃ الحق" کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔

اگرچہ کتاب مذکور کے مضامین کی تحقیق اور براہین کی تدقیق مؤلف علیہ الرحمۃ کے کمالِ علم و فقر پر شہادت دے رہی ہے لیکن توحید و وجودی میں اُن کا طرزِ اثبات بوجہ اُن کے اس سلسلہ میں کمالِ استغراق کے ایک دوسرے رنگ ہیں ہے جو سلف اور خلف کے مسلک کے خلاف ہے کیونکہ حضراتِ وجودیہ نے عموماً توحید و وجودی کو کلمۃ طیبہ عند الشارح سے مراد نہیں لیا اور نہ شرفا ہر شخص خاص و عام کو اس کے ساتھ مکلف جانا اور نہ اُن کا یہ مسلک ہے کہ اُمتِ محمدیہ اور اُمم سابقہ اسی مفہوم کو سمجھنے اور اس پر ایمان رکھنے کے بغیر شرک و کفر سے نہیں بچ سکتے۔ بلکہ اُنہوں نے توحید فی العبادت (یعنی کوئی نہیں ہے مجبور سوائے اللہ کے) کو ہی کلمۃ طیبہ کا مدلول اور مدارِ نجات قرار دیا جو اسلام میں داخل ہونے کے لیے سب سے پہلا سبق ہے اور توحید فی المحبت کو (یعنی کوئی نہیں ہے محبوب سوائے اللہ کے) کو مدارِ اخلاص قرار دیا جیسا کہ اس فرمانِ الہی سے ظاہر ہوتا ہے :-

فَلْإِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَنَحْوُكُمْ وَأَنْتُمْ تَأْكُمُوهَا ذَاقُوا بَعْضَ الَّذِي كُنْتُمْ تُكْفِرُونَ  
وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ يُقْتَرَفُ مِنْهَا دَيَّارَةٌ يَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسْكِينَ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ (التوبة - ۲۴)

اور توحید فی الوجود (یعنی کوئی نہیں ہے وجود عینی سوائے اللہ کے) کو مدارِ کمال عرفان سمجھا جو کہ آیت "كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ" (ہر شے اللہ کے سوا ہلاک ہونے والی ہے) اور اس کے مشابہ دیگر آیات سے ثابت ہوتی ہے کیونکہ لفظ ہالک لغت عربیہ میں اہم فاعل کا صیغہ ہے جو کہ حقیقتہً کسی موصوف پر اُس وقت بولا جاتا ہے جب کہ صفت بالفعل اُس کے ساتھ قائم ہو نہ یہ کہ صفت کا قیام اُس کے ساتھ بعد میں جا کر ہو۔ پس جب ہر شے بالفعل ہالک اور فانی ہوئی تو ثابت ہوا کہ وجود حقیقی فقط اُسی ایک ذاتِ باری تعالیٰ کا ہے اور تمام عالم امکان اُسی وجودِ حقیقی کا ظل اور پرتو ہے اور توحید کے یہ درجہ مراتب (یعنی توحید فی المحبت اور توحید وجودی) اسلام میں داخل ہونے کے بعد علی الترتیب عنایتِ ازلی سے حاصل ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ توحید فی العبادت کی متعلقہ آیات زیادہ تر مکی سورتوں میں وارد ہوئی ہیں (جب دعوتِ اسلام کی ابتدا تھی)



اور توحید فی المحبت کی متعلقہ آیات و احادیث عموماً مدینہ منورہ میں وارد ہوئیں۔ اور توحید فی الوجود کے لیے اشارات پر اکتفا کی گئی بخلاف ہر دو پہلی قسموں کے جن کے لیے باقاعدہ صریحہ خطاب سے مخاطبین کو مکلف بنایا گیا۔ اسی وجہ سے محرز طور پر اظہار حق کے لیے اور علمائے ربانی اور صوفیائے کاملین مثلاً شیخ اکبر اور مولانا عارف جامی وغیرہ سے علمائے ظاہر کے اعتراضات کو رفع کرنے کی خاطر حسب استعداد کچھ بیان کر دیا ہے اور مؤلف کلمۃ الحق کے استدلالات اور تکفیر کو ان کے غلبہ حال اور استغراق فی التوحید الوجودی پر محمول کر کے معذور سمجھا کیونکہ وہ واقعی کاملین کی جماعت سے تھے اور قال اور حال میں ہر لحاظ سے سچے تھے۔ (خلاصہ مقدمہ تحقیق الحق)

## مؤلف کلمۃ الحق کی توجہات

جناب مؤلف کلمۃ الحق کی توجہات حضرت قدس سرہ کے الفاظ مبارکہ میں مختصراً اس طرح سے ہیں:-  
 "توحید وجودی" کے اعتقاد میں مولانا قدس سرہ دوسرے علماء سلف سے دو امور میں منفرد ہیں۔ (راوی) کہ بحث الشارح کلمۃ توحید سے مراد توحید وجودی (نہ توحید فی العبادت) اور (دوم) کہ تمام اہم کے لیے اسی اعتقاد پر ایمان رکھنا ضروری ہے اس باب میں مولانا نے جو بیان فرمایا اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ لفظ "الہ" مشترک لفظی ہے اللہ تعالیٰ اور اصنام کے درمیان اشتراک کی دلیل یہ ہے کہ یہ لفظ دونو معانی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور ہر معنی کی تعیین کے لیے قرآن کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور کلمہ طیبہ میں الہ بمعنی غیر ہے اور موجود خبر محذوف نہیں۔ یہ ثبوت قول حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام لَا إِلَهَ غَيْرُكَ اور اس نحو کے نظم لَافَتْ بِالْأَعْلَى لَاسَيْفٌ إِلَّا ذُو الْفَقَارِ اور وَهَامُ مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ اور لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُكَ و لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُكَ۔ علاوہ بریں اُس وقت کے مخاطبین مشرکین عرب تھے جن کا گمان غیرت اصنام پر تھا نہ کہ الوہیت اصنام پر اور ان کا زعم اس مسلک کی دلیل ہے۔ ایک اور دلیل تقریب کا اقتضا ہے کیونکہ بغیر تقدیر غیر کے تقریب تام نہیں ہو سکتی۔ پس کلمہ طیبہ میں الہ سے مراد اصنام ہیں بدلیل استغراق کے جو کہ قرینہ ہے امکان کا۔ لہذا الہ الا اللہ کے معنی ہوئے لَا شَيْءٍ مِّنَ الْأَصْنَامِ غَيْرُ اللَّهِ (نہیں کوئی شے اصنام میں سے غیر اللہ) اور احتمالات ثلاثہ یعنی نکرہ الہ سے ارادہ معبود مطلق یا مستحق زعمی یا موجود کی تقدیر (جیسا کہ مشہور ہے کلمہ طیبہ حق میں) وقوع کذب کا مستلزم ہے۔ اور استثنائاً الشَّيْءُ عَنْ نَفْسِهِ (یعنی کسی شے کو خود اُس سے استثناء کرنا) لازم آتا ہے پس ان مقدمات مسطورہ بالا سے اللہ تعالیٰ اور اصنام کے مابین عینیت عبارت نص سے ثابت ہو گئی اور مابین اللہ تعالیٰ اور غیر اصنام یعنی دیگر ممکنات کے دلالت نص سے ثبوت مل گیا کیونکہ واجب کی طرف ممکنات کی نسبت میں یہی دو قول ہیں تیسرا قول ثابت نہیں۔

## لفظ الہ پر دقیق علمی بحث

حضرت نے مولانا کی اوپر بیان کردہ توجہات کی تردید جس طرح بیان فرمائی اُس کے بعض حصے مختصراً درج ذیل ہیں:-  
 "کلمۃ الحق" کے مصنف نے کلمہ طیبہ میں لفظ "الہ" کو مشترک لفظی کہا ہے مشترک لفظی وہ ہوتا ہے جو متعدد معانی کے لیے وضع کیا جاتا ہے جیسے لفظ "عین" کے معنی آنکھ، چشمہ، سوتا، جاسوس وغیرہ ہیں۔ لہذا مصنف کلمۃ الحق کے نزدیک لفظ "الہ" خدا تعالیٰ معبود حقیقی پر بھی بولا جاتا ہے اور اصنام وغیرہ معبودان باطلہ پر بھی۔ حضرت قبلہ عالم فرماتے ہیں کہ



لفظ الہ کا بجا لغت تو ہر اس چیز پر اطلاق کیا جاتا ہے جس کی پرستش کی جائے واجب ہو خواہ ممکن لیکن تخصیص عقلی اور شرعی کے لحاظ سے صرف معبود مستحق کے لیے خاص ہے۔ کیونکہ عقل سلیم ایسی چیز کی پرستش سے انکار کرتی ہے جو کہ صفات کاملہ سے موصوف نہ ہو جیسے خالق، مجیب المضطر اور نافع و ضار اور لفظ الہ کا استعمال اللہ سبحانہ تعالیٰ اور اصنام دونوں کے لیے قرآن حدیث میں کہیں بھی واقع نہیں ہوا بلکہ اس کا استعمال اسی مفہوم مخصوص کلی میں ثابت ہے۔ اس کے بعد آپ نے اس مفہوم کی توثیق میں متعدد براہین و دلائل بیان فرمائے ہیں اور ثابت فرمایا ہے کہ اشتراک لفظی پر یہ استدلال پکڑنا کہ وہ اپنے دونوں معنوں میں سے ہر ایک میں استعمال کے لیے قرینہ کا محتاج ہے یا استعمال میں قرینہ کی طرف احتیاج اشتراک لفظی کی دلیل ہے درست نہیں۔

آگے چل کر حضرت فرماتے ہیں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کلام قہری ہے از قبیل قہر صفت بر موصوف تاکہ دو امر کے لیے مفید ہو ایک تو طبیعت و صف یعنی الوہیت اور استحقاق عبادت کی نفی اصنام مثل لات و عزتے وغیرہ سے اور دوسرا اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے لیے وصف مذکور کا تحقق اور یہ قہر حقیقی ہے۔ لہذا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے معنی یہ ہوئے کہ کوئی مستحق عبادت بجز اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے موجود نہیں پس تحقیقاً معلوم ہوا کہ بغیر تقدیر موجود مراد حاصل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہاں بادی النظر میں دو قضیے بنتے ہیں ایک سالبہ کلیہ مصورۃ لاشی من الہ بموجود۔ دوسرا موجبہ شخصیۃ اللہ موجود۔ اور بنظر دقیق دو طبیعہ ظاہر ہوتے ہیں ایک سالبہ ایک موجبہ۔ اس کے بعد آپ نے اس ترکیب پر وارد شدہ اشکالات استثناء الشئی عن نفسہ وغیرہ کا ابطال فرماتے ہوئے جمہور اہل اسلام کی تائید میں عقلی و علمی دلائل کا ایک کثیر ذخیرہ پیش فرمایا ہے جس کا اندازہ نفس کتاب دیکھنے سے ہی ہو سکتا ہے۔

مولانا کی دوسری دلیل مشرکین عرب مخاطبین کا زعم غیرتیت اصنام کے متعلق حضرت فرماتے ہیں کہ مخاطب مشرکین عرب کا مزعم غیر اللہ یعنی اصنام کی معبودیت تھا۔ غیرتیت اصنام اُن کا مزعم نہ تھا۔ اُن کے مزعم کا مال یہ تھا کہ لات الہ ہے یعنی معبود ہے (عزت الہ ہے۔ ہل الہ ہے وغیرہ پس شارع سے اس مزعم کی تردید صحیح یہ ہے کہ اصنام معبود نہیں۔ چنانچہ یہ معنی سورۃ فاتحہ سے الناس تک محاصمہ مشرکین اور روثک میں بخوبی واضح ہیں۔ مثلاً:-

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا  
أَوْر (انبیاء-۲۲)

وَمَا كَانَ مَعَهُ مِنَ إِلَهٍ إِذْ أَذَّاهَبَ كُلَّ إِلَهٍ مِمَّا خَلَقَ  
وَلَعَلَّيْ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ (مومنون-۹۱) اور

لَوْ كَانَ مَعَهُ إِلَهَةٌ كَمَا يَقُولُونَ إِذْ الْأُبْتَغَوْا  
إِلَى ذِي الْعَرْشِ مَسِيلًا۔ (بنی اسرائیل-۳۲) اور

وَلَوْ كَانَ هُوَ إِلَّا إِلَهًا مَا أُورِدُوا هَا (انبیاء-۹۹)

علاوہ ازیں مشرکین عرب اور مشرکین اُمم سابقہ کا زعم مندرجہ ذیل آیات سے عیاں ہے:-  
أَجْعَلِ الْإِلَهَةَ إِلَهًا وَاحِدًا۔ (ص-۵)  
اور

کیا رسول نے سب معبودوں کو ایک ہی معبود بنا لیا۔



إِنَّمُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ  
وَيَقُولُونَ آيَاتُ النَّارِكُوا إِلَهَيْنَا الشَّاعِرُ تَجْنُونَ -

اور (الصفۃ - ۳۵-۳۶)

يَا هُودُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَمَا نَحْنُ بِتَارِكِي آلِهَتِنَا  
عَنْ قَوْلِكَ - (هود - ۵۳) اور

يَا صَالِحُ قَدْ كُنْتَ فِينَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هَذَا أَتَنْهَانَا  
أَنْ نَعْبُدَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا - (هود - ۶۲)

اور قوم نوح کا جواب

لَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا - (نوح - ۲۳)

پھر قولہ تعالیٰ

وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا (کہت - ۱۱۰)

اپنے رب کی عبادت میں کسی ایک کو شریک نہ کر  
یہ سب صریحاً حق سبحانہ تعالیٰ کی عبادت کے امر اور عبادت اصنام سے نفی پر دلالت کرتے ہیں۔ اور ان سے صاف  
ظاہر ہے کہ مزعوم مخاطب ہمیشہ سے شرک فی العبادۃ ہی رہا ہے نہ کہ غیرت۔ اور کل مذاہب اسی تحقیق پر ثابت قدم  
رہے ہیں کہ کلمہ طیبہ سے زعم شرک فی العبادۃ کا رد کیا گیا ہے نہ عینیت کا تا کہ کل اہل اسلام کے دلوں میں ممکن اور قرار ظاہر  
ہو نہ صرف حضرات صوفیہ و مجددیہ کے دلوں میں۔

حضرت فرماتے ہیں کہ مشرکین کا یہ اعتقاد نہیں تھا کہ اصنام عین اللہ ہیں۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر ان  
سے پوچھو کہ زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا کون ہے تو وہ ضرور یہی کہیں گے کہ اللہ ہی خالق ہے، باوجود اس کے کہ وہ عبادت  
اصنام کی کرتے تھے اور اسلام کا مقصد ان کو اسی چیز سے روکنا تھا۔ اب اگر مولینا کی بات مان لی جائے کہ اصنام عین اللہ  
ہیں تو مشرکین کہہ سکتے ہیں کہ اے ہمارے رب تو نے ہی ہمیں تلقین کی کہ اصنام عین اللہ ہیں پھر ہمیں عبادت اصنام سے  
کیوں روکنا ہے۔ کیونکہ اس صورت میں ہم نے کسی غیر کی عبادت تو نہیں کی۔ پھر اگر حق سبحانہ انہیں تنبیہ کرے کہ تم نے (در کلام  
صوفیاء) اطلاق اور تنزل میں فرق نہیں کیا تو مشرکین یہ عذر پیش کر سکتے ہیں کہ اے ہمارے رب جہاں ہم رہتے  
ہیں وہاں علم منطق اور فلسفہ نہیں پڑھایا جاتا۔ ہم کس طرح اطلاق و تنزل میں فرق کرتے۔ غرضیکہ دعوت اسلام کا تمام مطلب  
ہی فوت ہو جاتا ہے۔

مولینا عبد الرحمنؒ نے اپنے مسلک کا بیان کرنے کے بعد اختتام فرمایا تھا کہ کمال حسرت ہے اس امر پر کہ اکابر علماء مشرق و  
غرب، سلف و خلف اور مفسرین، محدثین، مجتہدین، مقلدین اور فقہانے کلمہ طیبہ کا صحیح معنی نہ سمجھا اور اسے اپنے موقعہ و محل سے  
تبدیل کر کے اس کا مضمون ہی بدل ڈالا اور اس طرح (نمود باللہ) مشرک بالقلب ہو گئے۔ پھر دوسری جگہ کہا کہ جہور علمائے  
محکم میں تاویل کی حالانکہ ایسا کرنے والا کافر ہے۔ اور منکور (اللہ) میں تاویل اور محذوف میں تحریف کی اور غیر شعوری طور پر کلمہ  
باطلہ فی الاشرک لا الہ الا غیور اللہ کو دل سے قبول کر لیا۔ پس خود گمراہ ہوئے اور متبعین کو بھی گمراہ کیا۔  
حضرت قبلہ عالم قدس برہہ فرماتے ہیں کہ مولانا کا فقرہ محکم سے متشابہ کی طرف تاویل کی "خود مولینا پر وارد ہوتا ہے نہ عبادت"



لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے جوہِ بلاغت

- ## عالم برنخ کا بیان

توحید و جود کی مختلف پہلوؤں کی تشریح عارفانہ کے دوران عالم برزخ کے متعلق حضرت اس طرح فرماتے ہیں :-  
 ”دنیا سے منتقل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے موت کو بواسطہ عزرائیل علیہ السلام مکمل فرمایا۔ اس نقل و حرکت میں جسم عنصری مادی سے جسم مثالی برزخی میں تبدیلی واقع ہوتی ہے بحکم بَلٰی قَادِرِیْنَ عَلٰی اَنْ یُّبَدِّلَ اَمْثَالَکُمْ وَ تُنْشِئَ لَکُمْ فِیْهَا لَا تَعْلَمُوْنَ“  
 (ہاں ہم اس بات پر قادر ہیں کہ تمہارے عنصری اجسام کو برزخی مثالی ابدان میں تبدیل کر کے تمہیں ایسے ابدان میں پھر اُٹھائیں جن کا تمہیں علم نہیں ہے) برزخ بھی دو قسم کا ہے۔ ایک یہ کہ سب ارواح، خلقتِ ازلیہ کے بعد اجسام میں آنے سے پہلے اُس میں موجود ہیں جو کہ عالم قدس سے تعبیر ہے۔ اور پیدائش اور تکمیل جسم کے بعد برزخ سے منتقل ہو کر دنیوی زندگی کی میعاد مقررہ



تک جسم عنصری سے متعلق رہتے ہیں۔ دوسری قسم وہ ہے کہ ارواح و دُنیا سے انتقال کے بعد اُس عالم برزخیہ میں یوم محشر تک جمع رہتے ہیں اور وہاں سے عالم آخرت میں نقل کریں گے اور اس برزخ ثانی میں بھی جنت و دوزخ ہیں علاوہ اُس جنت اور نار کے جو عالم آخرت میں دائمی قرار گاہ ہوں گے جنت و دوزخ برزخیہ کی انتہا زمین و آسمان کی بقا تک ہے بحکم "فَأَمَّا الَّذِينَ سُعِدُوا فَهُمْ فِي الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمُوتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ وَأَمَّا الَّذِينَ شُقُوا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمُوتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ" پس وہ لوگ جو بعید ہوئے ہیں وہ جنت میں ہوں گے جس میں وہ داخل ہوں گے جب تک آسمان اور زمین باقی ہیں مگر جو چاہے تیرا پروردگار۔ اور وہ لوگ جو شقی ہوئے ہیں وہ آگ میں ہوں گے۔ اُن کے لیے وہاں چیخ و پکار اور فریاد ہے۔ اور داخل ہوں گے اُس میں جب تک آسمان اور زمین باقی ہیں، مگر جو چاہے تیرا پروردگار اس جنت و دوزخ برزخیہ سے جنت و دوزخ آخریہ مراد نہیں علمائے ظاہر چونکہ اس معنی سے بے خبر ہیں اس لیے قرآن مجید میں جہاں بھی جنت و نار کا ذکر آیا ہے انہوں نے اُسے جنت و نار آخریہ پر معمول کیا ہے۔

## سجدہ تعظیمی کی ممانعت

مسئلہ وحدت وجود کی بحث میں حضرت نے دلائل قویہ سے سجدہ تعظیمی کو ناجائز ثابت فرمایا ہے۔ اور اگرچہ اولیاء اللہ اور مومنین کی تسبیح کی زیارت کو جائز اور مستحسن قرار دیا ہے مگر علماء اور مشائخ کو اکابر دین کے مزارات کا بوسہ لینے سے منع فرمایا ہے۔ تاکہ عوام جو بوسہ اور سجدہ میں فرق نہیں کر سکتے سجدہ تعظیمی کے لیے اُن کے فعل کو حجت نہ بنالیں۔

الغرض حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی اس نا در تصنیف نے اُمت اسلامیہ کی ایک بہت بڑی ضرورت کو پورا فرمایا اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مختلف استعدادات عطا فرمائی ہیں۔ بعض محض عقل و فکر کے مدارکات کے سوائے قوت قدسیہ اور وجدان کے معلومات سمجھنے سے قاصر ہیں اور بعض کی شان یہ ہے کہ جہاں پر علوم عقلیہ کی انتہا ہوتی ہے وہاں سے اُن کے علوم قدسیہ کی ابتدا ہوتی ہے اور اُن کے بحر معرفت کی کوئی انتہا نہیں ہوتی۔ بعض دیگر طبائع متوسط ہوتی ہیں جن کے فتوٰ ب کچھ تو عقل و فکر کے پابند ہوتے ہیں اور کچھ عشق و محبت کی وجدانی کیفیات سے متاثر۔ اس لیے اُس حکیم مطلق نے ہر فرق کی استعداد کے مطابق اُسے مکلف بنایا ہے۔ عوام ارباب عقل کے لیے فقط اسی پر اکتفا فرمائی کہ غیر حُسن سے معبودیت کی نفی کر کے فقط ایک ہی ذات کو پرستش کے قابل سمجھتے ہوئے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کو معنی لَا مَعْبُودَ إِلَّا اللَّهُ در جان بنائیں۔ اور چونکہ اکثریت اسی قسم کے افراد کی ہے لہذا اسی نظریہ پر مدارِ نجات رکھی۔ اور خواص جن کی فطرت میں کمال سعادت اور نعمت وصل و مشاہدہ کی قابلیت رکھی گئی تھی انہیں اس مفہوم سے بالاتر لَا مَحْبُوبَ إِلَّا اللَّهُ اور پھر لَا مَوْجُودَ إِلَّا اللَّهُ کی حقیقتوں پر سانی عطا فرما کر توحید کے انتہائی منازل فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے مراتب پر سرفراز فرمایا۔ اور چونکہ یہ مفہوم نہایت دقیق اور عقل و فکر کی دسترس سے بالاتر تھا اس لیے قرآن و حدیث میں اس کی طرف صرف اشارات پر اکتفا فرمائی۔ قرآن مجید کا جس طرح ایک ظاہری مفہوم ہے جو بطریق توارث صحابہ کرام سے ہم تک پہنچا ہے اسی طرح ایک باطنی مفہوم بھی ہے جو خواص مقبولانِ خدا کا حصہ



ہے۔ اور حضرت کا سب سے بڑا احسان یہ تھا کہ آپؐ نے اسی بات پر زور دیا کہ کسی فریق کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اس مسئلہ میں اختلاف کی وجہ سے دوسرے فریق کی تکفیر اور تفسیق کرے۔ حضرتؐ نے اس طرح علمائے ظاہر اور باطن کے درمیان ایک ایسا اشتراک قائم فرمایا ہے جس کے بعد اس اختلاف کی نوعیت صرف فردی اور اجتہادی رہ جاتی ہے جس کی بنا پر کسی فرقہ کو دوسرے کے خلاف کچھ کہنا شرعاً درست نہیں۔

urdukutabkhanapk.blogspot.com

## دوسری فصل

## شمس الہدایت فی اثبات حیات المسیح

(۱۳۱۷ھ مطابق سنہ ۱۹۰۰ء)

## وجہ تالیف

”تحقیق الحق“ کی تصنیف کے تقریباً دو سال بعد حضرت نے قادیانی تحریک کی تردید میں کتاب شمس الہدایت تالیف فرمائی۔ اس سے قبل باب مسند ارشاد میں تفصیلاً بیان کیا جا چکا ہے کہ حضرت نے اس تحریک کے ابطال میں معرکہ آلا کردار ادا فرمایا۔ وہاں یہ بھی بتایا جا چکا ہے کہ اس تحریک کے بانی اپنی اوائل عمر میں وہی اعتقادات رکھتے تھے جو عامۃ المسلمین کے تھے اور اپنے دعوائے نبوت تک پہنچنے کے لیے انہوں نے کئی مدارج طے کیے۔ اپنے ابتدائی دور میں انہوں نے آریہ سماجیوں اور نصاریٰ کے خلاف دین اسلام کی حمایت میں کئی مناظرے بھی کیے جس سے اُس وقت کے اہل علم کافی متاثر ہوئے سب سے پہلا قدم جو انہوں نے اپنے دعوائے نبوت کے ارتقاء کی طرف اٹھایا وہ اپنے آپ کو مجددِ ظاہر کرنے کا تھا۔ اس پر عامۃ المسلمین کا ایک طبقہ مشوش تو ہوا مگر اس خیال سے خاموش رہا کہ یہ شخص اہل ہنود و نصاریٰ کے مقابلہ میں کھڑا ہوا ہے اگر بوجہ تفاخر اپنے آپ کو القابات سے مرصع کرنا چاہتا ہے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ ان کا دوسرا قدم اپنے آپ کو مسیح موعود کہلانے کا تھا۔ یہ قدم اٹھانے سے پہلے انہوں نے اس عقیدہ اجماعیہ اہل اسلام کی نفی کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سولی پر نہیں چڑھائے گئے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو بحسدِ عنصری اُپر اٹھالیا جہاں وہ اُس وقت تک رہیں گے جب وہ قیامت سے پہلے دوبارہ اس زمین پر اُتائے جائیں گے۔ اور کہا کہ اگرچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہود نے صلیب پر چڑھایا مگر اُن کی موت واقع نہ ہوتی بلکہ اُن کے حواریوں نے انہیں وہاں سے اُتار کر چھپا دیا اور وہ اپنی عمر طبعی گزار کر ۸۷ سال بعد سری نگر میں فوت ہوئے اور جس مسیح کے قیامت سے پہلے آنے کا ذکر شدہ اُن کریم میں ہے وہ مثیلِ مسیح ہوگا اور دعوائے کیا کہ وہ مثیل وہ خود ہیں اپنے اس دعوائے کی تصدیق میں انہوں نے آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبوی پیش کیں۔ اس موقع پر دیگر علماء اسلام نے محسوس کیا کہ اب خاموش رہنے کا وقت نہیں کیونکہ غدشہ تھا کہ مغربی تعلیم یافتہ لوگ بوجہ اپنی کم علمی دربارہ امور مذہبیہ مرزا صاحب کی توجہات کا رد نہیں کر سکیں گے۔ اس پر حضرت نے اپنی یہ کتاب شمس الہدایت فی اثبات حیات المسیح تالیف فرمائی۔ کتاب کی ابتدا میں حضرت نے جو وجہ تالیف بیان فرمائی وہ مختصر اس طرح سے ہے۔

”حضراتِ ناظرین پر پوشیدہ نہیں کہ آج کل فطرتِ انسانی تعصب کی ہواؤں اور بھالت کے بخارات سے متاثر ہو رہی ہے اور ایسا ہونا ہی تھا کیونکہ ہدایت اور استقامت کا سورج ڈوبنے کے قریب آگیا۔ اور استوا کا زمانہ حکایت بن کر رہ گیا۔ اس وقت بسبب فقدانِ تقویٰ نہ تو اشراقِ نوری ہے اور نہ انشراحِ صدری جس کی وجہ سے حق و باطل کے درمیان تمیز و ثواب ہے یاقوتِ علی



بھی مفقود ہے جس کی وجہ سے احکام شریعہ پر عمل نہ سہی کم از کم اعتقاد تو درست رہ سکتا ہے۔ دنیا میں ظاہر پرستی، سخن بازی، بوس بازی اور فتنہ پردازی کا دور دورہ ہے اور سادگی اور راستی جو شعار اسلام میں سے ہیں وہ مفقود ہوتے جا رہے ہیں۔ اس کے باوجود ابنائے زمانہ اپنے آپ کو بزمِ خود منقذ اور یکتائے روزگار سمجھتے ہیں اُن کے نزدیک مکاشفاتِ انبیاء علیہم السلام میں تو غلطی فی الکشف یا فی التعبیر ہونا ممکن ہے مگر اُن کے اپنے معانیات میں تاویل تک بھی ناممکن ہے۔ ایسا ہی علمائے سلف کے اجتہادات اُن کے نزدیک خیالاتِ فرسودہ ہیں اور کوئی وجہ اُن کی صحت کے لیے نہیں سوائے اس صورت کے کہ وہ ان حضرات کی رائے اور استنباط پر منطبق ہو جائیں۔

میری توجہ اُن حقائق و معارف کی طرف دلائی گئی تھی جو تالیفاتِ مثل "ازالہ اوثام" و "دافع الوساوس" اور آیاتِ صلح میں مندرج ہیں۔ مگر میں علمائے کرام کو اُن کی لعن طعن سے بدیں و جو روکتا رہا کہ خلافِ شعارِ اسلام ہے لیکن اب نوبت یہاں تک آپہنچی ہے کہ ہر محل میں اظہارِ حقیقت عقیدہ مرزائیہ اور تکذیب و تحمیل بلکہ تکفیرِ علماء کرام کی جن کا اعتقاد مطابق سلف کے تھا ہونے لگی ہے جس کے سننے کی برداشت مجھ میں نہیں۔ اور عقیدہ حقہ کا لایا فیوماً اضمحلال بھی کو ارا نہیں۔ لہذا یہ چند مضامین حسبِ رائے ناقص لکھے گئے تاکہ آیاتِ قرآنی اور احادیث کے صحیح معنی ابنائے زمانہ پر واضح ہو جائیں اور وہ عقیدہ اجماعیہ اہل اسلام سے بوجہ کم علمی کے انحراف نہ کریں۔

اس کے بعد حضرت نے بانیِ مرزائیت کے اُن دلائل کا ذکر فرمایا جو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وفات پا جانے کے حق میں بیان کرتے تھے۔

آج کل کے تعلیم یافتہ افراد اور اُن زُعمی مولویوں اور فاضلوں سے اگر پوچھا جائے کہ بتاؤ میاں! آیت یا عیسیٰ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیْیْ اُور ایسے ہی قُلَّمَا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتُ اَنْتَ الرَّقِیْبُ عَلَیْہِمْ جس قرآن کے ساتھ تمہارا ایمان ہے اُس میں موجود ہے یا نہیں؟ اور لفظ تَوَفَّی تیس جگہ قرآن کریم میں معنی موت ہی میں مستعمل ہے اور افعۃ الناس عبد اللہ ابن عباسؓ نے بھی یہی معنی لیا (بخاری اور عباسی تفسیر ابن کثیر وغیرہ وغیرہ) تو حسبِ قولہ تعالیٰ یا عیسیٰ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیْیْ کے وعدہ وفات اور بمقتضائے قُلَّمَا تَوَفَّیْتَنِیْ اِنِّیْ اُور ایسے ہی احادیث صحیحہ سب شہادت دے رہی ہیں کہ ارواحِ مقررین بعد الوفاات جنت میں داخل ہو جاتے ہیں اور بعد دخول جنت کے پھر نکلتا اُس سے بحکمِ آیت وَمَا هُمْ بِمُخْرِجِیْنَ کے ناممکن ہے۔ ایک قُلَّمَا تَوَفَّیْتَنِیْ کیا بلکہ آیت قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ اُور اِنَّکَ مَیْمَنٌ وَاِنَّہُمْ مَّیْمَنُونَ اور اَمْوَآتٌ غَیْرُ اَحْیَاہِ بَہَاہِ اُور وَخَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ اُور وَمَنْ تَعْمِرْہُ نُنَکِّسْہُ فِی الْخَلْقِ اُور الْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ اُور فِیْہَا تَحْیَوْنَ وَفِیْہَا مَمُوتُونَ اُور وَلَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَمَرٌّ وَمَتَاعٌ اِلَیْ حَیْنٍ اُور کَانَ اَیَّامُ الْطَّعَامِ اُور وَاَوْصَانِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَا دُمْتُ حَیًّا اُور قُلْ مُبَیِّنًا یٰۤاِیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ کُنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ اَرْسَلْنَا اَورْہَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا اَنْ یَّاتِیَہُمْ اللّٰہُ فِیْ ظُلُلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلَائِکَۃُ وَقَضِیَ الْاَمْرُ اُورْہَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا اَنْ تَاِیَیَہُمُ الْمَلَائِکَۃُ اَوْ یَاِیَّیْ

لہ یہ تالیفات فرمہ مرزائیہ ہیں۔



رَبُّكَ أَوْ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَوَ تَكُنْ أَمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا۔ اورو قالوا لولا أنزل عليه ملكٌ ولو أنزلنا ملكًا لقضي الأمرُ ثم لا يُنظرون اورو لوجعلناهُ ملكًا لجعلناهُ رجلاً وللبسنا عليهم ما يلبسون اورو حدیث صحیح کما قال العبد الصالح اورو حدیث صحیح لایا تری مائتہ سنہ علی الارض نفسٌ مَنفُوسۃٌ یومر۔ یہ سب آیات اورو احادیث صحیحہ باور بند موت ابن مریم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی خبر دے رہی ہیں۔ علاوہ اس کے عقلِ انسانی اورو قصہ عود ایلیا بھی جو انجیل میں مذکور ہے صعود اورو نزولِ مسیح سے بعینہ مجسمہ العنصری منکر ہیں۔ احادیث نزولِ ابن مریم اورو خروج و تہال وغیرہ منجملہ مکاشفات نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ہیں۔ اورو کشف اجمالی مثل دیکھنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عورت پر لگنے بالوں والی کو کہ گرد گرد مدینہ طیبہ کے گھوم رہی تھی وغیرہ تعبیر طلب ہوتا ہے۔ بحالت خواب دیکھنے میں کچھ اور آتا ہے اورو ظہور میں کچھ اور ہوتا ہے۔ جیسا کہ خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس عورت کو دیکھا اورو تعبیر اُس کی دہائے مدینہ طیبہ سے (زاد ہا اللہ شرفاً) فرمائی۔ معہذا تعبیر میں خطابی ممکن ہے۔ جیسا کہ خواب میں آپ نے یہی سمجھا کہ امسال مکہ معظمہ کو (زاد ہا اللہ تکریماً) جانا ہوگا اورو بعد مراجعت فرمانے کے حدیبیہ سے معلوم ہوا کہ تعبیر میں تخصیص امسال کی غلطی ہوئی۔ الغرض آیات و احادیث مذکورہ بالا باعث شدید ہیں مآولِ ٹھہرنے پر احادیث نزولِ مسیح اورو خروج و تہال وغیرہ کے یعنی کہ احادیث نزول سے مراد ظہور اُس شخص کا ہے جو مماثل ہو ابن مریم کا جیسا کہ مراد ایلیا کے دوبارہ آنے سے مثیل ایلیا یعنی ظہور یحییٰ کا بشہادت مسیح ابن مریم کے تھا۔ وہ شخص مثیل ابن مریم کا کون ہے؟ میں ہوں! (یعنی مرزا صاحب) کیونکہ الہام منجملہ براہین قاطعہ کے ادرنجز ساطعہ کے ہے (فتوحات مکیہ اورو میزان عبد الوہاب شہرانی وغیرہ)

حضرت فرماتے ہیں کہ بعد استماع ان دلائل کے آج کل کے تعلیم یافتہ حضرات طوعاً و کرہاً انہیں صحیح تسلیم کریں گے کیونکہ ان کی تائید کتاب اللہ اورو سنت انجیل اورو عقل سے ہو چکی ہے، نہ کریں تو کیسے؟ قرآن و حدیث سے کیسے منکر ہوں۔ لہذا یہ چند حرفِ ریزہ ہدیہ ناظرین کرتا ہوں تاکہ ایسی تقاریر کے دھوکے میں نہ آجائیں اورو اُسی صحیح راستہ پر چلیں جو مراد ہے اس حدیث سے : لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَ ذَٰلِكَ مَا تَمْسُكْتُمْ بِأَمْرَيْنِ كِتَابَ اللَّهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ (موطا امام مالک) یعنی جب تک کتاب و سنت کو مضبوط رکھو گے میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔

آگے چل کر حضرت نے بانیِ مرزائیت کی اُس تہذیب کا ذکر فرمایا ہے جو انہوں نے اپنی کتاب ایام الصلح میں بزبانِ فارسی راج کی تھی اورو جس کا ذکر پہلے باب مسند ارشاد میں آچکا ہے کہ اس وقت آسمان کے نیچے کوئی شخص میری برابری کی لاف نہیں مار سکتا میں علانیہ کہہ رہا ہوں اورو ہرگز ایسا کہنے سے نہیں ڈرتا کہ مسلمانو تمہارے اندر بعض لوگ ہیں جو محمدِ ثبوت اورو مفسریت کے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں اورو بعض نازش ادب سے زمین پر پاؤں نہیں رکھتے۔ ایک اورو گروہ ہے جو خدا شناسی کا دم مار کر اپنے تئیں چشتی اورو قادری اورو شہروردی و نقشبندی اورو کیا کیا (چھاوچھا) کہتے ہیں۔ ان سب کو میرے سامنے لاؤ۔

حضرت اس کے جواب میں فرماتے ہیں:-  
آپ نے بجا فرمایا۔ وہ لوگ چونکہ مفسر اورو محدث اورو خدا شناس ہیں تو پھر لاف زنی اورو گردن فرازی ان سے کیسے ظاہر ہو سکتی ہے۔ بلکہ وہ لوگ تو چاہتے ہیں کہ آپ کو بھی اللہ تعالیٰ ایسی لافوں سے بچائے اورو فوقِ کل ذی علیہ علیہم اورو بلی عبدناخصو کی طرف توجہ دلائے۔



خاکسارانِ جہاں را بحقارت مسنگر      توجہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد  
بخدائے لایزال و لم یزل اپنی چشم دید عرض کرتا ہوں کہ مشاہیر اور ستورین کو بھی گروہ اہل اللہ سے دیکھا کہ کمالاتِ باطنیہ از قسم مکاشفات وغیرہ اُن کے نفوسِ مطہرہ سے صبغة اللہ کی رنگت اور کُنْتُ سَمْعَہُ بِنِیْ سَمْعَہُ وَ بَصَرَہُ بِنِیْ بَصَرُہُ (میں اُس کی سمع و بصر ہو جاتا ہوں۔ وہ مجھ سے سُنتا اور دیکھتا ہے) کا تماشہ دکھلا رہے تھے مگر کیا ممکن کہ نظر بر قدم اور ہوش در دم سے گردن اٹھا کر کسی طرح کا دعویٰ یا لاف زنی کریں۔ اس گستاخی کے بعد معروضِ خدمت ہے کہ طالبِ عرفان کو خصوصیتِ چہاد چلے کیا غرض حصولِ مطلب چاہیے جس سے ہو۔ آپ ہی معنی کلمہ طیبہ کا جو اصل ایمان اور عرفان کا ہے، فقط ظاہری طور پر فرمادیں۔

## نفع و نزولِ حیاتِ مسیح پر دلائل

حضرت قبلہ عالم قدس بترہ نے اس کتاب میں دینِ مرزائیت کے بنیادی مسئلہ وفاتِ مسیح کی تردید کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر بحسدِ عنصری زندہ اٹھائے جانے اور قیامت کے قریب زمین پر دوبارہ نزول فرما کر اسلام کی نصرت کا باعث بننے کو قرآن و حدیث سے نہایت زبردست دلائل سے ثابت فرمایا ہے اور اسے اُمتِ اسلامیہ کے متفق علیہ عقائد سے قرار دیا ہے۔ نیز یہ بھی ثابت فرمایا ہے کہ اُن کی موت اور اُن کے میل کے دنیا میں بطور مسیح موعود آنے کے قادیانی عقائد غلط اور باطل ہیں۔ کتاب سوالات اور جوابات کے رنگ میں ہے جس سے مسئلہ زیر بحث نہایت صاف اور واضح ہو جاتا ہے۔ چند ایک چیدہ ابحات کا خلاصہ بدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔

سوال۔ اہل اسلام کا حضرت مسیح علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بارے میں عقیدہ اجماعیہ کیا ہے؟  
جواب۔ اکثر و بیشتر اہل اسلام حضرت مسیح ابن مریم کے اس جسمِ عنصری کے ساتھ آسمان پر اٹھائے جانے کے قائل ہیں مگر بعض محققین کا خیال ہے کہ وہ جسم برزخی تھا۔ لیکن اس پر سب کا اتفاق ہے کہ وہی مسیح ابن مریم دوبارہ آسمان سے نازل ہوں گے۔

لے محاورہ قرآن کریم میں لفظ الہ کا درحالت انصاف بالوحدة مثل الہ الذی احد کے، اور ایسا ہی وقت اضافت کے موعودین کی طرف مثل الفلک والہ انبا نکو مراد اُس سے مجبورِ حقیقی ہوتا ہے اور وقت استعراق کے مثل کما نکو من الہ غیرا، اور جمعیت کے وقت مثل ذلک ان ہو لہما ذلک اور ایسا ہی وقت لغات کے مشترکین کی طرف، مراد اُس سے مجبورات ممکنہ مثل اصنام وغیرہ کے ہوتے ہیں۔

بناء علیہ لفظ الہ بولہ الہ الا اللہ میں واقع ہے: داس سے لگنے مل گئے۔ اندیز تقریب بھی اسی صورت میں تام ہوتی ہے، کیونکہ براہین خمس میں مراد الہ سے اصنام ہی ہیں مثلاً ذلک ان ہو لہما ذلک الا اللہ لکنسنا۔

بعد تعین ارادہ اصنام کے اے سے کلمہ طیبہ میں تقدیر امکان یا وجود کی مستلزم ہے وقوع کذب کو (العیاذ باللہ) اصل اسلام میں جو کلمہ طیبہ ہے کیونکہ اُس وقت مسلکی یہ ہو گا کہ کوئی فرد افرادِ مجبورات ممکنہ سے یعنی اصنام کو اکب وغیرہ ممکن نہیں یا موجود نہیں۔ اور استیلا صغالی بعضہا علی بعض جیسا کہ منافی للوجوب بر تقدیر وعدہ وجوب نہیں یا ایسا ہی بر تقدیر تقدیر ہی نہ ہو گا۔

بناء علیہ ارادہ استعاق بعبادہ کا حق بطور پر جو مساوق للوجوب ہے، عنوان موضوعی یا محمولی سے بھی کیا جائے تو مستلزم لکما کانتا یا لکنسنا کو نہیں ہو سکتا اور ازلیت امکان کو مستلزم ہے امکان ازلیت کو مادہ وجوب میں، لہذا ممکنہ عامہ موجب جزئیہ، جو تعین سے ضروریہ سالبہ کی، یعنی لا الہ الا اللہ موجود یا الصمد ذلک کی (العیاذ باللہ) صادق ہو گا۔

الفرض تقدیر ممکن یا موجود یا سبکی زعمی کی مستلزم ہے وقوع کذب کو مدعی میں۔ اور ارادہ استعاق واقعی کا مقتضی ہے بطلان براہین کو۔  
اس تقریر سے ناظرین کی نظر ہو گیا ہو گا کہ بواب تفہامی اور شیخ اکبر وغیرہ علماء کا دفع اشکال مذکور میں مفید نہیں۔ جواب اس کا سبب محاورہ قرآنیہ چاہیے اور یہی علوم ہو کہ فرق کرنا تصدوق فیما بین الذوات اور تعاق فیما بین الصفات میں بعد اشتراک فی الوجوب کے مفید نہ ہو گا جیسا کہ وجوب بالذات اور بالغیر میں کیونکہ یہ جرات ہے سلب صفات کو ذات واجبہ سے فی مرتبہ من المراتب۔



سوال۔ یہ عقیدہ محض بے اصل اور اجماع کو راز ہے جیسا کہ مرزا صاحب نے ازالہ اوهام میں لکھا ہے یا قرآن و حدیث سے بھی اس کی کوئی سند ہے؟

جواب۔ ارشاد باری ہے "وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ" یعنی یہود نے حضرت مسیح ابن مریم کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی طرف اٹھالیا، یہ نص قطعی ہے جو دلالت کرتی ہے کہ آپ یہودیوں کے ہاتھوں مقتول نہیں ہوئے بلکہ جسم کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھالیے گئے۔

سوال۔ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ سے کیا رفع روحانی مراد نہیں ہے بشمول محاورہ قرآن "يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً" جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ عند اللہ معزز و مکرم ہوئے۔

جواب۔ آیت مذکورہ میں حسب محاورہ قرآنیہ اور اہل لسان "بَلْ" جس کا ترجمہ بلکہ ہوتا ہے ابطال یا قبل کے لیے ہے یعنی اللہ تعالیٰ زعم یہود کو جو حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کی مقتولیت اور مصلویت کے قابل تھے باطل فرماتا ہے اور ماقبل اور مابعد اضرابہ ابطالیہ کے متضاد ہوتے ہیں یعنی دونوں معاً متحقق نہیں ہوتے بلکہ پہلے جملہ کا ابطال اور دوسرے کا اثبات کیا جاتا ہے مثلاً وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ میں ولدیت کا ابطال اور عبودیت کا اثبات کیا گیا ہے اور اَمُرُّيْقُولُونَ بِهِ جَنَّةٌ بَلْ جَاءَهُمْ بِالْحَقِّ میں جنوں کا ابطال اور ایقان بالحق کا اثبات ہے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ زید کو میں نے نہیں مارا بلکہ اُس کو عزت دی۔ عمرو کو میں نے بھوکا نہیں چھوڑا بلکہ پیٹ بھر کے کھلایا۔ ان سب مثالوں میں لفظ بَل سے پہلی اور پھلی کلام کے مضمون کا باہم تضاد واقع ہوتا ہے جس سے ثابت ہوا کہ بل اضرابہ کے ماقبل اور مابعد کے درمیان تضاد اور تنافی ضروری ہے۔ پس آیت مذکورہ میں بھی ضروری ہوا کہ مقتولیت اور مرفوعیت میں منافات ہو یعنی دشمنوں کے ہاتھوں مارے جانے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے اُس کی طرف اٹھائے جانے کے درمیان تضاد ہو اور دونوں چیزیں جمع نہ ہو سکیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ قتل اور رفع روحانی کے درمیان کوئی منافات نہیں۔ دونوں یکجا پائے جاسکتے ہیں۔ مقررین میں جو قتل کیا جاتا ہے، عالم علوی کی طرف اُس کا رفع روحانی بھی ایک لازمی امر ہے۔ پس رفع سے مراد رفع جسمانی لینا پڑے گا۔ کیونکہ حضرت مسیح کے قتل جسمی اور رفع جسمی میں ہی تضاد ہو سکتا ہے۔ اگر جسم آپ کا یہود کے ہاتھوں مقتول ہوا تو وہی جسم عالم بالا کی طرف مرفوع نہ ہوا۔ اور اگر مسیح اسی جسم ظاہری کے ساتھ بھفظ و امان اٹھائے گئے تو یہود کے ہاتھوں مقتول نہیں ہو سکتے۔ بہر حال یہ آیت نص صریح ہے کہ مسیح علیہ السلام اسی جسم ظاہری کے ساتھ اٹھائے گئے۔ اور یہ سوال غلط ہے کہ خدائے تعالیٰ کی طرف اٹھائے جانے سے لازم آتا ہے کہ خدائے تعالیٰ کے لیے بھی کوئی مکان ہو جہاں پر حضرت عیسیٰ کو اٹھایا گیا ہو۔ کیونکہ اس قسم کی تمام آیات میں سلف نے عالم علوی اور سموت کی طرف اٹھایا جانا مراد لیا ہے۔ چنانچہ آیت إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ وغیرہ دیگر آیات میں تمام مفسرین ہی معنی لیتے چلے آ رہے ہیں کہ اعمال صالح اور کلمات طیب آسمان کی طرف اٹھائے جاتے ہیں جو محل قبول خیرات ہے اور مقام علیین اور اعلیٰ الدرجات۔

"الْقَوْلُ الْجَمِيلُ تَصْدِيقُ الْمُنْثِيلِ" کا حوالہ دے کر فرماتے ہیں کہ مرزا صاحب اور ان کے اتباع کا قول ہے کہ حضرت عیسیٰ کے رفع اور نزول کے متعلق قرآن اور حدیث میں لفظ سما نہیں آیا رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَى السَّمَاءِ اور يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ اکیس وارد نہیں۔ حضرت نے ان سے استفسار فرمایا ہے کہ بھلا صاحب! یہ تو فرمائیے کہ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ جس کا مدلول خدائی طرف مرفوع ہوتا ہے، رفع روحانی ہی سہی، کس طرح متحقق ہوگا؟ اور ایسا ہی اَرْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ میں اپنے رب کی طرف نفس کے



رجوع کی کیا صورت ہوگی؟ اور کلماتِ طیبہ اور عملِ صالح کا خُدا سے پاک کی طرف مرفوع ہونا کیسے ہوگا؟ اس کا جواب یہی ہوگا جیسا احادیث میں وارد ہے کہ خُدا کی طرف مرفوع ہونا یا رجوع ہونا یا چڑھ جانا۔ اُس کی صورت یہ ہے کہ آسمان کو جو عبادِ مکرہین کا محل ہے قرار گاہ اُن کی بنایا جائے۔ نہ کہ بجائے آسمان کے زمین میں یا آسمان اور زمین دونوں سے باہر مقرر کیا جائے۔ ایسا ہی بفع جسمی کی صورت میں بھی الیہ کا ملاحظہ فرما کر سہما کو مذکور سمجھیں۔ پس رَفَعْنَا إِلَى اللَّهِ اور رَفَعْنَا إِلَى السَّمَاءِ اور رُجِعْنَا إِلَى الرَّبِّ اور صُعود عَلَى السَّمَاءِ متساوی فی المعنی ہیں۔ اور احادیث میں تو صراحتہً بھی لفظ سہما آگیا ہے۔

فرماتے ہیں کہ ان اصحاب کے اصول موضوعہ میں سے تقابلِ قرآن اور حدیث صحیح بھی ہے کہ اس مغالطہ سے بڑے کام نکلتے ہیں۔ جب عوام کا الانعام سے مخاطب ہو کر پوچھتے ہیں کہ بتاؤ میاں خداوند کریم کی کلام پاک مقدم ہے یا بندہ کی؟ مخاطبین سچا پرے حسبِ لیاقت خود بول اُٹھتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ کی کلام مقدم ہے۔ خدا خدا۔ بندہ بندہ۔ یہ کوئی نہیں کہتا۔ اسی حضرت آپ سوالِ قدیم و تاخیر از راہِ عظمت و منزلت فرما رہے ہیں یا از قبیلِ تفصیل و بیان؟ اگر من حیثِ عظمت ہے تو سب اہل اسلام کلامِ الہی کو زائدِ عظمت مانتے ہیں لہذا نماز کا ذکر کن کلامِ الہی ہو سکتی ہے نہ حدیث اور اگر بحسبِ تفصیل و تشریح فرماتے ہیں تو حدیث شریف مقدم ہے کیونکہ پہلے مضمونِ تفصیلی حدیث شریف کا ہمارے اذہان میں آئے گا تب اجمالِ آیت کو ہم سمجھیں گے۔ ہاں صحبت میں غور کرنا نہایت ضروری ہے۔ اُس رحمۃً للعالمین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو حکیم مطلق لا تَدْرِيكُهُ الْاَبْصَارُ نے اس لیے اپنے اور ہمارے درمیان برزخ قرار دیا ہے کہ برزخ کے پرلی طرف کی بات برزخ ہی کے مبارک مُنہ سے بعد تشریح سن لیں۔ جیسا کہ قولہ تعالیٰ

أَنْزَلَ عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَجًا۔  
 اُور

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ  
بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ وَلَا تَكُنْ لِلْخَائِثِينَ  
خَصِيْمًا۔

وَمَا أُنْزِلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي  
اخْتَلَفُوا فِيهِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ۔

اور

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ  
إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ-

الْأَيُّ أُوتِيَتْ الْقُرْآنَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ، رِيعَنِي  
السُّنَّةَ

اسی برنخ سے مخصوص ہے۔ ایسا ہی ذمہ داری

إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ تَعْرَانِ عَلَيْنَا مَا لَهُ

اپنے بندے پر کتاب نازل فرمائی اور اس میں کوئی کبھی نہیں رکھی۔

ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ کتاب نازل فرمائی تاکہ جو کچھ اللہ نے آپ کو دکھایا اُس کے مطابق لوگوں میں حکم فرمائیں اور خیانت کرنے والوں کے طرفدار نہ بنیں۔

اور ہم نے آپ پر کتاب نہیں اتاری مگر اس لیے کہ آپ صاف طور وہ چیز بیان کر دیں جس میں انہیں اختلاف ہے اور ہدایت و رحمت اُس قوم کے لیے ہے جو ایمان لاتے ہیں۔

اور ہم نے آپ پر ذکر نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے لیے وہ چیز بیان فرمادیں جو ان کی طرف نازل کی گئی اور شاید کہ وہ فہم کر لیں۔

خبردار میں مشہر آن اور اس کی مثل اس کے ساتھ دیا گیا ہوں (یعنی سنت)

بے شک قرآن کا جمع کرنا، اُس کا پڑھنا اور بیان کرنا ہمارے فرائض ہے



اُسی کو شایان ہے۔ فَسُبْحَانَ مَنْ خَلَقَهُ وَأَجْمَلَهُ وَكَمَلَهُ وَعَلَّمَهُ وَأَذَبَهُ فَأَحْسَنَ تَأْدِيبَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 اس تقریر میں حضرت نے منکرینِ حدیث کا منہ بھی بند کر دیا ہے۔ اس کے بعد حضرت قبلہ عالم قدس نے حضرت مسیح  
 ابن مریم (علیہما السلام) کے بحمدِ عنصری رفع الی السماء اور نزول من السماء پر چالیس کے قریب احادیث اور آثارِ صحابہ  
 کی تخریج فرمائی ہے جن میں اکثر کے اندر لفظِ سماء موجود ہے اور جو بائیس صفحات کتاب پر پھیلی ہوئی ہیں جنہیں بحاری، مسلم،  
 مسند امام احمد، تفسیر ابن جریر، ابن کثیر، درمنثور اور کنز العمال جیسی مستند کتابوں میں ذکر کیا گیا اور جن کی روایت مندرجہ ذیل  
 اٹھارہ صحابہ کبار وغیرہم نے فرمائی۔

حضرت عائشہ - حضرت عبداللہ بن عباس - عبداللہ بن مسعود - ابو ہریرہ - انس بن مالک - عبداللہ بن عمرو -  
 عثمان بن ابی العاص - ابی امامہ - جابر - سمرہ بن جندب - عمر بن عوف - حذیفہ بن اسید - حذیفہ بن  
 یمان - عمران بن حصین - کیسان - ابی شریحہ - نواس ابن سمان اور مجمع بن جاریہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

اس کے علاوہ حضرت نے مزید آٹھ وجوہات سے مرزائیوں کے اس دعویٰ کا ابطال کیا کہ رفع روحانی تھا جسمانی نہ تھا۔  
 اور بلاشبک ان وجوہات کی تشریح کی جائے تو آٹھ جلدیں مرتب ہو سکتی ہیں۔ مرزا صاحب کی اس تاویل کو کہ نزول مسیح سے  
 میرا ظہور مراد ہے جو شیل مسیح ہوں بدلائل اس قدر مضحکہ خیز ثابت کیا ہے کہ قادیانیت کی تبلیغ کا پردہ یکسر چاک ہو کر  
 رہ گیا ہے۔ اور یہی حشر اس زعمِ باطل کا ہوا کہ دجال ایک شخص معین نہیں بلکہ پادری و جال ہے جنہیں میرے لائل نے قتل کر دیا  
 ہے۔ اور کہ (نعوذ باللہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دجال شخصی کے معاملہ میں ابہام رہا ہے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ غلطی پر قیام  
 نبی کی عصمت کے منافی ہے۔

آیت اِذْ قَالَ اللَّهُ يٰعِيسٰى اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ لِیْ فِیْ تُوْنِیْ کُوْمَتِیْ مَعْنٰی میں لینے کا ابطال صحابہ  
 اور تابعین کی تفسیر سے کما حقہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اگر توفی سے موت کے معنی بھی ایسے جائیں تو مرزا صاحب کا  
 مقصد حاصل نہیں ہوتا کیونکہ یہاں متوفی اسم فاعل کا صیغہ ہے جو حال اور استقبال دونوں پر حاوی ہے جس سے یہی معنی حاصل  
 ہوگا کہ میں ہی آئندہ زمانہ میں کسی وقت تجھے وفات دوں گا۔ یہ یہود تجھے قتل کرنے پر قادر نہیں ہو سکتے۔ اور تمام اہل اسلام  
 اس چیز پر متفق ہیں کہ آپ قربِ قیامت میں آسمان سے نازل ہو کر وفات پائیں گے۔

مرزا صاحب نے قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ میں غلو کو موت کے معنی دے کر استدلال کیا تھا کہ حضرت صلی  
 علیہ السلام کی موت پر یہ آیت بھی دلالت کرتی ہے۔ حضرت فرماتے ہیں اس طرح آیت سُنَّۃُ اللّٰہِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ کے  
 معنی ہوں گے کہ معاذ اللہ سُنَّتِ اللّٰہِ مرکبہ ہے اور اِذَا خَلَوْا لِیْ شَیَاطِیْنُہُمْ کے ماتحت جب منافقین اپنے سرداروں  
 کی طرف جاتے تھے تو مرجاتے تھے۔

ان دلائل اور کئی دیگر ضمنی مباحث پر استدلال کا پورا الطف اس کتاب کے دیکھنے ہی پر موقوف ہے جو اپنے نقشِ اول  
 پر نصف صدی سے زیادہ عرصہ گزرنے پر بھی بار بار طبع ہو رہی ہے اور ہاتھوں ہاتھ تقسیم ہو جاتی ہے۔ اہل حدیث کے نامور  
 پیشوا مولوی عبدالباق صاحب غزنوی نے اُس زمانہ میں اس کے مطالعہ کے بعد جو تعریفی خط بھیجا تھا اُس کی نقل بابِ ارشاد میں آ  
 چکی ہے۔ دیگر علماء و مشائخ کے تحسینی اور توصیفی اور دعائیہ خطوط کا حوالہ مکتوبات شریف میں درج ہے۔ اور مخالفین نے جو  
 صلواتیں سنائیں وہ اُن کی تالیفات اعجاز المسح - تحفہ گوٹرویہ - اور قصیدہ اعجازیہ وغیرہ میں درج ہیں۔



## تیسری فصل

سیفِ چشتیانی  
(۱۳۱۹ھ مطابق ۱۹۰۲ء)

## وجہ تالیف

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے بانیِ مرزائیت اپنے دعویٰ نبوت تک بتدریج پہنچے تھے۔ پہلے اپنے مجدد ہونے کا اعلان کیا۔ پھر مسیح موعود ہونے کا اور آخری منزل اعلانِ نبوت کی مٹی جو انہوں نے ۱۹۰۱ء میں طے کی حضرت نے اپنی تصنیف شمس الہدایت میں (جس کا بیان اوپر گزر چکا ہے) جہاں ان کے دعویٰ مسیح موعود ہونے کو نہایت حتمی طور پر قوی دلائل اور برہان کے ساتھ باطل قرار دیا تھا وہاں ان سے چند سوالات بھی کیے تھے اور ساتھ ہی کلمہ طیبہ کے معانی بیان کرنے کی دعوت بھی دی تھی۔ قریباً دو سال کا عرصہ گزر جانے کے بعد مرزائیوں کی جانب سے مولوی محمد احسن صاحب نے شمس الہدایت کا جواب شمس بازغہ کے نام سے شائع کیا اور خود بانیِ مرزائیت نے سورۃ فاتحہ کی تفسیر اعجازِ مسیح تالیف کی اور اُسے الہامی اعجاز قرار دیتے ہوئے دعویٰ کیا کہ اس کا جواب طاقتِ بشری کے لیے ناممکن ہے۔

ان دو کتب کے لکھنے سے پہلے بانیِ مرزائیت کی طرف سے حضرت کو لاہور میں مناظرہ کا چیلنج دیا گیا جس میں ان کی ہزیمت کی تفصیل بابِ ارشاد میں دی جا چکی ہے۔ ان دونوں کتابوں کے جواب میں حضرت نے اپنی تیسری شہرۂ آفاق کتاب سیفِ چشتیانی تحریر فرمائی جس کی وجہ تالیف بھی تفصیل بابِ ارشاد میں دی جا چکی ہے۔ اس میں اعجازِ مسیح پر پورے ایک سو اتر اعتراضات اور اشکال وارد فرما کر آپ نے یہ آشکارا فرمایا کہ مؤلف نے نہ صرف لغت اور صرف دعو کی غلطیاں کی ہیں بلکہ سرقہ اور تحریف سے بھی گریز نہیں کیا۔ ان اخلاط کی تفصیل بھی بیانِ ارشاد میں گزر چکی ہے۔ مرزائیوں کی دوسری کتاب شمس بازغہ میں مؤلف نے کلمہ طیبہ کے معانی بیان کرنے کے علاوہ حضرت کی تصنیف شمس الہدایت پر مختلف اعتراضات کیے تھے۔ کلمہ طیبہ کے معانی بیان کرنے میں انہوں نے حضرت کی کتاب تحقیق الحق سے استفادہ کرنے کی کوشش کی مٹی مگر بوجہ اپنی کم فہمی کے اُس کا صحیح استعمال نہ کر سکے اور تمام مضمون بے ربط ہو کر رہ گیا۔ حضرت نے نہ صرف ان کی اس ناکام کوشش کو عیاں کر دیا بلکہ انہیں کلمہ طیبہ کا صحیح مطلب بھی سیفِ چشتیانی میں سمجھایا اور شمس الہدایت کے خلاف تمام اعتراضات کو قرآن و حدیث کی روشنی میں مفصل دلائل کے ساتھ رد فرمایا۔ اس کتاب کو علمائے عصر نے تحریر اور تقریراً ایک علمی شاہکار قرار دیا اور مفسرین نے اپنی تفاسیر میں اور مصنفین نے اپنی تصانیف میں بطور حوالہ پیش کیا۔ شعراء نے اس کی شان میں قصیدے لکھے اور مثنویاں مؤردن کہیں جن کی تفصیل بابِ ارشاد میں بیان ہو چکی ہے۔ اس کتاب کی اشاعت کے بعد علماء کے حق میں مرزائیت کی تبلیغ قلعا غیر موثر ہو کر رہ گئی۔ اور ہزاروں مذہبِین اہل اسلام بقیۃ حق پر مضبوط ہو گئے۔ بلکہ کئی مرزائی اس کتاب کو پڑھ کر مرزائیت سے تائب ہو گئے۔ چنانچہ کتاب صاعقہ رحمانی بر نخل قادیانہ کے مصنف



مولوی حبیب اللہ صاحب امرتسری نے جو مکتوب حضرت کی خدمت میں ارسال کیا اُس میں کہا کہ مرزائیوں کی کتاب عملِ مصطفیٰ پڑھ کر میرے دل میں قسم قسم کے شکوک پیدا ہو گئے تھے مگر الحمد للہ کہ جناب کی تصانیف سیفِ چشتیائی اور شمسِ الہدایت نے میرے مذبذب دل میں تسلی بخش امرت پکایا اور نیز چند مرزائیوں نے اسے پڑھا چنانچہ حکیم الہی بخش صاحب مرحوم مع اپنے لڑکے کے آخر مرزائیت سے توبہ کر گئے اور اسلام پر فوت ہوئے۔

اب چیدہ چیدہ اقتباسات یہاں بطور نمونہ اور برائے استفادہ ناظرین پیش کیے جاتے ہیں۔ یہ کتاب بھی شکلِ سوال و جواب ہے اور مقابلۂ سلیس اور عام فہم اردو میں لکھی گئی ہے۔

## اقتباسات از سیفِ چشتیائی

بانی مرزائیت نے اپنے ابتدائی دور میں اپنی تصنیفات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نے نبی کے آنے کو وعدہ الہی کے خلاف بتایا تھا۔ مگر جب خود دعویٰ نبوت کیا تو اس طرح کا استدلال لانے لگے کہ میں غلطی طور پر محمد ہوں۔ پس اس طوع سے خاتم النبیین کی ٹہر نہیں ٹوٹی۔ کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اُن تک ہی محدود رہی۔ یعنی جب میں بروزی طور پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی مع نبوتِ محمدیہ کے میرے آئینہِ ظلیت میں منعکس ہیں تو پھر کون سا الگ انسان ہو جس نے علیحدہ طور پر نبوت کا دعویٰ کیا۔ "موتلف شمسِ بازہ" نے بھی اسی استدلال کا اعادہ کیا اور اپنی تصنیف کے خطبہ میں بھی اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ تحریر کیا۔ اور کہا کہ یہاں نبی سے وہ انبیاء مراد ہیں جن کی نبوت اصالتاً ہو۔ مرزا صاحب تو بہ سبب اتباعِ کامل غلطی طور پر نبوت اور رسالت کے مدعی ہیں نہ اصالتاً۔ حضرت نے اس کا رد فرماتے ہوئے یہ ثابت فرمایا کہ بانی مرزائیت نبوتِ اصلہ کے مدعی تھے نہ کہ نبوتِ ظلیہ کے۔ اور ظلیت، بروز اور فنا فی الرسول کے الفاظ کو بظاہر سپردِ بار کھاتا۔

جواب: اشتہارِ ایک غلطی کا ازالہ۔ مجریہ ۵۔ نومبر ۱۹۰۷ء کے مندرجہ ذیل الفاظ دیکھئے:-

"چنانچہ وہ مکالمات الہیہ جو براہین احمدیہ میں شائع ہو چکی ہیں اُن میں سے ایک یہ وحی اللہ ہے:-

هُوَ الَّذِي ارْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدٰى وَدِيْنٍ الْحَقِّ لِيُظْهِرَ عَلٰى الدِّيْنِ كُلِّهِ رُوْحًا

جس نے اپنا رسول ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تا کہ سب ادیان پر اُسے غالب کر دے) اس میں صاف

طور پر اس عاجز کو رسول کر کے پکارا گیا ہے۔

یہ آیت سورہ فتح کے رکوعِ آخر میں موجود ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور آپ کے دینِ پاک کے غالب کرنے کا ذکر ہے۔ حضرت فرماتے ہیں:-

"اول تو کوئی عاقل نہیں کہہ سکتا کہ اگر کسی شخص کو خواب یا بیداری میں یہ آیت سنائی دے جیسا کہ اکثر حفاظ

اور شافعیوں کو کثرتِ استعمال و خیال کے سبب ایسا ہوا کرتا ہے۔ یا فرض کیا بذریعہ الہام ہی ہسی تو وہ شخص بشہادت

اس آیت کے رسول کہلانے کا مجاز ہو۔ یا ایسا ہی اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ کے سننے سے کوئی

دعویٰ نہیں کر سکتا کہ میں نبی اور رسول ہوں اور نبی نماز اور نبی زکوٰۃ کا حکم مجھ پر نازل ہوا ہے۔ لیکن بر تقدیر الہام

بآیت مذکورہ (الذی ارسلنا) بفرضِ محال اگر رسول کہلانے کا مستحق بنے تو اُسی معنی سے رسول ہوگا جو



معنی اس آیت میں مراد ہیں یعنی اصلی رسول، ورنہ دلیل دعوے پر منطبق نہ ہوگی۔ کیونکہ دعوے میں رسول ظلی اور دلیل یعنی "أَرْسَلْنَا رُسُلًا" میں رسول اصلی اور نیز رسولہ سے رسول ظلی مراد لینے کی تقدیر میں کلام الہی میں تحریف معنوی لازم آئے گی۔ لہذا استدلال بآیت مسطورہ بلند آواز سے پکار رہا ہے کہ دعوے اصلی نبی ہونے کا ہے۔

اسی اشتہار ایک غلطی کا ازالہ میں اپنے نبی ہونے کی ایک اور دلیل بانی مرزا سیت نے ان الفاظ میں پیش کی تھی:-  
 "وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ" میں ایک پیشین گوئی ہے جس کی ہمارے مخالفوں کو خبر نہیں اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیشین گوئیوں کے دروازے قیامت تک بند کر دیئے گئے اور ممکن نہیں کہ اب کوئی ہندو یا یہودی یا عیسائی یا کوئی رسمی مسلمان لفظ نبی کو اپنی نسبت ثابت کر سکے نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے یعنی فنا فی الرسول کی۔ پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے اُس پر ظلی طور وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے جو نبوت محمدی کی چادر ہے اس لیے اُس کا نبی ہونا غیرت کی جگہ نہیں۔"

اس کے جواب میں حضرت فرماتے ہیں:- اگر صرف فنا فی الرسول کا مقام ہی رسول اور نبی کہلانے کی اجازت دیتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ صدیق اکبر جن کی شان میں لو کنت متخذ خلیلاً لا اتخذ ابابکر خلیلاً فرمایا گیا اور ایسا ہی عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باوجود لقب محمد شیت کے اور عثمان نے باوجود کمال اتباع صوری اور معنوی کے اور علی مرتضیٰ نے باوجود بشار (انت متی بمنزلہ ہارون من موسیٰ - تیرا مقام مجھ سے ایسے ہے جیسا ہارون کا موسیٰ سے) کے اور سید اشباب اہل الجنتہ حسنین نے جن کا مجموعہ بعینہ جمال باکمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آئینہ تھا رسول اور نبی کہلانے پر جرات نہ کی اور ہزار ہا اہل اللہ جن کے فنا فی الرسول ہونے پر اُن کا سایہ کاظم جانا بھی شہادت دیتا تھا کسی نے نبی اور رسول نہیں کہلویا قُلب قطاب سیدنا الفوت الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکالمات الہیہ میں سے کسی مکالمہ میں باوجود شان (خضنا بعد العقیف علی ساحلہ الانبیاء - ہم نے ایسے سمندر میں غوطہ لگایا جس کے کنارے پر انبیاء نہ ٹھہرے) کے یعنی فینا فی النبی الامی الذی ہوکا البحر فی السخاء - نبی اور رسول کے لفظ سے نہ پکارے گئے۔ یہ تو سب اسی قاعدہ مسلمہ میں محدود رہے کہ الولی لا یبلغ درجۃ النبی۔ مگر یہ حضرت باوجود اپنے اوصاف کے مقام فنا سے نبوت تک پہنچ گئے۔

پھر آگے چل کر فرماتے ہیں:- "مسلمانو! بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لقب نبی اور رسول کا کسی مسلمان کے لیے شرعی نظر سے جائز نہیں نہ اصلی نہ ظلی۔ اگر ظلی طور پر یہ لقب متبع نبی کو عطا ہو سکتا اور فنا فی الرسول کا مقام مجوز اُس کا ہوتا تو سب سے زیادہ مستحق مہاجرین اور انصار تھے رضوان اللہ علیہم اجمعین جن کا ذکر خیر کتاب و سنت میں موجود ہے اور جنہیں اللہ جل شانہ نے قرآن مجید کے سورہ فتح میں ان الفاظ سے یاد فرمایا: "وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا" (محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں وہ کھٹار پر سخت اور آپس میں رحیم ہیں۔ تو انہیں رکوع کرنے والا اور سجدہ کرنے والا پائے گا، وہ اللہ کا فضل اور رضا طلب کرتے ہیں)

۱۔ اگر خدا کے سوا کسی اور کو خلیل بنانا تو ابوجبر کو بنانا۔ علم ہم نے اُس نبی امی میں فنا حاصل کی جو سخاوت میں بحر کی طرح ہیں۔ اللہ ولی وجہ نبی کو نہیں پہنچ سکتا۔



## معراج نبوی کے جسمی ہونے کا ثبوت

بانی مہرِ ذات نے چونکہ اپنے آپ کو مسیح موعود ثابت کرنے کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفیع جسمانی کی تردید کی تھی۔ اسی طرز استدلال کا اتباع کرتے ہوئے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کو بھی معراجِ روحانی قرار دیا تھا۔ اس کی تردید فرماتے ہوئے حضرت تحریر فرماتے ہیں: ”معراج جسمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحالت بیداری آیت ذیل سے ثابت ہے: ”سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى“ کیونکہ لفظ ”سُبْحَانَ“ کا اطلاق اسی موقع پر ہوتا ہے جہاں کسی عظیم الشان اور مستبعد اور محال عادی کا ذکر ہو۔ اور ظاہر ہے کہ نیند میں آسمانوں پر جب نایا اطرافِ السموات والارض میں سیر کرنا کوئی امر مستبعد اور ممتاز طور پر نبی کا خاصہ نہیں۔ نیز ”اَسْرَى“ کا استعمال نیند میں نہیں آتا۔ (قاضی عیاض) پس ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اسراء مثل اور انبیاء کے کشفی اور روحی نہ تھی بلکہ جسمی اور بحالت بیداری ہوئی۔ اس کے بعد حضرت نے متعدد احادیث اور کتب سیر کے حوالہ سے ثابت فرمایا ہے کہ معراج جسمی کے منکرین غلطی پر ہیں۔

معراج جسمانی کے خلاف ایک اور دلیل جو بانی مہرِ ذات کی طرف سے دی گئی یہ تھی کہ تیار اور پُرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو محال ثابت کرتا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس خاکی جسم کے ساتھ کڑھ زمہریر تک بھی پہنچ سکے۔ بس اس جسم کا کڑھ ماہتاب یا کڑھ آفتاب تک پہنچنا کس قدر لغو خیال ہے۔ افسوس کہ اُن کی غلط نبوت کی جس پیشگوئی نے انہیں اتنا بھی نہ بتلایا کہ بہت جلد انسان اپنے مادی آلات کی امداد سے ہی اُن کے اس قول اور دلیل کو لغو ثابت کر دے گا۔ تاہم حضرت اس کا جواب قرآن و سنت کی روشنی میں اس طرح فرماتے ہیں: آیت اور حدیث اور اجماع کے مقابلہ میں ایسے استدلال سے کام لینا مسلمان کا کام نہیں۔ نیز استدلال مذکور موقوف ہے امور ذیل کے ثبوت پر۔ وود نہ خراط القاد۔

۱۔ اتحاد نوعی کل طبقات ہوائیہ کا۔

۲۔ لوازم طبقات ہوائیہ کا از قبیل لوازم ماہیت ہونا۔

۳۔ تبدل فصول کا مؤثر نہ ہونا خصوص کیفیات کے تغیر میں۔

۴۔ لزوم کا ضروری ہونا نہ عادی۔

امور مذکور سے اگر صرف امر چہارم ہی کا خیال کیا جائے تو بشادت (يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَاسْلَمًا عَلَيَّ اِنْ يَأْذِيكَ مِنْ شَيْءٍ) اے آگ ٹھنڈی اور سلامت ہو جا ابراہیم پر) کے حرارت و برودت وغیرہ کا انفکاک اپنے طرذومات سے واقعی معلوم ہوتا ہے۔ کیا وہ فاعل مختار اور حکیم مطلق جس نے ابراہیم علیہ السلام کے لیے آگ کو ٹھنڈا کر دیا اس پر قدرت نہیں رکھتا کہ زمہریری کڑھ کی برودت کو مثلاً معتدلہ حرارت سے بہ نسبت اپنے ایک مقبول بندے کے متبدل کر دے۔

آگے چل کر اس اعتراض کے جواب میں کہ آیت مذکورہ بالا (قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَاسْلَمًا عَلَيَّ اِنْ يَأْذِيكَ مِنْ شَيْءٍ) بھی عند انضمام مآول ہے۔ حضرت فرماتے ہیں: مشاہدہ اور تجربہ سے ثابت ہے کہ حرارت مفرطہ کا زوال آگ سے بالکل واقعی اور سچ ہے۔ اور اس زمانہ میں بھی عوام سے خواص تک اس کو دیکھ چکے ہیں۔ لہذا آیت مذکورہ کو امتناع انفکاک الحرات عن النار کی بنا پر مآول ٹھہرانا سراسر تعصب ہے۔ الغرض جسم خاکی کے آسمان پر جانے کے محال ہونے کو کوئی دلیل شرعی یا عقلی ثابت نہیں کرتی۔ اور جنہوں نے اس پہلو کو اختیار کیا ہے اور صرف



عقل جزئی کو مشعل راہ بنا کر نصوص میں تاویل و رد و بدل کیا ہے انہیں اس مسلک میں تین وجہ سے دھوکا ہوا :-  
۱۔ ایک تو عقل جزئی کے استقرار ناقص کا نام قانون قدرت رکھا اور ظاہر ہے کہ جزئیات معدودہ کے احوال پر نظر ڈالنے سے قاعدہ کلیہ استنباط نہیں کیا جاسکتا۔

۲۔ مستبعدات عقلیہ کو محالات عقلیہ سے شمار کیا اور

۳۔ آیات و احادیث کو ان معانی پر معمول کیا جو بالکل برعکس ہیں ان لوگوں کے جنہوں نے نور نبوت سے بالمشافہ معانی مرادہ کا استفادہ کیا۔

## تعارض عقل و نقل کا مسئلہ

اسی مسئلہ کی بحث کے دوران حضرت ایک اہم سوال یہ قائم فرماتے ہیں :-

سوال۔ تعارض عقل و نقل کی صورت میں عقل ہی کو مقدم رکھنا ضروری ہے کیونکہ وہ اصل ہے نقل کے لیے اور جب تک لائق عقلیہ کی رو سے وجود صانع نہ مانا جائے تب تک تصدیق بالنقل و بما جاء بہ الترسل علیہم السلام مقصود نہیں ہو سکتی۔ تقدیم عقل کی وجہ سے ہی نصوص قطعیہ میں تخصیص عقلی کو ضروری سمجھا جاتا ہے کما فی إِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ بنا براں ارادہ معراج رومی اور نزول بروزی بلکہ کل معجزات و خوارق کا مآول ٹھہرنا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اس کا جواب حضرت نے اس طرح ارشاد فرمایا ہے :-

جواب۔ یہ امر قابل غور ہے کہ قضیہ ذیل (العقل اصل للنقل) میں عقل سے مراد کیا ہے۔ بعد تدبر معلوم کیا جاسکتا ہے کہ مراد عقل سے جو ہر بدرک یا قوت عاقلہ نہیں کیونکہ اس معنی کی رو سے عقل اور نقل میں تعارض نہیں ہو سکتا اس لیے کہ جو ہر بدرک یا قوت عاقلہ حیات کی طرح شرط ہے عقلیات اور سمعیات کے لیے اور ظاہر ہے کہ شرط کبھی معارض اور منافی نہیں ہوتی مشروط کے لیے پس معلوم ہوا کہ مراد عقل سے وہ معرفت اور ادراک ہے جو عقل کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے۔ اور یہ امر ضروری نہیں کہ ہر علم و ادراک عقلی اصل اور دلیل ہوسمعی و نقلی کے لیے کیونکہ سمعیات اور نقلیات کی صحت کا توقف صرف انہی عقلیات پر ہے جن کی رو سے تصدیق بصدق الرسول صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہو چنانچہ (الصانع موجود) وہو مصدق الترسل علیہم السلام بالآیات والمعجزات۔ اس سے واضح ہوا کہ قضیہ مذکورہ (العقل اصل للنقل) کلیہ نہیں بلکہ اس میں حکم انہی بعض عقلیات پر ہے جو موجب تصدیق بصدق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ محل بحث کو یعنی (الرفع والنزول بالمعنیان وامثالہما من المحالات۔ رفع اور نزول جسمانی اور ایسے دیگر محالات) جو مجملہ عقلیات ہیں کوئی علاقہ نہیں تصدیق بصدق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ اس طور پر کہ واسطہ فی الثبوت کی طرح تصدیق بصدق الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ثبوت نفس الامری ان پر موقوف ہو اور نہ اس طریق پر کہ واسطہ فی الاثبات کی مثل جائے اذہان میں تصدیق مذکور کا حصول ان پر مرتب ہو۔ ثانیاً آنکہ محل بحث صادق ہی نہیں کیونکہ رفع و نزول جسمی صرف مستبعدات عقلیہ سے ہیں نہ محالات سے۔ چنانچہ آیت سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا مِّثْلًا سے پہلے ثابت کیا جا چکا ہے۔

تعارض کے مسئلہ میں احتمال ذیل تصور ہو سکتے ہیں :-

۱۔ دلیل عقلی و نقلی دونو قطعی ہوں۔

۲۔ یا دونو ظنی۔

۳۔ یا ایک قطعی اور دوسری ظنی۔

تیسری صورت میں قطعی کی تقدیم ظنی پر اتفاقی ہے خواہ قطعیت عقلی کے لیے جو یا نقلی کے اور دوسری صورت میں بحسب اولہ دلائل ترجیح و تعادل برابر ہونا عمل کیا جائے گا۔ اور پہلی صورت صرف احتمال ہی ہے۔ فی الواقع تحقق اُس کا ممکن نہیں کیونکہ دلیل قطعی اُسی دلیل کا نام ہے جس کے مدلول کا ثبوت واجب اور ضروری ہو۔ پس اس صورت کے واقعہ ہونے پر جمع بین التینین لازم آئے گا۔ جہاں ایسی صورت معلوم ہو وہاں پر فی الواقعہ بالضرور ایک غیر قطعی ہوگی۔ الغرض دلائل کی تقدیم میں قطعیت کو ملحوظ رکھا گیا ہے نہ مخصوص عقل کو جیسا کہ ہمارے مخاطبین نے سمجھ رکھا ہے۔

## آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئیاں

کتاب انیام الصلح میں مرزا صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئیوں کے بیان میں کھاتھا کہ پیشین گوئیوں میں قبل از وقوع علم کی رائے بھی خلاف نفس الامریاں ہوجاتی ہے مگر ایسا قبل از وقوع ہی ہوتا ہے نہ بعد از وقوع۔ اس کا جواب دیتے ہوئے حضرت فرماتے ہیں: ازالہ الغٹھائیں شاہ ولی اللہ صاحب نے تصریح کی ہے کہ چونکہ سلسلہ تحوین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی مبعوث ہونا مقدر نہ تھا لہذا حکمت الہیہ کا اقتضا ہوا کہ ان واقعات کے احکام بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر جاری ہوں جو قیامت تک ہونے والے ہیں اور ان کے متعلق حق تعالیٰ کی رضا یا عدم رضا بھی ظاہر ہو تاکہ نعمت الہی تمام ہو اور محبت قائم رہے وہ سب وقائع منکشف ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض کی نسبت تو اس طرح خبر دی گویا کہ یہ چشم ظاہر دیکھ رہے ہیں اور بعض کی نسبت بہ تقریبات اطلاع دی تاکہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمت مرحومہ تاریکی میں نہ رہے۔ اہل کتابوں احادیث نزول میں بھی بڑی بڑی تاکیدات اور بیان نشانات سے اس لیے ارشاد فرمایا گیا ہے تاکہ اُمت مرحومہ جھوٹے مسیحوں سے بچے اور کشف عینی والی پیشین گوئیوں کی یہی علامت ہے کہ ان میں بڑی توضیح و تشریح و تاکید و بیان صافی سے کام لیا جاتا ہے بخلاف کشف اجمالی کے کہ ان میں بایں طرز بیان نہیں کیا جاتا۔ نزول مسیح وغیرہ اشراط الساعۃ والی پیشین گوئیاں بوجہ ہونے ان کے مناسط احکام و رضاء و عدم رضاء و کفر و ایمان نہایت مستم بالشان ہیں۔ ان کو مقیس علیہا ٹھہرانا دوسری اقسام کے لیے جہالت ہے۔

## طعام اہل ارض و اہل سما

امروہی صاحب نے رفع مسح کے بیان میں کہا تھا کہ آیتہ وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا الْآیَا كُلُّوْنَ الطَّعَامَ اور کَانَ یَا کُلَا لَی الطَّعَامَ سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی انسان کا بنی ہو یا ولی بغیر طعام خوردنی گندم وغیرہ کے زندہ رہنا ممکن نہیں۔ لہذا عیسٰی علیہ السلام بغیر طعام کے آسمانوں پر کیسے زندہ رہ سکتے ہیں۔ حضرت اس کے جواب میں فرماتے ہیں: ہم سمجھ

۱۔ دو ضدوں میں جمع کرنا محال ہے جیسے زندہ کی موت اور حیات۔ ۲۔ اشراط جمع شرط ہے یعنی علامات قیامت



مانتے ہیں کہ حسب آیت مذکورہ کسی انسان کا بغیر طعام زندہ رہنا نہیں ہو سکتا۔ مگر اہل ارض کے لیے طعام کس قدر ضروری ہے اور اہل سما کے لیے تسبیح و تہلیل۔ جس ملک میں کوئی جاتا ہے اسی ملک کی غذا سے مایہ حیات حاصل کرتا ہے۔ زمین پر آدمی جب تک زمین میں ہے اہل زمین کی غذا کھائے گا۔ جب اللہ تعالیٰ کو اُس کا آسمان پر لے جانا منظور ہے تو اُس کو طائفہ کی طرح تسبیح و تہلیل سے زندہ رکھتا ہے۔ بلکہ محققین کے نزدیک تو اہل زمین ہی میں سے زمانہ آئندہ میں ایسے لوگ ہوں گے جن کی غذا تسبیح و تہلیل ہوگی۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا کہ جس دن کھانے پینے کا سامان دجال کے ہاتھ میں ہوگا اُس دن مومنین کا کیا حال ہوگا۔ آپ نے فرمایا تھا اُس دن اہل آسمان کی طرح اُن کو تسبیح و تہلیل مایہ حیات ہوگی۔ پھر قرآن مجید سے اصحاب کھف کا تین سو سال سے زیادہ عرصہ بغیر کھائے پئے زندہ رہنا ثابت ہے۔

پڑھیے آیت :-

وَكُنْ لَكَ بَعَثْنَاهُمْ لِيَتَسَاءَلُوا بَيْنَهُمْ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالُوا رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ فَابْعَثُوا أَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هَذِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ فَلْيَنْظُرْ أَيُّهَا أَزْكَى طَعَامًا فَلْيَأْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ أَحَدًا۔  
(ترجمہ۔ اور اس طرح ہم نے انہیں اٹھایا تاکہ ایک دوسرے سے پوچھیں۔ ان میں سے ایک کسے والے نے کہا تم کتنی مدت ٹھہرے۔ کسے لگے ایک دن یا کچھ دن۔ کہا تمہارا رب بہتر جانتا ہے جس قدر ٹھہرے ہو تم اپنے سے ایک آدمی کو چاندی دے کر بھیجو وہ دیکھے کہ لوگوں میں کون شخص پاکیزہ طعام والا ہے پھر تمہارے لیے رزق اسی سے لے آئے اور نرمی اختیار کرے اور تمہارے متعلق کسی کو نہ بتلائے)

غرض کتاب کیا ہے، علم و عرفان کا خزانہ ہے۔ اس کا حجم ۴۰۰ صفحے ہے اور معارفانہ اور محققانہ دلائل و برہان کا ایک عجیبہ نگراں بہا ہے جس میں مذہبِ مرزائیت کے ہر دعوے اور اعتراض کا تفصیلاً رد موجود ہے۔

## چوتھی فصل

## اعلام کلمۃ اللہ فی بیان ما اھل بہ لغیر اللہ

(۱۳۲۲ھ مطابق ۱۹۰۴ء)

## وجہ تالیف

حضرت نے وجہ تالیف تصریحاً اس کتاب کے خطبہ میں بیان فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں کہ چونکہ بزرگان دین کے نام پر نہ مانے ہوئے جانور کی جلت و حرمت کے متعلق علماء میں اختلاف ہے اور ہر دو فریقین کے وہ متبعین جو سخن فہمی اور دیانت تقویٰ سے پوری طرح بہرہ ور نہیں ہیں افراط و تفریط کا راستہ اختیار کر رہے ہیں حتیٰ کہ بعض لوگ ایسے جانوروں کو جو بغرض ایصالِ ثواب اور فاتحہ بزرگان دین اُن کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں یا اُس طعام کو جو اسی غرض ایصالِ ثواب سے اُن کے نام سے تقسیم کیا جاتا ہے مطلقاً حرام اور آیت ما اھل بہ لغیر اللہ میں داخل گردانتے ہیں۔ اگرچہ بوقت ذبح اُن پر خدائے تعالیٰ ہی کا نام لیا جائے اور ذابح کا مقصد بجز ایصالِ ثواب اور کچھ بھی نہ ہو۔ اور بعض دیگر اصحاب اس قسم کی اشیاء کو مطلقاً حلال کہتے ہیں گو ذابح کا مقصد غیر اللہ کا تقرب ہی کیوں نہ ہو۔ بنا بریں یہ رسالہ تحریر کیا گیا کہ اہل اسلام افراط و تفریط کا راستہ ترک کر کے صراطِ مستقیم پر قائم رہیں۔ اور برادران اہل انصاف و سادس و ادھام سے محفوظ رہ کر شرِ شیطان سے بچیں۔

حضرت نے اس رسالہ کو ایک مقدمہ تین ابواب اور خاتمہ پر مشتمل فرمایا ہے۔ اصل کتاب فارسی میں لکھی گئی جس میں پختوں اور افغان علماء و عوام کی رعایت بھی مد نظر تھی۔ بعد میں حضرت بابو جی صاحب مدظلہ العالی کے ایما پرمتن کے ساتھ اردو ترجمہ بھی شائع کر دیا گیا ہے تاکہ پاک و ہند کے عوام کے لیے بھی مفید ہو۔ یہاں صرف مختصر طور پر مقاصد کتاب کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے بعض مقامات پر راقم مترجم کی طرف سے بغرض تشریح کچھ اضافہ درج کر دیا گیا ہے۔

## تفسیر اور تاویل کی تحقیق

مقدمہ میں تفسیر اور تاویل کے متعلق تحقیق فرمائی ہے اور تفسیر بالرائے اور تاویل کے درمیان فرق بیان فرما کر واضح کیا ہے کہ جو تاویل سلف صالحین کی مستند تفسیر کے خلاف یا قواعد عربیہ کے مطابق نہ ہو وہ تفسیر بالرائے میں داخل ہے جو حسب ارشاد نبوی مذکور ہے البتہ جو تاویل نصوص شرعیہ اور قواعد عربیہ کے ساتھ مطابقت رکھتی ہو وہ درست ہے۔ گو حضرات سلف صالحین، صحابہ تابعین اور تبع تابعین سے صراحتہ منقول نہ بھی ہو۔

## اہلال کے معنی

باب اول میں آیت و ما اھل بہ لغیر اللہ کا معنی اور اُس کی تفسیر کے تمام متعلقہ امور سوالات و جوابات کی صورت



میں بیان فرماتے ہیں۔ اور نقول معتبرہ سے ثابت فرمایا ہے کہ اہلال کا معنی آیت شریفہ میں یہ ہرگز نہیں کہ کسی جانور کو کسی بزرگ کی طرف منسوب کر دیا جائے یا اُس کے نام پر مشہور کر دیا جائے تو وہ حرام ہو جاتا ہے۔ اور اسی طرح جو لوگ مطلقاً حلت کے قائل ہیں اگرچہ ذبح کا مقصد تقرب لغیر اللہ بھی ہو۔ اور جو آیت کے یہ معنی کرتے ہیں کہ جو جانور غیر اللہ کے نام پر بھی ذبح کیا جائے وہ بھی حلال ہے وہ غلطی پر ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ اہلال بمعنی ذبح اور لغیر اللہ بمعنی باسم غیر اللہ لینا تحریف قرآن کے مترادف ہے۔ انجذاب کا یہ عامل قابل دید ہے جسے پڑھ کر ہر دو فریق کے ارباب انصاف داد دینے بغیر نہیں رہ سکتے۔

## ذبح کے شرائط اور اقسام

باب دوم میں ذبح کے شرائط اور اُس کے اقسام بیان فرماتے ہیں اور مولانا عبدالحکیم ملتانی اور مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے مابین مسئلہ مذکورہ کے متعلقہ اختلافات پر تبصرہ فرمایا ہے اور آخر میں تذیل کے عنوان سے مسئلہ ذبح فوق العقدہ پر نہایت محققانہ بحث فرمائی ہے اور اُس کی حرمت کو از روئے دلائل ثابت فرمایا ہے۔

باب سوم میں نذر کے معنی اور اُس کے متعلقات کی تشریح فرمادے گا کہ مسئلہ نذائے غائبانہ۔ تو تسل اور استعانت از اولیاء اللہ اور سماع موثق پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے اور مُسکرین استمداد اور سماع موثق وغیرہ کے دلائل کے نہایت اطمینان بخش جوابات دیئے ہیں۔ چنانچہ بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ ان مسائل اختلافیہ پر اس اعتدال اور انصاف سے آج تک کسی نے قلم نہیں اٹھایا ہوگا۔ خصوصاً مسئلہ علم غیب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسے انداز میں بیان فرمایا ہے کہ فریقین کا اختلاف ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اور اس منصفانہ تحقیق کے بعد کسی قسم کے نزاع کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ قارئین کرام کے افادہ کے لیے چند ایک سوالات مع جوابات کا ترجمہ درج ذیل کیا جاتا ہے وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ ۝

## استفسار جواب طلب ان علماء کوٹنجیب اللہ خان علاقہ ہزارہ متعلق نذر و استمداد ارواح اولیاء

ما قولکم وافر فضلکم صورِ مسطورہ میں کہ

۱۔ ایک شخص نذر معین کرے اس طور پر کہ اگر میرا مریض اچھا ہو جائے یا مسافر میرے گھر میں خیریت سے آجائے تو میں اللہ کے نام کا بکرا دوں گا اور ثواب اُس کا ولی اللہ کو پہنچاؤں گا۔

۲۔ دوسری صورت :- اے ولی اللہ اگر میرا مریض اچھا ہو جائے تو میں تیرے نام کا بکرا دوں گا۔

۳۔ تیسری صورت :- اے ولی اگر میرا مریض تم نے اچھا کیا یا میرا مطلب تم نے پورا کیا تو میں تمہارے نام کا بکرا دوں گا۔ پھر بعد حصول حاجت کے بکرے کو ولی اللہ کی قبر کے نزدیک ذبح کرے کہ میرا کام اس ولی اللہ نے پورا کیا ہے۔ یا اپنے گھر میں ذبح کرے۔

کیا ان صورتوں میں وفائے نذر واجب ہے یا نہ؟ اور ذبیحہ حلال ہے یا حرام؟ اور حرمت کی وجہ ارتداد ہے یا غیر؟ اور وجہ ارتداد کی ولی اللہ کو متصرف حقیقی جاننا ہے یا وسیلہ کی صورت میں بھی؟ اور ہر وجہ اول اگر وہ مرتد نہ ذبح کرے کوئی اور کرے تو پھر بھی ذبیحہ حلال ہے یا نہ؟ بیٹنوا تو جروا۔

## جواب

- ۱۔ پہلی صورت میں ایفائے نذر واجب ہے اور ذبیحہ حلال۔
- ۲۔ ایسا ہی دوسری صورت میں بھی اگر مقصود ذبح اور جان کشی للہ ہے اور ایصالِ ثواب ولی کے لیے اور اگر نفس ذبح ولی کے لیے ہے تو ذبیحہ حرام اور ایفا بالذکر واجب نہیں۔
- ۳۔ تیسری صورت میں اگر ولی کو وسیلہ سمجھ کر ایصالِ ثواب مقصود ہو تو جائز اور ایفائے نذر واجب ورنہ ذبیحہ حرام اور ایفا غیر واجب۔

## نذرِ اولیاء اللہ کے متعلق فتاویٰ عزیزی کا حوالہ

خاتم المحدثین شاہ عبدالعزیز دہلوی اپنے والد ماجد سے (رضی اللہ عنہما) فتاویٰ عزیزی میں نقل فرماتے ہیں (ترجمہ) ارواح سے مدد مانگنا اس اُمت میں بہت واقع ہوا ہے۔ اور وہ جو ہمال اور عوام کرتے ہیں کہ ان ارواح پر ہر کام میں مبتقل اعتقاد رکھتے ہیں بلاشبہ شرک جلی ہے اور نذرِ اولیاء اللہ حاجات کے پورا ہونے کے لیے معمول ہے اور رسم ہے اکثر فقہاء کو اس نذر کی حقیقت معلوم نہیں ہوئی۔ انہوں نے نذرِ اولیاء کو نذرِ خدا پر قیاس کر کے ارتداد کا حکم لگا دیا کہ اگر نذر بلا استقلال اُس ولی کے لیے ہے تو باطل ہے اور اگر خدا کے لیے ہے اور اس ولی کا ذکر محض مصرف کا بیان ہے تو صحیح ہے۔

لیکن اس نذرِ اولیاء اللہ کی حقیقت یہ ہے کہ طعام اور مال کے خرچ کرنے کا ثواب کسی اہل اللہ کی روح کو ہدیہ کرنا۔ اور یہ امر سنون ہے اور صحیح احادیث سے ثابت ہے جیسا کہ اُمّ سعد وغیرہ کا حال صحیح احادیث میں وارد ہوا ہے اور ایسی نذر لازم ہو جاتی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ میں اس نذر کا ثواب فلاں ولی کی روح کو ہدیہ کرتا ہوں اور ولی کا ذکر اس عمل مندور کی تعیین کے لیے ہے نہ کہ مصرف کے لیے۔ اور مصرف اس نذر کا نذر کنندگان کے نزدیک اُس ولی کے رشتہ دار اور خدام اور برادرانِ طریقت اور ان جیسے لوگ ہیں۔ اور نذر کنندگان کا بلا شک یہی مقصد ہوتا ہے۔ اور اس کا حکم یہ ہے کہ یہ نذر صحیح ہے اور اس کی وفا واجب ہے۔ اس واسطے کہ یہ قربت شرع میں معتبر ہے۔

ہاں۔ اگر اُس ولی کو مستقلاً مشکلات کا حل کرنے والا اعتقاد رکھیں یا اس کو شفیع غالب سمجھیں تو یہ عقیدہ شرک اور فساد کی طرف لے جاتا ہے۔ مگر یہ عقیدہ اور چیز ہے اور نذر دوسری چیز۔

اسی سے دوسری اور تیسری صورت کا حکم معلوم ہو گیا۔ یعنی ایفائے نذر واجب اور ذبیحہ حلال کیونکہ (میں تیرے نام کا بکرا دوں گا) عمل مندور کے معین کرنے کے لیے ہے۔ پس نذر اللہ کے لیے اور ثواب طعام روح ولی اللہ کے لیے ہو گا۔ اور یہ قول بیان صرف گوشت ذبیحہ کے لیے نہیں، تاکہ یہ بہہ اور تملیک لغو اور بے جا سمجھ کر اسراف میں داخل ہونے کی وجہ سے حرام کہا جائے۔ بحر الرائق اور بعض دوسری معتبر کتابوں میں لکھا ہوا ہے (خلاصہ) کہ اگر کوئی شخص کھانا وغیرہ کسی بزرگ کی قبر پر اس کے تقرب کی خاطر لائے تو یہ درست نہیں اور حرام ہے۔ لیکن اگر نیت یہ ہو کہ اس کھانے وغیرہ کو زندہ مسلمانوں کو دے گا اور طعام دینے کا ثواب صاحبِ قبر کی روح کو پہنچائے گا تو جائز ہے۔ اور غالباً ایسے امور کے منع کا سبب یہ ہے کہ



صاحب قبر کو ان چیزوں سے کوئی نفع نہیں پہنچتا اور بے جا اسراف ہے معہذا مردہ کے لیے ہبہ اگر اُس کے تقرب کی غرض سے ہو تو وہ کفار کے فعل کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے جو بتوں کے سامنے اُن کے تقرب کے لیے حلو اور موہن بھوک وغیرہ رکھتے ہیں حالانکہ انہیں معلوم ہے کہ بُت نہیں کھا سکتے۔ اور یہ تشبیہ حدیث شریف من تشبہ بقوم فهو منهم کی ذیل میں آتی ہے جیسا کہ فوائدِ ربانیہ میں تفصیلاً مذکور ہے۔

رہا ناذر کا یہ قول اگر مریض تم نے اچھا کیا: سو اگر مقصود اُس کا اس نسبت سے شفیعا نہ طور پر ہے تو مضائقہ نہیں نسبت وسائل کی طرف مستد آن کریم سے ثابت ہے مثلاً لاَ تَهَبْ لَكَ غُلَامًا زَكِيًّا (تاکہ میں تجھے ایک فرزند زکی دوں۔ قول حضرت جبریل علیہ السلام) ہاں اگر ہر دو فقرہ مذکورہ بالا میں یعنی میں تیرے نام کا بچہ دوں گا: اور اگر مریض تم نے اچھا کیا: استقلالِ طور پر نسبت ہے یا شفیع غالب سمجھ کر تو بے شک ناذر مُرتد ہے اور ذبیحہ اُس کی ذبیحہ مُرتد کی ہے اور اگر ناذر مُرتد خود نہ ذبح کرے بلکہ دوسرے مسلمان سے خدا کے نام پر ذبح واقع ہو تو ذبیحہ حلال ہے۔ عالم گیری میں ہے کہ مسلمان کسی آتش پرست کی بکری آتش کدہ کے لیے یا کافر کی بکری اُس کے بتوں کے لیے ذبح کرتا ہے تو اُس کا کھانا اس واسطے جائز ہے کہ اُس نے ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیا ہے۔ ہاں مسلمان کے لیے مکروہ ہے اور کراہیت کی بنا تشہیر اور انتساب نام غیر نہیں بلکہ عدم تعمیل ارشاد مالک کی وجہ سے ہوگی۔ فتاویٰ تاتارخانیہ اور جامع الفتاویٰ اور فوائدِ ربانی میں بھی ایسا ہی آیا ہے۔ اور جناب خاتم المحدثین فرماتے ہیں :-

”اور اسی طرح حلال نہیں جب ذبح کرے بکری کو کسی تھان یا قبر پر اور قصد اس صاحب قبر یا تھان والے کے تقرب اور عبادت کا ہو، اگرچہ اللہ تعالیٰ کا نام بھی ذبح کے وقت ذکر کرے تو بھی حلال نہ ہوگی اور مدار اس کائیت عبادت اور تقرب ہے یا ذبح کے مشور طریق کا بدل دینا“ (ترجمہ)

خلاصہ آنکہ مندر مسطورہ فی السؤال میں ایفاءئے نذر واجب اور ذبیحہ حلال بشرطیکہ اس ولی کو مستقل اور شفیع غالب نہ مانا جائے اور ذبح اور جان کشی اللہ جل شانہ کے لیے ہو نہ اُس ولی کے لیے جکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ اور جامع البحرین مفسر اصولی۔ فقہ مصنف تفسیر احمدی اور مولانا برہان الدین وغیر ہم محققین نے عوام کی مراد کو صاف واضح کر دیا ہے۔ رہے قرآن کہ آیا ان کی رو سے بھی عوام کی ذہنی مُراد ثابت ہوتی ہے جو محققین نے اوپر بیان کی ہے یا نہ۔ سو اس کو ناظرین اسی رسالہ سے مختلف موقعوں پر ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ علماء کرام پر واجب ہے کہ جہاں کو مجلس وعظ میں ایسے الفاظ میں ہدایت فرمایا کریں کہ کسی قسم کا ابہام نہ ہو۔ نذر کے مختلف اقسام مع احکام بھی اس رسالہ میں تفصیلاً درج ہیں۔

## نذر کرد چیز کی تخصیص کا بیان

اس کے بعد حضرت نے مندر کی تخصیص پر کتاب باریق محمد میں مندرج استفتاء مولوی رفیع الدین۔ وصیت نامہ لانا عبد اللہ گجراتی ہمصر شیخ عبد الحمز سے اس مسئلہ کو ثابت فرمایا ہے۔ جو لکھتے ہیں کہ فاتحہ دلوانا اور طعام کھلوانا بلاشبہ امر مستحسن ہے اور مستحب تخصیص اُس شخص کا فعل ہے جو طعام اور اُس کے کھانے والوں کا مخصص ہے اور اُس کے اختیار میں ہے۔ پس یہ تخصیص امر مستحب کے منوع ہونے کا باعث نہیں ہو سکتی اور یہ تخصیصات رسم و رواج اور عادات کی اقسام ہیں۔ ابتداء ان کی کسی خاص مصلحت اور مخفی غشام کی وجہ سے ہوئی اور رفتہ رفتہ شائع اور رائج ہو گئیں۔ صحیح طریق سے مروی ہے کہ آنحضرت



صلی اللہ علیہ وسلم ایک جانور ذبح فرماتے تھے اور بالتخصیص حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مخلصین میں اُس کا گوشت تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ بزرگانِ طریقت کی نیاز دلوانے میں جو طعام پکایا جاتا ہے۔ اُس کی وضع اور ترکیب میں جو قیود اور تخصیصات ملحوظ رکھی جاتی ہیں اور فاتحہ دلولنے کے ساتھ جو خاص خاص سُورہ اور آیات پڑھی جاتی ہیں یہ تخصیص اور تعین نیک رسوم اور عاداتِ حسنہ کی قبیل سے ہیں۔ اس واسطے کہ یہ تخصیصات اور تعینات اُن مشائخِ عظام اور اولیائے کرام کے معمول ہیں اور وہ ان پر عمل کرتے رہے ہیں اور ان پر پابندی فرماتے اور حکم کرتے رہے ہیں کہ جن کا ظاہری اور باطنی کمال تمام اہل اسلام کے نزدیک متفق علیہ ہے۔

### چند سوالات دربارہ استعانت و امدادِ اِرواحِ کا ملین

اس استفتاء میں چونکہ صاحبِ قبر کو خطاب کیا گیا ہے اور اُس سے مدد طلب کی گئی ہے لہذا اگر استمداد کے مسئلہ اور اُس کے مالہ و ما علیہ کو کسی قدر ذکر کیا جائے تو ناظرین کے لیے باعثِ آسانی ہوگا۔

سوال۔ چونکہ حق سبحانہ و تعالیٰ خالق ہیں اور ہر ایک آواز کو سُنتے ہیں، ہر ایک چیز کو دیکھتے ہیں اور اس سُنتے اور دیکھنے اور پیدا کرنے میں حق تعالیٰ کو کسی کے توسل کی کوئی احتیاج اور ضرورت نہیں پس بزرگوں سے مدد مانگنا اور اعانت طلب کرنا، چاہے وہ بزرگ نبی ہوں یا ولی یا فرشتہ یا جن بے معنی بات ہے اور مشکلات اور حاجات میں بزرگوں کو اُن کے نام سے پکارنا، جیسے اے میرے پیر میری مدد کر، یا شیخ میری اعانت کر، سراسر بے معنی چیز ہے۔ بلکہ نصوصِ قطعیہ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ صریح شرک ہے اور قبیح ظلم ہے۔ آیات :-

۱۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی تعلیم کے لیے فرماتے ہیں :-

إِنَّا لَنُعَبِّدُ وَإِنَّا لَنَسْتَعِينُ۔ یہاں عبادت اور استعانت کو اپنی ذات میں حصہ فرمادیا ہے۔

۲۔ فَإِنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا ۖ إِنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ كَادُوا يَكُونُونَ

عَلَيْهِ لَبَدًا ۖ فَلَإِنَّ أَدْعُوَارِي وَلَا أُمُشْرِكًا بِهِ أَحَدًا ۖ

(ترجمہ) اور یہ کہ مسجدیں اللہ کے واسطے ہیں، پس اللہ کے ساتھ کسی کو مت پکارو۔ اور یہ کہ جس وقت کھڑا ہو باندہ خدا کا اُس کی عبادت کے لیے تو یہ کافر لوگ اُس پر بیڑ لگانے کو ہو جاتے ہیں۔ کہہ دیجئے کہ میں تو صرف اپنے پروردگار کی عبادت کرتا ہوں اور اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔

۳۔ إِنْ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا إِنَاثًا وَإِنْ يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَانًا مَرِيدًا ۖ

(ترجمہ) وہ اللہ کے سوا نہیں پکارتے مگر مؤنثات (لات و منات) کو۔ وہ لوگ درحقیقت شیطانِ مردود کو پکارتے ہیں۔

۴۔ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُو مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَنْصِبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ

(ترجمہ) اور اس شخص سے زیادہ کون گمراہ ہوگا جو اللہ کے سوائے کسی اور کو پکارتا ہے جو روزِ قیامت تک اُس کی پکار کا جواب نہیں دے سکتا اور جو ان کی پکار سے محض بے خبر ہیں)

۵۔ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذَا مِنْ الظَّالِمِينَ ۖ

(ترجمہ) اور اللہ کے سوائے کسی اور کو نہ پکارو جو تجھے نہ نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان۔ اگر تو نے ایسا کیا تو ظالموں میں سے ہو جائے گا۔



## احادیث شریف :-

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ابن مسعودؓ سے روایت ہے قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ ذَنْبٍ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ قَالَ أَنْ تَذْعُوَ لِلَّهِ بِنْدًا أَوْ هُوَ خَلَقَكَ (بخاری و مسلم) ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ سب سے بڑا گناہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کیا ہے؟ فرمایا یہ کہ تو اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی شریک پکارے۔ اور حالانکہ اُس نے تجھے پیدا کیا ہے۔

۲۔ حضرت جبریلؑ مطہر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا اور کہنے لگا جانیں سختی میں پڑ گئی ہیں۔ عیال مُصِیبت میں مبتلا ہیں اور جانور ہلاک ہو رہے ہیں۔ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے بارش کی دُعا مانگیے۔ ہم اللہ کو آپ پر شفیع لاتے ہیں اور آپ کو اللہ پر شفیع لاتے ہیں۔ پس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سبحان اللہ سبحان اللہ اور بڑی دیر تک تسبیح پڑھتے رہے یہاں تک کہ اپنے صحابہؓ کے چہروں کی طرف دیکھا پھر فرمایا۔ افسوس تجھ پر کیونکہ اللہ تعالیٰ کو کسی پر شفیع نہیں بنایا جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ کی شانِ اعظم ہے اس بات سے تجھ پر افسوس۔ کیا تو دیکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کون ہے؟ اُس کا عرش اُس کے آسمانوں کے اوپر ہے۔

یہ الفاظ تجھ پر افسوس اللہ کو کسی پر شفیع نہیں بنایا جاسکتا۔ ان سے یا شیخ عبد القادر جیلانیؒ شیعاً اللہ کی بھی حرمت ثابت ہوتی ہے۔

۳۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک روز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھا۔ پس فرمایا اے لڑکے تو اللہ تعالیٰ کے حقوق کی حفاظت کرتا رہ وہ تیری حفاظت فرمائے گا۔ تو اُسے پہنچ دے تجھے پہنچے گا۔ اور جب کسی چیز کا سوال کر تو اللہ ہی سے سوال کر۔ اور جب مدد مانگ تو اللہ ہی سے مدد مانگ (مشکوٰۃ باب توکل - ترمذی)

## ان سوالات کے جوابات

آیات (۱) اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کا معنی اور مدلول صرف یہ ہے کہ مدد طلب کرنا اس طرح کہ مُستعانِ مِنہ کو خالقِ عون و مدد یقین کیا جائے جو صرف جناب باری تعالیٰ شانہ کی ذات میں منحصر ہے خواہ امور دینی میں ہو خواہ امور دنیوی میں۔ اور اگر استعانت کے یہ معنی نہ لیے جاتیں بلکہ استعانت بمعنی اس امر کے کہ مُستعانِ مِنہ کو منظرِ عون جانے اور یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ جل شانہ کے کارخانہٴ حکمت و اسباب میں ہی امر جاری ہے کہ ہر چیز کے اسباب بنائے ہیں اور ہیں ان اسباب کے استعمال کا حکم دیا ہے (مثلاً پانی پیاس بجھانے کے لیے، روٹی بھوک کے دفع کرنے کے لیے۔ آگ روٹی پکانے کے لیے، زمین کھیتی باڑی کے لیے، آدویہ کو دفعِ امراض کا سبب بنایا ہے۔ طیب اور ڈاکٹر کی طرف رجوع کا صریح ارشاد ہے) پس کارخانہٴ اسباب و حکمت پر نظر کرنا اسی کا متقاضی ہے۔ لہذا یہ طلبِ مدد مخلوق سے ممنوع نہیں اور نہ یہ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کے معنی اور مدلول کے مخالف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تَعَاوَنُوا عَلٰی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی یعنی نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو پس یہ کہنا کہ مطلق مدد کا طلب کرنا جناب باری تعالیٰ کے ساتھ منقص ہے اور اسی میں منحصر ہے صحیح نہیں۔

خاتم المحدثین مولانا شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ پر مقدم کرنا حصر کا فائدہ بخشا ہے یعنی آپ کے غیر سے ہم مدد نہیں مانگتے اور یہ استعانت یا خاص عبادت میں ہے یا جمیع امور دُنیا و دین میں۔ اگر خاص ہے



تو راز اس میں یہ ہے کہ اگرچہ عبادت انسان کا اپنا کسب اور اپنا اختیاری فعل ہے مگر بندہ کے تمام افعال اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں پس عبادت میں استعانت ثابت ہو گئی اور اگر عام ہے تو اختصاص کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص دوسرے کی امداد اور اعانت کرتا ہے اُس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اُس کے دل میں اُس دوسرے کی امداد کرنے کے واسطی ڈالے جاتے ہیں اور یہ اسباب اعانت کسی کے دل میں ڈالنا فعل باری تعالیٰ ہے پس گویا بندہ کہتا ہے کہ آپ کا کوئی غیر میری مدد نہیں کر سکتا۔ اور اس سے اعانت کا امکان بھی نہیں لیکن اگر آپ اُس کے دل میں میری امداد و اعانت کا داعیہ ڈالیں اور اُس کی امداد فرمائیں کہ وہ میری اعانت کے اسباب جمع کرے تب یہ ممکن ہے پس میں ان تمام وسائل سے قطع نظر کرتا ہوں اور آپ کی اعانت پر ہی نظر رکھتا ہوں۔

۲۔ آیت دوم میں لَا تَدْعُوا أَوْلَادَكُمْ وَلَا تَدْعُوا أَوْلَادَكُمْ وَلَا تَدْعُوا أَوْلَادَكُمْ سے مراد پکارنے اور بولانے اور ندا کرنے کے معانی میں نہیں

۱۔ حضرت کا یہ ارشاد بالکل قطعی اور یقینی ہے۔ اس واسطے کہ شد آن شریف میں دونوں قسم کی آیات وارد ہیں۔ اِذَا كُنْتُمْ يُسْتَعَيْنُ - تَعَاذُوا عَلَى الْيَدِ وَالتَّقْوَى - ذَا اسْتَعَيْنُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ - حضرت ذوالقربیٰ رضی اللہ عنہ کا ارشاد اَعِيْنُوْنِي (الایہ) حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ السلام کا ارشاد ذَا ذَكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ۔

آیت اِذَا كُنْتُمْ يُسْتَعَيْنُ خاص تجھ سے مدد چاہتے ہیں میں صر ہے اور تَعَاذُوا عَلَى الْيَدِ وَالتَّقْوَى یعنی نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے سے تعاون کرو میں تعاون کا حکم ہے۔ ایسے ہی صبر و صلوٰۃ سے استعانت اور حضرت ذوالقرنین کے مدد طلب کرنے سے غیر اللہ سے مدد لینے کا جواز معلوم ہوتا ہے گو مجازی سہی۔

۲۔ آج کل بعض تشدد پسند حضرات ان آیات میں لفظ دُعَا کے فعلی معنی پکارنا لے کر تحریف کرتے ہیں حالانکہ ان آیات میں لغوی معنی مُرَاد نہیں جیسے شد آن مجید میں لفظ صلوٰۃ محمولاً بمعنی لغوی نہیں ہے۔ یہاں بھی دُعَا بمعنی شرعی اور اصطلاحی مراد ہے۔ یعنی کسی ذات کو نافع و ضار متقبل یا شیفع غالب و قاضی الحاجات علی الاطلاق سمجھ کر اُس کی طرف متوجہ ہونا اور استعانت طلب کرنا جو بلاشبہ عبادت نافع و ضار متقبل یا شیفع غالب و قاضی الحاجات علی الاطلاق سمجھ کر اُس کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ غیہ اللہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں وہ ان آیات کے دائرہ سے نکل جائیں گے جو ہرگز مقصود نہیں۔ لہذا واضح ہو گیا کہ آیت "وَمَنْ أَضَلَّ مِمَّنْ يَدْعُو مِنْ دُونِ اللَّهِ" کے معنی یہ ہیں کہ اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو غیر اللہ سے دُعَا کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ غیہ اللہ سے اس اصطلاحی معنی میں دُعَا کرنا شرک فی العبادت ہے جس سے اہل سنت کا دامن پاک ہے کیونکہ وہ اہل اللہ سے دُعَا نہیں کرتے بلکہ دُعَا اللہ سے ہی کرتے ہیں اور اہل اللہ کو وسیلہ لاتے ہیں یا اُن سے سوال اور عرض کرتے ہیں کہ ہمارے لیے اللہ سے دُعَا کریں جو بلاشبہ جائز ہے البتہ جہاں دُعَا بمعنی لغوی ممکن ہو وہاں لغوی معنی ہی مراد ہوگا جیسے حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق قرآن میں ہے "رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ اَللّٰہُ (اے میرے رب میں نے اپنی قوم کو پکارا اور بلایا)۔

غائبانہ کسی مقبول ہستی سے توسل کرنے کا محاط طریقہ بھی یہی ہے کہ دُعَا اللہ تعالیٰ سے کی جائے اور اہل اللہ کے ساتھ محبت و تعلق کو وسیلہ بنایا جائے جو ایک عمدہ اور نیک عمل ہے اور سلف میں مروج ہے لیکن اگر کسی نے اس عقیدے سے غائبانہ ندا کی کہ اللہ تعالیٰ اپنے اُن مقبولین کو میری طرح متوجہ فرمائے تو اس کے شرما حرام ہونے پر کوئی نص نہیں جیسا کہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے بھی نشر الطیب میں حدیث عثمان بن حنیف میں مجملہ یا مُحَمَّدٌ اِنِّیْ اَنْتَ سَلِّ بِكَ اِلَیْیَ دِیْیَ کی توجہ میں خود تصریح کر دی ہے اور حدیث اَعِيْنُوْنِيْ یَا عِبَادَ اللّٰہُ "مذہب حسن حسین" اس پر شاہد ہے۔ (مؤلف معنی منہ)



بلکہ عبادت مراد ہے۔ بیضاوی۔ مدارک۔ معالم وغیرہ تمام تفاسیر میں بالاتفاق یہی معنی مذکور ہیں پس عبادت غیر اللہ حرام اور شرک ہوئی نہ کہ آواز کرنا اور پکارنا۔

۳۔ تیسری آیت میں بھی يَدْعُوْنَ سے مراد دعوت بطریق عبادت ہے اور انما سے مراد اصنام ہیں۔

۴۔ اور چوتھی آیت میں بھی يَدْعُوْنَ کے معنی يَعْبُدُ کے ہیں اور مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ سے مراد بت ہیں۔ مدارک وغیرہ تفاسیر سے یہی معلوم ہوتا ہے۔

۵۔ آیت پنجم میں بھی لَا تَدْعُ سے مراد لَا تَعْبُدُ ہے معالم وغیرہ تفاسیر میں یہی ہے۔ علامہ سیوطی اقتسان میں فرماتے ہیں لفظ دُعَا کے کئی معانی ہیں ان میں سے ایک معنی عبادت کے بھی ہیں جیسے اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ۔

### احادیث

۱۔ اَنْ تَدْعُوا لِلّٰهِ نِدَاً سے مراد ہے اَنْ تَجْعَلَ لَهُ نِدَاً اریہ کہ تو اُس کے لیے کسی کو شریک بنائے حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی اس حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ بنائے تو پروردگار کا کوئی شریک اور مُساوی حالانکہ تو جانتا ہے کہ اُس نے تجھے پیدا کیا ہے۔ ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے اَنْ تَدْعُوا اَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ قِسْطاً اِنِّیْ لَایَدْعُوْنَ کی شرح میں لکھا ہے اِیْ لَا یَعْبُدُ دُن۔

۲۔ اس حدیث میں نَسْتَشْفِعُ بِاللّٰهِ عَلَیْكَ کے معنی یہ ہیں کہ ہم خود ذات جل جلالہ کو آپ کی خدمت میں سفارش لاتے ہیں اور یہ مجملہ بایں معنی مذکور مستلزم ہے اس امر کو کہ جناب باری تعالیٰ جو یہاں شفیع بنائے گئے ہیں جناب سالمتاب سے جو مشفوع بنائے گئے ہیں کم مرتبہ ہیں۔ حالانکہ یہ صریح کفر ہے۔ قرینہ اس پر یہ ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فَشَانَ اللّٰهُ اَعْظَمُ مِنْ ذٰلِكَ فرمایا ہے اور جناب باری تعالیٰ کی عظمت کی وہ تفسیر فرماتی ہے جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب سے بلند مرتبہ ہیں۔ اور ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو اس امر کا قائل نہ ہو۔ اور نہ ہی یہ معنی یا شیخ عبد القادر جیلانی شیعاً للہ کے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کو حضرت شیخ کی جناب میں شفیع بنا رہے ہیں اور حضرت شیخ کو مشفوع۔ اور اللہ تعالیٰ عز وجل کے نام مبارک کی حرمت سے کوئی چیز کسی سے مانگنے کی ممانعت نہیں بلکہ یہ چیز قرآن اور حدیث کی رو سے ثابت ہے۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَاءَلُوْنَ بِهِ وَالْاَدْحَامَ (درد اس اللہ تعالیٰ سے جس کے نام کا واسطہ دے کر تم لوگوں سے سوال کرتے ہو) تفسیر کبیر۔ عن ابن عباس قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اِسْتَعَاذَ بِاللّٰهِ فَارْعَيْتُ ذُوَّ مَنْ سَالَ بِاللّٰهِ فَاَعْطُوْهُ۔ رواہ نسائی وغیرہ (جو اللہ تعالیٰ کے نام کے واسطہ سے پناہ مانگے اُسے پناہ دو اور جو اُس کے واسطہ سے سوال کرے اُسے عطا کرو) اس مضمون پر احادیث کثیرہ موجود ہیں مگر بخیاں طوالت نقل نہیں کی جاتیں۔

۳۔ تیسری حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس میں شارب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقصود بیان توکل ہے جو بہت بلند مقام ہے اور خواص کے لیے مخصوص ہے پس خواص کے لیے اسباب کی طرف توجہ اور انہماک موجب تنزیل ہے چنانچہ وارد ہوا ہے کہ حسنات الابراہیم سیئات المقربین اور اس سے مقصود نہیں کہ بنی نوع سے مدد مانگنا اور انبیاء اولیاء کی ارواح طیبہ سے استمداد اور اسباب کے ساتھ توکل مطلقاً ممنوع اور حرام ہو۔ نہایت یہی ہے۔ هٰذَا مِنْ



صَفَاتِ الْأَوْلِيَاءِ الْمُعْرِضِينَ عَنْ أَسْبَابِ الدُّنْيَا دَعَا إِلَيْهَا الَّذِينَ لَا يَلْتَفِتُونَ إِلَى شَيْءٍ مِنْ  
عَلَائِقِهَا وَتِلْكَ دَرَجَةُ الْخَوَاصِّ لَا يَبْلُغُهَا غَيْرُهُمْ وَأَمَّا الْعَوَامُّ فَهُمْ يَخْصُ لَهُمْ فِي الشَّدَائِدِ  
وَالْمَعَالِجَاتِ رِيَاءُ أَوْلِيَاءِ اللَّهِ كِي صَفَاتِ هِيَ جَوَابِ دُنْيَا سَ اعْرَاضُ كَرْتِ هِيَ اُورُو نِيوِي عِلَاقِ كِي طَرَفِ لَتَفَاتِ  
نَهِسُ كَرْتِ - يَهِ خَوَاصُّ كَا دَرَجَ هَ دُوسَرُوں كَا وَهَلْ كُذَرُ نَهِسُ - عَوَامُّ كَ لَیَهِ دَوَاوِ مَعَالِجَ اُورُ اسْبَابِ ذُرَائِعِ  
اِخْتِيارُ كَرْنِ كِي اِجَازَتِ هَ)

## حضور سرور کائنات کے بعض خاص ارشادات حسب المراتب ہوتے تھے

بہر حال آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعض ارشادات مخاطب کی استعداد اور حیثیت کے مطابق فرمایا کرتے تھے اور وہ  
عام نہیں ہوتے تھے۔ دیکھئے جب صدیق اکبرؓ نے اپنا تمام مال خیرات کر دیا تو آپؐ نے انکار نہیں  
فرمایا۔ اس واسطے کہ ان کے یقین اور صبر اور توکل پر نظر تھی اور جب دوسرے ایک صحابی نے سب مال خیرات کیا تو آپؐ نے  
منع فرما دیا۔ اسی طرح جب یوسف صدیق علی بنیاد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غیر اللہ سے یہ کہہ کر مدد مانگی کہ اَذْکُرْنِیْ عِنْدَ  
رَبِّکَ (اپنے بادشاہ سے میری سفارش کرنا) تو چونکہ یہ مقام نبوت کے مناسب نہ تھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منع فرمایا  
اللہ تعالیٰ میرے بھائی یوسفؑ پر رحم فرمائے۔ اِکْر اَذْکُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّکَ نہ کہتے تو سات سال جیل خانہ میں نہ رہتے حالانکہ یہ  
چیز شرعاً ممنوع نہ تھی کہ ایک بے گناہ مظلوم جیل خانہ میں پڑا ہوا اور بادشاہ کے پاس اپنی حالت بیان کر دائے۔

## حضرت سلطان الزاہدین گنج شکر کے سہارے اور توکل کا ایک واقعہ

نقل ہے کہ حضرت سلطان الزاہدین فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ جب ایک مرض سے تندرست ہوئے تو بوجہ ضعف  
چند قدم عصا پر تکیہ کر کے چلے اور پھر فوراً عصا کو پھینک دیا اور چہرہ مبارک سے ناخوشی کے آثار نمودار ہوئے بعد میں مناسب موقع پر  
ایک شخص نے سبب دریافت کیا تو فرمایا جب میں چند قدم اس عصا پر سہارا لے کر چلا تو ہاتھ سے آواز آئی کہ اے فرید اب تک  
تو ہم ہی تیرا تکیہ اور سہارا تھے اب خلافِ عادت ہمارے غیر پر تکیہ کیا۔ اس وجہ سے میں نے عصا کو پھینک دیا تھا۔

## شخص کی مبادر فیاض سے ایک خاص خصوصیت

(تنبیہ) جاننا چاہیے کہ ہر انسان بلکہ ہر مخلوق کو مبادر فیاض سے ایک خصوصیت اور خاص شان ملی ہے جو دوسری  
مخلوق کی شان سے الگ اور ممتاز ہے اور وہ شان مبنیٰ اور منشا ہے ترتیب احکام متنازعہ اور ظہور آثار محققہ کا۔ اور لازم نہیں کہ  
بنی نوع پر فضیلت مطلقہ کا سبب بنے پس حضرت گنج شکر رضی اللہ عنہ کے اس قصہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت موسیٰ  
اور دیگر انبیاء علیہم السلام پر ان کی فضیلت ثابت ہو جائے۔ عَلَیْکُمْ بِالسَّوَادِ الْأَعْظَمِ (تمہارے لیے سوا و اعظم  
امت اسلامیہ کے ساتھ متشکک لازم ہے) اور حدیث دیگر لَنْ تَجْمَعَ اُمَّتِیْ عَلَی الصَّلَاحِ (میری امت گمراہی پر جمع  
نہیں ہوگی) اور مقولہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مَا رَاَهُ الْمُسْلِمُونَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ حَسَنٌ (جس چیز کو مسلمان  
اچھا جانیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اچھی ہے) کو نظر کے سامنے رکھنا چاہیے تاکہ اپنی قصور فہمی سے آیات اور احادیث کے



درمیان تعارض اور تناقض نظر نہ آئے اور یہ حدیث صادق نہ آجائے۔ اِذَا سَمِعْتَ الرَّجُلَ يَقُولُ هَلَكَ النَّاسُ فَهُوَ أَهْلُكُمْ (جب تجھے کوئی شخص یہ کہتا ہو اُسانی دے کہ لوگ ہلاک ہو گئے تو وہ اُن میں سب سے زیادہ ہلاکت میں پڑنے والا ہے) اس حدیث کی شرح میں حکیم الامت مولانا شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں کہ میرے نزدیک اس حدیث کا ایک دوسرا معنی ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ شخص جہنورِ مسلمین اور اکثرِ عالمین علم کی مخالفت کرے اور ان کے قول کے خلاف ایک قول گھڑے اور پھر ان لوگوں پر طعن اور انکار کرے۔

اَب اللہ تعالیٰ کے قول مبارک اِنَّا لَكَنُصْتَعِیْنُ کو ہی دیکھئے اگر اس کے متعلق یہ زعم اور خیال ہو کہ یہ مطلق استعانت پرصر ہے تو مناقض ہو جائے گا آیہ شریف تَعَاوَنُوا عَلٰی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی کے اس واسطے کہ اس آیت میں حکم دیا جا رہا ہے کہ نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی اعانت کیا کرو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ارشاد اَللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدًا کا جب یہ معنی خیال میں رکھا جاوے کہ اللہ تعالیٰ کے سوائے کسی دوسرے کی ہرگز ہرگز حاجت نہیں اور کسی کام میں بھی کسی دوسرے کی ضرورت نہیں تو یہ آیت شریف مناقض ہو جائے گی۔ آیت وَلَوْ اَنَّكُمْ اِذْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ جَاؤُمْكَ فَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوْجَدُ وَاللّٰهُ تَوَّابًا رَّحِيْمًا کی، جہاں فرمایا جا رہا ہے کہ اگر گنہگار آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں اور آپ بھی اُن کے حق میں استغفار کریں تو وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو تواب اور رحیم پائیں گے۔

چونکہ اِنَّ الْقُرْآنَ یُفَسِّرُ بَعْضُهُ بَعْضًا (قرآن مجید کی بعض آیات دوسری بعض آیات کی تفسیر کر دیتی ہیں) وارد ہوا ہے اور یہ ساری قرآن مجید ہی کی آیات ہیں لہذا تمام آیات کی رعایت اور ہر ایک کے اپنے موقعہ اور مرتبہ کی نگہداشت ملحوظ رہنی چاہیے۔ اب آپ پر واضح ہو گیا ہو گا کہ جناب الہی کا اپنے بندوں کے لیے کافی ہونا اور جمیع و بصیر ہونا اس چیز کے منافی نہیں کہ محبوبانِ حق میں سے کسی محبوب کی طرف التجا لے جاتی جائے یا اُن سے اپنی حاجات میں توسل اختیار کیا جائے۔ اس واسطے کہ اللہ جل شانہ نے باوجود اپنے کافی ہونے اور جمیع و بصیر ہونے کے گنہگاروں کی مغفرت کو بارگاہِ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں حاضر ہو کر حضورؐ سے مغفرت طلبی پر موقوف اور وابستہ فرمایا۔

## بدرگاہِ شس بیاوہر چہ خواہی تمنا کن

ربیع بن کعبؓ سے مروی ہے کہ میں رات کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ رہا کرتا تھا۔ ایک رات میں حضورؐ کے لیے وضو کا پانی آوردیگر ضروریات لایا تو حضورؐ نے فرمایا جو چاہے مجھ سے مانگ لے میں نے سوال کیا کہ بہشت میں آپ کی رفاقت مانگتا ہوں حضورؐ نے فرمایا اس کے سوائے کچھ مانگ میں نے عرض کیا صرف یہی چیز مانگتا ہوں۔ فرمایا پھر کثرتِ سجدے میری اعانت کر (مسلم) اس حدیث میں کلمہ سَل (سوال کر) اور اَوْ غَيْرُ ذَٰلِكَ (اس کے سوا کوئی اور سوال کر) کو ملاحظہ کرنا چاہیے۔ اس لیے کہ سَل کا مفعول آورد اَوْ غَيْرُ ذَٰلِكَ کا مفعول ذکر نہیں فرمایا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسئلہ اور مطلوب میں کمال وسعت اور اطلاق ہے حضرت شیخ عبدالحقؒ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ سَل کو مطلق فرمایا ہے۔ اور مسئلہ کو معین نہیں فرمایا اور مطلوب کو خاص نہیں فرمایا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سب کام آپ کے دستِ ہمت و کرامت سے وابستہ ہیں کہ جو کچھ چاہیں اور جس کو چاہیں باذنِ پروردگار تقدس و تعالیٰ عطا فرمائیں۔



فَإِنَّ مِنْ جُودِكَ الدُّنْيَا وَصَرَّتْهَا وَمِنْ عُلُومِكَ عَلَمُ اللُّوحِ وَالْقَلَمِ

اگر خیریت دُنیا و عقیقہ آرزو داری

بدر گاہش بیا دہر چہے خواہی متنا کن

(دُنیا و آخرت آپ کے جود و سخا کے اجزاء ہیں۔ اور لوح و قلم کا علم آپ کے علوم کا ایک حصہ ہیں۔

اگر دُنیا و عقیقہ کی خیریت کی آرزو ہے تو حضورؐ کی درگاہ میں حاضر ہو اور جو چاہتا ہے مانگ لے۔)

اسی موضوع پر ملاحی قاری لکھتے ہیں "سَل" کا معنی ہے مجھ سے اپنی حاجت طلب کر لے۔ اور ابن حجرؒ اس کا مطلب فرماتے ہیں تو نے جو میری خدمت کی ہے میں اس کے مقابلہ میں تیری حاجت کو بطور شفعہ کے پورا کروں گا۔ اس واسطے کہ ارباب کرم کا یہی طریقہ ہے۔ اور آپ سے زیادہ کوئی کریم نہیں۔ آپ کے امر سوال کو مطلق چھوڑ دینے سے سمجھا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خزانہ میں تصرف کا حق آپ کو عطا فرمایا ہے۔ اور جو چیز کسی کو عطا فرمانا چاہیں اُس کا آپ کو اختیار دے رکھا ہے۔ ابن سبغہؒ نے خصائص میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کی زمین آپ کو بطور جاگیر عطا فرمادی ہے جسے چاہیں عقیقہ

عطا فرمادیں۔ (احقاق الحق)

## عقیدہ شفاعت

سوال مُشرکین بھی اپنے بتوں کو زمین و آسمان کا خالق نہیں جانتے تھے بلکہ وہ بتوں کو اپنا شفیع اور وسیلہ بناتے تھے۔ جیسا کہ اس آیت شریف سے سمجھا جاتا ہے۔ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ۔ پس مومنین جو انبیاء اور اولیاء کی شفاعت اور توسل کا عقیدہ رکھتے ہیں اور مُشرکین جو اصنام (بت) کی شفاعت اور توسل کا عقیدہ رکھتے ہیں ان کے درمیان کوئی فرق نہ رہا۔ اس واسطے کہ انبیاء و اولیاء اور اصنام سب ماسوی اللہ ہیں۔ اگر کوئی فرق ہے تو بیان کر دو۔

جواب۔ فرق واضح ہے مُشرکین اپنے اصنام (بتوں) کو معبود اور مستحق عبادت جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف سے بطور حکایت فرمایا ہے مَا تَعْبُدُونَ إِلَّا لِيُفْتَرُ بُرْهَانًا عَلَى اللَّهِ زُفًى۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور ان کا رد کیا ہے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُشرکین کہتے تھے کہ جس طرح بادشاہ اپنے خادموں کو خاص خدمت کے بدلے میں کوئی مُلک یا شہر دے دیتے ہیں اور اس مُلک یا شہر کی تدبیر اُسی کے حوالے کر دیتے ہیں۔ اور وہ خادم اس مُلک یا شہر کا مستقل بادشاہ اور متصرف ہوتا ہے اور اُس مُلک یا شہر کے لوگ اُس کو بادشاہ جانتے ہیں۔ اسی طرح یہ اصنام ہیں حکیم و مہتمم شاہ ولی اللہؒ رحمۃ اللہ الباقی میں فرماتے ہیں کہ مُشرکین بڑے بڑے کاموں کی تدبیر کے بارہ میں مومنین کے موافق ہیں کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اور کسی دوسرے کا کچھ اختیار نہیں۔ مگر باقی امور میں اور چھوٹے چھوٹے کاموں میں مومنین کے موافق نہیں ہیں۔ وہ (مُشرکین) کہتے ہیں کہ ہم سے پہلے صالحین گزرے ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی

۱۔ اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو ضرور جواب دیں گے اللہ نے۔

۲۔ ہم اُن کی عبادت نہیں کرتے مگر اس لیے تاکہ وہ ہمیں خدا کے قریب کر دیں۔



عبادت کی اور اُس کا قُرب حاصل کیا پس اللہ تعالیٰ نے اُنہیں الوہیت دی اور وہ تمام مخلوق کے لیے مستحق عبادت ٹھہرے۔ جیسے کوئی شہنشاہ کہ اُس کا غلام اُس کی خدمت کرتا ہے اور اچھی خدمت کرتا ہے پس بادشاہ اُسے بادشاہی کی خلعت عطا کرتا ہے اور اُس کی طرف کسی شہر کی تدبیر سونپ دیتا ہے پس اُس شہر کے باشندے اُس کے احکام کو سن کر اطاعت کرتے ہیں اور وہ اس اطاعت کا مستحق ہوتا ہے۔ نیز مشرکین کا مذہب تھا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اسی صورت میں مقبول ہوتی ہے جب کہ اُس کی عبادت کے ساتھ ان صاحبین کی عبادت بھی مل جائے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کی عبادت تنہا ہو تو مقبول نہیں ہوتی بلکہ حق تعالیٰ نہایت علو اور بلندی میں ہے پس اللہ تعالیٰ کی عبادت اُس کے تقرب کے لیے بالکل مفید نہیں بلکہ ان صاحبین کی عبادت ضروری ہے اور یہ صاحبین اب بھی سُنتے ہیں اور دیکھتے ہیں اور اپنی عبادت کرنے والوں کی شفاعت کرتے ہیں اور ان کے کاموں کی تدبیر کرتے ہیں اور ان کی نصرت کرتے ہیں۔ پھر ان صاحبین کے ناموں سے پتھروں کو کھڑا کر دیا اور صاحبین کی طرف توجہ کرتے وقت ان پتھروں کو قبلہ بنایا۔ اس کے بعد ان کی اولاد ہوئی جنہوں نے ان بتوں اور ان صاحبین کے درمیان جن کے نام پر یہ بت بنائے گئے تھے کوئی فرق نہ کیا اور اُنہیں بتوں کو بعینہ معبود یقین کر لیا۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین پر مختلف طور پر رد فرمایا کبھی فرمایا کہ حکم اور ملک خاص اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اس میں اس کا کوئی شریک نہیں اور کبھی فرمایا کہ یہ بت بے دست و پا ہیں نہ ان کے پاؤں ہیں نہ چل سکیں، نہ ہاتھ ہیں نہ کمر سکیں، نہ آنکھیں ہیں نہ دیکھ سکیں، نہ کان ہیں نہ سن سکیں۔

انبیاء کرام اور اولیاء عظام صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین کو منصب شفاعت باذن الہی ثابت ہے۔ اور اصنام کو ہرگز ہرگز یہ بات حاصل نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَ اِلٰهٍ بِاِذْنِهٖ (کون ہے جو اس کی اجازت اور حکم کے سوا شفاعت کرے) قال علیہ الصلوٰۃ والسلام اُعْطِیْتُ الشَّفَاعَةَ (حضور فرماتے ہیں) (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے شفاعت کا مرتبہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یَوْمَ الْقِیَامَةِ ثَلَاثَةُ اَنْبِیَاءٍ شَفَعُوا الْعُلَمَاءُ ثُمَّ الشُّہَدَاءُ (رواہ ابن ماجہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قیامت کے دن تین قسم کے اشخاص شفاعت کریں گے پہلے انبیاء پھر علماء پھر شہداء۔

## سماع موثی

سوال۔ مُردوں کا کچھ نہ سنا قرآن مجید سے ثابت ہے: اِنَّكَ لَا تَسْمِعُ الْمَوْتٰی وَ مَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ۔ تو مُردوں کو نہیں سنا سکتا اور نہ اُن لوگوں کو جو قبروں میں ہیں۔ اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہی مذہب ہے اور اسی آیت سے اُنہوں نے استدلال کیا ہے۔ اور حدیث: مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعٍ کی تاویل کی ہے جیسا کہ بخاری شریف میں ہے پس مُردوں سے مدد مانگنا بے فائدہ ہے۔ جواب۔ آیت مذکورہ میں جس سماعت کی نفی کی گئی ہے اُسی کو اِنْ تَسْمِعُ الْاَمْنُ یُؤْمِنُ بِاٰیَاتِنَا (آپ نہیں سناتے مگر ان لوگوں کو جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں) میں ثابت کیا گیا ہے۔ اور اثبات بطریقِ حصر کیا گیا ہے۔

(مترجم۔ یعنی قرآن شریف میں یہ آیات اس طرح مذکور ہیں: اِنَّكَ لَا تَسْمِعُ الْمَوْتٰی وَ مَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ اور اِنْ تَسْمِعُ الْاَمْنُ یُؤْمِنُ بِاٰیَاتِنَا۔ ان آیات پر جب غور کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ سماع کی نفی کی گئی ہے، مَوْتٰی اور مَنْ فِی الْقُبُوْرِ سے اور اثبات کیا گیا ہے بلکہ حصر کیا گیا ہے مَنْ



ظاہر ہے کہ جس اسماع کا اثبات مومنین کے لیے کیا گیا ہے وہ اسماع اجابت ہے نہ مطلق۔

قبور پر دعائے مغفرت

حاصل کلام یہ کہ خود ساختہ اصنام اور تماثل اور اروح کا طین کے درمیان فرقِ بین اور امتیازِ غالب ہے۔ لہذا اصنام کے بارہ میں نازل شدہ آیات کو انبیائے عظام اور اولیائے کرام کی ذواتِ مبارکہ پر چسپا کرنا، جیسا کہ تقویۃ الایمان میں ہے، تحریرِ بدیع اور تخریبِ شنیع کا محکم رکھتا ہے۔“

لڑنا، جیسا کہ دعویۃ الایمان میں ہے، حریفِ بدیع اور حریفِ یحیٰ نام رکھنا۔  
کتاب کے آخر میں ذبح فوق العقدہ اور لزوم کفر اور التزام کفر کے درمیان فرق پر محققانہ تبصرہ ہے اور ارباب تحقیق کے لیے قابلِ دید ہے۔



## پانچویں فصل

## الفتوحات الصّمدیہ

۱۳۲۵ھ مطابق ۱۹۰۷ء

## وجہ تالیف

حضرت کی یہ تصنیف غیر مقلدین کے اُن دس سوالات کے جوابات سے متعلق ہے جو انہوں نے مدرسہ دارالعلوم نعمانیہ لاہور کے ایک طالب علم قائم علی چشتی کے ساتھ تحریری بحث کے دوران کیے تھے۔ اس کا ذکر باب ارشاد میں بھی آپکا ہے۔ اگرچہ اُن کا ردّے سخن اُس طالب علم کی طرف تھا مگر چونکہ اُن کا خیال تھا کہ اس بحث کے درپردہ اُس طالب علم کے راہنما حضرت تھے اس لیے اپنی تحریر میں انہوں نے حضرت کو بھی مخاطب بنایا۔ اُن کے سوالات کے جوابات مدرسہ نعمانیہ کے اساتذہ تیار کرنے کا ارادہ رکھتے تھے مگر حضرت کے ایک نیاز مند نے ایک عریضہ کے ذریعے استدعا کی کہ چونکہ مخالفین نے آپ کا نام نامی بھی اس بحث میں شامل کیا ہے اس لیے بہت مناسب ہوگا کہ جواب آپ ہی تحریر فرمائیں۔ جس وقت یہ خط حضرت کی خدمت میں پہنچا آپ پشاور تشریف لے جا رہے تھے۔ دوران سفر ہی آپ نے ان سوالات کے جواب بغیر کسی کتاب سے استفادہ کیے لکھوائیے۔ یہ سوالات مختصر اینچے تحریر کیے جائیں گے۔ ان کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ مخالفین نے اُن کی تیاری میں بڑی محنت اور کاوش سے کام لیا تھا نہایت ادق ہونے کے علاوہ یہ نہ صرف اُن موضوعات سے متعلق تھے جو آج سے صدیوں قبل مسلمانوں کے مختلف مکاتب فکر معتزلہ، اشاعرہ، ماتریدیہ، جہمیہ وغیرہ کے درمیان متنازعہ فیہ رہ چکے تھے مثلاً الہیات، کلام باری تعالیٰ وغیرہ بلکہ ایسے موضوعات بھی شامل کیے گئے تھے جیسے علم ہیت، فلسفہ اقلیدس اور بعض مشہور الفاظ۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ مخالفین حضرت کی وسعت علمی کا امتحان کرنا چاہتے تھے۔ اُن کے خیال میں یہ ممکن نہ تھا کہ ایک ہی شخص اتنے مختلف النوع مضامین میں اتنی مہارت رکھتا ہو کہ ان سب سوالات کا جواب دے سکے مگر جیسا کہ پہلے ہی بیان ہو چکا ہے حضرت کو قدرت نے علم لدنی سے نوازا تھا چنانچہ آپ نے تمام سوالات کے نہایت مفصل جوابات دیئے مخالفین نے اپنے سوالات کے ساتھ یہ بھی کہا تھا کہ ان کا جواب دینے والوں کو ہم پر بھی سوال کرنے کا حق ہوگا۔ اس لیے جوابات لکھوانے کے ساتھ ہی حضرت نے اپنی طرف سے ۱۲ سوالات انہی اور دیگر مضامین کے متعلق مخالفین پر کیے جن کا جواب آج اتنی مدت گزر جانے پر بھی اُن سے نہیں بن آیا۔

## غیر مقلدین کے سوالات

مخالفین کے سوالات مختصر ایہ تھے :-

۱۔ علم لغت :- صاحب قاموس شیخ مجد الدین فیروز آبادی کے اشکالات جو انہوں نے ابونصر اسمعیل بن حماد جوہری صاحب

صحاح پر وارد کیے، اُن کی تشریح مانگی گئی۔

- ۲۔ علم التصریف والادب :- عولیدہ ابن الکمال کے اقوال متعلقہ "اعلال لا تحشون" پر اشکال اور اُس کا جواب مانگا گیا۔
- ۳۔ علم الحروف والہبیت :- علامہ رشید الدین الفاروقی کی منظوم لغز (پہیلی) درج کر کے اُس کا حل دریافت کیا۔
- ۴۔ علم فقہ :- صاحب وقایہ کی عبارت مندرجہ کتاب البیوع پر علامہ فزاری کے اشکال کا حل طلب کیا۔
- ۵۔ علم الکلام :- کلام الہی کے بارے میں سوالات جن کی تفصیل نیچے علیحدہ دی جائے گی۔
- ۶۔ علم فلسفہ :- دریافت کیسے کہ تسلسل "آوردور" کے کتنے اقسام ہیں۔ کون سا ممتنع، کون سا جائز اور کون سا مختلف فیہ۔
- ۷۔ علم تفسیر :- تاویل کے معنی اور تاویل صحیح جائز اور تاویل فاسد غیر صحیح کے مابین فرق دریافت کیا ہے۔
- ۸۔ علم فلسفہ :- امکان وحدوث ذاتی و مکانی کی حد اور تعریف اور اس تقسیم کا موجد کون تھا؟ نیز تقسیم صحیح ہے یا باطل؟
- ۹۔ علم اقلیدس :- نظام جو طفرہ کا قایل ہے اُس کے متعلق سوال اور جواباً جیومیٹری کی شکل بنا کر توضیح مانگی ہے۔
- ۱۰۔ علم منطق :- اصطلاح کلی ذاتی اور کلی عرضی کے درمیان فرق دریافت کیا ہے نیز یہ کہ باوجود متساوی المقادیر ہونے کے بحسب اللزوم ایک ذاتی اور دوسری عرضی کیوں قرار دی گئی۔

حضرت نے جوابات کے شروع میں ذات حق کی تہذیب و تقدیس کے متعلق ایک خطبہ عربی زبان میں تحریر فرمایا۔ اس کے بعد فرمایا کہ وہ ذات پاک مخلوق کے فہم و درک سے بالاتر ہے اور معرفت الہی میں حضرات صوفیائے کرام کا مسلک ہی اکمل ہے۔ کیونکہ وہ حضرات جو کچھ کہتے ہیں اُس کی اساس محض عقل اور علوم ظاہرہ پر نہیں بلکہ کشف صحیح اور علوم لدنیہ پر ہوتی ہے۔ اور وہ حسب ارشاد نبوی "خدا کے ساتھ دیکھتے، سنتے، بولتے اور پکڑتے ہیں" بخلاف اُن لوگوں کے جو ساری علوم ظاہرہ ہی محدود رہے اور کشف و عیان کے میدان وسیع میں قدم نہ رکھا۔ اگر یہ حضرات بھی انبیاء علیہم السلام اور اُن کے وارثین کا بل اولیائے کرام کے ساتھ حسن ظن رکھتے تو یقیناً اُن کی ارواح طیبہ کی توجہ اور برکت سے اُنہیں بھی اُن کے حسب استعداد علوم لدنیہ سے بہرہوری ہوتی۔ اولیائے کرام کے مشکوفات اور مسئلہ توحید و جود پر شیخ ابن تیمیہ اور اُن کے تبعین کے اعتراضات پر حضرت نے سخت افسوس ظاہر فرمایا کیونکہ انہوں نے ان دقیق مسائل کو محض اس لیے اپنے اعتراضات کا ہدف بنایا کہ وہ اُن کے ادراک و فہم سے بالاتر تھے۔ حالانکہ جب تک کوئی چیز نص شرعی کے خلاف نہ ہو، ایسا کرنا صحیح نہیں ہے جیسا کہ تمام ایسے علوم غیبیہ کے متعلق ہیں حکم ہے کہ اُن پر ایمان لائیں اور حقیقت خدا کی طرف تفویض کریں۔

## غیر مقلدین کا سوال پنجم

سوال نمبر پانچ بہت طویل تھا اور اُس کی کئی شقیں تھیں اس لیے حضرت نے سب سے پہلے اسی کا جواب لکھوایا۔

سوال کی اجمالاً تفصیل یوں ہے :-  
کلام الہی قدرت اور مشیت کے نیچے داخل ہے یا نہیں؟ اور خدائے عزوجل کی ذات کے ساتھ قائم ہے یا قائم نہیں بلکہ خارج و منفصل ہے؟ اگر کلام نفسی ہے تو حروف و اصوات کس کے ساتھ قائم ہوئے اور اولاً کس سے ظاہر صادر ہوئے؟ یہ مخلوق ہیں یا غیر مخلوق؟ قدیم ہیں یا حادث؟ اور حکایت میں یا عبارت؟ حادث و مخلوق کے درمیان نسبت رابعہ میں سے کون سی نسبت ہے؟ اگر قدیم ہیں تو کس طرح؟ تسلسل آنا آپ کے نزدیک ماضی و مستقبل دونوں جائز و ممکن ہے یا



دونوں مُتَنَعِّع و محال ہے؛ حُجَّتِ اِمتناع کیا ہے؟ تمام افعال باری تعالیٰ کیا لازمی طور مساوی الاستدھام ہیں؟ ... آخر میں کہا ہے کہ اپنا مذہب و مشرب کلام باری تعالیٰ کے بارہ میں بیان کر کے اُس پر بُرہان قائم کریں اور جو اعتراض اُس پر وارد ہوتا ہے اُس کا جواب دیں۔

## سوال پنجم کے جواب کا خلاصہ

جیسا کہ ظاہر ہے اس طویل سوال کا جواب بھی ویسا ہی طویل ہو گا اور اُس کا پُرسے طور پر نقل کرنا یہاں ممکن نہیں حضرت اپنے جواب میں اس موضوع پر مختلف مکاتیب خیال کا مسلک تفصیلاً بیان فرمایا ہے اور اُن کے مابین وجہ اختلاف اور اعتراضات اشکال کو بڑی وضاحت سے سامنے رکھا ہے جس سے صرف اہل علم حضرات ہی کتاب سے مطالعہ کر کے محظوظ ہو سکتے ہیں اپنے مشرب کے متعلق جو بیان فرمایا وہ مختصر اُیوں ہے :-

”میں چونکہ اہل حق صوفیائے کرام خصوصاً سیدی و سندی و شیخی و شیخ الکَلِّ فی زمانہ حضرت خواجہ محمد شمس الدین صاحبِ چشتی نظامی فخری سیما (سیالوی) قدست اسرارہم کا اور حضرت جدی و شیخی فی القادریہ پیر فضل الدین صاحب الحسنى الکیلانی کا دامن گرفتہ ہوں میرا مذہب آپ اہل حق کے کلمات ذیل سے معلوم کر سکتے ہیں :-

۱۔ حضرت شیخ علی خواص فرماتے ہیں :-

ایاک ان تؤول اخبار الصفات فان فی ذلک دسیسة من الشیطان لیفوت المؤمن الایمان بعین ما انزل اللہ۔ قال تعالیٰ ”أَمِنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ“ وَهَذَا الْمَوْدُ مَا أَمِنَ حَقِيقَةً إِلَّا بِمَا أَوَّلَهُ بِعَقْلِهِ ففاته الایمان بعین ما انزل اللہ تعالیٰ فلیتأمل۔ انتہی۔

خبردار، آیات و اخبار صفات (الہیہ) میں تاویل نہ کرنا کیونکہ اس میں شیطان کا خفیہ فریب ہے۔ تاکہ عین ما انزل اللہ کے ساتھ مومن کا ایمان فوت ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :- ”رَسُولٌ أَوْرِثَ الْإِيمَانَ لَانَّهُ وَلَّى الْإِيمَانَ لَانَّهُ أَسَاسُ الْإِيمَانِ“ رسول اور ایمان لانے والے ایمان لائے اُس کے ساتھ جو رسول کی طرف اُس کے رب سے نازل کیا گیا، لہذا تاویل کرنے والا حقیقت میں اپنی عقلی تاویل پر ایمان رکھتا ہے نہ بعینہ اُس چیز پر جو خدا نے نازل فرمائی۔

۲۔ اُستاد ابوالاسحاق اسفرائینی فرماتے ہیں :- توحید کے بارہ میں مکملین کا سب ذخیرہ اہل حق نے صرف دو کلمات میں جمع کر دیا ہے۔ الاولی اعتقاد ان کلمات تصور فی الادھام فاللہ بخلافہ پہلایہ اعتقاد کہ جو کچھ اوہام و تصورات میں آئے اللہ تعالیٰ اُس کے خلاف ہے) الثانیہ اعتقاد ان ذاته تعالیٰ لیست مُشَبَّهَةٌ بِذَاتٍ وَلَا مَعْطَلَةٌ عَنِ الصِّفَاتِ وَقَدْ اُكْتُبْتُ لَكَ بِقَوْلِهِ ”وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ“ دوسرا یہ اعتقاد کہ خدا کی ذات کسی ذات سے مشابہ نہیں اور نہ صفات سے معتر ہے۔ ارشاد الہی ”وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ“ اس کی تاکید کر رہا ہے۔ یعنی کوئی چیز اُس کے برابر نہیں (کُفُوًا)۔

۳۔ اس کے بعد حضرت شیخ اکبر کے چند اقوال از راہ بُرہان بیان فرمائے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے :-

قال الشیخ الاکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدار صحة العقائد علی حصول الجزم بہا حثی ان من اخذ ایمانہ تقلیداً اجزماً للشارع کان اعصم و صحب عقائد کا مدار حصول جزم (یقین) پر ہے۔ لہذا جس شخص نے شارع علیہ السلام سے تقلیدی طور پر ایمان حاصل کر کے یقین کر لیا وہ اس سے زیادہ مضبوط ہے جو



او ثق من ياخذ ايمانه عن الادلة وذالك لما  
يتطرق اليها اذا كان حاذقاً فظناً من الحيرة  
والدخيل في ادلته وايراد الشبه عليها فلا تثبت  
له قدم ولا ساق يعتمد عليها فحاف عليه الهلاك -  
والآل سے ایمان حاصل کرتا ہے کیونکہ اُس کے لآل میں  
شکوہ و شبہات راہ پکڑ سکتے ہیں جن کی وجہ سے اُس کے  
رُسوخ و استحکام کے زوال اور ہلاکت کا خطرہ لگا  
رہتا ہے۔

ان اقوال کے آخر میں حضرت فرماتے ہیں :-

”پس ہمارے لیے کیسے کی مثالہ شئی و هو السميع البصير الشورى (۱۱۰) و لکن لہ کفو احد  
(الاخلاص: ۴) و کلم اللہ مؤسی تکلیماً (النساء: ۱۶۳) و امثال ذالک کلام الہی سے ہیں  
جس سے یقیناً معلوم ہو سکتا ہے کہ القرآن کلام الہی اور مقالات صحابہ کرام کے بموجب القرآن کلام الہی غیر مخلوق“

## غیر مقلدین پر حضرت کے بارہ سوالات

مخالفین سے جو سوالات حضرت نے استفسار فرمائے وہ مختصر اویں تھے :-

۱۔ علم الحروف :- سیدنا محمد بن علی کا قول متعلقہ حروف تہجی بیان فرما کر اُس کا مطلب نیز حروف تہجی کی ترتیب  
کذابی کی وجہ دریافت فرمائی ہے۔

۲۔ علم ہیت :- عویصہ ابن الکمال کا قول بیان فرما کر اُس کی توجہ دریافت فرمائی ہے۔

۳۔ علم ریاضی :- صاحب ابی یوسف رضی اللہ عنہما کی لغز (پسلی) کا مطلب دریافت فرمایا ہے۔ مخالفین کی لغز کے برعکس یہ نہایت  
ہی مختصر لغز ہے اور مندرج ذیل ہے :-

”ما الاسم الذی مرکب عن عشرين وثلاثين بينهما حسا ومعنى وقد يتركب حسا لا معنى من  
ثمانية وثمانين ومائتين وستة عدد اذا جمعتهما على وجه مخصوص من غير اسقاط  
الستة كان اسما مرکبا وان اسقطت الستة كان اسما غير مرکب۔

۴۔ علم فقہ :- یہ سوال بھی نہایت مختصر مگر جامع الفاظ میں یوں ہے :-

”فقہا کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی عبارت ذیل (بلوغ ظل کل شئی مثلیہ سوی فی الزوال) میں استثناء  
کا ماخذ اور لیت بیان فرمادیں۔

۵۔ علم الکلام :- کلام الہی اور حروف و اصوات کے متعلق اشعری، ابن کلاب، ہشام بن الحكم، ابن سینا وغیرہ کے  
اقوال بیان فرما کر ان میں سے کسی ایک قول کی صحت و حقیقت کو محققانہ طور پر ثابت کرنے کو کہا ہے۔ نیز یہ استفسار  
فرمایا ہے کہ آپ صفات باری تعالیٰ عز اسمہ کو میں ذات مانتے ہیں یا لا میں اور برتقتہ یرثانی منسلس کی کئی مختلف  
شقوق میں سے کسی ایک شق کو لے کر مطلق صفت کا ثبوت مدلل طور پر دیں۔

۶۔ علم اقلیدس :- یہ بھی مختصر سوال ہے اور ناظرین کی دلچسپی کے لیے مکمل درج کیا جاتا ہے۔ اقلیدس میں کون سی شکل  
ہے جس سے توحید ثابت ہوتی ہے اور وہ کون سی جس سے قائل بالتثلیث بزعم خود متمسک ہوتا ہے۔ اور وہ  
اقلیدس ہی کی رُو سے اُس کی تردید بھی کی جاسکتی ہے۔ اور نیز آپ تین دائرے بنائیں جن کے نصف قطر تین دینے



ہوئے خطوں کے برابر ہوں اور ان تین سے ایک اندر کی طرف اور دو باہر کی طرف مِس کریں۔ بتائیے کہ نصف قطر میں کیا نسبت ہونی چاہیے کہ حل ممکن ہو۔

۷۔ علمِ فلسفہ:- اشاعرہ کی دلیلِ حدوثِ عالم پر بیان فرما کر اُسے غیر صحیح قرار دیا ہے اور استفسار فرمایا ہے کہ اگر صحیح ہے تو کس طرح؟

۸۔ علمِ الحدیث:- حدیثِ بخاری پر ایک اشکال۔ یہ سوال بھی ناظرین کی دلچسپی کے لیے مکمل درج کیا جاتا ہے۔

”بخاری کی حدیث (تحول فی الصور) بظاہر لئیس کِمَثَلِہ شَیْء کے منافی معلوم ہوتی ہے۔ فان المتصور بصورۃ مثله اذا کان فی صورۃ اخری معہ صحت الحمل بینہ و بین المتحول۔ ان میں تطبیق چاہیے۔ بتائیں کہ اس حدیث میں اہل انکار کہتے ہیں اور کیوں؟ کیا قبل از تجلی انداؤنیا میں بھی اُن کو کسی صورت میں مشاہدہ ہوا تھا یا نہ؟ اگر ہوا ہے تو کونسی صورت میں۔ اگر نہیں تو پھر انکار اور تسلیم کے کیا معنی۔ آیت اور حدیث سے ثبوت چاہیے اور نیز حدیثِ معراج میں بالخصوص مونس علیہ السلام ہی کو نماز کے بارہ میں فہمائش کی کیا وجہ تھی؟ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مالکِ علومِ اقلین و آخرین تھے۔ نیز ہر ایک نبی کی فلکِ مخصوص سے وجہِ خصوصیت کیا ہے؟

۹۔ علمِ الکلام:- قرآنِ کریم میں خضر علیہ السلام کا کلام ”فَاَرَدْتُ اَنْ اَعِیْبَہَا“ اور ”فَاَرَدْنَا اَنْ یُبْدِلَ لَہُمَا رَہْمًا“ میں افراد اور جمعیت ضمیر کی وجہِ تخصیص دریافت فرمائی ہے۔

۱۰۔ علمِ التفسیر:- آیت ”وَكُلُّ شَیْءٍ اَخْصَمَیْنِہُ فِی رَاۡیِہِمْ مُبِیْنٌ“ میں حضرت شیخ اکبر کی تفسیر کی شرح اور اُس کے متعلقہ امور دریافت فرمائے ہیں۔

۱۱۔ علمِ الافلاک:- چند آیاتِ قرآنیہ جن کا تعلق اجرامِ فلکیہ سے ہے اُن کی تشریح اور منازلِ قر کے اٹھائیس ہونے کی وجہِ تخصیص دریافت فرمائی ہے۔

۱۲۔ علمِ ریاضی:- علمِ الافلاک و ریاضی کے متعلق چند متناقضہ عبارات کی تطبیق دریافت فرمائی ہے۔

حضرت کی یہ کتاب علومِ اسلامیہ کے چاند نہایت شکلِ امور سے تعلق رکھتی ہے جس سے حضرت کے تجریدی کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔ اس کا یہ صحیح طعنت صرف اہل علم حضرات ہی اٹھا سکتے ہیں۔

## چھٹی فصل

تصفيہ مابین سنی و شیعہ

یہ حضرت کی آخری تصنیف ہے جو آپؐ کچھ عرصہ خان بہادر مولوی شیر محمد صاحب کو لکھواتے رہے مگر یہ سلسلہ بوجہ  
اولاً آپؐ کی علالت کے اور بعدہ حالتِ استغراق کے منقطع ہو گیا۔ بیماری کے دوران ایک مرتبہ اس کی اشاعت کے متعلق  
آپؐ سے اجازت طلب کی گئی مگر فرمایا۔ فی الحال رہنے دو۔ یہ مسودہ جو ۱۲۲۰ھ قبل سیکپ صفحات پر مشتمل ہے ابھی غیر مطبوعہ ہے  
اور کتب خانہ دربار عالیہ میں موجود ہے۔ انشاء اللہ بہت جلد اسے طبع کروا کر ناظرین کی خدمت میں پیش کیا جائے گا۔ اور اُمید  
واثق ہے کہ شیعہ سُنی مباحث کے اہم موضوع پر داعیِ اعتدال و انصاف ثابت ہوگا جس سے سلیم الطبع حضرات پر بصدرِ صداقت و  
حقیقت واضح ہو جائے گی۔

تقریباً لیف

اس تصنیف لطیف کی وجہ تالیف حضرت نے بعد توصیف و درود مختصر اُیوں بیان فرمائی ہے :-  
 "تخالف مذہبی مابین سنی و شیعہ کوئی نیا اختلاف نہیں جسے رفع کرنے کے لیے طالبان حق موجودہ زمانہ کے علماء سے  
 التجا کریں۔ اس سے قبل سلف صالحین علیہم الرضوان حسب تدبیر الہیہ و تفاوفاً اہل بیت کرام سے محبت رکھنے کے وجوب  
 اور خلافت خلفائے اربعہ کی حقانیت کے اہم موضوع پر نہایت شائستہ انداز میں اظہار خیال فرماتے چلے آئے ہیں۔ البتہ حال ہی  
 میں اس تخالف میں ایک نئے رُجحان کا اضافہ ہوا ہے اور یہ سمجھا جانے لگا ہے کہ اہل سنت و الجماعت ہونے کے لیے ضروری  
 ہے کہ انسان اہل بیت کرام کے خلاف بغض اور بنی اُمیہ کے ساتھ محبت رکھتے۔ حالانکہ اہل سنت کبھی بھی اس شقاوت میں  
 ملوث نہیں ہوئے اور اُن کے عقائد میں رسول پاک کے خاندان سے دوستی و مودت مدار ایمان اور فرض مانی گئی ہے اس نئے  
 رُجحان کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہمارے علماء کرام نے بمقابلہ اہل تشیع اپنے مواضع و نصاب کی مجالس میں صرف دفع ملامت  
 مطاعن کی طرف ہی رُخ کیا اور اہل بیت علیہم السلام کے فضائل و مناقب بیان کرنے کی طرف کم توجہ فرمائی۔ لہذا مخلصی مفتی  
 غلام مرتضیٰ ساکن میانی اور سید صدیق شاہ صاحب اور عزیز بی بی پیر غلام عباس صاحب حسنی کھڑی حفظہم اللہ تعالیٰ نے شدید تلافی  
 کیا کہ اس نہایت ضروری امر کی طرف توجہ کی جائے۔ لہذا ارشاد کی تعمیل میں اور فرصت اور لیاقت نہ ہونے کے باوجود یہ  
 چند اوراق جو سلف صالحین علیہم الرضوان کی کتب تاباں سے ماخوذات اور ذاتی عنذیات پر مشتمل ہیں اس غرض سے لکھے  
 جاتے ہیں کہ حضرات ناظرین محظوظ ہو کر اس سیاہ جلدیہ عالم کو دعائے خیر سے یاد فرما کر ممنون فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اُس وقت  
 کی عزت و جلالت کے صدقے جب اُس نے عرش پر قیام فرما کر دُنیا اور دُنیا والوں پر اپنی رحمت کا اجر البصورت آں رحمۃ اللعالمین  
 فرمایا۔ اُمت محمدیہ کے ساتھ شادی و غفاری سے معاملہ فرماتے ہوئے ہم سب کی بخشش فرمائے۔"



جن امور پر ارشاداتِ عالیہ قلمبند ہوئے ہیں، وہ حسب ذیل ہیں :-

- (۱) ثباتِ خلافتِ راشدہ بہ آیتِ استخلاف و دیگر آیاتِ قرآنی (۲) مسئلہ قرطاس (۳) حدیثِ خم غدیر (۴) باغِ فدک (۵) آیتِ مباہلہ
- (۶) آیتِ تطہیر (۷) آیتِ مودت (۸) حدیثِ ثقلین (۹) فضائلِ سیدنا علیؑ اور بحثِ حدیثِ "أَنَا صِدِّيقُكَ الْعَلِيُّ" اور اُس کے متعلق ابنِ تیمیہ اور ابنِ جوزی کے اعتراضات کے جوابات۔
- ان فیوضاتِ عالیہ کا مختصر خلاصہ بدیہ ناظرین کیا جاتا ہے :-

## اثباتِ خلافتِ راشدہ بہ آیاتِ قرآنیہ

خلافتِ راشدہ کی حیثیتِ کذائی کی حقیقت اور اُس کے منجانب اللہ ہونے کا ثبوت حضرت نے آیتِ استخلاف سے دیا ہے۔ اور اُس کی تائید میں چوبیس دیگر آیاتِ قرآنی اور متعدد احادیث و مسلمہ واقعات مندرجہ کتب سیر کو پیش فرمایا ہے۔ اور منکرینِ خلافت کے اعتراضات اور دلائل کو سوال و جواب کی صورت میں قائم فرما کر پورے ستر صفحات پر ایسی مدلل بحث فرمائی ہے کہ فکرِ سلیم کے لیے اس عنوان پر کوئی شبہ باقی نہیں رہ جاتا۔ آیتِ استخلاف کے بعد حضرت نے وہ آیات بیان فرمائی ہیں جن میں حضراتِ خلفائے اربعہ کی فضیلت بیان ہے جس سے اُن کا استحقاقِ برائے منصبِ خلافت ثابت ہوتا ہے۔ حضرت کی بحث کا خلاصہ یہاں بیان کیا جاتا ہے۔

آیتِ استخلاف :-

”وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ“ (نور: ۵۵)

اللہ تعالیٰ نے وعدہ دیا ہے تم میں سے اُن لوگوں کو جو با ایمان اور عملِ صالح کے مرتکب ہیں کہ البتہ وہ اُن کو زمین پر خلیفہ کرے گا جس طرح اُس نے اُن سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا اور البتہ اُن کے لیے اُن کا دین جو انہیں پسندیدہ ہے محکم کرے گا۔ اور البتہ اُن کے حق میں خوف کو امن سے بدل ڈالے گا۔ وہ میری ہی عبادت کریں گے اور کسی کو میرا شریک نہ مانیں گے۔ اور جو کوئی اس کے بعد ناشکری کرے گا پس وہ لوگ فاسق ہیں۔

حضرت فرماتے ہیں کہ استخلاف یعنی خلیفہ بنانے کو حق تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ استخلاف کے معنی ولی امر اور خلیفہ بنانے کے ہیں۔ جیسا کہ ایک دوسری آیت میں آیا ہے ”يَا دَاوُدَ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ“ (اسے داؤد ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا) آیتِ استخلاف کے مخاطب اور حقدار وہی لوگ ہیں جو نزولِ آیت کے وقت با ایمان اور صالح تھے یعنی مہاجرین و انصار۔ پھر اس آیت کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ کے ایک قول کا حوالہ دے کر فرماتے ہیں کہ اس آیت کی تفسیر یا بیان یہ حدیث ہے: ”الْخِلَافَةُ مِنْ بَعْدِي ثَلَاثُونَ سَنَةً ثُمَّ تَصِيرُ مُلْكًا عَصُوفًا“ یعنی خلافتِ راشدہ میرے بعد تیس سال رہے گی اور بعد ازاں ہوجائے گی ملوکیت دانتوں سے کاٹنے والی۔ عربی زبان میں خلافت جاشینہ کو کہتے ہیں یعنی ایک شخص دوسرے کی جگہ بیٹھے اور اُس کا نائب ہو کر کام کرے



شرع میں خلیفہ وہ حاکم ہے جو یہ نیابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، دین محمدیہ کو قائم رکھے۔ پس جو شخص کہ حاکم نہ ہو اور حکم اُس کا عام نافذ نہ ہو وہ خلیفہ نہ ہوگا ایسا ہی وہ مسلمان حاکم جو مالیہ وغیرہ وصول کرے مگر دین کی اقامت مثل جہاد و اقامت حدود و فیصلہ جات شرعیہ نہ کرے وہ بھی خلیفہ کہلانے کا مستحق نہیں۔ یہ معنی خلافت مطلقہ کا ہے اور خلافت خاصہ راشدہ میں علاوہ حکمرانی و اقامت دین محمدی کے مہاجرین اولین سے ہونا اور سوابق اسلامیہ سے متصف ہونا بھی شرط ہے۔ چنانچہ خلفائے اربعہ بایں معنی خلافت راشدہ سے متصف تھے اور مثل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قول و فعل میں واجب الطاعت تھے۔ اور وعدۃ الہیہ مندرجہ آیت کا تحقق بھی چاروں خلفائے کرام کی خلافت پر ہے نہ صرف کسی ایک شخص کی خلافت پر، کیونکہ اس آیت میں جتنے ضما کر موعودہم کے لیے ہیں وہ سب بصیغہ جمع ہیں۔ نیز جن امور کا تحقق اس آیت میں کیا گیا ہے یعنی استخلاف، اقامت دین، تبدیلی خوف بالامن اور عبادت خالصہ، یہ بھی چاروں خلفائے کرام کے وقت میں موجود تھے نہ صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت میں، اور وعدۃ الہیہ کا تحقق براعہ اوصاف موعودہم ضروری اور واجب ہے جو خلافت خلفاء اربعہ علیہم الرضوان کے وقت میں ہوا اور روز روشن کی طرح ہوا اور کسی کو گنجائش انکار نہیں۔“

اس سوال کے جواب میں کہ اگر خلافت راشدہ کے لیے کوئی نص قرآنی موجود تھی تو گروہ انصار اور سیدنا علی علیہم الرضوان نے بیعت ابوبکرؓ سے انکار کیوں کیا تھا اور اپنے لیے مدعی خلافت کیسے ہوئے؟ فرماتے ہیں کہ ایک نص کیا بلکہ بکثرت نصوص قرآنیہ و احادیث نبویہ نہ صرف خلافت شیخ بلکہ خلافت اربعہ علیہم الرضوان پر شاہد ہیں مگر چونکہ نصوص قرآنیہ میں شخصی طور پر کسی کے نام کی تخصیص نہیں تھی صرف کلی طور پر اوصاف جمیلہ کا ذکر تھا، لہذا بوجہ نامعلومی شخصیت، وفات شریف نبوی کے موقع پر باہمی تخالف پیدا ہوا لیکن رفتہ رفتہ روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ ان نصوص اور اوصاف مندرجہ فیہا سے مراد اور ان کا مصداق خلفائے اربعہ ہی ہیں۔

حضرت فرماتے ہیں کہ نصوص کی مراد اور مصداق پر سب سے پہلے نظر بھی خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی پہنچی۔ نہج البلاغہ میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ عراق میں بنفس نفیس شریک ہونے کے لیے مشورہ لیا تو سیدنا علیؓ نے فرمایا ”جہاد فی سبیل اللہ کی جیت یا ہار لشکر اسلام کے تھوڑا یا بہت ہونے پر موقوف نہیں، دین اسلام خدائی دین ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے سب ادیان پر غالب فرمایا ہے اور لشکر اسلام خدائی لشکر ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مہیا فرمایا اور اُس کی امداد فرمائی۔ اور جس حد تک اُسے پہنچا اور ظاہر ہونا تھا وہ پہنچا اور ظاہر ہوا اور ہم (مہاجرین الاولین) منجانب اللہ وعدہ نصرت دیے گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کو پورا کرنے والا اور اپنے لشکر کو امداد دینے والا ہے۔ والی امر (خلیفہ) بمنزلہ رشتہ جو اہر ہوتا ہے۔ ان (جو اہر) کو باہم جمع رکھنے والا اور ملانے والا ہوتا ہے۔ اگر رشتہ ٹوٹ جائے تو جو اہر جدا جدا ہو جاتے ہیں اور نظام جاتا رہتا ہے اور پھر کبھی اپنے اطراف کے ساتھ جمع نہیں ہوتا۔ آج کے دن عرب اگرچہ قلیل ہیں مگر بوجہ اسلام کشمیر ہیں اور اتفاق کی وجہ سے عزیز اور غالب ہیں۔ پس اُسے عمر تو چکی کے قطب کی طرح اپنے مرکز پر قائم رہا اور ہمیں بیٹھ کر چکی کو پھرا اور اعداء کو جنگ کی آگ سے جلا دے۔“

آخر میں بطور خلاصہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بوجہ کشف نبوت، وعدۃ استخلاف میں ایسا اطمینان تھا کہ رضی وفات کے آخری ایام میں خیال شریف میں آیا کہ اس امر کے متعلق کچھ لکھ دیا جائے اور فرمایا کہ میرے پاس کاغذ لاؤ کہ میں لکھ دوں تاکہ میرے بعد گمراہ نہ ہو جاؤ۔ مگر پھر وعدۃ الہی کے بھروسہ اور اطمینان پر تحریر کو ضروری نہ سمجھا اس لیے کہ ”لَکُنْتُ خَلِيفَتُهُمْ“ اور







۳۔ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ  
عَلَى الْكَافِرِينَ رُحَمَاءٌ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا  
يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي  
وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي  
التَّوْرَةِ ۖ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ  
شَطْرًا فَازَرَهُ فَأَسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوْقِهِ  
يُعِيبُ الْزَّرْعَ لِيُعِيبَ بِهِمُ الْكَافِرَ ۖ وَعَدَ اللَّهُ  
الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً  
وَأَجْرًا عَظِيمًا ۝ (فتح: ۲۹)

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ اُس  
کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت زور آور ہیں اور آپس میں  
محبت کرنے والے ہیں۔ تو اُن کو دیکھتا ہے رکوع اور سجود  
کرتے ہوئے، وہ خدا کا فضل اور اُس کی رضا چاہتے ہیں  
اُن کے چہروں پر سجدوں کے نشان موجود ہیں۔ تورات اور  
انجیل میں اُن کی داستان ایسے ہے جیسے کھیتی (پہلے) اپنے  
سبز گھاس کو نکالے، پھر اُسے قوی کرے پس وہ موٹی ہو  
جائے اور اپنی جڑوں پر کھڑی ہو جائے۔ (اُسے دیکھ کر)  
کھیتی والے خوش ہوتے ہیں اور کفار غصہ سے بل کھاتے ہیں  
اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور اچھے کام  
کیے بخشش اور ثواب بزرگ کا وعدہ دیا ہے۔

حضرت فرماتے ہیں کہ ان آیات میں بیان کردہ اوصاف جمیلہ سب کی سب خلفائے اربعہ پر صادق آتی ہیں بلکہ  
اُن کی مثالیں پہلے آئی ہوئی آسمانی کتابوں میں بھی ہیں۔  
۴۔ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا  
فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَكْظَمُ  
دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ  
يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَدَتْ  
لَهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ ۝ (توبہ: ۲۰-۲۱)

جو لوگ ایمان لائے اور خدا تعالیٰ کے راستے میں ہجرت  
کی اور اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا وہ اللہ کے  
نزدیک بہت بڑا درجہ رکھتے ہیں اور وہی لوگ مُراد کو  
پہنچنے والے ہیں۔ خدا اُن کو اپنی رحمت اور خوشنودی  
کی بشارت سناتا ہے اور بہشتوں کی جن میں وہ ابدی  
عیش حاصل کریں گے۔

یہاں حضرت فرماتے ہیں کہ کیا کوئی خلفاء اربعہ علیہم السلام کی مالی اور جانی خدمات سے انکار کر سکتا ہے؟  
۵۔ لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ  
تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ  
السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ۚ وَ  
مَغَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا  
حَكِيمًا ۝ (فتح: ۱۸-۱۹)

البتہ بالتحقیق اللہ تعالیٰ نے اُن مومنین سے راضی ہو چکا  
جب کہ وہ درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کر رہے تھے۔  
پس خدا تعالیٰ نے اُن کے دلوں کا حال جان لیا اور  
اُن پر رحمت اُماری اور اُن کو فتح قریب عطا فرمائی اور بہت سا  
مال قیمت جو وہ حاصل کریں گے اور خدا غالب حکمت والا ہے

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیعت الرضوان والوں کو جن میں شیخین و سیدنا علی و سیدنا عثمان و سیدنا  
شامل تھے، اپنی خوشنودی کی سند عطا فرمائی۔

۶۔ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ  
أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ۝ (الجم: ۱۰-۱۱)

اور یقیناً ہم نے تورات کے بعد زبور میں لکھ دیا ہے کہ زمین  
موجود کے وارث میرے پاک بندے ہوں گے۔







ہے۔ دوبارہ دریافت کر لو۔

پھر فرماتے ہیں: یہ تو ظاہر ہے کہ جس بات کو آپ لکھنا چاہتے تھے اگر اُس پر اُمت کی مہسلی یاد دہانی ہدایت کا دار و مدار ہوتا تو آپ ہرگز ہرگز اُسے ترک نہ فرماتے۔ یہ آپ کی شان ہادی، مبلغ، بشیر، نذیر، حُرِّیضٌ عَلَیْکُمْ وَغَیْرُ اوصافِ منصوبہ کے سراسر خلاف ہے کہ آپ ایک ایسے امر کو پورے تین دن مجبوعہ، شنبہ، یک شنبہ معہ بقیۃ روز پنج شنبہ کی مُہلت میں ترک فرمادیں۔ پھر خطاب اور ارشادِ نبویؐ سب حاضرین کے لیے تھا جن میں سیدنا علیؑ اور سیدنا عباسؓ بھی تھے نہ صرف حضرت عمرؓ کے لیے ہی خطاب تھا۔ اگر مطعونؓ ٹھہریں گے تو سب نہ صرف اکیلے حضرت عمرؓ بلکہ سب سے زیادہ سیدنا علیؑ پر مطاعن اور نتائجِ فاسدہ کا اثر پڑتا ہے کیونکہ دولتِ خانہِ نبویؐ پر حضرت علیؑ ہی کتابتِ وحی کا کام کرتے تھے۔ وہ خطاباتِ اسد اللہ الغالب، خیر شکن اور لافتنیِ الّا علیؑ وغیرہ سے ملقب تھے۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ کسی سے ڈر کر یا کسی کے رعب میں اگر ارشادِ نبویؐ سے گریز کیا ہو۔ اگر بغرضِ محال ایسا تھا بھی، پھر بھی کامل تین دن میں حضرت عمرؓ سے صلح کی کوفت انہیں تعمیل کا موقع مل سکتا تھا۔ حاضرین میں سے کسی کا بھی تعمیل نہ کرنا صاف بتلا رہا ہے کہ کتابتِ زیرِ بحث ضروری نہ تھی ورنہ حضورِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو بالاتفاق معصوم ہیں کسی کے روکنے سے کب رُک سکتے تھے۔“

### حدیثِ خُم غدیر

حضرتؓ نے حدیثِ خُم غدیر کی تفصیل بیان فرما کر لکھا ہے کہ اُس کی تقریب یہ ہوئی تھی کہ بریدہ اسلمی نے مین میں حضرت علیؑ کے کسی عمل پر اعتراض کیا تھا اور حضورؐ سے اس کی شکایت کی تھی جس پر حضورؐ نے مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیْ مَوْلَاہُ اَللّٰهُمَّ وَاَلِ مَنْ وَاَلَا وَعَادِ مَنْ عَادَا کا ارشاد فرما کر حضرت علیؑ کی محبت واجب فرمادی۔ حضرتؓ فرماتے ہیں کہ بریدہ اسلمی کے بیان اور واقعات و بشارات و نصوصِ قرآنیہ مبینہ فی مواضعہا سے واضح ہو جاتا ہے کہ خُم غدیر والی حدیث کو خلافتِ بلا فضل سیدنا علیؑ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ورنہ بہ ایامِ مرضِ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہ ارشاد مکرر اور اصرارِ مکرر کہ حضرت صدیق اکبرؓ کو تین روز کی نمازوں کے لیے امام نہ بناتے۔ اس پر حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا تھا رَقَدَ مَلَکُ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یُؤَخِّرُکَ) تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش امام فرمایا ہے پھر کون ہے جو تمہیں پیچھے کرے۔

### قصیۃ باغِ فدک

اس مضمون پر سوال و جواب کی صورت میں حضرتؓ نے ۸ صفحات قلم بند فرمائے ہیں۔ اس موضوع پر حضرتؓ کا مسلک باب سوم میں اہل تشیع کے ساتھ ایک مناظرہ کے زیرِ عنوان دیا جا چکا ہے۔ تمام اعتراضات کا تفصیلی جواب دینے کے بعد حضرتؓ فرماتے ہیں کہ فدک کے علاوہ اور جائدادیں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف میں تھیں مثلاً بنو نضیر کے سات باغات، القریٰ کی وادی، و طخ اور سلام خیر کے دو قلعے اور خیر کا پانچواں حصہ، مگر حیرت ہے کہ فدک میں باصرار بہمہ یا وصیت کا ذکر تیرہ سو سال سے جاری ہے مگر بقیۃ جائدادیں محلِ بحث ہی نہیں۔ نہ اُن کا دعویٰ جنابِ خاتونِ جنتؑ نے کیا نہ شیرِ خداؑ نے انہیں یاد دلایا اور نہ ہی اپنے عہدِ خلافت میں انہیں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث یا بہمہ یا وصیت قرار دیا۔



پھر فرماتے ہیں کہ سیدۃ النساء کی نسبت ہبہ یا وصیت کا دعویٰ بھی محض اُن پر افترا اور بہتان ہے۔ اگر مطالبہ بطور ارث تھا تو ہبہ نہیں ہو سکتا اور نہ بالعکس۔ ایسا ہی دعویٰ میراث اور دعویٰ وصیت میں تناقض ہے۔

## آیت مباہلہ کی تشریح اور تفسیر

حضرت فرماتے ہیں: سلمہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے نصاریٰ کو تحریری دعوتِ اسلام دی۔ اُن کے چودہ منتخب آدمی بہ قیادت عبدالمسح عرف عاقب مدینہ پاک پہنچے اور بڑے مکلف اور ریشمی لباس پہن کر مسجد نبوی میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا۔ مگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے توجہ نہ فرمائی۔ یہ کیفیت دیکھ کر وہ لوگ اپنے قبلہ کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھنے لگے اُس سے فارغ ہو کر دوبارہ حضور میں آئے مگر پھر بھی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اُن کی طرف توجہ نہ ہوئے۔ وہ لوگ مسجد سے باہر چلے گئے اور حضرات عثمان بن عفان، عبدالرحمن بن عوف اور علی کرم اللہ وجہہ سے مشورہ کیا کہ کیا کیا جائے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میرے خیال میں آپ لوگوں کی متکبرانہ اور جاہ و جلال والی روش سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طبیعت مُبارک مُکدر ہو گئی ہے۔ اگر آپ سادہ کپڑے پہن کر جائیں تو اُمید ہے ضرور توجہ فرمائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب یہ لوگ سادہ کپڑے پہن کر حاضر ہوئے، تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اُن کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: قسم ہے خدا کی جس نے مجھے سچا رسول بنا کر بھیجا ہے کہ کل جس وقت یہ لوگ آئے تھے ان کے دل غرور سے بھرے ہوئے تھے۔ اس کے بعد گفتگو شروع ہوئی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انہیں دعوتِ اسلام فرمائی مگر انہوں نے معذرت کی اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سوال کیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا باپ کون تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انتظار وحی کیا۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی:-

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۚ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ۚ فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَ كُورَ وَنِسَاءَ نَاوِيسَاءَ كُورَ وَآنْفُسَنَا وَآنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِمْ فَنَجْعَلْ لَعْنَةَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ۚ (آل عمران: ۵۹ تا ۶۱)

آیت کا مطلب:- اللہ تعالیٰ کے نزدیک عیسٰیؑ کا حال مثل آدمؑ کے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے مٹی سے بنایا اور کہا ہو اور وہ ہو گیا۔ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے پس شک کرنے والوں سے مت ہو۔ اگر کوئی اس علم اور دانست کے بعد تم سے اس بات پر جھگڑے تو اُس کو کہہ دو کہ فریقین معہ اپنے بیٹوں اور عورتوں کے مل کر جھوٹوں پر عجز و انکسار سے لعنت کریں (یعنی مُبہلہ کریں)۔

یہ کلام الہی سن کر بھی وہ لوگ اپنے عقیدہ سے نہ پھرے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اب بھی نہیں مانتے ہو تو آؤ ہم مباہلہ کر لیں اور مشورہ کے لیے انہیں وقت دیا۔ اپنی فردگاہ میں پہنچ کر اُن کے قائد نے کہا کہ مجھے یقین ہے کہ آپ سب لوگ دل میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نبی برحق مانتے ہیں۔ اور اُن کا بیان دربارہ مسیح علیہ السلام بھی مدلل اور محقول ہے۔ لہذا مباہلہ کرنا میرے نزدیک ٹھیک نہ ہو گا۔ کیونکہ سچے نبی سے مباہلہ کرنے والی قوم یقیناً ہلاک ہو جاتی ہے بہتر ہے صلح کر لیں۔ سب نے یہ رائے پسند کی اور دوسرے روز جب حضور نبویؐ میں آئے تو دیکھتے کیا ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جناب حسین علیہ السلام کو گود میں اٹھائے اور حسن علیہ السلام کا ہاتھ پکڑے ہوئے ہیں جناب سیدۃ النساء آپ کے پیچھے اور سیدنا



علیؑ اُن کے پیچھے تشریف لارہے ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے فرماتے ہیں کہ اگر نصاریٰ مباہلہ کو آگئے تو میں دُعا مانگوں گا اور تم سب بل کر آئیں گے۔ جب نصاریٰ نے یہ نقشہ دیکھا تو کانپ گئے اور عاقب نے اُن سے کہا کہ اے کروہ نصاریٰ اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر یہ پانچ مُنہ خدائے تعالیٰ سے کسی پہاڑ کو اپنی جگہ سے اُٹھاڑنے کا سوال کریں گے تو اللہ تعالیٰ ضرور اُسے پورا کرے گا۔ پس مباہلہ مت کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ حسبِ رائے نصاریٰ نے عرض کیا کہ ہم مباہلہ نہیں کرتے۔ اور اس بات پر صلح کرتے ہیں کہ آپ ہمارا تعرض نہ فرمائیں اور ہم دو ہزار جلد (پوشاک) سالانہ حضور میں بطور جزیہ پہنچایا کریں گے۔ آخر الامر اسی پر صلح ٹھہری۔

حضرتؑ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ آلِ عباس یعنی علیؑ و حسن و حسین و سیدۃ النساء علیہم السلام کا ایک جُداگانہ قُرب بحضورِ نبویؐ تھا۔ نہجتن پاک کا کیفیت مذکورہ جلوہ گر ہونا بے نظیر اور عجیب نظارہ ہوگا اور دیکھنے والے محو حیرت ہوں گے۔ الہی مجرمتِ آں وقتیکہ نہجتن پاک علیہم الصلوٰۃ والسلام رائے مباہلہ تشریف فرما شند اس سیاہ جریہ تروا منے رابع آثار و دوستان و سائر برادرانِ اسلام و اخوانِ طریقت و ہنگی اُمتِ مرحومہ بہ بخشاکہ بغیر از فضل و کرم تو در دست نداریم۔ خَلَقْنَا مُحَمَّدًا وَرَزَقْنَاهُ حَنَانًا فَاعْفِرْ لَنَا فَحَنَانًا فَإِنَّكَ قَدِیمُ الْإِحْسَانِ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ وَ لَطِیفٌ قَبْلَ كُلِّ لَطِیفٍ وَ لَطِیفٌ بَعْدَ كُلِّ لَطِیفٍ، فَالَطِیفُ بِنَا كَمَا لَطَفْتَ فِي ظُلُمَاتِ الْأَحْشَاءِ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ بِحُرْمَتِ حَبِیبِكَ رَحْمَةً الْعَالَمِينَ وَصَلِّ وَسَلِّمْ وَادْعُ إِلَى هُدَاهُ وَاصْبِرْ لِحُكْمِهِ وَاجْمَعِ عَيْنًا ۝

حضرتؑ فرماتے ہیں کہ آیت مباہلہ میں کلمہ اَبْنَاءُ نَا میں حسین پاک کو فرزندِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہلانے کا شرف ثابت ہے اور اس کی تائید مزید میں حضرت اسامہ بن زیدؓ کی روایت کا ذکر فرمایا ہے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حسین پاک کے متعلق ارشاد فرمایا "هَٰذَا ابْنَايَ وَابْنَا بِنْتِي" یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ کلمہ "نِسَاءُ نَا" کے متعلق فرماتے ہیں کہ اگرچہ بیعت جمع ارشاد ہوا ہے مگر طرزِ عمل نبویؐ سے واضح ہو گیا کہ مراد سیدۃ النساءؑ جگر پارہ رسولؐ ہیں۔

کلمہ "أَنْفُسُنَا" اور اُس کی تائید میں حضرتؑ نے متعدد احادیث سے کمالِ اتحاد اور قرابت مابین نفسِ نبویؐ اور نفسِ مَرْتَضَوٰی ثابت فرمائی ہے۔ اور حضرت شیخ اکبر کا یہ کشفی بیان مندرجہ فتوحات مکیہ "بیان فرمایا کہ حقیقتِ کَلْبِیہ بعد و رُو تَحْلِی نوری سے سب سے پہلے قبولِ فیض و انعکاس حقیقۃ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔ اور پھر اُس حقیقت سے سب سے قریب حقیقتِ امامِ اولیاء حضرت علیؑ کی تھی۔ پھر حضرتؑ نے حدیثِ غدیر کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا ہے (جس کا ذکر اوپر بھی آچکا ہے) کہ جس طرح مومن کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی جان و مال سے زیادہ عزیز رکھنا ضروری ہے اُسی طرح حضرت علیؑ کو بھی محبوب جانا لازمی ہے۔ یہاں حضرتؑ نے ولا اور عداوت کے مفہوم پر صبر کرتے ہوئے ثابت فرمایا ہے کہ اس حدیث شریف میں "مولا" کے معنی محبوب کے ہیں۔ اس کی مختصر تفصیل آگے بیان کی جائے گی۔

## آیتِ تطہیر

اس موضوع پر حضرتؑ کا مسلک بابِ اول میں بیان ہو چکا ہے۔ یہاں پر حضرتؑ نے اسے متعدد دوسری آیات اور احادیث سے تفصیلاً ثابت فرمایا ہے۔



## آیت مودّت

قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ  
فِي الْقُرْبَىٰ۔ کہہ دیجیے میں تم سے اس امر پر کوئی اجر نہیں مانگتا لیکن  
دوستی اہل قرابت کی۔

حضرت نے مدلل طور پر بیان فرمایا ہے کہ اس آیت کریمہ کا مصداق آلِ عباس علیہ السلام ہیں۔ اس سوال کے جواب میں  
کہ یہ آیت مکی ہے جب حسنین علیہ السلام کی ولادت بھی نہیں ہوئی تھی۔ حضرت فرماتے ہیں یہ ضروری امر نہیں کہ بروقت نزول  
آیت محکوم علیہ کے کل افراد موجود ہوں اور نہ یہ کہ اُس وقت کے موجودہ افراد میں ہی وہ محکوم ہو۔ اپنے اس نظریہ کے  
ثبوت میں حضرت نے کئی مثالیں آیات قرآنی کی بیان فرمائی ہیں اور نتیجہ اخذ فرمایا ہے کہ آیت کا نزول اگرچہ مکہ میں ہی ہوا  
ہو مگر چونکہ قرنی اور قرابت ہاتھ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معنی آلِ عباس علیہ السلام ہیں۔ اس لیے اُن حضرات علیہم السلام کا مراد  
ہونا اس آیت میں بطریق اولیٰ ہوگا۔

## حدیث ثقلین

یہ حدیث مبارک اس طرح ہے: ”إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمْ الثَّقَلَيْنِ مَا أَنْ تَمَسَّكَتُمُ بِهِمَا أَنْ تُنْهَوُا بَعْدِي  
كِتَابُ اللَّهِ وَعِترتي“ (میں تمہارے پاس دو ایسی عظیم چیزیں چھوڑ رہا ہوں کہ اگر اُن کو پکڑے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے  
ایک کتاب اللہ اور دوسرا میری عترت) حضرت فرماتے ہیں کہ طاعنین کا یہ دعوئے کہ اہل سنت نے کبھی اس حدیث مبارکہ پر عمل نہ  
نہیں کیا صحیح نہیں ہے بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے کیونکہ اہل سنت نے تو اسی قرآن کو جو اُن کے پاس ہے اور غیر محرف اور کامل کلام  
الہی ہے شرفاً غریباً دستور العمل بنایا ہوا ہے جس کے حق میں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے بھی فرمایا ہے ”وَاعْلَمُوا أَنَّهُ لَيْسَ عَلَى أَحَدٍ  
بَعْدَ الْقُرْآنِ حُجَّةٌ“ (جان لو کہ قرآن کے بعد کسی پر کوئی حجت نہیں) اور تاریخ شاہد ہے کہ ثقل اکبر (قرآن کریم) پر تیس سالہ  
مدت خلافت راشدہ میں بالفاق رائے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ثقل اصغر یعنی متسک بالعترت کی بھی تعمیل ہوتی رہی۔ برخلاف  
اس کے طاعنین کا عقیدہ ہے کہ ثقل اکبر یعنی قرآن کریم کو حضرت امیر علیہ السلام نے غائب کر دیا تھا اور تیسری صدی ہجری سے امام  
غائب علیہ السلام کے پاس غارِ ثمرین رائے میں بتایا جاتا ہے پس ان حضرات کو تو آج تک متسک بالقرآن نصیب نہ ہوا۔ رہا  
متسک ثقل اصغر تو قرآن کریم کے فقدان اور گم ہو جانے کی صورت میں مومنوں کی فہم کے لیے بھی مورد تحقیق اور وقوع نہ رہا۔ لہذا ان  
حضرات کا دعوئے متسک بالثقلین سراسر غلط اور بے معنی ہے۔

## حدیث اَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلَىٰ بَابُهَا

ترمذی کی حدیث شریف ”أَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلَىٰ بَابُهَا“ (میں علم کا شہر ہوں اور علی اُس کا دروازہ ہیں) پر شیخ ابن تیمیہ  
نے منہاج السنۃ میں اعتراض کیا ہے کہ ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوع کھس ہے اور واقعات کی رو سے بھی نفس مضمون  
صحیح معلوم نہیں ہوتا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ علم نبوت کا صرف ایک دروازہ حضرت علیؑ ہوں جن سے صرف کوفیوں نے قلیل  
مدت کے لیے علم حاصل کیا اور باقی بلاد اسلامیہ میں علم اوروں سے پہنچا۔



حضرت فرماتے ہیں یہاں علم سے مراد علم خاص یعنی علم اسرارِ مراد ہے۔ اس حدیث پاک کی تصحیح اور ابن تیمیہ کی تردید میں آپ کے دلائل اربعہ صفحات پر قلم بند ہوئے ہیں۔ فرماتے ہیں خلفائے ثلاثہ اور کبار صحابہ کا رجوع اور مدار ہمیشہ حضرت علیؑ کے فتاویٰ پر تھا۔ چنانچہ خلیفہ ثانیؑ کے اقوال "لولا علی لفسدت عمر" (اگر علی نہ ہوتے تو عمر ملامت میں پڑتا) اور "لا لقیلت لمعضلۃ لیس لھا ابوالحسن" (خدا مجھے اس مشکل سے دوچار نہ کرے جس کے حل کے لیے ابوالحسن موجود نہ ہوں) اور "لا یفتین احد فی المسجد وعلی حاضر" (مسجد میں علیؑ موجود ہوں تو کوئی اور شخص فتوے نہ دے) اس امر پر شاہد ہیں۔

حضرات سلمان و ابوذر و مقداد و عمار و عبداللہ بن مسعود و عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہم) سب حضرت علیؑ کے شاگرد ہیں اور شیخ ابن تیمیہ خود بحوالہ اتقان "لعلامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ علم تفسیر میں اہل مکہ اعظم الناس ہیں کیونکہ وہ عبداللہ بن عباس کے اصحاب ہیں۔ ملک شام میں علم بقول "تذکرۃ الحفاظ" (علامہ ذہبی) ابوذر دار سے شائع ہوا جو عبداللہ بن مسعود کے شاگرد ہیں۔ ابوذر و کا قول ہے کہ عالم تین ہیں۔ ایک شام میں یعنی میں خود۔ دوسرا کوفہ میں یعنی عبداللہ بن مسعود اور تیسرا مدینہ میں یعنی حضرت علیؑ شامی عند الحاکم کوفی سے پوچھتا ہے اور کوفی مدنی سے اور مدنی (یعنی حضرت علیؑ) کسی سے نہیں پوچھتا۔

پھر حضرات ائمہ اہل بیت حسین و سجاد و باقر و جعفر و کاظم (علیہم السلام) کے ذریعے حضرت علیؑ کے علوم نے دنیا کا کوئی گوشہ نہیں جسے سرسبز نہ فرمایا ہو۔ اگر صرف حضرات امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ بن انس مدنی کے حلقہ تدریس کو شمار میں لایا جائے تو اہل سنت کے کسی مجتہد، محدث، مفسر اور مبلغ کا نام نہیں ہوگا جو اس صفت میں شامل نہ ہو۔ اور یہ دونوں حضرات حضرت امام جعفر صادقؑ کے شاگرد تھے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا دوسرا سلسلہ حضرت حمادؒ کے ذریعے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تک پہنچتا ہے جو براہ راست حضرت علیؑ کے تلمیذ تھے۔ اہل سنت کے علاوہ امامیہ، اشاعریہ، ماتریدیہ اور معتزلہ سے کون ہے جو علوم علیؑ سے مستفید ہونے کا مدعی نہ ہو۔

اس حدیث پاک کی صحت پر بہت سے حوالہ جات کا شمار فرماتے ہوئے حضرت لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی صحت سچے بن معینؒ نے کی ہے جنہیں شیخ ابن تیمیہ نے اپنی اسی کتاب منہاج السنۃ میں اعظم محققین اصحاب رجال اور روایات کی جرح و تعدیل میں از روئے صداقت و دیانت و امانت و مہارت اعظم الناس میں شمار کیا ہے۔

شیخ ابن تیمیہ نے شہر علم کے ایک دروازے پر خبر واحد کی غیر یقینی حیثیت کا جواب عراض کیا ہے اور کہا ہے کہ باتفاق مسلمان یہ ضروری اور واجب سمجھا گیا ہے کہ ایک ہی شخص کا تبلیغ علم میں ذریعہ ہونا صحیح نہیں اور چاہیے کہ یہ دروازہ مسدود اور بند ہے اس کے جواب میں حضرت نے خبر واحد کے معتبر ہونے کی متعدد مثالیں بیان فرمائی ہیں اور کہا ہے کہ ابن تیمیہ کی یہی دلیل معاذ اللہ انکار نبوت پر بھی قائم ہو سکتی ہے۔ اور کہا جاسکتا ہے کہ خداوند عالم کے علم کو ہر زمانہ میں صرف ایک شخص اس طریق پر نہیں پہنچا سکتا کہ لوگوں کو علم یقینی حاصل ہو۔ لہذا ہر زمانہ میں انبیاء کا متعدد ہونا ضروری ہے۔ ورنہ چاہیے کہ دین الہی مسدود اور بند رہے۔ لہذا معاذ اللہ اکیسے نبی کی نبوت باطل ہے۔

## لفظ مولیٰ کی تشریح

کیست مولائے علیؑ مولائے کل  
ہكذا قد قاله خير الرسل  
یہ حدیث من کنت مولاً فعلیؑ مولاً اللہم دال من والاہ و عادی من عادا کہ جس کا میں مولیٰ ہوں، علیؑ



بھی اُس کا مولیٰ ہے الٰہی جو اس سے محبت رکھتے تو بھی اُس سے محبت رکھ اور جو اس سے عداوت رکھتے تو بھی اُس سے عداوت رکھ کا ترجمہ ہے۔ اس حدیث کی تشریح میں ایک بار حضرت نے فرمایا تھا کہ اس کا آخری جملہ لفظ مولیٰ کے معنی پر دلالت کرتا ہے۔ لفظ مولیٰ مشترک ہے اور کئی معنی رکھتا ہے۔ مشترک کے مختلف معانی کے تعین کے لیے قرینہ کا لحاظ ضروری ہے۔ اس لیے اَللّٰهُمَّ وَالْهَمَّ وَالْاَلَاہُ وَعَادِہُمْ عَادَاہُ کے قرینہ سے اندازہ ہوتا ہے۔ مولیٰ کے معنی خلافِ معادی (عدو) کے ہیں یعنی محبوب پس معلوم ہوا کہ مولائے علیؑ محبوبِ کل ہیں جیسا کہ مسلم کی حدیث میں ہے لَا یُحِبُّہُ اِلَّا الْمُؤْمِنُ وَلَا یُبْغِضُہُ اِلَّا مُنَافِقٌ (حضرت علیؑ سے محبت نہیں رکھے گا مگر مومن اور بغض نہیں رکھے گا مگر منافق) لیکن ہمارے برادرانِ طریقت مولیٰ کے معنی وہ لیتے ہیں جو پنجابی زبان میں مہنوم ہیں یعنی سردار۔ گویا حضرت علیؑ تمام اصحاب و خلفائے سردار ہیں۔ یہی محض خوش فہمی پر مبنی ہیں اس میں شک نہیں کہ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کو حضرت علیؑ کے ساتھ بے حد محبت تھی جو محویت اور درجہ انہماک تک پہنچی ہوئی تھی۔ مگر آپ کا کمال یہ تھا کہ غلبہٴ عشق و محبت کے باوجود شرع شریف کے لحاظ و اتباعِ کامل کو ہاتھ سے کبھی جانے نہیں دیا۔

برکھے جامِ شریعت، برکھے سندانِ عشق  
ہر مونسنا کے نداند جام و سنداں باخشن

## ایک ضروری تنبیہ

کتاب کے آخر میں حضرت تنبیہ ضروری کے عنوان سے فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ یَا اَہْلَ الْکِتَابِ لَا تَغْلُوا فِی دِیْنِکُمْ غَیْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا اَہْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَاصْلُوا کَثِیْرًا وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِیْلِ اِسے اہل کتاب اپنے دین میں ناحق غلو نہ کرو اور ان لوگوں کی خواہشات کی تابعداری نہ کرو جو پہلے گمراہ ہوئے اور بہتوں کو گمراہ کیا اور سیدھے راستے سے ہٹ کر گئے (اللہ تعالیٰ کو اعتدال اور میانہ روی ہر کام میں پسند ہے اور یہی ہے صراطِ مستقیم جس کی درخواست کے لیے ہم مامور ہیں۔ اور غلو اور تجاوز چاہے دین میں ہی ہو، موجبِ ضلالت اور غضبِ الٰہی ہے۔ بسا اوقات ایسے ہیں کہ فی ذاتہ صحیح بلکہ کمالِ ایمان کہلانے کے مستحق ہوتے ہیں لیکن ایک بد طینت اور فاسد الرائے انسان انہی امورِ صحیحہ سے بوجہ غلو اور حسد بڑھ جانے کے نتائجِ فاسدہ اخذ کر لیتا ہے۔ حضرت شیخ اکبرؒ ایسے نتائج کو شیطانی معنویہ کے ساتھ تعبیر فرماتے ہیں مثلاً حُبِ اہل بیت بشہادتِ قرآن و حدیث اور قرارِ اہل اللہ موجبِ کمالِ ایمان سمجھا گیا ہے۔ مگر اس صحیح میں غلو کرنے والے دو فرقے ہوئے۔ ایک فریق نے تو بغض اور سبِ صحابہ کرام کا راستہ لے لیا اس وجہ سے کہ خیال اُن کے اُنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اُن کے اہل بیت کا منصب اور حقِ غضب کر لیا۔ دوسرا فریق معاذ اللہ خدا اور رسولؐ اور جبریلؑ تک کے خلافِ گستاخ ہوئے بدیں خیال کہ رتبہٴ اہل بیت اور تقدم علی الصحابہ پر نفسِ صحیح کیوں وارد نہیں ہوئی۔ یہ سب نتائجِ فاسدہ اُسی صحیح امرِ حُبِ اہل بیت میں غلو کے ہیں۔ ایسا ہی حُبِ عباد اللہ الصالحین اللہ تعالیٰ کے قُرب حاصل کرنے کا ایک اعلیٰ ذریعہ ہے۔ لیکن اگر اُس میں بھی تجاوز کیا جائے جیسے اُن صلحاء کو معبود بنا لیا جائے یا اُن کو متصرفِ مستقل سمجھا جاوے یا شریک فی التصرف اس طرح سے کہ اللہ تعالیٰ بغیر اُن کی شرکت کے انتظامِ عالم نہیں کر سکتا تو یہی حُبِ موجبِ شرک ہو جائے گی اور وہی حُبِ مُشْرک ناقابلِ محضرت ہو جائے گا۔ لہذا انسان کو کبھی اعتدال کا صحیح راستہ نہیں چھوڑنا چاہیے۔ حُبِ اہل بیت و حُبِ عباد اللہ الصالحین صاحبِ اعتدال کے لیے نہایت مفید اور موجبِ کمال ہیں۔ مگر ان میں افراط و تفریط اور غلو کرنے والے گمراہی اور ضلالت کا راستہ اختیار کر لیتے ہیں۔



## ساتویں فصل

## فتاویٰ مہرہ

حضرت قبلہ عالم قدس سرفہ نے بوجہ اپنی مصروفیات جو ارشاد و تلقین سلوک اور تدریس کتب تصوف وغیرہ پر مشتمل تھیں، فتویٰ نویسی کا کام آستانہ عالیہ پر مقیم متبحر علمائے کرام کے سپرد کیا ہوا تھا جو خود بعد تکمیل ملاحظہ فرمایا کرتے تھے مگر بعض زیادہ قابل تحقیق یا سنگامی فتاویٰ خود بھی اپنے قلم مبارک سے تحریر فرماتے تھے جن کو راقم الحروف نے ایک مجموعہ کی شکل میں ۱۳۸۲ھ (۱۹۶۰ء) میں شائع کر دیا ہے۔ ذیل میں صرف چار فتاویٰ بدیعہ ناظرین کیے جاتے ہیں، جو طلاق ثلاثہ، گاؤں میں نماز جمعہ کے درست ہونے یا نہ ہونے، بنی ہاشم پر حرمت صدقات فرضیہ اور رد و مستغاث پر غیر مقلدین کے اعتراض کے جواب سے متعلق ہیں ان سے حضرت کی فتویٰ نویسی میں مہارت تامہ کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے یہ فتویٰ کا مختصر مطلب اردو میں بھی دیا گیا ہے۔

## طلاق ثلاثہ کے متعلق حضرت کا ایک فتوے

## استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ طلاق ثلاثہ کا وقوع بکلمہ واحدہ یا بکلمات مختلفہ احادیث صحیحہ و آثار صحابہ و اجماع صحابہ واقعہ سے ثابت ہے یا نہیں؟ بینوا و تو خبروا۔

## الجواب هو الصواب

طلاق ثلاثہ خواہ بلفظ واحد ہو یا بالفاظ متعدد ہو۔ دونوں صورتوں میں واقع ہو جاتی ہے۔ غایتہ ما فی الباب سنت کا خلاف لازم آتا ہے۔ یہ نہیں ہے کہ طلاق کا وقوع نہیں ہوتا ہے۔ چنانچہ احادیث صحیحہ و آثار صحابہ اس بارہ میں بکثرت موجود ہیں بطور اختصار بقدر ضرورت اس مقام میں نقل کیے جاتے ہیں۔ روی الدارقطنی فی سننہ من حدیث معلی بن منصور عن عبد اللہ بن عمر انہ طلق امرأۃ تطلیقہ وہی حائض ثم اراد ان یتبعہا تطلیقتین اخرین عند القرنین فبلغ ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا ابن عمر ما ہذا امرک اللہ قد اخطأت السنۃ والسنۃ ان یتقبل الطھر فیطلق لکل قرء فامر فی فراجعہا فقال اذا ہی طھرت فطلق عن ذلک او امسک فقلت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارأیت لو طلقہا ثلثا ان کان یحلی لی ان اراجعہا فقال لا کانت تبین منک فکانت معصیتہ فی موطا مالک بلغہ ان رجلا قال لابن عباس انی طلق لامرأتی مائۃ تطلیقۃ فماذا تدری فقال ابن عباس طلق منک ثلاثا وسبع وتسعون اتخذت



بہا آیات اللہ ہرؤا واسند عبد الرزاق عن علقمة قال جاء رجل الى ابن مسعود فقال انی طلقت امراتی تسعا وتسعين فقال له ابن مسعود ثلث تنجیها وسائرهن عدوان۔

وفی سنن ابن داؤد وموطا مالک عن محمد بن ایاس عن البکیر قال طلق رجل امراته ثلثا قبل ان یدخل بها ثریب الہ ان ینکحها فجاء یتفتی فذہبت۔ معہ فسأل ابن عباس وابا ہریرۃ عن ذالک فقالا لا ندری ان تنکحها حتی تنکح زوجا غیرک قال فانما طلاق ایاہا واحدة فقال ابن عباس انک ارسلت بین یدیک ما کان لک من فضل وروی وکیع عن الاعمش عن جیب بن ثابت قال جاء رجل الى علی بن طالب فقال انی طلقت امراتی الفأ قال بانت مند بثلاث واقسم سائرهن بین نسائک۔ واسند عبد الرزاق عن عبادۃ بن الصامت ان اباه طلق امرأۃ لہ الف تطیقة فانطلق عبادۃ فسأل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بانت بثلاث فی معصیۃ اللہ وبقی تسع مائۃ وسبع وسبعون عدوان وظلم ان شأعذبه وان شأغفرلہ۔ وفی الطحاوی حدیث یونس اقال ابن عباس عن الزہری عن ابی سلمۃ عن ابی ہریرۃ وابن عباس انہما قالای فی الرجل یطلق البکر ثلثا لا تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ۔ اور امام ہمام ابی جعفر طحاوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شرح معانی الآثار میں اجماع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بایں الفاظ نقل فرمایا ہے۔ وفی حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما مالوا لکفینا بہ کانت حجة قاطعة وذلک انه قال فلما کان زمان عمر رضی اللہ عنہ قال ایہا الناس قد کانت لک فی الطلاق اناۃ وانه من تعجل اناۃ اللہ فی الطلاق الزمناہ ایاہ وفی الحدیث الثانی فحاطب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بذالک الناس جمیعاً وفیہم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورضی عنہم الذین قد علموا ما تقدم من ذالک فی زمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم ینکروا علیہ منکر ولورید افعه دافع فکان ذالک کبیر الحجۃ فی نسخ ما تقدم من ذالک لانہ لما کان فعل اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجماعاً فعلیاً یجب بہ الحجۃ کان کذلک ایضاً اجماعہم علی القول اجماعاً یجب بہ الحجۃ وکما کان اجماعہم علی النقل بریثاً من الوہم والنزل کان کذلک اجماعہم علی الراۃ بریثاً من الوہم والنزل۔

احادیث وآثار منقولہ بالا سے ثابت ہوا کہ تین طلاق کا وقوع خواہ بلفظ واحد ہو یا بالفاظ متعددہ اجماعی امر ہے کیونکہ نقل اجماعی میں نقل عن العوام کو اعتبار نہیں بلکہ نقل عن المجتہدین کو اور اصحاب کرام میں سے اہل فقہت واجتہاد خلفاء اربعہ وعبادہ وزید بن ثابت ومعاذ بن جبل وانس وابی ہریرۃ وغیرہم ہیں رضی اللہ عنہم۔ جن سے حکم بوقوع الثلث در صورت لفظ واحد متعدد منقول ہے۔ باقی عوام کا رجوع عند الواقعہ انہیں فقہار کی طرف ہوتا ہے اور انہیں سے دریافت کرنے پر تعمیل کرتے ہیں اجماعی ہونے کی وجہ سے محقق ابن ہمام تصریح فرماتے ہیں کہ اگر حاکم نے در صورت ثلث بلفظ واحد ایک طلاق کا حکم دیا تو وجہ مخالفت اجماع نافذ نہ ہوگا۔ رہا جواب طلب یہ امر کہ عمر رضی اللہ عنہ کا حکم بوقوع الثلث اور سب اصحاب کا سکوت وعدم انکار باوجود علم ان سب کے کہ انہا کانت واحدة فی زمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر کیسے تصور ہو سکتا ہے لان النسخ لا یتصور بعد وفاة النبی صلی اللہ علیہ وسلم وانقطاع الوحی۔ جواب المتعادلین واراہ معنی بنا بر عرف ہوا کرتا ہے۔ قول الرجل انت طالق انت طالق انت طالق یعنی اگر قصہ اس کے ہر ایک جملہ سے ایقاع ہے تو تین طلاق



واقع ہوں گی اور اگر قصد اس کے مجملہ ثانیہ و ثالثہ سے صرف تاکید ہے ایک طلاق واقع ہوگی۔ اور پہلے زمانہ میں بھی قائل کو ارادہ معنی اول میں سچا مانا جاتا تھا۔ جب عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے وقت میں قرآن سے ارادہ معنی ثانی کو محقق سمجھا یعنی موجودہ زمانہ کے لوگوں کا عرف معنی کو ثابت کر رہا ہے تو حکم بوقوع الثلث فرمایا۔ پس قول الرجل انت طالق ثلثاً چونکہ اختصار ہے انت طالق انت طالق کا عرف معنی کو ثابت کر رہا ہے اس میں پہلے زمانہ کے لوگ ارادہ معنی اول میں سچے مانے جاتے تھے یہی وجہ ہے ماروی عن ابن عباس کان علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر و سنتین من خلافة عمر طلاق الثلث واحدة فقال عمر بن الخطاب ان الناس استعجلوا فی امرکانت لہم اناة فلوا استعجلوا امضیناہ علیہم۔ لہذا ابن عباس رضی اللہ عنہ باوجود قول بروایت ہذہ کے قائل بالثلث بلفظ واحد کو فرماتے ہیں۔ لا ادری تنکحہا حتی تنکح زوجا غیرک کما نقل قبیل ہذا۔ الحاصل در صورت ارادہ ایقاع الثلث ہر زمانہ میں تین طلاق واقع ہوئیں۔ مگر پہلے زمانہ میں قائل ثلثاً کو ارادہ معنی اول میں سچا مانا جاتا تھا۔ بخلاف پچھلے زمانہ کے کہ نظریہ تغیر عرف و لحاظ قرآن معنی ثانی متعین ہو گیا۔ فتح القدر اور فیوہی اور ازالۃ الخفاء مقصد دوم ملاحظہ ہو۔

آج کل کے اہل ظواہر و صورت انت طالق ثلثاً ایک طلاق کے واقع ہونے کا حکم دیتے ہیں۔ کیا ان کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و صدیق اکبرؓ کی معاذ اللہ شرع اور ٹھہری اور عمر وغیرہ اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کی اور ہرگز ایسا نہیں۔ وہی ایک شریعت اور صراط مستقیم ہے۔ الا تغیر عرف کی رو سے احکام متغیر ہو سکتے ہیں۔ بایں معنی کہ اگر ایک حکم شرعی کامنطوق موجب بدلات و دوسرا حکم شرعی وہاں پر عائد ہوگا۔ نہ یہ کہ خلاف ما قال اللہ و قال الرسول اور شرع جدید نازل ہو جائے گی۔ ہذا ما اتیسر لی الآن بعد ملاحظۃ فتح القدر۔ والعلم عند اللہ ولہ الحمد اولاً و آخراً والصلوۃ والسلام علی من ارسلہ الی الناس کانتہ و آلہ و عترتہ و صحبہ۔

العبد الملتجئ الی اللہ المدعو بمہر علی شاہ غنی عنہ ربہ

## اردو میں فتوے کا مختصر مطلب

”واضح ہو کہ بعض اہل ظواہر علماء کا خیال ہے کہ اگر بیک وقت تین طلاقیں دی جائیں تو ایک شمار ہوگی۔ اس سلسلہ میں ان کی سب سے بڑی دلیل یہ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں طلاق ایک تھی اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں تین قرار دی گئیں۔ حضرت نے امام ابی جعفر طحاوی اور امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہما کی تحقیقات کے پیش نظر اس دلیل کا یہ جواب دیا کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں صحابہ کرامؓ کو جمع کیا اور فرمایا کہ اس وقت تک ہم ایسے شخص کو سچا مانتے رہے جو بیان کرتا کہ میں نے باوجود متعدد بار طلاق کہنے کے ایک کا ارادہ کیا تھا۔ لیکن اب لوگ طلاق کے معاملہ میں جلدی کرتے ہیں، اور بجائے تدریجاً طلاق دینے کے بیک وقت تین طلاق کی نیت کر لیتے ہیں۔ لہذا تغیر عرف کی بنا پر آئندہ تین طلاق کو تین ہی شمار کیا جائے گا۔ اس پر حضرت نے سات روایات سے استدلال فرمایا ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین علیہم الرضوان کے زمانہ میں جو شخص ایک سے زائد طلاق دیتا اور اس کا مقصود بھی متعدد طلاقیں دینا ہوتا تو متعدد طلاقیں ہی شمار کی جاتی تھیں یہ ہرگز نہیں کہ متعدد کی نیت ہونے کے باوجود بھی ایک طلاق شمار ہوتی تھی۔ حضرت عمرؓ نے جدت منہجی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگ اکثر ایک ہی طلاق دیا کرتے تھے



گو اس کا تلفظ بار بار بھی کرتے۔ مگر اب لوگ نیت ہی متعدد کی کرتے ہیں لہذا متعدد شمار ہوں گی۔ بنا بریں جو لوگ باوجود تین طلاق دینے کے ہر صورت میں ایک ہی طلاق کا فتویٰ دیتے ہیں ان کا فیصلہ صحابہ کرام کے اجماع اور روایات مذکورہ کے مخالف ہونے کی وجہ سے نافذ نہ ہوگا۔

فتوے متعلقہ نماز جمعہ

## استفتاء

۷۸۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ گاؤں میں جمعہ درست ہے یا نہیں؟ بینوا تو تجروا۔

## الجواب هو الصواب

گاؤں میں جمعہ درست نہیں ہے اس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ و خلفاء عظام و صحابہ کرام کے وقت میں شہر و قنار و قصبات کے سوا جمعہ قائم نہیں ہوا ہے۔ فلہذا استدلال البصیغۃ بما رواہ عبد الرزاق عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ قال لأجمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع و کذا رواہ ابن شیبہ من طریق حجاج الخ وروی الضائب سند صحیح حدثننا جری عن منصور الخ اور جو لوگ قیام جمعہ بجواتی سے گاؤں میں جمعہ درست ہونے کی سند لاتے ہیں وہ صحیح نہیں۔ اس واسطے کہ پہلے ہی امر قابل تسلیم نہیں کہ جواتی قریہ ہے۔ کیونکہ محققین نے مدینہ یعنی شہر بیان کیا ہے اور بشرط تسلیم اس کا ثبوت کہاں سے ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قیام بجواتی کی خبر ہوئی اور آپ نے اس کو قائم رکھا۔ اس لیے کہ حدیث اس سے ساکت ہے و نیز باوجود تعمیم آیت کریمہ فاسعوا الی ذکر اللہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بعض اماکن میں قیام جمعہ کا اختصاص فرمانا مرفوعیت حدیث کی دلیل ہے۔ کیونکہ خلاف قیاس قول صحابی کا وقوع ممکن نہیں مگر بوقت سماع حدیث سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم۔ علاوہ ازیں یہ آیت کریمہ اپنے عموم پر تو بالاتفاق باقی نہیں ہے اس واسطے کہ کوئی شخص اقامت جمعہ فی البراری و الصحرا کا قائل نہیں ہے پس جب آیت کریمہ اپنے اطلاق پر باقی نہ رہی تو ضرور خصوصیت مکان اقامت جمعہ کے لیے ضروری ہوئی۔ وہو المراد۔

البعید الملتقى الى الله المدعو بمهر على شاه عفى عنه الله

بنی ہاشم پر حرمت صدقات فرضیہ کے متعلق حضرت کا ایک تحریری فتوے  
حضرت قبلہ عالم کے اس فتوے کی اصل تحریر سید حسین شاہ صاحب سکنہ کوٹ فتح خان ضلع کیمبل پور سے دستیاب ہوئی۔ فتوے فارسی اور عربی میں تحریر ہے۔ اس کا مختصر مطلب بزبان ہاردو وہاں دیا جاتا ہے :-

۱۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ جمعہ تجکیرات تشریفی مصر جامع کے بغیر نہیں۔

”حضرت نے بحوالہ تفسیر روح البیان زیر آیت ”وَأَعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ“ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ“ (انفال - ۴۱) معانی الآثار امام طحاوی سے نقل فرمایا کہ حضرت امام ابی حنیفہؒ کے نزدیک بنی ہاشم کے لیے ہر قسم کے صدقات فرضیہ ہوں یا نافلہ جائز ہیں۔ اُن کی حرمت بنی ہاشم کے لیے فقط زمانہ نبی علیہ السلام میں تھی کیونکہ اُس وقت اُنہیں مال خمس سے حصہ ملتا تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد یہ حصہ اُن کے لیے ساقط ہو گیا تو صدقات اُن کے لیے حلال ہو گئے۔ امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ ہم جواز پر فتویٰ دیتے ہیں۔ رہا یہ سوال کہ ہو سکتا ہے حضرت امام ابو حنیفہؒ کو اُن احادیث کا علم نہ ہوا ہو جس سے صدقات فرضیہ کی حرمت بنی ہاشم کے لیے ثابت ہے۔ تو اُس کا جواب حضرت قبلہ عالمؒ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ یہ بات خلاف واقعہ ہے کیونکہ امام ابو حنیفہؒ اُن احادیث کو جانتے ہوئے یہ فرماتے ہیں کہ یہ حرمت اور منع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ساتھ مختص تھی۔ لہذا ایک محقق مجتہد کے اجتہاد سے یہ ثابت ہوا کہ احادیث نبیؐ اپنی جگہ درست ہیں۔ لیکن چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہی اور حرمت کی علت خمس کا حصہ ملنا قرار دیا۔ لہذا جب یہ حصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ختم ہوا نہی اور حرمت بھی ختم ہوئی۔ نیز ایک الزامی جواب کی طرف بھی اشارہ فرمادیا کہ جب بھی لوگوں کے انساب فقہائے کرام کے نزدیک ضائع ہو چکے ہیں یعنی اُن کا اعتبار نہیں رہا تو محض شک سے حرمت کیسے ہوگی

## درود مستغاث پر غیر مقلدین کے اعتراض کا جواب

سیدی و سندی دامت برکاتہم العالیہ  
تسلیم و نیاز میں نے سنا ہے کہ حضور انورؐ اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہر آن میں اپنی اُمت کا حال بلا واسطہ ملائکہ دیکھ رہے ہیں۔ اور قائل کا مقولہ بلا واسطہ خود سُنتے ہیں غیر مقلدین کہتے ہیں کہ یہ عقیدہ حدیث مشکوٰۃ المصابیح میں صلی علی عند قبوری سمعته ومن صلی غائباً ابلاغتہ رواہ احمد کے خلاف ہے نیز وہ درود مستغاث شریف پڑھنے پر بھی اعتراض کرتے ہیں کہ یہ بھی حدیث مذکور کے خلاف ہے کیونکہ اس میں صیغہ خطاب موجود ہے۔ اُمید ہے حضور ازراہ کرم اس اشکال کو حل فرما کر مطلع فرمائیں گے۔

آپ کا نیاز مند محمد شفیق از علاقہ بڈہ راجھ ضلع شاہ پور

## الجواب

مخلصی فی اللہ مولوی محمد شفیق صاحب حفظک اللہ تعالیٰ  
ولیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس مسئلہ کے متعلق میری نسبت جو کچھ آپ نے سنا ہے۔ وہ راوی نے حسب فہم خود بیان کیا ہے۔ میں اپنی رائے کے اظہار کو مخاطب کے خواص اہل مشاہدہ و تجربہ سے اور صاحب ارتباط بہ عالم برزخ ہونے پر موقوف سمجھتا ہوں بغیر اس کے تحریر فضول ہے۔ بجز اب غیر مقلدین اتنا ہی کافی سمجھتا ہوں کہ درود مستغاث پڑھنے کے وقت یہ تصور کیا جاتا ہے کہ ملائکہ مولا بلاغ درود شریف جیسا یقیناً بصیغہ خطاب حضور پہنچا دیں گے پس حدیث مذکور میں جملہ (ابلاغتہ) کے مطابق ٹھہرا۔ درود مستغاث کا جواز عقیدہ خواص کے ساتھ وابستہ نہیں۔ اس بارے میں مزید تفصیل میری کتاب اعلیٰ کلمۃ اللہ کے آخر میں ملاحظہ کریں۔ بوجہ ازدحام خلق بتقریب عرس شریف زیادہ فرصت نہیں۔ والسلام  
دعاگو۔ جہر علی شاہ از گولڑا

اے جو شخص مجھ پر میری قبر کے نزدیک درود پڑھتا ہے میں خود سُنتا ہوں اور جو غائبانہ پڑھے اُس کا درود پہنچایا جاتا ہے۔



باب یازدهم

کرامات

urdukutabkhanapk.blogspot.com

## کرامت کی تعریف

قبل اس کے کہ حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کی کرامات بیان کی جائیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کرامت کے متعلق چند ضروری امور کی وضاحت کر دی جائے۔ اہل سنت کے علمِ عمت امد و کلام کی مشہور کتاب شرح عقائد میں کرامت کی تعریف اور اس کے ثبوت میں بہت کچھ تحریر ہے۔ اس موضوع پر محققین علمائے کرام نے مستقل کتابیں بھی لکھی ہیں۔ علامہ شہاب الدین احمد بن احمد نے اپنے رسالہ اثبات کرامات اولیاء میں کرامت کی تعریف یوں بیان فرمائی ہے :-

کرامات جمع ہے کرامت کی، اور وہ ایسے غرقِ عادت امر کا نام ہے جو نہ نبوت سے تعلق رکھتے اور نہ قبل از زمانہ نبوت ہو۔ اور وہ ایسے شخص سے ظاہر ہو جس کا ظاہر صلاح پر مبنی ہو، وہ کسی نبی کا متبع ہو اور اُس کی شریعت کا پابند ہو۔ اُس کا اعتقاد صحیح ہو اور اُس کے اعمال صالح ہوں۔

”مجالس الابراہیم کرامت کے ضمن میں اس طرح تحریر ہے :-

”سچی کرامت وہ ہے جو اولیاء اللہ سے ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ کرامت کی غایت یہ ہے کہ انسان استقامت اور اُس کے کمال کو حاصل کرے جو کرامت انسان کو اللہ تعالیٰ کی محبت اور رضا کے حصول اور تقویٰ و استقامت کی توفیق دے اُس سے بڑھ کر کوئی کرامت نہیں۔“

کرامتِ حبیب

محققین کرام کی تحریروں کے مطابق کرامت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک کرامت حسیہ۔ عناصر اربعہ اور عالم حسی میں تصرف و خلافِ عادت اُمور کا اظہار کرامت حسیہ ہیں جو اولیائے کرام کے حالات میں بکثرت مذکور ہیں۔ قرآن و حدیث میں اس قسم کے واقعات کا غیر نبی سے بطور کرامت صادر ہونا ثابت ہے۔ البتہ بعض اوقات اس قسم کے خارقِ عادت اُمور کسی غیر نبی اور غیر ولی سے بھی بوجہ ریاضت یا علومِ لطیفہ یا سائنسی ایجادات صادر ہو کر عوام کے لیے موجبِ اشتباہ ہو سکتے ہیں۔

کرامت معنویہ

دوسری قسم کرامت معنویہ کی ہے۔ کسی انسان کی جادۂ شریعت پر استقامت، اللہ اور اُس کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، علوم اور معارف حقہ پر عبور، اخلاقِ فاضلہ کا حصول، اُس کی علوِ حسب اور شرفِ نسب، تبلیغِ حق اور اصلاحِ خلق میں اُس کا کوشاں رہنا یہ کراماتِ معنویہ ہیں۔

شرعیات کا غیر متزلزل ضابطہ

مجنون یا حقیقی مجذوب انسان جو عالم استغراق میں رہتے ہیں۔ وہ بوجہ حواس ظاہرہ اور شعور و عقل ظاہری میں کسی حد تک فُوراً جانے کے احکام ظاہرہ کے مکلف نہیں رہتے مگر اُن کی تعداد بہت قلیل ہے۔ انہیں صیور کر باقی تمام افراد انسانی



کے لیے شریعت کا ایک غیر متزلزل ضابطہ ہے۔ لہذا اسلامی ہوش و حواس اگر کوئی شخص خلاف شرع امور کا مرتکب ہونے کے باوجود مدعی ولایت ہے تو وہ جھوٹا ہے، اگرچہ اس سے حتیٰ طور پر بعض خوارق اور خلافِ عادت امور ظاہر بھی ہوں۔ اربابِ حقیقت کا مسلمہ قاعدہ ہے: کل حقیقۃ ردتہ الشریعۃ فہی زندقۃ (جس حقیقت کو شریعت رد کر دے وہ بے دینی ہے)

بہر حال کراماتِ معنویہ میں محبت اور عشقِ الہی سب سے بڑی کرامت ہے جس کے حصول کا مدار حسبِ ارشادِ الہی: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحِبِّکُمْ اللّٰہُ رکہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری متابعت کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا) اتباعِ محمدی پر ہے۔ اور اسی ارشادِ ربانی میں اُس کی جزایہ بیان کی گئی ہے کہ انسان محبوبِ خدا ہو جاتا ہے۔ اور مقتضائے مَنْ لَّہُ الْمَوْلٰی فَلَہُ الْکُلُّ پھر سب کائنات اُس کی ہو جاتی ہے۔

کی مُسمد سے وفا تو نے توہم تیرے ہیں  
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں (اقبال)

## قضاوت در کانا در شاہکار مرد حق

بجملہ تعالیٰ جو شخص حضرت قبلہ عالمِ قدس سترہ کے پاکیزہ حالات اور سیرت کے مختلف پہلوؤں پر غور کرے گا، اُسے اس میں ذرا بھی شبہ نہیں رہے گا کہ آپ کو کراماتِ معنویہ سے اللہ تعالیٰ نے ایک حظِ وافر عطا فرمایا تھا اور آپ محبوبیت کے ایک بلند مقام پر فائز تھے جس معنوی اور اخلاقِ فاضلہ کی نعمتِ عظمیٰ کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جمالِ ظاہری کی نعمت سے بھی بدرجہ اتم نوازا تھا۔ اور حسنِ معنوی اور جمالِ ظاہری ہر دو قسم کے کمالات کی جامع ایسی ہستیاں دنیا میں بہت ہی کم ظہور پذیر ہوا کرتی ہیں۔ ولنعلم ما قیل۔

روز ہا باید کہ تا یک مُشتِ شمش از پشتِ میمنہ  
ماہ ہا باید کہ تا یک نپسہ دانہ ز آب و خاک  
سالہا باید کہ تا یک سنگِ اصلی ز آفتاب  
عمر ہا باید کہ تا یک کودکے از روتے طبع

دور ہا باید کہ تا یک مرد حق پیدا شود

بازید اندر حُسنِ اسماں یا اویس اندر قرن

دیکھئے! ان کیف اور حقائقِ افروز اشعار میں حکیمِ سنائی نے مرد حق کی تخلیق کو کس طرح قضا و قدر کا مادرِ شاہکار قرار دیا ہے۔ وہ فرما رہے ہیں کہ مٹی بھرِ شمش کو کسی درویش کا غرقہ یا کسی جانور کی رسی بننے میں کئی روز درکار ہوتے ہیں، دُوی کا کالا آب و خاک کی نشوونما سے کل کر مہینوں میں کسی شاہدِ دلنواز کی عجب یا کسی شہیدِ ناز کا کفن بنتا ہے۔ ایک سنگ جو ہر وار کو سالہا سال کا عرصہ چاہیے کہ غورِ شید کی ضیا پاشی اُسے لعل بدخشاں یا حقیقِ مین میں تبدیل کر دے۔ اور ایک طفلِ روشن طبع ایک عمر بسر کرنے کے بعد کہیں اچھا عالمِ دین یا شیریں سخن شاعر بنتا ہے۔ لیکن

زمانہ پر گردش کے کئی دور گزر جاتے ہیں تب کہیں ایک ایسا مرد حق پیدا ہوتا ہے جیسے خراسان میں بازید یا قرن میں اویس۔

ہمارے حضرت قبلہ عالم قدس سترہ قدرت پروردگار کی اسی قبیل کی ایک نادر تخلیق تھے۔ سرزمین ٹھووار اور شمالی پنجاب میں میدان علم و عرفان کے کئی شاہسوار منظرِ شہود پر آئے اور خود حضرت کا خاندان فلک نشان بھی ایسے تابداتساروں سے کبھی خالی نہیں رہا مگر جس طرح اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت کی ذات کو آسمان ارشاد پر مہرِ منیر بنا کر آفاقی اور عالم گیر انوار و آثار سے روشن فرمایا اور ایک جہان کی رہنمائی کا باعث بنایا، اُس کی مثال اس دور میں نہیں ملتی۔

## جمالِ ظاہری کی کرامتِ اولین

باطنی حُسن کے پرتو سے اس بطلِ جلیل کا ظاہری جمال بھی فطرت اللہ کے اعجاز اور حجتہ اللہ علی الخلق کا عنوان بن کے رہ گیا تھا جو آپ کی اولین زندہ اور واضح کرامت تھی۔ دیکھنے والے پہلی نظر میں گرویدہ ہو کر دست بوسی اور دامن بوسی کے لیے هجوم کر کے بڑھتے اور ایسا معلوم ہوتا جیسے اُن کے دلوں میں نور و سرور کا غزانہ بھر گیا ہے۔ گویا سَيِّدُ جَعَلَ لَهَا لَوْنًا وَذَاتًا لِيُغَيِّرَ اور فَادَاكَ رُؤْيَا اَذْكُرْ کھڑکی تفسیر ہو رہی ہے۔

اس تسخیر اور تنویر کی دامن کش اور دل ربا گرفت سے حاضرین کا کوئی طبقہ نہ بچتا تھا۔ ارادت مند اور نووارد، عوام اور خواص یکساں شکار تھے۔ بلکہ غیر مسلم بھی اثر لیے بغیر نہیں رہتے تھے۔ ایک بار مدرسی ہندوؤں کا ایک وفد اپنے طور طریقہ پر ہاتھ جوڑ کر پر نام اور سلام کر کے مجلس سے باہر آیا تو اُن کا سربراہ یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ واہ! کیا پر تاپ ہے۔

## اس کرامت پر جان کی قسم کھانے والے

اس کرامت جمیل پر جان کی قسم کھانے اور بازی لگانے والے بہت تھے۔ ان کا ایک پورا قافلہ اس دربار میں آباد ہو گیا تھا بعض بچپن میں شکار ہوئے اور یہیں مزار پائے۔ کئی گھر بار چھوڑا اور نسبتیں توڑ کر عمر بھر ہجر در ہے اور کچھ ابھی تک اُن کی یاد کو دل میں بسائے ہی رہے ہیں۔ ابھی حال میں حضرت کے عرس پر جب حاجی محبوب علی قوال نے آپ ہی کا یہ مصرعہ اُٹھایا:

کالی زلف تے اکھستانی اے

تو روضہ پاک کی پائنتی میں آپ کا ہم عصر ایک مہر شخص تڑپنے لگا۔

أَمِنْ تَذَكَّرِ جِئَانِ بِذِي سَلَمٍ

(قصیدہ بُردہ)

مَزَجَتْ دَمْعًا جَدِي مِنْ مُقْلَةٍ بِدَمٍ

آج دن یاد پئے اوہ جانی جیڑے وچھڑے ذی سلم دے

(مہر محمد نواز خان خج پھولال)

اکھیاں تھیں کیوں جاری ہوئے ٹوئیں آنسو غم دے

جناب سید امیر الدین صاحب قدوائی لاہور کے ایک مقتدر وکیل اور وسیع النظر پروفیسر ہیں تقسیم ملک پر یو۔ پی سے ہجرت کر کے پاکستان آ گئے تھے۔ داتا دربار کے حاضر باش اور سید ہونے کے باوجود پیروں فقیروں کے معاملہ میں کچھ آزادی خیال واقع ہوئے ہیں۔ مجلس میں ہمارے حضرت کا ذکر آ گیا تو اچانک ایک جھرجھری لی اور کہنے لگے سبحان اللہ کیا پیارا نام پایا ہے۔ مہر علی۔ شاہ۔ دل ٹھاس سے بھر گیا۔ اولیائے قریب میں ہی نام ہے جو مجھ پر وجدانی کیفیت طاری کر لے ترجمہ اللہ الرحمن و تعالیٰ ان (اپنے پاک باز بندوں) کے لیے محبت اور مودت کے جذبات (لوگوں کے لوں میں) پیدا کر دیں گے۔ علم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔



دیتا ہے میں نے صرف نام ہی سنا ہے جن لوگوں نے زمانہ پایا ہوگا معلوم نہیں تاب جمال کا حوصلہ کہاں سے لائے ہوں گے۔  
حضرت مولیٰ سنا محمد غازی صاحبِ حرم کعبہ شریف میں بحث کرنے آئے تھے، صورت دیکھتے ہی دل ہار بیٹھے اور  
گریہ طاری ہو گیا۔ پھرستقل طور پر ساتھ منسلک ہو گئے۔

حضرت فقیر محمد امیر صاحب (کوٹ اٹل) وحدت الوجود کی منزلوں میں برسوں سے سرگردان اور خانہ بدوش تھے۔  
حاضر ہوئے تو پہلی نگاہ میں منزل مقصود کو پہنچ گئے۔

جناب مولیٰ سنا غلام محمد صاحب شیخ الجامعہ سے حضرت کے کمالات پر سوال ہوا تو فرمایا: واللہ! میں تو اُس زلف  
گرہ گیر کا اسیر تھا۔ میری نظر تو عمر بھر اُس جمالِ دلآرا سے اٹھ کر کسی اور کمال کی طرف جا ہی نہیں سکی۔  
یہ حضرات منازل وجود و تنزیہ کے سارین میں شمار ہوتے ہیں مگر ان کو تشبیہ و تنزیہ کی ساری کیفیتیں اسی جمالِ شبیہ و  
تعیین میں ہم عنان و ہم نفس نظر آئیں کہ

خدا چہ صورتِ ابروئے دلربائے تو بست

کشاہ کارِ من اندر کرشمہ ہائے تو بست

ان کرشمہ ہائے دلربا و کار کشا کے متعلق تحدیثِ نعمت کے طور پر حضرت خود فرماتے ہیں۔

از لطفِ خلاقِ زماں، دارِ ہم تما سازِ جہاں

وضعِ دگر، طرے دگر، ذوقِ دگر، شوقِ دگر

حضرت ایک آئینہ دیکھ رہے تھے۔ ملک سلطان محمود صاحب کمرہ میں چلے گئے تو مسکرا کر فرمایا: میں اُس صورت کو دیکھ  
رہا تھا جس کے صانع نے اپنی حسنِ صنعت پر چار چیزوں، التَّيْنِ وَالزَّيْتُونِ وَطُورِ سَيْنِينَ وَهَذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ  
کی قسم کھائی ہے۔

اصل میں یہ جمالیاتِ صورتِ اُس جلوۂ حقیقت کا پر تو ہیں جسے لباسِ بشریت میں مستور کر دیا گیا ہے اور جسے تابِ نظارہ  
کی وسعتیں اپنے اپنے طرف کے مطابق زیادہ سے زیادہ بے حجاب دیکھ پاتی ہیں۔ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت باوجودِ مدظلہ العالی  
پراسِ شعر کے معنی اور مفہوم اُس رات کھٹے تھے جب حضرت کا تاؤت شریف باہر نکالا گیا تھا اور اس کے ایک شکاف نے  
دعوتِ نظارہ دی تھی تو وہ کیفیت سامنے آئی کہ بجلی میں وہ چمکتی، نہ سورج میں وہ نور ہے

بجدا کہ رشکِ آید بد و چشمِ روشنِ خود

کہ نظرِ دروغ باشد بہ چنیں لطیفِ روئے

یہاں سے اُس جلوۂ حسن کی کچھ خبر ملتی ہے جس کے نظارہ نے حضرت سلطان العارفين با زید رحمۃ اللہ علیہ کو اس قدر محو  
کر رکھا تھا کہ کسی اور طرف دیکھنے کو فرصت یک نظر بھی نہ تھی۔ آپ کے شیخ حضرت سید جعفر بن امام کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے  
ایک بار طاوہ سے کتاب مانگی تو جواباً دریافت کیا: کون سا طاوہ؟ اس پر جب شیخ نے فرمایا:۔  
درجہ زس لہا میکنی ایں طاق بر سر پدائے بینی؟

تو عرض کیا:۔  
زاں دم کہ بخد متِ حضورم از کثرتِ جلوہ غرقِ نورم

من فرصت یک نظر نیام  
 هر لحظه نگاه من بسویت  
 کز حسن شما نظر بستام  
 چشم من و آفتاب رویت  
 از غیر وجود تو خبر نیست  
 جز تاب رخت بکس نظر نیست  
 مجبور ز جذب حسن یارم  
 دارم نظره و نظره دارم

## علوم لدنیہ کی کرامت عظیمہ

حضرت کی دوسری عظیم الشان کرامت آپ کے علم سیکر ان کی وہ خدا واد دولت تھی جو ہر وقت جلو میں دست بستہ حاضر رہتی کہ جس طرح چاہتے تصرف میں لے آتے جس کے درہائے آبدار تصنیفات اور طغوظات میں بکثرت بکھرے نظر آتے ہیں۔ حضرت حاجی رحمت اللہ صاحب کیرانوی مہاجر مکی مفتی عرب و عجم نے جن کے حضور میں عیسائی دنیا کے مشہور مناظر فند کو آگرہ میں لا جواب ہو کر تحریری شکست نامہ پیش کرنا پڑا تھا حضور کے اس غرینہ کو علم لدنی قرار دیا۔ پشاور کے قاضی قدرت اللہ (اور افغانوں کے قاضی قدرو) صاحب کو جو ہر سال ٹوک افغان و خراسان و عظم کہنے جاتے تھے مناظرہ سماع کے بعد اس علم کے سامنے دست بیعت و راز کرنا پڑا۔ اور ہندوستان کے نامور مناظر مولانا نذیر احمد صاحب انیسٹروی کو کلیہ شریفین میں اس علم کے حصول کے لیے زانوئے تلمذتہ کرنے کی استدعا کرنا پڑی۔

## شرف نسب کی سرمدی کرامت

جمال صورت اور فضل علم کے علاوہ عنایت ازلی نے حضرت کو شرف نسب کی سرمدی کرامت سے سرفراز فرمایا تھا۔ آپ والد ماجد کی طرف سے حسنی جیلانی اور والدہ ماجدہ کے ننھیال کی جانب سے حسینی بخاری سید ہیں جن پر اللہ کے فضل کی یہ انتہا ہے کہ تہجد کے دونوں اہل پڑھ کر ہی سو رہیں تو شب بھر اُمت کا درود و صلوة ان کے فردات حساب میں رُج ہوتا رہتا ہے۔ لیکن عالم اسلام کا یہ ہر وقت سلام ان حضرات کو بستر راحت پر چین ہی کب لینے دیتا ہے؟ عنایت ازلی اور جذبہ وجود و سخا کی دراشت ان کے ذوق و شوق اور مناجات کو ہر دم نئی تازگی اور وسعت عطا کرتی ہے اور استطاعت خدمت دین اور انتفاع اُمت مومنین کے لیے ان کی تربیت فرماتی ہے۔ مولانا غلام محمد شیخ الجامعہ بہاولپور نے لکھا ہے کہ حضرت نے تیس برس عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا فرمائی عشاء کی نماز پڑھ کر مراقبہ فرماتے تو ذکرِ خفی میں عضو بدن تو کجا، سر کو بھی حرکت نہ ہوتی تھی۔

## صلہ اُمت کی بشارت

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز کے متعلق خیال ظاہر فرمایا ہے کہ آپ نے وحدت الشہود اور وحدت الوجود میں یہ فرما کر اتصال پیدا کیا ہے کہ حق تو شاہراہ شہود ہے مگر وحدت الوجود والوں کو غلبہ حال میں اپنا مسلک حق نظر آتا ہے جس میں وہ معذور ہوتے ہیں۔ اور اس طرح حضرت مجدد علیہ الرحمۃ پر حدیثِ صلہ کی پیش گوئی صادق آتی ہے لیکن اگر اس حدیثِ پاک میں صلہ سے مراد واقعی ان دو مسلک کے درمیان اتصال پیدا کرنا ہے تو حضرت



مجدد کے فرمان سے ہمارے حضرت قبلہ عالم قدس بترہ کا یہ ارشاد لفظِ صلہ کے مفہوم سے زیادہ قرین معلوم ہوتا ہے کہ وحدت الشہود نفس ایمان ہے اور وحدت الوجود کمال ایمان حضرت نے اپنی کتاب "تحقیق الحق" میں بدلائلِ یغیہ اس امر کو ثابت فرمایا ہے۔

## قادیانیت کا مُتبادلہ

قادیانیت جیسی جسور تحریکیں اور اس قبیل کے مدعیانِ نبوت روزِ روز پیدا نہیں ہوتے اور نہ ہی ایسی تحسہ کیوں کو ترقی کے لیے ایک غیر اسلامی حکومت کی مرتبہ نہ یا کم از کم روادار نہ فضا اور عصرِ جدید کے وسیع ذرائع نشر و اشاعت اور رابطہ عوام و تنظیم کے ایسے آسان اور ملک گیر وسائل اس سے قبل کبھی دستِ آئے تھے جو اس تحریک کو نصیب ہوئے۔ اس کے باوجود اگر برطانوی ہند میں جو دنیا بھر میں قادیانیت کے لیے نشوونما کا واحد سازگار میدان تھا کسی مردم شماری میں اس کے پیروؤں کی تعداد نصف لاکھ یعنی یہاں کے مسلمانوں کی تعداد کے اعشاریہ پانچ فی صد اتنا تک بھی نہیں پہنچ سکی تو یہ امر ہمارے حضرت کی فتحِ عظیم کا واضح ثبوت ہے جن کو اگست ۱۹۰۷ء کے معرکہ لاہور میں تمام اسلامی فرقوں کے زعماء نے قادیانی مخالف اپنا پیشوا تسلیم کیا تھا۔

یہ صحیح ہے کہ اس فتنے کی ابتدا سے آج تک بہت سے فضلاء عصر نے اس محاذ پر دوا و جہاد دی ہے لیکن اتنا بڑا معرکہ اور میدان اور خود بانی تحریک کی زندگی میں اُس کے خلاف سوادِ عظیم کی طرف سے ایسا متفقہ قیام نہ اور نہ ایسا مقام کسی اور صاحب کو حاصل نہیں ہوا۔ اور نہ ہی ہماری نظر سے کسی اور بزرگ کا ایسا دعویٰ گذرا ہے جیسا کہ حضرت نے اپنی تصانیف اور ملفوظات میں بیان فرمایا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار سے آپ کو اس کا ردِ دین پر مامور فرمایا گیا تھا۔ پس آپ کی یہ کرامتِ عظیمہ اسی نسبت سے ہی بے نظیر اور لا جواب متصور ہوگی۔

## گاندھی ازم کا سدِ باب

قادیانیت کے بعد گاندھی ازم کے غیہ اسلامی طوفان کے سدِ باب کے لیے حضرت کا اقدام مسلمانانِ برصغیر کے حق میں کچھ کم مفید ثابت نہیں ہوا۔ تحریکِ خلافت کے بعض پُر جوش رہنماؤں نے گفتِ کانگریس کی درپردہ سازش کا شکار ہو کر شمال مغربی ہند کے موجودہ پاکستانی ممالک سے ہجرت کے ذریعے مسلمانوں کے انخلا کی بات کر دی حتیٰ اخبارات اور مسلمان کانگریسی لیڈروں کی تقاریر نے ملک میں ہیجان برپا کر دیا تھا۔ سندھ، پنجاب اور سرحد سے ہزاروں مسلمان اپنی اموال و اطلاق بیچ کر افغانستان کو سدھار چلے گئے۔ کانگریس نواز جمعیتِ العلماء ہند کے فتاوے کے پیش نظر مسلمانوں کو اپنے وطن میں رہنا گناہِ عظیم نظر آنے لگا تھا اگر حضرت اس ہجرت کو غیر شرعی اور مُضر قرار نہ دیتے تو مہاجرین کی تعداد لاکھوں تک پہنچ جاتی۔ اخباروں، سیاسی لیڈروں اور خلافتی علماء نے آپ کے اس موقف کی شدید مخالفت کی حتیٰ کہ بعض کم سواد مریدوں کا اعتقاد بھی متزلزل ہونے لگا۔ ایک نے منہ مٹری سے اخبارات کو بیان دیا کہ تحریکِ خلافت پر حضرت کے مخالفانہ مسلک کی وجہ سے اُس نے ابوالکلام سے بیعت کر لی ہے۔ ایک اور نے ہزارہ سے لکھا کہ ہم تو دین کے لیے ہجرت کر رہے ہیں آپ کو وطن نصیب رہے۔ مگر مخالفت کے اس طوفان میں حضرت قبلہ عالم قدس بترہ کو وہ وقار کی طرح اپنے موقف پر قائم رہے اور پوری عزیمت اور استقامت کے ساتھ تحریکِ ہجرت اور ہندو مسلم ہم قومیت کے کانگریسی خلافتی نظریے کی ترویج فرماتے رہے۔ آپ کو یقین تھا کہ انشا اللہ یہ تحریکیں



ناکام رہیں گی۔ چنانچہ جمعیتہ العلماء اور خلافت اور مسلم پریس اور پیٹ فارم کے تمام سرکردہ اراکین بالآخر ایک ایک کر کے حضرت کے مسلک پر واپس آ گئے۔

## استقرار پاکستان میں حضرت کے افادات اور برکات کا حصہ

بلاشبہ ہمارے حضرت کے اس غیر متزلزل موقف کا اعتراف کہ ہندو اور مسلمان دو الگ قومیں ہیں اور ان کا آپس میں تعاون ممکن نہیں، پاکستان کو وجود میں لانے کا باعث ہوا۔ اور کچھ تعجب نہیں کہ ملت کے احساس عمومی کی یہ رہنمائی آپ کے ہی خداداد روحانی تصرف کا ثمرہ ہو، اور یہ خداداد استقرارِ سلطنتِ اسلامیہ اسی قطبِ دوران کی کرامتِ استقامت اور اسی غوثِ زمان کے انعامِ قدسیہ کی برکات کا انعام ہو۔

## پاکستان کے لیے دُعا

مولوی ظفر علی خان صاحب حضرت کے ساتھ اپنی تاریخی ملاقات میں جب خلافت اور ہجرت کی بحث میں کامیاب ہوئے تو ذہنِ سنا نے انہیں ایک کام کی بات سمجھائی۔ عرض کیا: میں تو اس دربار میں ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے سلطنت مانگنے آیا ہوں۔ فرمایا: میں دُعا کرتا ہوں، آپ بھی میرے ساتھ دُعا میں شریک ہوں۔ اور خاص توجہ سے دُعا فرمائی۔ اس ملاقات کی تفصیل بابِ پنجم میں اپہلکی ہے۔

## پاکستان کی پیش گوئی

میاں محمد سعید صاحب قریشی افسرِ جیل خانجرات بیان کرتے ہیں کہ عالمِ استغراق کے دوران ایک روز حضرت قبلہ عالمِ قدس سترہ نے جنابِ میاں محبوب عالم صاحب اور میرے روبرو فرمایا تھا کہ عنقریب اس ملک میں سب مسلمان ہوں گے اور مشرق کی طرف ہاتھ اٹھا کر فرمایا کہ اُس طرف کے مسلمانوں کو مصیبت پیش آئے گی۔ چنانچہ ۱۹۴۷ء میں تقسیمِ ہندوستان پر ایسا ہی وقوع میں آیا۔

## ۱۹۶۵ء کی جنگِ ہندوستان کے متعلق خواب میں قبلِ ان وقت فتحِ پاکستان کی بشارت

سید طاہر حسین صاحب عبداللہ پوری (ضلع شیخوپورہ) جو حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری کے مُرد اور خاندانِ نقشبندیہ کے ایک مقبول درویش ہونے کے علاوہ حضرت قبلہ عالمِ قدس سترہ کی ذات سے غائبانہ ارادت رکھتے ہیں، ماہِ ربیع الثانی ۱۳۸۵ھ (اگست ۱۹۶۵ء) میں عرسِ شریف حضرت غوثِ الاعظم کے موقعہ پر گولڑہ شریف حاضر ہوئے۔ اور خواب میں حضرت قبلہ عالمِ قدس سترہ کی زیارت سے مشرف ہونے کا واقعہ بدیں تفصیل بیان کیا کہ میں دیکھتا ہوں حضرت قبلہ عالمِ گولڑوی قدس سترہ ایک بلند مقام پر تشریف فرما ہیں اور وعظ فرما رہے ہیں۔ آپ کے برابر شیخ پرپانچ اور حضرات کرسیوں پر رونق افروز ہیں۔ سامنے میدان میں بے شمار مسلمان حاضر ہیں اور وعظ سن رہے ہیں، میں بھی ان میں شامل ہوں۔ حضرت آیتِ سبحان الذی اَشْرٰی بِعَبْدِہٖ اَکْبَرًا کی تفسیر بیان کر کے خاتمہ سخن پر فرماتے ہیں کہ انشاء اللہ العزیز اللہ سبحانہ و تعالیٰ پاکستان کو فتح عطا فرمائے گا۔ اُس وقت ایک شخص



پاس سے مجھے اُن پانچ کُرسی نشین حضرات کی نشان دہی کر کے بتاتا ہے کہ وہ صدر نشین حضور غوث الاعظمؒ ہیں۔ اور اُن کے ارد گرد حضرت خواجہ غریب نواز جیمیری، خواجہ قطب الدین بخت یار کاکی، خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر اور خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الہی رحمہم اللہ علیہم تشریف فرما ہیں۔

اس خواب کے چند روز بعد حکیم ستمبر کو افواج پاکستان کے ساتھ کشمیر کے محاذ پر ہندوستانیوں کی جنگ چھڑ گئی۔ اور ۶ ستمبر کو بھارت نے پاکستان پر بھرپور حملہ کر دیا۔ ہر محاذ پر اللہ تعالیٰ نے پاکستانی افواج کو حیرت انگیز فتوحات عطا فرمائیں۔ حالانکہ تعداد اور اسلحہ کے لحاظ سے ہندوستانیوں کو کم از کم پانچ گنا اکثریت حاصل تھی۔ غیر ملکی مبصرین کی نظر میں بھی ہندوستان کو دس گنا زیادہ جانی، مالی اور ملکی نقصان اٹھانا پڑا۔

## حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمانہ کے ولی سے خدمت لے کر اُمت کی کار سازی فرماتے ہیں

حضرت شیخ اکبر کا فرمان ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمانہ کے ولی سے خدمت لے کر اُمت کی کار سازی فرماتے ہیں۔ چنانچہ تشکیل پاکستان کی تاریخ میں اس رُوف کی حیثیت کار سازی کے نشانات قدم قدم پر پڑتے ہیں۔ چودھری رحمت علی صاحب کے دماغ میں اس مملکت خُداداد کے نام کا تعین، علامہ اقبالؒ کے دل میں شرہ برس پہلے اس کے مت م کا تصور، قائد اعظم محمد علی جناحؒ کا سیاسی انقلاب، اقلیتی صوبوں کے مسئلوں کا سرفروشانہ اِشعار، نواب صاحب بھوپال کے سامنے گاندھی جی کی ایک جذباتی لہجہ میں تقسیم ہند کے لیے تحریری رضامندی اور پھر پشیمانی، بلینک چیک کی پیش کش پر سکتوں کی شمولیت پاکستان پر آمادگی اور پھر انکار اور اس میں پاکستان کی سالمیت کا تحفظ اور اسی طرح کے کسی دیگر خطرناک مراحل اور مسائل کی عقدہ کشائی اور رہنمائی، ان تمام امور اور اسباب کی تہیں دُبی کریا نہ شفقت اور حفاظت ہی تو کار فرما تھی اور گویا متعلقہ صاحب خدمت سے کام لے رہی تھی۔

## مہرِ عالم کے جلووں کا عکس

اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایت سے حضرت قبلہ عالم قدس سترہ اس برصغیر میں ولایت کبریٰ کے جس عالی مقام پر ممکن تھے اُس کی باطنی ہمت اور وسعت کے لیے ایسی ہی مہمات اور عظیم امور کی عملی تکمیل شانِ شانِ مہی کچھ بعید نہیں کہ علامہ اقبالؒ پر جب یہ شعر وارد ہو رہا تھا تو رُوح تحت الشوریٰ میں اسی مہرِ عالم کے جلووں کا عکس لے رہی ہو۔

دُورِ ام مہرِ سیہ آن من است صد سحر اندر گریبان من است

اب پاکستان کے دار الخلافہ کا منتقل ہو کر اسلام آباد کے نام سے حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کے براہِ راست مقام ولایت کے سارے میں آباد ہو جانا انشاء اللہ مزید برکات کا پیش خیمہ ثابت ہو گا۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل اور اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ عاطفت اس مملکت اور اس کے اہالیان اور ارباب حکومت پر دائم و قائم رکھے اور اسے صحیح معنوں میں اسلامی سلطنت بنادے۔ آمین اہل پاکستان کو اس نعمت کا شکر ادا کرتے ہوئے اسلام کی سر بلندی کے لیے کمر بستہ ہو جانا چاہیے ورنہ ناشکری کا انجام بُرا ہوتا ہے۔

## اس ولایت کبریٰ کی وسعت

حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کی ولایت کبریٰ کی وسعت اور ہمہ گیری پر یہ چند مصدقہ واقعات ملاحظہ ہوں جن میں سے بعض



کا اعادہ یہاں قند مکہ ثابت ہو گا۔ اور واضح ہو گا کہ کس طرح اس کا خدا داد دست تصرف مہربانی اور کابل اور روس اور ہانگ کانگ، عرب و عجم اور بحر و بر میں کیساں کار فرما نظر آتا ہے۔

## حضرت سیدعلی شاہ صاحب کے مکاشفات

باب چہارم زمانہ جذب و سیاحت میں پہلے درج ہو چکا ہے کہ حضرت سیدعلی شاہ صاحب (وندہ شاہ بلاول) نے بھی اسی سال حج کیا تھا جس سال حضرت قبلہ عالم قدس سترہ نے ادا فرمایا تھا۔ ان سید صاحب سے جناب مولانا محمد غازی صاحب اور حضرت سید چان شاہ صاحب (جانب) نے روایت بیان کی ہے کہ میں نے یہ معلوم کرنے کے لیے کہ اس سال رئیس الحج ہونے کا شرف کس ولی اللہ کو نصیب ہوا ہے حرم کعبہ میں مراقبہ کیا تو دیکھا کہ بیت اللہ شریف جناب پیر صاحب گولڑہ شریف کی طرف متوجہ ہے اسی طرح میدان عرفات میں نگاہ کی تو آپ ہی لوگوں کے حج بارگاہ رب العزت میں پیش کر رہے تھے۔ چنانچہ میں سمجھ گیا کہ اس سال آپ ہی اس منصب عالی پر فائز ہوئے ہیں۔

## حضرت سید عباس علی شاہ صاحب بخاری (ساندہ خورد) کا خواب

حضرت پیر سید عباس علی شاہ صاحب بخاری جن کا روضہ مبارک ساندہ خورد (مضافات لاہور) میں زیارت گاہ عوام و خواص ہے ایک بڑے شیخ طریقت اور مقبول بزرگ تھے۔ اوائل عمر میں ہی تلاش حق میں اپنے وطن بخارا سے نکل پڑے تھے۔ مدتوں گننام رہ کر جنوبی ہند کے شہروں میں مجاہدہ اور ریاضت میں غمر بسر فرمائی۔ آنجناب نے ۱۴۔ مارچ ۱۹۴۴ء کو لاہور میں ہمارے حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کے عالم گیر تصرفات کا یہ خود آزمودہ واقعہ ملک محمد خدابخش ثوانہ سے بیان فرمایا کہ مہربانی میں برسات کی ایک سخت سرد رات میرے گھر کے دروازے پر دستک ہوئی، دیکھا تو ایک شکستہ حال مجذوب پانی میں تریتر کھڑا کانپ رہا تھا۔ کہنے لگا چائے پلاؤ۔ کوئی دو بجے کا وقت تھا۔ اسنو پرچائے بنا کر پیش کی جو وہ پی کر چلا گیا۔ جیسے ہی پھر میری آنکھ لگی ایک بزرگ نے خواب میں فرمایا: آپ نے تکلیف اٹھا کر میرے فقیر کو چائے پلائی ہے جس کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں جاگ کر پھر سویا تو پھر وہی خواب دیکھا کہ وہ بزرگ فرما رہے ہیں۔ میرے فقیر کو چائے پلائی ہے شکریہ۔ میری آنکھ پھر کھل گئی اور ان بزرگ کی صورت دماغ پر نقش ہو گئی۔ پھر سویا تو سب بارہ وہی خواب آیا۔ میں بیدار ہو کر اپنے شغل میں مصروف ہوا مگر دل ان کی زیارت کے لیے بے قرار تھا حالت وہ تھی جسے پہلی نظر میں عشق کہتے ہیں۔ اُس مجذوب فقیر کی تلاش کی گروہ نہ ملا۔ چند روز صبر کیا، پھر تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ دکن، بنگال، بہار، یوپی، اجمیر اور آخر میں پنجاب، جہاں بھی کسی بزرگ کا نام سُن پایا وہیں پہنچا مگر گوہر مقصود ہاتھ نہ آیا۔ گو تصور میں ہر وقت وہ جمال صورت موجود تھا۔ بالآخر مائوس ہو کر لاہور سے واپس جا رہا تھا اور مہربانی کا ٹکٹ بنوایا تھا کہ اتنے قافلہ فارم پر ایک صاحب سے ملاقات ہو گئی میرا حال سُن کر پوچھا۔ گولڑے کئے ہوئے ہیں نے گولڑہ کا نام بھی نہیں سُننا تھا۔ کہنے لگے۔ راوینڈی سے اگلا اسٹیشن ہے۔ چنانچہ مہربانی کا ٹکٹ واپس کر کے گولڑہ کا ٹکٹ بنوایا۔ صبح وہاں پہنچا تو ابھی آپ مسجد میں مصروف وظائف تھے۔ میں نے صحن میں قدم رکھا ہی تھا کہ مسجد کے اندر سے آواز آئی۔ مولانا صاحب! آجائے۔ آگے چلا تو پھر آواز آئی۔ شاہ صاحب! تشریف لائے۔ اور جب حاضر ہوا تو اٹھ کر معافہ فرمایا اور کہا۔ سید صاحب! علیکم السلام ورحمۃ اللہ تعالیٰ۔ وہی مقصود نظر صورت سامنے تھی اور میں تعجب کر رہا تھا کہ میرے بخارا اچھوٹنے کے بعد کسی فرد بشر کو معلوم نہ تھا کہ میں سید ہوں۔ آج پہلی مرتبہ



مجھے سید کہہ کر پکارا جا رہا ہے۔ حضرت سید عباس علی شاہ صاحب نے کچھ روز قیام فرمایا اور اپنا گوہر مقصود حاصل کرنے کے بعد واپس چلے گئے۔

## انقلاب افغانستان میں شہر کابل کی نگہداشت

حافظ غلام صدیقی صاحب مرحوم جو حاجی سیٹھ کریم بخش صاحب (پشاور) کے مانوں زاد بھائی تھے اور خواب میں حضرت خواجہ غریب نواز اجمیریؒ کے اشارہ پر حضرت قبلہ عالم قدس برترہ کے مرید بنے تھے بیان کرتے تھے کہ والد صاحب نے جنوبی افغانستان میں حکومت سے جنگ کی لکڑی کا ٹھیکہ لیا تو میں نے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا چاہی۔ آپ نے فرمایا: کیا ابھی وہاں امن ہے؟ کچھ عرصہ بعد پھر حاضر ہوا تو آپ نے وہی سوال دہرایا۔ اُس وقت تک بظاہر افغانستان میں امن و امان تھا۔ لیکن چند ہی دنوں بعد بچہ ستھ نے حملہ کیا اور امیر امان اللہ خان شہر کو گھیر لیا جس کے متعلق والد صاحب کا خط لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمایا اللہ پاک تمہارے عزیزوں کو جو کابل میں ہیں محفوظ رکھے اور شہر ٹوٹ مار سے بچا رہے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ۱۹۳۱ء میں میں کابل میں ایک روز دوستوں کے ساتھ ایک مشہور مجذوب کی زیارت کو گیا۔ مجذوب کسی کو نزدیک نہیں آنے دیتا تھا۔ سنگ باری کرتا تھا۔ مجھے کچھ نہ کہا بلکہ فرمایا: ”بخیر آمدید جوڑ ہستید بر امان خدا“ کابلی طعنہ زنی کرنے لگے کہ ہمیں تو پتھر مارتا ہے اور پشاور کی کے ساتھ یہ سلوک! کہنے لگا: ”بچہ خرا! اس کس دست بدست کے دادہ است کہ یک وقت شہر شمارا نگاہ کر دے۔ ورنہ پورے شدید وزن ہائے شمارا ستوی مے بُردند“ یعنی اس شخص نے اُس شخص کے ہاتھ میں ہاتھ دیا ہوا ہے جس نے ایک وقت تمہارے شہر کابل کی نگہداشت فرمائی۔ ورنہ تم لوگ تباہ و برباد ہو جاتے اور تمہاری عورتوں کو بچہ ستھ کے لشکر اٹھالے جاتے۔

## ملا صاحب ہڈہ کی غزائیں نظر آنا

حاجی محمد زین صحاف (پشاور) روایت کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت قبلہ عالم قدس برترہ دیوان خانہ میں تشریف رکھتے تھے ایک افغان آیا اور پشتو میں باتیں کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا: اس سے پوچھو کیا چاہتا ہے۔ اُس نے اپنا ایک چشم دید ماجرا بیان کیا۔ میں نے اس کی پشتو کا ترجمہ آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ کہتا ہے کہ انگریزوں کے ساتھ ملا صاحب ہڈہ کی غزائیں آپ کو میں نے مشکلی گھوڑی پر سوار دیکھا ہے۔ آگے آگے آپ تھے آپ کے پیچھے ملا صاحب تھے اور اُن کے پیچھے غازی تھے حضرت صاحب نے فرمایا منشی صاحب یہ دیوانہ (لٹو) ہے۔ اس کو چپ کر دو۔ مگر وہ خدا کی قسم کھا کر کہتا تھا کہ میں نے آپ کو وہاں دیکھا ہے اور یہاں بھی آپ موجود ہیں۔

## حل مشکلات کے لیے مدینہ منورہ سے ایک تار

حضرت سیدنا احمد عطاء مدنی دام فیضہ نے جن کے بعض مبارک حالات کسی پچھلے باب میں درج ہو چکے ہیں۔ ایک مرتبہ مدینہ شریف سے حضرت قبلہ عالم قدس برترہ کے نام پر اجنٹ ٹیلیگرام بھجواتی تھی۔ حالانکہ اس سے بہت پہلے حضرت کا وصال ہو چکا تھا۔ جب حضرت بابو جی مدظلہ العالی سے ملاقات ہوئی تو بیان فرمایا کہ ایک سخت مہم درپیش تھی جو تار کی روانگی کے بعد بفضلہ تعالیٰ حل ہو گئی۔ اور فرمایا کہ عرصہ ہوا ایک عرب سلطنت کا وزیر بادشاہ کے عتاب میں آگیا تھا جس نے حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کے نام پاک پر مدینہ شریف تار بھویا تھا اور اپنے درجہ پر بحال ہو گیا تھا۔ یہیں دُہی مثال یاد تھی جس پر حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کے نام نامی پر تار بھوانے کا خیال پیدا ہوا۔

## ایران میں اُونگھتے مُرید کو اشارہ کر کے لاری کے حادثہ سے بچا لیا

حاجی محمد ایوب صاحب ٹھٹی (پشاور) رات کے وقت ایران میں سفر کر رہے تھے نیند کے غلبہ میں اُونگھ رہے تھے خواب میں دیکھا کہ حضرت قبلہ عالم قدس سترہ فرما رہے ہیں۔ "لاری کو روکو آگے گڑھا ہے۔" اُنہوں نے فوراً لاری کو روکوا لیا اور اُتر کر دیکھا تو جھڑ چند گز کے فاصلہ پر سامنے ایک بہت بڑا گڑھا موجود تھا۔

## مُرید کو اشارہ کر کے دُوبنے والے جہاز سے بندرگاہ پر اُتر والیا

حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کا دامنِ حفاظت آشناؤں اور مُریدوں پر آسمان کی طرح ہر زمین اور ہر صفت پر سایہ فگن رہتا ہے۔ خان صاحب غلام رسول خاں ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ مرکزی خفیہ پولیس برطانوی ہند کو بحری جہاز کے سفر میں خواب میں فرمایا کہ اگلے کو لنک سٹیشن پر جہاز سے اُتر جانا۔ چنانچہ جب جہاز اگلی بندرگاہ پر پہنچ کر کوئلہ لینے لگا تو یہ اپنا سامان لے کر اُتر گئے جہاز کی روانگی کے دو گھنٹے بعد ایس او ایس (SOS) موصول ہوئی کہ جہاز ڈوب رہا ہے۔

## خواب میں اشارہ فرما کر قتل ہونے سے بچا لیا

اس سے کچھ عرصہ پہلے یہ خان صاحب سیالکوٹ میں کچھ سکھ ڈاکوؤں کو بطور مشتبہ بٹھا کر تفتیش کر رہے تھے ایک آ خواب میں دیکھا کہ حضرت قبلہ عالم قدس سترہ فرماتے ہیں۔ اپنی حفاظت کرو یہ سکھ تمہیں قتل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ اُٹھ کر صحنِ مکان میں ایک گھنے درخت پر چڑھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوگ برچھپوں اور کٹھاروں سے مسلح ہو کر ان کے بستر پر آئے اور اسے خالی پا کر کمروں اور غسل خانوں میں تلاش کرتے رہے۔ اور پھر مایوس ہو کر چلے گئے۔

## خواب میں اشارہ کر کے چوری برآمد کروادی

انہی خان صاحب نے ایک مرتبہ دوس میں خواب میں دیکھا کہ حضرت فرما رہے ہیں ہانگ کانگ میں تمہارے مکان پر چوری ہو گئی ہے۔ اُسی روز سفارت خانہ کی معرفت وائرلیس پر دریافت کرنے سے اس کی تصدیق ہوئی اور چوری بھی مل گئی۔ محکمہ سفارت کے افسر دونوں جگہ حیرت کا اظہار کرتے تھے۔

## سفر سے روک کر ریل کے حادثہ سے بچا لیا

حضرت کے چھوٹے بھائی جناب پیر ولایت شاہ صاحب ایک شادی میں شامل ہونے کے لیے بذریعہ ریل گاڑی سفر پر تیار تھے حضرت نے بلوا کر فرمایا کہ اس گاڑی سے نہ جانا۔ انہوں نے عرض کیا کہ نکاح اور شادی کی تقریب ہے اور یہ آخری گاڑی ہے۔ اگر میں نہ



پہنچا تو ان لوگوں کو سخت مایوسی ہو گئی مگر آپ نے تاکید منع فرما دیا اور یہ رک گئے۔ وہ گاڑی لالہ موسیٰ کے قریب ایک اور گاڑی سے نکل گئی جس سے بہت جانی نقصان ہوا۔  
ایسے واقعات میں تصرف تو دراصل اسی کارساز تحقیقی کا ہی ہوتا ہے مگر بوجہ اس کائنات کے عالم اسباب ہونے کے، اس کا ظہور وہ اپنے مقبولوں کے ذریعہ کرتا ہے۔

## اجابت دعا اور توسلین کی دستگیری

حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کی اجابت دعا اور ہمتا میں اجباب کی دستگیری کے واقعات ضرب المثل ہیں اور وصال کے بعد بھی بدستور ظہور پذیر ہو رہے ہیں جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے حضرت دیوان سید محمد صاحب پاک پن شریف کی سجادہ نشینی اور حضرت صلحیہ لودھی صاحب تونسوی کے استقرار حق کے مقدمات پر یوی کونسل تک جا کر آپ کی دعا سے ان کے حق میں فیصلہ ہوئے گولڑہ سردار محمد عظیم خان کی جائیداد کا مقدمہ چیف کورٹ تک گیا۔ اس گاؤں کے ایک فقیر صاحب نے پیغام بھجوایا کہ آپ عظیم خان کے حق میں دعا نہ کریں، کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ میں نے لوح محفوظ میں دیکھ لیا ہے کہ یہ جائیداد میرے مریدوں سے باہر نہیں جاسکتی۔ حضرت نے جواباً فرمایا۔ فقیر صاحب کو میرا سلام دینا اور کہنا کہ مجھے لوح محفوظ تو نظر نہیں آتی مگر میں اُس وقت تک اپنے اللہ کا دامن نہیں چھوڑوں گا جب تک یہ ساری جائیداد عظیم خان کو نہیں مل جاتی۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے آخر میں چیف کورٹ سے یہ ساری جائیداد عظیم خان کو مل گئی۔

امیر افغانستان، نواب صاحب بہاولپور اور وائی ریاست انب در بند کی گدی نشینی میں حضرت کی توجہ اور اعانت کے واقعات بھی پہلے بیان ہو چکے ہیں۔ میرا باد یہ کہ محمد حسین کو عین پھانسی کے تختے پر موت سے رہائی کا حکم ملا تھا۔ اس کی والدہ نے صرف ایک روز پہلے آکر فریاد کی تھی جب کہ رحم کی اپیل مسترد ہو چکی تھی۔ اس واقعہ کے متعلق اپنے ایک مکتوب گرامی میں استمداد اولیاء اللہ کے ضمن میں خود تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے اس نازک وقت میں حضور سرکار بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استغاثہ کیا تھا۔

## ابتلا کے دور ہونے کی بشارت

ملک شیر محمد صاحب ٹوانہ ولد ملک بخش خان صاحب ایک مقدمہ میں چھ سال قید ہو گئے تھے۔ اور تمام اپیلیں مسترد ہو گئی تھیں۔ حضرت نے فقیر عبد اللہ صاحب کو ملک صاحب کے خاندان کی تسلی کے لیے روانہ فرما کر بعد میں ایک نوازش نامہ بھی تحریر فرمایا جو مکتوبات طیبات میں شائع ہو چکا ہے کہ انہیں کہہ دو انشاء اللہ تھوڑے دنوں کے اندر یہ مصیبت ابتلا دور ہو جائے گی۔

اچانک ملک وکٹوریہ کا انتقال ہو گیا اور ان کے بیٹے کی تخت نشینی کی خوشی میں عام قواعد کے خلاف ملک صاحب کو رہائی مل گئی اور کچھ عرصہ بعد پہلے سے بھی بڑی ملازمت پر چلے گئے۔

## نابینا کو بصارت مل گئی

ایک روز حضرت عشا کے بعد سواری سے اتر کر مہمان خانہ کے صحن میں داخل ہوئے۔ وہاں ایک آنکھوں سے معذور



مریض موجود تھا۔ آپ نے فرمایا میں کل پاک پتن شریف کے سفر پر جا رہا ہوں تم اب واپس وطن کو چلے جاؤ میں دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ رحم فرمائے گا۔ اُس شخص نے جو نہی آپ کی آواز پہچانی اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔ آپ عبد القادر ہیں خدا کے لیے مجھے بنیائی عطا فرماؤ۔ فرمایا۔ ایسا مت کہو۔ کار ساز اور بنیائی عطا فرمانے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ ہاں جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اپنے خاص بندوں کا دل اُس طرف متوجہ کر دیتا ہے۔ یہ فرما کر آپ چلے گئے۔ اگلے روز جب یہ شخص واپس ہوا تو ریلوے اسٹیشن کے راستے میں اس کی بنیائی درست ہو گئی۔ بیٹے سے کہنے لگا میری لامٹی چھوڑ دو۔ مجھے راستہ دکھائی دینے لگا ہے میاں حیدر بخش صاحب شپتی کا بیان ہے کہ یہ واقعہ میرے سامنے ہوا تھا اور میں نے خود اس شخص کو ریلوے اسٹیشن تک خود بخود چلتے ہوئے دیکھا۔

## ایک یرینہ اپانج کی فوری شرفیابی

مضافات خوشاب کے ایک شاہ صاحب دونوں پاؤں سے اپانج و مغلوں ہو کر گولڑہ شریف آئے اور کچھ عرصہ حضرت قبلہ عالم قدس بترہ سے دعا اور دم کرتے رہے۔ وہ مسجد کے سامنے پڑے رہتے تھے اور آپ نماز کو جاتے ہوئے اکثر دم فرما دیا کرتے مگر کوئی افادہ نہ ہوا۔ آپ نے انہیں فرمایا کہ ابھی وقت نہیں آیا۔ تم فی الحال گھر چلے جاؤ، وہ تعمیل ارشاد میں چلے گئے۔ بہت عرصہ بعد سیمال شریف کے سفر میں خوشاب کے ریلوے اسٹیشن پر آپ نے انہیں گھٹنوں کے بل ریگلتے ہوئے دیکھ کر پہچانا اور فرمایا۔ آؤ شاہ صاحب وقت آگیا ہے میں دعا کرتا ہوں۔ جب ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی تو شاہ صاحب اُسی وقت سب لوگوں کے سامنے اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کے جلو میں اپنے پاؤں سے چل کر شہر گئے۔ آپ نے اپنے ایک مفلووظ میں قبولیت دعا کے اوقات اور سالک کی توجہ کا ذکر فرمایا ہے۔

ایسا ہی ایک اپانج گھوڑ (مضافات ملتان) میں بھی پیش ہوا تھا حضرت زختم سے فرمایا کہ تہجد کی نماز کے بعد مجھے یاد دلانا تاکہ اس کے حق میں دعا کی جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُسے بھی صحت دی۔

## دُعائے مغفرت کا اثر

موضع جھگیاں تھانہ خوشاب کا مستری فضل الہی جو آج کل دربار کی آٹا مشین پر کام کرتا ہے اُس کے باپ بچپن میں ہی وفات پا گئے تھے۔ چچا کے مظالم سے تنگ آ کر گولڑہ شریف چلا آیا اور یہاں بسگریں کام کرنے لگا چچا نے اس کے ساتھ اپنی لڑکی کی نسبت توڑ کر ایک اور شخص سے کر دی۔ مگر کچھ عرصہ بعد اُسے بھی جواب دے دیا۔ اُس شخص نے ازراہ انتقام لڑکی پر قاتلانہ حملہ کیا اور باپ نے لڑکی کے بیان نزع میں اس حملہ کا الزام فضل الہی پر لگوا یا تاکہ وہ پھانسی پا جائے اور یہ مرحوم بھائی کی جائداد پر بے کھٹکے قابض ہو جائے۔

حملہ سے کچھ دیر بعد لڑکی مر گئی اور اُسی روز دوپہر کے وقت گولڑہ شریف میں فضل الہی کو خواب میں نظر آئی اور کہنے لگی۔ مجھے میرا فضل منگیتہ قتل کر گیا ہے۔ اور میں نے باپ کے کہنے پر اس قتل کا الزام تم پر لگایا ہے جس کی وجہ سے میں عذاب میں گرفتار ہوں تم مجھے معاف کر دو۔ فضل الہی نے بیدار ہو کر اُسی وقت حضرت قبلہ عالم قدس بترہ کی خدمت میں اپنا یہ خواب بیان کیا اور اُس لڑکی کے لیے دعائے مغفرت کروائی۔ مرحوم نے دوبارہ اُسی رات خواب میں اگر فضل الہی سے کہا کہ تمہارے پیر صاحب نے جس وقت دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تھے اللہ تعالیٰ نے اُسی وقت مجھ سے عذاب اٹھالیا تھا۔



اگلے روز خوشاب کی پولیس فضل الہی کی گرفتاری کے لیے گولڑہ شریف پہنچ گئی مگر سب انسپکٹر پولیس نے فضل الہی کی متواتر یہاں موجودگی اور اس خواب کے واقعہ کے متعلق شہادت قلمبند کر کے اسے گرفتار نہ کیا اور واپس جا کر قاتل کو گرفتار کر کے چالان کر دیا۔

## دردِ دندان کا عجیب دم

جناب سید امام شاہ صاحب (مہر آباد تحصیل لودھراں) جو ایک جید عالم بائبل اور حضرت قبلہ عالم قدس سرف کے خصوصی متوسلین سے ہیں فرماتے ہیں کہ ایک بار مجھے دردِ دندان کی سخت تکلیف ہوئی۔ علاج سے مایوس ہو کر گولڑہ شریف چلا آیا اور حضرت کی خدمت میں پیش ہوا۔ آپ نے دم فرمایا مگر افاقہ نہ ہوا۔ دوبارہ شدت درد کی حالت میں حاضر ہوا اور دروہر سے لہجے میں کہا: حضورؐ ڈاؤھی پڑاے۔ یعنی سخت درد ہے حضورؐ نے مشفقانہ نظر فرما کر زبان مبارک سے یہی مذکورہ جملہ ڈاؤھی پڑاے۔ تین بار فرما کر دم کیا۔ مجھے اسی وقت آرام آگیا۔ میں نے اس عجیب دم کی اجازت لے لی۔ اور اب یہ جملہ میرے معمولات سے ہے کہ جس کو شکایت ہو دم کرتے ہی درد رفع ہو جاتا ہے۔

## ایک ارادت مندی تین گذارشات

میاں مشتاق احمد صاحب گورمانی سابق گورنر مغربی پاکستان کے عہد بزرگوار اور میاں محبوب علی صاحب گورمانی کے والد میاں شیخ احمد صاحب جو پنجاب کے مشہور اُمراء میں شمار ہوتے تھے بیعت کے لیے حاضر ہوئے تو گذارش کی کہ حضرت میری تین آرزوئیں ہیں (ایک) میں بلوچ ہوں، میرا اعتقاد ٹیختہ ہو جائے۔ (دوسری) زینہ اولاد نہیں، خدا تعالیٰ فرزند عطا فرمائے اور (تیسری) میری موت آپ سے پہلے ہو کہ آپ کی وفات کا صدمہ نہ دیکھوں۔

حضرتؐ نے فرمایا: کیا بلوچ ہو کر بھی تمہارا اعتقاد ٹیختہ نہیں؟ میاں صاحب کہتے تھے کہ یہ ارشاد آپ نے کچھ اس انداز میں فرمایا کہ اسی وقت میرے دل میں جو خطرات اور وساوس تھے رفع ہو گئے اور عقیدت کا دریا موجزن ہو گیا اور ساتھ ہی دل کو تسلی ہو گئی کہ دوسری دونوں گذارشات بھی آپ کی توجہ سے پوری ہوں گی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے زینہ اولاد بھی عطا فرمائی اور میاں صاحب کا انتقال بھی حضرت قبلہ عالم قدس سرف سے بہت پہلے ہوا۔

## نواب عبداللہ خان رئیس خان گڑھ

مصور فطرت جناب خواجہ حسن نظامی صاحب اپنے اخبار منادی میں ایک سفر نامہ کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ جب میں نواب عبداللہ خان رئیس خان گڑھ (ضلع مظفر گڑھ) کی دعوت پر ان کے یہاں پہنچا تو وہاں اقامت کے دوران میں نے مشاہدہ کیا کہ رات گئے تک مصروفیات کے باوجود نواب صاحب موصوف سے نماز تہجد قضا نہ ہوئی۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے دل میں کہا کہ یہ حضرت قبلہ پیر صاحب گولڑوی قدس سرف کی بین کرامت ہے کہ اس قسم کے مشاغل دنیاوی میں مصروف آدمی پابندی صلوٰات خمسہ کے ساتھ تہجد تک بھی قضا نہیں کرتا۔ یہ نواب صاحب حضرت قبلہ عالم قدس سرف کے خلیص مرید تھے۔ انہوں نے بیعت کے وقت عرض کیا تھا کہ دعا فرمائیے میری دنیا میرے دین پر غالب نہ آئے۔

## راقم الحروف کے والد کی دستگیری

راقم الحروف کے والد جناب حافظ غلام محمد صاحب مرحوم فرماتے تھے کہ ایک بار میں علاقہ ڈیرہ اسماعیل خان سے واپس گھر آ رہا تھا اور دیہاتی طریقہ کے مطابق دریائے سندھ کو مشاب پر عبور کر رہا تھا کہ سامنے ایک بہت بڑا سانپ نظر آیا دوسری جانب رُخ کیا تو ایک بڑا تنگ آبی نمودار ہو کر حملہ آور ہوا۔ اس اثنائے میں حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کا تصور آنکھوں میں پھر گیا۔ اچانک دیکھا کہ مجھے کسی نے اٹھا کر دریا کے کنارے پر کھڑا کر دیا ہے۔

## نرینہ اولاد کے زندہ رہنے کی دعا

والد مرحوم مجھے فرماتے تھے کہ ابتدا میں تیرے دو تین بھائی پیدا ہوتے ہی فوت ہو گئے تھے میں نے حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کی دعا کے لیے عرض کیا۔ عام طور پر آپ اس سلسلہ میں اجوائن دم فرمایا کرتے تھے لیکن اُس وقت صرف دعا فرمائی جس کے کچھ عرصہ بعد تیری ولادت ہوئی اور خود راقم الحروف کے بھی ابتدائیں نرینہ اولاد نہ تھی۔ والد مرحوم ایک بار گیارہویں شریف کی مجلس میں گولڑہ شریف حاضر ہوئے واپس گھر جا کر فرمایا کہ حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کی بارگاہ میں خدا سے فیض احمد کے لیے لڑکا مانگ آیا ہوں۔ والد صاحب تو اسی سال شوال ۱۳۶۷ھ میں فوت ہو گئے مگر دعا سے پوسے ایک سال بعد دوسری گیارہویں شریف کے ایام میں راقم الحروف کا عزیز مشاق احسنین پیدا ہوا۔ فالحمد للہ۔

## ایک ارادت مند کی نرینہ اولاد کی پیشگوئی

ملک غلام فرید صاحب ٹوانہ سینئر سپرنٹنڈنٹ پولیس لاہور کے والد ملک محمد خان صاحب مرحوم ۱۹۰۵ء میں ساہیوال (منٹگری) میں ڈپٹی انسپکٹر پولیس تھے حضرت قبلہ عالم قدس سترہ پاک پتن شریف جاتے ہوئے ان کے یہاں فروکش ہوئے۔ ان کی نرینہ اولاد زندہ نہیں رہتی تھی اور چند ہفتے پہلے ایک نوموؤد فرزند فوت ہو گیا تھا۔ مستورات کی گزارش پر دعا فرمائی۔ اور ملک غلام فرید صاحب کی والدہ کو مخاطب کر کے فرمایا: انشاء اللہ اس کے بعد جب تم میرے سامنے آؤ گی تو تمہاری گود میں ایک سحرور ازبیا ہو گا۔ چنانچہ ویسا ہی ہوا۔ ملک محمد خان صاحب کی اپنی بیعت حضرت خواجہ اللہ بخش صاحب تونسوی کے ساتھ تھی۔ ان کے فرزند حضرت کے مرید ہیں۔

## ایک بے اولاد ارادت مند کے فرزند کا پیشگی نام بھی رکھوا دیا

ڈاکٹر سید غلام غوث صاحب مہروی (شہیدان والی مضافات منڈی بہاؤ الدین) بیان کرتے ہیں کہ میرے والدین بے اولاد ہونے کی وجہ سے غمگین رہتے تھے حضرت کے پُرانے مرید تھے۔ ایک بار حاضر ہوئے تو ریلوے اسٹیشن سے ربار تک دونوں سبٹ چلتی رہی کہ اولاد کے لیے کون عرض کرے۔ دونوں شرما رہے تھے جب حاضر ہوئے تو حضور قبلہ عالم قدس سترہ نے مسکرا کر از خود فریاد فرمایا کہ تم دونوں آپس میں کس بات پر جھگڑ رہے تھے؟ اور پھر فرمایا: انشاء اللہ تعالیٰ تمہیں اللہ تعالیٰ فرزند عطا فرمائے گا، غلام غوث نام رکھنا۔ میری پیدائش سے کچھ عرصہ پہلے والد صاحب نے حضور قبلہ عالم قدس سترہ کو اور اپنے والد کو جو حضرت پیر



فضل الدین صاحب کے مرید تھے، خواب میں دیکھا اور ایک بچہ اُن سے لیا جس کا ایک کان قدر سے ٹیڑھا تھا اور اُس کے پیٹ پر خارِ میلاں کی طرح ایک مسہ تھا۔ صبح اُٹھ کر والد صاحب نے اس خواب کا اعلان کر دیا جب میں پیدا ہوا تو لوگ آکر دیو نوں نشانات میرے جسم پر دیکھتے اور حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کی کرامت کا چرچا کرتے تھے۔ یہ دونوں نشان اب بھی موجود ہیں۔

## ایک سادہ دل بچان کے اخلاص کی برومندی

ایک بچان اور اُس کی بیوی آپ کی بیماری کے ایام میں حاضر ہوئے اور دروازہ کی دہلیز میں بیٹھ گئے۔ کچھ دیر بعد بیوی نے خاوند سے کہا: پیر سے کہہ ناں دُعا کرے خُدا ہم کو اولاد دے۔ بچان نے جھٹک کر کہا: چپ رہ دیکھتی نہیں پر کتنی تکلیف میں ہے اور تو کہتی ہے اولاد کے لیے کہہ: اُس وقت کمرہ میں مولوی محبوب عالم صاحب اور سائیں نجت جمال صاحب قوال موجود تھے۔ حضور نے اپنی نجیت آواز میں فرمایا: محبوب! اس سگی (رفیق) کو اندر بلا لوی میری اس لمبی بیماری میں شخص اپنے لیے ہی دُعا کروا لے رہا ہے۔ آج میری تکلیف کا صرف اس شخص کو رنج پہنچا ہے۔ پھر جوان دم کر کے دی اور دُعا فرمائی۔ اگلے برس یہ میاں بیوی اپنے نوزائیدہ فرزند کو لے کر حاضر ہوئے تو سائیں نجت جمال کہتے ہیں کہ اُس وقت بھی اتفاق سے میں اور جناب مولوی محبوب عالم صاحب ہی حضرت کے کمرہ میں حاضر تھے۔

## ملک پنڈیا خان کی بے تکلفی

بے اولادوں کے حق میں حضرت کی اس اجوائن کے اکیس ہونے کی اس قدر شہرت تھی کہ ایک مرتبہ آپ قیلولہ فرما رہے تھے اور ملک پنڈیا خان صاحب زمیندار حسن ابدال پاس فرش پر لیٹے ہوئے تھے۔ کمرہ کے باہر بچوں نے شور مچا رکھا تھا جنہیں ملک صاحب بار بار جاکر منع کرتے تھے۔ ایک بار حضرت نے بے چین ہو کر فرمایا کہ ملک! یہ کیسا شور ہے؟ تو پنڈیا خان نے جنہیں بچپن کی دوستی اور انتہائی اخلاص نے بے تکلف بنا رکھا تھا کہا: جوان ایہہ تینڈی جو ان پی چکی دی اسے یعنی یہ آپ کی اجوائن نے شور مچا رکھا،

## ایک مخلص کی ترقی درجات کے لیے خاص تصرف

چودھری اورنگ زیب خان صاحب پشتر ڈپٹی کمشنر (چکوال) نائب تحصیلداری کی حالت میں حاضر ہوئے یا رگلا کی پہاڑیوں سے کالی گٹا آرہی تھی اور دست گر کا بھوسہ باہر پڑا تھا چودھری صاحب نے منہ پر صاف لپیٹ کر حُسنِ تام دربار کے ساتھ بھوسہ کی گٹھڑیاں اٹھا اٹھا کر کوٹھڑی میں ڈالنا شروع کیں اور بارشس سے پہلے انہیں محفوظ کر لیا۔ حضرت بابو جی مدظلہ العالی نے اس واقعہ کا ذکر حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کی خدمت میں کچھ اس انداز سے فرمایا کہ حضور کے دست مبارک دُعا کے لیے اُٹھ گئے چپن روز بعد صوبائی گورنمنٹ نے حکم جاری کیا کہ جو نائب تحصیلدار گریجویٹ ہیں اُن کے نام براہِ راست اکسٹرنل سسٹنٹ کمشنری کے لیے بھیج دیئے جائیں۔ چودھری صاحب اس اسکیم میں براہِ راست امی۔ اے۔ سی۔ لے لیے گئے۔ اور پھر اگلے ہی سال یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ گویا یہ تصرف محض انہیں کے لیے ہونے کا آیا تھا۔

چودھری صاحب نے دورانِ ملازمت جس فرض شناسی اور دیانت سے کام کیا وہ ضرب المثل ہے ان کا بیان ہے کہ اس دیانت و صداقت کی وجہ سے کئی بار سنت آزمائشوں سے گُذرا پڑا۔ مگر ہر شکل میں حضرت قبلہ عالم قدس سترہ نے خواب یا بیداری میں میری ہر صلا و فرائی فرما کر حق پر ثابت قدم رہنے میں مدد فرمائی۔ (فیض)



## ایک نیازمند کو ترقی درجات کی بشارت

ملک محمد خدابخش ٹوانہ کو جو ان دنوں سب انسپکٹر پولیس تھے ایک روز فرمایا: قریب آؤ! اب تم کیا ہو؟ عرض کیا: سب انسپکٹر پولیس ہوں۔ فرمایا: وہ کیا ہوتا ہے؟ تھانیدار؟ اور سکرا کر فرمایا: اس سے اوپر کیا ہوتا ہے؟ عرض کیا: انسپکٹر۔ اس سے اوپر کیا ہوتا ہے؟ اور پھر سکرائے۔ عرض کیا: ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ۔ فرمایا: اُس سے اوپر؟ عرض کیا: سپرنٹنڈنٹ پولیس۔ مجلس سے باہر کر ملک صاحب نے اعلان کر دیا کہ آج مجھے اپنے پیر صاحب کے دربار سے یہ سارے درجات عطا کر دیئے گئے ہیں چپٹا پنچہ سپرنٹنڈنٹ پولیس ہو کر ریٹائر ہوئے۔

## حل مشکلات اور دفع بلیات

یہی نیازمند (یعنی ملک صاحب) ۱۹۳۷ء میں تھانہ گوجران میں افسر انچارج تھے بستی ہیلیاں کی ایک ڈھوک پر سپاہیوں کی حراست سے ایک ملزم فرار ہو گیا۔ چونکہ یہ خود بھی اُس رات اُسی بستی میں مقیم تھے لہذا قواعد پولیس کی رُو سے ملزم کی عدم گرفتاری کی صورت میں انہیں فوراً معطل ہو جانا چاہیے تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں گڑ گڑا کر دُعا مانگی اور حضرت کے دو خور و سال پوتوں کا واسطہ دیا۔

دُعا کے خاتمہ پر یوں محسوس ہوا گویا براہ راست حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار سے دل میں تسلی اور طمانیت ڈال دی گئی ہے۔ اور میری اپنی زبان پر بے ساختہ یہ الفاظ جاری کر دیئے گئے کہ: "انشاء اللہ پکڑا جائے گا۔" اتنے میں مفور ملزم اس علاقہ کی ناواقفیت کی وجہ سے کئی میلوں کا چکر کاٹ کر خود بخود وہیں واپس آگیا اور گرفتار کر لیا گیا۔

## ایک مسموم مُرد کو خواب میں فرمایا کہ فوراً گولڑے چلے آؤ

لالہ عبدالکیم صاحب سوداگر (پشاور) کو زہر دیا گیا۔ خواب میں فرمایا فوراً گولڑے چلے آؤ! وہ اُسی وقت اٹھ کر ریل گاڑی سے گولڑہ روانہ ہوئے۔ حضرت نے دو خادم سواری دے کر اسٹیشن پر روانہ فرمائے جو انہیں آثار کر لے آئے۔ دم کیا اور دُعا فرمائی اور فرمایا: جس نوکر نے زہر دیا ہے اُس کی تجہیز و تکفین تمہارے ہاتھوں سے ہوگی۔ چنانچہ لالہ صاحب نے اُسے ملازمت سے علیحدہ نہ کیا اور بہت عرصہ بعد جب وہ مرا تو اُس کی اچھی طرح تجہیز و تکفین کی۔

## ریل گاڑی کے سامنے سے اٹھا کر بچا لیا

جامع مسجد راولپنڈی کے مشہور خطیب اور مذہبی لیڈر مولانا مولا بخش صاحب قصوری بیان کرتے تھے کہ ہندوستان سے فارغ التحصیل ہو کر جب میں گھر آیا تو اپنے شہر کے رئیس نوابا دہ فتح باز خان صاحب قصوری کے ہمراہ گولڑہ شریف حاضر ہو کر بیعت کی۔ واپسی پر ریلوے اسٹیشن گولڑہ سے باہر مسجد میں غم کی نماز کے لیے وضو کر کے نوابزادہ صاحب کے لیے آفتاب بھر کر لے جا رہا تھا۔ سامنے ایک تھوڑے گز نے والی مال گاڑی آرہی تھی میں اُسے دیکھ کر لائن پار کرنے لگا تو سگنل کی تاروں سے الجھ کر میں لائن کے درمیان گر پڑا۔ انجن اس قدر قریب آگیا تھا کہ میرا اٹھ کر بیچ نکھنا ناممکن تھا۔ پلیٹ فارم پر ہمراہیوں اور دیگر



مسافروں کی ہائے ہائے کی آوازیں گونج اٹھیں۔ اچانک ایک ہاتھ میری گردن کے پیچھے اور ایک ٹانگوں کے نیچے پڑا اور کسی نے مجھے اٹھا کر لائن سے باہر پھینک دیا اور ایک آواز آئی جو بالکل حضرت کی طرح تھی کہ ہا۔ ایسی غلطی۔ چنانچہ ہم لوگ سفر ملتوی کر کے واپس گئے اور قدمبوس ہوئے۔

## صاحبزادی صاحبہ کے کنوئیں میں گرنے کا واقعہ

ایک دفعہ حضرت کی چھوٹی صاحبزادی صاحبہ حرم سرائے کے اندر والے کنوئیں میں گر پڑیں۔ کنواں کافی گہرا تھا۔ اور اس میں پانی بھی تدر آدم سے بہت زیادہ تھا۔ بی بیان مہمان عورتیں اور خادماں الہی خیر الہی خیر کا قفل عجاتی ہوئی کنائے پر جمع ہو گئیں۔ بالوجہ صاحب گھر پر نہیں تھے حضرت کے بھانجے سید چن پر شاہ صاحب کو پیغام بھجوایا گیا۔ کسی کو اُمید نہ تھی کہ صاحبزادی اتنی بلندی سے گھر سے پانی میں گر کر بھی زندہ رہ جائیں گی۔ اتنے میں کسی بی بی کی نظر مکان کی طرف گئی تو دیکھا کہ صاحبزادی پانی میں شرابور بھاگ کر جا رہی ہیں۔ بعد میں انہوں نے بتایا کہ حضرت صاحب نے ہاتھ سے پکڑ کر تھام لیا تھا اور نکال کر باہر کھڑا کر دیا اس وقت ڈیوڑھی پر فقیر عبد اللہ صاحب پہنچ گئے اور کہا کہ حضرت نے خیریت دریافت فرمائی ہے۔

آپ اُس روز نماز عصر کے بعد حسب معمول سواری کے لیے کمرہ سے باہر تشریف لائے تھے مگر سوار ہونے کی بجائے واپس مسجد میں چلے گئے۔ اور فقیر عبد اللہ صاحب سے فرمایا کہ پار جاؤ اور خیریت پوچھ آؤ۔ (دربار اور حرم سرائے کے درمیان ایک پہاڑی ندی پڑتی ہے اس لیے پار فرمایا) اس دربار کے متعلق ایسے کئی عجیب العتول واقعات کا بچہ بچہ گواہ ہے لیکن ان کی تاریخ مرتب کرنے اور محفوظ رکھنے کا یہاں دستور نہیں بلکہ اسے پسند ہی نہیں کیا جاتا۔

## شفاعت کے مسئلہ کا حل

ضلع مظفر گڑھ کے خان بہادر غلام رسول خان صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کے مخلص مرید۔ تھے وہ اُن دنوں (فالباب ۲۷-۱۹۲۶ء میں) ضلع جھنگ میں تعینات تھے، اُن ایام میں حضرت کی سیال شریف سے واپسی پر سرگودھا حاضر ہوئے اور جھنگ تشریف لے جانے کی درخواست کی۔ آپ نے بعض مصروفیات کی وجہ سے انکار فرمایا اور جہان سے بار بار اصرار پر بھی راضی نہ ہوئے تو خان بہادر صاحب نے جوش میں آکر اپنی بولی میں کہا: اوہ مردا! میں دیکھتا ہوں کہ تو نے جھنگ جانے کا ارادہ فرمایا۔ گاڑی میں آگے سر رکھ کے مرجاساں! سچے اور مخلص لوگوں کا کلام تیرے دل سے نکلتا ہے۔ چنانچہ آپ نے جھنگ جانے کا ارادہ فرمایا۔ گاڑی میں اتفاقاً آپ ایک مسئلہ تصوف کی تشریح فرما رہے تھے اور سرگودھا کے کئی مخلصین ملک عمر حیات خان صاحب ٹوانہ وغیرہ آپ کے ڈبے میں بیٹھے تھے۔ گاڑی چل پڑی اور کسی کو اترنے کا خیال نہ رہا۔ اور یہ تمام لوگ بغیر ٹکٹ آپ کی تقریر سننے ہوئے ساتھ ہی چلے گئے۔ تقریر جاری رہی اور گاڑی چلتی رہی۔ جتنی کہ جھنگ کا اسٹیشن آگیا۔ اُس وقت یہ حضرات سخت پریشان ہوئے۔ کیونکہ اس منصب کے لوگوں کے لیے بلا ٹکٹ پکڑے جانے کی ندامت قابل برداشت نہ تھی۔ اتنے میں پلیٹ فارم پر لوگوں کا اشد دھام دیکھ کر اسٹیشن ماسٹر نے بلند آوازیں کہہ دیا کہ گیٹ کھول دو، جس کے پاس ٹکٹ ہے وہ دے جائے۔ مزید کسی سے پڑاں نہ کی جائے۔ یہ سن کر اسٹیشن سے باہر لوگوں کا منتظر جھوم بھی اندر داخل ہو گیا اور اس جھوم کے اندر ان بلا ٹکٹ معتبرین کی پردہ پوشی ہو گئی۔ اسٹیشن سے باہر نکلنے پر ملک عمر حیات صاحب کے مصاحب میاں مردان علی صاحب قریشی ایڈوکیٹ نے بلند آوازیں کہنا: لوگو! آج شفاعت کا



مسئلہ حل ہو گیا۔ دیکھو ہم لوگ سرگودھا سے حضرت کی تقریر سننے میں ایسے محو ہوئے کہ بلا ٹکٹ جھنگ پہنچ گئے۔ اور یہاں سخت پریشان تھے مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت کی طفیلی ہمیں شرمندگی سے بچالیا۔“

## مخلصین کو حضرت غوث پاک کی زیارت کروادی

یہی خان بہادر غلام رسول خان ایک بار گولڑہ شریف حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ میں بغداد شریف جانے کا ارادہ رکھتا ہوں آپ نے فرمایا بغداد والوں کی مہربانی ہو تو یہاں بھی زیارت ہو سکتی ہے۔ خان صاحب یہ سن کر رو پڑے۔ اور اُسی وقت عیاں حضور سرکار غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

اسی قسم کا ایک واقعہ حضرت شیخ الجامعہ بھی بیان فرماتے تھے کہ ایک بار میں گولڑہ شریف حاضر ہوا حضرت مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ اشراق کا وقت تھا۔ میں نے قدمبوس ہو کر عرض کیا کہ حضور! میں گیا رہویں شریف دیا کرتا تھا کچھ عرصہ سے توفیق نہیں ہوتی۔ آپ نے یہ سن کر فرمایا کہ خیر ہوگی۔ اتنے میں ایک آہٹ ہوئی۔ اور ایک نورانی صورت بزرگ وہاں تشریف فرما نظر آئے۔ مجھ پر ایک بے حسی سی طاری ہو گئی۔ تھوڑی دیر یہ عالم رہا اور پھر وہ بزرگ آنکھوں سے غائب ہو گئے۔ یہ حضرت کی کرم گستری تھی جس کی بدولت حضور غوث الاعظم کی زیارت نصیب ہو گئی اور آئندہ گیا رہویں شریف بھی جاری ہو گئی۔

## لالہ عبد الکریم سیٹھی صاحب کو آپ کی خدمت میں جنات نظر آئے

حضرت بعض اوقات شام کے بعد باہر تشریف لے جاتے اور کچھ دیر شغل اور ذکر میں مصروف رہتے۔ لنگر کا ایک خادم بھی وضو کے لیے پانی کا آفتاب لے کر ساتھ رہتا۔ ایک دفعہ پشاور کے لالہ عبد الکریم سیٹھی صاحب باصرار خادم سے کوزہ لے کر ساتھ ہو لیے۔ حضرت نے سیٹھ صاحب کو ایک جگہ بٹھا دیا اور خود کچھ فاصلے پر حسب معمول اپنے شغل میں مصروف ہو گئے۔ کچھ دیر بعد سیٹھ صاحب کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت کے ارد گرد ایک عجیب الخلقیت مخلوقات کا اژدھام ہے۔ یہ حواس باختہ ہو کر آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر لیٹ گئے۔ جب حضرت نے ان کی یہ کیفیت دیکھی تو حاضرین کو جو کہ جنات تھے رخصت فرما دیا اور پھر سیٹھ صاحب کو بلایا۔ مگر ڈر کے مارے ان کی زبان بند ہو گئی تھی۔ حضرت نے منہس کر فرمایا کہ لالہ! اب تو وہ چلے گئے ہیں۔ اب تو آنکھیں کھولو۔ تب وہ اٹھے اور پھر کبھی ساتھ جانے کی جرأت نہ کی۔

## کڑوا کنواں پیٹھا ہو گیا

جناب سید صدیق شاہ صاحب (مانگو وال تحصیل خوشاب) نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ گاؤں میں بہت سا پیڑ خیرج کے ککے کنواں کھدایا گیا ہے جس کا پانی سخت کڑوا نکلا ہے۔ پانی کی بڑی تکلیف ہے۔ بہت دور ایک پہاڑی چشمہ سے پانی لاتے ہیں حضرت نے کچھ پانی دم کر کے دیا جس کے ڈالنے سے کنواں میٹھا ہو گیا اور آج تک استعمال ہو رہا ہے۔

خود لنگر کے کنوئیں میں پانی ختم ہو گیا تھا۔ کھدائی پر پتھر ہی پتھر نکلتے تھے جب مستری نے مایوسی کا اظہار کیا تو دعا فرمائی۔ اگلی صبح مزید کھدائی کے بغیر پانی بھر آیا اور آج تک خشک نہیں ہوا۔



## ایک مُرد کو اٹھارہ بیس سال پہلے زمین ملنے کی بشارت

میاں محمد سعید صاحب قریشی داروغہ جیل (تحصیل خوشاب) حاضر ہوئے۔ حضرت کے علم استغراق کا زمانہ تھا زائرین کچھ دیر خاموش بیٹھ کر اٹھ جاتے تھے۔ حضورؐ نے اچانک مولوی محبوب عالم صاحب سے پوچھا کہ تمہارے پاس کون بیٹھا ہے۔ تعارف کرانے پر فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ اسے کچھ زمین ملی ہے جس سے پانی نکل رہا ہے۔ قریشی صاحب کہتے ہیں میں نے خیال کیا کہ میری قحل کی چند کنال زمین سے پانی نکلنے کا کیا سوال ہے۔ اس پر حضرت نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں سچ کہتا ہوں تمہیں بہت سی زمین ملی ہے جس کے اندر سے پانی اُپر کو نکل رہا ہے۔ اس فرمان کے اٹھارہ بیس سال بعد پاکستان میں ریٹائر ہوئے پر مجھے ضلع منٹگمری (ساہیوال) میں ٹیوب ویل سکیم میں سات مرتبوں کے قریب اراضی حاصل ہوئی جو اب میری ملکیت ہے اور اس کے اندر سے واقعی پانی نکل رہا ہے۔

## ایک زبان بند لڑکے کی فوری گویائی

پشاور میں حضرت کے سامنے ایک چودہ سالہ لڑکا پیش ہوا جس کے والد نے عرض کیا کہ آج چھ مہینے ہوئے یہ ایک وادی میں بکریاں چرانے گیا تھا۔ واپس آیا تو زبان بند تھی، آج تک بات نہیں کر سکا۔ حضرت نے لڑکے سے فرمایا: لڑکے کیا تمہارا باپ ٹھیک کہہ رہا ہے؟ اُس نے فوراً جواب دیا کہ سچی ہاں میرا باپ ٹھیک کہہ رہا ہے۔ فرمایا: اب بات کیا کرنا؟ اس کے بعد اُس کی حالت درست ہو گئی۔

## تالیفِ قلوب کا وظیفہ

جناب پیر ولایت شاہ صاحب نوشہروی نے اپنے قصبہ (نوشہرہ تحصیل خوشاب) کے حاجی محمد اولیازگر کو شاہ پور کے مقام پر پیش کر کے عرض کیا کہ اسے اپنے چند دشمن رشتہ داروں سے قتل کا سخت اندیشہ ہے۔ فرمایا سورۃ اِذَا جَاءَ فَضْرُ اللَّهِ گیارہ مرتبہ، اول آخر بائیس مرتبہ درود شریف بائیس روز پڑھے۔ اس عمل کے چودھویں روز دشمن فریق وفد لے کر صلح کرنے آئے۔ اور حاجی صاحب کے لڑکے سے اپنی لڑکی کا رشتہ کر دیا۔

## ٹوٹے ہوئے رشتے جوڑ دینا

سید احمد شاہ صاحب (پنڈ پراچہ داخلی جھنگلی سیدیاں) بیان کرتے ہیں کہ میرے خسر نے اپنی لڑکی کی نسبت مجھ سے توڑ کر ایک فوجی صوبیدار کے ساتھ کر دی تھی۔ اس پر ہمارے گاؤں کے امام مسجد جو حضرت قبلہ عالم گولڑہ شریف قدس سرہ کے مُرد تھے افسوس ظاہر کرنے کے لیے آئے اور والد صاحب سے کہنے لگے: "احمد شاہ کو میرے ساتھ گولڑہ شریف بھیجو۔ اگر حضرت متوجہ ہو گئے تو سمجھو ابھی کچھ نہیں بگڑا۔" ہمارا خاندان شیعہ عقائد اختیار کر چکا تھا۔ اور اس سے پہلے حضرت کے ساتھ کوئی راہ و رسم نہ تھی مگر والد صاحب نے مجھے مولوی صاحب کے ساتھ بھیج دیا حضرت قبلہ عالم قدس سرہ مولوی صاحب سے واقعات سن کر خاموش رہے اور ہم دونوں نے خیمہ ال کیا کہ آپ متوجہ نہیں ہوئے جب مجلس برخاست ہوئی اور سب لوگ باہر جانے لگے تو حضرت نے مجھے روک لیا، اپنے دست مبارک سے ایک تعویذ لکھ کر دیا اور فرمایا اسے پن لوہم عصر کے قریب گاؤں میں

واپس آئے شام کے وقت معلوم ہوا کہ میرے خسر اور صوبیدار کے درمیان سخت اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ کچھ دیر بعد ایک عزیز نے آکر کہا کہ جلدی کرو مگنی کے واپس کیے ہوئے زیور اور کپڑے لے چلو، صوبیدار کو جواب مل گیا ہے۔ چنانچہ عشاء کے قریب دوبارہ مگنی کی گئی اور چند روز بعد شادی ہو گئی۔ اس واقعہ کے بعد اگلی ہی صبح میں اور میرا والدہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کی بیعت میں داخل ہو گئے اور اس طرح بزرگوں کے صحیح مسک کا ٹوٹا ہوا رشتہ بھی جڑ گیا۔

## ایک ترکہ کا واپسی کی حکمت

حافظ غلام حسین صاحب (علاقہ روات) بیان کرتے تھے کہ میں ایک فہرہ چودہ پندرہ میل کا سفر پیدل طے کر کے شام کے بعد گولڑہ شریف پہنچ کر قذمبوس ہوا تو حضرت نے دعا فرما کر ارشاد کیا کہ حافظ صاحب آپ کو اجازت ہے ابھی واپس چلے جائیے۔ میں حیران ہو کر اسی طرح پیدل واپس چل پڑا آدمی رات کے وقت راستے میں گھر سے ایک آدمی آتا ہوا ملا جو میرے لیے یہ پیغام لا رہا تھا کہ والد قریب المرگ ہیں۔ چنانچہ میرے گھر پہنچنے کے تھوڑی دیر بعد ان کا انتقال ہو گیا۔

ایسا ہی ایک واقعہ حضرت بابو جی مدظلہ العالی کے ایک ارادت مند محمد اقبال صاحب سکسٹھ میر آبادیہ کے ساتھ پیش آیا۔ وہ آپ کے ساتھ کراچی گئے تھے جہاں اگلے ہی روز حضرت بابو جی صاحب نے اصرار کر کے واپس بھیج دیا۔ ان کے واپس پہنچتے ہی ان کے والد نے وفات پائی۔

## اپنا بچا ہوا پانی پلا کر نمازی بنا دیا

ملک خدا بخش صاحب ثوانہ کا بیان ہے کہ انگریزی تعلیم اور انگریزوں کی ملازمت کا مجھ پر یہ اثر ہو گیا تھا کہ نماز کی پابندی بالکل جاتی رہی۔ ایک مرتبہ حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ نے پینے کے لیے پانی منگوایا۔ دو گھونٹ خود نوش فرما کر باقی مجھے پلا دیا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ پھر نماز کبھی نہیں چھوٹی۔

الغرض بے نماز، بے عمل اور بے ریش فیشن زدگان کے حق میں آپ نوش کردہ اور پس خوردہ، تریاق اور دامِ اُلفت کا کام دیتے تھے، نظر مبارک وعظ کستی تھی اور محبت اپنا کردار راست پر لے آتی کبھی شاذ ہی زبان مبارک سے یہ فرمانے کی ضرورت پیش آتی کہ ایسا کیوں کرتے ہو اور ایسا کیوں نہیں کرتے۔ جو شخص قریب آیا اور کچھ وقت قریب رہا جس نے بیعت کی اور پھر گاہے گاہے خدمت میں حاضر ہوتا رہا وہ اسی رنگ میں رنگا گیا۔ اخلاص، محبت، استغنا اور دل کی تو نگری میں وہ اثر تھا کہ جس نے آپ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا تاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا، بخدا آپ کی مجلس میں پہنچ کر خدا یاد آتا تھا اور دنیا بھول جاتی تھی۔

حضرت شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیر کامل کے نشان گنوا کرتے ہیں۔ اے مرید! اگر تجھے ان نشانات کی شناخت میں وقت واقع ہو تو سن لے کہ جس شخص کے حضور میں پہنچ کر تجھے دنیا کا خیال بھول جائے اور خدا یاد آنے لگے وہی کامل ہے۔ حضرت شیخ کے اس ارشاد کا مخدوہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو مقبولانِ خدا کی شان میں فرمایا کہ اذ ارد ذکر اللہ (جب ان پر نظر پڑتی ہے خدا یاد آتا ہے) حضرت کی مجلس میں پہنچ کر مشنوی شریف کے اس شعر کا مفہوم دل پر نقش ہو جاتا تھا۔

یک زمانہ صحبتے با اولیاء

بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا



## نجیب الطرفین سیادت کا امتحان

کہوڑ پکا ضلع ملتان کے فقیر دوست ذیلدار ملک پرنسٹن خان صاحب کا بنجو اُچ شریف کے آسان سے متعلق تھے بیان کرتے تھے کہ ہم اُچ شریف کے سادات کے مُریدوں میں مدت سے دوسرے مشائخ کے دعویٰ سیادت کی تحقیق کا ضبط چلا آ رہا تھا۔ جب حضرت قبلہ عالم پیر صاحب گولڑہ شریف قدس سترہ کی شہرت ہمارے وطن میں پہنچی تو ایک بار حضرت مخدوم صدر الدین شاہ صاحب گیلانی سجادہ نشین درگاہ حضرت موسیٰ پاک شہید صاحب رحمۃ اللہ علیہ ملتان شریف نے مجھ سے ذکر فرمایا کہ جناب پیر صاحب گولڑوی رزاقی گیلانی سید ہیں۔ پھر میرے اپنے شیخ حضرت مخدوم اللہ بخش صاحب گیلانی ایک مرتبہ گولڑہ شریف گئے اور واپسی پر حضرت پیر صاحب کے کمالات کا تذکرہ فرماتے رہے۔ چنانچہ آپ کی سیادت کے بارے میں تسلی ہونے کے بعد مجھے اپنے بزرگوں کی اس کہاوت کو آپ پر آزمانے کا خیال پیدا ہوا کہ صحیح النسب اور نجیب الطرفین سید کی نشت پر درود شریف پڑھ کر چھوٹا کیا جائے تو وہ مُنہ پھیرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ ایک بار اطلاع ملی کہ پیر صاحب پاک پتن شریف کے عرس پر آئے ہوئے ہیں۔ میں کہوڑ سے ریل پر سوار ہو کر وہاں پہنچ گیا اور گوشش کر کے ظہر کی نماز کے وقت آپ سے کھلی صف میں جگہ لے لی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہو کر چلے تو اس تہم غفیر میں آہستہ سے درود شریف پڑھ کر آپ کی نشت مبارک پر چھوٹا دیا۔ جس کے ساتھ ہی آپ مُڑ کر کھڑے ہو گئے اور غور سے میری طرف دیکھنے لگے۔ میں نے شرمندہ اور خوفزدہ ہو کر گردن خمکادی اور سلام کے لیے ماتھے پر ہاتھ رکھ لیے اور اس وقت تک سر نہ اٹھایا جب تک آپ پھر پل نہ پڑے۔ اسی شرم اور رعب کی وجہ سے میں حاضر نہ ہوا اور پہلی گاڑی سے واپس آ گیا۔

## مائوس اور جاں بلب مرضیوں کا احیار

ملوک کے تمام تذکرے اولیائے کاملین سے احیائے موتی کے تصرف کو روار کھتے ہیں۔ ان سے واضح ہوتا ہے کہ انبیاء اللہ علیہم السلام کے معجزات میں تو ایسے لوگ زندہ ہوتے رہے ہیں جن کی موت پر ایک زمانہ گزر چکا ہوتا تھا۔ اور اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات سے تازہ مرنے والے یا عالم نزع کے مرضی باذن اللہ جی اُٹھتے رہے ہیں۔ اس صنف میں حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی بعض کرامات کو مستثنیات میں شمار کیا جاتا ہے۔ ہمارے حضرت کی برکت سے مائوس مرضیوں کے شفا یاب ہونے کے تو بے شمار واقعات رونا ہوتے ہیں لیکن نزع کے عالم میں جب کہ موت کے فرشتے بھی نظر آنے لگ گئے تھے زندگی پالینے کے بعض مصدقہ واقعات کی بھی خبر ملتی ہے جن میں سے چند یہاں نقل کیے جاتے ہیں:-

## خان بہادر مولوی شیر محمد صاحب کا واقعہ

خان بہادر مولوی شیر محمد صاحب لاہوری کی موت اور سوال و جواب کے بعد زندہ ہو جانے کا واقعہ جو باب جذب سیاحت میں مذکور ہوا ہے، اگرچہ براہ راست حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کی سلسل میں آتا ہے لیکن بوجہ اُن کے حضرت کے ایک مقبول مُرید اور دیرینہ خادم ہونے کے یہ آئینہ کی دُعا اور توجہ ہی کا ثمرہ تھا۔ ظاہر ہے کہ اولیاء اللہ کے تمام تصرفات اور کرامات کا مدار اور مرکز اور معدن وہی ذات کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہی تو ہے جس کے (صلی اللہ علیہ وسلم) معجزات خود اللہ تعالیٰ

کے افعال شمار کیے جاتے ہیں۔

## حافظ نور محمد صاحب قوال کوئی زندگی ملنے کا واقعہ

اس سلسلہ میں ایک اور واقعہ حضرت کے مقبول قوال حافظ نور محمد کی نئی زندگی پانے کا ہے۔ حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کے وصال کے دو برس بعد حافظ صاحب اپنے گاؤں لاواضلع میانوالی میں ڈبل نمونیہ میں مبتلا ہوئے اور ڈاکٹر نے مایوسی کا اظہار کر دیا۔ ان کا بیٹا خادم حسین باپ کا سرگود میں بیٹھتا تھا کہ پچھلی رات سخت بے چینی اور کرب کی حالت میں مریض پر غنودگی طاری ہو گئی اور تھوڑی دیر بعد وہ اچانک یہ شعر لگنانے لگے۔

آتش شوق بُستِ دل و جانم باقی ست  
اے اجل باش کہ بایار بیانم باقی ست

(یعنی مجازی محبت کی آگ ابھی میرے دل و جان میں موجود ہے۔ اے اجل رک جا کہ مجھے اپنے دوست سے کچھ کہنا ہے) بیٹے نے متعجب ہو کر سبب دریافت کیا تو کہا۔ ابھی حضرت قبلہ عالم قدس سترہ تشریف لائے تھے۔ فرمایا۔ حافظ! آنا چاہتے ہو یا ابھی رہنے کا ارادہ ہے؟ میں نے عرض کیا۔ خادم اور عبدالرحمن کا بیاہ کر چکا ہوں مگر سرمد کے بیاہنے کی حسرت باقی ہے۔ فرمایا یہ شعر پڑھو۔ اور جب میں نے پڑھا تو آنکھ کھل گئی۔

جب صبح ڈاکٹر نے معاینہ کیا تو دونوں پھیپھڑے صاف تھے۔ حافظ سات برس اور زندہ رہا۔ اور اپنے تیسرے بیٹے غلام سرمد کے دو بچے دیکھ کر فوت ہوا۔

## پشاور میں مریضہ کو گولڑہ شریف سے دم شفا

میاں فضل الہی صاحب میٹھی (پشاور) کی اہلیہ بیمار ہو کر لاعلاج قرار دی گئیں۔ ہزار ہاروپے صرف ہوئے۔ ڈاکٹروں کا بورڈ بٹھایا گیا۔ اور انہوں نے فیصلہ دیا کہ زندگی کی کوئی تمید نہیں۔ حضرت بابو جی مدظلہ العالی کو خط لکھا کہ مریضہ کو گولڑہ شریف لا رہا ہوں تاکہ اُسے اسی خاک پاک کی قبر نصیب ہو۔ حضرت نے خط سُن کر فرمایا۔ فضل الہی کو تار دے کر منع کرو۔ پھر فرمایا۔ شاید تار دیر سے پہنچے۔ فقیر عبداللہ صاحب کو روانہ فرما کر ہدایت کی کہ مریضہ کی چار پائی اپنے ماموں کریم بخش صاحب میٹھی مرحوم کے گھر اُس کمرہ میں جہاں حضرت پشاور جانے پر قیام فرمایا کرتے تھے نو سے ساڑھے نو بجے صبح اور نو سے ساڑھے نو بجے شام رکھ دیا کریں آپ یہیں سے دم کر دیا کریں گے۔ چند روز ایسا ہی کیا گیا اور مریضہ کُل طور پر شفا یاب ہو گئی۔ میاں فضل الہی صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک روز گھڑی پر ساڑھے نو بجے، تو میں نے مریضہ کو جو غنودگی کے عالم میں تھی ہاتھ سے چھو کر کہا کہ وقت ہو گیا ہے اب چلیں۔ تو اُس نے کہا کہ اس وقت حضرت قبلہ عالم قدس سترہ میرے پاس بیٹھے ہوئے دم فرما رہے تھے آپ نے ناحق مجھے جگا دیا۔

## جال بلب مرض کا شفا پانا

ملک غلام محمدانی صاحب ٹوانہ ایک مُہلک مرض میں مبتلا ہوئے جس میں حلق اور ناک سے بے تحاشا خون جاری ہو گیا اپنے گاؤں سے میوہ سپتال لاہور پہنچائے گئے۔ جہاں میڈیکل افسر نے لاعلاج قرار دیا۔ ان کے عزیز کپستان ملک



محمد صادق صاحب ان امراض کے ایک ماہر ڈاکٹر کو ہاں لے گئے۔ اُس نے کہا حالت خطرناک ہے مریض کو میرے کلینک میں لے چلو۔ خون کثرت سے بہہ رہا تھا اور انتہائی ضَعْف کی حالت تھی لیکن اچانک مریض نے آنکھیں کھول دیں اور ہاتھ سے اشارہ کیا کہ سامنے سے ہٹ جاؤ، کمرہ کے دروازہ کی طرف دونوں ہاتھ پیشانی پر رکھ کر سلام کیا۔ پھر ایک جُھر جھری لے کر اُٹھ بیٹھے۔ خون اُسی لمحے بند ہو گیا۔ اور ضَعْف اس حد تک جاتا رہا کہ باتیں کرنے لگے۔ کہا۔ میرا علاج پہنچ گیا ہے۔ اب کسی اور علاج کی ضرورت نہیں۔ اور بیان کیا کہ حضرت قبلہ عالم قدس بترہ تشریف لائے تھے۔ دروازہ میں کھڑے ہو کر دریافت فرمایا۔ اوسے! تُو ہاں کے ہو گیا؟ (تمہیں کیا ہو گیا ہے؟) میں نے سلام کیا تو ہاتھ اُٹھا کر دُعا فرمائی اور ہاتھ سے اشارہ فرمایا۔ گویا کہ رہے ہیں کہ یہاں کے چلے چلو۔ اور پھر میری نظروں سے غائب ہو گئے۔ یہ حضرت کے وصال سے تیس برس بعد ۱۹۶۰ء کا واقعہ ہے۔

## نزع کے عالم میں احیا کا ایک کتابی واقعہ

ملک غلام صدیقی کے عزم زاد بھائی ملک محمد خُدا بخش صاحب ٹوانہ نے رسالہ نور اسلام شرق پور شریف میں حضرت کی اس طرح کی کرامت کا ایک بر خود آرمودہ واقعہ اس طرح رستم کیا ہے:-

۱۹۴۳ء میں میری اہلیہ ایک شدید بیماری میں مبتلا ہو کر لیڈی اردن ہسپتال کے پرائیویٹ وارڈ میں داخل ہوئی اور ایک ہفتہ کے اندر مایوسانہ حالت کو پہنچ گئی۔ سردی کا موسم تھا۔ اُس کی والدہ چار بجے رات گھانسی اور کھاڈا کڑوں نے جواب دے دیا ہے۔ آخری وقت ہے بچوں کو لے چلو۔ انہیں دیکھنے کی حسرت دل میں نہ لے جائے۔ جب میں پہنچا تو اُس پر نزع کی سی کیفیت تھی۔ تین چھوٹے بچے مجھ سے پہلے پہنچ کر بستر سے لگے بیٹھے تھے۔ اتفاق سے میرا منہ گولڑہ شریف کی طرف تھا۔ حضرت کا تصور آیا اور میں نے کہا۔ الہی! ہم تیرے ولی کے دامن گرفتہ ہیں، اُس کا صدقہ رحم فرما! کوئی دو منٹ بعد مریضہ نے آنکھیں کھول دیں۔ مجھے پہچانا اور اشارہ سے قریب بلا کر نحیف آواز میں کہا۔ مجھے ابھی اپنے پیر کی زیارت ہوئی ہے اور کہا گیا ہے کہ تم اس مرض سے نہیں مرو گی، زیادہ بات نہیں کر سکتی پھر بتاؤں گی! بعد میں بتایا کہ دو شخص آئے اور مجھے اپنی گرفت میں لے لیا جس سے بڑی گھبراہٹ پیدا ہوئی۔ اتنے میں دیکھا کہ حضرت صاحب سامنے کھڑے ہیں۔ میں نے اُن دونوں سے کہا کہ اگر مجھ سے کوئی نیکی اپنی عمر میں ہوئی ہے تو اُس کے بدلے اپنے پیر سے بات کر لینے دو! انہوں نے مجھے چھوڑ دیا میں نے حضرت کا دامن پکڑ لیا اور کہا میں آپ کی مرید ہوں، میری مدد فرمائیے۔ حضرت صاحب اُس وقت منہ موم معلوم ہوتے تھے اور خاموش رہے۔ مگر اُن میں سے ایک شخص نے کہا۔ دیکھو تمہارے مُرشد کو تم لوگوں کی وجہ سے کتنی تکلیف ہو رہی ہے۔ جاؤ اور ہوش کرو تم اس بیماری میں نہیں مرو گی!

حضرت کے وصال کو اُس وقت پانچ برس ہو چکے تھے۔ مجھے آپ کے اس ستم و حزن کی بات سے اُس شفقت بے پایاں کے پے در پے واقعات یاد آنے لگے جو آپ اپنے بٹنے والوں کے حال پر فرماتے تھے۔ کسی ایک شخص کی مُصیبت پر مطلع ہوتے تو بار بار آہ سرد منہ سے نکل جاتی۔ وہ شفقت اور رحمت جو آپ کو عَزَّوَجَلَّ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُفٌ رَّحِیْمٌ کے موصوف صلی اللہ علیہ وسلم سے ورثے میں ملی تھی جن کی شان ہے کہ



دو عالم بہ کمال گرفتار داری بہ ہر مہزاراں سیہ کار داری  
اللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَارْحَمْ مُحَمَّدًا وَآلَ مُحَمَّدٍ  
بِقَدْرِ رَحْمَتِهِمْ وَشَفَقَتِهِمْ عَلَى خَلْقِكَ

## اس کتابی واقعہ کے مطالعہ سے درگزرہ کے ایک مریض کی فوری شفا یابی

ملک محمد صادق خان صاحب ٹوانہ بیان کرتے ہیں کہ میں درگزرہ کی مرض میں مبتلا ہو گیا تھا جو بعض اوقات بڑی تکلیف دہ صورت اختیار کر لیتی تھی ۱۹۶۴ء میں ایک روز ملک خدا بخش صاحب کا وہ مقالہ پڑھا تھا جس میں اُن کی اہلیہ کی معجزانہ شفا یابی کا ذکر ہے۔ میں نے کہا۔ یا الہی میں بھی آپ کے اُسی ولی اللہ کا دامن گرفتہ ہوں۔ مجھے بھی اُن کا صدقہ اس دردناک مرض سے شفا عطا فرمائیے۔ اور یہ کہہ کر مجھ پر رقت طاری ہو گئی۔ چند منٹ بعد مجھے پیشاب کی حاجت ہوئی جس میں ایک بڑی سی پتھری خود بخود بغیر کسی تکلیف کے باہر نکل گئی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں بکلی شفا یاب ہو گیا۔

## اولیاء اللہ کی کرامات کا سلسلہ موت سے منقطع نہیں ہوتا بلکہ بڑھ جاتا ہے

واضح ہو کہ علمائے محققین کے نزدیک اولیائے کرام کی کرامات کا سلسلہ موت سے منقطع نہیں ہوتا بلکہ بعد وصال انہیں روحانی تصرف اور زیادہ حاصل ہو جاتا ہے۔ اس موضوع پر حضرت شیخ الاسلام شہاب الدین احمد کار سالہ "نفحات القرب والاقبال" باثبات التصرف لاولیاء اللہ تعالیٰ والکرامۃ بعد الانتقال قابل دید ہے۔

## موت کے وقت مریدوں کی دستگیری

ملک سلطان محمود خان صاحب ٹوانہ فرمایا کرتے تھے کہ اس قسم کے مہیویں خط حضور کی ڈاک میں موصول ہوا کرتے تھے جن میں آپ کے مرحوم مریدوں کے وراثت نامے لکھا کہ موت کے وقت مرعوبین نے ہاتھ اٹھا کر سلام کیا اور اپنے حسب استطاعت عزیزوں سے چارپائی یا کرسی لانے کو کہا کہ میرے حضرت تشریف لائے ہیں۔ ان واقعات سے علم سلوک کے اُس سلسلہ کی تائید ہوتی ہے جس میں آیا ہے کہ نزع کے وقت مرید صادق کو پیر کامل کی مدد پہنچتی ہے۔ خود راقم الحروف نے اپنے والد صاحب مرحوم کو بوقت وفات بار بار کہتے سنا کہ دیکھو حضرت صاحب تشریف فرما ہیں۔

## حضرت بابو جی مدظلہ العالی کی علالت اور شفا یابی

خود حضرت بابو جی صاحب قبلہ مدظلہ العالی کی علالت کا واقعہ مشہور ہے کہ بیماری شدت پکڑ رہی تھی اور قبلہ عالم قدس سترہ کی طبع مبارک پر تشویش کے مطلق کوئی آثار نہ تھے۔ درس و تدریس اور ارشاد و اشغال میں وہی انہماک تھا۔ بلکہ یوں معلوم ہوتا تھا۔ جیسے اپنے اکلوتے صاحبزادے اور اس دربار غوثیہ اور خاندان عالیہ کے اکیلے چشم و چراغ و ارث کی اس خطرناک حالت کی طرف بالکل توجہ ہی نہیں۔ خدام دور و کر عرض کرتے تو فرمادیتے تھے کہ علاج کراؤ، کسی اور بڑے طبیب کو بلواؤ۔ آخر ایک دزدانوں نے کہہ دیا کہ اب دوا کی نہیں دوا کی ضرورت ہے گھر سے مخدرات عالیہ اگر دور و کر دوا کر گئیں۔ بابو جی صاحب قدیم مہمان سرائے



میں باغ کے سامنے والے کمرے میں صاحب فراش تھے۔ اچانک ہوش میں آکر پینٹ مہجوا یا کہ تشریف لا کر مجھے آخری وقت بیعت فرما جائیے تشریف لائے اور بیعت فرمایا۔ اُسی وقت ان پر نزع کے سے آثار طاری ہو گئے اور حاضرین میں کھرام مچ گیا۔ حضرت اس حالت میں اٹھ کھڑے ہوئے اور اکیلے اپنے حجرہ شریف میں تشریف لے گئے۔ کہتے ہیں کہ ادھر آپ حجرہ شریف میں پہنچے ادھر بابو جی صاحب قبلہ اٹھ کر بیٹھ گئے اور دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر حجرہ شریف میں حاضر ہوئے اور قدمبوسی کی۔

## اطلاع برغیب اور اس قبیل کے بعض واقعات

کراماتِ حسیہ کے یوں تو کئی اقسام ہیں لیکن ان میں امورِ غیب پر بہ اذنِ الہی مطلع ہو جانا ایک خصوصی اہمیت رکھتا ہے۔ اور پھر کسی کے دل میں پوشیدہ بات کو معلوم کر لینا اور بھی زیادہ اہم ہے۔ کیونکہ جس چیز کا عالم شہادت میں ابھی تک ظہور نہیں ہوا اُس پر مطلع ہونا نسبتاً زیادہ مشکل ہے۔ گو یہ چیزیں بعض علومِ لطیفہ کے ذریعے بھی حاصل ہو جاتی ہیں مگر اولیائے کرام کے الہامی اور کشفی علوم اور علومِ لطیفہ کے ذریعے حاصل کردہ امور میں کافی فرق ہے۔ کیونکہ ولی کامل کی صفات کاملہ علم، سمع، بصر، حسبِ حدیث قدسی بِنِیْ یَسْمَعُ وَ بِنِیْ یَبْصُرُ ایک خصوصی شان کی حامل ہوتی ہیں جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد شہادت دے رہا ہے اَتَقُوْا اَمْرَ اَسَۃِ الْمُؤْمِنِیْنَ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِبُؤْرِ اللّٰہِ۔ (مومن کامل کی فراست سے ڈرتے رہو کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے) اس سلسلہ میں حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کے متوسلین سے کئی واقعات منقول ہیں جن میں سے چند ایک ایسے واقعات ذکر کیے جاتے ہیں جو راقم الحروف نے قبلہ بابو جی مدظلہ العالی اور اپنے والد مرحوم سے سنا ہے۔

## مقبولانِ خدا کے آثار کی تعظیم مگر اولاد سے تغافل

قبلہ بابو جی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک ہندوستانی شخص حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت فقر و ولایت سے متاثر ہو کر اس خیال سے پاک پتن شریف حاضر ہوا کہ آپ کے سجادہ نشین سے بیعت کروں گا۔ لیکن وہاں پہنچ کر دل میں صاحبِ سجادہ حضرت دیوان صاحب پر معترض ہو کر حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس شخص کو دیکھ کر مجلس میں ارشاد فرمایا کہ تعجب ہے بعض لوگ حضراتِ مقبولانِ خدا کی محبت اور تعظیم میں اُن کے مشاہد و مقابر اور آثار و تبرکات کا تو احترام کرتے ہیں مگر اُن کی اولاد کا احترام نہیں کرتے جن کے رگ و ریشہ میں ان حضرات کا خون جاری و ساری ہے۔ حالانکہ ایک مجازی محبت مجنوں، سیلی کے نام کی نسبت سے سیل یعنی رات اور ہر سیاہ چیز سے محبت کرتے ہوئے کہتا ہے۔

أَحِبُّ لِحُبِّهَا السُّودَاتِ حَتَّى

أَحِبُّ لِحُبِّهَا السُّودَ الْكَلَابِ

یعنی میں سیلی کی محبت کی وجہ سے ہر سیاہ چیز کو دوست رکھتا ہوں یہاں تک کہ اس کی محبت میں مجھے کالے کتے

بھی پیارے لگتے ہیں۔

یہ سن کر وہ شخص ناام ہوا اور اپنی غلطی کا برملا اعتراف کیا۔ اس سلسلہ کا ایک اور واقعہ جس میں دیوان صاحب پاک پتن شریف کے مافی الضمیر پر مطلع ہو کر حضرت قبلہ عالم قدس سترہ نے آپ کے شبہ کا ازالہ فرمایا تفصیلاً بابِ پنجم میں گذر چکا ہے۔



## ارادتمند کے ضمیر پر مطلع ہو کر اس کی پسند کے سلسلہ طریقت میں بیعت فرمایا

والد مرحوم فرماتے تھے کہ ہمارے اسلاف جو شمالی سندھ کے بوج قبائل سے تھے، گھوٹکی ضلع سکھر کے ایک گیلانی بزرگ حضرت مخدوم موسیٰ شاہ صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ کے ارادت مند تھے جو حضرت سلطان العارفين بابور رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے اس لیے مجھے ابتداء ہی سے سلسلہ قادریہ میں بیعت ہونے کا شوق تھا۔ متعدد خانقاہوں پر حاضری دی مگر کہیں اطمینان نہ ہوا۔ ایک دفعہ ایک خلوت نشین صد سالہ معمر بزرگ بابا نور صاحب قادری کی خدمت میں حاضر ہوا جو ڈیرہ اسماعیل خان سے شمال کی طرف ایک قصبہ خنور میں رہتے تھے اور بڑے صاحب کشف مشہور تھے۔ انہوں نے فرمایا ابھی کچھ وقت باقی ہے خاطر جمع رکھو ہمیں ایک گیلانی بزرگ سے سلسلہ قادریہ میں بیعت کا شرف حاصل ہو گا جو اپنے وقت کا غوث ہو گا۔ بابا صاحب کی اس پیش گوئی نے میرے شوق کو اور بھی تیز کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد جب میرے چھوٹے بھائی حافظ اللہ بخش صاحب قصبہ گھوٹہ ضلع ملتان میں بغرض تعلیم مولانا غلام محمد صاحب گھوٹوی کے درس میں داخل ہوئے تو میری آمد و رفت بھی اُدھر زیادہ ہونے لگی۔ اس اثنا میں حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کا ذکر خیر بکثرت سننے میں آتا۔ اور آپ کی طرف دل کھینچنے لگا۔ چنانچہ ایک مرتبہ میں اُس علاقہ میں تھا کہ حضرت قبلہ عالم قدس سترہ حسان گڑھ تشریف لائے اور مجھے پہلی بار شرف زیارت حاصل ہوا۔ لوگوں کا بڑا ہجوم تھا۔ جوق در جوق بیعت ہو رہے تھے۔ میں نے بھی بیعت ہونے کی درخواست کی تو فرمایا۔ ٹھہر کل ملنا۔ مجھے آپ کے اس ارشاد کے بعد سخت پریشانی ہوئی خصوصاً جب یہ معلوم ہوا کہ آپ سلسلہ چشتیہ کے بزرگ حضرت اعلیٰ سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے مجاز ہیں تو اور بھی زیادہ فکر و اندیشہ ہوئی کہ شاید میری منزل حسب پیش گوئی مذکورہ بالا ابھی دُور ہے۔ دُوسرے دن حاضر ہوا تو خود ہی فرمانے لگے۔ تمہارے اسلاف سلسلہ عالیہ قادریہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ مجھے اپنے مشائخ کرام سے سلسلہ چشتیہ اور قادریہ ہر دو میں بیعت کرنے کی اجازت ہے تمہیں سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کیا جائے گا۔ پھر نہایت شفقت سے بیعت فرما کر اوراد و وظائف تلقین فرمائے۔ جب گھر واپس آیا تو اپنے والد صاحب غلام اسحق صاحب سے ذکر کیا۔ چونکہ انہیں حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات والصفات سے نہایت محبت تھی۔ یس کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا۔ خدا کرے کبھی مجھے بھی حضرت کی زیارت نصیب ہو۔ چنانچہ ایک دفعہ جب پاک پتن شریف سے واپسی پر حضرت بھکڑے گڈرے تو والد صاحب اسٹیشن پر آپ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ جس کے بعد بارہا فرمایا کرتے تھے کہ حافظ تمہارے پر صاحب کے متعلق جس طرح سنا اُس سے بد بھرا زیادہ پایا۔ اولیاء اللہ میں ایسے معتدّر حضرات بہت کم ہوتے ہیں۔ یہ صحیح معنوں میں حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جانشین ہیں۔

## قطب الوقت کے اوصاف کا بیان اور اس کا مشاہدہ

والد مرحوم فرماتے تھے۔ ایک سال پاک پتن شریف سے واپسی پر حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کو ڈیرہ اسماعیل خان میں غلام رسول خان صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کی دعوت پر تشریف فرما ہوئے۔ مجھے بھی حاضری نصیب ہوئی۔ مجلس میں قطب الوقت کے اوصاف کا تذکرہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ لوگوں کے دل براؤن الہی قطب الوقت کے تصرف میں ہوتے ہیں۔ چاہے اپنی طرف متوجہ کرے چاہے ہٹا دے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ آنجناب سے بڑھ کر اس وقت کون اس محبت پر فائز ہو سکتا ہے کیا ہی اچھا ہوتا کہ آپ کی بیان کردہ علامات کا مشاہدہ ہو جاتا۔ جب روانگی کا وقت آیا تو آپ کی جیب ڈاک بگلہ سے ریوٹس اسٹیشن







یہ سنتے ہی والد صاحب پر رقت طاری ہو گئی اور فرمایا سبحان اللہ میرے حضرت کو اللہ تعالیٰ نے بڑی طاقت عطا فرمائی ہے۔ مجھے کئی بار تہیں گولڑہ شریف لے جانے کا خیال ہوا مگر پورا نہ ہو سکا۔ الحمد للہ کہ آپ نے میری اس دلی تمنا کو پورا فرما دیا۔ پھر فرماتے لگے کہ میرا خیال تھا کہ آج کل بعض آدمی نقلی مجذوب بن کر دنیا کو دھوکہ دیتے ہیں مگر ڈیرہ اسماعیل والا شخص واقعی صاحب کشف مجذوب تھا جس دن اُس کی میرے ساتھ بات ہوئی، تمہارے بیان کے مطابق اُسی دن تمہارا گولڑہ شریف جانا ہوا۔ پھر فرمایا کہ ”حضرت کی مجلس میں قرآن خوانی غالباً آپ کے پیرو مرشد حضرت اعلیٰ سیالوی کے یوم وصال کے سلسلہ میں ہوئی جو ۲۴ صفر کو ہوتا ہے اور وہ سفید ریش شخص آپ کے مصاحب خاص مولوی محبوب عالم صاحب ہوں گے۔“ اس کے چند روز بعد آں جناب ۲۹ صفر کو دارِ فانی سے انتقال فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

## حضرت جس قدر غریب نواز تھے اُسی قدر غیور بھی تھے

والد صاحب نے ایک روز فرمایا کہ ہمارے حضرت جس قدر مہربان اور غریب نواز تھے اُسی قدر غیور بھی تھے۔ چنانچہ میرے ایک پیر بھائی نے جو مراد آباد ضلع مظفر گڑھ کے رہنے والے تھے بیان کیا کہ حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کی مجھ پر بڑی مہربانی تھی۔ اور میں ذوق و شوق اور سیر و سلوک میں کافی ترقی پر تھا۔ کچھ خانگی مجبوریوں اور دُوری کی وجہ سے گولڑہ شریف کی بجائے حضرت سلطان العارفین بابو رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر کثرت سے آنا جانا شروع کر دیا۔ ایک دن بحالت مراقبہ کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت سلطان صاحب مجھے اپنی بغل میں لے کر پرواز فرما رہے ہیں جب چوتھے آسمان سے آگے نکلے تو سامنے سے حضرت قبلہ عالم قدس سترہ بڑے جلال میں نمودار ہوئے اور جوش میں مجھے مخاطب کر کے فرمایا میں دیکھوں گا تجھے سلطان صاحب کہاں اُڑا لے جاتے ہیں۔ یہ سنتے ہی میں سلطان صاحب کی بغل سے جدا ہو کر ایک گندے پانی کے گڑھے میں جا کر اُور وہ سب کیفیات و وحانی سلب ہو گئیں۔ کافی آہ و زاری کی مگر حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کی وہ عنایت نہ رہی۔ اس کے بعد والد صاحب نے فرمایا کہ اپنے شیخ کے ساتھ عقیدت میں برکز فرق نہیں آنے دینا چاہیے۔ اس پر ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک دفعہ مجھے حضرت کے وصال سے کچھ عرصہ بعد سلسلہ نقشبندیہ کے ایک مشہور شیخ کی مجلس وعظ میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔ وہ ہمارے خاندان کو جانتے تھے۔ وعظ کے بعد مصافحہ کیا تو بڑے جوش سے مجھے مخاطب کر کے کہا۔ حافظ جی! ولایت صغریٰ کی ضرورت ہے تو ابھی اس مقام پر پہنچائے دیتا ہوں۔ میں نے کہا آپ کی مہربانی، مجھے اپنے حضرت کی نظری کافی ہے۔ اس واقعہ کے بعد خواب میں میں نے حضرت قبلہ عالم قدس سترہ کی وہ عنایت اور مہربانی مشاہدہ کی جو بیان سے باہر ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس شیخ سے بات کرتے وقت حضرت قبلہ عالم قدس سترہ یہ سب کچھ مشاہدہ فرما رہے تھے۔

دست پیر از غائبان کو تاہ نیست  
دست اوجہ من قبضۃ اللہ نیست

خطاطی:۔ خوشی محمد ناصر قادری خوش رقم جاندھری لاہور



## تمت

اگرچہ حُسن تو از مہر غیر مستغنی است  
من آں نیم کہ ز ایمان خویش آیم باز

حضرت شیخ اکبر سیدنا محی الدین ابن العربی خصوصاً حکم میں فرماتے ہیں کہ ولی در حقیقت وہ ہے جو فنا فی اللہ ہو جائے کیونکہ ولایت حق تعالیٰ میں بندہ کے فنا ہو جانے کو کہتے ہیں۔ اور فنا کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اپنی بشریت کی جہت کو ربوبیت کی جہت میں بالکل نیست و نابود کر دے۔ پھر فرماتے ہیں کہ ولایت کی ابتدا سفرِ اول کی انتہا سے ہوتی ہے۔ اور سفرِ اول یہ ہے کہ نطق سے حق کی جانب، مظاہر اور اغیار سے تعین کو زائل کر کے سیر کرے، تقیدات اور حجابات سے بچے اور منازل و مقامات کو طے کرتے ہوئے مراتب و درجات حاصل کرے۔ یہ سب کچھ حق تعالیٰ کی تجلی ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اور حق تعالیٰ کی تجلی اُس پر ہوتی ہے جس سے اُس کے اپنے نشانات مٹ گئے ہوں اور اُس سے اُس کا اپنا اسم زائل ہو گیا ہو۔ آگے چل کر فرماتے ہیں کہ اہل سلوک نے جملہ مقامات کو تین اقسام میں تقسیم کیا ہے۔ "علم الیقین"، "عین الیقین" اور "حق الیقین"۔ "علم الیقین" یہ ہے کہ انسان شے کو اُس کی اصلی حالت سے تصور کرے۔ "عین الیقین" یہ ہے کہ شے کو اُس کی اصلی حالت سے مشاہدہ کرے۔ اور "حق الیقین" یہ ہے کہ انسان حق میں فنا ہو جائے۔ اور علم، مشاہدہ اور حال ہر تین میں حق تعالیٰ کے ساتھ بقا حاصل کرے۔

حضرت سیدنا مہر علی شاہ صاحب اُن اولیائے عظام میں سے تھے جنہوں نے اپنے مجاہدہ، مشاہدہ، علم اور فضل الہی سے حق الیقین میں ایک نہایت ارفع و اعلیٰ مقام حاصل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جمالِ ظاہری کے ساتھ ساتھ کمالِ روحانی بھی بدرجہ اتم عطا فرمایا۔ آپ اپنے جدِ امجد، سرچشمہ کا ظان حضرت غوث الاعظم سیدنا شیخ عبدالحق درجیلانی اور سلسلہ سچیت اہل بہشت کے گوہر صدانوار حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری کے صحیح جانشین اور مظہر تھے۔ علم لدنی کا گنج بے کراں آپ کو عنایت ہوا تھا۔ آپ کا وجود اقدس بیسویں صدی کے مسموم زمانہ میں بنی نوع انسان کی ایک کثیر تعداد کو گمراہی سے بچانے کا موجب ہوا اور لاکھوں افراد آپ کے فیضانِ روحانی سے مستفید ہوئے۔ آپ کے اوصاف و کمالات کو صحیح طور پر بیان کرنا ممکن نہیں کیونکہ آپ متصف باوصاف اللہ تھے۔ تاجم مولانا فیض احمد صاحب کی یہ کوشش اس لحاظ سے قابلِ تائید ہے کہ انہوں نے اس مردِ کامل کی زندگی کے حالات بڑی کاوش اور تحقیق کے ساتھ مرتب کر کے پُرِ قلم کیے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر بخشیں اور پڑھنے والوں کے لیے اس کتاب کو مشعلِ راہ بناتے ہوئے اس کی برکت سے انہیں راہِ راست پر چلنے کی توفیق بخشیں۔

فیضانِ الہی کا جو چشمہ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب کی ذاتِ بابرکات سے جاری ہوا تھا وہ ان کے وصال کے بعد بھی بدستور رواں ہے اور خلقِ خدا روز افزوں تعداد میں آستانہ عالیہ پر حاضر ہو کر فیضِ یاب ہو رہی ہے۔ حضرت کے

سراپا اخلاق و محبت اور منکر المزاج فرزند حضرت بابو جی قدس برتر اپنی زندگی میں اور ان کے وصال کے بعد ان کی اولاد محترم ہر وقت اور ہر طرح سے زائرین آستانہ اور مہمانوں کے آرام و آسائش کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت کے اس گلشن کو سدا سرسبز رکھیں اور آل اطہر کا یہ گہرانہ ہمیشہ آباد رہے۔

ۛ ایں دُعا از من و از جملہ جہاں آمین باد  
آخر میں قصیدہ مہر نلکے چند چیدہ اشعار کے ساتھ اس مختصر گزارش کو ختم کیا جاتا ہے۔

محمد حیات خان  
محمد فاضل خان

## قصیدہ مہر نلکے

شہسوار و وسعت میدان ہو پاک طینت سید پاکیزہ خو  
گوش دار سے بر صدائے فانی جودا شرح ساز آیت لا تقنطوا

معدن انوار مہر عالمیں  
آئند آمد گشت فخر اولیں

خاصہ حق آل ختم المرسلین نور البصار امیر المؤمنین  
جان جان سپر کامل نذر دیں جلوہ گاہ نور شمس العارفین

معدن انوار مہر عالمیں  
آئند آمد گشت فخر اولیں

کامل و اکمل حصول مدعا مالک دل لعل کسار ہدا  
کوہ علم و مصداق رحم و عطا مہر عالم مہر دل مہر سما

معدن انوار مہر عالمیں  
آئند آمد گشت فخر اولیں

گوہر نایاب بحر چشتیا خوش نوائے طوطی باغ رضا  
قلہ دیں کعبہ صدق و صفا خواجہ مہر علی شاہ مقدا

معدن انوار مہر عالمیں  
آئند آمد گشت فخر اولیں

ۛ یہ قصیدہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں منشی رجب علی صاحب جوہر مرحوم و مغفور نے لکھا تھا۔



سَيِّدِنِي مَهْدِي عَلِي صَاحِبِ عَطَا      أَنْتَ هَادِي أَنْتَ مَوْلَى حَقِّ نَمَا  
أَنْتَ مَاوِي أَنْتَ مُلْجَا فِي الرَّجَا      عَالِمِ سِحْرِ الْبَيَانِ نَشْرُ الْهُدَا

معدن انوار مہدی عالمیں  
آخند آمد گشت فخر اولیں  
مسک او جادہ تحقیق گشت      مثل حاتم واد در توفیق گشت  
از عمل عیلم الہ تصدیق گشت      بر کمال فضل او تطبیق گشت

معدن انوار مہدی عالمیں  
آخند آمد گشت فخر اولیں  
الْغِيَاثُ اے مہدی نورِ قسیم      الْغِيَاثُ اے کاشفِ برِ عظیم  
الْغِيَاثُ اے مہد و اکرامِ کریم      کُنْ حُندارِ اچارۂ قلبِ سقیم

معدن انوار مہدی عالمیں  
آخند آمد گشت فخر اولیں  
بندۂ مہدی علی جوہر گدا      بر در آمد اے شہِ عفتہ گدا  
کُنْ دواہِ دردِ دل بہرِ حُند      تا شود حاصلِ مراکمالِ شفا

معدن انوار مہدی عالمیں  
آخند آمد گشت فخر اولیں  
بندۂ عاجز غلامِ مہدی دین      ملتی ہے تجھ سے رب العالمین  
سُنْ دُعَا یہ بہرِ ختمِ المرسلین      تا ابد حضرت رہیں مسندِ نشین

معدن انوار مہدی عالمیں  
آخند آمد گشت فخر اولیں

۱۔ یہ اشعار حضرت کے فرزند حضرت بابو جی قدس بنزہ کی فرمائش پر لکھے گئے۔

# کوائف وصال حضرت بابو جی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب قدس بہترہ العزیز کے اکلوتے فرزند جلیل حضرت سید غلام محی الدین شاہ صاحب المعروف بابو جی کے مختصر حالات زندگی اس کتاب کے چھٹے باب کی آٹھویں فصل میں تحریر کیے جا چکے ہیں۔ ۳۷ برس تک گولڑہ شریف کی مسند ارشاد پر جلوہ فرما رہنے کے بعد ۲۲ جون ۱۹۷۳ء (۲ جمادی الثانی ۱۳۹۳ھ) کو حضرت بابو جی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی وصال فرمایا۔ چنانچہ مہر منیر کے اس تازہ ترین ایڈیشن میں نہایت اجمالی طور پر آپ کے کچھ باقی ماندہ حالات اور آپ کے وصال کے کوائف ایک علیحدہ فصل کی صورت میں شامل کیے جا رہے ہیں۔ حضرت بابو جی کی حیات مبارکہ کے کما حقہ تفصیلی حالات بیان کرنے کے لیے ایک مستقل کتاب درکار ہے۔ بارگاہ ایزدی میں دعا ہے کہ وہ ایسی کتاب کی تحریر، تدوین و اشاعت کے اسباب جلد از جلد پیدا فرمائے۔

جب قبلہ عالم حضرت اعلیٰ نے خلق خدا کو ایک طویل مدت تک اپنے بے نظیر علمی اور روحانی کمالات سے مستفیض کرنے کے بعد بالآخر ۱۱ مئی ۱۹۳۷ء (۲۹ صفر ۱۳۵۶ھ) کو رفیق اعلیٰ کی جانب سفر فرمایا تو آستانہ عالیہ گولڑہ شریف کے معاملات کی دیکھ بھال اور حضرت کے سلسلہ رشد و ہدایت کو جاری رکھنے کی ذمہ داری کلمۃ حضرت بابو جی کے (بقول اُن کے "ضعیف") کندھوں پر آن پڑی۔ جیسا کہ اس کتاب کے صفحہ ۳۶۸ پر لکھا جا چکا ہے۔ حضرت بابو جی نے حضرت اعلیٰ کی اجازت کے باوجود اُن کی زندگی میں رحمت و ارشاد کی ذمہ داری اٹھانے میں عرصہ تک تامل فرمایا تھا اور اُس وقت تک اس پر آمادہ نہ ہوئے تھے جب تک کہ حضرت نے آپ کی پیہم درخواست پر یہ وعدہ نہ فرمایا کہ اچھا جو شخص تمہارے ہاتھ پر بیعت کرے گا اُس کا ذمہ دار میں ہوں۔ تاہم حضرت کے وصال کے بعد خلق خدا نے جلد ہی دیکھ لیا کہ اپنے عالی مرتبت والد سے تربیت یافتہ اس مرد عظیم نے اپنے گراں بار فرائض کس عزم، حوصلہ اور خوش اسلوبی سے انجام دیئے اور اپنے حضرت کے شروع کردہ سلسلہ فیضان کو کس خوبی سے جاری رکھا۔ یہاں تک کہ ایک وقت ایسا بھی آیا جب آستانہ عالیہ گولڑہ شریف حضرت بابو جی کی ذات گرامی کے گرد بالکل اسی طرح گھومتے لگا جیسے کہ خود حضرت اعلیٰ کے گرد آپ کے دور مبارک میں گھوما کرتا تھا۔

## اسلامی اقدار کی ترویج

اپنے والد بزرگوار کی طرح اسلامی اقدار اور اخلاق کی ترویج و ترقی کو حضرت بابو جی نے ہمیشہ اپنا اولین مقصد حیات سمجھا۔ جہاں تک دنیوی معاملات کا تعلق ہے قیام پاکستان سے پہلے آپ نے صحیح اسلامی روایات اور سلف صالحین کے مسلک کے عین مطابق راستہ اختیار فرمایا یعنی نہ ہی اُس وقت کی انگریز حکومت کا آلہ کار بننا گوارہ کیا اور نہ ہی ہندو کانگریس کے اختراع کردہ واحد ہندوستانی قومیت کے نعرہ کو تسلیم کیا بلکہ برصغیر میں ایک علیحدہ آزاد مسلمان مملکت کے حصول و قیام کے لیے جس کا مقصد اولیٰ ایک مثالی اسلامی معاشرہ کی تشکیل تھا، آل انڈیا مسلم لیگ کے منشور کی پُر زور حمایت فرمائی۔ یہاں تک کہ اپنے بعض اکابر متعلقین کے نظریات کی پرواہ بھی نہ کی جو اُس کے برعکس تھے اور اپنے تمام ملنے والوں کو یہی مشورہ دیا کہ اس وقت مسلمانان



برصغیر کی بہتری اسی میں ہے کہ مسلم لیگ کی مکمل اور متفقہ حمایت کی جائے۔ تاہم جماعتی سطح پر اپنے اس نظریہ کے باوجود پاکستان بن جانے کے فوراً بعد ہندوستانی باشندوں کی طرف سے پہل کے نتیجے میں جب ہر طرف فرقہ وارانہ قتل و غارت کا بازار گرم ہوا تو آپ نے عظیم اسلامی روایات پر عمل کرتے ہوئے گولڑہ شریف کے غیر مسلم باشندوں کے جان و مال کی حفاظت کا نہ صرف پورا پورا انتظام فرمایا بلکہ وقت آنے پر انہیں اپنی ذاتی نگرانی میں ہندوستان رخصت فرمایا۔

## تحریک ختم نبوت

حضرت بابو جی کے متذکرہ بالا اقدامات خالصہ جذبہ اخوت اسلامی کی بنا پر تھے۔ ورنہ ملکی سیاست میں آپ نے براہ راست عملی حصہ کبھی نہ لیا اور نہ ہی کسی سیاسی جماعت سے منسلک ہوئے۔ البتہ جب کبھی اسلامی اقدار کی حفاظت کی ضرورت پیش آئی آپ نے اپنی تمام تر کوششیں اس مقصد کے لیے وقف کر دیں۔ چنانچہ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ نے نہایت سرگرمی سے حصہ لیا اور اُس وقت کی مسلم لیگ حکومت کے اس رویہ سے سخت شاکی رہے جو اُس نے اس تحریک کو کچلنے کے لیے اختیار کیا۔ فرمایا کرتے تھے کہ جو ملک محض حضور خاتم النبیین کی نظر کرم کے صدقے میں معرض وجود میں آیا۔ اُس کے عمائدین حضور کی ختم نبوت کے شیدائیوں سے کیسا بے دردانہ سلوک کر رہے ہیں۔ لاہور ختم نبوت کانفرنس میں بھی آپ نے تمام مکاتیب کے راہنماؤں کو متحد کرنے میں اہم کردار ادا کیا اور جلسے جلوس میں اصولاً احترام کے باوجود اس کانفرنس کے کئی اجلاس میں شریک ہوئے۔ علاوہ ازیں اُس وقت کے گورنر جنرل غلام محمد، وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین اور دوسرے زعمائے حکومت سے اس مسئلہ کے مناسب اور مستقل حل کے سلسلہ میں ملاقاتیں کیں۔ ۱۹۶۲ء کے شروع میں جب ختم نبوت کی تحریک نے پھر زور پکڑا اُس وقت حضرت بابو جی اپنی علالت کے باوجود اُس میں بہت دلچسپی لیتے رہے ہسپتال میں بھی جو شخص عیادت کے لیے آتا اُس سے تحریک کے متعلق باتیں پوچھتے الحمد للہ کہ جمہور اہل اسلام کا متفقہ مطالبہ جس کی ابتدا حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب نے اپنے زمانے میں موجودہ عیسوی صدی کی ابتدا میں رکھی تھی کہ مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دیا جائے بالآخر ان مقبولانِ خدا کی کاوشوں سے ۱۹۶۲ء میں تسلیم کر لیا گیا۔

## جنگ بھارت و پاکستان

۱۹۶۵ء کی جنگ بھارت و پاکستان کے دوران بھی جب ملک کی سلامتی کو شدید خطرہ لاحق تھا حضرت بابو جی نے ملک و ملت کی بھرپور اعانت فرمائی اور علاوہ اور باتوں کے آپ نے خلافِ عادت ریڈیو پاکستان راولپنڈی سے تمام اہل پاکستان کو بالعموم اور اپنے متعلقین کو بالخصوص ان الفاظ میں خطاب فرما کر اس جہاد میں حصہ لینے کی ہدایت فرمائی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعِزَّتِہِ

الطَّاهِرِیْنَ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ ؕ

اما بعد، برادرانِ ملت السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں اب تک اگرچہ سیاسیات اور دنیاوی جمیلوں سے دور رہا ہوں مگر آج جب کہ ملک و ملت کو نہایت ہی پرخطر اور



مشکل حالات کا سامنا کسی طرح بے تعلق نہیں رہ سکتا۔ ملک و ملت کی خدمت اور اعانت مسلمان کا فرض اولین ہے۔ ارشاد و اعلان خداوندی ہے **لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ**۔ فی الحقیقت ازلی بدی غیر متزلزل اور لافانی حکومت اور ستائش صرف اور صرف اُسی ذات کی ہے اور وہ پوری طرح ہر چیز پر قادر ہے۔ اُسی حاکم مطلق و برحق کا ارشاد ہے **إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِآثَرٍ لَّهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا**۔

بے شک و شبہ اللہ تعالیٰ نے مومنین سے اُن کی جانوں اور مالوں کا جنت کے بدلے سودا کر لیا ہے۔ اسی بناء پر فرزندانِ اسلام کے ہر فرد پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنے ملک و ملت کی سالمیت کے لیے تن من و دھن پیش کر دے اور اس سوئے میں پورا اترے۔ موجودہ حالات کے پیش نظر ہم سب پر ضروری ہو گیا ہے کہ اس جہاد میں کسی قربانی سے دریغ نہ کریں اور اپنی ساری صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں۔ میں اپنے متعلقین اور مخلصین کی اُن خدمات پر جو وہ اللہ دے، دے، قدمے بری، بحری ہوئی حفاظتی اور معاشرتی شعبہ جات میں نہایت اخلاق، بلند حوصلگی، پُر دلی اور پامردی سے سرانجام دے رہے ہیں نہایت ہی مسرت اور اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے انہیں مبارکباد دیتا ہوں۔ اس ملی و قومی جدوجہد اور شدید آزمائش کے وقت حکومت کے ساتھ ہر تعاون کے لیے تیار اور ہر طرح سے شریک حال ہوں۔ پوری قوم خصوصاً میرے مخلصین کی جانفشانی اور بے لوث خدمات کی ہر آواز میرے کانوں تک پہنچ کر میری خوشیوں اور مسرتوں میں اضافے کا سبب بنتی ہے اور دل سے **اللَّهُمَّ زِدْ قَوْمَكَ تَعَاوُنًا** کہتا ہے۔ ہماری کامیابیاں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا نتیجہ ہیں۔ ہم کو ہمہ وقت اُس رب اکبر کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیے۔ حقیقی شکر تو یہ ہے کہ ہم ہمیشہ کے لیے عہد کریں کہ اُس کے اوامر کا احترام اور نواہی سے اجتناب کریں گے۔

میں دست بردار ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمام اُمتِ مسلمہ کا عموماً اور مسلمانانِ پاکستان کا خصوصاً حامی و ناصر ہو اور اپنے حبیبِ پاک کے صدقے میں اور اپنے مقبولین کے طفیل ہمیں فتح و کامیابی ارزانی فرمائے۔ آمین۔ اس دُعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔ ویسے ہی حضرت بابو جی پاکستان کی سلامتی اور بہبود کے لیے دل سے خواہش مند اور دُعا گو رہتے تھے اور اسی وجہ سے آزادی کے بعد کے مختلف پُر آشوب ادوار میں نامساعد حالات، سیاسی تعطل و بھڑانات، اسلامی نظام اور اقدار کے نفاذ میں مسلسل التواء، کنبہ پروری اور اقربا نوازی میں اضافہ، ذاتی مفاد پر قومی بہبود کی قربانی اور اس طرح کے دیگر مایوس کن کوائف کی بناء پر اکثر اظہارِ تاسف فرماتے اور قوم اور عوام کی اصلاح کے لیے درد مندانه دُعا فرمایا کرتے تھے۔

حضرت بابو جی نے اصولاً کبھی عمائدینِ حکومت سے راہ و رسم نہ بڑھائی اور اپنے اجدادِ کرام کی سنت پر عمل کرتے ہوئے کبھی سربراہانِ مملکت کی ملاقات کو نہ گئے۔ یہ بات عمائدینِ حکومت کو پسند نہ آئی اور سلسلہ ۱۹۶۱ء میں باوجود اس کے کہ دربارِ عالیہ گولڑہ شریف حسن نظم و نسق کے اعتبار سے ملک بھر میں ایک مسند مثالی حیثیت رکھتا تھا اور کسی طرح سے بھی اوقاتِ ایکٹ کی زد میں نہ آتا تھا۔ حکومتِ وقت نے اُسے محکمہ اوقاف کی تحویل میں دینے کا فیصلہ کر دیا۔ اس کے بعد بھی آپ نے مرکزی یا صوبائی حکومت کے سربراہان سے اس سلسلہ میں جا کر ملنا گوارا نہ فرمایا بلکہ قانونی چارہ جوئی کا معروف راستہ اختیار کرنے کو ترجیح دی چنانچہ ایک مردِ مجاہدیشن جج سید محسن ترمذی کے عدالتی فیصلہ کے تحت ہی دربارِ گولڑہ شریف کو محکمہ اوقاف سے واکزار کیا گیا۔

## سیاسیات کے متعلق آپ کا نظریہ

جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے آپ نے کبھی عملی طور پر ملکی سیاسیات میں حصہ نہ لیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اسلام بذاتہ ایک



مکمل نظریہ حیات ہے۔ عدل و انصاف کے جو اصول اسلام نے پیش کیے ہیں اُن کے سامنے دُنیا کے تمام دیگر نظام بیچ ہیں۔ کیونکہ اسلام خود اُس خالق کائنات جل جلالہ کا تجویز کردہ ہے جو علام الغیوب ہے اور انسان کی فطرت اور روایات سے خوب واقف ہے۔ مخلوق کے بنائے ہوئے نظام بھلا اُس کا کہاں مقابلہ کر سکتے ہیں۔ آپ نے اپنی زندگی کے آخری دور میں اسلامی نظام کی ترویج کے لیے مسلمانوں کو متحد کرنے کے لیے حتیٰ الوسع کوشش فرمائی اور اس سلسلہ میں متعدد مقامات پر پریس کانفرنسوں اور جلسوں میں بھی شرکت فرمائی۔

## روزمرہ کے معمولات

حضرت بابو جی کا قیام آستانہ عالیہ سے قریب سوگڑ پر اپنے رہائشی گھر کے قریب بیٹھک پر رہتا تھا جس کا تفصیلی ذکر اسی کتاب کے صفحہ ۳۶ پر آچکا ہے۔ بیٹھک پر آپ کی ذاتی ضروریات کی دیکھ بھال، پہلے مخلص محمد حیات عرف جرنیل کیا کرتے تھے جرنیل صاحب عرس شریف اور دیگر تمام اہم تقاریر پر مجالس کا انتظام بھی کراتے تھے۔ وہ موتیابند کی وجہ سے بینائی سے معذور ہوئے تو مخلص غلام مصطفیٰ چشتی نے یہ ذیولٹی سنبھالی۔ بیٹھک کے دروازے ماسوائے رات کے چند گھنٹوں کے ہمیشہ ہر کہ درہ پر کھلے رہتے تھے۔ شام کے وقت آنے والے مہمانوں سے سب سے پہلے آپ یہ پوچھتے کہ کھانا کھایا ہے۔ اگر نہ کھایا ہوتا تو فوراً اُن کے کھانے کا انتظام فرماتے۔ اگر انہوں نے رات رہنا ہوتا تو ننگر شریف پر رہائش کے لیے ہدایات جاری فرماتے۔ بیرون ملک سفروں کے دوران بھی آپ کے روزانہ کے معمولات میں کوئی فرق نہیں آتا تھا۔ ایسے سفروں پر اکثر سلطان کے خواجہ منظور حسین صاحب کے صاحبزادے خواجہ خدابخش جنہیں آپ کے ساتھ ایک خاص نسبت تھی آپ کے ہمراہ رہ کر آپ کی ذاتی ضروریات کا خیال رکھتے۔ سفر کے دوران بھی ملاقات کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا۔

پابندی معمولات کا حد درجہ اہتمام اور التزام تھا۔ ۳۷ برس کے طویل عرصہ ارشاد میں کسی دن معمولات میں تبدیلی آتے کسی نے نہ دیکھی۔ تنہا سے لے کر تقریباً صبح ۹، ۱۰ بجے تک نماز اور ورد و وظائف اور تلاوت کلام پاک میں مصروف رہتے۔ گولڑہ شریف میں موجودگی کے دوران مجلس سماع کا روزانہ اہتمام فرماتے جو روزانہ ۱۰ بجے سے لے کر ۱۲ بجے دوپہر تک جاری رہتی اپنے خصوصی قوال حاجی محبوب علی صاحب کی تربیت آپ نے اُن کی اوائل عمر ہی سے ذاتی طور پر نہایت محنت اور اہتمام سے فرمائی اور انہیں اس پایہ تک پہنچا دیا کہ اُن کی مجلس قوالی تصوف کے اہم مسائل بالخصوص وحدت و جود میں ایک درس اور وعظ کا مقام چل کر گئی۔ آستانہ عالیہ گولڑہ شریف حضرت اعلیٰ سیدنا پیر مہر علی شاہ صاحب کے زمانہ ہی سے وحدت و جود کی تعلیم و اشاعت کا گوارہ بن چکا تھا۔ سیدنا شیخ اکبر کی فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم کا درس حضرت کی محفل کا ایک خاصہ تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ اُس زمانہ میں اس موضوع پر روشنی ڈالنے کے لیے حضرت کی ذات مبارک اپنی مثال آپ تھی۔ اس بات کا اعتراف علامہ ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم نے بھی اپنے اس خط میں کیا ہے جس میں انہوں نے حضرت کی خدمت میں حضرت شیخ اکبر کے نظریہ زمان و مکان پر روشنی ڈالنے کے سلسلہ میں استدعا کی تھی۔ اس خط کا متن اس کتاب کے صفحہ ۳۲ پر درج کیا جا چکا ہے۔ وحدت و جود کا مسئلہ اسلامی فلسفہ روحانیت کا ایک نہایت ہی نازک مسئلہ ہے جسے صحیح طور پر سمجھنے کے لیے نہ صرف ظاہری علم بلکہ وجدان کا ہونا بھی از حد ضروری ہے اور وجدان ایک ایسی شے ہے جو اہل اللہ کے قرب و توجہ اور اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ حضرت بابو جی فرمایا کرتے تھے کہ حضرت اعلیٰ کے زمانہ میں اس مسئلہ کے متعلق طالب علموں کے شوق کی بھی یہ حالت تھی۔



اور حضرت کی صحبت اور تدریس نے انہیں اس حد تک گرمادیا تھا کہ عام پنجابی ماہیہ کے شعروں سے بھی وحدت وجود کے معانی نکالا کرتے تھے۔ حضرت کے وصال کے بعد اس نظریہ کی اشاعت حضرت بابو جیؒ نے قوالی کے ذریعہ کروائی ایک روز اس مسئلہ پر دوران گفتگو یوں ارشاد فرمایا کہ میرے حضرت کا شعر ہے ۔

قَدْ كَانَ وَمَا مَعَهُ مَا كَانَ مِنَ الْكَوَانِ      الْآنَ كَمَا كَانَ مَشْهُودٌ دِل زَارِمِ

حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کُنْتُ كُنْزًا خَفِيًّا فَاحْبَبْتُ أَنْ أُحَرَّفَ۔ میں ایک مخفی خزانہ تھا پھر میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں۔ تب وحدت سے کثرت کا ظہور ہوا۔ پہلے محض ذات تھی۔ اب اس قدر ظہور کے بعد بھی وہ ذات اُسی طرح ہے جیسے پہلے تھی۔ اُس میں کوئی کمی نہیں آتی۔ وہ ایک ایسا منبع ہے کہ اُس میں سے یہ سب کچھ ظہور میں آتا ہے اور آتا رہے گا لیکن اُس میں کمی نہیں آئے گی۔ پھر فرمانے لگے کہ محبوب قوال کو جب میں نے شروع شروع میں یہ مضمون سنانے کو کہا تو اُس کی سمجھ میں نہ آیا اور مجھے پوچھنے لگا کہ وحدت وجود کیا چیز ہے۔ میں نے کہا کہ وقت آنے پر تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ دوسرے روز صبح اُس سے ملاقات ہوئی تو کہنے لگا کہ رات میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں حضرت اعلیٰؑ کے مزار مبارک پر حاضر ہوتا ہوں۔ قبر شق ہو جاتی ہے اور آپ کی شکل مبارک ظاہر ہوتی ہے اُس میں سے اُسی قسم کی لاتعداد شکلیں نکلتی ہیں اور فنا ہوتی ہیں اور یہ سلسلہ جاری ہے اور اصل شکل ویسے کی ویسی رہتی ہے۔ میں نے اُسے کہا کہ یہی وحدت الوجود ہے۔ اس خواب کے بعد محبوب کو قدرت نے اس مضمون کے بیان کرنے میں ایسا ملکہ عطا فرمایا جس کا اندازہ اُس کی قوالی سننے کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔ حضرت بابو جیؒ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ محبوب کی قوالی کو سمجھنا ہر ایک کا کام نہیں۔ اسے صرف صاحبِ علم و نسبت ہی سمجھ سکتے ہیں۔ اور علم بھی یہ ظاہری علم نہیں بلکہ باطنی علم۔ مثنوی مولانا رومؒ، مولانا جامیؒ کے نعتیہ کلام اور فارسی زبان کے دیگر اکابر شعراء بالخصوص حضرت شیخ سعدیؒ، خواجہ حافظ شیرازیؒ اور حضرت امیر خسروؒ کے صوفیانہ اور عارفانہ کلام کو حضرت بابو جیؒ کی مجالس سماع میں ایک خاص مقام حاصل تھا پنجابی زبان میں حضرت بقیع شاہ صاحبؒ، خواجہ غلام فرید صاحبؒ اور حضرت علی حیدر صاحبؒ کے کلام کو بھی بڑے اشتیاق سے سنتے نعت رسولؐ، عشق و محبت، درد و سوز اور وحدت الوجود کے مضامین کو آپ بالخصوص پسند فرماتے۔ محبوب قوال کو سفر و حضر میں اپنے ہمراہ رکھتے۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ حضرت اعلیٰؑ کے تشریف لے جانے کے بعد محبوب ہی کی وجہ سے وقت کچھ اچھا کٹ گیا ہے۔

## سماع کے متعلق آپ کا نظریہ

سماع کے متعلق قبلہ بابو جیؒ کا وہی نظریہ تھا جو آپ کے والد ماجد حضرت قبلہ عالم قدس برہ کا تھا۔ جس کا ذکر اسی کتاب کے صفحات نمبر ۵۵ تا ۶۲ پر تفصیلاً آچکا ہے۔ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ سفر بغداد شریف میں وہاں کے مقتدر علمائے کرام سے اس مسئلہ پر گفتگو ہوئی تو سیدنا غوث اعظم قدس برہ کی خانقاہ شریف کی جامع مسجد کے خطیب علامہ قاسم القیسینیؒ نے فقہ حنفی کے مشہور محقق علامہ ابن عابدین شامیؒ کے اُستاد علامہ عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ ایضاح الدلالات کا ایک نسخہ مجھے دیا اور فرمایا کہ اس سے بڑھ کر اس موضوع پر لکھنا مشکل ہے۔ چنانچہ وہ رسالہ عموماً آپ کے زیر مطالعہ رہتا تھا۔ علامہ موصوف کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ سماع فی ذاتہ ممنوع اور حرام نہیں البتہ اس کے ساتھ بعض غیر شرعی اور ممنوعہ



عوارض شامل ہونے کی وجہ سے اُسے ممنوع قرار دیا گیا ہے مثلاً غیر محرم عورتوں سے سُنانا۔ فحش اور غیر شرعی کلام سُنانا۔ شراب وغیرہ کی مجالس میں راگ رنگ کا ہونا وغیرہ۔ اگر ان عوارض سے مجلس سماع پاک ہو اور توحیدِ خداوندی، اسلام کی عظمت، بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور مقبولانِ خدا کی مدح و ثنا ہو تو اس کے ممنوع ہونے پر کوئی قطعی نص دلالت نہیں کرتی۔

## یادِ الہی

حضرت بابو جیؒ نے اپنے والد بزرگوار کے فیضِ روحانی کو بھی بالکل اُسی طرح جاری رکھا جیسا کہ اُن کے اپنے وقت میں تھا۔ جہاں تک عبادت اور یادِ الہی کا تعلق ہے آپ کی حیاتِ اقدس ایک مستقل مجاہدہ تھی۔ آپ کے شب و روز کا تقریباً تین چوتھائی حصہ بیداری، نماز، ورد و وظائف اور ذکر الہی میں گزرتا۔ ہر وقت با وضو رہتے۔ تمام نمازیں با جماعت اول وقت میں ادا فرماتے۔ اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ذکر و تسبیح کا ظاہری شغل جاری رہتا۔ ذکرِ قلب و باطن کی صحیح کیفیت تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ تاہم اس پر آپ کا یہ اپنا جملہ دال ہے کہ یادِ الہی سے ایک لمحہ بھی غافل رہنے سے بہتر ہے کہ انسان کو موت آجائے۔ غرض ہر لحاظ سے مثنوی مولانا رومؒ کے ان اشعار کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔

غفلت از دے یک زماں صدمگ دال      زندگی یاد است نزد عارفان

ترجمہ۔ اُس ذاتِ پاک کی یاد سے ایک لمحہ کی بھی غفلت کو ستمو توں کے برابر سمجھ کیونکہ عارفوں کے نزدیک اُس کی یاد ہی زندگی ہے۔

ایں جہان و آں جہاں فانی بُود      غیر یادش جُملہ نادانی بُود

ترجمہ۔ یہ جہاں اور وہ جہاں دونوں فانی ہیں۔ بس اُس کی یاد کے علاوہ سب نادانی ہی نادانی ہے۔

یاد او سرمایہ ایساں بُود      ہر گدا از یاد او سلطان بُود

ترجمہ۔ اُس کی یاد ہی ایمان کا سرمایہ ہے اور ہر گدا اُس کی یاد ہی سے سلطان بن جاتا ہے۔

یاد او گر مونسِ جانست بُود      ہر دو عالم زیرِ فرمانست بُود

ترجمہ۔ اگر اُس کی یاد تیری جان کی مونس بن جائے تو دونوں جہان تیرے تابع فرمان ہو جائیں۔

## رسول مقبول سے والہانہ محبت

حضرت بابو جیؒ کا ایک امتیازی وصف آپ کا مسلکِ ادب تھا۔ حسب مرتبہ و مقام اس ادب کے موردِ اعلیٰ سرکارِ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات والامفات سے لے کر اہل بیتِ کرام اور تمام اکابرینِ داولیائے اُمت رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے حضور رسالتِ پناہ سے توحضور بابو جیؒ کو حقیقی اور والہانہ عشق تھا جو فنایتِ تامہ تک پہنچا ہوا تھا اور جس کی گہرائی کا اندازہ لگانا ممکن نہیں حضور کا نام اظہر سُنتے ہی فرطِ ادب سے آپ کا سر جھک جاتا اور اکثر رقت طاری ہو جاتی۔ قوالی کی مجالس میں حضور کی تعریف و توصیف اور غرضِ سلام و نیاز روزانہ کا مستقل معمول تھا۔ حضرت مولانا جامیؒ کے نعتیہ کلام کو بالخصوص پسند فرماتے اور بسا اوقات اُن کی کسی منتخب نعت کی کسی کئی روز تک مجلس میں تکرار رہتی۔ حج کا زمانہ نزدیک آتا تو محبوبِ آپ کے ذوق کے پیشِ نظر حضرت جامیؒ کی اس نظم کو اکثر دہراتا۔

احن شوقاً الادیار لقیتم فیہا جمال سلما

ترجمہ۔ میں اُس دیار کے شوق میں گریاں بُوں جہاں مجھے سلا یعنی اپنے محبوب کا وصال حاصل ہوا تھا۔  
حضرت بابو جیؒ اسے سُنتے جاتے اور آنکھوں سے سیلاب اشک جاری ہو جاتا۔ اسی شوق میں سا لہا سال تک  
تقریباً ہرج کے موقع پر دیا رخصت کی حاضری دیتے رہے۔ ایک دفعہ جب سفر ارض مقدس میں کچھ سرکاری موانع درپیش  
آئے تو حضرت بھرے لہجے میں فرمایا کہ جی تو یہ چاہتا ہے کہ مدینہ شریف کے راستہ پر آنے جانے ہی میں عمر گزر جائے لیکن  
اربابِ اقتدار کو جاری اتنی سی خواہش کا پورا ہونا بھی گوارا نہیں۔ مدینہ طیبہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم کی حاضری کے دوران  
آپ پر ایک عجیب کیفیتِ نیاز طاری رہتی۔ وہاں کے جانوروں تک کا ادب اور مدارات فرماتے۔ بارگاہِ رسالت سے  
رخصت ہوتے وقت بہت روتے۔ مدینہ شریف سے تقریباً دس میل باہر جدہ کی ٹرک پر ایک ایسی جگہ آتی ہے جہاں سے  
روضہ اقدس کے مینار آخری مرتبہ نظر آتے ہیں۔ اس رُوح پر درنظارہ کی جگہ پر موٹروں کو روک کر محبوبِ قوال سے پنجابی کا  
ایک فراقیہ مابیا پڑھواتے جس کے آخری بول یہ ہیں۔

بازار و کیندا کلفا۔ خوش دس ماہی دیا مُلکا۔ تے اسیں پر دیسی جی دے ڈھولا

ڈھول جانی ساڈی گلی آویں تینڈی مہربانی

ترجمہ۔ بازار پکے ہے کُلفا۔ خوش بس سخن کے مُلکا۔ ہم ہیں پر دیسی، جیو جانی  
دیس ہمارے آنا، مہربانی

اُس کے بعد وہاں کی زمین چومتے اور اشکبار واپس روانہ ہو جاتے۔

۱۹۴۹ء سے میلادُ النبیؐ کے موقع پر ولادتِ مبارکہ کی شب کو آپ نے ایک ایسی مجلس کا اہتمام فرمانا شروع  
کیا جس کی کیفیت کا اندازہ صرف اُس میں شریک ہونے والے ہی لگا سکتے ہیں۔ گولڈا شریف میں بجلی آ جانے کے بعد  
حضرت بابو جیؒ کے ایک پُرانے سگی کے فرزند سید صفت علی شاہ نہایت اخلاص و محنت کے ساتھ اسے اس خوبصورتی سے  
سجاتے ہیں کہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ درود و صلوٰۃ اور مدح و ثنائے رسولؐ پر مشتمل مجلس سعید رات بھر جاری رہتی  
اور حضورؐ کی ولادت کے معروف وقت، صبح صادق پر ایک سو ایک گولوں سے حضورؐ کی بارگاہِ اقدس میں سلامی پر ختم  
ہوتی۔ الحمد للہ کہ یہ مجلس مبارک حضرت بابو جیؒ کے وصال کے بعد بھی اُن کے فرزند ابراہیم کے زیرِ اہتمام اُسی احتشام و  
احترام سے منعقد کی جا رہی ہے۔

## سرکارِ بغداد، خواجہ غریب نواز اور مولانا رومؒ سے نسبت و تعلق

حضور رسالتؐ کے بعد سرکارِ بغداد حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت خواجہ  
غریب نواز خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ، حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ، حضرت باوا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ اور  
حضرت داتا گنج بخش مخدوم سید علی ہجویریؒ سے آپ کو خصوصی عقیدت اور نیاز تھا۔ حضرت سیدنا غوث الاعظم سے آنجناب  
کے مسئلہ طور پر سلطان الاولیاء ہونے کے علاوہ خود جیلانی النسب ہونے کی بنا پر حضرت بابو جیؒ کو اپنے حضرت اعلیٰ کی طرح  
ایک خاص الخاص نسبت اور تعلق تھا۔ چنانچہ گولڈہ شریف کا لنگر ہمیشہ لنگرِ خوشیہ کہلاتا رہا اور اب بھی کہلاتا ہے۔ اور جس  
شان و اہتمام سے حضرت سیدنا غوث الاعظم کا عرس مبارک نو تا گیارہ ربیع الثانی کو یہاں منایا جاتا ہے شاید ہی کسی اور جگہ



منایا جاتا ہوگا۔ حضرت بابو جیؒ نے بغداد شریف کئی دفعہ حاضری دی، ۱۹۶۲ء میں آخری حج مبارک کے بعد بھی بغداد شریف حاضر ہو کر واپس تشریف لائے۔ وہاں آستانہ عالیہ کے مہمان خانہ میں آپ کا اور آپ کے رفقاء کا قیام ہوتا۔ صبح کی نماز کے بعد مزار مبارک کے باہر والے کمرہ میں بالکل جالی مبارک کے سامنے حضرت بابو جیؒ بیٹھ کر حسب معمول اپنے وظائف میں مشغول رہتے۔ پھر قریباً آٹھ بجے محبوب قوال سید ناغوث الاعظم کی خدمت اقدس میں سلام اور منقبت اور دیگر نعتیہ کلام پیش کرتا اور پھر دعا کے بعد یہ مجلس ختم ہوتی۔ وہاں قیام کے دوران بغداد شریف کے مختلف دینی مدارس کے اساتذہ کرام سے ملاقات رہتی۔ اکثر ان کی دعوت کا بھی انتظام فرماتے۔ کربلائے معلیٰ، نجف اشرف، کاظمین شریفین، حضرت امام اعظمؒ حضرت جنید بغدادیؒ، حضرت سمری سقطیؒ، حضرت معروف کرخیؒ، حضرت بہلول داناؒ، حضرت ابراہیم خواص رحمہما اللہ تعالیٰ، حضرت نبی یوشع علیہ السلام اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے مزارات مبارکہ پر حاضری دیتے۔ بصرے میں حضرت خواجہ حسن بصریؒ اور حضرت رابعہ بصریؒ کے مزارات مبارکہ کی زیارت کے لیے کئی بار حاضر ہوئے۔ کربلائے معلیٰ اور نجف اشرف میں بھی مزارات مبارکہ کے سامنے محبوب قوال سلام پیش کرتا۔ حضرت یوسف صاحب گیلانی جو آستانہ عالیہ کے متولی ہیں اکثر حضرت بابو جیؒ کے پاس تشریف لاتے اور مجلس فرماتے۔

قونیہ شریف ترکی میں حضرت مولاناؒ نے رومیؒ کے مزار پاک پر بھی آپ نے چار مرتبہ حاضری دی۔ حضرت مولانا کو آپ "قافلہ سالار عشق" کے لقب سے یاد فرماتے اور ان کے مزار مبارک پر لکھے ہوئے اس شعر کو اکثر دہراتے تھے۔

کعبۃ العشاق باشد این مقام ہر کہ ناقص آمد این جا شد تمام

ترجمہ۔ یہ مقام عاشقوں کا کعبہ ہے۔ یہاں جو ناقص بھی آیا وہ کامل بنا

حضرت مولاناؒ کے مزار مبارک کو آب بطور ایک عجائب گھر کے رکھا جاتا ہے۔ جب آپ پہلی دفعہ وہاں حاضر ہوئے تو وہاں کے مدیر اور گورنر کے ساتھ بھی ملاقاتیں کیں۔ وہ لوگ آپ کے اخلاق حسنہ کے اس قدر گرویدہ ہوئے کہ آپ کو عجائب گھر کے اوقات کے بعد اندر حاضر ہو کر قوالی کرانے کی نہ صرف اجازت دی بلکہ خود بھی شامل ہوئے اور باوجود اس بات کے کہ فارسی نہیں سمجھتے تھے، بے اختیار روتے رہے۔ محبوب نے اسی اوپر لکھے ہوئے شعر سے اپنی قوالی کی ابتدا اس طرح سے کی۔

ہیں تفاوت راہ از گجاست تا کج کج گولڑا کج قونیہ

نہ من بہودہ گرد کوچہ و بازار سے گردم

کعبۃ العشاق باشد این مقام ہر کہ ناقص آمد این جا شد تمام

یعنی دیکھئے کہاں گولڑا، کہاں قونیہ۔ کتنا طویل فاصلہ ہے مگر میں (اتنا سفر بے مقصد طے کر کے نہیں آیا اور) نہ بے ہودہ

کوچہ و بازار میں گرداں ہوں میں تو اس لیے آیا ہوں کہ یہ مقام عشاق کا کعبہ ہے اور یہاں جو ناقص بھی آیا، کامل ہو کر گیا۔

حضرت احمد مختار عطاس المدنی بھی اس سفر کے دوران حضرت بابو جیؒ کے ہمراہ تھے۔ انہیں خواب میں حضرت مولاناؒ نے حضرت بابو جیؒ کی دعوت کرنے کا اشارہ فرمایا۔ مدیر صاحب نے یہ خواب سنا تو وہ اصرار کرنے لگے کہ یہ دعوت میں کروں گا۔ حضرت بابو جیؒ نے فرمایا کہ اچھا آپ دعوت کریں مگر اس شرط پر کہ دعوت کا خرچ ہم دیں گے کیونکہ ہمارے پاس جو کچھ ہے وہ بھی تو حضرت مولاناؒ ہی کا ہے۔ مدیر صاحب شکل اس شرط پر راضی ہوئے اور جو دعوت ہوئی اُس کی کیفیت بھی عجیب تھی حضرت بابو جیؒ فرماتے تھے کہ کھانے سے بالکل طبیعت پر کوئی گرانی یا بوجھ محسوس نہیں ہوتا تھا بلکہ ایک قسم کی فرحت حاصل ہوتی تھی۔



اور یہی جی چاہتا تھا کہ انسان کھانا چلا جائے۔ اس سفر کے دوران آپ استنبول بھی گئے۔ وہاں حضرت ابوبٹ انصاری کی مسجد میں نماز جمعہ پڑھی تو لوگوں نے آپ کو گھیر لیا۔ آپ کے ہاتھ چومتے تھے اور دُعا کے لیے استدعا کرتے۔ پورا ڈیڑھ گھنٹہ آپ وہاں اس طرح رُکے رہے۔ یہ پہلے ہی لکھا جا چکا ہے کہ مشنوی شریف کا درس آپ کی مجلس سماع کا ایک لازمی جزو تھا۔

تقسیم ملک سے پہلے حضرت بابو جی ہر سال اجمیر شریف کے عرس مبارک پر حاضری دیتے تھے۔ پاکستان بننے کے بعد بھی آپ کئی مرتبہ تشریف لے گئے۔ حضرت بادا صاحب فرید الدین مسعود گنج شکر کے مزار مبارک پر پاک پتن شریف بھی ہر سال حاضر ہوتے۔ حضرت مولانا جامیؒ کے مزار شریف پر بھی اکتوبر ۱۹۷۱ء میں وصال سے قریباً تین سال قبل ایک مرتبہ حاضر ہوئے اور وہاں چار پانچ روز قیام فرمایا۔ یہ پہلے ہی لکھا جا چکا ہے کہ حضرت جامیؒ کا نعتیہ کلام آپ کو بہت مرغوب تھا اس کے علاوہ اپنے سلسلہ عالیہ چشتیہ کے تمام بزرگان کا انتہائی ادب فرماتے یہاں تک کہ اُن کے خاندانوں کے کم سن بچوں کی آمد پر بھی احتراماً کھڑے ہو جاتے اور یوں اپنے متعلقین کو درس ادب دیتے۔

## لنگر شریف کا انتظام

اپنی تمام مذکورہ مصروفیات ذکر و شغل کے باوجود حضرت بابو جی لنگر شریف کے انتظام و انصرام میں جہاں روزانہ سینکڑوں اور حضرت سیدنا غوث الاعظم اور حضرت اعلیٰ کے اعراس مبارک کے موقع پر ہزاروں مہمانوں کو قیام و طعام مہیا کیا جاتا ہے گہری اور ذاتی دلچسپی لیتے۔ یہاں تک کہ عرس کے دوران بسا اوقات تمام دن کچھ کھائے بغیر گزر جاتا۔ حضرت سیدنا غوث الاعظم کے مہمانوں کے آرام و آسائش کو اپنے آرام پر مقدم سمجھتے اور اس بات سے خائف رہتے کہ خدا نخواستہ اُس ذات عالیہ کے مہمانوں کو کوئی تکلیف پہنچے۔ یہ اسی ذاتی دلچسپی اور توجہ کا نتیجہ تھا کہ دربار گولڑہ شریف ہمیشہ حسن انتظام کا ایک قابلِ تقلید نمونہ رہا اور آج تک ہے۔

آستانہ عالیہ پر زائرین کی تعداد میں مسلسل اضافہ کے پیش نظر حضرت بابو جیؒ نے دو نئے مہمان خانے بنوائے۔ ایک بڑا مجلس خانہ تعمیر کروایا۔ مسجد کی از سر نو دو منزلہ تعمیر و توسیع فرمائی۔ مدرسہ اور طلباء کی رہائش و تعلیم کے انتظام کو نئی صورت دی۔ تمام آستانہ عالیہ پر بجلی فراہم کروائی۔ حکومت نے آستانہ عالیہ ہی کی وجہ سے راولپنڈی سے دربار شریف تک پختہ سڑک کی تعمیر کا انتظام کروایا اور اوپنی بس سروس بھی جاری کر دئی تاکہ لوگوں کو آنے جانے میں سہولت ہو۔

## عجز و انکسار

جیسا کہ سابقہ فصل میں لکھا جا چکا ہے حضرت بابو جیؒ کا مُتاز ترین وصف آپ کا عجز و انکسار اور اخلائے حال تھا۔ اسی وصف کے تحت آپ نہ تو خود کبھی تعلیٰ نہ کلمات فرماتے تھے اور نہ کسی اور کی زبان یا قلم سے اپنی تعریف کسی صورت سُنا پسند فرماتے۔ انسان کی صفت عجز کے متعلق اکثر فرمایا کرتے تھے کہ یہ بارگاہ الہی میں سب سے زیادہ مقبول ہے اس لیے کہ اُس ذات بزرگ و برتر میں سب متصورہ صفات کا ملہ موجود ہیں۔ صرف عجز ہی ایک ایسی چیز ہے جو اُس کے یہاں نہیں ہے اور نہ ہی اُسے اُس کے ساتھ غُصوب کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ جیسے انسان کی دُنیاوی زندگی میں بالعموم اُسی تحفے کی قدر زیادہ کی جاتی ہے جو تحفہ لینے والے کے پاس پہلے سے موجود نہ ہو۔ اسی طرح بارگاہ ایزدی میں بھی عجز و انکسار کا تحفہ



بدرجہ اولے قابلِ قدر و قبولیت ہے۔

## حُسنِ اخلاق

اسی عجز و انکسار کا ایک اور مظاہرہ حضرت بابو جی کا عظیم المثال حُسنِ اخلاق تھا۔ آپ کے نزدیک کسی بھی انسان کی قدر و منزلت اس کے دُنیاوی جاہ و مرتبہ کی بنا پر نہیں بلکہ اُس کے اخلاص و محبت اور شرافت و نجابت کی بنا پر ہوتا کرتی تھی۔ اسی وجہ سے آپ کی مجلس میں غریب و امیر سب شامل ہوا کرتے تھے اور آپ سے یکساں توجہ پاتے تھے بلکہ غربا کے ساتھ آپ کی طبیعت زیادہ لگتی تھی اور آپ اکثر اُن سے خوش طبعی بھی فرماتے۔ اپنے ادنیٰ سے ادنیٰ ملنے والے کو بھی سنگی (یعنی سامتی) یا "آشنا" کہہ کر پکارتے۔ آپ کے بچپن کے کئی غریب سامتی تادمِ آخر آپ کی خصوصی محبت کا مرکز بنے رہے اور بالآخر موت نے جب انہیں آپ سے جدا کر دیا تو آپ ایسے ہی متاثر اور متأسف ہوئے جیسے اپنے عزیز افراد کی جدائی سے ہوتے تھے۔ نتیجہً آپ سے وابستہ ہر شخص یہ خیال کرتا تھا کہ آپ اُسی پر سب سے زیادہ مہربان ہیں۔ حالانکہ آپ کے متعلقین کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی تھی اکثر اپنے مخلصین کی عیادت، تعزیت یا شرکتِ جنازہ کے لیے طویل سفر اختیار فرماتے متوفی متعلقین کے پسماندگان کی مسلسل خبر گیری فرماتے۔ اگر کوئی قریبی تعلق والا کسی وجہ سے کچھ دُوری بھی اختیار کر لیتا تو آپ کی طرف سے تعلق اور توجہ میں مطلقاً کمی نہ آنے پاتی جس کی وجہ سے بسا اوقات وہ خود ہی پشیمان ہو کر دوبارہ نزدیک آ جاتا۔ ایسے مواقع پر آپ اکثر یہ بھی فرماتے کہ غالباً دیر تک میرے ساتھ رہنے سے یہ صاحبِ میرے عیوب سے پوری طرح واقف ہو گئے ہیں اس لیے اب ملنا پسند نہیں کرتے۔ مخالفین کی معاندت کا جواب ہمیشہ حُسنِ خلق سے دیتے اور وقت پڑنے پر اُن کی بھی اُسی طرح دلجوئی اور امداد فرماتے جیسے اپنے مخلصین کی۔ چنانچہ مخالفین باوجود اپنی مخالفت کے آپ کی دُستِ اخلاق کے ہمیشہ معترف رہے۔ حضرت بابو جی کا حُسنِ اخلاق غیر مسلموں کے لیے بھی ایسا ہی تھا جیسا کہ مسلمانوں کے لیے۔ ۱۹۴۷ء کے فسادات کے دوران گولڑہ شریف کے غیر مسلموں سے آپ نے جو مشفقانہ سلوک فرمایا اُس کا ذکر اُوپر ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ غیر مسلم صاحبان آپ کی مجالسِ سماع میں بھی شریک ہوتے اور اُن سے لُطفِ اندوز ہوتے تھے اور بحالتِ کیف اللہ اللہ اور محمد محمدؐ کے اسمائے پاک کی تکرار بھی کیا کرتے۔ کچھ ہندو اور سکھ صاحبان اپنی قیام گاہوں پر بھی محبوبِ قوال کی مجلسِ قوالی منعقد کرواتے۔ الغرض حضرت بابو جی کا وجود مبارک سلفِ الصالحین کے اس ارشاد کی زندہ تصویر تھا کہ تصوف سارے کا سارا حُسنِ اخلاق ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ اس موضوع پر حضرت داتا گنج بخشؒ نے فرمایا تھا کہ اگر کوئی تصوف کے ان معانی اور معارف کا انکار کرے تو جنابِ رسولِ پاکؐ کی پوری شریعت اور آئینہٴ حُسنِ اخلاق حسنہ کا منکر ہے۔

## رحمِ دلی و غریب نوازی

حضرت بابو جی کی ذاتِ مبارک میں قدرت نے رحمِ دلی اور بے سہارا لوگوں کے لیے جذبہٴ ہمدردی کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ محبت اور آشنا پروری آپ کا خاصہ تھا۔ ملنے والوں اور لشکرِ شریف کے مہمانوں کے آرام و سہولت کو آپ ہمیشہ اپنے ذاتی آرام پر فوقیت دیتے رہے۔ ملاقات کے دروازے ہر ایک پر ہر وقت کھلے رہتے تھے۔ صُبح کے وقت وظائف اور اُوراد



کے دوران بھی ملاقات کا سلسلہ جاری رہتا۔ ہر کہ و مہ کی زوداد بڑی توجہ سے سنتے اور بیان کرنے والے کی تکلیف کو حقیقی طور پر محسوس فرماتے انسان تو انسان حیوانوں کی تکلیف سے بھی آپ متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے۔ ایک مرتبہ دسمبر کی سخت سردرات میں بارش ہو رہی تھی۔ راولپنڈی سے واپسی پر آپ نے ایک عمر رسیدہ گدھے کو شرک کے کنارے کھڑے دیکھا۔ فرمایا کہ جب تک بے چارہ کام کرنے کے قابل تھا اس کی نگہبانی ہوتی رہی۔ اب جب اس قابل نہیں رہا تو اس کی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ اسی وقت آدمی بھیج کر اسے ایک محفوظ سایہ دار جگہ پہنچایا۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ سہ

طریقت بجز خدمت خلق نیست      بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

یہ حقیقت ہے کہ بابو جی کے پاس بیٹھ کر اور آپ کی صورت مبارک دیکھنے سے ایسا سکون حاصل ہوتا تھا کہ انسان اپنی تمام تکالیف اور پریشانیاں بھول جاتا تھا۔ ایک روز جھنگ کے علاقہ کا ایک سادہ لوح دیہاتی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے دریافت فرمایا: "خیر اسے؟" یعنی خیریت ہے؟ اُس نے جو جواب دیا وہ آپ کے تمام ملنے والوں کے جذبات کی صیح عکاسی کرتا ہے۔ اپنی بولی میں اُس نے عرض کیا: "تساڈے ڈٹھیاں خیر اسے" یعنی آپ کو دیکھ لیا بس خیر ہی خیر ہے۔

## جود و سخا

خلق خدا کے ساتھ ہمدردی اور رحم دلی کا ایک اور مظاہرہ آپ کی صفت جود و سخا تھا۔ سینکڑوں یتیموں کو نہایت خاموشی سے مالی امداد پہنچاتے۔ غریب سادات خاندان اور دوسرے ایسے اچھے خاندان جو انقلابات زمانہ کی وجہ سے عسرت کا شکار ہو گئے تھے، خاص طور پر آپ کی توجہ سے مستفید ہوتے۔ ۱۹۴۳ء میں جب آپ دوسری جنگ عظیم کے بعد جج پرتھوی لے گئے اُن دنوں عرب میں ابھی تیل کی دریافت نہیں ہوئی تھی اور کئی سال جنگ کے باعث باہر سے حجاج نہ آنے کی وجہ سے وہاں پر لوگوں کی مالی حالت سخت تشویش ناک ہو گئی تھی۔ اُس موقع پر آپ نے وہاں کے لوگوں کی اتنے وسیع پیمانے پر مالی امداد فرمائی جس کی مثال نہیں ملتی۔ غرضیکہ جو بھی سائل دروازہ پر آیا خالی ہاتھ نہ گیا۔

## بیماری کی ابتداء اور اسباب

حضرت بابو جی کی صحت بفضلہ اُن کی عمر کے بیشتر حصہ میں قابل رشک رہی۔ میانہ قدر سفید لباس، گندمی رنگ، کالی پریچ زلفیں اور سر مگھیں مدھیری آنکھیں ایک ایسا نقشہ پیش کرتی تھیں کہ جی چاہتا تھا انسان دیکھتا ہی رہے۔ اپنے چہرے بشرے سے آپ اپنی اصل عمر سے بہت کم عمر کے نظر آتے تھے۔ سادہ غذا آپ کو بہت مرغوب تھی۔ کھانے اور پینے کے لیے مٹی کے برتن پسند فرماتے۔ دوران سفر جب اپنے کسی ملنے والے کے ہاں قیام ہوتا تو وہاں کھانوں کی بہتات دیکھ کر آپ ناپسندیدگی کا اظہار فرماتے۔ بسا اوقات کسی ملنے والے کے اصرار پر اُس کے ہاں کھانے کی دعوت اس شرط پر قبول فرماتے کہ دال یا صرف ایک سالن پکا یا جائے گا۔ ایسا اتفاق بھی ہوتا کہ آپ کسی کے ہاں کھانے کے وقت بلا اِطلاع پہنچ جاتے اور جو کچھ اُس وقت گھر میں پکا ہوتا آپ کے سامنے رکھ دیا جاتا۔ اُس وقت آپ فرمایا کرتے تھے کہ دیکھو اپنے لیے تو کیسا اچھا کم مرغن کھانا پکاتے ہو اور میں بیمار کرنے کے لیے کھانے میں اتنا سارا گھی ڈال دیتے ہو۔ سہل پسندی سے آپ ہمیشہ دُور رہے جسم کو مشقت کا ایسا



عادی بنایا تھا اور پیدل اتنا تیز چلتے تھے کہ اپنے سے بہت کم عمر والوں کو پیچھے چھوڑ جاتے۔ گھوڑے کی سواری کو بھی آپ پسند فرماتے اور بسا اوقات صبح کے وقت گھوڑے پر سوار ہو کر آپ ساتھ کے گاؤں میرا باد یہ تشریف لے جاتے۔ شام کے وقت آپ عموماً راولپنڈی تشریف لے جاتے۔ وہاں شروع میں آپ حاجی محمد شفیع صاحب کی دوکان واقع پُرانا قلعہ پر قیام فرماتے اور عشاء کی نماز پڑھ کر واپس تشریف لے جاتے۔ پُرانے قلعہ سے آپ تھوڑی دیر کے لیے اپنے ایک اور مخلص منشی رحیم بخش صاحب کے گھر لال کڑتی بھی تشریف لے جاتے۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران جب پٹرول کا راشن تھا تو آپ پنڈی کا یہ روزانہ سفر تانگے پر فرماتے کچی سڑک پر یہ ۲۰ میل کا سفر خاصا کٹھن ہوتا تھا۔ لنگر تشریف سے گولڑہ تشریف کے ریوٹے شیش تک آپ ڈومیل پیدل تشریف لے جاتے اور وہاں سے تانگے پر سوار ہوتے۔ حاجی محمد شفیع صاحب سے آپ کا پُرانا تعلق تھا۔ دوسرے ہاتھ لوگوں نے کئی بار کوشش کی کہ آپ حاجی شفیع صاحب کے ہاں جانے کی بجائے اُن کے ہاں جایا کریں۔ مگر پُرانے تعلق کو چھوڑنا آپ کے مسلک میں نہ تھا۔ جب حاجی شفیع صاحب بوجہ بیماری اپنی دوکان پر آنے سے معذور ہو گئے تو پھر آپ نے شام کے وقت منشی رحیم بخش صاحب لال کڑتی والوں کے پٹرول پیپ موسومہ چاولہ گیراج مال روڈ پر تشریف لے جانا شروع کیا۔ لال کڑتی کا یہ خاندان لنگر تشریف سے بڑی عقیدت رکھتا ہے منشی رحیم بخش صاحب کے بھتیجے حاجی غلام قادر صاحب تو اپنی جوانی ہی سے حضرت بابو جی کے ساتھ وابستہ ہو گئے تھے اور سفر و حضر میں آپ کے ساتھ رہے۔ شام کی ان مجالس میں راولپنڈی شہر اور باہر سے آئے ہوئے بڑے بڑے صاحبِ علم و ذوق حضرات شامل ہوتے اور علمی اور روحانی مسائل زیر بحث آتے۔ حضرت بابو جی کی ذات مبارک کو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا وقار، تمکنت اور جلال عطا فرمایا تھا کہ آپ کی تمام مجالس نہایت سنجیدہ اور پُر وقار ہوتیں۔

اللہ والوں کے پاس بالعموم زیادہ تر دُہی لوگ آتے ہیں جو زمانہ کے ہاتھوں ستائے ہوئے ہوں۔ وہ جانتے ہیں کہ اُن کے درد کا درماں اگر کہیں مل سکتا ہے تو وہ اپنی نفوس قدسیہ کے ہاں مل سکتا ہے۔ بقول امیر مینائی

علا ہے مہرباں فریاد رس نہ یاد کرتے ہیں

پاکستان کے وجود کے ابتدائی سالوں میں حاکمان وقت کی غلط روی، اقربا پروری، ذاتی مفاد کی خاطر بھاگ دوڑ اور غریب عوام کے مسائل کی طرف انتظامیہ کی بے توجہی وغیرہ نے خلقِ خدا کو مختلف النوع تکالیف میں مبتلا کر دیا۔ جو بھی آتا ایک نئے ستم کی سرگزشت سُناتا۔ حضرت بابو جی کی حد درجہ حساس طبع مبارک پر ان داستان ہائے غم کا شدید اثر ہوتا۔ ۱۹۷۱ء کے مشرقی پاکستان کے المیہ اور پاکستانی افواج کے ہتھیار ڈالنے کو آپ نے اس شدت سے محسوس کیا کہ بیان سے باہر ہے جنگی قیدیوں کے اقربا جب دُعا کے لیے حاضر ہوتے تو آپ کی آنکھیں اشکبار ہو جاتیں۔ ان سب باتوں کا اثر آپ کے قلب پر ہونا لازمی تھا۔ ۱۹۷۱ء عرج کے دوران آپ نے حج سے واپسی پر حضرت جامیؒ کے مزار مبارک پر حاضری دینے کا پروگرام بنایا اور ستمبر ۱۹۷۱ء کے آخر میں موٹروں پر یہ سفر فرمایا۔ موٹروں کے اس قافلہ میں آپ سب سے آخر میں مخلص عزیز الحق قریشی جو نوابزادہ محمد سعید قریشی کے فرزند اور نوابزادہ محمد ذاکر قریشی صاحب کے بھتیجے ہیں، کی موٹر میں سفر فرماتے رہے۔ سرگودھا کا یہ قریشی خاندان صاحبِ ثروت ہونے کے ساتھ ساتھ اہل اللہ کے ساتھ نہایت عقیدت رکھتا ہے۔ اور ان کے جدِ امجد محمد حیات صاحب قریشی کا حضرت اعلیٰ کے ساتھ خاص تعلق تھا۔ اُن کا ذکر اس کتاب کے صفحہ ۲۹۸ پر آچکا ہے۔ عزیز الحق قریشی صاحب حضرت بابو جی کو فی الواقعہ بہت عزیز تھے جاتے ہوئے قندھار میں قیام کے دوران آپ نے سخت کمزوری اور دل کے مقام پر بے چینی محسوس فرمائی۔ ٹھنڈے پینے بھی آئے۔ مگر آپ نے رُفقا کو پریشان نہ کرنے کے خیال سے اس کو زیادہ اہمیت نہ دی اور سفر جاری رکھا۔ راستہ میں پھر اسی تکلیف



کا اعادہ ہوا اور ہرات پہنچنے پر ڈھار کے اصرار پر ڈاکٹر کو دکھایا گیا۔ اُس نے فوری طور پر مکمل آرام کرنے کی ہدایت کی اور دو ایام بھی دیں مگر آپ جس مقصد کے لیے وہاں تشریف لے گئے تھے اُس کی تکمیل کے بغیر آرام ناممکن تھا۔ آپ روزانہ تین چار گھنٹے حضرت جامیؒ کے مزار مبارک پر حاضری دیتے۔ ہرات میں ۵ روز قیام کے بعد آپ کابل اور مزار شریف سے ہوتے ہوئے ۱۱ اکتوبر ۱۹۷۱ء کو واپس تشریف لائے۔ مگر واپس آتے ہی آپ کو مٹھ لوانہ ضلع سرگودھا ایک شادی کے سلسلہ میں جانا پڑا۔ وہاں سے راستہ ستیانہ و مٹھیانہ ضلع جھنگ ملتان تشریف لے گئے۔ مٹھیانہ میں بٹنے والوں کے اصرار پر آپ کو متعدد جگہوں پر پیدل چلنا پڑا۔ اور ایک جگہ ایک نالے کو چھلانگ لگا کر عبور کیا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ مٹھیانہ سے آگے راستے ہی میں کبیر والہ کے مقام پر آپ نے دوبارہ دل کے قریب تکلیف محسوس فرمائی۔ اور وہ دو اتنی دوسری موٹر سے منگوا کر منہ میں رکھی جو ڈاکٹر کرنل شفیع صاحب نے ایسے موقع پر استعمال کے لیے دی تھی۔ ملتان پہنچنے پر آپ پر نقاہت کا ایک زبردست حملہ ہوا۔ ملتان میں آپ خواجہ مظفر محمود صاحب کے صاحبزادے خواجہ محمد مسعود کی کوٹھی پر قیام فرمایا کرتے تھے۔ انہیں آپ بوجہ ان کی مٹی ہوئی طبیعت کے فقیر صاحب کے لقب سے خطاب فرماتے تھے۔ ملتان کے مخلصین نے وہاں کے تمام اچھے ڈاکٹر بلا لیے اور انہوں نے آپ کو وہاں دو تین روز زبردستی آرام فرمانے کے لیے رکھا اور گولہ شریف واپسی کے لیے موٹر کے سفر سے منع کیا۔ لہذا آپ کو لاہور سے آگے ہوائی جہاز میں راولپنڈی لایا گیا۔ ڈاکٹروں نے مکمل آرام کا مشورہ دیا مگر آپ نے اپنے روزمرہ کے مشاغل میں سرگرمی لانا گوارہ نہ فرمایا۔ صاحبزادگان مدظلہما العالی کے اصرار پر صرف اتنا کیا کہ مجلس سے واپس مکان کو جاتے ہوئے راستہ میں چڑھائی ہونے کی وجہ سے آپ پیدل جانے کی بجائے موٹر پر تشریف لے جانے لگے۔ فرماتے تھے کہ تم لوگ آرام آرام کہہ کر مجھے بالکل معذور بنا دو گے۔ دل کی تکلیف سے ذرا افاقہ ہوا تو مسلسل چپکی کی تکلیف شروع ہو گئی جس نے جسم مبارک کو اور بھی کمزور کر دیا۔ اس دوران حج کا زمانہ آگیا۔ ڈاکٹروں کی شدید مخالفت کے باوجود آپ نے حج پر جانے کا پروگرام بنالیا اور دسمبر ۱۹۷۲ء میں آپ اپنے تمام اہل خاندان اور متعدد دوسرے متعلقین کے ہمراہ حج پر تشریف لے گئے۔ وہاں سے واپسی پر بغداد شریف، کربلائے معلیٰ نجف اشرف اور کاظمین شریفین بھی حاضری دی۔ ایسے سفروں کے دوران آپ ہمیشہ اپنے سب فقار کو سوار کر کے پھر سوار ہوتے اور منزل پر پہنچ کر ہر ایک کے لیے قیام کا انتظام فرما کر پھر اپنے لیے جگہ ڈھونڈتے۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوا کہ سب فقار اپنے ذیروں پر چڑھتے ہیں اور آپ باہر میدان میں تشریف فرما ہیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایسے سفروں میں چونکہ طبیعت کا رجحان کیسٹونی سے منزل مقصود کی جانب ہوتا ہے اس لیے دوران سفر کسی تکلیف یا کمزوری کا بالکل احساس نہیں ہوتا۔

## حج سے واپسی اور استغراق

مندرجہ بالا سفر آپ کا آخری سفر حجاز و عراق تھا۔ اس سفر کے بعد حضرت بابو جیؒ کی طبع مبارک میں نمایاں تبدیلی واقع ہوئی۔ آپ اب اکثر و بیشتر خاموش رہنے لگے۔ ایسے معلوم ہوتا تھا کہ آپ کا جسم تو یہاں ہے مگر قلب و روح کسی نہایت ہی ارفع مقام پر ہیں بعض مرتبہ استغراق کا یہ عالم بھی دیکھنے میں آیا کہ آپ نے پاس بیٹھے ہوئے آدمی سے پوچھا کہ اب مجھے کیا کرنا ہے۔ ان دنوں آپ اکثر محبوب قوال کو مثنوی شریف مولانا رومؒ کے مندرجہ ذیل اشعار پڑھنے کے لیے فرمایا کرتے تھے۔

چند باشی عاشق صورت بگو طالب معنی شو و معنی بجو

ترجمہ — تو کب تک صورت کا عاشق رہے گا۔ معنی کی طلب اور تلاش کر



صورت ظاہر فتنہ اگر دبدباں عالم معنی بسا ند جاوداں

ترجمہ — یہ جان لے کہ ظاہری صورت تو فنا ہو جائے گی لیکن معنی کی دنیا ہمیشہ رہنے والی ہے  
گفت المعنی هو اللہ شیخ دیں بحر معنی ہاست رب العالمیں

ترجمہ — شیخ دیں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ معنی ہی معنی ہے اُس کی ذات پاک معانی کا ایک سمندر ہے

ایسے لگتا تھا کہ آپ کو اپنے سفر آخرت کے قریب ہونے کا علم ہو گیا ہے اور ان اشعار کے اعادہ سے آپ اپنے ملنے والوں کو اپنی جدائی کے لیے تیار کرنا چاہتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ اپنے ملنے والوں کے لیے حضرت بابو جی کی ذات مبارک ایک ایسا محبوب و معبود و مادہ تھی جس کا بیان ممکن نہیں۔ اُن کی تو کائنات ہی آپ کے دم قدم سے آباد تھی اور اُن کی زندگی کی رونق آپ کے وجود ہی سے تھی۔ ایک دنیا آپ کی گرویدہ تھی۔ اور خود آپ سے بھی یہ بات مخفی نہ تھی۔ اپنی تمام زندگی رہ کر عشق میں گزارنے کی بنا پر آپ یہ جانتے تھے کہ جدائی کیسی تکلیف دہ چیز ہوتی ہے۔ بقول عارفِ رومی رحمۃ اللہ علیہ

از سداق تلخ می رانی سخن ہر چہ خواہی کن و بس کن ایں مکن

ترجمہ — تم تلخ جدائی کا ذکر کر رہے ہو (حضور!) سب کچھ کرنا مگر یہ نہ کرنا

چنانچہ آپ خوب سمجھتے تھے کہ آپ کے تشریف لے جانے کے بعد پیچھے رہ جانے والوں پر کیا گزرے گی۔ آپ کے ایک دیرینہ نیازمند مہرا محمد نواز خان نے جو اکثر اپنی پُر مزاح باتوں سے آپ کی طبیعت ہلایا کرتے تھے، مندرجہ بالا اشعار سن کر آپ کی خدمت میں ایک روز عرض کیا کہ آپ ہمیں معنی کی باتیں سنائیں کہ دوسرے راستہ پر نہ لگائیں ہم جانتے ہیں کہ معنی بہت اچھی چیز ہے تاہم ہمیں تو صورت ہی بڑی پیاری ہے آپ اسی کو ہمارے پاس رہنے دیں؟ ۵۔ نومبر ۱۹۴۳ء کو آپ اپنے دیرینہ نیازمند ریاست امب کے نواب صاحب کے انتقال پر ایٹ آباد سے ہوتے ہوئے شیر گڑھ تشریف لے گئے اور ۶۔ نومبر کو واپسی پر ریحانہ ضلع ہزارہ میں بھی سردار بہادر خان کی والدہ کی تعزیت کے سلسلہ میں رکتے ہوئے اُسی رات واپس گولڑہ تشریف تشریف لے آئے۔ ۸۔ نومبر ۱۹۴۳ء صبح کے وقت ناشتہ کے بعد آپ نے حسب معمول محبوبِ قوال سے کلفت لگوائی۔ اُس کے لگاتے ساتھ ہی آپ نے زبان کی روانی میں رکاوٹ محسوس فرمائی۔ محبوبِ قوال جب بیٹھک سے نیچے اُترے تو اُس نے آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت لالہ جی مدظلہ العالی سے عرض کیا کہ حضرت بابو جی کی زبان کی روانی میں فرق معلوم ہوتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد حضرت بابو جی بھی نیچے تشریف لائے اور آپ نے بھی لالہ جی سے یہی ذکر فرمایا۔ لالہ جی مدظلہ العالی نے بھی گفتگو کے دوران زبان کی روانی میں فرق کو محسوس کیا اور اُسی وقت آپ کے خصوصی معالج ڈاکٹر کرنل محمد شفیع صاحب کو ٹیلیفون پر اطلاع دی۔ وہ فوراً آئے اور دیکھ کر بتایا کہ زبان پر فالج کا اثر ہے اور مکمل آرام کے لیے عرض کیا۔ مگر آپ نے اپنے معمولات میں مزید صرف اتنی تبدیلی فرمائی کہ موٹر کا استعمال مجلس سے گھر تشریف لے جانے کے علاوہ گھر سے مجلس کے لیے بھی ہونے لگا۔ ایلوپیتھک دوائیوں کے ساتھ ساتھ ہومیو پیتھک اور یونانی ادویہ بھی استعمال کی گئیں جن سے تھوڑے ہی عرصہ میں کافی افادہ ہو گیا تاہم زبان کی روانی کلیتہً بحال نہ ہوئی۔

حضرت مدنی صاحب کی آمد

ادھر حج کا زمانہ پھر آن پہنچا اور آپ اپنی کمزوری اور تکلیف کے باوجود دیارِ پاک کی حاضری کے لیے تیار ہونے لگے



ڈاکٹر صاحبان نے شدت سے منع فرمایا۔ بالآخر یہ ارادہ فرمایا کہ حج کے بعد عمرہ کے لیے جائیں گے جب وہاں بھیڑ ذرا کم ہوگی۔ اور حضرت مدنی صاحب کو بھی اُن کی آنکھ کے آپریشن کے لیے اپنے ساتھ پاکستان لے آئیں گے۔ ابھی یہ پروگرام بن ہی رہے تھے کہ ۵۔ مارچ ۱۹۷۲ء کو اچانک اطلاع ملی کہ حضرت مدنی صاحب کراچی پہنچ چکے ہیں۔ یہ اطلاع ملنے پر حضور بائو جی بمعہ ڈاکٹر کرنل محمد شفیع، مشتاق قوال، خواجہ خدابخش و خواجہ محمد اعظم علمانی کے ۶۔ مارچ کو بذریعہ ہوائی جہاز حضرت مدنی صاحب کے استقبال اور انہیں ساتھ لانے کے لیے کراچی پہنچ گئے۔ حضرت مدنی صاحب کا تعارفی ذکر اس کتاب کے صفحہ ۳۳۹ پر حاشیہ میں گذر چکا ہے۔ حضرت بائو جی سے انہیں بے حد نیاز اور حقیقی معنوں میں عشق تھا۔ آپ جو خط بھی حضرت بائو جی کی خدمت میں تحریر فرماتے انہیں ان الفاظ سے شروع کرتے :-

من مسقط رأس المدينة المنورة الى مسقط قلبي گولڑا شریف

ترجمہ۔۔۔ یہ خط جا رہا ہے اُس دیار پاک سے جہاں میرا سر گرا ہے۔ طرف اُس دیار گولڑا شریف کے جہاں میرا دل گرا ہے۔

افسوس کہ حضرت بائو جی کے وصال کے تھوڑے ہی عرصہ بعد حضرت مدنی صاحب بھی یکم رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ کو اس جہان فانی سے دارِ بقا کی طرف تشریف لے جا کر حضرت بائو جی سے جا ملے۔

کراچی میں حضرت بائو جی شروع میں صادق ٹریڈرز کے دفتر میں قیام فرمایا کرتے تھے۔ بعد میں آپ کے ایک اور بٹنے والے مخلص احمد داؤد نے جب اپنا مکان بنوایا تو بڑے اصرار سے التجا کر کے آپ کو وہاں قیام کرنے پر راضی کیا۔ احمد داؤد صاحب کا حضرت بائو جی سے پاکستان بننے سے پہلے ممبئی میں تعارف ہوا تھا۔ تقسیم ملک کے بعد یہ کراچی آ گئے۔ حضرت بائو جی سے بے حد محبت کرتے تھے اور کراچی اور بیرون ملک سفروں کا تمام انتظام اُن کے سپرد ہوتا تھا۔ دل کے مریض تھے مگر لنگر شریف کے کاموں کے لیے پیدل دوڑتے پھرتے تھے۔ حضرت بائو جی بمعہ مدنی صاحب ۹۔ مارچ کو کراچی سے واپس تشریف لے آئے۔ آپ کی واپسی کے دوسرے ہی روز اطلاع ملی کہ احمد داؤد صاحب کا انتقال ہو گیا ہے۔ اس خبر سے آپ کو نہایت دلی صدمہ ہوا اور اپنے بڑے صاحبزادے حضرت لالہ جی کو جنازہ میں شمولیت کے لیے کراچی بھیجا۔

مکرموری اور علالت کے باوجود حضرت بائو جی کی مصروفیات اور معمولات میں کوئی فرق نہ آیا۔ آپ کی بیماری کی خبریں سن کر بٹنے والوں کا ہجوم بڑھ گیا۔ ۲۲۔ مارچ ۱۹۷۲ء کو بغداد شریف سے درگاہ حضرت غوث الاعظم کے متولی سید یوسف الگیلانی تشریف لائے۔ اُن کی خاطر مدارات میں بھی حضرت بائو جی ذاتی طور پر شمولیت فرماتے رہے۔ ۳۰۔ مارچ ۱۹۷۲ء کو مافی سارا صاحبہ ترکی سے حضرت بائو جی کی بیماری پُرسی کے لیے تشریف لے آئیں۔ یہ ترکی کے مشہور جرنیل انور پاشا کی اولاد سے ہیں اور حضرت مولانا مائے روم سے بڑی عقیدت رکھتی ہیں۔ حضرت بائو جی سے ان کی ملاقات قونیہ شریف حضرت مولانا کے مزار مبارک کے باہر ہوئی اور چونکہ یہ کچھ تھوڑا بہت انگریزی سمجھتی ہیں اس لیے وہاں پر یہ حضرت بائو جی اور مدیر صاحب و دیگر ترکی انتظامیہ کے ملازمین کے درمیان بطور مترجم کام کرتی رہیں۔ حضرت بائو جی کے اخلاق سے اس قدر متاثر ہوئیں کہ انہیں اپنا بھائی کہنے لگیں اور اس سے قبل بھی ایک دفعہ آپ کو بٹنے کے لیے پاکستان آتی تھیں۔ ۱۶۔ اپریل ۱۹۷۲ء کو یوم عید میلاد النبی تھا۔ اس موقع پر آستانہ عالیہ پر جو خاص تقریب ہوتی ہے اُس کا ذکر اسی فصل کے شروع میں آچکا ہے۔ حضرت بائو جی پہلی بار اس مجلس میں بذاتہ شامل نہ ہو سکے کیونکہ رات تقریباً گیارہ بجے آپ کو سردی کے ساتھ شدت کا بخار آ گیا۔ آپ کے تشریف نہ لانے کا اثر ساری مجلس پر تھا۔ حضرت بائو جی کی جگہ آپ کے صاحبزادگان نے مجلس کی تعاریب کو سرانجام پہنچایا



مگر وہ خود بھی اپنے والد بزرگوار کی غیر شمولیت پر غمزدہ نظر آتے تھے۔

حضرت مدنی صاحب کی تشریف آوری سے حضرت بابو جی کی طبیعت کچھ سنبھل گئی تھی۔ مدنی صاحب کو موتیا بند کی تکلیف تھی اور پہلے بھی آپ کی ایک آنکھ کا اپریشن پاکستان ہی میں ہو چکا تھا۔ اب دوسری آنکھ میں تکلیف تھی۔ اور حضرت بابو جی کا خیال تھا کہ اس کا اپریشن بھی ہو جائے کیونکہ یہاں تسلی بخش اپریشن کے علاوہ آپ کی دیکھ بھال کا خاطر خواہ انتظام ہو سکتا تھا غرضیکہ مدنی صاحب کی دوسری آنکھ کا اپریشن بھی کامیابی سے ہو گیا۔ آپ ابھی زیر علاج تھے کہ سیدنا غوث الاعظم کا عرس مبارک ۲۰، ۲۱، ۲۲ مئی ۱۹۷۲ء کو آن پہنچا۔ اس موقع پر گولڑہ شریف میں خلق خدا کا اس قدر ہجوم ہوتا ہے اور ان سے ملاقات کا تو اترا تن وقت طلب اور اس قدر تھکا دینے والا ہوتا ہے کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ ڈاکٹروں کے منع کرنے کے باوجود آپ نے ملاقاتوں کا یہ سلسلہ بدستور جاری رکھا۔ اس کے علاوہ حضرت بابو جی عرس کی سر روزہ باقاعدہ مجالس میں عموماً دو زانو بیٹھا کرتے تھے اور بہت کم پہلو بدلتے۔ انہی تقریبات کے دوران جمعہ کے روز ختم شریف کی مجلس میں دیر تک بیٹھے رہنے کے بعد آپ نے محسوس فرمایا کہ آپ کی ایک ٹانگ بالکل بے حس ہو گئی ہے۔ مجلس کے خاتمہ پر آپ بڑی مشکل سے سہارا لے کر قیام گاہ پر تشریف لے گئے۔ اس تکلیف کے باوجود آپ نے جمعہ کی نماز مسجد میں جا کر باجماعت ادا فرمائی۔

## ہسپتال میں داخلہ اور حضرت مدنی صاحب کی واپسی

عرس مبارک کے تھوڑے ہی دنوں بعد ۱۱ مئی بروز ہفتہ آپ کو غزوہ شانہ بڑھ جانے کی وجہ سے پیشاب میں رکاوٹ کی تکلیف ہو گئی۔ ڈاکٹروں نے غزوہ کے اپریشن کا مشورہ دیا جس کے لیے آپ کو کبائٹنڈ ملٹری ہسپتال میں جمعرات ۱۲ مئی ۱۹۷۲ء کو کمرہ نمبر ۴۴ میں داخل کر دیا گیا۔ حضرت مدنی صاحب نے جب حضرت بابو جی کی اس تکلیف کو دیکھا تو آپ اپس وطن جانے کے لیے اصرار کرنے لگے۔ غالباً وہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کی موجودگی کی وجہ سے حضرت بابو جی کے علاج کی طرف توجہ میں کمی واقع ہو۔ حضرت بابو جی کو جب مدنی صاحب کے اصرار کا علم ہوا تو آپ نے بار بار ان کی خدمت میں ہی کہلویا کہ ابھی تشریف نہ لے جائیں مگر مدنی صاحب بدستور مصر رہے۔ آخر ان کی خواہش کے سامنے سب کو جھکنا پڑا۔ اور وہ ۲۶ مئی ۱۹۷۲ء بروز اتوار رات ساڑھے آٹھ بجے تشریف لے گئے۔ ان کی روانگی سے ایک روز قبل حضرت بابو جی ڈاکٹر صاحبان سے اجازت لے کر انہیں خیر باد کہنے کے لیے گولڑہ شریف تشریف لے گئے۔ دوسرے روز آپ کا پروگرام انہیں ہوائی اڈہ پر جا کر رخصت کرنے کا بھی تھا۔ مدنی صاحب کو معلوم ہوا تو انہوں نے گزارش کی کہ آپ ہوائی اڈہ پر تشریف نہ لے جائیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میرا ارادہ تو آپ کو مدینہ شریف تک چھوڑ کر آنے کا تھا آپ مجھے ہوائی اڈہ تک جانے سے بھی منع فرما رہے ہیں۔ جب مدنی صاحب نے دوبارہ وہی گزارش کی تو آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ کیا آپ نے یہاں مزید قیام فرمانے کے متعلق میرا کہا مانا ہے کہ میں آپ کا کہا مانوں؟ غرض آپ ہوائی اڈہ پر تشریف لے گئے۔ واپسی پر حسرت بھرے لہجے میں فرمایا کہ میری خواہش تھی کہ مدنی صاحب میرا جنازہ پڑھا کر جاتے مگر افسوس کہ یہ خواہش پوری نہ ہوئی۔ مدنی صاحب کے اپنی واپسی پر غیر معمولی اصرار کرنے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ انہیں بھی حضرت بابو جی کے عنقریب اس دنیا سے تشریف لے جانے کا علم ہو گیا تھا۔ اور وہ یہ نہ چاہتے تھے کہ یہ جانکاہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔



## علامت کے دوران ملنے والوں کی بے چینی

حضرت بابو جی کی علامت نے آپ کے تمام ملنے والوں کو بے چین کیا ہوا تھا جس کسی کو علم ہوا اُس نے حتی الوسع کوشش کی کہ بیمار پرسی اور زیارت کے لیے ہسپتال میں حاضری دے۔ دور دراز سے لوگ آنا شروع ہو گئے۔ نتیجتاً ہسپتال میں پوچھنے والوں کا اتنا بندھا رہتا تھا۔ ملاقات کے اوقات کے دوران وہاں باہر باجماعت نمازیں ادا کی جاتیں۔ اور کھانے کے وقت ایک لمبا ستر خوان بچھا ہوتا۔ آپ کی علامت کے اس دور میں آفاشورش کشمیری نے چٹان "مورخہ ۲۰ مئی ۱۹۷۲ء" میں ایک نظم لکھی جو آپ کے ملنے والوں کے احساسات کی ترجمان ہے۔ آفاشورش بقول خود کسی اور میدان یعنی میدان سیاست کے شاہسوار تھے۔ تحریک ختم نبوت میں انہیں حضرت بابو جی کے قریب آنے اور دیکھنے کا موقع ملا اور آپ کے اخلاق حسنہ اور اوصاف حمیدہ سے ایسے متاثر ہوئے کہ اپنی اکثر مجالس میں اس کا ذکر کرتے۔ حضرت بابو جی انہیں منع فرماتے کہ آپ جن الفاظ میں میرا ذکر کرتے ہیں میں اُن کے بالکل قابل نہیں ہوں۔ آپ ایسا نہ کیا کریں۔ مگر وہ بھلا کہاں رکنے والے تھے۔ مندرجہ ذیل نظم بھی جب آپ کو ہسپتال میں سنائی گئی تو آپ نے پھر شورش صاحب کی طرف پیغام بھجوایا کہ ایسا نہ کیا کریں۔

گولڑہ کے معتقد اس درد سے لاچار ہیں	اُن کے مُرشد اک مہینہ ہو گیا بیمار ہیں
تندرستی دے انہیں اے مالک ہر دو جہاں	ہم فقیروں کے لیے وہ ابر گوہر بار ہیں
قرن اول کے صحابہ کی عزیمت اُن سے ہے	بالیقیں حلقہ بگوش سیدالابرار ہیں
اُن کے دل میں حضرت صدیق اکبر کی لگن	حضرت فاروق کی شمشیر جو ہر دار ہیں
منظر عثمان ذوالنورین از راہ سحر	حیدر کرار کی خیر بشکن تلوار ہیں
میں نے دیکھا ہے انہیں مسیح یوم الست	خواجہ بطحی کی دعوت کے علمبردار ہیں
میکد سے میں تبتہ کاموں کے لیے ساغر بدست	بتکہ میں غیرت اسلام کی للکار ہیں
فہر استغاکا پس کرا رض پاکستان میں	ایشیا میں لشکر اسلام کے سالار ہیں

اس غریب الحال پر اُن کی عنایت بے حساب  
لرزہ بر اندام شورش سے دہسیدہ کار ہیں

## احمدی آیام

حضرت بابو جی مسلسل ۹ روز تک ہسپتال میں ڈاکٹر ریگڈیر آئی۔ ڈی جین اور ڈاکٹر کرنل اکرم کے زیر علاج رہے۔ دونوں ڈاکٹر صاحبان نے خصوصاً ڈاکٹر کرنل اکرم نے بڑی توجہ سے علاج کیا۔ مگر آپ کی انتہائی کمزوری کے باعث آپریشن کرنے سے بچکچاتے رہے۔ اس دوران عیادت کرنے والوں کا اتنا لگا رہتا تھا۔ ہسپتال کا عملہ انہیں ملاقات سے منع کرتا تھا۔ اس سے حضرت بابو جی کی طبع مبارک پر بوجھ پڑتا تھا۔ آپ فرماتے تھے کہ یہ بے چارے دور دراز کا سفر کر کے یہاں آتے ہیں اور یہاں انہیں ملنے میں اتنی دشواری ہوتی ہے۔ چنانچہ آپ باصرار ۳ جون ۱۹۷۲ء کو گولڑہ شریف واپس تشریف لے آئے۔ سب گھر والوں سے اور تمام خویش واقارب سے ملاقات فرمائی۔ اپنے دونوں صاحبزادگان کو اور اپنے سارے پوتوں کو بلا کر



نصیحت فرمائی کہ دیکھنا آپس میں اتفاق رکھنا۔ اپنے آپ کو صاحبزادہ نہ بنانا بلکہ لوگوں کا خادم بنے رہنا۔ ایسا نہ ہو کہ تم کمروں میں آرام سے بیٹھے رہو اور ملنے والے باہر تکلیف میں کھڑے رہیں۔ آرام طلب نہ بننا، مشقت اور تکلیف سہنے کی عادت ڈالنا۔ مالک کی یاد سے ایک لمحہ بھی غافل نہ ہونا اُس کے حقوق ادا ہوں گے تبھی منزل مقصود کو پہنچو گے۔ ایک روز اپنے بڑے صاحبزادہ حضرت لالہ جی کو مشنوی مولانا نے روم کے یہ شعر لکھوائے۔

صورت ظاہر چہ جوئی اے جواں زو معانی را طلب اے پہلواں

ترجمہ۔ اے جوان ظاہری صورت کو کیوں تلاش کرتا ہے۔ جا اور معنی کی جستجو کر۔

صورت و ہیأت بد چوں قشر و پوست معنی اندر دے چوں مغز اے یار دوست

ترجمہ۔ ظاہر صورت مشکل پھلکے کے ہے۔ معنی اس کے اندر مثل معنہ موجود ہے

در گزر از نام و ہنگر در صفات تا صفات راہ نماید سوائے ذات

ترجمہ۔ نام کو چھوڑ اور صفات کو دیکھ تاکہ صفات تمہیں ذات کی طرف رہنمائی کریں

گم شوی در ذات و آسانی نہ خود چشم تو یک رنگ بسند نیک و بد

ترجمہ۔ اپنے آپ کو چھوڑ اور اُس کی ذات میں گم ہو تاکہ تیری آنکھ، نیک و بد کو ایک رنگ سے دیکھے

کار او با بندگان بد چنناں او کرم فرما بود بر عاصیاں

ترجمہ۔ وہ اپنے گناہگار بندوں سے اس طرح سلوک کرتا ہے کہ اُن پر اپنا کرم فرماتا ہے

گر نہ عاصی آمدے اندر جہاں رحمت ایزد کج بودے عیاں

ترجمہ۔ اگر دنیا میں گناہ گار نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کیسے ظاہر ہوتی

گوڑا شریف آنے کے بعد آپ نے پھر اُن تمام لوگوں سے ملنا شروع فرما دیا جو بیمار پُرسی کے لیے آتے تھے۔

اس سے طبیعت کی کمزوری میں اضافہ ہوا اور مشانہ کی تکلیف زیادہ ہو گئی۔ ساتھ ہی ۹۔ جون ۱۹۴۲ء کو آپ کو شدید بخار آ

گیا۔ اس پر حضرت صاحبزادگان نے ڈاکٹروں سے مشورہ کرنے کے بعد آپ کو دوبارہ ہسپتال پہنچانے کا پروگرام بنایا۔ جب

آپ سے اس بارہ میں عرض کیا گیا تو فرمانے لگے: تمہاری مرضی ہے تو لے چلو مگر وہاں جانے سے کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ ۱۱۔ جون

۱۹۴۲ء کو آپ کو دوبارہ دن کے تین بجے ہسپتال لے جایا گیا۔ ڈاکٹروں نے پہلے فوری طور پر اپریشن کرنا چاہا لیکن پھر آپ کی

کمزوری کے پیش نظر رک گئے۔ اس کے بعد کے چند ایام آپ نے نہایت تکلیف میں گزارے۔ دفع نقابت کی غرض سے گلو کو

لگانے کے لیے خون کی رگ تلاش کرنے میں کئی کئی بار آپ کے جسم مبارک میں سونیاں چھوئی پڑیں مگر زبان پر شکر خداوندی کے

علاوہ کبھی کوئی جملہ نہ آیا۔ ڈاکٹر صاحبان جب دیکھنے کے لیے آتے اور حال دریافت کرتے تو آپ ہمیشہ فرماتے الحمد للہ اللہ کا بڑا شکر

ہے! آپ کی اس بے پناہ قوت برداشت پر ہسپتال کا سارا عملہ حیران تھا۔ انہوں نے بھی اپنی زندگی میں ایسا راضی برضا مریض

پہلی بار دیکھا تھا۔ ان دنوں مخلصین عبدالرزاق مٹھیا لوی، راجہ غلام سرور، محمد نثار صدیقی اور ملک غلام ربانی آپ کی مسلسل دیکھ

بھال کرتے رہے۔ دونوں صاحبزادہ صاحبان بھی ہر وقت موجود رہتے اور مہمانوں اور عیادت کرنے والوں سے ملتے رہتے۔

چونکہ اتنے آدمیوں کا کمرہ کے اندر جانا محال تھا اس لیے جب کبھی آپ تکیہ لگا کر چار پائی پر بیٹھتے تو سامنے والی کھڑکی کھول دی

جاتی تاکہ آنے والے دور ہی سے کھڑے ہو کر اپنے پیارے بابو جی کی زیارت کر لیں۔

## سفرِ آخر

۱۹۔ جون کو آپ نے محبوب اور مشتاق قوالوں کو بلوایا اور اُن سے آخری بار سیدنا غوث الاعظم کی مندرجہ ذیل منقبت سماعت فرمائی اور انہیں بہت دُعائیں دے کر رخصت فرمایا۔

شاہ بازِ لامکانی مظہرِ ربِّ ستدیر      حضرت محبوب سبحانی شہِ پیرانِ پیر  
اب مدد فرمائیے قیدِ خودی میں ہوں اسیر      تاجدارِ ملکِ قدرت مظہرِ ربِّ قدیر  
یا قطبِ یا غوثِ الاعظم یا ولیِ روشن ضمیر

بھرِ عصیاں میں تلاطم اور اندھیری رات ہے      ہے بھر دسہ جس پہ مجھ کو آپ ہی کی ذات ہے  
زا دراہِ آخرت کچھ بھی نہ میرے پاس ہے      ہاتھ پر تیرے بکا ہوں لاج تیرے ہاتھ ہے  
بندہ ام در ماندہ ام جز تو نہ دارم دستگیر

ہو اگر آزاد اپنی قیدِ ہست و بود سے      ربط ہو جائے مدامی عبد کا معبود سے  
دیجے ناسوتی کو بھی صدقہ کچھ اپنے جود سے      دامنِ اُمید کو بھر دو گلِ مقصود سے  
خاطرِ ناشاد را کُن شاد یا پیرانِ پیر

ہستی فانی پر بے بسی یقینی کا حجاب      زندگی اپنی نظر آتی ہے مجھ کو اکِ سراب  
دیجیے اجداد کا اپنے تصدق بے حساب      بر درِ درگاہِ والا سِلم اے آفتاب  
جاؤں گا خالی نہ در سے آپ کے پیرانِ پیر

اُس سے اگلے روز کمزوری اور زیادہ ہو گئی اور بالکل استغراق کی کیفیت طاری رہی۔ اس کے باوجود آپ تمام نمازیں وقت پر اشاروں سے ادا فرماتے رہے۔ اس مرتبہ ہسپتال والے آپ کو وہ کمرہ نہ دے سکے تھے جو پہلی مرتبہ دیا تھا۔ چنانچہ آپ نے کئی مرتبہ پوچھا کہ وہ کمرہ کب خالی ہوگا۔ ۲۱۔ جون ۱۹۶۴ء بروز جمعہ جمادی الثانی کا چاند نظر آیا اور ۲۲۔ جون کو وہ کمرہ یعنی کمرہ نمبر ۴ خالی ہوا تو آپ کو اُس میں منتقل کر دیا گیا۔ اُس کمرہ میں آجانے کے تھوڑی ہی دیر بعد طبعِ مبارک میں دفعۃً بے حد کمزوری واقع ہوئی۔ بلڈ پریشر تشویشناک حد تک گر گیا اور بالآخر اُسی روز جمادی الثانی کی ۲ تاریخ کو گیارہ بجے شب آپ نے اپنے رفیقِ اعلیٰ کو لبیک کہا۔

صورت از بے صورتی آمد بُروں      باز شد اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ

## نمازِ جنازہ و تدفین

اُس وقت کمرہ کے اندر آپ کے پاس ڈاکٹر کرنل محمد شفیع صاحب، ڈاکٹر میر شہاب الدین، ڈاکٹر کرنل آصف چشتی غلام مصطفیٰ، راجہ غلام سرور، عبدالرزاق مٹھیا لوی، ملک غلام ربانی اور سیٹھی محمد اسماعیل پشوری موجود تھے۔ صاحبزادہ صاحبان اور دیگر خاص متعلقین باہر حاضر تھے۔ اُسی وقت آپ کے جسدِ مبارک کو ایمبولنس میں گولڈن شریف لے جایا گیا۔ جہاں رات کے دو بجے مولانا فیض احمد، مولانا عبد الرزاق، ملک غلام ربانی، راجہ غلام سرور، عبدالرزاق مٹھیا لوی اور مولانا اللہ بخش صاحبان



نے غسل دیا۔ اُس کے بعد جسد مبارک کو حرم سرا میں لے جایا گیا تاکہ اہل خانہ زیارت سے مشرف ہو سکیں۔ رات ہی کو بذریعہ ٹیلیفون آپ کے وصال کی اطلاع ہر طرف بھیج دی گئی تھی۔ قُرب و جوار کے لوگ تو رات ہی سے آنا شروع ہو گئے تھے۔ ریڈیو پر آپ کے وصال کی خبر صبح کی خبروں میں نشر کی گئی۔ صبح ۹ بجے حضرت بابو جی کے دونوں فرزند ابرجد شاہ غلام معین الدین اور شاہ عبدالحق مدظلہما العالی مجلس خانہ میں تشریف لائے۔ باوجود ضبط کے تمام اہل مجلس اشکبار تھے۔ مولانا فیض احمد صاحب نے حضرت بابو جی کی پاکیزہ زندگی کا مختصر خاکہ اور بزرگانِ خدا کے وصال کے خواص بیان کیے محبوبِ اہل نے مولانا فیض احمد صاحب کا اسی روز کا کہا بتوا مندرجہ ذیل فارسی مرثیہ پڑھا جسے سُن کر ساری مجلس زار و قطار رو رہی تھی۔

## مرثیہ

وا حسرتا کہ خواجہ حق آشنا برفت	مستبول بارگاہِ شبہ دوسرا برفت
سبط جناب حیدر و دلہند غوث پاک	فد زند شاہ مہر علی حق منشا برفت
آں محذین محبت و آل معدنِ حنا	خواجہ غلام محی دین سپہ بدلی برفت
شد آسماں بگریہ و نالد زہیں بسوز	آں خیر خواہ و مؤنس خلق خدا برفت
اے درد عشق خاک بسر ریز و اشکبار	اے حسن گریہ کن کہ بہارِ شہا برفت
تاریک گشت عالم وجد و سماع و ذوق	آں مرد پاکباز سرِ اصغیا برفت

سن وصال فیض شنیدم ز ہاتھ  
آں کمال سپر ہرود و ف برفت

۱۳۹۴ھ

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جُوم میں اضافہ ہوتا گیا۔ اگرچہ موسم گرما کا شباب تھا۔ تاہم تمام دن بادل چھائے رہے اور کبھی کبھی نہایت ہلکی بوند باندی بھی ہوتی رہی گویا آسمان بھی اہل دنیا کے ساتھ اس جانکاہ واقعہ پر اشکبار تھا۔ نمازِ ظہر کے بعد قریباً ۲ بجے جنازہ حرم سرا سے باہر لایا گیا۔ جُوم اس قدر تھا اور ہر شخص جنازہ کو کندھا دینے کے لیے اس قدر بے قرار تھا کہ جنازہ کو بڑی مشکل سے گیارہ بجے پہنچایا گیا۔ اُس وقت جنازہ کے اوپر ابا بیلوں اور چڑیوں کے جھنڈ فضا میں پرواز کرتے ہوئے دیکھے گئے۔ جنازہ مہمان خانہ نمبر ۱ کے صحن میں ایک تخت پوش پر رکھ دیا گیا تاکہ عوام الناس زیارت سے مشرف ہو سکیں۔ نمازِ عصر کے بعد جنازہ کو دربارِ شریف کے جنوب مغرب میں ایک کھلے میدان میں بذریعہ دیگن پہنچایا گیا کیونکہ لوگوں کے فرط شوق زیارت اور جُوم کے باعث چارپائی پر لے جانا ناممکن تھا۔ اس وقت حاضری کی تعداد اخباری اطلاعات کے مطابق اڑھائی تین لاکھ تھی۔ پشاور سے کراچی تک کے لوگ جنازہ پر پہنچ چکے تھے جن میں کثیر تعداد علمائے کرام، مشائخ عظام، سجادہ نشین صاحبان اور مقتدر حضرات کی تھی۔ ۶ بجے شام حضرت سید عبدالقادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ سابق سفیر حکومت عراق کی امامت میں جو بارگاہِ غوثیہ بغداد شریف کے موجودہ متولی کے بھائی اور حضرت سیدنا غوث الاعظم کی اولاد و امجاد میں سے تھے۔ چھ بجے شام نمازِ جنازہ پڑھائی گئی اور پھر بذریعہ دیگن ہی جنازہ واپس لا کر آپ کو اپنے والد بزرگوار قبلہ عالم سید پیر مہر علی شاہ قدس سرہ کے مزارِ اقدس کے اندر اُن کے مشرقی پہلو میں نمازِ مغرب کے قریب دفن کیا گیا۔ وہ چاند جس نے عرصے سے ایک

عالم کو اپنے نور سے منور کر رکھا تھا مخلوق کی نگاہوں سے زیر زمین روپوش ہو گیا۔ رحمۃ اللہ علیہ

## وصال کے بعد کے حالات

۲۳ جون ۱۹۷۲ء اور اُس کے بعد کئی روز تک ملک کے تمام اخبارات میں حضرت بابو جی کے متعلق مضامین نظر میں اور مرثیات شائع ہوتے رہے۔ ریڈیو پاکستان سے آپ کی زندگی کے مختصر حالات اور مقتدر حضرات کے تاثرات نشر کیے گئے۔ آل انڈیا ریڈیو نے بھی آپ کے متعلق ایک خاص بیٹن نشر کیا۔ اُدبار اور شعراء نے مارنچ ہائے وصال اور مرثیے لکھے۔ ہر مکتب فکر کے علماء اور ہر سلسلہ روحانیہ کے مشائخ اور تجارہ نشین تعزیت کے لیے تشریف لاتے رہے۔ مدیر چٹان لاہور نے اپنی اشاعت مورخہ ۳۰ جولائی میں ملک کے مختلف مکاتیب فکر کے رہنماؤں کے اُن بیانات کو یکجا کیا جو انہوں نے حضرت بابو جی کے وصال پر دیئے۔ ہم یہ بیانات ناظرین کے مطالعہ کے لیے نقل کیے دیتے ہیں۔

## ارادت کے موتی حضرت سید غلام محی الدین شاہ علیہ الرحمۃ کی یاد میں

وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو	میاں طفیل محمد امیر جماعت اسلامی پاکستان
”بلاشبہ آپ کا وجود ایک روحانی عظمت تھا“	”اُن کے روتیں روتیں میں اسلام ہی اسلام تھا“
ملک غلام مصطفیٰ کھرایم۔ این۔ اے	چودھری غلام جیلانی امیر جماعت اسلامی پنجاب
”قرن اول کی دینی حمیت کا مجسمہ تھے“	”اُن کا وجود صداقت اسلام کی دلیل تھا“
ایر مارشل اصغر خاں	علامہ عبدالعزیز خالد
”اسلاف کی آخری تصویر تھے“	”انہیں دیکھا تو گویا دیکھ لی رحمت پیمبر کی“
نواب زادہ نصر اللہ خاں	ملک بخش حیات خاں ٹوانہ
”فقر و استغناء کا نمونہ کامل تھے“	”وہ قطب الاقطاب تھے“
چودھری ظہور الہی ایم۔ این۔ اے	پیر دیول شریف
”اہل اللہ کی منجھرنائیوں کا مجسمہ تھے“	”شیخ العصر تھے“
حضرت مفتی محمود ایم۔ این۔ اے	علامہ محمود رضوی (حزب الاخوان)
”فی الواقعہ تحریک ختم نبوت کے موروثی راہنما تھے“	”آپ تربیت یافتگان رسالت مآب کا مجسمہ تھے“
خان عبدالوہابی خان ایم۔ این۔ اے	مولانا ابوالبرکات
”علم و تقویٰ کا مادہ روزگار و جود تھے“	”تھا اُن میں رنگ علیؑ اور اُن میں بونے رسولؐ“
پروفیسر غفور احمد ایم۔ این۔ اے	مولانا تاج محمود صاحب لائل پور
”اُن کا وجود آئینہ رحمت تھا“	”قامت اُن کی غیرت اسلام کی تصویر تھی“
حضرت شاہ احمد نورانی ایم۔ این۔ اے	مولانا غلام اللہ خاں راولپنڈی
”اساطیر اولیٰ کی تصویر تھے“	”وہ خانوادہ طریقت کا لعل شب چراغ تھے“



مجید نظامی ایڈیٹر نوائے وقت لاہور  
"اس خدا کی سرزمین پر نور کا پکیرتے وہ"

اقبال زبیری ایڈیٹر مشرق لاہور  
"فقر اسلام کی دلیل محکم تھے"

ہارون سعد ایڈیٹر امروز لاہور  
"انہیں دیکھتے ہی مادیت کا طلسم خانہ پاش پاش ہو جاتا تھا"

شاعر اسلام حضرت احسان دانش  
"وہ آدمی تھا مگر دیکھنے کی تاب نہ تھی"

حضرت شفیق کوٹی  
"اس وطن کے بنگدے میں نعرہ تکبیر تھے"

خواجہ عبد الرحیم باریٹ لار  
"وہ سچے دلوں کے فاتح تھے"

ملک عباس حسین النخیر سعودی عربیہ  
"سخاوت کا آبشار تھے"

عزیز انصاری گوجرانوالہ  
"فی الواقعہ اُن کا وجود عطیہ ربانی تھا"

بگیم شورشش کاشمیری  
"ہادی کامل، مرشدِ دُوراں، بُود و سخا کا چشمہ صافی"

سردار شوکت حیات خاں ایم این۔ اے  
"اُٹھ گئے تو ایک عانی خلا پیدا ہوا"

نواب کر حسین قریشی ایم این۔ اے  
"اُن کے اوصافِ حسنہ بیان کرنے سے قلم قاصر ہے"

مولانا غلام علی اوکاڑوی  
"قدرتِ حق آدمی کے رُوپ میں"

سید مظفر علی شمس  
"ایک انسان امر بالمعروف کی آواز تھا"

سید خلیل احمد قادری خلیفۃ الرشید مولانا ابوالحسنات مرحوم  
"منظرِ حق و صداقت تجت دیں ہدیٰ"

حضرت بابو جی کے وصال کے بعد کئی ہفتہ تک ہر جمعرات کے روز ایصالِ ثواب کے بعد ہزار ہا لوگوں کو کھانا کھلایا جاتا رہا۔ ۱۱۔ رجب ۱۳۷۲ھ کو پہلے شریف ہوا اور اُس روز بھی بیشتر اخبارات نے آپ کے حالاتِ زندگی اور بعض نے خاص نمبر شائع کیے۔ اس موقع پر بالعموم سب سے بڑے بیٹے کی دستار بندی کی جاتی ہے۔ مگر چونکہ حضرت قبلہ عالم کے وصال کے بعد حضرت بابو جی نے یہ رسم ادا نہیں فرمائی تھی اس لیے آپ کے صاحبزادہ صاحبان نے بھی اپنے والد بزرگوار کی اتباع میں اس رسم کی اجازت نہ دی حضرت سید عبدالقادر گیلانی سابق سفیر حکومت عراق اس تقریب پر بھی تشریف لائے تھے۔ حضرت بابو جی کو اُن کے ساتھ اُن کے آستانہ عالیہ بغداد شریف کے تعلق کی بنا پر بہت نیاز تھا اور انہیں اپنے عہدہ سے سبکدوش ہونے کے بعد بھی سفیر صاحب کے لقب سے ہی یاد فرماتے تھے۔ سفیر صاحب دونوں صاحبزادگان کو لے کر مزار شریف پر حاضر ہوئے اور ایک سفید رنگ کا جبہ نکال کر حضرت لالہ جی کے کندھوں پر ڈالنا چاہا۔ حضرت لالہ جی نے اپنے چھوٹے بھائی شاہ عبدالحق صاحب کو بھی جبہ کے نیچے لینا چاہا تو سفیر صاحب نے فرمایا کہ میں اُن کے لیے بھی الگ جبہ لایا ہوں۔ دونوں بھائیوں نے روتے ہوئے دونوں جبے تبرکاً قبول فرمائے۔

حضرت بابو جی نے اپنے دونوں صاحبزادگان کو مذہبی تعلیم جامعہ اسلامیہ بہاول پور میں مشہور عالم دین مولانا غلام محمد صاحب گھوٹوی شیخ الجامعہ کے زیر نگرانی دلائی مقلی تعلیم سے فراغت کے بعد آپ انہیں ہمیشہ سفر و حضر میں اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ بھائی تعلیم و تربیت کے علاوہ نگر شریف کی تمام ذمہ داریوں سے بھی انہیں اچھی طرح رُوشناس کرا دیا تھا۔ خلوت و جلوت میں بار بار خصوصی نصائح اور وصیتوں سے اُن کی تربیت فرمائی۔ خدمتِ خلق، مہمانوں کی رعایت، خاطر اور دیکھ بھال اور اتباعِ شریعت و طریقت کی خصوصی تعلیم دی اور خود نمائی سے یکسر دُور رہنے کی ہمیشہ پُر زور تاکید فرمائی۔ دونوں کو بیعت و ارشاد کی اجازت اپنے



وصال سے کافی عرصہ پہلے عطا فرمادی تھی۔ اگرچہ آپ کی زندگی میں ان دونوں میں سے کسی نے بھی کسی کو بیعت کرنے کی جرات نہ فرمائی۔ دونوں بھائی آپ اپنے والد بزرگوار کی سنت کو اسی خوش اسلوبی سے پورا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جس طرح خود حضرت بابو جیؒ نے حضرت قبلہ عالمؒ کے وصال کے بعد فرمائی تھی۔ لنگر شریف پر مہمانوں کی دیکھ بھال و ران کی آسائش میں اضافے کے لیے ہر دم کوشاں ہیں۔ خلیق خدا کی گذارشات بڑی توجہ سے سنتے اور ان کی دلجوئی فرماتے ہیں دنیا داری اور سیاست سے اسی طرح الگ تھلگ ہیں جیسے اُن کے اجداد کرام تھے۔ اللہ کریم انہیں ہمت و توفیق بخشنے کہ اس پر آشوب زمانہ میں امتانہ مالیہ کے فیض کو اپنے آبا کی طرح جاری رکھ سکیں اور بے سہارا اور بے آسرا لوگوں کا یہ ملجا و ماولے تا ابد قائم و سلامت رہے۔ آمین۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا حضرت بابو جیؒ کی ذات مبارک کے اوصاف و کمالات بیان کرنا آسان نہیں اس کے لیے ایک دفتر درکار ہے اور اس کے باوجود بھی شاید بیان تشنہ تکمیل ہی رہے۔ یہاں ہم آفا شورش کا شمیری مرحوم کے مضامین سے چند اقتباسات اس اُمید پر نقل کیے دیتے ہیں کہ شاید قارئین کرام کو حضرت بابو جیؒ کی ذات مبارک کی رفعت، علو مقام اور مجتہد اوصاف کا کچھ حقوڑا سا اندازہ ہو جائے۔

## حضرت بابو جی رحمۃ اللہ علیہ

### یاد اُن کی صرف جاں ہے آج تک

حضرت پیر سید غلام محی الدین شاہ (گولڑہ شریف) سیدنا مہر علی شاہ نور اللہ مرقدہ کے نخت جگر تھے اور معرفت الہی کے وہ تمام اوصاف آپ کی ذات ستودہ صفات میں جمع تھے جن کی بدولت آپ کے مایہ ناز والد کا وجود گرامی عقیدت عوام کا مرجع تھا۔ احقر نے آپ کو پہلی دفعہ ۱۹۵۸ء کے اواخر میں دیکھا۔ سب سے بڑی چیز جو دل پر نقش ہوئی وہ یہ تھی کہ اللہ والے کیا ہوتے ہیں۔ راقم کو اپنے مزاج کی افاد کے باعث رزم و بزم سے تعلق رہا اور ہمیشہ اُن لوگوں کی رفاقت حاصل کی جن کی زندگی کے شب و روز سیاسی محرکہ آرائیوں میں گذرتے رہے۔ راقم کے لیے مشائخ کی صحبتیں اور اہل اللہ کی محفلیں بالکل اجنبی رہیں۔ بلکہ احقر نے اپنی نگاہ کی نارسائی کے باعث ان حلقوں کے شب و روز کو گریز و فرار کا نام دیا لیکن سیدنا غلام محی الدین شاہ (بابو جیؒ) نے فیض نے راقم کے تصورات کی اڑائیں ہی بدل دیں اور وہ خانقاہی سلسلے جو فہم سے ماوری تھے کچھ اس طرح دل پر نقش ہو گئے کہ پُرانی تصویریں مدھم ہو گئیں اور نئی تصویریں پیدا ہوئیں۔ راقم اپنے رب کے اس کرم بے پایاں کا عمر بھر شکر ادا نہیں کر سکتا کہ اس کو بارگاہ ایزدی سے قلم و زبان کی نرمتیں عطا ہوئیں اور کسی چیز کو تقریر و تحریر میں بیان کرنا دشوار نہیں رہا لیکن جو تاثر، کیف، وجد اور سرور بابو جیؒ کی صحبت میں حاصل ہوا اور اُن کی نگاہ کو جس طرح مہربان پایا، حقیقت یہ ہے کہ نہ تو قلم میں بیان کی طاقت ہے اور نہ زبان اظہار پر قادر ہے جس انسان پر آپ نگاہ کرتے اُس کی کاپیٹ جاتی۔ آپ کے روبرو ہونے سے یہ نعمت حاصل ہوتی کہ عظیم انسانوں سے قربت کے فاصلے کیونکر طے کیے جاتے ہیں۔ اور عام انسان اہل اللہ کی صحبت میں کیونکر تاثر حاصل کرتا پھر اس تاثر سے اُنس کا دروازہ کس طرح کھلتا۔ اس سے پہلے رغبت کیسے پیدا ہوتی جب اُنس اپنے نشو و نما کو پہنچتی ہے تو محبت کے عنوان کیا ہوتے ہیں اور محبت کی معراج کا نام عشق ہے۔ پھر عشق میں خود سپردگی جٹون پیدا کرتی ہے۔ بابو جیؒ اپنے اللہ کے حضور سرور کائنات کی ذات اقدس سے آپ کا عشق اس معراج کو پہنچ چکا تھا کہ حضور کی صحبت میں ہوتے تو ہر خطہ اس تلاش میں بہتے



کہ اُن کے گرد و پیش رہ کر جان کیونکر دی جاسکتی ہے۔ بابو جی کو حضورؐ سے ایک ایسا لگاؤ تھا کہ اُن کے ذکر سے بے خود ہو کر اُن کے تصور میں تحلیل ہو جاتے۔ یہ عالم کیا ہوتا، راقم اس کا نقشہ کھینچنے قاصر ہے لیکن آنکھیں اس منظر کو دیکھ چکی ہیں۔

کئی الفاظ ذہن میں اپنے مطالب کے ساتھ نقش ہو جاتے ہیں لیکن الفاظ اُن کی شرح و تفسیر نہیں کر سکتے مثلاً فقر و استغنا، جود و سخا، مہر و وفا، غیرت و حمیت، عفت و حیا، قناعت و شرافت، ایمان و عرفان، ایقان و احسان اور خودی و بے خودی۔ ان الفاظ کی تصویریں انسانی وجود کے تجربے ہی سے معلوم ہوتی ہیں۔ بابو جی ان الفاظ ہی کی معنوی خصوصیتوں اور روحانی کیفیتوں کا مجسمہ تھے۔ احقر نے زندگی میں جید علماء، نامور فضلاء، معروف فقہاء اور بڑے بڑے صفت آراء انسانوں کی ہم نشینی اور خوشہ چینی کا فیض چل کیا حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ اپنے محاسن کا مادہ روزگار مجموعہ تھے لیکن بابو جی قدس سرہ کا عالم ہی دوسرا تھا۔ اُن کی زبان میں کسی کے لیے آزار نہ تھا۔ وہ عیب بینی، عیب چینی اور عیب گوئی سے خلقی طور پر نا آشنا تھے۔ سب سے بڑی بات کہ اُن میں کسی عنوان سے کوئی تردد نہ تھا۔ وہ ایک بہت بڑے باپ کے نورِ نظر اور خود بہت بڑے انسان تھے لیکن دارا و سکندر سے ادلی تھے۔ اُن کی فقیری میں بوئے اسدِ اللہ ہی تھی۔ اُن میں صدیق کا عشق، فاروق کی سطوت اور عثمان کی سخاوت تھی۔ اُن کی نگاہ بلند، سخن دلنواز اور جان پُرسوز تھی۔ وہ قرنِ اول کے حجازی تھے لیکن فی زمانہ پاکستان میں ولایتِ عشق کے سرخیل تھے۔ حضور سرورِ کائنات کی سخاوت سے متعلق جتنی حدیثیں ہیں اُن کی جلتی پھرتی تصویر تھے۔ اُن کی دعا کا انداز یہ تھا کہ اللہ کریم اپنے بندوں کو اپنی رحمت سے نواز، تیرے در کے سوا اور کوئی دروازہ سالکوں کے لیے نہیں ہے۔ ان کی مرادیں پوری کر جو تیری بارگاہ میں دعا کے ہاتھ اٹھا کر حاضر ہیں۔ تیرے سوا کوئی دوسرا ستار و غفار نہیں۔

بابو جی علیہ الرحمۃ کی تصویر کھینچنا اپنے قلم کی تمام وسعتوں کے باوجود ناممکن ہے۔ وہ پاکستان کی طویل تر سیاہ رات میں قرنِ اول کا اُجالا تھے۔ وہ ایک عظیم روحانی چراغ تھے جو گرد و پیش دور دور تک اپنی روشنی سے صبحِ خداں کو شہ مات دیتا تھا۔ وہ عظیم انسان ہونے کے باوجود دنیوی معاملات کی مبادیات سے بھی نا آشنا تھے۔ انہیں سیاسی مسئلوں سے کوئی دلچسپی نہ تھی فرماتے: مسلمان سیرتِ محمدیؐ کا اتباع کر لیں تو اُن کی تمام مشکلیں آں واحد میں حل ہو سکتی ہیں۔ وہ دوسرے بزرگانِ کرام کی طرح مسندِ طہیثت پر بیٹھ کر خدائی نہ کرتے تھے۔ وہ فنا فی الرسول اہل اللہ تھے۔ اُن کا مسلک محبت تھا۔ عشق کی جوت جلاتے اور شریعت کی چمن بندی پر زور دیتے۔ اُن کے رویں رُویں میں محمدؐ عربی کا عشق بھرا ہوا تھا۔ وہ سرورِ کائنات کے سوا ہر چیز سے بے نیاز تھے۔ فرماتے: اپنے اللہ سے لو لگاؤ اور یہ لو محمدؐ سے نسبت پیدا کیے بغیر ناممکن ہے۔

ہم لوگ جب کبھی دعاؤں کے لیے عرض کرتے تو فرماتے:۔  
 ”میں بھی ہاتھ اٹھاتا ہوں، تم بھی ہاتھ اٹھاؤ۔ اللہ دیتا ہے اور ہم لیتے ہیں جس غلوں سے مانگو گے، اُسی نسبت پاؤ گے۔“  
 حقیقت یہ ہے کہ وہ اللہ کی رضا میں کھوئے ہوئے انسان تھے، انہیں دیکھ کر اللہ یاد آتا اور قرنِ اول کے اسلام کی تصویر کھنچ جاتی۔ وہ عطیہ الہی اور محبتِ ربانی تھے۔ اُن کی رحلت پر ہندوستان، آکاش وانی کے ایک شیش سے آپ کے سوانح پر جو نقشہ پیش کیا گیا اُس میں ایک بول تھا کہ حضرت سید غلام محی الدین شاہ فی الواقعہ ایک ایسے بزرگ تھے جن سے ہندوستان میں شمعِ اسلام روشن ہوئی، بُت کدوں میں اذانیں گونجیں اور تعصبات فنا ہو کر انسانیت کا طغریٰ ہو گئے۔ اگر بزرگ عظیم ان جیسے سہولت پیدا کرتا تو انسان کبھی تقسیم نہ ہوتے اور اسلام اس سرعت سے پھیلتا کہ نصف آبادی دو تین دہائیوں ہی میں حلقہٴ گوبشِ اسلام ہو جاتی۔“



آخر میں ہم حضرت بابو جی کے فراق میں لکھے ہوئے دو مرثیے تحریر کیے دیتے ہیں۔ پہلا مرثیہ آغا شورش کا شمیری مرحوم نے لکھا تھا اور دوسرا حضرت بابو جی کے جواں سال پوتے سید غلام نصیر الدین شاہ صاحب کا فرمودہ ہے۔ جو اپنی کم عمری کے باوجود شاعری میں ایک منفرد مقام حاصل کر چکے ہیں اور نہایت ہی سنجیدہ اور ارفع کلام کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت بابو جی کے پوتے سید غلام معین اسحق شاہ صاحب، جو ایک قادر الکلام سخن ور ہیں، ان کی منقبت بحضور حضرت قبلہ بابو جی پیش خدمت ہے۔

محمد حیات خان  
محمد فاضل خان

## قرن اول کا اُجالا

حضرت قبلہ سید غلام محی الدین شاہ گولڑا شریف کی فاضلہ آیات

(از شورش کاشمیری)

اس مملکت کا مردِ مسلمان چلا گیا	روتا ہوں میں کہ پیکرِ ایاں چلا گیا
بے دست و پا تھے ہم سب بازار لٹ گئے	ناموسِ مُصطفیٰ کا نگہباز چلا گیا
اے مرگ ناگہاں ترا شکوئے کریں تو کیا	جائیں کہاں کہ درد کا درماں چلا گیا
رویا کر دوں گا اُن کی جُدائی میں روزِ شب	میرے لیے تو منبعِ عرفان چلا گیا
اُن کا وجود آئیے رب و دود تھا	میسرِ اُمم کے عشق کا عنوان چلا گیا
یہ سوچتا ہوں اُن سے ملاقات اب کہاں	رختِ سفرِ لپیٹ کے سلطان چلا گیا
دینِ بُدی کی جوت بجائی تمام عمر	طاعت گزارِ خواجہ گہماں چلا گیا
اُس کی نظیر کثرۂ ارضی پہ اب کہاں	ابھرا، ابھر کے نیتِ تباہ چلا گیا

دیکھے ہیں میں نے اُس کی لحد پر ملا کہ  
حسدِ بریں میں یوسف کنعاں چلا گیا

## مرثیہ از شاہ غلام نصیر الدین شاہ صاحب

مُنے کون قصہ درِ دل میں اُنگھٹا چلا گیا	جسے آشناؤں کا پاس تھا وہ وفا شعار چلا گیا
وہ سخن شناس وہ دُور ہیں وہ گداوار وہ مرجیں	وہ حسین وہ بحرِ علوم دیں مرا تاجدار چلا گیا
جسے نورِ مہر علی کہیں وہ کہ جس کا نام ہے محی الدین	مجھے کیا خبر کہاں لوٹ کر وہ میری بہار چلا گیا
وہی بزم ہے وہی دھوم ہے وہی عاشقوں کا جوش	سب کی تو بس اُسی چاند کی جو تہہ مزار چلا گیا
کہاں اب سخن میں وہ گرمیاں کہ نہیں ہا کوئی قدِ داں	کہاں اب وہ شوق کی مستیاں کہ وہ پُر وقار چلا گیا
میں جسے سنا تھا درِ دل وہ جو پوچھتا تھا غمِ دُروں	وہ گداوار چلا گیا وہ وفا شعار چلا گیا

بہیں کیوں نصیرؔ اشکِ غمِ کروں کیوں نالہ زاریاں  
مجھے بے ستارہ وہ چھوڑ کر سرِ ہر گداز چلا گیا



## منقبت

از شاہ غلام معین الحق شاہ صاحب

حبیب ربُّ عَلا ہیں عِسلام محی الدینؑ      چراغِ نورِ ہدیٰ ہیں عِسلام محی الدینؑ  
وہ صدر، بزمِ حقیقت کے نکتہ دانوں کے      امیرِ اہل صفائیں عِسلام محی الدینؑ  
انہی کی نظرِ عنایت سے بھر گئے دامن      نشانِ لطفِ عطا ہیں عِسلام محی الدینؑ  
ودیعت اُن کو تصرف ہے ذاتِ باری سے      بلا کے عقدہ کُٹا ہیں عِسلام محی الدینؑ  
جہاں کو دی ہے انہوں نے ضیائے مہرِ علیؑ      علیؑ کے گھر کی ضیا ہیں عِسلام محی الدینؑ  
وہ لائے عرشِ بریں، اُن کی سوچ کی پرواز      کمالِ فکرِ رسا ہیں عِسلام محی الدینؑ

قبول کیجئے خواجہ یہ ارغمانِ معین  
یہ شعرِ دل کی صدا ہیں عِسلام محی الدینؑ

## حضرت بابو جیؒ کی ولادت، عمر اور وصال کی تواریخ

(از شاہ غلام نصیر الدین شاہ صاحب)

تولدِ شبِ والا حضورِ بابو جیؒ      طلوعِ بدرِ ہدایت زِ بُرجِ مہرِ علیؑ

۱۳۰۸ھ

غروبِ نجمِ وفا آہِ ارتحالِ داں      حیاتِ او بجلالِ ودود گشتِ جلی

۸۶ سال

۱۳۹۴ھ

## تصنیفات

فاتح مرزا سیت، مجتہد دین و ملت حضرت قبلہ عالم سیدنا خواجہ پیر مہر علی شاہ صاحب گوڑوی

۱۔ تحقیق الحق فی کلمۃ الحق :- یہ کتاب کلمہ طیبہ کی تشریح اور مسئلہ وحدت الوجود کے بیان میں ہے جو کہ حضرات صوفیائے کرام کے مکشوفات میں سے ہے اور ساتھ ہی لکھنؤ کے مشہور صوفی مولانا سید عبدالرحمن صاحب مرحوم کی کتاب کلمۃ الحق کا جواب بھی ہے جس میں شاہ صاحب موصوف نے مسئلہ وحدت الوجود کو کلمہ طیبہ کا مدلول ثابت فرما کر تمام اُمت کو اس کشفی مسئلہ کے ساتھ مکلف ہونے پر کافی دلائل پیش فرمائے تھے۔ آنجناب نے اپنے خداداد علمی و عرفانی کمالات سے ایک طرف شاہ صاحب مرحوم کے اس خطرناک نظریہ کی تردید فرمائی، جس سے اُمت مسلمہ کے اکثر افراد کا کلمہ طیبہ پر ایمان سے محروم ہونا لازم آتا ہے اور دوسری طرف صوفیائے کرام کے مسلک کے مطابق مسئلہ مذکورہ کی ایسی تشریح فرمائی جو ارباب علم و ذوق کے لیے خضرِ راہ ہے۔ آخر میں صوفیائے وجودیہ کے سلوک اور توجہ کے طریقہ کو نہایت ہی عمدہ انداز میں بیان فرما کر بطور تبرک حضور سرکارِ دو عالم ﷺ کی مختصر سیرت طیبہ اور نہایت ہی مفید اور کارآمد وصیتوں پر کتاب کو ختم فرمایا ہے۔

۲۔ شمس الہدایہ :- یہ کتاب حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کے زندہ آسمان پر تشریف لے جانے اور قیامت کے قریب واپس زمین پر نزول فرمانے کے موضوع پر کتاب و سنت کی روشنی میں ایک لاجواب تحفہ ہے، جس کے پڑھنے سے موجودہ دور کے بعض غلط خیالات کی پوری تردید سامنے آجاتی ہے۔ جن کی وجہ سے ختم نبوت جیسے متفقہ اور اجماعی عقیدہ میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کی کافی کوشش کی گئی تھی۔ کتاب اُردو میں ہے جس سے اکثر طبقہ فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔

۳۔ سیف چشتیائی :- یہ کتاب حیات مسیح علیہ السلام ختم نبوت کے منکرین کے رد میں لکھی گئی ہے اور



بلاشبہ اس موضوع پر قوت استدلال اور طرز بیان کے لحاظ سے بے نظیر ہے اور ہر طبقہ کے علماء میں مقبول ہے۔

۴۔ فتاویٰ مہریہ :- یہ کتاب آنجناب کے قلمی فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔ جس میں بغرض سہولت آپ کے دیگر تصنیفات میں مختلف مقامات پر بیان کردہ بعض دیگر مسائل بھی ساتھ شامل کر دیے گئے ہیں۔ جو کہ اہل علم و عقیدت حضرات کے لیے نہایت ہی مفید ہے۔

۵۔ اعلاء کلمۃ اللہ فی بیان و ما اہل بہ لغیر اللہ :- یہ کتاب و ما اہل بہ لغیر اللہ کی تفسیر ہے جس میں مسائل نذرو نیاز، سماع موتی، استمداد اولیاء کرام وغیرہ کو نہایت ہی شستہ انداز میں بیان فرمایا گیا ہے اور ان مسائل میں مدت سے اہل اسلام میں جو اختلافات چلا آ رہا تھا اسے نہایت ہی اعتدال و انصاف کے ساتھ ختم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

۶۔ مکتوبات طیبات :- یہ کتاب آنجناب کے خطوط اور تحریرات کا مجموعہ ہے۔ جو وقتاً فوقتاً آپ نے احباب اور متعلقین کو لکھے ہیں اور اکثر اردو میں ہیں۔ جن کے مطالعہ سے شریعت و طریقت کے بہت سے مسائل حل ہو جاتے۔

۷۔ ملفوظات طیبات :- یہ آنجناب کے علمی و روحانی ارشادات کا مجموعہ بمع ترجمہ اردو طبع ہو چکا ہے۔

۸۔ الفتوحات الصمدیہ :- غیر مقلدین کے دس سوالات اور آپ کی طرف سے اُن کے جوابات پر مشتمل ہے۔ اس میں اعلیٰ حضرت نے غیر مقلدین پر بارہ سوال کیے تھے اور پیش گوئی فرمائی تھی کہ ”جواب سے جواب ہی ہوگا“ چنانچہ آج تک کوئی اُن کا جواب دینے پر قادر نہیں ہوا۔

۹۔ تصفیہ مابین سنی و شیعہ :- اس کتاب کی وجہ تالیف میں صفحہ (ج) پر خود فاتح مرزا سیت، مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی ارشاد فرماتے ہیں۔ (تخالف مذہبی مابین سنی و شیعہ کوئی نیا اختلاف نہیں جسے رفع کرنے کے لیے طالبان حق موجودہ زمانہ کے علماء سے التجاء کریں۔ اس سے قبل سلف

صالحین علیہم الرضوان حسب تدبیر الہیہ وقتاً فوقتاً اہل بیت کرام سے محبت رکھنے کے وجود اور خلافت خلفائے اربعہ کی حقانیت کے اہم موضوع پر نہایت شائستہ انداز میں اظہار خیال فرماتے چلے آئے ہیں۔ البتہ حال ہی میں اس تخالف میں ایک نئے رجحان کا اضافہ ہوا ہے۔ اور یہ سمجھا جانے لگا ہے کہ اہل سنت والجماعت ہونے کے لیے ضروری ہے کہ انسان اہل بیت کرام کے خلاف بغض اور بنی امیہ کے ساتھ محبت رکھے۔ حالانکہ اہل سنت کبھی بھی اس شقاوت میں ملوث نہیں ہوئے۔ اور ان کے عقائد میں رسول پاک ﷺ کے خاندان سے دوستی و موافقت مدار ایمان اور فرض مانی گئی ہے۔ اس نئے رجحان کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہمارے علمائے کرام نے بمقابلہ اہل تشیع اپنے مواعظ و نصائح کی مجالس میں صرف دفع ملاعن و متامطاعن کی طرف ہی رخ کیا۔ اور اہل بیت علیہم السلام کے فضائل و مناقب بیان کرنے کی طرف کم توجہ فرمائی۔

۱۰۔ مرآة العرفان:۔ نعتیہ کلام فاتح مرزا سیت، مجدد دین و ملت حضور قبلہ عالم سیدنا پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ  
۱۱۔ ہدیۃ الرسول:۔ اس کتاب میں فاتح مرزا سیت، مجدد دین و ملت سیدنا پیر مہر علی شاہ نے قرآن و حدیث کی رو سے اثبات حیات عیسیٰ بن مریم اور ان کے آسمانوں پر زندہ سلامت اٹھایا جانے اور دوبارہ بعینہ زندہ سلامت دنیا پر تشریف لانے کو ثابت کر کے ساتھ ساتھ مرزا غلام احمد قادیانی کے اعتراضات کا جواب بھی دیا۔ اور اس کے علاوہ عقل و فلسفہ محض کا نہایت بلیغ انداز میں رد کر کے شریعت مطہرہ کی بالادستی بیان فرمائی۔





ایسے ہی حضرات میں سے جس ممتاز و محترم شخصیت کے سوانح حیات اس وقت قارئین کے سامنے ہیں وہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب ہیں جو گولڑہ شریف ضلع اسلام آباد کے ایک ذی شان گیلانی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ نے مجاہدہ، مشاہدہ، علم و عرفان اور فضل الہی سے مذکورہ کمالات میں ایک نہایت ہی اعلیٰ و ارفع مقام حاصل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جمال ظاہری کے ساتھ ساتھ کمال علمی و روحانی بھی بدرجہ عطا فرمایا تھا۔ آپ اپنے جد امجد سرچشمہ کابلان حضرت غوث الاعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی اور سلسلہ چشت اہل بہشت کے گوہر صدوا حضرت خواجہ غریب نے از معین الدین اجمیری کے صحیح جانشین و منظر تھے۔ علم لدنی کا گنج بے کراں آپ کو عنایت ہوا تھا۔ نظریہ وحدت الوجود کی معرفت و تفہیم میں برصغیر پاک و ہند میں آپ کا کوئی ثانی نہ تھا۔ آپ کا وجود اقدس بنی نوع انسان کی ایک کثیر تعداد کو گمراہی سے بچانے اور مرزائیت کی مسموم ہواؤں سے سرزمین پاک و ہند کو محفوظ رکھنے کا ذریعہ بنا۔

اس کتاب کے مؤلف مولانا فیض احمد صاحب صدر مدرس جامعہ غوثیہ گولڑہ شریف متقی ستائش و تحسین ہیں کہ انہوں نے اس مرد کامل کی زندگی کے حالات بڑی کاوش و تحقیق کے بعد شرح و سطر سے مرتب کر کے سپرد قلم کیے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر بخشیں اور پڑھنے والوں کے لیے اس کتاب کو مشعل راہ بنائیں! آمین!

محمد حیات خان، محمد فاضل خان



